ازالۃ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مقام خلافت، خلفاء راشدینؓ کے فضائل و مناقب، تفضیل حضرات شیخینؓ، صحابہ کرامؓ کے مراتب، خلفاء راشدینؓ کے کارنامے، نیز امور خلافت سے متعلق تمام اہم اور معرکۃ الآراء مسائل پر مدلل بحث

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

قارئینِ "ازالۃ الخفاء" کے لئے خوشخبری

"ازالۃ الخفاء" کا اصل فارسی متن سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں منشی جمال الدین خان صاحب مدار المہام ریاست بھوپال نے شائع فرمایا تھا، اور اس کی تصحیح حضرت محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ نے تین قلمی نسخوں کی مدد سے فرمائی تھی لیکن یہ تینوں نسخے ایک جگہ سے ناکمل تھے یعنی حصہ اوّل کی آٹھویں فصل کا مقصدِ دوم غائب تھا جس میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تفضیلِ شیخین رضی اللہ عنہما پر دلائلِ عقلیہ تجویز فرمائے تھے۔ چنانچہ حصہ دوم کے آخر میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"خاتمۃ الطبع :۔ احقر محمد احسن عرض کرتا ہے کہ بوقتِ طباعت جو کتابیں (مخطوطے) موجود تھیں ان میں سے صرف ایک کتاب میں مقصدِ اوّل کی عبارت یہاں تک دستیاب ہوئی، اور باقی کتابوں (قلمی نسخوں) میں اس سے بھی تین ورق کم تھے۔ سیاقِ عبارت اور مصنف رحمہ اللہ کی عادت سے کہ خاتمۂ رسائل کے موقع پر جابجا لکھتے ہیں "ہذا آخر ما اردنا ایرادہ" وغیر ذلک، معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقصد کچھ ناتمام رہ گیا ہے۔ فقیر کو بہت تلاش کے باوجود یہ تتمہ دستیاب نہ ہوا۔ ناظرین سے امید ہے کہ اگر کہیں اس کا نشان مل جائے تو اس میں اضافہ فرمادیں اور فقیر کو بھی اطلاع کردیں ....."

گویا تقریباً سو سال سے "ازالۃ الخفا فارسی" کے تمام مطبوعہ نسخوں اور اس کے تراجم میں یہ حصہ ناتمام چلا آرہا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر کو عرصۂ دراز سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصانیف سے گہرا شغف رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مطالعہ کے دوران راقم کو یہ گمشدہ حصہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بعض تصانیف میں پورا کا پورا مل گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ اس حصہ پر نظرثانی کرکے یا اس کا اختصار کرکے "ازالۃ الخفا" میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا موقع نہ مل سکا۔

اب ہم اس گمشدہ حصہ کا فارسی متن مع اردو ترجمہ "ازالۃ الخفا" جلد دوم کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔ اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ "ازالۃ الخفا" کا وہ حصہ جو تقریباً سو سال سے ناتمام چلا آرہا تھا اب مکمل ہوجائے گا اور قارئین و محققین کی تشنگی دور ہوگی۔

اس مقصد کے لئے "ازالۃ الخفا" جلد دوم کا دوسرا ایڈیشن ملاحظہ فرمائیے جس کو "قدیمی کتب خانہ" بعد نظرثانی و اضافہ شائع کر رہا ہے۔

معراج محمد

مہتمم، قدیمی کتب خانہ ــــ کراچی

اِزالۃ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دھلوی

مترجمہ

مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی

جلد سوم

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

فہرست مضامین

ازالۃ الخفاء (مترجم)

جلد سوم

ازالۃ الخفاء

عن

خلافۃ الخلفاء

جلد سوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقصدِ دوم

در ذکر جملہ صالحہ از مآثر و مناقب خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ بہ نقل مستفیض ثابت شدہ و قدر مشترک در ہر بابے بتواتر رسیدہ و در صدرِ مقالہ باید دانست کہ مقصودِ ما مجرد سرد قصصِ ایشان نیست بلکہ استقراء جزئیاتِ قصص (بیاکردن ۱۲) وانتقال ازاں بکلیات فضائلے کہ بآں تشبہ بالانبیاء علیہم السلام من حیث نبوتہم بظہور رسد یا لوازمِ خلافتِ خاصہ کہ اقصےٰ سعادتے کہ امتیاں را میسر می شود ہماں تواند بود بآں خصال متحقق گردد ایا ماشئت فقل و تقریب ایں قصص باصل مقصد موقوف است بر تقدیم سہ نکتہ۔

نکتۂ اولیٰ در بیان صفاتے کہ پیغامبر را از جہتِ پیغامبری حاصل می شود باید دانست کہ اصل نبوت پیغامبرانِ اولی العزم ارادۂ حق ست تبارک و تعالیٰ لطف بر بندگانِ خود و تقریبِ ایشان بخیر و تبعید ایشان از شرور فع ظلماتِ مظالم از ایشان

محاسن و مناقب خلفاءِ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق ایسی صاف و دلنشین باتوں کے بیان میں جو کہ نقلِ مستفیض سے ثابت ہیں اور ہر باب میں جو قدر مشترک ہے وہ تواتر کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہے۔ ابتداءِ کلام میں ہی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارا مقصود صرف اِن حضرات کے قصّے بیان کرنا نہیں ہے بلکہ جزئیاتِ قصص کو زیر غور و فکر لانا اور اُن سے منتقل ہونا ہے اُن کلیاتِ فضائل کی جانب کہ جن سے ان کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان صفات میں تشبّہ عیاں ہو جاتے جو اُن کی نبوّت کی حیثیت سے تعلّق رکھتی ہیں یا (یوں کہہ لیجئے کہ) لوازم خلافتِ خاصہ کا جن خصال سے تحقق ہوتا ہے جو اس سعادت کا منتہا ہو سکتی ہیں جو کسی نبی ؑ کے اُمّتیوں کو میسّر ہو جائیں جو کچھ دل چاہے کہہ لیجئے (بات ایک ہی ہے) اور ان قصص کو اصل مقصد سے قریب لانا اس پر موقوف ہے کہ پہلے تین نکتے بیان کر دیئے جائیں.

پہلا نکتہ اُن صفات کے بیان میں جو پیغمبر کو پیغمبری کی حیثیت سے حاصل ہوتی ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اولوالعزم پیغمبروں کی نبوّت کے لئے جو بنیادی چیز ہے وہ اللہ تبارک و تعالےٰ کا اپنے بندوں پر لطف کرنے کا ارادہ ہے کہ ان کو خیر سے قریب اور شر سے بعید کر دے اور جو مظالم ان سے

بواسطہ بعث پیغامبرے ازمیان ایشان و اعلاء کلمۃ او واظہار حجج او شائع گردانیدن علم او کما قال سبحانہ ھُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ الآیۃ وکما ورد فی الحدیث[1] القدسی أن اللہ نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم الا بقایا من اھل الکتاب وانما بعثتک لابتلیک وابتلی بک الحدیث وآں لوازم نبوت و بمنزلہ اجزاء او تمیز ایں شخص ست کہ پیغامبری او خواستہ اند از سائر افراد بشر در ہر دو قوت نفس ناطقہ اعنی قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ پس خدائے تعالیٰ پیغامبر را بفضل و نعمتِ خود بے سابقہ عملی در قوتِ عاقلہ زیادتی عطا می فرماید کہ بسبب آں وحی از جانبِ غیب بروے نازل مے شود وجنت و نار و ملائکہ را مشاھدہ مے نماید و واقعات عجیبہ بصورِ مثالیہ مے بیند و بسوئے ایں قوت اشارت واقع شدہ است۔

[1] شرح ایں حدیث درجلد اول ذیل تفسیر آیت ۔ گزشت ۱۲

سرزد ہوتے رہیں ان کی تاریکیوں کو رفع کردے ایک ایسے پیغمبر کے ذریعہ سے جس کو ان ہی میں سے منتخب کر کے مبعوث کرے اور اس کی بات کو اونچی کرے اور اس کی حجتوں کو غلبہ عطا فرمائے اور اس کے علوم کو (عوام میں) شائع کردے جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ھُوَ الَّذِی بَعَثَ الخ (۶۲:۲) وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں اُن ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں الخ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف دیکھا تو سب کو ناپسند کیا ان میں کے عرب کو بھی اور عجم کو بھی بجز کچھ اہل کتاب کے جو اپنے اصل دین پر باقی رہ گئے تھے اور میں نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ ان سے تیری اور تجھ سے اُن کی آزمائش کراؤں، آخر حدیث تک: اور نبوت کے لوازم میں سے اور بمنزلہ اس کے اجزاء کے ہے اس شخص کا جس کو پیغمبر بنانا مقدر ہو چکا ہے تمام افرادِ بشر سے ممتاز ہونا نفسِ ناطقہ کی دونوں قوتوں میں یعنی قوتِ عاقلہ میں بھی اور قوتِ عاملہ میں بھی اور اسی کی طرف اشارہ ہے حق تعالیٰ کے ارشاد اَللّٰہُ اَعْلَمُ الخ (۶: ۱۲۴) میں "یعنی اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتا ہے"۔ تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و نعمت سے پیغمبر کو کسی سابقہ عمل کے بغیر قوتِ عاقلہ میں زیادتی عطا فرماتا ہے کہ جس کے سبب سے جانبِ غیب سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ جنت و دوزخ اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور عجیب واقعات کو مثالی صورتوں میں دیکھتا ہے اور اسی قوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

در حدیث الرؤیا الصالحۃ جزءٌ من ستۃ واربعین
جزءًا من النبوۃ وہمچنین در قوتِ عاملہ او مددے
می دہند کہ بسبب آں سَمتِ صالح (ہیئۃ الخیرۃ) نصیب او شود
واجتناب از معاصی و رعایتِ آداب مراعات* وتدبیر
منازل و سیاستِ مدینہ بوجہے کہ ازاں خوب تر
صورت نہ بندد و بروئے کار آید و خُلق شجاعت
و سخاوت و کفایت و عدالت وشناختنِ مصلحت
ہر وقتے از استقامت قوتِ عاملہ حاصل مے
شود و کمال ایں قوت مُفضی مے گردد بعصمت
و بسُوئے ایں قوت اشارہ واقع شدہ است
در حدیث السمتُ الصالح جزءٌ من
خمسۃٍ وعشرین جزءً من اجزاء
النبوۃ۔ و چوں ہر دو قوۃ علی الوجہ الذی ینبغی
مہذب شوند و از جانب غیب برائے ہر یکے مددے
فرود آید در مجاری امور شخص برکات بسیار بظہور
می آید کہ احصائے آں متعذر است۔ اما نکتۂ ف سہل
التناول کہ جامع آں برکات باشد بگوئیم اگر
خواہی کہ بشناسی صفاتِ نبی را فرض کن
کہ چہار شخص را در یک تن جمع کردہ اند و نام
آں مجموع نبی گذاشتہ اند ۱ بادشاہی کہ بالطبع
والمرتبہ بادشاہِ عالم شدہ باشد نہ بہ رسم یعنی
بادشاہے کہ ظلِ نفسِ ناطقہ او بر مردمان مے
افتد و بسببِ آں ظلِ التیامی و انتظامے
در میان افراد بشر حادث مے شود

ف نکتہ شناخت نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث میں کہ رؤیا صالحہ ایک جزو ہے نبوت کے چھیالیس ۴۶ اجزاء
میں سے۔ اور اسی طرح اس کی قوتِ عاملہ کو مدد دیتے ہیں کہ جس
کے سبب اس کو خیر کی سنجیدہ وضع وقطع نصیب ہو جاتی ہے اور
معاصی سے بچے رہنا اور عبادات میں آداب کی کامل مراعات اور
تدبیر منازل اور سیاستِ مدنیہ کا ظہور اس سے ایسی بہترین صورت
کے ساتھ ہوتا ہے جس سے کوئی اونچا درجہ نہیں ہوتا۔ اور شجاعت
و سخاوت اور کفایت (امور مہمہ) و عدالت اور ہر وقت کے
مناسب مصلحت کا پہچاننا یہ سب اخلاقِ (عالیہ) قوتِ
عاملہ کی استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور اس قوت کا
کمال پہنچ جاتا ہے عصمت پر اور اسی قوت کی طرف اس حدیث
میں اشارہ واقع ہوا ہے کہ سنجیدہ وضع ایک جزو ہے نبوت کے
پچیس ۲۵ اجزاء میں سے۔ اور جب دونوں قوتیں ایسی صورت کے
ساتھ جو مناسب ہے مہذب ہو جاتی ہیں اور غیب کی جانب سے
ہر ایک قوت کے لئے مدد نازل ہو جاتی ہے تو اس شخص (مقدس)
کے تمام امور کے اجراء میں اتنی زیادہ برکتیں ظہور میں آتی
ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔ اب ہم ایک نکتہ جو آسانی سے
ذہن نشین کر دینے والا اور جو کہ ان برکات کا جامع ہے
کہدینا چاہتے ہیں۔ اگر تم نبی کی صفات کو پہچاننا چاہتے ہو تو
یہ فرض کر لو کہ چار شخصوں کو ایک تن میں جمع کر دیا اور اس
مجموعہ کا نام نبی رکھ چھوڑا ہے۔ ایک ۱ ایسا بادشاہ ہے جو طبیعت
اور مرتبہ کے اثر سے عالم کا بادشاہ بن گیا ہو رسمی طور پر نہیں
(کہ وہ کسی بادشاہ کا مثلاً بیٹا تھا جس کے مرنے کے بعد
تخت نشین بنا دیا گیا) یعنی ایسا بادشاہ ہو کہ اس کے نفسِ ناطقہ کا
ظل لوگوں پر پڑتا ہے اور ظل کے سبب سے افرادِ بشر کے درمیان

* در عبادات

دہر یکے بر جائے خود قرار گرفتہ
درمیانِ ایشان ترتیبے مناسب
پدید مے آید کہ بسببِ آن ترتیب
وحدتے بظہور انجامد و بآں وحدت
مدینہ نام ایشان گردد از انواع
اہلِ قلم وسپاہیان و مدبّرانِ جیوش
وسیاست کنندگانِ مُدن و مزارعان
و تجّار وغیرہم پس اگر اجتماع
و ترتیب درمیانِ ایں فرق
متحقق نہ بود بسبب ظل نفسِ ناطقہ
او کہ برایشان اُفتادہ در ضمن
افعال واقوال او از سرِنو مدینہ
متحقق گردد اگر متحقق بود بکمالِ
خود رسد و ہر ناباستے کہ در وسے
ہست زائل گردد قصّہ کوتاہ
ہرچہ درین بادشاہ بالمرتبہ مے
باید از بخت و حکمت و عدالت و
شجاعت وکفایت وسخاوت وغیرآن
ہمہ در نبی مشاہدہ کن قال اللہ
تعالیٰ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ط
لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ
و حکیمے کہ در حکمتِ عملی
فائق شدہ

ایک خانہ پُری اور ایک تنظیم پیدا ہو جاتی ہے اور ہر ایک کے اپنی جگہ پر متمکن ہونے سے ان کے درمیان ایک مناسب ترتیب ظہور میں آجاتی ہے کہ اس ترتیب کے سبب سے ایک خاص وحدت انواع (مختلفہ) اہلِ قلم و سپاہیوں اور افواج کی تنظیم قائم رکھنے والوں اور شہروں میں ضبط و نظم قائم رکھنے والے حکام اور مزارعین و تاجرین وغیرہم سے مل کر وجود میں آجاتی ہے اور اس وحدت کے اعتبار سے اس پر مدینہ (یا شہر) کا اطلاق ہونے لگتا ہے تو اگر ان (مذکورہ بالا جماعتوں) میں اجتماع و ترتیب پہلے موجود نہیں تھی تو اب بسبب اُس بادشاہ کے نفسِ ناطقہ کے ظِل کے جو اُن پر اُس کے افعال و اقوال کے ضمن میں پڑا ہے تو (اس کے اثر سے بہ ترتیب موجود ہو کر) مدینہ (یا شہر) از سرِنو وجود میں آجائے گا۔ اور اگر (یہ اجتماع و ترتیب بادشاہ سے پہلے) موجود تھی تو اب اپنے کمال کو پہنچ جائے گی اور جو غیر مناسب چیزیں اس میں آچکی تھیں وہ زائل ہو جائیں گی۔ قصہ مختصر (جس طرح اس بادشاہ کی طبیعت کے اثر سے ایک خاص تنظیم اور حُسنِ انتظام وجود میں آیا اسی طرح) مرتبہ کے لحاظ سے بخت اور حکمت و عدالت اور شجاعت وکفایت (امورِ مہمہ) وسخاوت وغیرہ (اوصاف کا ظہور ہوگا) ان سب اوصاف کو نبی میں مشاہدہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ط الخ (۶۳:۸) اور (اللہ) نے ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کر لیتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔" (دوسرا شخص) ایک دانشور (صاحبِ حکمت) ہے جو کہ حکمتِ عملی میں سب سے بلند

علم اخلاق و تدبیر منازل و سیاستِ مدن نیک شناختہ و بر علمِ آنہا اکتفا نہ نمودہ بلکہ ہمہ ایں صفات تحققاً و تخلقاً در وے نمایان شدہ و آثارِ آں صفات حِیناً فحیناً از وے می تراود و درمیانِ مردم شائع می شود کہ کُلُّ اِنَاءٍ یترشح بما فیہ قال اللہ تعالےٰ یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط و در قرآنِ عظیم ہر جا ذکر پیغامبرے آمدہ اٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ مقرونِ اوست۔

و۳ صوفی مرشدے کہ در زمرۂ صوفیان نشستہ مصدرِ کراماتِ عجیبہ و خوارقِ غریبہ گشتہ و بقوتِ ارشادِ خود و تاثیر صحبتِ خود بادپیمایانِ بادیہ ضلال را راہِ نجات نمودہ بعد ازاں کہ سالہا تہذیبِ نفس خود بطاعات و ریاضات کردہ و از اشباحِ آنہا پے بارواحِ آنہا بردہ و مقاماتِ علیہ و احوالِ سنیہ کسب فرمودہ چنانکہ در مقاماتِ مشائخ ما قدس اللہ اسرارہم خواندہ باشی قال اللہ تعالےٰ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔

و۴ جبرئیلے کہ جارحہ از جوارحِ تدبیر الٰہی شدہ و واسطہ اخذ علوم حقہ از منبع العلوم گشتہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ

مرتبہ ہو کر علمِ اخلاق اور گھریلو تدابیر اور شہری سیاست کو خوب پہچان چکا ہے اور صرف ان کے علم پر اکتفا کئے ہوئے نہیں ہے بلکہ یہ تمام صفات اس سے متحقق اور اس کی جبلت سے نمایاں ہوتی رہتی ہیں اور ان صفات کے آثار وقتاً فوقتاً اس سے مترشح ہوتے اور لوگوں کے درمیان شائع ہوتے رہتے ہیں۔ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے چھلکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یُؤْتِی الْحِکْمَةَ الخ (۲: ۲۶۹) وہ جس کو چاہتے ہیں حکمت عطا فرما دیتے ہیں اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو درحقیقت بڑی خیر کی چیز مل گئی" اور قرآن عظیم میں جس جگہ کسی پیغمبر کا ذکر آیا ہے اٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ (کہ ہم نے اس کو حکمت عطا کی) بھی ساتھ ساتھ موجود ہے۔

(تیسرا شخص) ایک ایسا صوفی اور مرشد ہے جو صوفیوں کی جماعت میں بیٹھا ہوا ہے اور اس سے عجیب و غریب کرامتوں اور خوارقِ عادت کا صدور ہو رہا ہے اور اپنی قوتِ ارشاد اور تاثیر صحبت سے گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو نجات کا راستہ دکھا رہا ہے بعد اس کے کہ وہ برسوں تک اپنے نفس کی تہذیب عبادات اور ریاضات سے کر کے اور ان عبادات کی ظاہری صورت سے ان کی ارواح کا کھوج لگا چکا ہے اور بلند مقامات اور عمدہ احوال حاصل کر چکا ہے جیسے کہ تم نے ہمارے مشائخ قدس اللہ اسرارہم کے مقامات میں پڑھے ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَیُزَکِّیْهِمْ الخ (۲:۶۲) اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا اور کتاب اور اصولِ دانشوری سکھاتا ہے۔

(چوتھا شخص) ایک جبرئیل ہے جو کہ تدبیر الٰہی کے جوارح (آلات) میں سے ایک جارحہ (آلہ) بنا ہوا ہے اور سرچشمۂ علوم (یعنی علم الٰہی) سے علوم حقہ کے اخذ کرنے کا واسطہ بن گیا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ

مَا یُؤْمَرُوْنَ نقد حالِ اوست از جذر جبلّتِ او راہے بحظیرۃ القدس کشادہ است وازاں راہ علوم مجردۂ عالیہ بر عقل و قلب او فروریختہ وخفایائے عالم ملک وخبایائے عالم ملکوت پیشِ او مُتشبّح گشتہ۔

بازتامل باید کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چوں مبعوث شدند در ایام خود بکدام چیز اعتنا بتمام فرمودند واز آثار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چہ چیز در عالم باقی ماند دریں باب کار فرمائی حدس ذہن باید شد واز جزئیات بکلیات واز مقدمات بمقاصد انتقال باید نمود۔

باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در زمانے مبعوث شدند کہ شرک در عبادات و استعانت شیوع تمام پیدا کردہ بود اثباتِ معاد نمی کردند وعبادات را فراموش ساختہ بودند وتحریفہا در دینِ حنیفے کہ منسوب است بحضرت ابراہیم علیہ السلام داخل شدہ بود و مانند سباع بایکدیگر می جنگیدند ومثل بہائم بریک دیگر می جہیدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امر ابطال شرک فرمودند واثبات مجازات نمودند وتحریفات را برانداختند وشاعے از نفسِ قدسیہ

مَا یُؤْمَرُوْنَ (۶۶: ۶) اس کا حال بن چکا ہے (یعنی وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جس کا ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں) اور اس کی اصل جبلّت (مراد خلقی بصیرت) سے حظیرۃ القدس تک (یعنی ایوان مقدس ملائکہ مقربین تک) ایک راہ کشادہ ہوچکی ہے اور اس راہ سے علوم مجردہ عالیہ (یعنی ذات وصفاتِ حق کے علوم) کا فیضان اُس کی عقل اور قلب پر نازل ہورہا ہے اور عالم مُلک کی پوشیدہ باتیں اور عالم ملکوت کے اسرار اس کے سامنے صورت پکڑ کر آرہے ہیں۔

بعد ازیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپؐ نے اپنے زمانہ میں کس چیز پر پوری توجہ فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کیا چیز عالم میں باقی رہی۔ اس بارے میں کام کرنے والی ذکاوتِ ذہن ہونی چاہیئے اور جزئیات سے کلیات کی اور مقدمات سے مقاصد کی طرف منتقل ہونا چاہیئے۔

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے کہ عبادت واستعانت میں شرک پورے طور پر شائع ہوچکا تھا اور لوگ عالم آخرت کو نہیں مانتے تھے اور عباداتِ (الٰہیہ) کو فراموش کرچکے تھے اور دینِ حنیفی میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے بہت سی تحریفیں داخل ہوچکی تھیں اور لوگ درندوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے اور جانوروں کی طرح اچھل کر ایک دوسرے پر حملے کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام یہ کیا کہ شرک کو باطل کیا اور مجازات کو ثابت کیا (یعنی اعمال کی جزاء آخرت میں ضرور ملےگی) اور تحریفات کو (جو دینِ حنیفی میں داخل کردی گئی تھیں) نکال پھینکا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براز کیاء قوم افتاد
آنجماعۃ دینِ حق را بفہم درست تلقی نمودند و
بہ ہمتِ کارکشا نصرت دادند تا آنکہ راہ رشد
واضح شد و اسلام از کفر ممتاز گشت و مردمان
در دینِ حق آمدن شروع کردند آنگاہ عرب
عامۃً و قریش خاصۃً بہ تعصب برخاستند
و در پے ایذا ہا افتادند آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بقوتِ خدا دادِ خود در مقابلہ
مجادلہ ایشان استقامت فرمود و یارانِ
وے خود را سپر وے ساختہ از مشربِ عشق
چہ بادہا کہ نخوردند و چہ مستی ہا کہ نہ کردند
بعد ازاں مامور شدند بہ ہجرت و جہاد بتائیدِ
الٰہی دراں باب مساعی کہ زیادہ ازاں
مقدور بشر نباشد بجا آوردند یارانِ ہمہ
بحرکتِ ایشان متحرک و بعزیمتِ ایشان
عازم تا آنکہ فتحہا واقع شدہ ہزیمت ہا
بر کفار افتاد و جاہلیت از ہم پاشید و
مظالم پامال شد و علمی کہ باں آشنا نبودند
درمیانِ ایشان شائع گشت و حسد و
حقدے کہ درمیانِ خودہا داشتند
نابود شد ہمہ یک دل و یک زباں بر
کلمۂ حق متفق و بر اضدادِ آں منکر
قال اللہ تعالیٰ:-
وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ

قدسیہ سے جو شعاعیں قوم کے ذی فراست لوگوں پر پڑیں اس
جماعت نے دینِ حق کو صحیح اور درست صورت میں پالیا
اور انھوں نے نتیجہ خیز ہمت کے ساتھ مدد پہنچائی یہاں تک
کہ بھلائی کی راہ واضح ہوگئی اور اسلام کفر سے ممتاز ہوگیا
اور لوگوں نے دینِ حق میں آنا شروع کردیا۔ ایسے وقت میں
عرب عام طور پر اور قریش خاص طور پر تعصب سے مقابلہ پر آگئے
اور ایذاؤں کے درپے ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی قوتِ خداداد سے ان سب کے مقابلہ اور مجادلہ پر ڈٹ
گئے اور آپؐ کے محبین اپنی ذوات کو آپؐ کے لئے ڈھال بناکر
عشق و محبت کا کونسا جام تھا جو نوش نہ کیا اور کونسی ایسی مستی
تھی جس کا ظہور اُن سے نہ ہوا... اس کے بعد ہجرت و جہاد پر
مامور ہوئے تو اللہ کی مدد سے اس باب میں اس قدر مساعی
بجالائے کہ اس سے زیادہ سعی انسان کی طاقت سے باہر
ہے، تمام ساتھی اُن کی حرکت سے متحرک اور اُن کی ہمت
سے مستعد ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ بہت سی فتح حاصل
ہوئیں اور کفار پر بہت سی شکستیں پڑیں اور جاہلیت
پاش پاش ہوگئی اور جو ظلم کے طور طریقے جاری تھے مسل ڈالے
گئے اور وہ علم کہ جس سے لوگ آشنا نہ تھے ان کے درمیان
خوب پھیل گیا اور وہ حسد اور کینے جو ایک دوسرے کے متعلق
وہ لوگ اپنے باطن میں لئے ہوئے تھے بالکل مٹ گئے۔
سب کے سب ایک دل، ایک زبان ہوکر کلمۂ حق پر متفق،
اور جو باتیں حق کے خلاف ہوتی تھیں ان کے منکر ہوئے
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ

(۳: ۱۰۳) اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس
کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے

قُلُوبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًاؕ روز و شب کارِ ایشان ترویجِ علمِ قرآن بود و علمِ ایمان یعنی ارکانِ خمسہ اسلام و علمِ احسان یعنی از صورِ طاعات پے بارواحِ آں بردن و علمِ شرائع از اصلاح تدبیر منازل وسیاست مدن و آداب معاش وہر یکے را باوضاعِ معینہ مقید ساختن وعلمِ رقائق وعلمِ اخلاقِ صالحہ و علمِ فضائل اعمال و علمِ مناقب کبرائے امت وعلمِ معاد وعلمِ فتن تا آنکہ باقاصی وادانی رسید وذکی و غبی ہمہ فائدہ یاب شدند الا ہر بے نصیبے کہ شقاوتِ ازلیہ اورا از مراتبِ خیر مؤخر ساختہ باشد و تربیتِ افرادِ بشر فرمود و یاران دریں باب کوشش ہا بکار بردند تا آنکہ اہلِ بدو و سکانِ صحرا محسنان و مقربان گشتند جزے اللہ عزّ وجلّ ھٰذا النبیّ الکریم و اعوانہ احسن الجزاء وحشرنا معھم و ادخلنا الجنۃ فی تضاعیفھم ورزقنا رؤیتہ

دلوں میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالے کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے"۔ رات دن ان کا کام تھا رواج دینا علمِ قرآن کو اور علمِ ایمان کو یعنی اسلام کے پانچوں ارکان کو اور علمِ احسان کو یعنی عبادات کی صورتوں سے عبادات کی ارواح کا کھوج لگا لینا اور علمِ شرائع کو یعنی امورِ خانہ داری کی اصلاح (حسب رضاء حق جلّ شانہٗ) اور شہری سیاست اور آدابِ معاش اور (ان میں سے) ہر ایک کو اوضاعِ معینہ کے ساتھ مقید کرنا اور علمِ رقائق کو (یعنی ان چیزوں کا علم جن سے قلب میں رقت پیدا ہو) اور علمِ اخلاقِ صالحہ (یعنی جو اسوۂ نبویہؐ کے مطابق ہوں) اور علمِ فضائلِ اعمال کو اور علمِ فضائل بزرگانِ امت کو اور علمِ معاد کو (کہ اس حیاتِ دنیویہ کے بعد کن مراحل سے گزرنا ہے) اور علمِ فتن کو (یعنی جن آنے والے فتنوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ہے)۔ یہاں تک (ان علوم کی عام ترویج فرمائی) کہ اعلیٰ و ادنیٰ سب کو پہنچ گئے اور ذکی اور غبی سب نے فوائد حاصل کئے۔ بجز ایسے بے نصیب لوگوں کے جن کو ازلی بدبختی نے مراتبِ خیر سے پیچھے ہٹا دیا ہو۔ اور یہ حضرات افرادِ بشر کی تربیت فرماتے رہے اور ان کے احباب نے اس باب میں نہایت درجہ مساعی جاری رکھیں یہاں تک کہ دیہات کے باشندے اور جنگلوں کے رہنے والے بھی محسنین اور مقربین بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ان نبی کریمؐ اور ان کے مددگاروں کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ہمارا حشر اُن ہی کے ساتھ کرے اور ہم کو بھی ان میں شامل کرکے جنت میں داخل کرے اور ان کی جماعت میں شامل کرکے اپنے دیدار سے مشرف فرمائے اپنے فضل وکرم سے اس بارگاہ مقدس میں جسکے بارے

فی زمرتھم بفضلہ وکرمہ
فی مقعد صدق عند ملیک
مقتدر۔

نکتۂ دوم در بیان آنکہ تشبہ غیر نبی را با نبی چگونہ حاصل شود و اعانتِ پیغامبر در تحمل اعباء نبوت و اتمام (اثقال) آنچہ نصیبِ پیغامبر ست از تقاسیم رحمتِ الٰہی چہ قسم صورت بندد اما تشبہ غیر نبی با نبی در خصلتِ اُولیٰ کہ ارادہ بعثت است بآں تواند بود کہ ارادۂ الٰہی متعلق گردد بآنکہ اتمام کارے کہ نصیب پیغامبر ست و می باید کہ در جریدۂ اعمال پیغامبر ثبت شود بدست شخصے از اُمتِ او کنند و ایں معنیٰ را پیغامبر ارشاد فرماید و آں مرد دانا بگوشِ باطن استماع کند نہ بگوشِ ظاہر گویا ہماں ارادہ دیگر بار در خاطرِ ایں عزیز گُل کردہ است و الٰے ہٰذا وقعت الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم و قولہ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ عہ قصۂ استخلافِ حضرت موسیٰ یوشع را علیہما السلام و اتمام مواعید الٰہی بر دستِ وے شنیدہ باشی

میں فرمایا گیا ہے) فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (یعنی اہلِ جنت مجلسِ حق میں ہوں گے شہنشاہِ ذی اقتدار کے حضور میں)۔

دوسرا نکتہ اس امر کے بیان میں کہ غیر نبی کو نبی کے ساتھ تشبہ کیونکر حاصل ہو۔ اور پیغمبر کی اعانت کی کیا صورت ہوگی، نبوت کے بوجھ کے تحمل اور اس امر کے پورا کرنے میں جو پیغمبر کا حصہ ہے یعنی اللہ کی رحمت کی تقسیمات؛ اب سمجھیے کہ غیر نبی کا تشبہ نبی کے ساتھ اس بنیادی امر میں یعنی بعثتِ نبی کے متعلق ارادۂ خداوندی میں (جس کا بیان پہلے نکتہ کے شروع میں ہو چکا ہے) اس طرح ہو سکتا ہے کہ ارادۂ الٰہی (کسی شخص کے ساتھ) اس بات کے لئے متعلق ہو کہ اس کام کا پورا کرنا جو پیغمبر کا حصہ ہے اور جس کو پیغمبر کے نامۂ اعمال میں درج ہونا چاہیے اس کی امت میں سے کسی شخص کے ہاتھ سے متعلق کردیں اور اس حقیقت کو پیغمبر ارشاد فرمائے اور وہ مردِ دانا (اس ارشاد کو) باطنی کان سے سُن لے ظاہری کان سے نہیں گویا وہی ارادہ دوسری مرتبہ اس عزیز کُل کے دل میں اُتر گیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا الخ (۲۴:۵۵) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا الخ اور اس ارشاد میں كَزَرْعٍ أَخْرَجَ الخ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اُس کو قوی کیا الخ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت یوشع علیہ السلام کو خلیفہ بنانے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ان کے ہاتھ پر پورے ہونے کا

عہ الشطأ فراخ النخل او ورقہ وآزرہ ای قوی الزرع بعضہ بعضاً ۱۲

واما تشبہ در زیادت قوتِ علمیہ نفسِ ناطقہ آں وجہ تواند بود کہ کسی را از اُمت محدَّث و ملہم فرمایند تا بعض بروق غیب شعاع خود را در دلِ وے اندازد و ایں معنی بدو وجہ صورت پذیرد۔ یکے[1] آنکہ بمجرد استماع سخن پیغامبر باصل کار متنبہ شود گویا بے واسطہ می بیند بمثال آنکہ آئینہ از آفتاب اثر پذیر گردد و نور خالص برآید و نام ایں مقام صدیقیت است و از لوازم او تصدیق پیغامبر ست بے اکتراث و بدون طلبِ معجزہ و صحبت دائمہ بوصفِ فنا و فدا و تسلیم و رضا و اختیارِ موافقت و ترک مخالفت اگرچہ در ادنے شئ باشد اعنی حالتے کہ در عرف آں را عشق مُفرط گویند و نیز از لوازم او تعبیر رؤیا ست و موافقتِ رائے پیغامبر قبل از آنکہ پیغامبر تصریح کردہ باشد دوم[2] آنکہ فراستِ صادقہ نصیب او کنند و عقلِ او را از حظیرۃ القدس تائید دہند تا آنکہ غالباً اصابت کند در تحرّے خود در آنچہ ہنوز حکم آں فرود نیامدہ است طفیلے پیغامبر ست امّا در مخادع[1] قرب راہی دارد بمثال آنکہ بادشاہ با وزیر خود مشورہ مے نماید و خادمِ وزیر از دُور اشارت دست شاہ می بیند و برعرض وے اطلاع می یابد قبل از آنکہ وزیر بیانِ آں نماید و نام ایں

قصہ تو سُن ہی لیا ہوگا۔ رہا تشبہ دینی کے ساتھ) نفسِ ناطقہ کی قوتِ علمیہ کی زیادتی میں تو وہ اس صورت سے ہوسکتا ہے کہ اُمت میں سے کسی کو محدَّث و مُلہَم فرمادیں تاکہ غیب کی کچھ بجلیاں (یعنی تجلّیات) اپنی شعاع اس کے دل میں ڈال دیں اور یہ معنی دو صورتوں کے ساتھ ظہور میں آتے ہیں۔ ایک[1] یہ کہ پیغمبر کا کلام سُنتے ہی فوراً اس کی اصل حقیقت پر متنبہ ہو جاتے گویا کہ وہ خود اس کو (براہِ راست) بے واسطہ دیکھ رہا ہے جیسا کہ آئینہ آفتاب سے اثر قبول کرے اور نور خالص کا ظہور اپنے جسم میں ہی پائے اور اس مقام کا نام صدّیقیت ہے اور اس کے لوازم میں سے ہے۔ پیغمبر کی تصدیق کرنا بلا توقف اور بغیر طلب معجزہ اور صحبتِ دائمی فنا اور فدائیت و تسلیم و رضا کے اوصاف کے ساتھ اور موافقت کا اختیار اور مخالفت کا ترک اگرچہ ادنیٰ شے میں ہو یعنی وہ حالت جس کو عرف میں عشقِ مُفرط کہتے ہیں۔ اور نیز اس کے لوازم میں سے ہے تعبیرِ رؤیا اور پیغمبر کی رائے سے (اس کی رائے کی) موافقت قبل اس کے کہ پیغمبر نے تصریح کی ہو۔ دوسری[2] صورت یہ ہے کہ فراستِ صادقہ اس کو بخشی جائے اور اُس کی عقل کو حظیرۃ القدس سے مدد عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ زیادہ تر ایسے امور میں جن کے بارے میں ابھی تک حکم نازل نہیں ہوا اپنی جستجو میں اکثر مُصیب ہوتا ہے۔ وہ پیغمبر کا طفیلی ہے مگر نہاں خانۂ قُرب میں ایک گونہ راہ رکھتا ہے جیسا کہ ایک بادشاہ اپنے وزیر کے ساتھ مشورہ کرتا ہے اور وزیر کا خادم دُور سے بادشاہ کے ہاتھ کے اشارے دیکھ رہا ہے اور وزیر کی گزارش پر مطلع ہو جاتا ہے قبل اس کے کہ وزیر اُس کی صراحت کرے اور اس مقام

[1] جمع مخدع بالکسر او الضم بمعنی الخزانۃ والمراد منہا ہنا المنازل ۱۲

مقام محدثیت ست و از لوازم او آنست
کہ وحی برحسبِ اجتہادِ او چندین مرتبہ
نازل شود و میان ابنای جنسِ خود ممتاز
باشد بآنکہ ہر چیزے را کہ ظن نماید موافق واقع
اُفتد و بعد ازین مرتبہ مراتب دیگر
است فرودتر مثل آنکہ حفظ کند قولِ پیغامبر
را و فہم نماید و باستنباطِ درست احکام را از
آنجا استخراج کند و او را راسخ فی العلم گویند
اما تشبہ در زیادت قوتِ عملیہ بآں نحو تواند بود
کہ عزیمتِ اعلاءِ کلمۃ اللہ در نفسِ شخص باثر
نفس مبارک پیغامبر چنداں بالیدہ است کہ
بر مقتضائے آں بے اختیار مندفع مے شود
و نام این عزیز شہید و حواری ست یا امانت
و صدق و حیا چنداں بر دلِ وے پرتو انگندہ
کہ از ابنائے جنسِ خود تمیزے ظاہر
حاصلش شد و نام این عزیز امین است
باز چوں تہذیب قوتِ عاقلہ و عاملہ بایکدیگر
مجتمع شدہ مزاج معتدل پیدا کرد و وحدتے
بہم رسانید بادشاہ بالطبع گردد و حکیم
بالجبلۃ و مرشد مکمل و این مراتب سہ
گانہ غیر نبی را ممتنع نیست الا آنکہ
پیغامبر دریں باب اصیل است و غیر
پیغامبر شاگردِ رشید وے اما
تشبہ در جبر تیلیۃ ہمان ست کہ در صدیقیت
و محدثیت وغیرہ آں گفتہ شد پس

کا نام محدثیت ہے اور اس کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وحی متعدد
بار اُس کے اجتہاد کے مطابق نازل ہو اور وہ اپنے ساتھیوں
میں اس بات میں ممتاز ہو کہ جس چیز کے بارے میں وہ کوئی گمان
کرے وہ واقعہ کے مطابق نکلے۔ اور اس مرتبہ کے بعد اس کے
نیچے کے درجے میں دوسرے مراتب بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ قولِ
پیغمبر کو یاد رکھے اور اس کو سمجھے اور صحیح استنباط کے ساتھ اس کے
احکام کا استخراج کرے اور اس کو راسخ فی العلم کہتے ہیں۔ رہا
قوتِ عملیہ میں زیادتی کا تشبہ تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ
کسی شخص کے نفس میں پیغمبر کے نفسِ مبارک کے اثر سے
عزیمت اعلاءِ کلمۃ اللہ کی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کے
مقتضٰے پر (عمل کرنے کے لئے) بے اختیار ڈھل جاتا ہے
اور اس عزیز کا نام شہید اور حواری ہے۔ یا امانت اور
صدق و حیا نے اتنا پرتو اُس کے دل پر ڈالا کہ (ان
اوصاف میں) اپنے ساتھیوں سے اُس کو کھلا ہوا امتیاز
حاصل ہو گیا ہے۔ اس عزیز کا نام امین ہے۔ پھر جب (دونوں
قسم کی یعنی) قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ کی تہذیب ایک
دوسرے کے ساتھ معتدل مزاج پیدا کر کے ایک وحدت
بن جاتے گی تو وہ بالطبع بادشاہ بن جائے گا اور جبلّت
یعنی خصلت کے لحاظ سے حکیم اور مرشدِ مکمّل ہو گا۔ اور
یہ تینوں قسم کے مراتب غیر نبی کے لئے ممتنع نہیں
ہیں مگر یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ پیغمبر اس بارے میں
اصل ہوتا ہے اور غیر پیغمبر اس کے شاگردِ رشید۔
رہا تشبہ جبر تیلیت میں تو وہ وہی ہے جو کہ
صدیقیت اور محدثیت وغیرہ میں بیان
کیا گیا۔

مردِ کامل صاحب سمتِ صالح است و عدالتِ
کاملہ دارد و در اخلاق و تدبیر منازل و سیاست
مُدن استاد خلق اللہ با آفراد بنی آدم بوجہے
معاملہ می کند کہ ہمہ بسبب او مجتمع بر خیر میشوند
و بروے مختلف نمی گردند و کار ہائے بس بزرگ
درمیانِ مسلمین بدون سَلِّ (کشیدن) سیف سر
انجام میدہد و جہاد طوائفِ اُمم برائے
اعلاءِ کلمۃ اللہ بدستورے کہ بہتر ازاں متصوّر
نباشد بجامے آرد در ہر کوشش زیادہ از سعی
او فتح باب میسّر می آید گویا صفت اُغْزُهُمْ
نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقْ عَلَيْكَ وَ
ابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهُ۔ نقدِ حال
اوست ہر شخصے را از ہزاران ہزار کہ در امر ملت
سعی کنند جدا جدا می شناسد و از ہر یکے
کارے کہ مناسبِ اوست میگیرد علماً و
عملاً نُصرتِ دین و اعلاءِ کلمۃ اللہ باقطعِ
ہمت مطمحِ نظر خود ساختہ است گویا برائے
ہمیں کار مخلوق شدہ ردّ و قبولِ خلق را
بر طاق نہادہ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ
نقدِ حالِ اوست با اصابتِ رائے و فطانتِ
المعیہ[1] تواں گفت کہ رائے او مرآۃ ارادۂ الٰہی
است امر بمعروف و نہی از منکر می نماید در
ہر حالے بقدرِ آں حالت تفقّد نزدیکانِ مجلس
و دور ماندگان از صحبت مے فرماید و

تو یہ مردِ کامل ہیئت صالحہ والا ہے اور عدالتِ کاملہ رکھتا ہے اور
اخلاق اور گھریلو تدابیر اور سیاستِ شہری میں خلق اللہ کا
اُستاد ہوگا۔ افرادِ بنی آدم کے ساتھ اس صورت سے معاملہ کریگا
کہ اس کے سبب سے سب لوگ خیر پر جمع ہوجائیں اور وہ اُس (امرِ
خیر پر) مختلف نہ رہیں گے۔ اور یہ شخص بہت بڑے کام مسلمانوں
کے درمیان تلوار کھینچے بغیر انجام دیدیتا ہے اور مختلف اُمتوں
پر اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ایسے عمدہ طور پر جہاد کرتا ہے کہ اس سے بہتر
کا تصوّر نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہر کوشش میں اُس کی سعی سے زیادہ
فتوحات میں کامیابی میسّر ہوتی ہے گویا کہ اُغْزُهُمْ نُغْزِكَ الخ کا مصداق
اُسی کا حال ہے (یعنی وہ وعدہ) جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حق تعالےٰ
نے فرمایا تھا کہ تو اُن سے جہاد کر ہم تیری مدد کریں گے اور تو ان پر
خرچ کر ہم تجھ کو دیتے رہیں گے اور تو لشکر بھیج ہم اس سے پانچ گنا
(ملائکہ کا لشکر) بھیجدیں گے وہ ہر شخص کو لاکھوں ساتھیوں میں سے جو
ملّت کے کام میں سعی کرنے والے ہیں الگ الگ پہچانتا ہے اور ہر ایک
سے وہ کام لیتا ہے جو کام علم و عمل کے اعتبار سے اس کے مناسب
ہوتا ہے۔ اُس نے دین کی مدد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کو انتہائی ہمت
کے ساتھ اپنا مطمحِ نظر بنا رکھا ہے گویا وہ اسی کام کے لئے پیدا
ہوا ہے لوگوں کے ردّ و قبول کو اُس نے طاقِ (نسیاں) میں
ڈال دیا ہے۔ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (وہ کسی ملامت کرنے
والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) اس کا حال لازم ہوچکا ہے اصابتِ
رائے اور بیدار مغزی کے ساتھ۔ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی رائے ارادۂ الٰہی
کا آئینہ ہے، نیک کام کا حکم کرتا اور برُے کام سے منع کرتا ہے اور قریب
رہنے والوں کے اور اس کی صحبت سے دور رہنے والوں کے سب کے
ہر حال کی نگرانی اس کی حالت کے بقدر فرماتا رہتا ہے۔

[1] الیمع والمعی بمعنے ذکی متوقد ۱۲

مواعظ وخطبِ او بر دل می زند دانایانِ روزگار
در حق وے می گویند کہ یک ساعت صحبت
با او از عبادتِ یک سال بہتر است اما تشبہ
او با پیغامبر در تحمل اعباء نبوت بداں وجہ
تواند بود کہ مرد جلیل القدرے کہ در مردمان
عزتے و حرمتے دارد و در حلّ و عقدِ
خویش از وے حساب می گیرند باقصے
مرتبہ ہمت اعلاء کلمۃ اللہ نماید بمجرّد
دخولِ او در اسلام جماعہ با او مسلمان شوند
و دستِ تعرض متعصّبان از مسلمین بسبب
دخولِ او کوتاہ گردد و توقع غلبہ از
خاطرِ کفّار بجہتِ رسوخ قدم او ازہم
پاشد و چوں کافراں کمر بایذائے
پیغامبر بندند در ہر حادثہ جانِ خود را
سپر جانِ پیغامبر سازد ہر سنگے کہ بطرف
پیغامبر آید بروئے خود مے گیرد. در ہر
منشط و مکرہ (خوشی وناخوشی[2]) رفیق پیغامبر است و
سہیم او تا آنکہ نوبتِ ہجرت و جہاد
رسید نصیب ایں عزیز در نصرت زیادہ
از انصباء کافہ باشد در حل و عقد و
جمع رجال و نصب قتال مشورتِ
او را پذیرائی تمام شود و از
روئے مداخلتِ نمایاں در ہر
باب و ہر واقعہ محسوس گردد
یا در کارزار از ہمہ پیش قدم

اور اس کے وعظ اور خطبے دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں دنیا
کے دانا لوگوں کا اس کے حق میں یہ قول ہے کہ ایک گھڑی
اس کی صحبت میں گزار دینا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔
رہا اُس کا تشبہُ پیغمبر کے ساتھ نبوت کے بھاری وزنوں
کے برداشت کرنے میں تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے
کہ ایک ایسا بلند مرتبہ شخص ہے جو لوگوں میں خاص عزت و
حُرمت رکھتا ہے جو اپنے امور کی گرہ کشائی اور معاملات میں اس
کی طرف رجوع کرتے ہیں ایسا شخص اپنے مرتبہ کے مطابق
پوری ہمت کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ کرے اور اس کے اسلام میں
داخل ہوتے ہی بہت سے لوگ اس کے ساتھ مسلمان ہو جائیں
اور اُس کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے بہت
سے متعصّب مخالفین کے ہاتھ مسلمانوں کی طرف بڑھنے
سے رُک جائیں اور کُفّار کے دلوں سے مسلمانوں پر غلبہ کی
توقع اس شخص کے مضبوطی کے ساتھ اسلام پر جماؤ کی
وجہ سے درہم برہم ہو جاتے اور جب کفار پیغمبر کو ایذا دینے
کے لئے کمر بستہ ہوں تو ہر حادثہ میں یہ شخص اپنی ذات کو پیغمبر
کی ذات کے لئے ڈھال بنا دے، جو پتھر بھی پیغمبر کی طرف
آئے وہ اس کو اپنے سر پر روکے اور ہر خوشی و ناخوشی کے
موقع پر پیغمبر کا رفیق اور حصہ دار ہو۔ یہاں تک کہ جب
نوبت ہجرت اور جہاد کی پہنچے تو پیغمبر کی نصرت و مدد کے
سلسلہ میں اس عزیز کا حصہ سب کے حصوں سے بڑھا ہے
اور امور کو سلجھانے اور لوگوں کو جمع کرنے اور قتال
کے قائم کرنے کے بارے میں اُس کا مشورہ سب کے لئے
قبول کرنے کے قابل ہو اور ہر باب اور ہر واقعہ میں اس
کی نمایاں مداخلت محسوس ہو کہ میدانِ کارزار میں

باشد یا انفاق اموال را وسیلہ اعزاز اعلاء کلمۃ اللہ سازد والعشق فنونؒ وچوں نوبت نشر علوم آید طریقۂ روایت آموزد و مردماں را برا قراء قرآن و روایتِ حدیث حمل نماید و اگر درمسئلہ اشتباہ واقع شود از جماعہ صحابہؓ سوال کردہ استخراج نصِّ صاحبِ شریعت فرماید و اگر اختلافے رُوے دہد از مضیق اختلاف بفضائے اجماع رساند ارشاد کند طریق اجتہاد را مسدود کند طرق تحریف را و بہر سبیل ممکن واسطہ شود درمیان پیغامبر واُمّتِ او بفہم اگر مے توانی فہمید کہ آیۂ استخلاف وآیۂ تمکین وآیۂ قتال مُرتدین و آیتِ وَالذین معہٗ اشدّاءُ بمنزلۂ آئینہ است اگر نیک تأمل کُنی ایں ہمہ اوصاف کہ دریں صفحہ نوشتہ مشاہدہ گردد۔

فزا ہمی ۱۲

نکتۂ سوم در بیانِ کیفیت توسّطِ خلفائے راشدینؓ درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم و اُمّتِ او باید دانست کہ مارا بالقطع معلوم است کہ انچہ

دیکھو تو اس کے قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں، مال خرچ کرنے کے موقع پر دیکھو تو وہ اس کو اعلاء کلمۃ اللہ اور اس کے تحفظ کا مال کو وسیلہ بنارہا ہے غرض "العشق فنون" (عشق کے بہت سے فن ہیں) اور جب نوبت علوم کے پھیلانے کی آئی تو طریقۂ روایت سکھاتے اور لوگوں کو قرآن پڑھانے اور حدیث کی روایت پر آمادہ کرے اور اگر کسی مسئلہ میں اشتباہ واقع ہوجاتے تو صحابہؓ کی جماعت سے سوال کرکے صاحب شریعت کی طرف سے حکم صریح نکالنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی اختلاف پیدا ہوجاتے تو اختلاف کی تنگ جگہ سے اس کو فضائے اجماع میں پہنچادے طریق اجتہاد کی رہنمائی کرے اور طریق تحریف کو مسدود کرے اور ہر ممکن طریق سے پیغمبرؐ اور اُس کی اُمّت کے درمیان واسطہ بنے۔ سمجھ! اگر تُو سمجھ سکتا ہے کہ آیتِ استخلاف (یعنی وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ) (۲۴: ۵۵) اور آیتِ تمکین (یعنی اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الخ) (۲۲: ۴۱) اور آیت قتالِ مُرتدین (یعنی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ الخ) (۵: ۵۴) اور آیت وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ الخ (۴۸: ۲۹) بمنزلہ آئینہ کے ہے اگر تُو اچھی طرح غور کرے گا تو یہ تمام اوصاف جو اس صفحہ میں لکھے گئے ہیں مشاہدہ ہوجائیں گے۔

تیسرا نکتہ خلفائے راشدینؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے درمیان واسطہ بننے کی کیفیت کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ یہ بات ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ جو کچھ

ما می کنیم از وضو و غسل و نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و تلاوت قرآن و درود و ادعیہ وغیر آں از باب عبادات و ہمچنیں طریق مناکحات و مبایعات و اقامت حدود و قضا در خصومات ہمہ ماخوذ است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اوّل سلسلہ و آخر آں معلوم الثبت و این قدر نیز معلوم است بالقطع کہ ما این معانی را بے واسطہ ازآں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اخذ نہ کردہ ایم و قرآن و حدیث بے واسطہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ شنیدہ پس درمیان ما و آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسایطے متحقق است سخن دراں می گزرد کہ این وسایط کدام مردم بودہ اند و نیز این قدر معلوم است کہ در اوّلِ امر عالم بکفر و جاہلیت مشحون بود ابتداء ترویج اسلام از آنحضرت بودہ است جہاداً و تالیفاً للقلوب رفتہ رفتہ حالتے کہ مشاہدہ مے کنیم از انتشارِ مسلمین در آفاق و غلبہ بادشاہانِ اسلام کہ در ہر قطرے بروئے کار آمد اوّل این سلسلہ و آخر او معلوم است سخن دراں است کہ وسایط حصول این امر فخیم کہ در زمانِ آنحضرت بنود و الحال ہست کدام عزیزاں بودند ساعتے خاطر را در تفحص این وسائط باید گماشت و اوّل

ہم از قسم عبادات کرتے ہیں وضو اور غسل اور نماز و روزہ اور زکوٰۃ و حج و تلاوت قرآن و درود اور ادعیہ وغیرہ اور اسی طرح طریق نکاح مرد و عورت اور خرید و فروخت اور حدود کا قائم کرنا اور آپس کے جھگڑوں کے فیصلوں کے طریقے یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ تو اس کے شروع اور آخر کا سلسلہ ہم کو معلوم ہے اور اتنی بات بھی ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ ہم نے ان معانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر واسطہ اخذ نہیں کیا اور ہم نے قرآن و حدیث بلا واسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تو ہمارے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے متحقق ہیں۔ اب بات یہ رہ جاتی ہے کہ وہ واسطے کون لوگ تھے۔ اور نیز یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ اوّل امر میں دنیا کفر و جہالت سے بھری ہوئی تھی، دینِ اسلام کو مروّج کرنے کی ابتداء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوئی بذریعہ جہاد اور تالیف قلوب کے، رفتہ رفتہ یہ حالت جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی دنیا میں چاروں طرف مسلمانوں کا پھیل جانا اور بادشاہانِ اسلام کا غلبہ جو کہ اطرافِ عالم میں موجود ہے ظہور میں آگئی اس سلسلہ کا اوّل اور آخر معلوم ہے اب گفتگو اس میں ہے کہ اس شاندار امر کے حصول میں جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا کون بزرگ ہستیاں واسطہ بنیں ایک ساعت کے لئے ان واسطوں کی جستجو میں اپنی قوتِ مفکرہ کو لگانا چاہیئے اور سب سے پہلے واسطوں کو اور بہت

وسائط واکثر ایشاں در توسط واعظم ایشان
در منت باید شناخت امر ملت مشابہت
تمام دارد بدیوارے کہ ہر خشتِ فوقانی
متفرع بر خشتِ تحتانی است و معتمد است بر
وے تا آنکہ تفحص بأساس رسد ہمچناں ہر
قرنِ متأخر مستمد است از قرنِ متقدم و
منت قرنِ متقدم در گردنِ اوست کہ سبب
وصولِ سعادتِ دنیا و آخرت گشتہ در
فکرِ اوّل ہر یکے شیخ خود را مے داند و
کتابے میخواند بعد ازاں سرگروہ خود را مثل
ابوحنیفہؒ بہ نسبتِ حنفیاں و شافعیؒ بہ نسبتِ
شافعیان می نامد و ہمچنین سیدی عبدالقادرؒ
بہ نسبتِ قادریان و خواجہ نقشبندؒ بہ نسبتِ
نقشبندیاں وخواجہ معین الدینؒ چشتی
بہ نسبتِ چشتیاں باز سلاسلِ این
بزرگان منتہی مے شود بجُنید بغدادیؒ
ومعاصرانِ وے و ہمچنین قرّاء سبعہ
در قراءت و شیخ ابوالحسن اشعریؒ در
علمِ کلام و ثعلبیؒ و واحدیؒ وامثالِ ایشان
در تفسیر و محمد بن اسحٰقؒ در علمِ سیرت و علیٰ
ہٰذا القیاس آزیں مقام اندکے بیشتر باید رفت
وتأمل دراں باید کرد کہ ایں جماعہ ہر چند بجمعِ
علم و بہم آوردنِ آنچہ پراگندہ بود از جماعہ
کثیر اخذ نمودہ بودند متصف اند اما ہر چہ
آوردہ اند از سلف آوردہ اند آنچہ ماخوذ از سلف

ہے درمیانی واسطوں کو اور (ملت کو صاحب نعمت بنانے میں)
سب سے بڑا احسان جن واسطوں کا ہے ان کو پہچاننا چاہئے۔
(سمجھ لو) کہ امر ملت اس دیوار کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا
ہے جس کی ہر اوپر والی اینٹ متفرع ہے نیچے والی اینٹ
پر اور اسی پر سہارا لینے والی ہے۔ اسی طرح نوبت بنیاد تک
پہنچ جائے گی۔ اسی طرح ہر بعد والے قرن کو اس سے پہلے
قرن سے مدد پہنچتی رہی ہے اور اس پہلے قرن کا احسان اس
کی گردن میں پڑا ہوا ہے جو کہ دنیا و آخرت کی سعادت کے
ملنے کا سبب بنا ہے۔ فکر کے پہلے مرحلہ میں ہر ایک اپنے
شیخ (یعنی استاد) کو اور اس کتاب کو جو اس سے پڑھتا
تھا جانتا ہے۔ اس کے بعد اپنے سرگروہ (مقتدا) کا جیسے
ابوحنیفہؒ بہ نسبت حنفیوں کے اور شافعیؒ بہ نسبت شافعیوں
کے، نام لیتا ہے۔ اور اسی طرح سیدی عبدالقادر (جیلانیؒ)
بہ نسبت قادریوں کے اور خواجہ (بہاؤالدین) نقشبندؒ بہ نسبت
نقشبندیوں کے اور خواجہ معین الدین چشتیؒ بہ نسبت
چشتیوں کے۔ پھر ان بزرگوں کے سلسلے منتہی ہوتے
ہیں جُنید بغدادیؒ اور ان کے معاصرین پر۔ اور اسی
طرح قراءت میں قرّاء سبعہ اور علم کلام میں شیخ ابوالحسن
اشعریؒ اور تفسیر میں ثعلبیؒ اور واحدیؒ اور ان جیسے حضرات
اور علم سیرت میں محمد بن اسحٰقؒ اسی پر دیگر علوم کے ائمہ کو
قیاس کر لیا جائے۔ اب اس مقام سے ذرا اور آگے چلنا چاہئے اور
اس میں غور و فکر کرنا چاہئے کہ اس جماعت کے حضرات اگرچہ
علم کے جمع کرنے اور بکھرے ہوئے علم کو جماعتِ کثیر سے حاصل
کر کے اکٹھا کرنے سے متصف ہیں مگر جو کچھ بھی لاتے ہیں سلف
ہی سے لاتے ہیں۔ سلف سے جو کچھ ماخوذ ہے وہ بمنزلہ

است بمنزلہ لوح است و تحقیقاتِ خود ایشاں از قبیلِ تفسیر مجمل والحاق الشیٔ بالشیٔ لامرٍ جامعٍ و جمعِ آنچہ پراگندہ بود بمنزلہ نقش بر لوح است و طبقۂ اُولیٰ را از وسایط می باید شناخت و منّتِ ایشاں برگردن تمام اُمت اعتقاد باید کرد. باز توسط بانواعِ بسیار می باشد بروایت کردن از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بنصب علماء در ہر شہرے تا روایتِ حدیث کنند و ترغیب قوم براں و تہیہ اُمورے کہ بآں گرفتنِ علم سہل گردد مثل بنائے مدارس و تعہد حالِ طلبہ و توقیر ایں جماعۃ و مانند آں ہر حرکتے را ازیں حرکات در نشرِ علم و شیوعِ اسلام در اقطار ارض دخلی ہست چوں ایں کلام مجمل بخاطر نشست اندکی مفصل تر نگاریم تا معرفتِ وسائط علمِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسان گردد و آنچہ گفتہ شود دستورے باشد برای شناختنِ آنچہ نگفتہ باشم۔

اعظم میراثے کہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ اُمتِ مرحومہ رسید قرآنِ عظیم است و آں تا آخر زماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجموع در مصاحف نبود مثل آنکہ امروز منشی منشآتِ خود را یا شاعرے قصائد و مقطعاتِ خود را در بیاضہا و سفینہا در دستِ جماعہ متفرقہ گزاشتہ از

تختی کے ہے اور ان کی خود اپنی تحقیقات بطور تفسیر مجمل کے ہے اور ایسی ہے جیساکہ ایک امر جامع کے لئے ایک شیٔ کا دوسری شیٔ کے ساتھ الحاق کردیا جاتا ہے اور منتشر چیزوں کو ایک جگہ کردیا جاتا ہے اور یہ سب اس لوح پر نقوش کے مرتبہ میں ہیں. اور طبقۂ اُولیٰ کو درمیانی طبقات سے پہچان لینا چاہیئے اور ان کے احسان کا تمام اُمّت کی گردن پر ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ واسطہ بننے کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے سے اور ہر شہر میں علماء کے تقرر سے تاکہ حدیث کی روایت کریں اور قوم کو اُس کی جانب رغبت دلائیں اور ایسے امور کی تیاری کہ جن کے ذریعہ سے علم کا حاصل کرنا آسان ہوجائے جیسے مدرسوں کا قائم کرنا اور طلبہ کے حال کی خبرگیری کرتے رہنا اور اس جماعت کی عزّت کرنا اور اس کے مانند ان حرکات میں سے ہر ایک حرکت کا زمین کے تمام اطراف میں علم کے پھیلانے اور اسلام کی اشاعت میں خاص دخل ہے. جب یہ اجمالی کلام دل میں بیٹھ گیا تو اب ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کچھ زیادہ مفصّل لکھ دیں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے واسطوں کی معرفت آسان ہوجائے اور جو کچھ کہا جائے وہ ایک معیار بن جائے اُن چیزوں کی شناخت کے لئے جو ہم نے ذکر نہ کی ہوں۔

سب سے بڑی میراث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمّتِ مرحُومہ کو پہنچی ہے قرآنِ عظیم ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ تک مصاحف میں یک جائی نہ ہوا تھا جیساکہ آج کوئی انشاء پرداز اپنے اعلیٰ مضامین کو یا کوئی شاعر اپنے قصائد اور قطعات کو بیاضوں میں اور مکتوبات کو متفرق لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر دُنیا سے چلا جائے

عالم رود بمنزلۂ عصافیر اگر اندک بادی
بجنبد شذر مذر از ہم متفرق شوند
ہمچنیں ایں منشآت وقصاید بر شرف
تلف باشند اگر آں کاغذہا را آب برسد یا
در وے آتش بگیرد یا حاملِ آں بمیرد مانندِ
اَمسِ ذاہب نابود گردد شاگردے رشید
از میانِ یارانِ آں عزیز کمرِ ہمت
بر بندد و آں ہمہ را بہ ترتیبے مناسب
جمع کند و نسخہائے بسیار سازد و
تصحیح کامل بکار برد و در عالم متفرق گرداند
پس منّت ایں شاگردِ رشید بر گردنِ
آنانکہ ازاں منشآت و اشعار مستفید
شوند ثابت است بہمیں دستور از
محمد بن الحسن بر ہر کہ حنفی است منّتے
ثابت است و از بُوَیطی بر ہر کہ شافعی است
منّتے در گردن و آیں جمع در مصاحف
ہماں است کہ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ بروے
منطبق شد و اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ مُبَشِّر
باوست اوّل حرکت دریں امر از صدیقِ اکبرؓ
بالتماس حضرت فاروقؓ بحکم شرحِ صدرے کہ
وے را آں مخصوص ساختہ بودند واقع شد
بعد ازاں فاروقِ اعظمؓ سعیہا بکار برد
و در مواضع مشکلہ مباشر کشفِ شبہ
گشت و حمل کرد مردم را بر اخذِ
آں بعد ازاں ذی النورین

جو کہ اُن چڑیوں کے مانند ہوں گی کہ اگر تھوڑی سی تیز ہوا چل جائے
تو سب اِدھر اُدھر متفرق ہو جائیں۔ اسی طرح وہ مضامین اور
قصائد بربادی کے کنارے پر ہوں گے کہ اگر اُن کاغذوں پر پانی
پہنچ جائے یا اُن میں آگ لگ جائے یا جس کے قبضہ میں
ہیں وہ مرجائے تو گزشتہ کل کی طرح نابود اور غائب
ہو جائیں۔ اگر ایک شاگرد رشید اس عزیز (ادیب اور شاعر)
کے مصاحبوں میں سے کمر ہمت باندھے اور اُن سب کو ایک
مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کرے اور اس کی نقلیں کرا کر بہت
سے نسخے تیار کرکے اور کامل تصحیح کا اہتمام کرے اور ان کو
عالم میں شائع کردے تو اس شاگردِ رشید کا احسان اُن
سب لوگوں کی گردن پر ہوگا جو ان مضامین واشعار سے
استفادہ کریں گے۔ اسی دستور کے مطابق محمد بن حسنؒ کا احسان
ہر اس شخص پر جو حنفی ہے اور بُوَیطی کا احسان ہر اس شخص پر
جو شافعی ہے ثابت ہے اور اُن کی گردنوں پر ہے۔ اور یہ قرآن
کا مصاحف میں جمع کرنا وہی ہے جس پر اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ
(ہم یقیناً اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) منطبق ہے اور
اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ (اور یقیناً ہمارے ذمہ ہے اس کا
جمع کرنا اور اس کو پڑھوانا) اسی کی بشارت دینے والا ارشاد
ہے۔ اس بارے میں پہلی سعی صدیقِ اکبرؓ سے واقع ہوئی جو حضرت
فاروقؓ کے عرض کرنے سے جس پر اُن کو اسی درجہ کا شرحِ صدر
(یعنی اطمینانِ قلب) ہوا تھا جو ان کے ساتھ مخصوص تھا
انھوں نے شروع کردی تھی۔ اُس کے بعد فاروقِ اعظمؓ بڑی
کوششوں کو کام میں لائے اور جن مقامات میں کچھ اشکال
پیدا ہوتا تھا اُن شبہات کو حل کرنے میں مشغول ہوئے۔
اور اُس کی نقول لینے پر لوگوں کو اُبھارا۔ اُس کے بعد

نسخہا نویسانیدہ در آفاق فرستاد وغیر
آں را محو ساخت بعد ازاں اُبیّ بن
کعبؓ و عبداللہ بن مسعودؓ و علی
مرتضیٰؓ و ابنِ عباسؓ در اقراءِ آں سعی
بلیغ بکار بردند و ایں قرآن مجموع
در مصاحف مَتْلُوٌّ بر اَلسِنہ کہ الحال
در مشرق و مغرب منتشرست ثمرہ مساعی
جمیلہ ایشان است باز قرآن در بعض
مواضع کہ اجمال داشت ایں بزرگواران
آہستہ آہستہ بتقریباتِ شتّیٰ متصدّی
کشفِ آں اجمال گشتند بعدِ ایشان
ابنِ عباسؓ متوجہ حلِّ لغتِ قرآن
شد و ذکرِ اسباب نزول نمود دیگراں قدم بر
قدم او رفتند تا آنکہ تعددِ نسخہا بہم رسید
ثعلبی وغیر او آں ہمہ را جمع ساختہ تفسیرہا تصنیف
کردند ہیچ میدانی کہ بہترین خدمتِ قرآن کدام
است آنکہ در اوّلِ نزولِ قرآن از آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سوال مایتعلّق بہ کردہ باشند تا بر
حسبِ آں وحیِ دیگر فرود آید چنانکہ صدیقِ اکبرؓ
در آیۃ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ سوالے آورد
علم شریفے را سر داد کہ اَمَّا اَنْتَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
فَتُجْزَوْنَ بِذٰلِکَ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی تَلْقَوُا اللّٰہَ وَ
لَیْسَ لَکُمْ ذُنُوْبٌ وَاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ فَیُجْمَعُ ذٰلِکَ
لَھُمْ حَتّٰی یُجْزَوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اخرجہ الترمذی
و فاروقِ اعظمؓ در آیتِ مجملہ تحریمِ خمر گفت

ذی النورینؓ نے بہت سے نسخے لکھوائے اور اطراف میں بھیجے اور اُن کے
خلاف جو لکھے ہوئے تھے اُن کو محو کرایا۔ اس کے بعد اُبیّ بن کعبؓ اور
عبداللہ بن مسعودؓ اور علی مرتضیٰؓ اور ابنِ عباسؓ نے اُس کو پڑھانے
میں بڑی بڑی کوششیں فرمائیں اور یہ قرآن جو مصاحف میں جمع ہے
جس کی زبانوں سے تلاوت کی جاتی ہے جو آج مشرق اور مغرب میں
نشر ہو رہا ہے، یہ ان ہی اکابر کی قابلِ قدر مساعی کا ثمرہ ہے۔ پھر
قرآن کے جو بعض مواقع ایسے تھے کہ وہ اجمال رکھتے تھے ان بزرگوں نے
مختلف تقریبات پر اُس اجمال کو کھول دینے کا اہتمام کیا اُن کے بعد ابنِ
عباسؓ حلِّ لغاتِ قرآن کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے اسبابِ
نزول کا ذکر کیا، دوسرے لوگ بھی ان کے قدم بقدم چلے یہاں تک کہ
(تفسیر کے) متعدد نسخے بہم پہنچ گئے، ثعلبیؒ اور دوسرے لوگوں نے ان سب کو
جمع کر کے تفسیریں تصنیف کر دیں، کیا تم جانتے ہو کہ قرآن کی بہترین خدمت
کونسی ہے؟ وہ یہ ہے کہ اوّل نزولِ قرآن کے بارے میں (یعنی نازل شدہ
آیات کے پیشِ نظر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُن باتوں
کا سوال کیا جائے جو اُن سے متعلق ہوں تاکہ اس کے
مناسب دوسری وحی نازل ہو جیسا کہ صدیقِ اکبرؓ اِس آیت
مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ (جو شخص بُرا کام کرے گا اُس کا
بدلہ اُس کو دیا جائے گا) کے متعلق سوال لیکر آئے (جسکے نتیجہ میں)
ایک علمِ شریف ظاہر ہو گیا (آپؐ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا)
کہ ہے تم اور سب مؤمنین تو تم کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائیگا
یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملوگے کہ تم پر کوئی گناہ
نہیں ہوگا۔ رہے دوسرے لوگ تو ان کے گناہ جمع کئے
جاتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا بدلہ اُن کو قیامت
کے دن دیا جائے گا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور
فاروقِ اعظمؓ نے تحریمِ خمر کی مجمل آیت کے بارے میں دُعا کی

اللّٰہم بَیِّنْ لنا بیانَ شِفَاءٍ تا رفتہ رفتہ اجمال بہ تفصیل انجامید و پردہ برانداختہ شد و بعد قرآنِ عظیم اصل دین و سرمایۂ یقین علمِ حدیث است و توسط کُبراء اُمت درمیانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واُمتِ او در علمِ حدیث بچند وجہ تواند بود یکے آنکہ روایت کنند حدیث را و بآفاق فرستند مضمونِ آن را دیگر آنکہ استخراج نمایند آں را از حاملِ آں یعنی در مسئلۂ نازلہ خلیفہ وقت جمع کند صحابہ رض را و بگوید کسے ہست درمیانِ شما کہ در فلاں مسئلہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیثے یاد داشتہ باشد و تکرارِ این سوال بحدے رساند کہ حاضران بگوشِ خود شنوند و غائبان را خبر رسد تا حاملِ حدیث مشخص شود و اگر متفرد شدہ باشد استبراء کنند از شبہ تا حدیث محلّ اعتماد گردد چنانکہ صدیق اکبر رض درمیراث جدّہ و فاروقِ اعظم رض درباب غرّہ تحقیق فرمودند سوم آنکہ علماءِ صحابہ رض را در آفاق فرستند و ایشاں را امر نمایند بہ روایتِ حدیث و مردماں را حمل کنند براخذِ ایشاں چنانکہ فاروقِ اعظم رض عبداللہ بن مسعود رض را با جمعے بکوفہ فرستاد و معقل بن یسار و عبداللہ بن مُغفّل و عمران بن حصین را بہ بصرہ و عبادۃ بن صامت و ابو دَرداء را بہ شام و بمعاویۃ بن ابی سفیان کہ

کہ اے اللہ بیان کر دیجئے ہمارے لئے (اس حکم کے بارے میں) شافی یعنی مفصّل بات۔ تا آنکہ رفتہ رفتہ اُس اجمال کی تفصیل نازل ہوگئی اور پردہ ہٹا دیا گیا۔

اور بعد قرآنِ عظیم کے جو دین کی اصل اور ایمان کا بڑا سرمایہ ہے وہ علمِ حدیث ہے اور بزرگانِ اُمّت کا واسطہ بننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت کے درمیان چند صورت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ پہلی یہ کہ حدیث کو روایت کریں اور اس کے مضمون کو چاروں طرف بھیجیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس کے پاس حدیث موجود ہو اُس سے نکلوائیں یعنی کسی پیش آمدہ مسئلہ کے موقع پر خلیفۂ وقت صحابہ رض کو جمع کرے اور کہے کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ فلاں مسئلہ کے بارے میں اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یاد ہو۔ اور اس سوال کو بار بار کر کے اس تک پہنچا دے کہ جس قدر لوگ موجود ہوں وہ اپنے کانوں سے سُن لیں اور جو موجود نہیں ہیں اُن کو خبر پہنچ جائے تاکہ جس کے پاس ایسی حدیث موجود ہو وہ پہچانا جائے اور اگر وہ متفرّد (یعنی اکیلا) ہو تو شبہ کی صفائی بھی پیش کرے تاکہ حدیث قابلِ اعتماد ہو جائے جیساکہ صدیقِ اکبر رض نے دادی کی میراث کے بارے میں اور فاروقِ اعظم رض نے ایک بَردے کے بارے میں تحقیق کی تھی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ علماءِ صحابہ رض کو چاروں طرف بھیجیں اور ان کو روایتِ حدیث کا حکم دیں اور لوگوں کو اُن سے حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دیں جیساکہ فاروقِ اعظم رض نے عبداللہ بن مسعود رض کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں بھیجا اور معقل رض بن یسار اور عبداللہ رض بن مغفّل اور عمران رض بن حصین کو بصرہ میں اور عُبادہ رض بن صامت اور ابو درداء رض کو

امیر شام بود قد عنن بلیغ نوشت کہ از حدیثِ
ایشاں تجاوز نکنند چہارم آنکہ طریق
روایت آموزند و احتیاط دراں باب فرمایند
پنجم آنکہ عمل کنند بر حدیثے علانیہ تاآں
حدیث مجمع علیہ گردد و عملِ خلفاء مصحّحِ آں روایت
باشد در بسیارے از احادیث خواندہ باشی
فَعَلَ ذٰلِکَ رَسُولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
و ابوبکر و عمر ششم آنکہ حدیثے کہ زیادہ است
بر کتاب اللہ مثلِ حدیثِ ایمان بالقدر و
حدیثِ معراج و حدیث عذابِ قبر
وغیر آں بر سر منابر اشارہ بآں حدیث
فرماید کہ فلاں حدیث و فلاں حدیث
از انجملہ ست کہ ایمان براں واجب است
ہرچند آں را در کتاب اللہ نے یابند این
روایت آں ہمہ احادیث است اجمالاً و
تصحیح و تقویتِ آنست و افادہ آنکہ از
قبیلِ ضروریاتِ دین شدہ است
ہفتم آنکہ مضمون احادیث در خطب
خود ارشاد فرمایند تا اصل حدیث بآں
موقوفِ خلیفہ قوت یابد یارانے کہ بغورِ
سخن نمی رسند در بند آنکہ در متفق علیہ
از حضرتِ صدیق رضہ صحیح نہ شد مگر شش حدیث
و از فاروقِ اعظم رضہ بصحت نہ رسید مگر قریب
ہفتاد حدیث ایں رانمی فہمند و نمی دانند کہ
حضرت فاروق رضہ تمام علمِ حدیث را

شام میں۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو جو کہ امیر شام تھے ایک بلیغ
تنبیہ نامہ بھیجا کہ ان حدیثوں سے کبھی تجاوز نہ کریں۔ چوتھی
صورت یہ ہے کہ طریق روایت سکھائیں اور اس بارے میں
احتیاط کی ہدایت فرمائیں۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ کسی حدیث
پر علانیہ عمل نہ کریں تا آنکہ وہ حدیث متفق علیہ ہو جائے اور
اُس روایت کا مصحّح خلفاء کا عمل بنے۔ تم نے بہت سی
احادیث میں یہ پڑھا ہوگا فعل ذٰلک رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم و ابوبکر و عمر (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایسا کیا اور ابوبکر رضہ و عمر رضہ نے) چھٹی صورت یہ ہے کہ ایسی حدیث
جو کتاب اللہ پر اضافہ کرتی ہے جیسے ایمان بالقدر کی حدیث اور
معراج کی حدیث اور عذابِ قبر کی حدیث وغیرہ ایسی حدیثوں
کی طرف منبروں پر بیٹھ کر اشارہ فرمائیں کہ فلاں حدیث
اور فلاں حدیث ان احادیث میں سے ہیں جن پر ایمان لانا واجب
ہے اگرچہ ان کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں۔ یہ ان سب
احادیث کی اجمالی روایت ہے اور اُن کی تصحیح اور تقویت
اور اس امر کا افادہ کرنے کے لئے کہ (ان احادیث میں جو
باتیں مذکور ہیں) وہ سب ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔
ساتویں صورت یہ ہے کہ احادیث کے مضمون کو اپنے خطبوں
میں ارشاد فرمائیں تاکہ اصل حدیث خلیفہ کی اس حدیث موقوف
سے قوت پائے۔ جو دوست کہ بات کی گہرائی تک نہیں پہنچتے وہ
اس قید میں ہیں کہ حدیث کی متفق علیہ کتابوں (بخاری اور
مسلم) میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف چھ حدیثیں بروایت
صحیح ثابت ہوتی ہیں اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے تقریباً
ستّر احادیث سے زیادہ صحت کو نہیں پہنچیں۔ اس کو یہ لوگ نہیں
سمجھتے اور نہ جانتے ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رضہ نے تو تمام

اجمالاً تقویت داده و اعلان نموده بعد قرآن
عظیم و سنتِ اعظمِ علوم و اشدّ آنہا در
احتیاج علم فقہ است و اعظم توسط
کُبرائے اُمّت در میانِ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلّم و سائر اُمتِ او در فقہ آنست کہ
طرق اجتہاد را تعلیم فرماید مثلاً بیان کند
ترتیبِ اَدِلّہ اربعہ و ترتیب سنّت بر کتاب
و تخصیص عام کتاب بخاص سُنّت و
حلّ مجمل کتاب بہ مفصّلِ سنّت چنانکہ
صدّیق اکبر رضؓ و عمر فاروق رضؓ باتم وجہ دربیان
آوردند باز اعظم توسط آنست کہ مسائل
مجتہد فیہ را بسرحد اجماع رساند تا اختلاف
از اُمّت برانداختہ شود و جمیع اُمّت را
بآں مسائل حجت قائم گردد باز اعظم
توسط آنست کہ در مسائل عبادات و مناکحات
و مبایعات، و قضایا و سِیَر در مسائل نازلہ اجتہاد فرماید
و جواب مسئلہ دہے در آفاق مشہور شود و اقاصی و
ادانی بآں راہے ادراک نمایند۔

و بعدِ فقہ اعظمِ علوم علمِ احسان است
اعنی آنچہ امروز باسمِ علمِ سلوک مسمّٰی مے
شود و قوت القلوب و احیاء العلوم دراں
مصنّف شدہ است و اعظم توسط کُبرائے
امّت درمیانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
و سائر اُمتِ او آنست کہ بزبانِ حال و بزبانِ
قال ہردو آں علوم را و آں مقامات و احوال را

علمِ حدیث کو اجمالاً قوت پہنچائی ہے اور اعلان کیا ہے۔ قرآن
عظیم اور حدیث کے بعد سب علوم سے بڑا اور جس کی طرف لوگوں
کو سخت احتیاج ہے علمِ فقہ ہے اور فقہ میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے درمیان، بزرگانِ اُمّت کے ......
واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ طریقِ اجتہاد کو تعلیم فرمائیں مثلاً
ادلّہ اربعہ کی ترتیب بیان کریں اور کتاب اللہ پر سُنّت کا مرتب
ہونا اور کتاب اللہ کے عام کی تخصیص سُنّتِ خاص سے اور
کتاب اللہ کے مجمل کا حل تفصیل بیان کرنے والی حدیث سے
جیساکہ صدیقِ اکبر رضؓ اور فاروقِ اعظم رضؓ نے مکمّل صورت کے ساتھ
بیان فرمایا ہے۔ پھر واسطہ بننے کی بڑی صورت یہ ہے کہ جو مسائل
اجتہاد سے حل کرنے کے قابل ہیں اُن کو اجماع کی سرحد میں
پہنچادیں تاکہ اُمّت سے اختلاف اُٹھ جائے اور تمام
اُمت کے لئے ان مسائل میں حجّت قائم ہوجائے۔ پھر واسطہ بننے
کی بڑی صورت یہ ہے کہ عبادات اور نکاح و طلاق اور خرید
و فروخت کے اور مقدّمات کے فیصلوں اور سیَر کے پیش آمدہ
مسائل میں اجتہاد فرمائیں اور مسئلہ کا جو کچھ وہ جواب دیں وہ
آفاق میں مشہور ہوجائے اور دُور اور نزدیک والے سب لوگ
اس سے راہِ ہدایت حاصل کریں۔

اور فقہ کے بعد سب سے بزرگ تر علم علمِ احسان ہے یعنی وہ
جس کو آج علمِ سلوک کہا جاتا ہے اور قوت القلوب اور احیاء العلوم
جس کے بارے میں تصنیف کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی تمام اُمّت کے
درمیان ان اکابر کے واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ زبانِ
حال اور زبانِ قال دونوں سے اُن علوم کی اور ان مقامات
واحوال کی لوگوں کو تعلیم فرمائیں اور ان احباب کو بھی دونوں

بردمان تعلیم فرماید و ترتیب کند یاران را بهردو زبان دازدے آں علوم در آفاق شهرت گیرند و اقاصی و ادانی ازاں مستفید شوند چنانکه دریں کتاب بهاشئ کثیر از حضرت شیخین رضؓ معلوم کرده باشی و بعد ازیں مراتب علم حکمت است و بیان اخلاقِ فاضله و اضدادِ آں و تدبیر منازل و سیاستِ مُدن و قواعدِ کلیه این فنون بمقتضائے تجربه و عقل چوں این تفصیل را شناختی اکنوں فکر را دراں خوض فرما که در زمانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں بلادِ عرب مفتوح شده بود نه بلادِ عجم باز در آخر حیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فتنہ مُسیلمہ کذّاب و اسود عنسی برخاست و صفائی اسلام را مکدّر ساخت و بعد انتقالِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم که آں کدورت متزاید شدن گرفت قیام بقتال مرتدین که کرد و فتح فارس و روم را که بنیاد نهاد بعد ازاں توغل در فتح فارس و روم از که وجود گرفت و اتمام آں در عهدِ کدام کس واقع شد بحقیقت تمام زمین بمنزلہ مرغے بود که سرش عراق و دو جناحش فارس و رُوم و دو پایش هند و فرنگ یا هند و ترکستان چنانکه ہُرمزان پیش حضرتِ

زبان (یعنی زبانِ حال و زبانِ قال) سے تعلیم و افاضہ کے لئے تیار کردیں اور اُن سے وہ علوم دنیا کے سب اطراف میں مشہور ہوں اور سب دُور نزدیک کے لوگ اُن سے فائدہ حاصل کریں جیسا کہ ان کا بڑا حصہ حضرات شیخین رضؓ کے بارے میں جو لکھا جاچکا ہے تم معلوم کرچکے ہو گے۔

اس کے بعد علمِ حکمت (دانشوری) کے مراتب ہیں اور اخلاقِ فاضلہ اور ان کے اضداد (اخلاقِ سیّئہ) کا بیان اور گھریلو معاشرت کی درستی اور شہری سیاست کا بیان ہے اور فنون کے قواعدِ کلیہ بمقتضائے تجربہ و عقل۔ جب تم نے اس تفصیل کو پہچان لیا اب اس میں غور و فکر کیجئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ بلادِ عرب مفتوح ہوئے تھے نہ کہ بلادِ عجم۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخر حیات میں مُسیلمہؔ کذّاب اور اسود عنسی (مدعیانِ نبوّت) کا فتنہ اُٹھا اور اس نے اسلام کی صفائی کو مکدّر کردیا (یعنی حق کے مقابلہ پر باطل نے اُبھرنا شروع کردیا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کہ وہ کدورت اور بڑھنا شروع ہوگئی تو مرتدین سے قتال کے لئے کون کھڑا ہوا اور فارس اور روم کی فتح کی بنیاد کس نے رکھی؟ اس کے بعد فارس اور روم کی فتح میں پوری جد و جہد کس سے وجود میں آئی اور اس کا اِتمام کس شخص کے عہد میں ہوا۔ درحقیقت تمام زمین بمنزلہ ایک مُرغ کے تھی جس کا سر عراق اور اُس کے دو بازو فارس اور روم اور دو پاؤں ہند اور فرنگ یا ہند اور ترکستان تھے جیسا کہ ہُرمزان نے حضرت

لہ مُسیلمہ کذاب کے ساتھ اس کا بڑا قبیلہ بنو حنیفہ تھا جو مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر رضؓ نے اقدام کرکے اس پر حملہ کیا۔ سخت جنگ کے بعد مسیلمہ کذاب ہلاک کردیا گیا اور اس فتنہ کا استیصال ہوا۔ اسود عنسی اسی شب میں مارا گیا جس کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپ نے اسکے قتل کا حال بحوالہ جبرئیلؑ اصحابؓ کو بتادیا۔ قاصدوں کے ذریعہ سے مدینہ میں تین دن بعد اطلاع پہنچی ۱۲ مترجم

فاروق رض بیان نمود سر آں مرغ کہ کوفت
و دو بازو دے اورا کہ شکست ہمیں دو
پاکہ از دستِ تصرف ایشاں باقی
ماندہ بود تا حال کوفتہ نہ شد و اگر
بر تو امرے مشتبہ شود و نہ دانی
کہ واسطہ اول بلوغ او کدام شخص
بودہ است از سہ کس میزانے
بدستِ تو دہیم و آں میزان آنست کہ
نظر کنی بجمعے کہ از یک شخص روایت
ندارند و اصلاً ہمت خود براخذ علم
از وے نگماشتہ اند اگر آں علم
درمیانِ ایشان کما ینبغی بیابی بداں کہ
واسطہ اول مردے دیگر است
مثل آنکہ اہلِ شام و اہلِ مصر از حضرت
مرتضیٰ رض روایت ندارند باز زہدیات و
علمِ سلوک درمیانِ ایشان یافتہ
می شود بہ وفور پس بحقیقت مبلغ ایں معانی
پیش از حضرت مرتضیٰ رض دیگرے بودہ است
فتأمّل پس چوں ایں سہ نکتہ مبین شد نوبتِ
آں رسید کہ در مناقبِ خلفاء رض شروع کنیم
گوش بآواز باید بود تا در ضمنِ سرِ قصہ بکدام
خصلت اشارہ نمائیم۔

فاروق رض کے سامنے بیان کیا تھا۔ اُس مرغ کا سر کس نے کوٹا اور
اُس کے دونوں بازوؤں کو کس نے توڑا۔ صرف یہ دو پاؤں
اُن کے دستِ تصرف سے باقی رہ گئے تھے یہ آج تک نہیں توڑے
جاسکے۔ اگر تم پر حقیقت الامر مشتبہ ہو جاتے اور تم کو پتہ نہ
چلے کہ سب سے پہلا واسطہ (علم احسان وغیرہ کے اُمت تک)
پہنچنے کا ان دو تین شخصوں میں سے کون تھا تو ہم ایک میزان
تمہارے ہاتھ میں دیتے ہیں (جس سے تم خود معلوم کرسکو گے)
اور وہ میزان یہ ہے کہ تم ایک ایسی جماعت پر نظر کرو جس کے پاس
ایک شخص کی کوئی روایت نہیں اور اس جماعت کے لوگوں نے
کبھی کوئی کوشش اور قصد نہیں کیا اُس شخص سے علم حاصل
کرنے کا۔ اگر تم اُس علم کو اُن لوگوں کے درمیان (کامل طور پر)
جیساکہ ہونا چاہیئے پاؤ تو سمجھ لو کہ واسطۂ اول (اس شخص کے
علاوہ) کوئی دوسرا ہی شخص تھا مثلاً یہ بات کہ اہلِ شام
اور اہلِ مصر حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں
رکھتے اور پھر زہد کے اوصاف اور علم سلوک کامل طور پر
اُن کے درمیان پایا جاتا ہے تو (تم اس سے یہ سمجھ سکتے ہو)
درحقیقت ان معانی کا ان تک پہنچانے والا حضرت مرتضیٰ رض
سے پہلے کوئی اور ہی تھا۔ اس پر غور کرو۔ اب کہ یہ تین نکتے
واضح کردیئے گئے اب اس بات کی نوبت آپہنچی کہ ہم حضرات
خلفاء رض کے مناقب شروع کردیں۔ آپ کو گوش برآواز رہنا
چاہیئے کہ کسی قصہ کے بیان کرنے میں ہم کس خصلت کی طرف
اشارہ کرتے ہیں۔

مناقبِ جمیلہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَمّا مآثر جمیلہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پس ازانجملہ براعتِ نسب او ست مصعب زبیری نسّابہ گفتہ است اِنما سمّی ابو بکر عتیقًا لانہ لم یکن فی نسبہٖ (علمِ نسب) شیئٌ یعاب بہٖ کذا فی الاستیعاب و آنکہ از اشرافِ قریش بود و اصحاب وجاہت میانِ ایشاں زُبیر بن بکّار گفتہ است ان ابابکر احدُ عشرۃٍ من قریشٍ اتّصل بھم شرفُ الجاہلیۃ بشرفِ الاسلام وکان الیہ امر الدیّات والغُرم (تاوان) و فی الاستیعاب کان فی الجاہلیۃ وجیہًا رئیسًا من رؤسآء قریش والیہ کانت الاِشناقُ فی الجاہلیۃ و معنی اِشناق آنست کہ چوں قتلے واقع می شد و فتنہ درمیان قبیلہ قاتل و قبیلہ مقتول بر می خاست ابو بکر صدیقؓ کفیل دیت می شد و آں فتنہ را فرو می نشاند اگر دیگرے کفیل می شد اعتداد نمی کردند و فتنہ تسکین نمی یافت محمد بن اسحٰق گفتہ وکان ابو بکر رجلاً مألفًا لقومہ محبّبًا سہلاً وکان انسب قریش لقریشٍ و اعلم قریش بہا و بما کان

ان میں ایک آپ کے نسب کا بے داغ ہونا ہے۔ مصعب زبیری نسّابہ (ماہرِ انساب) کا قول ہے کہ ابو بکرؓ کو "عتیق" کا خطاب اس لئے دیا گیا کہ ان کے نسب میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے ان پر کوئی عیب لگایا جائے۔ ایسا ہی استیعاب میں ہے۔ اور یہ کہ وہ اشرافِ قریش میں سے اور اُن کے درمیان صاحبِ وجاہت تھے۔ زبیر بن بکّار کا قول ہے کہ ابو بکرؓ قریش میں کے اُن دس آدمیوں میں سے ایک تھے جن کا شرفِ جاہلیت (یعنی شرف زمانہ قبل از اسلام) شرفِ اسلام سے متصل ہو گیا (یعنی جاہلیّت سے اسلام تک اُن کو برابر شرف حاصل رہا) اور (جاہلیت میں) خونبہا اور تاوانوں کا معاملہ ان ہی کی طرف رجوع ہوا کرتا تھا۔ اور استیعاب میں لکھا ہے کہ جاہلیت میں ذی اثر تھے اور رؤسائے قریش میں کے ایک رئیس تھے اور اشناق کا معاملہ دورِ جاہلیت میں اُن ہی سے متعلّق تھا۔ اور اشناق کے معنے یہ ہیں کہ جب کوئی قتل واقع ہوتا تھا اور قاتل کے قبیلہ اور مقتول کے قبیلے کے درمیان کوئی فتنہ اُٹھتا تھا تو ابو بکر صدیقؓ خونبہا کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے اور اس فتنہ کو دبا دیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص کفالت کرتا تو لوگ اس کو کسی شمار میں نہیں سمجھتے تھے اور فتنہ فرو نہیں ہوتا تھا۔ محمد بن اسحٰقؒ کا قول ہے کہ ابو بکرؓ ایک ایسے شخص تھے جن کی ذات پر قوم جمع ہو جاتی تھی قوم کے محبوب تھے باوقار تھے اور قریش کے نزدیک قریش میں کے عالی نسب اور قریش میں... سب سے زیادہ نسب کے جاننے والے

فیہا من خیرٍ و شرٍّ وکانَ رجلاً تاجراً ذاخلقٍ و
معروفٍ وکان رجالُ قومِہٖ یاتونَہٗ و یألفونَہٗ
لغیرِ واحدٍ من الامرِ لعلمہ و تجارتہ وحسنِ مجالستہ
الحدیث تا آنجاکہ انسؓ گفت در قصہ ہجرت
و ابوبکر شیخٌ معروفٌ و رسولُ اللہ صلے
اللہ علیہ و سلم شابٌّ لایُعرف اخرج
البخاری۔ و از انجملہ آنست کہ قوّتِ
عاقلہ و عاملہ او پیش از اسلام
بمقدار متیسّر دراں زمان کارہائے
خویش کردہ بودہ اند۔ الحال آنچہ
در دستِ مردم است از انسابِ قریش
ماخوذ از زُبیر بن بکار است و
وے آں را از مصعب زبیری اخذ
کردہ است و وے بواسطہ از جُبیر بن
مطعم و وے از صدیقِ اکبرؓ
و آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم
در قصہ حسّان بن ثابت و جوابِ وے
ہجائے قریش را تقریر این علم برائے
حضرت صدیقؓ فرمود قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لحسانٍ کیف تہجوہم و
انا منہم و کیف تہجوا باسفیان و ہو
ابن عمّی فقال واللہ لَاَسُلَّنَّکَ منہُم کما
تُسَلُّ الشعرۃُ من العجینِ فقال لہ ائتِ
ابابکرٍ فانّہ اعلمُ بانسابِ القوم منک
فکان یمضی الی ابی بکرٍ لیقفہٗ علٰے انسابِہم

تھے اور نسب کی اچھائی اور برائی سے خوب واقف تھے اور
وہ ایک تاجر تھے صاحب خلق اور صاحب خیر اور ان کی
قوم کے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور اُن سے اُلفت کرتے
تھے کسی ایک آدھ خوبی کی وجہ سے نہیں (بلکہ ان کی جامعیت
کی بنا پر یعنی) اُن کے (ہر قسم کے) علم کی وجہ سے اور تجارت
کی وجہ سے اور ان کے بہترین مجلسی اخلاق کی وجہ سے۔ آخر
حدیث تک۔ یہاں تک کہ انسؓ نے قصۂ ہجرت میں یہ کہا کہ" اور
ابوبکرؓ ایک ایسے شیخ تھے جو عام طور پر جانے پہچانے تھے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے جوان تھے جن کو (عام طور سے)
نہیں پہچانا جاتا تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے
ایک یہ ہے کہ ان کی قوّتِ عاقلہ و قوّتِ عاملہ اسلام سے پہلے
بھی جس قدر آسانی سے کر سکتی تھی اُس زمانہ میں اپنے کام کرتی
رہی ہے۔ اب جو کچھ انساب قریش کا علم لوگوں کے ہاتھ میں ہے
وہ ماخوذ ہے زُبیر بن بکّار سے اور اُنھوں نے یہ علم مُصعب زبیری
سے لیا اور انھوں نے ایک واسطہ سے جُبَیر بن مُطعِم سے اخذ کیا
اور اُنھوں نے صدیق اکبرؓ سے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے حسان بن ثابتؓ کے قصہ میں اور قریش کی ہجو کا جواب
دینے کے لئے ان کے تیار ہونے کے موقع پر حضرت صدیقؓ کے
حق میں اس علم (انساب میں) پختگی کا ذکر فرمایا (یعنی) رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حسانؓ سے فرمایا کہ تم ان کی ہجو کیسے کروگے
جب کہ میں بھی ان میں سے ہوں اور تم کیسے ہجو کروگے ابوسفیان
کی جب کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو حسانؓ نے کہا کہ واللہ میں آپؐ کو
ان میں سے اس طرح صاف نکال لیجاؤں گا جس طرح گندھے ہوئے
آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔ تو آپؐ نے حسانؓ سے فرمایا کہ تم
ابوبکرؓ سے بل لینا وہ قوم کے انساب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں تو وہ

الحدیث اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب۔
و در شعر ید طولے داشت لیکن بعد
اسلام ترک آں کرد کذا فی الاستیعاب۔
و در فصاحت پایہ بلند قال ابو ذویب
شاعر ہذلی فی قصۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ
تکلمت الانصار فاطالوا الخطاب
واکثروا الصواب وتکلم ابوبکر فللہ درہ
من رجل لایطیل الکلام و یعلم
مواضع فصل الخطاب واللہ لقد
تکلم بکلام لایسمعہ سامع الا
انقاد لہ ومال الیہ ثم تکلم عمر بعدہ
بدون کلامہ ومدیدہ فبایعہ و
بایعوہ خمر را در جاہلیت برخود حرام کردہ
بود کذا فی الاستیعاب و بت را
گاہے سجدہ نہ کردہ عن الزہری
انہ قال من فضل ابی بکر انہ لم
یشک فی اللہ ساعۃ قط مذکور فی
الصواعق و ابن الدغنہ درمیان
اشراف قریش گفت ان ابابکر
لایخرج مثلہ ولا یخرج
أتخرجون رجلا یکسب
المعدوم ویصل الرحم
ویحمل الکل ویقری الضیف

ابوبکرؓ کے پاس جانے لگے تاکہ وہ قوم کے انساب سے اُن کو واقف کردیں۔ آخر حدیث تک۔ اس کو ابو عمرؓ نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور آپ شاعری میں بڑی قدرت رکھتے تھے لیکن اِسلام کے بعد اس کو ترک کردیا۔ استیعاب میں ایسا ہی لکھا ہے اور فصاحتِ کلام میں بلند مرتبہ تھے۔ ابو ذویب شاعر ہذلی نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں بیان کیا کہ انصار نے کلام کیا اور انھوں نے تقریر کو طول دیا اور بہت کچھ (اپنی) بھلائیاں ذکر کردیں اور ابوبکرؓ نے تقریر کی تو سبحان اللہ کیا کہنے اس شخص کے حُسنِ بیان کے کہ وہ کلام کو طول نہیں دے رہے تھے اور کلام کے فیصلہ کُن مواقع پر رُکنے کو خوب جانتے تھے۔ واللہ اُنھوں نے ایسے کلام کے ساتھ تکلم کیا کہ اس کو جو سُننے والا سُنے اُن کی اطاعت پر تیار اور ان کی طرف راغب ہوجاتے پھر اُن کے بعد عمرؓ نے کلام کیا جو اُن کے کلام سے کمتر تھا اور اُن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اُن سے بیعت کی اور سب لوگوں نے اُن سے بیعت کرلی۔ آپ نے جاہلیت کے دَور میں ہی شراب کو اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا (استیعاب)، اور آپ نے بتوں کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ اور زُہریؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کی فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انھیں اللہ (کی ذات و صفات کمال) کے بارے میں کبھی کسی ساعت میں بھی شک نہیں ہوا۔ یہ مذکور ہے صواعق میں اور ابن الدُغنہ نے اشرافِ قریش کے درمیان کہا کہ ابوبکرؓ جیسا شخص نہیں نکلے گا اور نہیں نکالا جاسکے گا کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے اور

عـــہ دغنہ انکی ماں کا نام تھا دال کے پیش اور غین کے سکون کے ساتھ یہ اسی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان کا نام ربیعہ بن رفیع ہے انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے امن میں لیا تھا۔ جب کہ قریش انکو مکہ سے نکالنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

ویُعین علےٰ نوائبِ الحقّ" بمثل آنچہ حضرتِ خدیجہ رضہ در وصفِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیان نمود ہیچکس از قریش دم انکار نتوانست زد وازانجملہ آنست کہ پیش از اسلام بہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طریقِ محبّت و فدائے ورزید در قصّہ توجّہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بجانبِ شام ہمراہ عمِ خود ابوطالب باز رجوعِ آنحضرت بموجبِ تاکیدِ راہب مذکور است وبَعَثَ معہٗ ابوبکرٍ بلالاً وزوّدہٗ الراھبُ من الکَعکِ والزّیتِ رواہ الترمذی وحسّنہا والحاکم وصحّحہا بعض یاران کہ بفہمِ سخن نمی رسند بملاحظہ صغرِ سنِ صدیقِ اکبر رضہ دراں وقت وآنکہ اشترائے بلال رضہ جز این نیست کہ بعد اسلام بودہ است در تردّد افتادہ اند فقیر میگوید گویا ایشاں قصّہ بجمع از اذکیاء کہ مصدر حرکاتِ عجیبہ شدہ اند در ایامِ صغرِ سن نشنیدہ اند و از کجا کہ دراں وقت بلال رضہ مملوکِ حضرتِ صدیق رضہ نہ بود جائز است کہ بلال رضہ را بطریقِ اجارہ یا عاریت ہمراہ گرفتہ باشد بلکہ این احتمال قریب است زیراکہ بلال رضہ مملوکِ بنی جمح بود وایشان ہمسایگانِ حضرتِ صدیق رضہ بودند و با ایشان معاملہا و مواساۃ داشت

رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے اور تھکے ماندوں کو سواری پر بٹھاتا ہے اور مہمانوں کی مہمانداری کرتا ہے اور حادثوں (یعنی معاملات) میں جو حق پر ہوتا ہے اس کی مدد کرتا ہے"، جیسا کہ حضرت خدیجہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں بیان کیا تھا۔ تو کوئی شخص قریش میں سے انکار کی جرأت نہ کر سکا۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قبل از اسلام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طریقِ محبت و فدائیت اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ سفرِ شام کی روانگی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بموجب تاکیدِ راہب واپسی کے قصہ میں مذکور ہے۔" اور ان کے ساتھ ابوبکر رضہ نے بلال رضہ کو بھیجا اور راہب نے بطور زادِ راہ کلچے اور زیت دیا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے اور حسَن کہا اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا۔ بعض دوست جو بات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اُس زمانہ میں حضرت صدیق رضہ کی کم عمری کے پیشِ نظر اور اس بات سے کہ بلال رضہ کو خریدنے کا واقعہ اسلام کے بعد ہی کا ہے تردّد میں پڑ گئے۔ فقیر کہتا ہے کہ گویا اُن لوگوں نے کوئی قصہ بہت سے اذکیاء کی کم سنی کے قصوں میں سے نہیں سُنا جن سے عجیب حرکات کا صدور ہوا ہے (تو اگر کم عمری کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضہ نے آپ کے ساتھ محبّت وہمدردی کا معاملہ کیا تو کیا استبعاد لازم آگیا) اور اس شبہ کا کیا موقع ہے کہ اس وقت ... حضرت بلال رضہ حضرت صدیق رضہ کے مملوک نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت بلال رضہ کو بطریق اجارے کے یا (ان کے آقا سے) مانگ کر یعنی بطورِ عاریت ساتھ کر دیا ہو۔ بلکہ یہ احتمال قریب ہے کیونکہ حضرت بلال رضہ بنی جُمح کے مملوک تھے اور وہ حضرت صدیق رضہ کے ہمسایہ تھے اور اُن کے ساتھ اُن کے اچھے معاملات اور ہمدردانہ

و مواساتِ حضرت صدیق رضؓ با آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پیش از نبوت در چندیں
قصہ مذکور شدہ یکے ازانکہ صحیح ترین قصص
است ذکر کردیم عن میمون بن مہران
قال اختلف ابوبکرؓ فیما بینہ و بین
خدیجۃ حتے انکحھا ایاہ مذکور فی
الصواعق معزوًّا لابی نعیم و ازآں جملہ
آنست کہ دراول بعثت مسلمان شد و
سبقت کرد برہمہ در اسلام و علمائے
سیرت در اول من اسلم ابوبکرؓ او علیؓ
او خدیجہؓ اختلاف دارند از ہر جانب دلائل
قائم کردہ اند و اتفاقِ جمیع حاصل است
برآنکہ از احرارِ بالغین کسے بر حضرت
صدیق رضؓ سبقت نکردہ و پیش ازوے کسے
اظہار دینِ خود در قریش نہ نمودہ۔
فقیر اینجا نکتہ دارد و آں این است کہ
اولیتِ اسلام بجہت آں از مآثر معدود شدہ
است کہ حامل شد بر اسلام مردمان و جاذب
شد قلوبِ مردم را بسوئے اسلام وبحکم الدالُ
علے الخیر کفاعلہ اجر جمیع آنانکہ بعد ازوے باسلام
درآیند در جریدۂ اعمالِ وے نوشتہ شود و ایں
معنی بجز حرِ بالغ مشہور فی الناس مطاع درمیانِ
ایشاں کہ اظہار دینِ خود کند و بجدِ تمام مردماں را
برقبولِ آں آرد میسر نیست پس از مآثر خاصہ حضرتِ
صدیقؓ است گو در اولیتِ حقیقیہ اختلاف واقع

تعلقات تھے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نبوت سے پہلے زمانہ کے بہت سے ہمدردی
کے واقعات مذکور ہوتے ہیں ان میں سے ایک صحیح ترین قصے
کا تو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور میمون بن مہران سے مروی ہے کہا ہے
کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خدیجہؓ کے درمیان
آمدورفت کرتے رہے یہاں تک کہ انہی کا نکاح آپؐ سے کرا دیا۔ یہ
قصہ صواعق میں بحوالہ ابی نعیم مذکور ہے۔ اور ان میں سے ایک
یہ ہے کہ بعثت کے شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام
میں آپ نے سب پر سبقت کی تھی اور علماء سیرت اس میں اختلاف
رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام ابوبکرؓ لاتے یا علیؓ یا خدیجہؓ
اور ہر جانب سے دلائل قائم کئے گئے ہیں اور سب کا اتفاق
اس پر ہو گیا ہے کہ احرار بالغین میں سے کسی نے حضرت صدیقؓ
پر سبقت نہیں کی اور اُن سے پہلے کسی نے اپنے دین کا اظہار
قریش پر نہیں کیا۔ فقیر یہاں ایک نکتہ رکھتا ہے اور وہ یہ
ہے کہ اولیتِ اسلام کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا ہے
کہ وہ لوگوں کو اسلام پر اُبھارنے والی ہوتی اور لوگوں کے
دلوں میں اسلام کی طرف کشش پیدا کرنے والی ہوئی اور بحکم
الدالُ علے الخیر کفاعلہ (خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل
کرنے والے کی مانند ہے) ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد
اسلام میں داخل ہونے والے ہیں اس کے نامۂ اعمال لکھا
جائے گا اور یہ بات بجز ایسے شخص کے جو آزاد ہو، بالغ ہو،
لوگوں میں مشہور ہو اور ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت
کرتے ہوں کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش
کے ساتھ لوگوں کو اُس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے کسی دوسرے
کو میسر نہیں ہو سکتی، تو اولیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے

شدہ باشد توازاں جملہ آنست کہ سبب اسلام
حضرت صدیق رضؓ تنبیہ غیبی بودہ است چند
دفعہ یکے آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
روزے در ایام جاہلیت زیر سایہ درختے
نشستہ بودم ناگاہ دیدم کہ شاخے ازاں
درخت میل بجانب من کرد چنانکہ بسرِ
من رسید من دراں می نگریستم و می گفتم این
چہ خواہد بود آوازے ازاں درخت بگوشِ من
رسید کہ پیغمبرے در فلاں وقت بروں خواہد آمد
می باید کہ تو سعادتمند ترین مردمان باشی بوی
گفتم کہ روشن تر بگوے کہ آں پیغمبر کیست و
نام وے چیست گفت محمدؐ بن عبد اللہ بن
عبد المطلب بن ہاشم گفتم وے صاحب و
الیف و حبیبِ من است ازاں درخت عہد
بستدم کہ ہرگاہ وے مبعوث شود مرا بشارت دہی
چوں وےؐ مبعوث شد ازاں درخت آواز آمد
کہ بجدّ باش و اہتمام کن ای پسر ابو قحافہ کہ وحی
بروے آمد سوگند برب موسیٰؑ کہ ہیچکس برتو در اسلام
سبقت نخواہد گرفت چوں بامداد کردم بسوی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم رفتم چوں مرا دید گفت اے ابوبکر
ترا بخدای تعالیٰ و رسولِ وے میخوانم گفتم اشہد
انک رسول اللہ بعثک بالحق سراجاً منیرا۔
پس بوے ایمان آوردم۔

قصہ دیگر آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
بسے پیش از بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در

مناقب خاصہ میں سے ہے اگرچہ اولیتِ حقیقیہ میں اختلاف واقع
ہو گیا ہو۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ کے
اسلام کا سبب تنبیہ غیبی ہوئی ہے چند مرتبہ۔ ایک یہ کہ ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایامِ جاہلیت میں ایک دن میں ایک
درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اُس
درخت کی ایک شاخ میری طرف جھکنے لگی اتنی کہ میرے سر سے
آگئی اور میں دیکھ رہا تھا میں نے (دل میں)، کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک آواز اُس
درخت میں سے میرے کان میں پہنچی کہ ایک پیغمبر فلاں وقت
ظاہر ہو گا تجھے چاہیئے کہ تو سب لوگوں سے زیادہ سعادتمند بنے
(اُس کا ساتھی ہوکر) میں نے اس سے کہا کہ زیادہ واضح بتا کہ وہ
پیغمبر کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ محمدؐ بن
عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔ میں نے کہا کہ وہ میرا
ساتھی اور دوست اور حبیب ہے۔ میں نے اُس درخت سے
یہ عہد لیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہوجائے تو مجھ کو بشارت
دیدینا۔ جب آپؐ مبعوث ہوگئے تو اُس درخت میں سے آواز
آئی کہ کوشش میں لگ جا اور اہتمام کرلے ابو قحافہ کے
بیٹے کہ اس پر وحی آگئی ہے۔ قسم ہے موسیٰؑ کے رب کی کہ
اسلام میں کوئی تجھ پر سبقت نہ کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو
میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا۔ جب آپؐ نے
مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! میں تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے
رسولؐ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں
کہ آپؐ اللہؐ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق دے کر اور روشن
چراغ بنا کر بھیجا ہے۔" تو میں آپؐ پر ایمان لے آیا۔ دوسرا
قصہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ

خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد و
بربام کعبہ اُفتاد و در مکّہ ہیچ خانہ نماند کہ ازاں نور
چیزے بآں در نیامد پس آں انوار ہمہ جمع شدند
ویک نور گشتند ہمچنانکہ اوّل بود بخانۂ من در
آمد و من درخانہ خود را بستم بامداد آنخواب را بیکے
از احبار یہود گفتم و تعبیر آں خواستم گفت این از
قبیل اَضغاثِ (پریشان) اَحلام است و اعتبارے ندارد
چوں روزگارے گزشت در بعضے تجارات بدیر بحیرا
کہ مسکن بحیرا راہب بود رسیدم و تعبیر آں
خواب خود از وے پرسیدم گفت تو چہ کسے
گفتم من مردے ام از قریش گفت خدا تعالےٰ
درمیان شما پیغمبرے خواہد برانگیخت و در ایام حیاتؐ
وے وزیرِ وے خواہی بود و بعد از وفاتِ وے
خلیفۂ وے پس چوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مبعوث شد مرا باسلام خواند گفتم ہر پیغمبرے
را دلیلے بودہ است بر نبوّتِ او و دلیلِ تو چیست
گفت دلیلِ نبوّتِ من آں خوابے کہ دیدی و آں
حَبر در جوابِ تو گفت کہ آں را اعتبارے نیست
و بحیرا گفت تعبیر آں چنین است و چنین من گفتم
تُرا کہ خبر کرد گفت جبرئیلؑ گفتم من از تو ہیچ دلیلے
دیگر نمی طلبم زیادہ ازین اشہدُ اَنْ
لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد
اَنَّکَ عبدہٗ ورسولہٗ بعد ازاں رسول فرمود
صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہیچکس را باسلام
دعوت نہ کردم کہ در اوّل توقف و

ایک عظیم نور آسمان سے اُتر کر کعبہ کی چھت پر آپڑا اور مکّہ میں کوئی گھر
ایسا نہ باقی رہا کہ اس نور میں سے کچھ اُس میں داخل نہ ہو گیا ہو۔
پھر وہ انوار سب جمع ہو کر اُن کا ایک نور بن گیا جیسا کہ پہلے
تھا اور میرے گھر میں آگیا۔ میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔
صبح کو مَیں نے یہ خواب ایک یہودی عالم سے بیان کیا اور تعبیر
مانگی۔ اس نے کہا کہ یہ خواب پریشان خیالات کی قسم میں
سے ہے اور کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ جب ایک زمانہ گزر گیا تو
ایک تجارت کے سلسلہ میں دَیرِ بحورا میں جو بحیرا راہب کا
مسکن تھا، میرا جانا ہوا تو میں نے اس خواب کی تعبیر اُس سے
پوچھی۔ بحیرا نے کہا کہ تو کون شخص ہے؟ میں نے کہا کہ میں قریش
میں کا ایک مرد ہوں۔ کہا کہ خدا تعالےٰ تم میں سے ایک پیغمبر مبعوث
کرے گا اور تو اُس کے ایام حیات تک اُس کا وزیر رہے گا
اور اُس کی وفات کے بعد اُس کا خلیفہ ہو گا۔ اس کے بعد جب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپؐ نے مجھے
اسلام کی طرف بُلایا تو میں نے کہا کہ ہر پیغمبر کے پاس اُس کی
نبوت پر کوئی دلیل ہوئی ہے آپؐ کی دلیل کیا ہے؟ آپؐ نے
فرمایا کہ میری نبوّت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور
وہ حبرؔ (عالم یہود) جس نے تمھارے جواب میں یہ کہا تھا کہ
اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور بحیرا نے کہا کہ تعبیر اُس کی یہ
اور یہ ہے۔ میں نے کہا کہ آپؐ کو کس نے خبر دی؟ فرمایا کہ جبرئیلؑ
نے، میں نے کہا کہ میں آپؐ سے اس سے زیادہ کوئی دلیل اور
بُرہان نہیں چاہتا۔ اشہدُ ان لا الٰہ الّا اللہ الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں
کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک
نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اس کے بندے
اور اس کے رسول ہیں۔" اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ

ترددنہ کرد مگر ابوبکر کہ چوں وے را دعوت کردم تصدیق نمود وگفت تو رسولِ خدائی وے صدیقِ اکبر است رضی اللہ عنہ و ایں قصہا در کتبِ خصائص مذکور شد و ایں ہمہ دلالت می کند بر تشبہ جزو عقلی او باجزو عقلی انبیاءؑ وازآنجملہ آنست کہ قریب باسلام صدیقؓ جمعے از نجبائے قریش اسلام آوردند بدلالتِ حضرت صدیقؓ وترغیب او قال ابن اسحٰق فلما اَسْلَمَ ابوبکرٍ اظھر اسلامَہٗ ودعا الی اللہ عزّوجلّ والیٰ رسولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکرٍ رجلاً مألفًا لقومہٖ مُحَبَّبًا سھلاً فجعل یدعو الی الاسلام من وَثِق بہ من قومہٖ ممن یَغشاہ و یجلس الیہ فاسلم بدعائہ فیما بَلَغَنِی عثمانُ بن عفان والزُّبیر بن العوّام وعبدالرحمٰن ابن عوف وسعدُ بن ابی وقاص وطلحۃُ بن عبیداللہ فجاء بھم الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین استجابوا لہٗ واَسْلَمُوا وَصَلَّوْا۔ درینجا نکتہ باید دانست کہ ایں جماعۃ نُجَبار قریش بودند و ہر یکے اوسطِ بطنی از بطونِ قریش وور بطنِ خود تمکن تمام داشت پس اسلامِ ایشاں بحقیقتِ کسرِ سَورۃِ کفر است و برہم زدنِ

سلم نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو اسلام کی دعوت نہیں دی کہ اس نے اوّل توقّف و تردّد نہ کیا ہو بجز ابوبکرؓ کے کہ جب میں نے اس کو دعوت دی اُس نے تصدیق کی اور کہا آپؐ اللہ کے رسول ہیں، وہ صدیقِ اکبر ہے" (رضی اللہ عنہ)۔ اور یہ قصّے کُتبِ خصائص دسیَر) میں مذکور ہوتے ہیں اور یہ سب دلالت کرتے ہیں اُن کے جزوِ عقلی کے تشبّہ پر انبیاءؑ کے جزوِ عقلی کے ساتھ۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیقؓ کے اِسلام کے قریب بہت سے لوگ شرفاء قریش میں سے حضرت صدیقؓ کی رہنمائی اور ترغیب سے اسلام لائے۔ ابنِ اسحاقؒ نے کہا کہ جب ابوبکرؓ اسلام لے آئے اور اُنھوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ عزّ و جلّ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو دعوت دی، اور ابوبکرؓ ایک ایسے شخص تھے جن پر اُن کی قوم جمع ہوتی تھی، ہردل عزیز، نرم خُو تھے تو اُنھوں نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو دعوت دینا شروع کردی جو ان سے پُورے طور پر مرتبط تھے اور ان کے گرد وپیش رہنے والے اور ہم مجلس تھے تو اُن کی دعوت سے جن لوگوں کے بارے میں مجھے روایت پہنچی اسلام لائے عثمان بن عفانؓ اور زبیر ابن العوّامؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ وسعد بن ابی وقاصؓ اور طلحہ بن عبیداللہؓ۔ پھر جب ان لوگوں نے اُن کی دعوت قبول کرلی تو ان لوگوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے اسلام قبول کیا اور نماز پڑھی۔ یہاں ایک نکتہ جان لینا چاہیئے کہ یہ سب لوگ شُرفاء قریش میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک خاندان قریش کی شاخوں میں سے کسی شاخ میں مرکزیت رکھنے والا اپنی شاخ میں پورے طور پر باا ثر تھا تو ان کا اسلام

حدّتِ شرک واوّلِ صورۃ شیوعِ اسلام
اما عثمانؓ اوسطِ بنی امیہ بود و زبیرؓ
اوسطِ بنی اسد و سعدؓ و عبدالرحمنؓ
اوسطِ بنی زہرہ و طلحہؓ اوسطِ بنی تیم ابن
مرّہ و محمد بن اسحٰق بر ذکرِ این جماعۃ
اکتفا کردہ است والّا دیگران ذکرِ جمعے کثیر
مے نمایند و از انجملہ آنست کہ در
ابتدائے اسلام و غربتِ او چہل
ہزار درہم برائے تقویتِ اسلام و ترفیہِ
مسلمین و خدمتِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم صرف کرد عن ہشام بن عُروۃ
عن اَبیہ قال اسلم ابوبکر ولہ اربعون
الفاً انفقہا کلّہا علےٰ رسولِ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم و فی سبیل اللہ اخرجہ
ابو عمر والحاکم و این قصّہ را شاہدے است
صحیح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در آخر
ایامِ خود فرمودہ است اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ
عَلَیَّ فِیْ مَالِہٖ وصحبتہٖ ابابکرٍ اخرجہ البخاری
وقال ما لِاَحَدٍ عندنا یدٌ اِلّا قد کافیناہ ما
خلا ابابکرٍ فانّ لہ عندنا یداً یکافیہ اللہُ بہا
یوم القیٰمۃ وما نفعنی مالُ اَحَدٍ قطّ ما نفعنی
مالُ ابی بکرٍ اخرجہ الترمذی و از انجملہ آنست کہ
ہفت کس را از غلامانِ قریش کہ در تصدیق و
توحید قدم راسخ داشتند و موالیِ ایشان ایشان
را تعذیب می نمودند خرید کردہ آزاد ساخت

قبول کر لینا درحقیقت کفر کے جوش کا توڑ اور شرک کی تیزی کا
خاتمہ تھا اور اشاعتِ اسلام کی پہلی صورت تھی۔ ان میں سے عثمانؓ
بنی اُمیّہ کے مرکز تھے اور زُبیرؓ بنی اسد کے اور سعدؓ اور عبدالرحمنؓ
بنی زہرہ کے، اور طلحہؓ بنی تیم بن مُرّہ کے سربرآوردہ تھے۔ اور محمد بن
اسحٰقؒ نے اس جماعت کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ورنہ دوسرے لوگ ایک
بڑی جماعت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابتداء اسلام
میں اُس کی غربت کے زمانہ میں تقویتِ اسلام اور مسلمانوں کی فائدہ
رسانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر ابوبکرؓ نے چالیس
ہزار درہم خرچ کئے۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا اس وقت اُن کے پاس
چالیس ہزار تھے جو سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیئے اس کو ابو عمرؒ اور حاکم نے روایت
کیا اور ایک (حدیث) صحیح شاہد ہے اس قصہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے آخر ایام میں فرمایا کہ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ الخ یعنی
سب لوگوں سے زیادہ احسان مجھ پر مال میں اور صحبت میں ابوبکرؓ
کا ہے۔" اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور فرمایا کہ ہم پر کسی کا
کوئی احسان نہیں جس کی ہم نے مکافات نہ کر دی ہو بجز ابوبکرؓ
کے کیونکہ اس کا ہم پر بڑا احسان ہے جس کا بدلہ قیامت کے
دن اس کو اللہ تعالیٰ دے گا اور مجھے کسی کے مال نے کبھی اتنا
نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا۔ اس کو ترمذی
نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے ایسے
سات آدمیوں کو خرید کر آزاد کیا جو قریش کے غلاموں میں سے
تھے جو کہ تصدیقِ (رسالت) و توحید پر مضبوطی سے جمے ہوئے
تھے اور جو لوگ اُن کے آقا تھے وہ ان کو سخت تکلیفیں پہنچا رہے
تھے۔" استیعاب" میں ہے اور ابوبکرؓ نے ایسے سات لوگوں کو

فی الاستیعاب و اعتق ابوبکر سبعةً کانوا
یعذبون فے اللہ منہم بلالؓ و عامر بن فہیرہ۔
محمد بن اسحٰق نیز این را روایت کرد بازیادت
وآں آنست کہ ابو قحافہ بر آزاد کردن این
ضعفاء ملامت نمود فقال ابوبکرؓ یا ابتِ
انما ارید ما ارید للہ عزّ وجلّ فیتحدث
الناس ما نزل ھٰؤلاء الآیات الا فیہ و
فیما قال لہ ابوہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَ
صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الاٰیۃ۔ و محمد بن اسحٰق در
قصہ عدوان المشرکین علے المستضعفین این را
واضح تر نوشت و اسماء فریق بیان کرد و ازانجملہ
آنست کہ چوں نازل شد فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خواستند کہ در
جماعۃ قریش اظہارِ توحید و ابطالِ شرک
فرمایند حضرت صدیقؓ التماس نمود کہ
تعصب قریش بمرتبہ ایست کہ
بمجرد سماع این کلمات بایذا
خواہند برخاست این خطبہ را
بمن باید گزاشت بعد ازاں بامر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ
عجیبہ بر خواند و کفار بایں سبب
چہ ایذاہا کہ ندادند و آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم از دستِ آنہا
خلاصی یافت و این قصہ در ریاض نضرہ
بطولِ ہرچہ خوب تر مذکور است

آزاد کیا جن کو اللہ (پر ایمان لانے) کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا
تھا ان میں سے بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ تھے۔ محمد بن اسحٰقؒ نے
بھی اس کو روایت کیا ایک اضافہ کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ ابو قحافہ
نے ان کمزوروں کے آزاد کرنے پر ملامت کی (اور کہا کہ اگر
تو قوی اور زور آور غلام خرید کر آزاد کرتا تو اُن سے تجھے یہ
فائدہ پہنچتا کہ وہ کسی دشمن کے مقابلہ پر تیری مؤثر طور پر مدد
کرتے۔ یہ کمزور و ناتوان کیا مدد دے سکتے ہیں) تو ابوبکرؓ
نے کہا کہ اے ابّا! میں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں صرف اللہ عزّ و
جلّ (کی رضا) کے لئے کرتا ہوں۔ تو لوگ یہ بات آپس میں کہا کرتے
تھے کہ یہ آیتیں صرف ابوبکرؓ ہی کے بارے میں اور اس گفتگو
کے متعلق نازل ہوتی ہیں جو انھوں نے اپنے باپ سے کی تھی
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الخ (۹۲: ۶) سو جس نے (اللہ کی راہ میں
مال) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملّتِ اسلام)
کو سچا سمجھا الخ۔ اور محمد اسحٰقؒ نے کمزور مومنین پر مشرکین کے
ظلم اور زیادتی کے قصہ میں اس کو زیادہ واضح لکھا ہے اور
اس فریق کے نام بیان کئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ الخ (۱۵: ۹۴) غرض آپ کو
جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف سُنا دیجئے اور
ان مشرکین کی پروا نہ کیجئے" نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے چاہا کہ جماعتِ قریش کے سامنے توحید کا اظہار اور شرک کا
ابطال فرمائیں۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ قریش کا تعصب
اس درجہ میں ہے کہ جیسے ہی یہ کلمات سُنیں گے ایذا دینے کے لئے
اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے اس خطبہ دینے کو آپؐ مجھ پر چھوڑ دیں
اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ
نے ایک عجیب خطبہ پڑھا اور کفار نے اس سبب سے کونسی

و این اوّل خطبه بود که در اسلام خوانده
شد و خواندن این قصّه ما جریاتِ عشق
را شرح میدهد و ازانجمله آنست که چندین
دفعه قریش بایذائے آنحضرت ؐ مبادرت
کردند حضرت صدیق ؓ هر دفعه جانِ خود
را وقایهٔ جانِ آنحضرت صلے اللہ علیه
وسلم ساخت ازاں قِصص دو سه روایت
بنویسم عن عروة بن الزبیر قال سألتُ
عبداللہ بن عُمر عن اشدّ ما صنع المشرکون
برسول اللہ صلے اللہ علیه وسلّم قال
رأیتُ عقبة بن ابی مُعیط جآء الی النبیّ
صلے اللہ علیه وسلم و هو یصلّی فوضع
رداءهٗ فی عنقه فخنقه به خنقاً شدیداً فجآء
ابوبکر حتّے دفعهٗ عنه فقال اَتَقْتُلُوْنَ
رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَکُمْ
بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ اخرجه البخاری و
عن انس قال لقد ضربوا رسولَ اللہ
صلے اللہ علیه وسلم حتّے غُشی علیه
فقام ابوبکر فجعل ینادی ویقول
وَیْلَکُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ
اللّٰهُ قالوا من هٰذا قالوا هٰذا ابنُ
ابی قحافة المجنون اخرجه الحاکم
وعن اسماء بنت ابی بکر انّهم قالوا
لها ما اشدّ ما رایتِ المشرکین
بلغوا من رسول اللہ صلے اللہ علیه و

ایذا ہے جو نہ دی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے رہائی پائی اور یہ قصہ "ریاض نضرہ" میں بہت عمدہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اور یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا اور اس قصہ کا پڑھنا عشق کی سرگزشتوں کو مشرّح کر دیتا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ کتنی ہی مرتبہ قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کے لئے ٹوٹ پڑے اور ہر مرتبہ حضرت صدّیق اکبر ؓ نے اپنی جان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لئے ڈھال بنا دیا۔ اُن قصّوں میں سے دو تین روایتیں لکھتا ہوں۔ مروی ہے عروہ ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر ؓ سے شدید ترین ایذا کے بارے میں جو مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی سوال کیا۔ فرمایا کہ میں نے دیکھا عقبہ بن ابی مُعیط کو کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ ؐ نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے اپنی چادر آپ ؐ کے گلے میں (پھندا بنا کر) ڈالی اور بہت سختی کے ساتھ گلا گھونٹنا شروع کر دیا تو ابوبکر ؓ نے آکر اس کو آپ ؐ کے پاس سے دھکیلا اور فرمایا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً الخ (۴۰: ۲۸) "کیا تم ایسے شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے"۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انس ؓ سے کہا کہ (مشرکین نے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ ؐ بیہوش ہو گئے تو ابوبکر ؓ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے یہ کہنے لگے وَیْلَکُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً الخ۔ لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ کون ہے؟ تو کہنے لگے کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے جو پاگل ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اسماء بنتِ ابی بکر ؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ مشرکین

سلم قالت كان المشركون قعودا فى المسجد فتذاكروا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يقول فى آلهتهم فبينما هم كذلك اذ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد فقاموا اليه وكان اذا سألوه عن شيء صدّقهم فقالوا ألست تقول فى آلهتنا كذا وكذا قال بلى فتشبثوا به باجمعهم فاتى الصريخ الى ابى بكر فقيل له أدرك صاحبك فخرج ابوبكر حتى دخل المسجد فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس مجتمعون عليه فقال ويلكم اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم قالت فلهوا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واقبلوا على ابى بكر يضربونه قالت فرجع الينا فجعل لا يمس شيئا من غدائره الا جاء معه وهو يقول تباركت يا ذا الجلال والاكرام رواه ابوعمر فى الاستيعاب حاصل کلام آنست که

کی بہت بڑی سختی آپ نے کونسی دیکھی ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ تو انھوں نے بیان کیا کہ مشرکین مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے پھر آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی اُن باتوں کا جو آپ اُن کے معبودوں کے حق میں کہتے تھے تذکرہ کرنے لگے۔ ابھی وہ ان باتوں میں لگے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو سب آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اور جب وہ آپؐ سے کسی آپؐ کی بات کے بارے میں سوال کرتے تھے تو آپؐ اس کی تصدیق کر دیتے تھے یعنی انھوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا اور ایسا نہیں کہہ رہا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! تو آپؐ کو یہ سب کے سب لپٹ گئے۔ تو ایک چیخنے والے نے آکر ابوبکرؓ سے کہا کہ اپنے ساتھی کے پاس جلد پہنچو۔ تو ابوبکرؓ نکل کھڑے ہوئے اور مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ لوگ آپ کو لپٹ رہے تھے تو انھوں نے کہا "ویلکم الخ یعنی تم پر افسوس ہے کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمھارے رب کی طرف سے (اس دعوای پر) تمھارے پاس دلیلیں بھی لے کر آیا ہے"۔ اسماءؓ نے کہا کہ پھر وہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ابوبکرؓ کے مقابل ہو گئے اور ان کو مارنے لگے۔ اسماءؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ ہمارے پاس اس حالت میں واپس ہوئے کہ جب اپنے سر کے بالوں میں سے کسی حصّہ کو بھی چھوتے تھے تو وہ ہاتھ کے ساتھ ہی چلا آتا تھا اور وہ (اس کو دیکھ کر) کہتے تھے تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اے ذوالجلال والاکرام تو بڑی برکت والا ہے) اس کو ابوعمرؓ نے روایت کیا استیعاب میں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس حال میں کہ رسول اللہ

عقبہ بن ابی معیط آمد حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز می گزاردند چادرِ خود را در گردنِ مبارکِ آنحضرتؐ پیچید وخفا کرد آنحضرتؐ را خفا کردنِ سخت متعاقبِ ایں حال ابوبکر صدیق رسیدؓ وآیۃ اَتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ برخواند در روایتِ دیگر آنکہ زدند آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم تا آنکہ بیہوش شد پس ابوبکرؓ اِستاد وایں آیۃ برخواند وحاصلِ حدیث اسماءؓ آن است کہ مشرکان نشستہ بودند در مسجدِ حرام پس بایک دیگر مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردند وذکر آنچہ آنحضرتؐ می فرماید در حقِ بتانِ ایشاں بمیان آوردند دریں ہنگام آنحضرتؐ بمسجد درآمدند مشرکان بطرفِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برخاستند حالانکہ آنحضرتؐ چوں کفار سوال میکردند راست میگفت باایشاں وتقیہ را کار فرمانمی شد گفتند ایا تُمی گوئی درباب الٰہۂ ما چناں وچناں فرمود آرے میگویم پس در آویختند با آنحضرتؐ ہمہ ایشاں پس آمد فریاد کنندہ بسوئے ابوبکر صدیقؓ وگفت دریاب صاحب خود را پس برآمد حضرت صدیق تا آنکہ داخل شد بمسجدِ حرام ویافت آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم دراں حال کہ جمع آمدہ بودند بروے پس گفت ویلکم الخ پس غافل شدند کفار از آنحضرتؐ ومتوجہ گشتند بابوبکر صدیقؓ وزدند اورا اسماءؓ گفت پس باز گشت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی مُعیط آیا اور اُس نے اپنی چادر کو آنحضرتؐ کی گردن مبارک میں لپیٹ کر سختی کے ساتھ آپؐ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اس حال کے پیش آتے ہی صدیق اکبرؓ پہنچ گئے اور انھوں نے آیت اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ پڑھی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ مشرکین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے تو ابو بکرؓ (آکر) کھڑے ہوتے اور اُنھوں نے یہ آیت پڑھی۔ اور حدیث اسماءؓ کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مسجدِ حرام میں بیٹھے ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کر رہے تھے اور اُن باتوں کا ذکر بھی درمیان میں لے آئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے بُتوں کے حق میں فرماتے تھے۔ اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آگئے۔ مشرکین آپؐ کی طرف جھپٹ پڑے (اور سوالات کرنے لگے) آپؐ کا یہ حال تھا کہ جب کُفّار آپؐ سے سوال کرتے تھے آپؐ صحیح اور سچا جواب دیتے تھے۔ آپؐ اُن کے ساتھ تقیہ کا استعمال نہیں فرما رہے تھے چنانچہ انھوں نے کہا کہ کیا تُو ہمارے معبودوں کے حق میں ایسا اور ایسا نہیں کہتا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں کہتا ہوں۔ تو یہ جس قدر تھے سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گئے۔ اب ایک فریاد کرنے والا ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنے صاحب کے پاس جلد پہنچو تو حضرت صدیقؓ فوراً روانہ ہوتے یہاں تک کہ مسجدِ حرام میں داخل ہوتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ مشرکین آپؐ کو گھیرے ہوئے تھے تو آپؐ نے اُن سے کہا کہ ویلکم الخ تو کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہو گئے اور ابو بکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان کو مارنے لگے۔

صدیق رض بایں صفت کہ دست نمے
سایند بچیزے از گیسوہائے خود مگر
کہ مے آمد ہمراہ دستِ او می گفت
تبارکتَ یا ذا الجلال والاکرام
وازانجملہ آنست کہ چندیں دفعہ
اذٰی کفار را از آنحضرت ص بازداشت
بتوریہ وکنایہ۔ در قصۂ ہجرت آمدہ
است کہ ہرکہ آنحضرت ص را می پرسید
صدیق رض مے گفت ھادٍ یھدینی
السّبیلَ اخرجہ البخاری و در قصۂ
امرأۃ ابی لہب آمدہ است کہ
بعد نزول سورۂ تبّت بقصد
ایذا آمد وگفت اِنَّ صاحبکَ ھجانی،
قال ما یقول الشعر اخرجہ
ابو یعلےٰ وازانجملہ آنست کہ
چوں قریش بر ایذائے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جمع شدند
و صحیفہ نوشتند حضرت
صدّیق رض دریں مضیق شریک
آنحضرت ص بود لہٰذا دریں
واقعہ ابو طالب گفتہ
است ؎

وھم رجعوا سھل بن بیضاء راضیاً
فسرّ ابوبکر بھا ومحمّد

اسماء رض نے کہا کہ پھر حضرت صدیق رض اس حال
کے ساتھ واپس ہوتے کہ اپنے گیسوؤں کے کسی حصّہ
پر ہاتھ نہیں پہنچاتے تھے مگر وہ اُن کے ہاتھ کے ساتھ
ہی آلپٹتا تھا اور یہ کہتے تھے تبارکتَ یا ذا الجلال
والاکرام۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کئی مرتبہ
آپ نے توریہ اور کنایہ سے کام لے کر کفار کی
ایذاؤں کو آپ ص تک پہنچنے سے روک دیا۔ ہجرت کے
قصّہ میں آیا ہے کہ جو کوئی (مکّہ سے مدینہ کے
سفر پر جاتے وقت) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں پوچھتا تھا تو حضرت صدّیق رض کہتے تھے
ھادٍ یھدینی السّبیلَ (یہ رہ نما ہیں جو مجھے راہ
دکھانے والے ہیں) اس کو بخاری نے روایت کیا
اور ابو لہب کی بیوی کے قصّہ میں آیا ہے کہ
سورۂ تبّت نازل ہونے کے بعد وہ آپ ص کو ایذاء
دینے کے ارادے سے آئی اور اس نے (حضرت صدیق رض
سے) کہا کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کہی ہے۔ تو آپ ص
نے جواب دیا کہ وہ شعر نہیں کہتے۔ اس کو ابو یعلی نے
روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب قریش
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی پر
متفق ہو گئے اور انھوں نے ایک دستاویز لکھی
تو حضرت صدیق رض اس تنگی کے زمانہ میں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے شریک حال رہے ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کے
بارے میں ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے ؎
شعر:۔ وَھم رَجَعُوا۔ الخ
(ترجمہ) اور انھوں نے (اس دستاویز کو

کذا فی سیرۃ ابنِ اسحٰق وازانجملہ آنست کہ حضرتِ صدیق رض اول کسے است کہ مسجد بنا کرد و اِعلام اسلام نمود کُفّار قریش بایذا برخاستند تا آنکہ مضطر شد بہجرت ابن الدّغنہ میانجی گشت میانِ وے ومیانِ قریش و عہد گرفت برائے او تا آنکہ غلبۂ دیگر بر دلِ او وارد شد (اِذ توکل) وجوار ابن دُغنہ را رد کرد اِنِّیْ اَرُدُّ اِلَیْكَ جِوَارَكَ وَ اَرْضٰی بِجِوَارِ اللّٰہِ آنگاہ باعلان اسلام و جہر قراءۃِ قرآن مشغول شد اخرجہ البخاریؒ فی حدیث طویلٍ عن عائشۃ۔ وازانجملہ آنست کہ حضرت صدیق رض بجہتِ اعلاءِ کلمۃ اللہ در قصہ غلبہ فارس بر روم مُراہنہ کرد عن ابنِ عباس قال کان المسلمون یُحِبُّوْنَ ان تظہر الرّوم علٰی فارس لانّھم اھلُ الکتاب وکان المشرکون

بلند آواز سے یا بار بار پڑھا سہیل بن بیضاء کے سامنے خوش ہو کر۔ تو اس پر راز کے ساتھ مطلع کر دیئے گئے ابوبکر رض اور محمدؐ۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض پہلے شخص ہیں جنھوں نے (مکہ میں) مسجد بنائی اور اپنے اسلام کا کھل کر اظہار کیا۔ کفّار قریش ایذاء کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ یہ مکّہ چھوڑنے پر مجبور ہونے لگے تو ابن دُغنہ ان کے اور مشرکین کے درمیان میں پڑے (ان کا مقولہ اور ان کا تعارف حاشیہ پر چند صفحات قبل گزر چکا ہے) اور انھوں نے ان کے بارے میں تعرّض نہ کرنے کا مشرکین سے عہد لیا (اور حضرت ابوبکر رض سے یہ کہا کہ آپ قرآن آواز سے نہ پڑھیں) یہاں تک کہ دوسرا غلبہ آپ کے قلب پر وارد ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ پر توکّل کا) اور آپ نے ابنِ دُغنہ کے امن کو ردّ کر دیا۔ فرمایا کہ میں تمہارے امن کو تمہاری طرف واپس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے امن پر راضی ہوں۔ اس وقت سے آپ رض اپنے اسلام کا اعلان بھی کرنے لگے اور قرآن کی قرارت آواز کے ساتھ کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اس کو بخاری نے حضرت عائشہ رض سے ایک

ع۵ سہل بن بیضاء۔ آپؐ پر ایمان لاچکے تھے مگر اس وقت تک اپنا ایمان چھپاتے ہوتے تھے۔ انھوں نے اس بائیکاٹ کی دستاویز لکھے جانے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رض کے پاس خفیہ طور پر بھیجدی۔ اس کے بعد انھوں نے مکہ میں اپنے اسلام کا اظہار کردیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آخر تک چھپاتے رہے حتے کہ مشرکین کے ساتھی بن کر بدر میں بھی پہنچے اور ایک دن گرفتار کر لئے گئے تو عبداللہ ابن مسعود رض نے ان کے اسلام کی گواہی دی کہ میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوتے دیکھا ہے تو چھوڑ دیئے گئے۔ مدینہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۲

يحبون ان تظهر فارس على الروم لانهم اهل الاوثان فذكر ذلك المسلمون لابی بكر رضی الله عنه فذكر ذلك ابوبكر للنبی صلی الله عليه وسلم فقال له النبی صلی الله عليه وسلم اما انهم سيهزمون فذكر ذلك ابوبكر لهم فقال اجعل بيننا وبينك اجلاً فان ظهروا كان لنا كذا وكذا وان ظهرنا كان لك كذا وكذا فجعل بينهم اجل خمس سنين فلم يظهروا فذكر ابوبكر للنبی صلی الله عليه وسلم فقال الا جعلته دون العشرة فظهرت الروم بعد ذلك فذلك قوله الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

حدیثِ طویل میں روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے فارس کے روم پر غالب آجانے کے قصہ میں مُراہنہ کیا۔ ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے کہا کہ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ روم والے فارس پر غالب آئیں کیونکہ وہ اہلِ کتاب ہیں اور مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس روم پر غالب آئیں کیونکہ وہ بُتوں والے ہیں۔ مسلمانوں نے اس کا ذکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ پھر ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان (اہلِ فارس کو) آئندہ شکست دی جائے گی۔ اس کا ذکر ابوبکر رضؓ نے اُن (مشرکین) سے کردیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدّت معیّن کرو کہ اگر وہ (یعنی اہل روم) غالب آگئے تو ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ ہم اتنے اور اتنے (اونٹ) دیں اور اگر ہم غالب آگئے تو تمھارے لئے ضروری ہوگا اتنا اور اتنا دینا۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ نے ان سے پانچ سال کی مدت معیّن کردی۔ (اس مدّت میں) اہلِ روم غالب نہیں ہوئے تو ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ مدّت "دون العشرہ" یعنی دس برس سے کم کیوں نہ مقرر کی (ابنِ عباس رضؓ نے) کہا کہ پھر اس کے بعد رُوم والے غالب آگئے۔ یہ قصّہ ہے ان آیات کا۔ الٓمٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ الخ (۳۰: ۱ تا ۵) الٓمٓ۔ اہلِ روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے

ع؎ رِہان کے معنے شرط کے بھی آتے ہیں جیسے فرسی رِہان (شرط کے دونوں گھوڑے) مُراہنہ کے معنے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ شرط لگانا۔ اس قصہ میں جو وجہ فضیلت ہے وہ حضرت صدیق رضؓ کا ارشادِ نبوی پر ایمان ویقین کامل ہے۔ لیکن تعیینِ مدّت میں بے احتیاطی کر گئے تھے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

سَيَغْلِبُونَ قال نغلبت الرّوم ثم
غلبت بعدُ لِلّٰهِ الامرُ من قبل ومن بعدُ
ويومئذٍ يفرحُ المؤمنونَ بنصرِ اللّٰهِ
قال سفيان وسمعتُ انهم ظهروا
يوم بدر اخرجه الحاكم واز انجملہ
آنست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
تا در مکّہ بود صبح و شام ہر روز بخانۂ
حضرت صدّیق رض آمد و رفت می فرمود
عن عائشة قالت لم اَعقِل ابويّ
قطّ الّا وهما يدينانِ الدينَ ولم
يمرّ علينا يومٌ الّا ياتينا فيه رسولُ
الله صلّى الله عليه وسلم طرفي النهار
بكرةً وعشيّةً اخرجه البخاري
في قصة الهجرة واز انجملہ آنست چوں حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفّی شد حضرت
صدیق رض عائشہ رض را در عقدِ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم آورد و در
آں باب ادبے کہ بہتر ازاں صورت نہ
بندد رعایت نمود عن حبيب مولى عروة قال لمّا
ماتت خديجة حزن عليها النبيّ صلّى الله عليه
وسلّم فاتاه ابوبكر بعائشة فقال يا رسول الله
هٰذه تذهب ببعضِ حزنك وان في هٰذه
خُلُقًا من خديجة ثم ردّها فكان رسول الله
صلّى الله عليه وسلم يختلف الى ابي بكر الحديث اخرجه
الحاكم وعن عائشة قالت قدِمنا المدينة

مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال تک کے اندر
اندر غالب آجائیں گے "۔ کہا کہ روم مغلوب ہوئے تھے پھر بعد
میں غالب آگئے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی
اور اُس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہونگے۔
سفیان رح نے کہا اور میں نے سُنا ہے وہ یوم بدر میں غالب
آئے۔ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تک مکّہ میں رہے حضرت
صدیق رض کے مکان میں صبح و شام روزانہ آمد و رفت فرماتے
رہتے تھے۔ مروی ہے عائشہ رض سے فرمایا کہ میں نے اپنے
ماں باپ کو کبھی کسی شغل میں نہیں پایا بجز اسکے کہ وہ دونوں
دین کے کاموں میں لگے رہتے تھے اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرتا
تھا مگر ہمارے یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دن کی دونوں
جانبوں یعنی صبح و شام تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے
روایت کیا ہجرت کے قصہ میں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی اور حضرت
صدیق رض عائشہ رض کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں
لائے تو اس بارے میں اس قدر ادب کی رعایت کی کہ اس سے
زیادہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ مروی ہے حبیب رض سے جو
عروہ رض کے مولیٰ ہیں کہا کہ جب حضرت خدیجہ رض کا انتقال ہوا تو اُن پر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو ان کے پاس حضرت
ابوبکر رض عائشہ رض کو لے کر آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کا کچھ غم
یہ دفع کردے گی اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں خدیجہ رض کی خصلتیں موجود
ہیں۔ پھر اُن کو واپس لے آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
ابوبکر رض کے پاس آتے جاتے رہے۔ آخر حدیث تک۔ روایت کیا اس
کو حاکم نے۔ اور عائشہ رض سے روایت ہے کہا کہ ہم مدینہ

الی ان قالت قال ابو بکرؓ یارسول اللہ ما یمنعك ان تَبْنِیَ باھلك فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم الصّداقُ فاعطاہ ابو بکرؓ اثنی عشر اُوقِیَّۃً ونَشًّا فبعث بھا رسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلم الینا وبَنٰی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی ھٰذا الّذی انا فیہ اخرجہ الحاکم وابو عمر فی الاستیعاب مثلہ۔ وازانجملہ آنست کہ چوں معراج متحقق شد اوّل کسے کہ بآں تصدیق نمود صدیقِ اکبرؓ بود عن عائشۃ قالت لمّا اُسرِیَ بالنّبی صلے اللہ علیہ وسلّم الی المسجد الاقصے اصبح یتحدثُ النّاس بذٰلک فارتدّ ناسٌ مِمّن کان اٰمنوا بہٖ وصدّقوہ وسَعَوا بذٰلك الی ابی بکرؓ فذکرتِ الحدیثَ الی ان قالت فقال ابو بکرؓ انّی لاصدق فیما ھو ابعد من ذٰلك اُصدِّقہ بخبر السّماءِ فی غدوۃ اوروحۃ فلذٰلك سُمّی ابو بکر الصّدیقَ اخرجہ الحاکم وفی الاستیعاب نحو من ذٰلك وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درموسمِ حج خودرا بر احیاءِ عرب عرض کردند تا کدام یک ازیشاں بسعادتِ نُصرت فائز شود صدیقِ اکبرؓ درہر عرضہ رفیق آنحضرت ومتولّی

میں پہنچے (راوی نے) کہا کہ آپ نے قصّہ بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ ابو بکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ کو اپنی اہلیہ سے خلوت میں کیا بات روک رہی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ادائگیِ) مہر۔ تو آپؐ کو ابو بکرؓ نے دیئے بارہ[12] اوقیہ اور نصف (ساڑھے بیالیس تولہ) تو اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے یہاں بھیجدیا اور مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تخلیہ کیا میرے اسی گھر میں جس میں کہ اب میں موجود ہوں، روایت کیا اس کو حاکم نے اور ابو عمر نے استیعاب میں ایسا ہی روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب معراج واقع ہوئی تو سب سے پہلے جس نے آپؐ کی تصدیق کی وہ صدیق اکبرؓ تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقصےٰ کی طرف لیجایا گیا۔ صبح کو لوگوں نے اس پر باتیں کرنا شروع کیں تو بہت سے ایسے لوگ جو آپؐ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے مُرتد ہوگئے اور اس قصّہ کو لیکر پہنچے ابو بکرؓ کے پاس، اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں تو ان کی تصدیق ایسی بات میں کررہا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید ہے میں انکی تصدیق کرتا ہوں آسمان کی خبریں جو ایک صبح اور ایک شام میں اُن کے پاس آجاتی ہیں۔ تو اسی بناء پر ابو بکرؓ کا نام صدیق رکھا گیا۔ اس کو روایت کیا حاکم نے اور استیعاب میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کے موسم میں اپنے کو عرب قبائل کے سامنے پیش کیا تا کہ کوئی ان میں سے نصرتِ اسلام کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو۔ ہر ملاقات کے موقع پر صدیق اکبرؓ آنحضرتؐ کے رفیق اور جواب وسوال کے متولّی رہے ہیں۔ ریاض نضرہ

جواب وسوال بودہ است در ریاض نضرہ این قصہا بروایت حضرت مرتضی رض مذکور است واز انجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمود بسوئے مدینہ حضرت صدیق رض رفیق آنحضرت بود و این خدمت بنوعے از دست وے سرانجام یافت کہ خدائے تعالے بآں تنویہ فرمود ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدیں وجہ بستود کہ حملنی الی دار الہجرۃ وثنائی وے در السنہ مسلمین شائع گشت و این قصہ بطولہا در بخاری مذکور است واز انجملہ آنست کہ چوں غزوۂ بدر واقع شد وآں اول فتح اسلام بود و فضیلت او بر جمیع مشاہد فائق است حضرت صدیق رض را دراں مشہد مآثر نمایاں حاصل گشت و فضائل او دوبالا شد بچند جہت یکے آنکہ ثانی آنحضرت بود در عریش دیگر آنکہ الہام عظیم از جانب غیب قبول نمود و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تصویب آں فرمودند عن ابن عباس قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم بدر اللہم انی انشدک عہدک و وعدک اللہم ان شئت لم تعبد فاخذ ابوبکر بیدہ فقال حسبک فخرج وھو

میں یہ قصے حضرت مرتضے رض کی روایت سے مذکور ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت صدیق رض آنحضرت ؐ کے رفیق تھے اور یہ خدمت ایسی نوع (والہانہ عشق) کے ساتھ آپ ؐ کے ہاتھ سے پوری ہوئی کہ خدا تعالےٰ نے اس پر آپ کی بڑائی کا اظہار کیا۔ فرمایا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (یعنی دو میں دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ کے پیش نظر آپ کی مدح میں یہ فرمایا کہ (ابوبکر رض) مجھے سوار کر کے دار الہجرت کی طرف لایا اور ان کی مدح وثنا مسلمانوں کی زبانوں پر شائع ہو گئی۔ اور یہ قصہ اپنی تفصیلات کے ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب غزوۂ بدر واقع ہوا اور وہ اسلام کی پہلی فتح تھی اور اس کی فضیلت تمام غزوات سے بڑھی ہوئی ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اس غزوہ میں نمایاں اعزاز حاصل ہوئے اور ان کے فضائل دوبالا ہوئے چند وجوہ سے۔ پہلی یہ کہ عریش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے (یعنی اس عارضی مسقف منڈوے میں جو آپ ؐ کے لئے بنایا گیا تھا آپ ؐ کے ساتھ ابوبکر رض مقیم ہوئے تھے) دوسری یہ کہ جانب غیب سے (آپ کے قلب پے) ایک عظیم الہام کو قبول کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی۔ مروی ہے ابن عباس رض سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں یہ دعا کی کہ اے اللہ! میں آپ کو واسطہ دیتا ہوں آپ کے عہد اور وعدے کا۔ اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ آپ کی عبادت نہ کی جائے، تو ابوبکر رض نے آپ ؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بس کافی ہے تو آپ ؐ یہ کہتے ہوئے نکلے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ الخ (۵۴ : ۴۵)۔

يقول سيهزم الجمع ويولون الدبر
اخرجه البخاري۔ ومعنے ایں کلام نزدیک فقیر
آنست کہ ابوبکر صدیقؓ ملہم شد بآنکہ
دعا۔ باجابت مقرون گشت وایں صورت از
جملہ آں واقعہا است کہ الہام صحابہ سبقت
نمود دراں بر وحی آنگاہ وحی بر حسب
الہام ایشاں فرود آمد بلکہ بحقیقت
ہمیں الہام وحی است بسوئے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بآں وجہ کہ چوں ایشاں
ملہم شدند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
بفراستِ صادقہ خویش دریافت کہ ایں
خاطر از جانب مُدبّر السموات والارض است و
ایں فراست وحی باطنی است چنانکہ در قصّہ
اذان رؤیا عبداللہ بن زید و قیاس فاروقؓ
را تصویب فرمود و در لیلۃ القدر بر رؤیائے جمعے
از صحابہؓ اعتماد نمود الی غیر ذلک من الوقائع
دیگر آنکہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عریش
برآمدہ متوجہ کارزار شد میمنۂ لشکر بصدیقؓ دادند
و میکائیلؑ ہمراہ او بود و میسرۂ لشکر بحضرت مرتضےؓ
و اسرافیلؑ ہمراہ او بود و عن علی رضی اللہ عنہ
قال بینما انا امیح من قلیب ببدر اذا جاءت ریح
شدیدۃ لم ار مثلہا قط ثم ذھبت ثم جاءت
ریح شدیدۃ لم ار مثلہا قط الا التی کانت
قبلہا وکانت الریح الاولی جبرئیل نزل فی
الف من الملئکۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ

عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے معنے فقیر کے
نزدیک یہ ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کو الہام ہوگیا کہ آپ کی دعا۔
مقرون باجابت ہوچکی ہے اور یہ ان واقعات میں کی ایک
صورت ہے جن میں کہ صحابہؓ کا الہام کسی واقعہ میں وحی پر سبقت
کرگیا اور پھر وحی ان کے الہام کے مطابق نازل ہوئی بلکہ درحقیقت
وہی الہام وحی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف، اس
وجہ سے کہ جب وہ مُلہَم ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اپنی فراستِ صادقہ سے سمجھ لیا کہ (ان کے قلب پر) یہ اترنے والا
خیال مدبّر السموات والارض (یعنی اللہ جل شانہٗ) کی جانب
سے ہے اور یہ فراست وحی باطنی ہے جیساکہ اذان کے قصّہ میں
عبداللہ بن زیدؓ کے خواب اور فاروقؓ کے قیاس کی تصویب فرمائی
اور لیلۃ القدر میں صحابہؓ کی ایک جماعت کے خواب پر اعتماد کیا
اور ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ تیسریؔ یہ کہ جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم عریش سے نکل کر جنگ کی طرف متوجہ ہوئے تو
آپؐ نے لشکر کا مَیمنہ صدیقؓ کو دیا اور میکائیلؑ ان کے ساتھ
تھے اور لشکر کا مَیسرہ حضرت مرتضےٰؓ کو اور اسرافیلؑ ان کے ہمراہ
تھے۔ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہا اس دوران میں کہ مَیں
بدرؔ کے کنوئیں سے چلّو بھر بھر کر پانی ڈول میں ڈال رہا تھا کہ ایسی تیز
ہوا آئی کہ مَیں نے کبھی ایسی ہوا نہ دیکھی تھی پھر گزر گئی۔ پھر
ایک تیز ہوا آئی کہ مَیں نے اتنی تیز ہوا کبھی نہ دیکھی تھی بجز اس
ہوا کے جو اس سے پہلے آئی تھی اور پہلی ہوا جبرئیلؑ تھے جو ایک
ہزار فرشتوں کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے
کے لئے نازل ہوئے تھے۔ اور دوسری ہوا میکائیلؑ تھے جو ہزار
فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم وكانت الريح الثانية ميكائيل نزل
في الف من الملائكة عن يمين رسول
الله صلى الله عليه وسلم وكان ابوبكر عن
يمينه وكانت الريح الثالثة اسرافيل نزل
في الف من الملائكة عن ميسرة رسول الله
صلى الله عليه وسلم وانا في الميسرة فلما هزم
الله تعالى اعداءه حملني رسول الله صلى الله
عليه وسلم على فرس فجرت بي فوقعت على
عقبي فدعوت الله عزّوجلّ فامسكني
فلما استويت عليها طعنت بيدي هذه
في القوم حتى اختضب هذا مني دما و
اشار الى ابطه اخرجه الحاكم دیگر آنکہ
چوں اسیرانِ بدر آمدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مشاورہ کردند با صحابہؓ و مشورت حضرت صدیقؓ
را اختیار فرمود و او را با حضرت عیسیٰؑ تشبیہ داد ہر چند
در آخر فضیلت حضرت فاروقؓ غالب تر برآمد عن
عبدالله بن مسعود قال لما كان يوم بدر قال لهم
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تقولون في هؤلاء الاسارى
فقال عبدالله بن رواحة انت في واد كثير الحطب
فاضرم نارا ثم القهم فيها فقال العباس رضي
الله عنه قطع الله رحمك فقال عمر
رضي الله عنه فادنهم ورؤساءهم هم
قاتلوك وكذبوك فاضرب اعناقهم
فقال ابوبكر رضي الله عنه عشيرتك و
قومك ثم دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال

کی دائیں جانب کے لئے اور آپ کی دائیں جانب ابوبکرؓ تھے. اور تیسری
ہوا اسرافیلؑ تھے جو ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتے تھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے مَیسَرہ (یعنی بائیں جانب) کیلئے اور میں مَیسَرہ میں
تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو بھگادیا مجھے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے اپنے گھوڑے پر سوار کیا وہ مجھے لے کر دوڑ پڑا اور میں
اپنی پُشت پر گرا تو مَیں نے اللہ عزّ وجلّ سے دُعاء کی تو اُس نے مجھے روک
لیا۔ پھر جب میں اچھی طرح جم گیا تو مَیں نے اپنے اس ہاتھ سے قوم پر
تلوار بجانا شروع کردی یہاں تک کہ خون سے یہ بھی رنگین ہوگئی اور
اپنی بغل کی طرف اشارہ کیا۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ چوتھی یہ کہ
جب اسیرانِ بدر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اُن کے بارے
میں) اصحابؓ سے مشورہ کیا اور حضرت صدیقؓ کے مشورے کو اختیار
فرمایا اور اُن کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تشبیہ دی اگرچہ آخر میں
(اس واقعہ میں) حضرت فاروقؓ کی فضیلت بہت بڑھی ہوئی
نکلی. روایت ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جب یوم بدر تھا تو
اصحابؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان
قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو عبداللہ بن رواحہؓ نے
کہا آپؐ ایسی وادی میں جہاں بہت سوکھی لکڑیاں موجود ہیں
(اُن کو جمع کرکے) آگ سلگا دیجئے پھر ان سب کو اُس میں
ڈال دیجئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا
رحم قطع کردیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو اور ان کے سرداروں
کو جو آپؐ سے لڑتے اور آپؐ کو جھٹلاتے رہے قریب قریب کر دیجئے میں
اُن کی گردنیں ماردوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تمھارے
خاندان کے اور تمھاری قوم کے ہیں۔ پھر داخل ہوئے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اور فرمایا جو کچھ تم ان لوگوں کے بارے میں کہہ رہے ہو
وہ (سب درست ہے) مثال ان لوگوں کی اُن لوگوں کے بھائیوں

ما تقولون فی ھٰؤلاء؟ ان مثل ھٰؤلاء کمثل
اِخْوَۃٍ لھم کانوا من قبلھم قال نُوْحٌ
رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ
دَیَّارًا ۔ وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِہِمْ
وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ الآیۃ وقال ابراھیم
فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ وقال عیسٰی اِنْ تُعَذِّبْھُمْ
فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ وانتم قوم بکم عَیْلَۃٌ
فلا ینفلتن احد منکم الا بفداءٍ او
بضربۃ عنق اخرجہ الحاکم ۔ وازا نجملہ
آنست کہ چوں غزوۂ اُحد واقع شد نصیب
حضرت صدیقؓ دراں مشہد فضائل عظیمہ
گشت بچند جہت یکے آنکہ حضرت صدیقؓ
نہایت سعی در کشف بلاتے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بجا آورد قال ابن اسحٰق
فلما عرفوا المسلمون رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نھضوا بہ ونھض
معھم نحو الشعب معہٗ ابوبکرٍ الصدیق
وعمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب
وطلحۃ بن عبید اللہ والزبیر
ابن العوام والحارث بن الصِّمَّۃ
رضوان اللہ علیھم ورھط
من المسلمین عن عائشۃ قالت
قال ابوبکر الصدیق لما جال

جیسی ہے جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ نوحؑ نے کہا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ الخ (۷۱: ۲۶) اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ۔" اور موسٰیؑ نے کہا تھا رَبَّنَا اطْمِسْ الخ (۱۰: ۸۸) اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست ونابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے الخ۔ اور ابراہیمؑ نے کہا فَمَنْ تَبِعَنِیْ الخ (۱۴: ۳۶) پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس بات میں) میرا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ ہیں۔" اور عیسٰیؑ نے کہا تھا اِنْ تُعَذِّبْھُمْ الخ (۵: ۱۱۸) اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔" اور تم ایسی قوم ہو کہ تم پر افلاس ہے (لہٰذا اُساریٰ کو واضح ہونا چاہیئے کہ) تم میں سے کوئی رہا نہ ہو گا مگر فدیہ سے یا گردن ماری جانے سے۔ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب غزوۂ اُحد واقع ہوا تو اس موقع پر حضرت صدیقؓ کو فضائل عظیمہ حاصل ہوئے چند صورتوں سے۔ ایک یہ کہ حضرت صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صعوبتوں سے بچانے کے لئے نہایت سعی کی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو آپ کو جلد اٹھا لے گئے اور آپؐ ان کے ساتھ گھاٹیوں کی طرف روانہ ہوئے آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ تھے اور عمر بن الخطابؓ اور علی ابن ابی طالبؓ اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوامؓ اور حارثؓ بن الصمہ رضوان اللہ علیہم اور مسلمانوں کی ایک جماعت۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کہا کہ فرمایا ابوبکر صدیقؓ

الناسُ عن رسول الله صلے الله علیه وسلم
یومَ اُحدٍ کنتُ اوّل من فاءَ فبصرتُ به
من بُعدٍ فاذا انا برجلٍ قد اعتنقنی من
خلفی یُرید رسولَ الله صلے الله علیه
وسلم فاذا هو ابو عبیدةؓ بن الجراح
الحدیث اخرجه الحاکم۔ و مراد از جولان
درینجا فرار نیست بلکه متفرق شدن از
آنحضرت صلے الله علیه و سلم بسبب در
آمدن فوج کفّار در فوج آنحضرت صلے الله
علیه وسلم ۲ دیگر آنکه معلوم شد که کفّار
قریش اگر بعد آنحضرت صلے الله علیه و سلم
از کسے حساب می گرفتند از حضرت
صدیقؓ می گرفتند لهذا چون ابوسفیان
تفحص مے کرد احوالِ فوج آنحضرتؐ را همین
۳ کس را نام می برد زیراکه از همین ۳ کس مے
ترسید و من حدیث البراء اَشرفَ ابوسفیان
فقال اَفی القوم محمدؐ فقال لا تُجیبوہُ
فقال اَفی القوم ابن ابی قحافة فقال
لا تجیبوہ قال اَفی القوم ابن الخطاب
فقال انّ هؤلاء قُتِلوا فلو کانوا
اَحیاءً لَاَجابوا فلم یملك عمرؓ نفسه
فقال کذبتَ یا عدوّ الله اَبقَی اللهُ لك
مَا یُخزِیك اخرجه البخاریؒ۔
۳ دیگر آنکه چون آنحضرت صلی الله علیه وسلم بتعاقب
کفّار بعد اُحد متوجه شدند حضرت صدیقؓ از حاضران

نے کہ جب لوگ یوم اُحد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متفرق
ہو گئے تو میں پہلا شخص تھا جو لوٹا اور میں نے آپؐ کو دور سے
دیکھ لیا اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میری کولی بھر لی وہ
بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھا۔ دیکھتا ہوں
کہ وہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں الخ۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔
اور مراد جولان سے (جس سے لفظ جَال مشتق ہے) اس جگہ
فرار نہیں ہے بلکہ کفّار کی فوج کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے فوج کے اندر گھس جانے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے اصحابؓ کا متفرق ہوجانا مراد ہے۔ ۲ دوسری یہ کہ
(اس واقعہ سے) یہ بات واضح ہوئی کہ کفّارِ قریش اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو (سب سے) نمایاں محسوب کرتے
تھے تو صدیق اکبرؓ کو کرتے تھے۔ اسی بنا پر جب ابوسفیان آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے احوال کی جانچ کر رہا تھا تو
ان ہی تین آدمیوں کا نام لے رہا تھا، کیونکہ وہ ان ہی تین سے
ڈرتا تھا، حدیث براءؓ میں مذکور ہے کہ ابوسفیان اوپر چڑھا
اور (زور سے) بولا کہ کیا قوم میں محمدؐ ہے؟ تو (رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ اس کو جواب نہ دو۔ پھر اس نے کہا کہ کیا
قوم میں ابن ابی قحافہؓ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جواب نہ دو۔
پھر اُس نے کہا کہ کیا قوم میں ابن الخطابؓ ہے؟ (جب جواب
نہ ملا) تو بولا کہ اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ اب
عمرؓ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے اور بولے تو جھوٹ بول رہا ہے
او دشمنِ خدا! تجھے ذلیل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے۔
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ۳ تیسری یہ کہ جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم اُحد (کی لڑائی بند ہونے) کے بعد کفّار کے تعاقب
کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت صدیقؓ اس واقعہ کے

آں واقعہ بود عن عائشۃ فی قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الآیۃ قالت لعروۃ یا ابن
اُختی کان ابواکَ منھم الزبیر وابوبکرؓ لما
اصاب نبیَّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصاب
یوم اُحد فانصرف عنہ المشرکون خاف ان
یرجعوا فقال من یذھب اِثرھم فانتدب
منھم سبعون رجلاً کان فیھم ابوبکرؓ و
الزبیر اخرجہ البخاری۔ واز انجملہ آنست کہ
درغزوۂ خندق جانبے از لشکر بدستِ حضرت
صدیقؓ دادند و محافظتِ آں جانب باو مفوض
گشت والآن مسجدِ صدیق نزدیک خندق
موجود است وآں مسجد بحقیقت موضعِ نزولِ
حضرت صدیقؓ بود درغزوۂ خندق واز انجملہ
آنست کہ درغزوۂ مُریسیع حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا مُتّہم شد و منافقان آنچہ نمی بایست گفتند
وگرفتار اَسْوَءِ حالات گشتند وبعض مسلمین کہ از
برأۃ صدیقہؓ توقف کردند مُعاتب شدند
حضرت صدیقؓ دراں واقعہ فضائل نمایاں
نصیب شد بچند جہت یکی آنکہ دراں
واقعۂ ہوش رُبا ازایشاں کمال انقیاد و
تسلیم و فدا بظہور آمد عن عائشۃ فی قصۃ
الافک فتشھّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ثمّ قال اَمّا بعد یا عائشۃ انّہ

حاضرین میں سے تھے۔ مروی ہے عائشہ رضؓ سے ارشادِ حق تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
اسْتَجَابُوْا الخ کے بارے میں (۳: ۱۷۲) جن لوگوں نے اللہ و رسولؐ
کے کہنے کو قبول کرلیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں
جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثوابِ عظیم ہے" کہ انھوں نے عروہ
سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! تیرے ابوین یعنی زبیرؓ اور ابوبکرؓ
ان میں سے تھے۔ جب یومِ اُحد میں نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ
افتاد پڑی تھی پڑچکی اور مشرکین آپ کی طرف سے واپس ہوگئے
تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں گے۔ تو آپ نے فرمایا
کہ ان کا تعاقب کون کرے گا؟ تو ستّر آدمیوں نے (پورے جوش
کے ساتھ) آمادگی ظاہر کی: اُن میں ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔ اور ان
میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں لشکر کا ایک بازو حضرت
صدیقؓ کے سپرد فرمایا اور اس جانب کی حفاظت آپ کے
سپرد ہوئی اور اب بھی خندق کے قریب مسجدِ صدیق موجود ہے
اور وہ مسجد درحقیقت غزوۂ خندق میں حضرت صدیقؓ کے اُترنے
کی جگہ ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ مُریسیع[۱] میں حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور منافقین نے ناشائستہ
باتیں کہیں اور بدترین حالات میں گرفتار ہوتے۔ اور بعض ایسے
مسلمان بھی موردِ عتاب ہوئے جنھوں نے صدیقہؓ کی بے گناہی
کے اظہار میں توقّف کیا تھا۔ اس واقعہ میں حضرت صدیقؓ کو
نمایاں فضائل نصیب ہوتے چند جہت سے۔ ایک یہ کہ اس واقعہ
ہوش ربا میں اُن سے انتہائی فرمانبرداری اور تسلیم و فدائیت
ظہور میں آئی۔ حضرت عائشہ رضؓ سے اِفک (تہمت) کے قصہ میں
مروی ہے کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ شہادت پڑھا

[۱] مُریسیع حجاز میں ایک مشہور چشمہ کا نام ہے۔ اس غزوہ کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں ۱۲

بلغني عنكِ كذا وكذا فان كنتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وان كنتِ أَلْمَمْتِ بذنبٍ (ارتکبت ۱۲) فاستغفري اللّٰهَ وتوبي اليه فانّ العبدَ اذا اعْتَرَفَ (اذنب ۱۲) ثم تابَ تابَ اللّٰهُ عليه قالت فلمّا قضى رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مقالَتَهُ قَلَصَ دمعي حتى ما اُحِسُّ منه قطرةً فقلتُ لِاَبِي اَجِبْ عَنِّي رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال انّي واللّٰهِ ما ادري ما اقول لِرسولِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اخرجه البخاري دیگر آنکہ چوں براءۃِ صدیقہ رضؓ نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صدیقِ اکبر رضؓ شریک آں براءۃ گشتند اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ زیراکہ معاذ اللہ اگر ایں اِفک تحققے میداشت آں لوث دامنِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دامن صدیق رضؓ را مکدر میکرد کہ در مثلِ ایں امور صاحبِ فراش و والدِ المرأۃ ہدفِ ملامت و مسبۃ می شوند دیگر آنکہ حضرتِ صدیق رضؓ بر مسطح بن اثاثہ انفاقے مے کرد چوں ازوے شرکتے در اِفک ظاہر شد از انفاق دست باز داشت دریں باب نازل شد وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى آہ عن عائشۃ قالت قال ابوبكر الصديق وكان يُنفق على مِسطح بن

پھر اسکے بعد فرمایا امابعد اے عائشہ رضؓ! مجھے تیرے متعلق یہ اور یہ باتیں پہنچی ہیں اب اگر تو بَری (یعنی پاکدامن) ہے تو اللہ تعالےٰ تیری برارت ظاہر کردے گا اور اگر تو گناہ کی مرتکب ہوگئی ہے تو اللہ سے استغفار کر اور اس کے سامنے توبہ کر کیونکہ بندہ جب گناہ کرے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالےٰ اُس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ عائشہ رضؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا کلام پورا کرچکے تو میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے یہاں تک کہ میں ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میری طرف سے آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے تو انھوں نے کہا کہ میں تو خدا کی قسم نہیں جانتا کہ کیا کہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ دوسری[2] جہت یہ ہے کہ جب صدیقہ رضؓ کی برارت نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر رضؓ (بھی) اس براءۃ میں شریک بن گئے۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ (۲۴: ۲۶) یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں" کیونکہ معاذ اللہ اگر یہ بہتان کچھ بھی سچائی رکھتا ہوتا تو وہ گندگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر رضؓ دونوں کے دامنوں کو آلودہ کرتی کہ اس قسم کے امور میں صاحبِ فراش یعنی شوہر اور عورت کا باپ دونوں ہی ملامت اور دشنام کا نشانہ بنتے ہیں۔ تیسری[3] یہ کہ حضرت صدیق رضؓ مسطحؔ بن اُثاثہ پر خرچ کیا کرتے تھے (یعنی ان کی مالی امداد کرتے رہتے تھے) جب اس اِفک میں اُن کا شریک ہونا ظاہر ہوا تو آپ نے ان کو دینے سے ہاتھ روک لیا، اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ الخ (۲۴: ۲۲) اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی

عـه مسطح حضرت صدیق رضؓ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ اہلِ بدر اور مساکین میں سے تھے ۱۲

أثاثة لقرابته منه وفقره لا والله لا
أنفق على مسطح شيئاً ابداً بعد الذی
قال لعائشة ما قال فأنزل الله عزّ وجلّ
ولا يأتل أولوا الفضل منكم والسعة
الی غفور رحيم ۝ قالت قال ابوبكر
الصديق بلى والله انی لاحب ان
يغفر الله لی فرجع الی مسطح النفقة
التی كان ينفق عليه قال والله لا انزعها
منه ابداً اخرجه البخاری قال ابن عباس
قال الله تعالى لابی بكر قد جعلت
فيك يا ابابكر الفضل والمعرفة بالله
وصلة الرحم وجعلت عندك السعة
فتعطف على مسطح فله قرابة وله هجرة
وله مسكنة ذكره الواحدی فی الوسيط

وازاں جملہ آنست کہ چوں صلح حدیبیہ
پیش آمد از صدیق اکبرؓ آثار
جمیلہ ظاہر گشت و فضل او بآں
آثار دو بالا شد یکے آنکہ صدیق اکبرؓ
درمذاکرۂ عروۃ بن مسعود کافر ملے
جلادت شد و دشنام غلیظ داد تا قوت
مسلمین درجہاد ظاہر گردد در آخر فائدہ
ایں اغلاظ فی القول واضح گشت کہ
عروہ پیش قریش تمکن اصحاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در نصرت آنحضرت

اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ
کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔
الخ۔ مروی ہے عائشہؓ سے بیان کیا کہ ابوبکر صدیقؓ نے
کہا اور وہ خرچ کیا کرتے تھے مسطح بن اثاثہ پر اُس سے قرابت
کی بنا پر اور اُس کے فقر کی وجہ سے کہ واللہ اب میں مسطح پر
کبھی کچھ خرچ نہ کروں گا۔ یہ اُس بات کے بعد فرمایا تھا جو اُس نے
عائشہؓ کے متعلق کہی تھی تو اللہ عزّ وجلّ نے نازل فرمایا وَلَا
يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ سے غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
تک۔ عائشہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ نے (آیت سُن کر) کہا کہ بیشک واللہ
میں اس بات کو ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت کرے
پھر لوٹایا مسطح کی طرف اُس نفقہ کو جو اُن پر خرچ کیا کرتے تھے
اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں اس کو اُس سے کبھی نہ روکوں گا
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ میں نے تجھ میں فضیلت رکھی
ہے اور اللہ کی معرفت اور صلۂ رحمی اور میں نے تجھے مالی وسعت
دی تو مسطح پر مہربانی کر اس کی قرابت کی وجہ سے اور اس کی
ناداری کی وجہ سے۔ اس کو واحدی نے ذکر کیا وسیط میں۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ پیش آئی تو حضرت
صدیقؓ کے مناقب جمیلہ کا ظہور ہوا اور اُن مناقب سے اُن کی
فضیلت دوچند ہوگئی۔ ایک یہ کہ صدیق اکبرؓ سے عروہ بن مسعود
کے ساتھ مکالمہ کے وقت بڑی بہادری کا ظہور ہوا اور (جوش
میں آکر) اُس کو سخت گالی دی تاکہ جہاد میں مسلمانوں کی قوت
ظاہر ہو اور آخر میں گفتگو کے اس کھرے پن کا فائدہ
بھی واضح ہوگیا کہ عروہ نے جاکر قریش کے سامنے آنحضرت

ع۵ یہ اس وقت کافر تھا جو مشرکین مکہ کا نمائندہ بن کر گفتگوئے صلح کیلئے آیا تھا ۱۲

بیان نمود وآں سبب صلح شد فی قصۃ الحدیبیۃ قال عروۃ عند ذلک ای محمد ارایت إن استأصلت امر قومك هل سمعت باحدٍ من العرب اجتاح اصله قبلك وان تكن الاخرى فانی واللہ لاری وجوهًا وانی لاری اشوابًا من الناس خليقًا ان يفروا ويدعوك فقال له ابوبكر امصص بظر اللات انحن نفر عنه وندعه فقال من ذا قالوا ابوبكر فقال اما والذی نفسی بیده لولا يدٌ كانت لك عندی ولم اجزك بها لاجبتك.

دیگر چوں حضرتِ فاروق رض را عرقِ غیرت بحرکت آمد حضرت صدیق رض در جواب سوالِ او قدم بر قدم آں حضرت ص رفت ازیں جا دانستہ شد کہ حضرتِ صدیق رض را با پیغامبر چہ نسبت بود و علوم پیغامبر در نفسِ وے رضی اللہ چگونہ منطبع می شد قال عمر بن الخطاب فاتيتُ نبیَّ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلتُ الستَ نبیَّ اللہ حقًا قال بلى قلتُ السنا على الحق وعدونا على الباطل قال بلى قلتُ

صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض کی پوری استقامت کا آنحضرت ص کا ساتھ دینے میں ذکر کیا (جس سے قریش مرعوب ہوئے) اور قصۂ حدیبیہ میں صلح کا وہی سبب بھی بنا. عروہ نے اس گفتگو کے وقت کہا تھا کہ اے محمد ص! کیا تو نے اپنی قوم کے معاملہ پر غور کیا کہ تو نے اس کی جڑ کاٹنا چاہی، کیا تو نے عرب میں سے کسی کو سُنا ہے کہ اس نے اپنی اصل (یعنی خاندان) کو ہلاک کیا ہو تجھ سے پہلے. اور تُو نے دوبارہ ایسا ہی کیا تو میں واللہ بہت سے چہرے دیکھ رہا ہوں اور مختلف قِسم کے مِلے جُلے خون والے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جن کی طبعی صفت یہ ہو گی کہ وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے چھوڑ دیں گے. اس پر ابوبکر رض نے اُس کو کہا اُمصُص بَظرَ اللّات الخ یعنی تو لات کا بُظر چوس[ع] ! کیا ہم اُن کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے. اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؛ اُنھوں نے کہا کہ ابوبکر رض. تو اس نے کہا کیا کہوں قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے اُوپر تیرا ایک احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ ابتک مَیں نے نہیں دیا تو میں تجھے جواب ضرور دیتا.

دوسری یہ کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) جب حضرت فاروق رض کی رگِ غیرت حرکت میں آئی تو حضرت صدیق رض اُن کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے. یہاں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت صدیق رض کو پیغمبر ص کے ساتھ کیا نسبت تھی اور پیغمبر ص کے علوم صدیق رض کے (آئینہ) نفس میں کیونکر جلوہ گر ہوتے تھے. عمر بن الخطاب رض نے بیان کیا کہ پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہوں. میں نے

[ع] بَظر، باکے فتح کے ساتھ گوشت کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو فرج کے اُوپر ہوتا ہے جس کو ہندی میں ٹنہ کہتے ہیں. لات ایک بُت کا نام تھا جو بشکل عورت تھا جس کی قریش پُوجا کرتے تھے. عرب کے نزدیک یہ سخت گالی ہے ۱۲

فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا قَالَ إِنِّي رَسُولُ اللهِ وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي قُلْتُ أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ قَالَ بَلَى أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَلَيْسَ هَذَا نَبِيُّ اللهِ حَقًّا قَالَ بَلَى قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا

کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک۔ میں نے کہا کہ پھر ہم کس وجہ سے اپنے دین میں عیب[1] لگائیں۔ فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں[2] اُس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ہم سے نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے پھر اس کا طواف کریں گے۔ فرمایا کہ بیشک۔ کیا پھر میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم بیت اللہ میں اسی سال پہنچیں گے؟ میں نے کہا "نہیں" فرمایا کہ تو اس میں تم (آئندہ) پہنچنے والے ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر میں ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور میں نے کہا اے ابوبکرؓ! کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے

[1] دین میں عیب پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہم عمرہ کرنے کی نیت سے آئے تھے لیکن مشرکین کی اس ضد اور ہٹ کو کہ ہم اپنی عبادت کی تکمیل کئے بغیر ہی واپس ہو جائیں مان لینا ہمارے دین پر دھبہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی عبادت کی تکمیل کے لئے جان کی پروا نہ کریں اور عمرہ ادا کر کے جائیں ۱۲

[2] یعنی حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی کی بناء پر ہم نے مشرکین کی شرطوں کو قبول کیا تاکہ بیت اللہ کا احترام قائم رکھیں اور ہم نے اُن کی ایسی شرطوں کو بھی مان لیا صرف احترام بیت اللہ کے لئے جو بظاہر ذلیل اور رُسوا کرنے والی معلوم ہوتی ہیں جو نفسوں پر شاق گزریں۔ اور عبادت کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ اپنے معبود کی رضاجوئی کے لئے اپنے عجز و افتقار کا مظاہرہ کیا جائے اس لئے اگر عبادتِ عمرہ کی تکمیل نہ ہو سکی تو کیا ہوا۔ ہم نے اتنی بڑی عبادت کی جو کہ بہت سے عمروں کے برابر ہے۔ کیونکہ اس کا جو نتیجہ یعنی رضاءِ الٰہی ہم کو ملا ہے کہ احترام حق کے پیشِ نظر ہم نے اپنا پہلو جتنا زیادہ سے زیادہ رحمت و حمایتِ باری تعالیٰ اور "نصر عزیز" ہماری طرف متوجہ ہو چکی ہے جسکا اثر تم آئندہ دیکھو گے۔ اس لئے یہ ہماری بہت بڑی فتح ہے اور اسی کی طرف سورۃ اِنّا فتحنا جو واپسی کے دوران میں راستہ ہی نازل ہوئی تھی کہ ہم نے تم کو اس وقت بڑے تحمل کی توفیق دی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہماری حمایت اور نصر عزیز تمہارے ساتھ ہو گئی ہے کہ تم امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو کہ جو لغزش تم سے سرزد ہو گئی تھی کہ تم نے مالی ضرورتوں اور اقارب کو بچانے کا خیال کرتے ہوئے فدیہ قبول کر لیا تھا وہ بھی معاف ہے (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) اور اگر کوئی لغزش آئندہ اسی طرح کی تم سے سرزد ہوئی تو وہ بھی معاف (وما تاخر) یاد رکھنا چاہیئے کہ "لیغفر لک" اور "ذنبک" میں اگرچہ خطاب خاص ہے مگر اس کا مفہوم عام ہے۔ یہاں ذنوب کا مفہوم عام معاصی نہیں ہے بلکہ ایسی لغزشیں ہیں جو حصولِ مقصد میں سدِّراہ ہوتی ہیں جن کا وقوع مستقبل میں بھی مسلمانوں سے ہوا مگر اسی وعدۂ خداوندی نے اپنی نصر عزیز کے ذریعہ سے بُرے انجام سے ہمیشہ انکو محفوظ رکھا اور فتوحاتِ کاملہ کیلئے بالآخر سیدھا راستہ اُن کے سامنے کر دیا جس کیطرف (ویہدیک صراطاً مستقیماً) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور (وینصرک اللہ نصراً عزیزاً) کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا رہا۔ ان جملہ الطاف و اکرامات کی بنیاد یہی معاہدہ بنا۔ اسی لئے اس کو فتح مبین فرمایا گیا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ فتح کا مقدمہ یہی معاہدہ بنا تھا، قریش نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی جسکی بناء پر سورۃ براءت کے ذریعہ سے معاہدے کے فسخ کا اعلان کر دیا گیا اور پھر حملہ کر کے مکہ فتح کر لیا گیا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی اصل تعبیر کا ظہور ہوا کہ ہم بیت اللہ میں پہنچیں گے چنانچہ پہنچے اس طرح کہ ہمیشہ کیلئے کسی کو آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ الغرض آپ کے خواب کی تعبیر یعنی فتح مکہ کا ظہور تدریجاً اسی معاہدے سے شروع ہوا۔ بصیرتِ محمدی اس راز کو بخوبی سمجھ رہی تھی مگر ابتک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ سمجھے تھے ۱۲ اشتیاق احمد

على الباطل قال بلى قلت فلم نعطى الدنية فى ديننا اذا قال يا ايها الرجل انه رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس يعصى ربه وهو ناصره فاستمسك بغرزه فوالله انه على الحق قلت اليس كان يحدثنا انا سنأتى البيت فنطوف به قال بلى أفأخبرك انك تأتيه العام قلت لا قال فانك اتيه ومطوف به قال عمر فعملت لذالك اعمالا اخرجه البخارى دیگر آنکه در اختیار صلح و جنگ سخنها می رفت و مشورها بمیان مے آمد آخرها تقریر امر بمشورت حضرت صدیق رض واقع شد فى قصة الحديبية انه صلى الله عليه وسلم بعث عينا له من خزاعة وسار النبى صلى الله عليه وسلم حتى كان بغدير الاشطاط اتاه عينه قال ان قريشا جمعوا جموعا وقد جمعوا لك الاحابيش وهم مقاتلوك و صادوك عن البيت ومانعوك فقال اشيروا ايها الناس على أترون ان اميل الى عيالهم وذرارى هؤلاء الذين يريدون ان يصدونا عن

نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا بیشک۔ میں نے کہا کہ ہم کس وجہ سے اپنے دین میں عیب لگالیں۔ فرمایا کہ اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کو مدد دینے والا ہے۔ بس تو اُن کے رکاب پکڑے رکھ، واللہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ہم سے یہ نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ کہا کہ بیشک! تو کیا تم کو یہ خبر دی تھی کہ تم بیت اللہ اسی سال پہنچو گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ بیشک تم (آئندہ) پہنچنے والے ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو۔ عمرؓ نے کہا کہ میں نے اس کی وجہ سے (یعنی اپنی اس جرأت گستاخانہ کی وجہ سے) بہت سے عمل خیر (بطور کفارہ) کئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ صلح اور جنگ کے اختیار کرنے میں گفتگوئیں جاری تھیں اور مشورے ہوئے۔ آخر کار جو بات قرار پائی وہ حضرت صدیقؓ کے مشورے کے مطابق تھی۔ قصۂ حدیبیہ (بخاری) میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک جاسوس (بسر ابن سفیان) جو قبیلۂ خزاعہ کا تھا بھیجا (کہ قریش کے حالات معلوم کرکے آئے) اور آپ چل پڑے۔ جب (مقام) غدیر الاشطاط میں پہنچے وہاں آپ کا جاسوس آپ کے پاس آیا۔ اس نے بتایا کہ قریش کے لوگوں نے تو فوجیں اکٹھا کی ہیں اور یہ فوجیں متفرق قبیلوں میں سے لی ہیں۔ اور وہ آپ سے لڑیں گے اور بیت اللہ جانے سے آپ کو روکیں گے اور مانع ہوں گے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ سے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو

عہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور اپنے سوال وجواب کو حضرت ابوبکرؓ پر ظاہر کیا تھا مگر حضرت ابوبکرؓ نے بھی انکو وہی جواب دیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیتے تھے الفاظ بھی نہ بدلے۔ اس حدیث کے ایراد سے یہی غرض ہے ۱۲ مترجم

البیتِ فان یأتونا کان اللّٰہ قد قطع عیناً من المشرکین والّا ترکناھم محرومین[ای مسلوبین منہوبین ۱۲] قال ابوبکر یارسول اللّٰہ خرجتَ عامِداً لھٰذا البیتِ لا ترید قتلَ احدٍ ولاحربَ احدٍ فتوجّہ لہٗ فمن صدّنا عنہ قاتلناہ قال امضُوا علیٰ اسمِ اللّٰہ اخرجہ البخاری۔

ازانجملہ آنست کہ چوں غزوۂ خیبر واقع شد حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ حاضر آن واقعہ بود و بمقتضائے سیرت آنحضرتِ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم در خلفاء کہ بمنزلہ منتظر الامارت معاملہ میکردند حضرتِ صدیق رضؓ امیر لشکر شد ہرچند در آخرِ واقعہ فضیلتِ علی مرتضیٰ غالب تر آمد عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابابکرٍ الیٰ بعض حصون خیبر فقاتل وجھد ولم یکن فتح اخرجہ الحاکم و ازانجملہ آنست کہ بر سریّۃ بنی فزارہ حضرت صدیق رضؓ را امیر ساخت عن سلمۃ بن الاکوع قال اَمَّر رسول اللّٰہ

کیا تم یہ رائے پسند کرو گے کہ میں ان کافروں کے متعلقین اور ان کے بال بچوں پر جھک پڑوں (یعنی بڑھ کر ان کو قید کرلوں) جو اس ارادے سے پہنچے ہیں کہ ہم کو بیت اللہ سے روک دیں۔ پھر اگر وہ (اپنے بال بچوں کو بچانے کی غرض سے) ہم سے لڑنے آئیں گے تو اللہ[عـہ] مشرکوں کے جاسوسوں کو (یا انکی ایک آنکھ کو) ختم کردے گا (یعنی ہمارے ہاتھ سے ان کو ہلاک کردے گا)۔ ورنہ ہم اُن کو لُٹا پٹا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رضؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہیں۔ کسی کو قتل اور کسی سے جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے۔ بس اپنا رُخ بیت اللہ کی طرف رکھیے جو ہم کو اس سے روکے گا اس سے ہم قتال کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا چلو بسم اللہ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب غزوۂ خیبر واقع ہوا تو اس میں حضرت صدّیق رضؓ حاضر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلفاء رضؓ کے ساتھ سیرتِ مبارکہ کے مطابق کہ آپ بمنزلۂ ولی عہد کے معاملہ کرتے تھے حضرت صدیق رضؓ امیر لشکر ہوئے ہرچند کہ آخرِ جنگ میں علی مرتضیٰ رضؓ کی فضیلت غالب تر ظاہر ہوئی۔ مروی ہے سلمہ بن الاکوعؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا تو انھوں نے قتال کیا اور کوشش کی اور فتح نہ ہوئی، روایت کیا اس کو حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ سریّۂ بنی فزارہ پر حضرت صدیق رضؓ کو امیر بنایا۔ مروی ہے سلمہ بن الاکوعؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ کو امیر

عـہ یعنی جب باہر والے لوگ اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے آئیں گے تو قریش کے لوگ تو مکہ میں رہ جائیں گے وہ ان کے ساتھ آنے والے نہیں اس صورت میں کافروں کی جماعت کم ہوجائے گی بہ نسبت اسکے کہ ہم مکہ میں جاکر مقابلہ کریں کیونکہ یہ باہر والے اور قریش سب مجتمع ہیں مل کر ہمارا سخت مقابلہ کرسکتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ یہ مطلب ہے کہ اگر یہ باہر والے اپنے بال بچوں کو بچانے آتے تو مارے جائیں گے اور ان کے مارے جانے سے قریش کے جاسوسوں میں کمی ہوگی کیونکہ یہی باہر والے ہماری خبریں قریش کو پہنچایا کرتے ہیں گویا ان کے جاسوس ہیں۔ بنا بریں یہ ترجمہ ہوگا "تو جدا کردیا اللہ تعالیٰ نے جاسوس (جماعت) کو جو مشرکین کی تھی ہم سے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

صلے اللہ علیہ وسلم ابا بکر رضی اللہ عنہ فغزونا ناسًا من بنی فزارة فلما دنونا من الماء امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فعرّسنا فلما صلّینا الصبح امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فشننا الغارة قال فوردنا الماء فقتلنا به من قتلنا فانصرف عُنُق من الناس وفیهم الذراری والنساء قد کادوا یسبقون الی الجبل فطرحنا سهمًا بینهم و بین الجبل فلما رأوا السهم وقفوا فجئت بهم اسوقهم الی ابی بکر رضی اللہ عنہ وفیهم امرأة من بنی فزارة علیها قشعٌ من الادم معها ابنة لها من احسن العرب قال فنفلنی ابوبکر رضی اللہ عنہ ابنتها قال فقدمت المدینة فلقینی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت واللہ یا رسول اللہ ما کشفت لها ثوبًا وهی لک یا رسول اللہ فبعث بها رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی مکة ففادی بها اساری من المسلمین کانوا فی ایدی المشرکین اخرجه الحاکم وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے ملوکِ آفاق نامها نوشتند وجمعے را برائے تبلیغ آں نامها فرستادند سائلے سوال کرد کہ حضرت صدیق رضؓ وفاروق رضؓ چرا فرستادہ نمی شود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تعظیم رتبہ ایں دو بزرگ ونسبتِ

بنایا تو ہم نے بنی فزارہ کے لوگوں سے جہاد کیا تو جب ہم پانی کے (یعنی قبیلہ کے) قریب پہنچ گئے تو ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ہم نے آرام کیا۔ پھر جب صبح کی نماز پڑھ لی تو ہم کو ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا پھر ہم نے ہر جانب سے ان پر لوٹ ڈالی۔ کہاکہ ہم قبیلہ پر جا پہنچے تو وہاں جن لوگوں کو قتل کرنا تھا قتل کیا۔ پھر ان لوگوں کے بعض ممتاز لوگوں کی جماعت اور ان میں اُن کے بال بچے اور عورتیں بھی تھیں لوٹے اور پہاڑ کی طرف پہنچنے کے قریب ہوگئے تو ہم نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان تیر پھینکے۔ پھر جب انہوں نے تیروں کو دیکھا تو ٹھہر گئے اور میں ان کے پاس پہنچا اور ان کو ہنکاتا ہوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور اُن میں بنی فزارہ کی ایک عورت تھی جو چمڑے کا ایک پوستین اوڑھے ہوئے تھی اسکے ساتھ اُس کی ایک بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین لڑکی تھی۔ کہاکہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو غنیمت میں سے مجھے دیدیا۔ کہاکہ پھر میں مدینہ آگیا تو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملے۔ تو میں نے کہا واللہ یارسول اللہؐ! میں نے اسکے اوپر سے کپڑا ابھی نہیں ہٹایا اور یارسول اللہؐ! اب یہ آپؐ کی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکہ بھیجدیا اُس سے فدیہ (بدلہ) کرلیا مسلمانوں میں کے اُن قیدیوں کا جو مشرکین کے قبضہ میں تھے۔

اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چہار جانب کے بادشاہوں (کے پاس بھیجنے) کے لئے خطوط تحریر فرمائے اور ایک جماعت کو ان خطوط کے پہنچانے کے لئے روانہ کیا تو ایک سائل نے سوال کیاکہ حضرت صدیق رضؓ اور حضرت فاروق رضؓ کو کیوں نہیں بھیجا جاتا؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بزرگوں کے مرتبہ کی عظمت اور اُن کے ساتھ اپنے اتحاد کی نسبت کا اظہار فرمایا

اتحاد ایشاں با خود بیان فرمود و ایں معنی
فضیلتِ ایشاں را دو بالا ساخت عن حذیفۃ
ابن الیمان رضی اللہ عنہما قال سمعتُ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لقد
هَمَمْتُ ان اَبعثَ الی الاٰفاق رجالا
یُعَلِّمون النّاس السُّنَنَ والفرائضَ کما
بعثَ عیسی بن مریم الحواریین قیل لہ
فَاَینَ انتَ عن ابی بکر وعمر قال انہ لا غنٰی
لی عنہما انّہما من الدّین کالسمع والبصر
رواہ الحاکم۔ از انجملہ آنست کہ حضرت صدیقؓ
در مصالح مسلمین شبانگاہ با آنحضرتؐ مشاورت
می کردند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برحسب
مشورہ ایشاں عمل میفرمود قال ابن عباس
فی قولہ تعالیٰ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ یعنی ابابکر
وعمر وعن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یَسْمُرُ عند ابی بکر اللیلۃ
فی الامر من امور المسلمین (یتکلم) وانا معہ رواہ
احمد وعن عبدالرحمٰن بن غَنْم انّ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وعمر لو اجتمعتما
فی مشورۃٍ ما خالفتکما اخرجہ احمد۔
وازاں جملہ آنست کہ چوں ازواج طاہرات
غیرت کردند وسورۃ تحریم نازل شد حضرت
صدیقؓ و فاروقؓ مشار الیہ بکلمہ وصالح
المومنین گشتند عن ابی اُمامۃ قال فی قولہ
تعالیٰ فَاِنَّ اللہَ هُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ

اور اس ارشاد نے ان کی فضیلت کو دو چند کر دیا۔ مروی ہے حذیفہؓ ابن الیمان رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ میں نے عزم کر لیا ہے کہ چاروں طرف ایسے لوگوں کو بھیجوں جو لوگوں کو امور شرعیہ اور فرائض کی تعلیم دیں جیسا کہ عیسٰی بن مریمؑ نے حواریین کو بھیجا تھا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ کیا بات ہے آپ ابو بکرؓ و عمرؓ سے ایسے کام نہیں لیتے۔ فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں سے میں مُستغنی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں دین کے حق میں ایسے ہیں جیسے سمع اور بصر (انسان کے لئے) اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیقؓ مسلمانوں کی مصلحتوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاورت کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے مشوروں کے مطابق عمل فرمایا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ نے ذکر کیا حق تعالیٰ کے قول وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ کے بارے میں (کہ ان سے کاموں میں مشورہ کیا کرو) "یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ سے" اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو گفتگو فرمایا کرتے تھے ابو بکرؓ کے نزدیک (لیٹ کر) امورِ مسلمین میں سے کسی امر کے متعلق اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور عبدالرحمٰن بن غنم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ و عمرؓ سے فرمایا جب تم دونوں کسی مشورے میں متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارے خلاف نہیں کرتا، اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ: جب ازواج طاہراتؓ نے غیرت کی اور سورۃ تحریم نازل ہوئی تو حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کلمہ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے مشار الیہ بنے۔ مروی ہے ابو امامہؓ سے انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فَاِنَّ اللہَ هُوَ مَوْلٰهُ الخ (۶۶:۴) اور اگر (اسی طرح)

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ابوبکر وعمر اخرجہ
الحاکم وشاھدہٗ حدیث نعمان بن بشیر
استأذن ابوبکر علی النبیؐ صلی اللہ
علیہ وسلم وسمع صوت عائشۃ عالیا
فلما دخل تناولھا لیلطمھا وقال لا اراکِ
ترفعین صوتکِ علی رسول اللہ صلی اللہ (تاکہ طمانچہ زند)
علیہ وسلم اخرجہ ابوداؤد از انجملہ آنست
کہ حضرت صدیق رض غایت سعی در کتمان اسرار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می فرمود در قصہ
عرض حفصہ رض بر عثمان رض و حضرت صدیق اکبر رض
مذکور است قال ابوبکر لم یمنعنی ان ارجع
الیک الا انی کنت علمت ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ذکرھا ولم اکن لافشی
سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رواہ البخاری واز انجملہ آنست کہ حضرت صدیق
در ہر خیر سبقت میکرد در قصہ بشارت
عبداللہ بن مسعود رض حضرت فاروق رض گفتہ
است ان فعلت انک لسابقٌ بالخیر
و فی قصص کثیر نحوٌ من ذلک
تا آنکہ سبّاق الی الخیر لقب او شد درمیان
صحابہ رض واز انجملہ آنست کہ چوں روز جمعہ
کاروان شام در رسید مردمان از مسجد
متفرق شدہ درپے کاروان رفتند
حضرت صدیق رض از ثابتان آں جمع
بود عن جابر قال بینما النبیؐ صلی اللہ

پیغمبر ص کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں) تو (یاد رکھو کہ)
پیغمبر ص کا رفیق اللہ ہے اور جبریل ع ہے اور نیک مسلمان ہیں الخ. یعنی
ابوبکر رض و عمر رض. اس کو روایت کیا حاکم نے اور اس کی شاہد نعمان بن بشیر
کی حدیث ہے کہ ابوبکر رض نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی
اجازت چاہی اور انھوں نے عائشہ رض کی آواز کو سن لیا جو اونچی ہو رہی
تھی، جب گھر میں داخل ہوتے تو اُن کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اُن کے
طمانچہ ماریں اور فرمایا کہ میں آئندہ نہ دیکھوں کہ تو اپنی آواز کو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی کرے. اس کو
روایت کیا ابوداؤد نے. اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت
صدیق رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسرار کے چھپانے میں انتہائی
کوشش فرماتے تھے. حضرت حفصہ رض کے لئے (حضرت عمر رض) کا حضرت
عثمان رض کو اور پھر صدیق اکبر رض کو پیغام دینے کے قصہ میں مذکور ہے
کہ ابوبکر رض نے (حضرت عمر رض سے جواب نہ دینے کی معذرت کرتے ہوئے)
کہا کہ مجھے کسی بات نے آپ کی طرف رجوع ہونے (یعنی آپ کی بات
کا جواب دینے) سے نہیں روکا بجز اس کے کہ میں جانتا تھا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رض کا ذکر کیا اور میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنے والا نہ تھا. اس کو بخاری
نے روایت کیا. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض ہر
خیر میں سبقت کرتے تھے. عبداللہ بن مسعود رض کی بشارت کے قصہ
میں حضرت فاروق رض نے فرمایا اگر تو نے یہ کیا تو بیشک، تو ہی (ہم سب سے
زیادہ) خیر پر سبقت کرنے والا ہے اور بہت سے قصوں میں اس قسم
کی مثالیں ملتی ہیں. یہاں تک کہ صحابہ رض کے درمیان اُن کا لقب
سبّاق الی الخیر (نیک کام کی طرف بڑھنے والا) مشہور ہو گیا.
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب جمعہ کے روز شام سے (تجارتی)
قافلہ آپہنچا تو لوگ مسجد سے نکل کر قافلہ کے پیچھے چلے گئے

علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ قائما اذا
قدمت عیر المدینۃ فابتدرھا اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لم یبق منھم
الا اثنا عشر رجلا فیھم ابوبکر و عمر اخرجہ
الترمذی و ازاں جملہ آنست کہ چوں غزوۃ
فتح مہیا شد حضرت صدیق رض را دراں واقعہ
فضائل نمایاں حاصل گردید بچند وجہ یکے آنکہ
پیش از واقعہ ابوسفیان پیش صدیق اکبر رض آمد
طلب اعادہ صلح نمود و ایں نبود مگر از جہت وجاہت
عظمیٰ کہ حضرت صدیق رض را درمیان مسلمین حاصل
بود وازوے حساب می گرفتند قال
محمد بن اسحٰق ثم خرج ابوسفیان
حتی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکلمہ فلم یرد علیہ شیئا ثم ذھب الی
ابی بکر رضی اللہ عنہ فکلمہ ان یکلم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما انا
بفاعل ثم اتی عمر بن الخطاب رضی اللہ
عنہ فکلمہ فقال انا اشفع لکم عند رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فواللہ لو لم اجد
الا الذر لجاھدتکم بہ دیگر آنکہ
چوں بمکہ داخل شدند آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بجانب
حضرت صدیق رض متوجہ شدہ فرمودند
کیف قال حسان عن ابن عمر
رضی اللہ عنہما قال لما دخل

حضرت صدیق رض ان لوگوں میں سے تھے جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔
مروی ہے جابر رض سے کہا اس دوران میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے
دن کھڑے ہوئے خطبہ فرما رہے تھے کہ مدینہ کا قافلہ آ پہنچا تو اصحاب رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر اس کی طرف جھپٹ گئے یہاں تک کہ کوئی
اُن میں سے باقی نہ رہا بجز بارہ آدمیوں کے جن میں ابوبکر رض اور عمر رض
بھی تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ جب غزوہ فتح مکہ کی تیاری ہوئی تو حضرت صدیق رض کو اس
واقعہ میں نمایاں فضیلت حاصل ہوئی چند وجوہ سے ایک یہ کہ واقعہ
فتح سے پہلے ابوسفیان صدیق اکبر رض کے پاس آیا اور آپ سے (سابقہ)
صلح کے اعادہ کرنے کی درخواست کی اور آپ سے ایسا کہنا صرف
اسی بنا پر تھا کہ حضرت صدیق رض کو مسلمانوں میں بڑی وجاہت
حاصل تھی اور آپ کی شخصیت کا اثر قبول کرتے تھے۔ محمد بن اسحٰق
نے بیان کیا کہ پھر نکلا ابوسفیان یہاں تک کہ (مدینہ پہنچکر) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے گفتگو کی مگر آپ نے اسکی
کسی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اُن سے
یہ گفتگو کی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (اس بارے میں)
کلام کریں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔
پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اُن سے کلام کیا تو
انھوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تمہاری سفارش میں کروں؛ خدا کی قسم اگر میں (اپنے اندر) طاقت نہ
پاؤں مگر ایک چیونٹی کے برابر تو میں تم سے اس سے بھی جہاد کروں گا۔
دوسری یہ کہ جب مکہ میں داخل ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت صدیق رض کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حسان رض نے کس طرح
کہا تھا؛ مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فتح کے سال میں (مکہ میں) داخل ہوتے تو آپ نے

رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عام الفتح رای النساء یَلطِمن وجوہ الخیلِ بِالخمرُ فتبسّم الی ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال یا ابا بکر کیف قال حسّان بن ثابِتٍ فَاَنشَدَہٗ ابو بکر رضی اللہ عنہ ؎

عَدِمتُ بُنَیَّتِیْ اِنْ لَمْ تَرَوْھَا ۞ تُثِیرُ النقعَ من کَنَفَیْ کَدَاء[۲] ۞ یُنَازِعْنَ الْاَسِنَّۃَ مُسْرِعَاتٍ ۞ یُلَطِّمُھُنَّ بِالْخُمُرِ النساءُ ۞ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادخلوا من حیث قال حسّان اخرجہ الحاکم۔

و دیگر آنکہ پدر صدیقِ اکبرؓ آں روز بشرفِ اسلام تشریف یافت و فضیلت آنکہ چہار پشت آنحضرت ؐ را دیدہ باشد و مسلمان شدہ غیر صدیقؓ را میسر نہ شد قال محمد بن اسحٰق فلما دخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکّۃَ دخلَ المسجد فاتے ابو بکر رضی اللہ عنہ بابیہ یقودُہٗ فلمّا راٰہ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قال ھلاّ ترکتَ الشیخَ فی بیتہ حتے اکونَ انا اٰتِیَہٗ فیہ قال ابو بکر رضی اللہ عنہ یا رسولَ اللہ ھو اَحَقّ بِمَشیِہٖ الیکَ من ان تمشےَ انتَ الیہ فاَجلسَہٗ بین یدیہ ثم مسحَ صدرَہٗ ثم قال اَسلِمْ فاَسلمَ الحدیث وقال علی بن ابی طالب ھٰذہٖ الاٰیۃ فی ابی بکر یعنے قولہ تعالیٰ حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ

عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنیاں گھوڑوں کے مُنہ پر مار رہی ہیں۔ (یعنی مالش کر رہی تھیں) تو آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے اور فرمایا کہ اے ابو بکرؓ کیسے کہا تھا حسان بن ثابت نے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اُن کے یہ اشعار سُنائے ؎

عَدِمتُ بُنَیَّتِیْ اِنْ لَمْ تَرَوْھَا ۞ الخ۔ میں اپنی پیاری بیٹی سے محروم ہو جاؤں اگر تم اُن کو (یعنی گھوڑوں کو) اس حالت میں نہ دیکھ لو کہ وہ کداؔ کی دونوں جانب سے غبار اُٹھارہے ہوں گے۔ جھگڑتی ہوئی ہوں گی عورتیں جلدی کرتی ہوئی چھینے والی لونڈیوں سے۔ اُن گھوڑوں کے مُنہ پر اپنی اوڑھنیاں مارتی ہوں گی"۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جدھر سے حسانؓ نے کہا اُدھر سے ہی داخل ہو جاؤ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور تیسرؔی یہ کہ صدیق اکبرؓ کے والد اُس روز اسلام سے مشرّف ہوتے اور یہ فضیلت کہ چار پُشت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور سب مسلمان بھی ہوں حضرت صدیقؓ کے سوا کسی کو میسّر نہیں ہوئی۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکّہ میں داخل ہوئے تو مسجد میں پہنچے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے باپ کو رہنمائی کرتے ہوئے لائے جب اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ تم نے ان شیخ کو گھر میں ہی کیوں نہ چھوڑا۔ میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ؐ! بہ نسبت اس کے کہ آپؐ چل کر ان کے پاس پہنچیں ان کے لئے چل کر آپؐ کے پاس آنا زیادہ بہتر تھا۔ تو آپؐ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر اُن کے سینہ پر ہاتھ پھیرا پھر فرمایا اسلام لاؤ تو وہ اسلام لے آتے، آخر حدیث تک۔

ع۵ کَدا کاف کے زبر کے ساتھ ایک بلند چوٹی کا نام ہے جو مقابر معلّٰے سے متصل ہے اور کُدا ضمہ وکسر کے ساتھ باب عمرہ کی جانب ایک پست چوٹی کا نام ہے۔ کدا کے نیچے سے شہر میں داخل ہونے کا ایک راستہ تھا۔ اشعار کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہ وقت آکر رہے گا کہ لشکر اہلِ اسلام اس طرح مکّہ فتح کرے گا کہ اسکے سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے کدا کے دونوں جانب سے داخل ہورہے ہوں گے اور آزاد عورتیں تمہارے گھوڑے کے چہروں کو اپنی اوڑھنیوں سے صاف کرتی ہوں گی یا ان کی مالش کرتی ہوئی ہوں گی ۱۲

بلغ اربعين سنة اسلم ابواه جميعا
فلم يجتمع لاحد من الصحابة المهاجرين
ابواه غيره اوصاه الله بهما ولزم ذلك
من بعده اخرجه الواحدي وعن موسى
ابن عقبة لم يدرك اربعة من النسل النبي صلى
الله عليه وسلم الا هؤلاء ابو قحافة و
ابوبكر وابنه عبد الرحمن وابو عتيق
ابن عبد الرحمن بن ابي بكر اخرجه الواحدي

وازا بجملہ آنست کہ در قصہ حنین و
قضیہ ابی قتادہ مشورت او بشرف
تصویب رسید۔ عن ابی قتادة قال
قال رسول الله صلے الله عليه وسلم
من اقام بينة على قتيل قتله
فله سلبه فقمت لالتمس
بينة على قتيلي فلم ار احدا
يشهد لي فجلست ثم بدا لي
فذكرت امره لرسول الله
صلے الله عليه وسلم فقال
رجل من جلسائه سلاح
هذا القتيل الذي يذكره
عندي فارضه مني فقال
ابوبكر كلا لا تعطيه اصيبغ
من قريش وتدع اسدا
من اسد الله يقاتل عن
الله ورسوله قال فقام

اور علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ آیت ابوبکرؓ کے بارے میں ہے۔
یعنی ارشادِ باری تعالےٰ حتیٰ اذا بلغ اشدہٗ الخ (۴۶: ۱۵)

یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کی عمر تک پہنچ گیا۔" الخ ان کے ماں اور باپ دونوں اسلام لائے اور صحابہ مہاجرین میں سے کسی کے ماں اور باپ بجز اُن کے (اسلام پر) مجتمع نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں (والدین) کے ساتھ (بہتر سلوک کی) ان کو وصیت کی اور اُن کے بعد والوں پر بھی اس کو لازم کردیا۔ اس کو واحدی نے روایت کیا۔ اور موسےٰ ابن عقبہؓ سے روایت ہے کہ (ایک نسل کے) چار آدمیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا بجز ان لوگوں کے ابوقحافہؓ اور ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ اور ابو عتیق بن عبدالرحمٰن

ابن ابی بکر، روایت کیا اس کو واحدی نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے واقعہ حنین میں ابو قتادہ کے تصفیہ میں ابوبکرؓ ہی کا مشورہ مشرف بہ صواب ہوا۔ مروی ہے ابو قتادہؓ سے کہا کہ فرمایا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی مقتول کے بارے میں گواہی پیش کرے گا کہ اس نے اس کو قتل کیا تو مقتول کا سامان اُس کو دیا جائے گا۔ تو میں اُٹھا تاکہ اپنے مقتول پر کوئی گواہ تلاش کروں مگر کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو میری گواہی دیتا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا اور قتیل کے واقعہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کردیا کہ اس کے ساتھ بڑا سخت مقابلہ ہوا تھا) تو آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار جس کا یہ ذکر کررہا ہے میرے پاس ہیں تو آپ اسکو رضامند کردیجئے میری جانب سے (کہ وہ میرے حق میں دستبردار ہوجائے) تو ابوبکرؓ نے کہا ہرگز نہیں (یا رسول اللہؐ) آپ اس کو نہ دیجئے۔ قریش میں کی ایک کمزور چڑیا (لیجائے) اور آپ اللہ کے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فادّاہ
الیّ فاشتریت منہ خرافاً (بستانا) فکان اول مالٍ
تأثّلتہ (جمعتہ) اخرجہ البخاری وازانجملہ آنست کہ
در غزوۂ طائف فضائل جلیلہ نصیب حضرت
صدیق رض آمد بجہاتِ متعدّدہ یکے آنکہ پسر
حضرتِ صدیق رض بزخم تیر مجروح شد و
آخر حال بہماں جراحت شہادت یافت فی
الاستیعاب عبداللہ بن ابی بکر شہد
الطائف مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فرُمی بسہم فَدَمِلَ جرحہ فانتقض علیہ
فمات منہ فی خلافۃ ابیہ دیگر آنکہ بازگشتن
از محاصرۂ حصنِ طائف بغیر فتح باشارہ وے
وتعبیر وے بود رضی اللہ عنہ قال محمد بن اسحٰق
وقد بلغنی ان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال لابی بکر الصدیق رضی
اللہ عنہ وھو محاصر ثقیفاً یا ابابکر انی
رأیت انی اُھدِیت الیّ قعبۃ مملوّۃ زبداً
فنقرھا دیک فھراق (ریختہ شد) ما فیھا فقال ابوبکر
ما اظنّ ان تدرک منھم یومک ھذا
ما ترید فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وانا لا اُری ذلک وازانجملہ آنست کہ
چوں غزوۂ تبوک واقع شد حضرت
صدیق رض را دراں مشہد فضائل بسیار
نمایاں گشت۔ یکے آنکہ در انفاق گوئے
سعادت از ہمہ در ربود عن اسلم

شیروں میں سے اس شیر کو چھوڑ دیں (یعنی محروم کر دیں) جو اللہ اور اسکے
رسول ؐ کی طرف سے قتال کرے۔ ابو قتادہ رض نے کہا تو اُٹھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ آپ نے مجھے دلوائے۔ تو میں نے اس سے
ایک باغ خریدا۔ تو یہ پہلا مال تھا کہ جو میں نے جمع کیا۔ اور ان میں
سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ طائف میں حضرت صدیق رض کے حصہ میں
بہت سی شاندار فضیلتیں آئیں متعدّد جہات سے ایک یہ کہ حضرت
صدیق رض کا بیٹا ایک تیر کے لگنے سے مجروح ہوا بالآخر اسی زخم
سے اُس نے شہادت پائی۔ استیعاب میں ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں موجود تھے
ان کے ایک تیر مارا گیا تھا۔ اس زخم میں فساد پیدا ہو گیا اس کے
بعد پھٹ گیا، اُسی سے انتقال کر گئے۔ اپنے باپ کی خلافت کے
زمانہ میں۔ دوسری یہ کہ آپ کا طائف کے قلعہ سے محاصرہ اُٹھا کر
بغیر فتح کئے ہوتے واپس ہو جانا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
کے اشارے اور ان کی تعبیر سے ہوا تھا۔ محمد بن اسحٰق رح نے
کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب آپ ثقیف کا محاصرہ کئے
ہوتے تھے کہ اے ابو بکر! میں نے دیکھا کہ میرے پاس بطور ہدیہ ایک
رکابی بھیجی گئی جو مکھن سے بھری ہوتی تھی۔ ایک مرغ نے اُس
میں چونچ ماری تو جو اس میں تھا وہ بہہ گیا۔ تو ابو بکر رض نے یہ کہا کہ
میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو کچھ آپ ارادہ کر رہے ہیں اس جنگ
میں اُن سے حاصل کر لیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اور میں بھی درحقیقت یہی سمجھ رہا ہوں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ جب غزوۂ تبوک واقع ہوا اُس موقع پر حضرت صدیق رض کے
بہت سے فضائل نمایاں ہوتے۔ ایک یہ کہ مال خرچ کرنے میں
آپ نے سب سے بڑھ چڑھ کر سعادت حاصل کی۔ اسلم سے مروی ہے

قال سمعتُ عمر بن الخطاب يقول امرنا
رسولُ اللّٰه صلے اللّٰه عليه وسلم ان نتصدّق
ووافق ذٰلك عندی مالاً فقلتُ اليوم
اَسبق ابابكر ان سَبقتُه يومًا فقال فجئتُ
بنصفِ مالی فقال رسولُ اللّٰه صلے اللّٰه
عليه وسلم ما اَبقيتَ لاَهلكَ قلتُ مثله و
اتی ابوبكر بكل ما عنده فقال يا ابابكر ما ابقيتَ
لاهلك فقال ابقيتُ لهم اللّٰه ورسوله
قلتُ لا اسبقه الی شیٔ ابدًا اخرجه الترمذی
دیگر آنکہ عرضۂ ایں لشکر بصدیقِ اکبر رض
حوالہ شد و امامتِ لشکر بوے رضی اللّٰہ
عنہ تسلیم یافت۔ دیگر آنکہ در اثناء راہ
آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم با چندکس تعریس
فرمود واز لشکر دور افتاد دراں حالت بر زبانِ
مبارک آنحضرت ص گزشت کہ اگر لشکر فرمانبرداری
صدّیق رض و فاروق رض کنند راہ یاب
شوند اخرجہ مسلم و قصۂ آں طولے دارد۔
وازانجملہ آنست کہ در سالِ نہم آنحضرت
صلے اللّٰہ علیہ وسلم حضرت صدیق رض را
امیر حج فرمود و او اوّل کسے است کہ در
اسلام امیر الحج شد و اینجا غلطیِ عظیم
افتادہ است جمعی می دانند کہ فرستادنِ
حضرت مرتضٰے رضی اللّٰہ عنہ عزلِ ابوبکر
صدیق رض بود تحقیق آنست کہ امیر حج ابوبکر صدیق رض
بود و ابلاغ برآءۃ تحویل علی مرتضٰے رض عن

کہا کہ میں نے سُنا عمر بن الخطاب رض سے فرماتے تھے کہ ہم کو حکم دیا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے کہ ہم صدقہ دیں (یعنی چندہ لے کر آئیں) اور یہ بات میرے لئے (موجودہ احوال کے) موافق پڑی کہ میرے پاس مال موجود تھا۔ مَیں نے سوچا کہ اگر کسی دن میں ابوبکر رض سے (نیک کام میں) سبقت لیجا سکا تو آج سبقت لیجاؤں گا عمر رض نے فرمایا کہ پھر میں جو کچھ میرے پاس تھا اس کا نصف لے آیا۔ تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل کے لئے کتنا باقی چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ اسی کے برابر۔ اور ابوبکر رض لے کر آئے جو کچھ اُن کے پاس تھا سب کا سب۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل کے لئے کیا باقی چھوڑا؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ مَیں نے ان کے لئے اللّٰہ کو اور اُس کے رسول کو باقی چھوڑا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں ان سے کبھی کسی بات میں آگے نہیں بڑھ سکتا، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ دوسری یہ کہ اس لشکر کی تنظیم صدیق اکبر رض کے حوالہ ہوئی اور اس لشکر کی امامت بھی آپ ہی کے سپرد ہوئی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ تیسری یہ کہ اثناءِ راہ میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کے ساتھ آخر شب میں اُتر کر آرام فرمایا اور آپ لشکر سے دُور رہ گئے۔ اُس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر یہ بات آئی کہ اگر لشکر کے لوگ صدیق رض و فاروق رض کی فرمانبرداری کریں تو راہ پالیں گے، اس کو مسلم نے روایت کیا اور یہ قصہ طول رکھتا ہے۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ نویں سال ہجرت میں آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رض کو امیر حج بنایا اور وہ پہلے شخص ہیں جو کہ اسلام میں امیر الحج ہوئے۔ اور یہاں ایک بڑا مغالطہ واقع ہوا ہے۔ ایک جماعت یہ سمجھتی ہے کہ حضرت مرتضٰے رضی اللّٰہ عنہ کو (آپ کے بعد) بھیجنا، ابوبکر صدیق رض کو معزول کرنا تھا۔ تحقیق یہ ہے کہ امیر حج ابوبکر صدیق رض تھے اور سورۃ براءۃ کو پہنچانا

محمد بن علی انہ لما انزلت براءۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان بعث ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ لیقیم للناس الحج قیل لہ یا رسول اللہ لو بعثت بہا الی ابی بکر فقال یؤدی عنی رجل من اہل بیتی ثم دعا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فقال اخرج بہذہ القصۃ من صدر براءۃ واذن فی الناس یوم النحر اذا اجتمعوا بمنی انہ لا یدخل الجنۃ کافر ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان ومن کان لہ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد فہو لہ الی مدتہ فخرج علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ علی ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ادرک ابابکر رضی اللہ عنہ فلما راٰہ ابوبکر قال امیر او مأمور قال بل مأمور ثم مضیا فاقام ابوبکر رضی اللہ عنہ للناس الحج و العرب اذ ذاک فی تلک الساعۃ علی منازلہم من الحج التی کانوا علیہا فی الجاہلیۃ حتی اذا کان یوم النحر قام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فاذن فی الناس بالذی امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایہا الناس انہ لا یدخل الجنۃ کافر ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت

(تمام سفر کا حج تک) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سپردگی میں تھا۔ مروی ہے محمد بن علی سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ برارت نازل ہوئی اور آپؐ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے تھے تاکہ آپ لوگوں کو حج پر قائم کریں (احکام شریعت کے مطابق) تو آپؐ سے کہا گیا کہ یارسول اللہ! اگر آپؐ اس کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیں تو مناسب ہوگا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو میری جانب سے میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کو پہنچانا چاہیئے۔ پھر آپؐ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اس قصہ کو آغاز سورۃ برارت سے لیکر چلے جاؤ اور یوم النحر میں جب کہ لوگ منیٰ میں جمع ہوں اعلان کردو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہوکر بیت اللہ کا طواف کرے اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد ہو تو وہ اس کا حقدار ہوگا عہد کی مدت تک۔ تو نکلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ (عضباء) پر یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ جب ان کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا کہ امیر بن کر آئے ہو یا ماتحت بن کر۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ماتحت بن کر۔ پھر دونوں روانہ ہوئے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو حج کرانے پر قائم رہے اور عرب جب یہ حکم بھیجا گیا اس ساعت میں اپنی اُن ہی منازلِ حج پر تھے جن پر جاہلیت میں عمل پیرا ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ جب یوم النحر آگیا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور انھوں نے لوگوں میں جس چیز کا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اعلان کیا۔ یعنی کہا کہ اے لوگو! بالیقین جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہوکر بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور جس (قبیلہ) کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی خاص

عُرْيَانٌ ومن كان له عند رسول الله صلى
الله عليه وسلم عهدٌ الى مدةٍ فعهده الى مدته
فلم يحج بعد ذلك العام مشركٌ ولم يطف
بالبيت عريان ثم قدما على رسول الله صلى
الله عليه وسلم وكان هذا من براءة فيمن
كان من اهل الشرك ومن اهل العهد
العام واهل المدة الى الاجل المسمى رواه
ابن اسحٰق وعن ابن عباس انّ رسول
الله صلى الله عليه وسلم بعث ابا بكر رضي
الله عنه وامره ان ينادي بهؤلاء الكلمات
فاتبعه عليًا فبينا ابو بكر ببعض الطريق
اذ سمع رغاء ناقة رسول الله صلى الله
عليه وسلم فخرج ابو بكر فزعًا فظنّ انه رسول
الله صلى الله عليه وسلم فاذا عليٌّ فدفع
اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
قد امّره على الموسم وامر عليًا ان ينادي
بهؤلاء الكلمات فقام علي في ايام التشريق
فنادى انّ الله بريءٌ من المشركين ورسوله
فسيحوا في الارض اربعة اشهر
ولا يحجنّ بعد العام مشرك ولا يطوفنّ
بالبيت عريان ولا يدخل الجنة
الا مؤمن فكان ينادي عليٌّ بها فاذا صحل
قام ابو بكر فنادى اخرجه الحاكم و قطع
این شبه بدان وجه می شود که خطب حج را تفحص
باید نمود که کہ خواند نسائی بعض خطب

مدت تک کے لئے عہد ہے تو اس مدت تک کیلئے اُن کو اجازت ہے
پھر اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ بیت اللہ کا ننگا
ہو کر طواف کرے۔ پھر دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آگئے۔ اور یہ سب سورۃ برآت سے اخذ کیا تھا جو ان لوگوں
کے بارے میں تھا جو اہلِ شرک ہیں اور جو ایسے ہیں کہ اُن سے عام
عہد تھا اور ایسے لوگوں کے بارے میں بھی جن سے ایک مدتِ معینہ
تک کے لئے عہد تھا، اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ اور ابنِ
عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی
اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اعلان
کردیں۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے علیؓ کو بھیجا۔ تو ابوبکرؓ ابھی راستہ ہی
میں تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے
بلبلانے کی آواز سُنی تو ابوبکرؓ گھبرا کر نکلے اور انھوں نے گمان کیا
کہ وہ (آنے والا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں مگر وہ علیؓ نکلے
اور انھوں نے ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خط دیا جس میں
ان کو امیر قرار دیا تھا موسم کے امور (یعنی حج) پر اور علیؓ کو مامور
فرمایا تھا ان کلمات کے ساتھ اعلان کرنے پر۔ تو علیؓ ایامِ تشریق میں
کھڑے ہوتے اور انھوں نے ندا کی کہ اللہ اور اس کا رسولؐ
دونوں دستبردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے
سو تم اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو۔ اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت کا طواف کرے۔
اور جنت میں نہ داخل ہوگا مگر صرف مومن۔ تو علیؓ بلند آواز
سے اعلان کرتے رہے۔ جب اُن کی آواز بیٹھ گئی تو ابوبکرؓ کھڑے
ہوتے اور وہ ندا کرتے رہے، اس کو حاکم نے روایت کیا۔
اور اس شبہ کا دفعیہ اس صورت سے بھی ہوجاتا ہے کہ
حج کے خطبوں کی جانچ کی جائے کہ کس نے پڑھے۔ نسائی نے

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ را در موسم حج ذکر کردہ است
از انجملہ آنست کہ در حجۃ الوداع ہمراہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بود و اثقالِ آنحضرت را
برزاملۂ خود بار نمود عن اسماء بنت ابی بکر
قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حجاجًا وانّ زمالۃ رسولِ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وزمالۃ ابی بکر
واحدۃ فنزلنا العرج وکانت زمالتنا (زادنا)
مع غلام ابی بکر قالت فجلس رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلست عائشۃ
الی جنبہ وجلس ابوبکر الی جنب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من الشق الآخر وجلست الی جنب
ابی ننتظر غلامہ وزمالتہ متی یاتینا
فاطلع الغلام یمشی الحدیث اخرجہ
الحاکم وغیرہ وازانجملہ آنست کہ چوں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریض شدند دربارۂ
صدیقِ اکبر رضی عنایتہائیکہ زیادہ براں متصور نباشد
بعمل آوردند و بامامتِ نماز تشریف دادند
تا آنکہ حاضران بہ یقین فہمیدند کہ وے خلیفۂ
آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو عمر فی الاستیعاب
واستخلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی
امتہ بعدہ بما اظہرہ من الدلائلِ البینۃ
علی محبتہ فی ذلک وبالتعریض الذی

حضرت صدیق رضی کے بعض ایسے خطبوں کا ذکر کیا ہے جو آپ نے
حج کے موسم میں دیتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حجۃ الوداع
میں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامان کو آپ نے اپنے بار بردار پر لدوایا۔
مروی ہے اسماء بنتِ ابی بکر رضی سے۔ بیان کیا کہ ہم سب حج کرنے کے
لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کا بار بردار اور ابوبکر رضی کا بار بردار ایک ہی تھا، ہم نے
عرج میں (جو مکہ کے راستہ میں ایک پہاڑ ہے) پڑاؤ کیا اور ہمارا
زادِ راہ ابوبکر رضی کے غلام کے ساتھ تھا۔ اسماء رضی نے کہا پھر بیٹھے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی آپؐ کے برابر بیٹھیں
اور ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسری کروٹ
کیجانب بیٹھے اور میں اپنے باپ کے برابر بیٹھی۔ ہم انتظار کرتے رہے
ابوبکر رضی کے غلام اور زادِ راہ کے آنے کا کہ وہ کب ہمارے پاس
پہنچتا ہے تو غلام پیدل آتا ہوا دکھائی دیا۔ آخر حدیث تک اس کو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو صدیقِ اکبر رضی کے بارے
میں آپؐ نے اتنی عنایات فرمائیں کہ اُن سے زیادہ کا تصوّر
بھی نہیں ہوتا اور امامتِ نماز سے مشرّف فرمایا یہاں تک
کہ حاضرین یقین کے ساتھ سمجھ گئے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے۔
ابوعمر نے استیعاب میں کہا اور اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اپنی اُمت پر اپنے بعد خلیفہ بنایا اُن دلائلِ صریحہ
کے ساتھ جو آپؐ نے اس بارے میں ان سے اپنی محبّت کے اظہار
کے ساتھ قائم فرمائیں اور ایسی تعریض کے ساتھ بھی
جو تصریح کے قائم مقام ہو جاتے اور بہت بڑی فضیلت

یقوم مقام النصر تحکر و مآثرۂ عظیمہ کہ حضرت صدیق رض را بعد وفات ظاہر شد دفن اوست ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ قرین ساختن ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم با ذکر خدائے عزّ و جلّ مآثرہ عظیمہ است ذکر ذلک ابن عباس فی تفسیر قولہ تعالٰے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دفن با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مآثرہ الیست کہ صدیق رض و فاروق رض بآن از میانِ اصحاب ممتاز گشتند این است شرح اعانت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت را صلے اللہ علیہ وسلم در تحملِ اعباء نبوّت درینجا دو نکتہ باید فہمید یکے آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد بعثت قریب بدو قرن در دنیا بودہ اند سیزدہ سال در مکہ و دہ سال در مدینہ سیزدہ سال کہ در مکہ بودند با کفّار خصومت میفرمودند و اعلانِ اسلام و تحمّل ایذاء کفّار می نمودند و دہ سال کہ در مدینہ اقامت فرمود تعلیم علم و اعلاء کلمہ اسلام بصلح تارۃً و بحرب اُخری مینمود چنانکہ ہر کہ با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحبت داشتہ و بسعادتِ مجالست و مخاطبہ او فائز گشتہ افضل است از کسی کہ صحبت نداشتہ است ہمان دستور کسے کہ در قرنِ اوّل اعانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردہ است و آں واقعات را دیدہ و دراں واقعات ہمراہ آنحضرت بودہ و اثر پذیر آں برکات گشتہ افضل است از ہر کہ آں اعانتہا از وے صادر نہ گردید و آں صحبتہا ندید لہٰذا در قرآن و سنّت

حضرت صدیق رض کی جو بعد وفات ظاہر ہوتی وہ اُن کا دفن ہونا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ملا ہوا رکھنا خدائے عزّ وجلّ کے ذکر کے ساتھ عظیم الشان بزرگی ہے (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے) اس کا ذکر کیا ابنِ عباس رض نے قول باری تعالٰے ورفعنا لك ذكرك کی تفسیر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دفن ہونا اس قدر باعظمت بزرگی ہے جس سے کہ صدیق رض و فاروق رض تمام اصحاب رض میں ممتاز ہیں۔ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اُس اعانت کی شرح ہے جو تحملِ بارِ نبوّت کے سلسلہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے رہے ہیں۔ یہاں دو نکتے سمجھنے چاہئیں۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد دو قرن کے قریب دنیا میں رہے ہیں۔ تیرہ سال مکّہ میں اور دس سال مدینہ میں۔ مکّہ میں جو تیرہ سال گزرے اُن میں کفّار سے آپ جھگڑتے رہے اور اسلام کا اعلان اور کفّار کی ایذاؤں کا آپ تحمّل کرتے رہے۔ اور دس سال تک جو آپ نے مدینہ میں اقامت فرمائی تعلیمِ علم میں گزرے اور ان میں سے آپ کلمۂ اسلام کا اعلاء کبھی صلح کے ساتھ اور کبھی جنگ کے ساتھ کرتے رہے جس طرح وہ شخص کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت رکھی اور آپ کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی سے مشرف ہوا افضل ہے اُس شخص سے جس کو آپ کی صحبت میسّر نہیں ہوتی۔ اسی طرح جس شخص نے کہ قرنِ اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی ہے اور اُن واقعات کو دیکھا اور اُن واقعات میں آپ کے ساتھ رہا اور اُن برکات سے اثر قبول کرتا رہا وہ افضل ہے ہر اُس شخص سے جس سے کہ وہ اعانتیں صادر نہ ہوئی ہوں اور اس نے وہ صحبتیں نہ دیکھی ہوں۔ اسی وجہ سے قرآن اور حدیث میں ہر جگہ مہاجرینِ اوّلین کی شان میں تعظیم و تکریم وارد

هر جا تنویہ بشانِ مہاجرینِ اوّلین وارد شدہ است
قال اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ
قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً
مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا
الآیۃ ولہٰذا مہاجرین اوّلین مستحق خلافت شدند
دُون غیرہم و صدیق اکبرؓ دریں امر منفرد است
و فضیلتِ او برہمہ ثابت ابو درداءؓ در قصۂ مغاضبہ
حضرت صدیقؓ و فاروقؓ روایت می کند قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل انتم تارکون
لی صاحبی انی قلت یا ایہا الناس انی رسول
اللہ الیکم جمیعاً فقلتم کذبت وقال ابو بکر
صدقت اخرج البخاری نکتۂ دیگر آنکہ شاہد عدل
ایں اعانت ہا و خدمت ہا کلام شریف آنحضرت
است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در آخر ہا فرمودہ
بروایتِ مستفیضہ از طریق ابو ہریرۃؓ و ابو
سعیدؓ و ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و جندبؓ
وغیر ایشاں ثابت شدہ ما لاحدٍ عندنا یدٌ الا
قد کافیناہ ما خلا ابابکر فان لہ عندنا یدًا
یکافیہ اللہ بہ یوم القیٰمۃ وما نفعنی مال احدٍ
قط ما نفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا
من الناس لاتخذت ابابکر خلیلا
الا ان صاحبکم خلیل اللہ و فی لفظ اٰخر
ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ
ابابکر و جندب گفتہ است من ایں خطبہ را
پیش از وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئی ہے لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے
فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ لوگ مرتبہ
میں برابر نہیں ہیں وہ اُن لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنھوں نے
(فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ آخر تک۔ اور یہی وجہ ہے
کہ مہاجرینِ اوّلین خلافت کے مستحق ہوتے اُن کے علاوہ دوسرے
لوگ نہیں۔ اور صدّیقِ اکبرؓ اس امر میں منفرد ہیں اور اُن کی فضیلت
سب پر ثابت ہے۔ ابو درداءؓ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے مابین
رنجش پیدا ہوجانے کے قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میری وجہ سے میرے ساتھی (کی
ایذا رسانی) کو چھوڑ دوگے؟ اے لوگو! میں نے کہا کہ میں تم سب کی
طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں تو تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور
ابو بکرؓ نے کہا کہ تم سچے ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ **دوسرا
نکتہ** یہ ہے کہ ان اعانتوں اور خدمتوں کا شاہد عدل آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک ہے جو آپؐ نے آخر زمانہ میں فرمایا اور
بروایتِ مستفیضہ ابو ہریرہ و ابو سعید (خدری) و ابن عباس و
ابن مسعود و جندب وغیرہم رضی اللہ عنہم کی سندوں سے ثابت
ہے کہ ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہوا جس کا بدلہ ہم نے نہ دیدیا ہو
بجز ابو بکرؓ کے کہ اُن کا ہم پر بہت احسان ہے اللہ تعالیٰ اس کا
بدلہ اُن کو قیامت کے دن دے گا اور کسی کے مال نے مجھے اس قدر
نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابو بکرؓ کے مال نے پہنچایا اور اگر میں
لوگوں میں سے کسی کو خلیل (دوست جانی) بناتا تو ابو بکرؓ کو خلیل
بناتا۔ یاد رکھو کہ تمہارا ساتھی (یعنی خود رسولؐ) اللہ کا خلیل ہے۔
اور دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے
والا ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے میں ابو بکرؓ ہے۔ اور جندبؓ نے
کہا ہے کہ میں نے اس خطبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

به پنج شب شنیده ام و ابوسعیدؓ گفته است که
این کلام بعد انذار آنحضرت بود بوفات خود (خبر دادن)
ان الله خیّر عبداً بین الدّنیا و بین ما عنده فاختار ذلک العبد ما عند الله و این کلمات
مبارکات اجمال آن واقعات است و تصحیح آن
واقعات است و تصحیح آن قصص مفصّله و تصریح
بقبول آن همه اعمال پیش خدا تعالیٰ اینجا لطیفه باید
شناخت که مدارِ مدح تنها نه وجود این اعمال است
بلکه فی الحقیقت مدح دائر است بر آنکه حضرت
صدیقؓ باین اعمال باقصے مقاصدِ خود
فائز گشت و آنچه میخواست یافت ذلک
فضل الله یؤتیه من یشاء۔ امّا صحبتِ دائمه
حضرتِ صدیقؓ با آنحضرت صلے الله علیه
وسلم و مصافاتِ او و درخلوت و جلوت
حاضر ماندن و در هر منشط و مکره (خوشی، ناخوشی) شریک آنحضرت
صلے الله علیه وسلم بودن و اعتناء و توقیر
آنحضرت صلی الله علیه وسلم نسبت بحضرت
صدیقؓ پس زیاده از انست که درین اوراق
بگنجد لیکن نکتهٔ ما لا یدرک کلّه
لا یترک کلّه منظورِ نظر است حضرت
علی مرتضےؓ در وقتِ دفنِ حضرت فاروقؓ گفته
است و ایم الله ان کنت لاظنّ
ان یجعلک الله مع صاحبیک و ذاک
انی کنت کثیراً اسمع رسول الله صلے
الله علیه وسلم یقول جئت انا و ابوبکر

سے پانچ رات پہلے سُنا ہے۔ اور ابو سعید (خدری) نے یہ کہا
ہے کہ یہ کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی وفات
کی خبر دینے کے بعد کا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا
درمیان دنیا کے اور درمیان اُس (عالم آخرت یا
نعمتوں) کے جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اس چیز
کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے۔ اور یہ کلماتِ مبارکہ
(یعنی إنّ امنّ النّاس الخ) ان واقعات کا اجمال اور ان
مفصّل قصوں کی تصدیق اور ان تمام اعمال کی حق تعالےٰ
کے حضور میں مقبول ہونے کی تصریح ہے۔ یہاں ایک باریک
نکتہ ہے جس کو پہچاننا چاہیئے کہ مدح کا مدار صرف ان اعمال کا
وجود نہیں ہے بلکہ درحقیقت مدح کا مدار اس بات پر ہے کہ
حضرت صدیقؓ ان اعمال سے اپنے بلند ترین مقاصد پر کامیاب
ہوگئے اور جو چاہتے تھے مل گیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو
وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

رہی حضرت صدیقؓ کی صحبتِ دائمی اور آپ کا اخلاص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور تنہائی ہو یا مجمع ہر حال میں
حاضر رہنا اور ہر خوشی اور ناخوشی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ شریک رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقؓ
کی دلداری اور ان کی توقیر کا خیال رکھنا تو ایسے واقعات ان
اوراق کی گنجائش سے زیادہ ہیں لیکن نکتۂ مشہور مالا یدرک
کلّہ، لا یترک کلّہ (جس چیز کا کُل ادراک نہ کیا جا سکے اُس کا
کُل چھوڑ دینا بھی نہ چاہیئے) منظورِ نظر ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرّم
اللہ وجہہ نے حضرت فاروقؓ کے دفن کے موقع پر فرمایا تھا،
وایم اللہ الخ یعنی اور خدا کی قسم میں تو یہی گمان کر رہا تھا کہ اللہ
تعالےٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور یہ

وعمر، دخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر فان کنت لارجو و لاظن ان یجعلک الله معهما اخرجه البخاری ومسلم وابوہریرۃ در قصہ تکلم ذئب وتکلم بقرہ از آنحضرت صلعم روایت کردہ انی اومن به انا وابوبکر وعمر وماهما ثمّ اخرجه الشیخان وانس رض گفتہ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یخرج علی اصحابه من المهاجرین والانصار وهم جلوس وفیهم ابوبکر وعمر فلا یرفع الیه احد منهم بصره الا ابوبکر وعمر فانهما کانا ینظران الیه وینظر الیهما ویتبسمان الیه ویتبسم الیهما وابن عمر رض گفتہ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدهما عن یمینه والآخر عن شماله وهو آخذ بایدیهما وقال هکذا نبعث یوم القیمة اخرجه الترمذی وقیل لعایشة رض ای اصحاب رسول الله کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت ابوبکر وعمر و عمرو بن العاص رض مثل آں روایت کردہ و سعید بن المسیب رض گفتہ کان ابوبکر الصدیق من النبی صلی الله علیه وسلم مکان الوزیر فکان یشاوره فی جمیع اموره وکان ثانیه فی الاسلام وکان

اس لئے کہ میں بکثرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنتا رہا ہوں کہ آپ فرماتے ہیں جئت انا وابوبکر وعمر الخ یعنی میں آیا اور ابوبکر رضی و عمر رضی اور میں داخل ہوا اور ابوبکر رضی و عمر رضی اور میں نکلا اور ابوبکر رضی و عمر رضی۔ تو میں اسی کی پوری امید رکھتا تھا اور قوی گمان کرتا تھا کہ (اب بھی) اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا، اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور آبوہریرہ رضی نے بھیڑیے کے کلام کرنے اور گائے کے بات کرنے کے قصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ میں اس پر ایمان (یقین) رکھتا ہوں میں بھی اور ابوبکر رضی و عمر رضی بھی۔ اور وہ دونوں وہاں موجود بھی نہ تھے۔ شیخین رح نے اس روایت کو لیا۔ اور انس رضی کا قول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی مہاجرین اور انصار کے پاس تشریف لے جاتے جب کہ وہ بیٹھے ہوتے اور ان میں ابوبکر رضی و عمر رضی موجود ہوتے تھے تو کوئی ان میں سے آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھتا تھا سوائے ابوبکر رضی و عمر رضی کے۔ بس وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھتے تھے۔ اور یہ دونوں آپکو دیکھتے ہوئے مسکرایا کرتے تھے اور آپ انکو دیکھ کر مسکراتے تھے اور ابن عمر رضی نے ذکر کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح نکل کر مسجد میں داخل ہوئے کہ ابوبکر رضی و عمر رضی دونوں میں سے ایک آپ کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف اور آپ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھیں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور حضرت عائشہ رضی سے پوچھا گیا کہ اصحاب رسول اللہ میں سے کون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے تو انھوں نے کہا کہ ابوبکر رضی و عمر رضی۔ اور عمرو بن العاص رضی نے بھی اسکے مانند روایت کی ہے۔ اور سعید بن المسیب رضی کا قول ہے کہ ابوبکر رضی کا تعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وزیر کے مرتبہ کا تھا کہ آپ اپنے تمام امور

ثانیہ فی الغار وکان ثانیہ فی العریش
۲ سایہ دار چیز دیگر سقف
یوم بدر وکان ثانیہ فی القبر ولم یک رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقدم علیہ احدا
اخرجہ الحاکم و محمد بن سیرین گفتہ لو حلفت حلفت
۳ سوگند از ۳ مجزوم
صادقا بارّا غیر شاک ولا مستثن ان
اللہ تعالیٰ ما خلق محمدا صلے اللہ علیہ وسلم
ولا ابا بکر ولا عمر الا من طینۃ واحدۃ
ثم ردھم الی تلک الطینۃ، سمہودی این سخن
ابن سیرین را بر محملے دیگر فرود آورد یعنی مدفن
ہماں جامی باشد کہ ازانجا خاک با نطفہ سرشتہ
باشد و فقیر میگوید کان اللہ تعالیٰ لہ
فی الدنیا والآخرۃ بلکہ محل صحیح این کلمہ آنست
کہ طینت مستعار است برائے اصل و معنے این
این اثر بہماں میماند کہ در حدیث آمدہ الارواح
جنود مجندۃ فما تعارف منہا ایتلف
یعنی قبل از وجود خارجی ارواح ایشاں دریک
محل بود و بعد از انتقال نیز دریک محل قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لبعض اصحابہ
وقد راٰہ یمشی بین یدی ابی بکر
تمشی بین یدی من ھو خیر منک اخرجہ
ابو عمر فی الاستیعاب ولما تلقی النبی
صلے اللہ علیہ وسلم بریدۃ الاسلمی
فی سبعین راکبا من اھل المدینۃ
من بنی سہم قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم من انت قال انا بریدۃ فالتفت

میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ آپؐ کے ثانی (دوسرے)
تھے اسلام میں اور آپؐ کے ثانی تھے غار میں اور آپؐ کے ثانی تھے
یوم بدر والے عریش (منڈوے) میں اور آپؐ کے ثانی ہیں قبر میں۔
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو اُن پر مقدّم نہیں کیا کرتے
تھے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ اگر
میں قسم کھاؤں تو میری قسم سچّی ہوگی بالکل یقینی جس میں شک
کرنے والے کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور نہ استثناء کی ضرورت (یعنی
انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کی) کہ اللہ تعالےٰ نے نہیں پیدا کیا محمّد صلے اللہ
علیہ وسلم کو اور نہ ابوبکرؓ کو اور نہ عمرؓ کو مگر ایک مٹّی سے پھر اُسی مٹّی کی
طرف اُن سب کو لوٹا دیا۔ سمہودی نے ابن سیرینؒ کے اس کلام کو
دوسرے محمل پر اُتارا یعنی مدفن اسی جگہ ہوتا ہے جس جگہ کی خاک نطفہ
کے ساتھ گندھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور فقیر کہتا ہے اللہ تعالےٰ دنیا اور
آخرت میں اُن کا (مُربّی) رہے، بلکہ اس کلمہ کا محمل صحیح یہ ہے کہ
طینت میں (یعنی اس مٹّی میں جس میں دفن کیا گیا) مستعار طور پر اصل
کی (یعنی ارواح کی) صفت پیدا ہوگئی۔ اور اس اثر کے معنے اسی کے
مشابہ ہیں جو کہ حدیث میں آیا ہے کہ (ابتداءِ خلقت میں) ارواح
فوجوں کی ٹکڑیاں تھیں (یعنی جھنڈ کے جھنڈ) تو جو روحیں آپسمیں
اس وقت باہم جان پہچان رکھتی تھیں وہ (دنیا میں آکر) ایک
دوسرے سے میل ملاپ رکھنے لگیں۔ یعنی وجودِ خارجی سے پہلے اُنکی
ارواح ایک محل میں تھیں اور بعد انتقال کے بھی ایک ہی محل میں
رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی رضؓ سے فرمایا
جس کو آپؐ نے ابوبکرؓ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تھا کہ تو اس کے
آگے چل رہا ہے جو تجھ سے بہتر ہے اس کو روایت کیا ابوعمر نے
استیعاب میں۔ اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بُرَیدہ اسلمی ملے
اہلِ مدینہ میں سے بنی سہم کے ستّر سواروں کے ساتھ۔ تو رسول اللہ

الیٰ ابی بکر فقال یا ابا بکر بَرَدَ اَمرُنا و صَلَحَ ثم قال مِمَّن انت قال من اسلم قال لابی بکر سَلِمنَا قال ثم قال لی من بنی من قلتُ من بنی سہم قال خرج سہمک رواہ فی الاستیعاب قال یوم اُحدٍ اوجب طلحۃُ یا ابا بکر

و ازیں جنس از میانِ قوم بمخاطبہ مخصوص ساختن حضرت صدیق رض را و مباسطہ و ملاطفہ فرمودن با او زیادہ از آن است کہ بہ تحریر آید اما تشبّہ قوّتِ عقلیۂ صدیقِ اکبر رض با قوّتِ عقلیۂ انبیاء صلوات اللہ علیہم پس باید دانست کہ چوں فیضِ الٰہی در نفسِ ناطقہ کسے درمے آید اثرِ آں فیض در چندیں ہیاکل ظاہر می شود و از صدیقِ اکبر رض اکثر آں ہیاکل شناختہ شدہ یکے از انجملہ خوابہائے صادق است کہ سبب وصول راہے بسوئے سعادت باشد یا سبب حصولِ نفعِ عام بخلق اللہ و ہمین است شانِ انبیاء ع والا انطباع وقائع آتیہ بغیر اقتران یکے ازیں دو وجہ درباب تشبّہ بانبیاء ع نتواں شمرد بلکہ کاہنان نیز دراں مشارک اند مانند خوابہائے حضرتِ صدیق رض کہ حامل شد اورا بر اسلام و خوابے کہ باعث بر فرستادن چہار امیر بر چہار حصہ شام شد و خواب دیگر کہ حامل بر استخلافِ حضرت فاروق رض گشت و بیانِ آں طولے دارد در روضۃ الاحباب مذکور است کہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں بُریدہ ہوں۔ تو آپ حضرت ابوبکر رض کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر رض بَرَدَ اَمرُنا (ہمارا کام ٹھنڈا یعنی آرام و راحت کا ہوگیا) پھر آپ نے فرمایا کہ تم کن میں سے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اسلم میں سے۔ تو آپ نے ابوبکر رض سے فرمایا سَلِمنَا (ہم سلامتی میں آگئے) بریدہ رض نے بیان کیا کہ پھر مجھ سے فرمایا کہ کس کی اولاد میں سے ہو؟ میں نے کہا بنی سہم کی تو فرمایا خرج سہمک (تیرا تیر نکل آیا) یہ روایت استیعاب میں ہے۔ آپ نے یوم اُحد میں فرمایا اے ابوبکر! طلحہ نے (جنّت کو) واجب کرلیا۔ اور اس قسم کے مخاطبات سے قوم میں سے ابوبکر صدیق رض کو مخصوص کرنے اور آپ کے ساتھ خوش طبعی اور ملاطفت کی مثالیں اس سے زیادہ ہیں کہ وہ تحریر میں آئیں۔ اب لیجئے صدیقِ اکبر رض کی قوّتِ عقلیہ کا مشابہ ہونا انبیاء صلوات اللہ علیہم کی قوّتِ عقلیہ کے ساتھ تو جاننا چاہیئے کہ جب کسی کے نفسِ ناطقہ میں فیضِ الٰہی داخل ہوجاتا ہے تو اس فیض کا اثر کتنی ہی مختلف انواع کے مناظر میں ظاہر ہوتا ہے اور صدیقِ اکبر رض سے اکثر وہ مناظر پہچانے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک ایسے سچے خواب ہیں جو سعادت کی کسی راہ پر پہنچنے کا سبب ہوں۔ یا خلق اللہ کو کوئی عام نفع حاصل ہونے کا سبب ہوں۔ اور انبیاء ع کی یہی شان ہوتی ہے ورنہ آنے والے واقعات کے (نفس میں) منعکس ہوجانے کو ان دو وجہوں میں سے ایک وجہ کے بغیر انبیاء ع کے ساتھ تشبّہ کے باب میں شمار نہیں کرسکتے بلکہ کاہن لوگ بھی اس میں شرکت رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت صدیق رض کے وہ خواب جنھوں نے اُن کو اسلام پر آمادہ کیا اور وہ خواب جو کہ شام کے چار حصوں پر چار امیر (عمرو بن العاص۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان۔ شرجیل بن حسنہ) مقرر کرنے کا باعث ہوا تھا۔ اور دوسرا خواب

نزدیک بایام ہجرت صدیق اکبرؓ بخواب دید کہ ماہ از آسمان بر بطحاء مکہ نازل شد و بشہر مکہ درآمد و صحرا و دشت بہ نور آں منور گشت باز آں ماہ بطرفِ آسمان میل نمود و بمدینہ فرود آمد و بسیارے از ستارگان بموافقتِ او حرکت کردند باز آں ماہ باستارگان بمکہ رجوع نمود و زمین مدینہ ہمچناں روشن بود مگر سہ صد و شصت خانہ و بسببِ ورود آں ماہ اطرافِ حرم باز منور گشت بعد ازاں آں ماہ بہ سمتِ مدینہ رواں شد و بمنزلِ عائشہؓ درآمد پس ازاں زمین بشگافت و ماہ دراں ناپدید گشت و صورتِ حال موافق ہمیں رؤیا بظہور رسید ۲ دیگر تعبیر دادے خوابہاء مردم را و اصابتِ عجیبہ دراں تا آں حد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوابہاء خود را بر صدیق اکبرؓ عرض میفرمود و درخواستِ تعبیر می نمود قال ابن اسحٰق فی قصۃ الطائف بلغنی انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وھو محاصر ثقیفًا یا ابا بکر انّی رأیتُ انّی اُھدِیتُ الیّ قعبۃٌ الحدیث وقد ذکرناہ من قبلُ و فی قصۃ رُؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنمًا سودًا دخلت فیھا غنمٌ کثیرۃٌ بِیضٌ قال یا ابا بکر اعبُرھا فقال ابو بکر یا رسول اللہ ھی العرب تتبعک ثم تتبعُھا العجمُ حتے یغمرھا فقال النبیّ

جس نے آپ کو حضرت فاروقؓ کے خلیفہ بنانے پر آمادہ کیا اور اس کا بیان طویل ہے۔ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ ایامِ ہجرت کے قریب صدیقِ اکبرؓ نے خواب میں دیکھا کہ چاند آسمان سے بطحاء مکہ پر نازل ہوا اور شہر مکہ میں آیا اور جنگل اور میدان اُس کے نور سے منور ہو گئے۔ پھر وہ چاند آسمان کی طرف رجوع ہوا اور مدینہ میں آیا اور بہت سے ستاروں نے اُس کی موافقت میں حرکت کی۔ پھر اُس چاند نے ستاروں کے ساتھ مکہ میں رجوع کیا اور مدینہ کی زمین اُسی طرح روشن رہی بجز تین[۵] سو ساٹھ گھروں کے اور اس چاند کے اُتر آنے کے سبب سے حرم کے اطراف پھر منور ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا اور منزلِ عائشہؓ میں اُتر آیا۔ اس کے بعد زمین پھٹی اور وہ چاند اس میں غائب ہو گیا اور صورتِ حال اسی خواب کے مطابق ظہور میں آگئی۔ دوسری نوع ہے اُن کا لوگوں کے خوابوں کی تعبیر دینا اور عجیب طور پر اُس میں مُصیب ہونا اس حد تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خوابوں کو صدیقِ اکبرؓ سے بیان فرمایا کرتے اور تعبیر پوچھا کرتے تھے۔ ابنِ اسحٰق نے ذکر کیا طائف کے قصہ میں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے فرمایا جب کہ آپ ثقیف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اے ابو بکرؓ! میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک پلیٹ بطور ہدیہ بھیجی گئی، آخر حدیث تک، اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں کالے رنگ کی بکریاں دیکھنے کے قصہ میں جن میں بہت سی سفید رنگ کی بکریاں داخل ہو گئی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! اس کی تعبیر دو۔

۵ یہ منافقین کے گھر تھے جن میں تاریکی رہی ۱۲ مترجم

صلے اللہ علیہ وسلم ھکذا اعبّرھا المَلَکُ سحرا رواہ الحاکم وقال ابن ھشام فی زواید السّیرۃ حدّثنی بعضُ اھل العلم عن ابراھیم بن جعفر المحمودی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رایتُ انی لقمتُ لقمۃً من حَیسٍ فالتذذتُ طعمَھا فاعتَرَضَ فی حلقی منھا شئ حین ابتلعتُھا فادخل علیٌّ یدَہٗ ونزعَہ فقال ابوبکر الصّدیق رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ ھٰذہٖ سَرِیّۃٌ من سَرایاک تبعَثُھا فیاتیک بعضُ ما تُحِبُّ ویکون فی بعضِھا اعتراض فتبعثُ علیًّا فیُسَہِّلہ وعن عائشۃ قالت رأیتُ ثلٰثۃَ اقمارٍ سقطن فی حُجرتی فقصصتُ رؤیای علےٰ ابی بکر الصّدیق قالت فلمّا تُوفی رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ودفن فی بیتھا قال لھا ابوبکر ھٰذا احدُ اقمارِکِ وھو خیرھا اخرجہ مالک فی المؤطا و فی قصّۃ اسلام خالد بن سعید انّہٗ رأی فی المنام انّہ وُقِفَ بہ علیٰ شفیر النّار فذکر من سَعَتِھا ما اللہُ اعلم بہ وکَانَّ اباہ یدفعہ فیھا ورأی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخذا بحقویہ لا یقع فیھا فذکر ذٰلک لابی بکر فقال ابوبکر

تو ابوبکر رضؓ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ (کالی بکریاں) عرب ہیں جو آپؐ کا اتباع کر رہے ہیں۔ پھر اُن کے پیچھے عجم کے لوگ آجائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ ان پر چھا جائیں گے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی یہی تعبیر فرشتہ نے دی تھی صبح کے وقت۔ اور ابنِ ہشامؒ نے "زوائد السّیرۃ" میں کہا ہے کہ مجھ سے روایت کی بعض اہلِ علم نے ابراہیم بن جعفر محمودی سے۔ انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے حَیسؔ کا ایک لقمہ مُنہ میں لیا۔ پھر میں اس کے ذائقہ سے لذّت اندوز ہوا۔ اس کے بعد جب میں نے اس کو نِگلا میرے حلق میں اُس میں سے کوئی چیز اٹک گئی۔ علی رضؓ نے اپنا ہاتھ داخل کر کے اس کو نکالا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ ایک سریّہ ہے آپؐ کے سریّوں میں سے جس کو آپؐ بھیجیں گے تو اس کے نتیجہ میں بعض ایسی چیزیں آپ کے پاس پہنچیں گی جن کو آپؐ پسند کریں گے اور بعض میں کچھ رُکاوٹ پیش آئے گی۔ پھر آپؐ علی رضؓ کو بھیجیں گے تو وہ اس کو سہل کر دیں گے۔ اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو میرے حجرے میں گرے۔ تو میں نے اپنا یہ خواب ابوبکر صدیق رضؓ سے بیان کیا۔ عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے اور وہ اُن کے حُجرے میں دفن ہوئے تو (اُس وقت) اُن سے ابوبکر رضؓ نے کہا تیرے چاندوں میں سے یہ پہلا چاند ہے اور وہ اُن سب سے افضل ہے۔ اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا۔ اور خالد بن سعید رضؓ کے اسلام کے قصّہ میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کو آگ کے کنارے پر کھڑا کیا گیا ہے پھر

عہ یہ ایک کھانا ہے جو کھجور اور گھی اور دہی سے مل کر بنایا جاتا ہے ۱۲

أريد بك خيرًا هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتبعه وانك ستتبعه فى الاسلام الذى يحجزك من أن تقع فيها وابوك دافع فيها فلقى رسولَ الله صلى الله عليه وسلم وحسُن اسلامه اخرجه فى الاستيعاب سوم توافق فراستِ او با فراستِ آنحضرت صلى الله عليه وسلم و قدم بر قدم او رفتن در بيان حكم مسئله عن سعيد ابن المسيّب انّ رجلاً من اسلم جاءَ الى ابى بكر الصدّيق فقال له انّ الآخرَ زنىٰ فقال له ابو بكر هل ذكرتَ (اسم ماعز ۱۲) هذا لاحدٍ غيرِى فقالَ لا فقال له ابو بكر فتُب الى الله واستُر يستُرِ اللهُ فانّ الله يقبل التوبة عن عباده فلم تقرَّ نفسُه حتّىٰ اتىٰ عمر بن الخطاب فقال لهٗ مثل ما قال لابى بكر فقال لهٗ عمر مثلَ ما قال له ابو بكر قال فلم تقرّ نفسه حتّىٰ جآءَ الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتّى اذا اكثر بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اهله فقال أيشتكى (امر یعنی ۱۲) ام به جِنّةٌ (جنون ۱۲) فقالوا يا رسولَ الله

اُس کے پھیلاؤ کا ذکر کیا کہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا حال اللہ ہی جانتا ہے اور گویا اُن کا باپ اُن کو اُس آگ میں دھکیل رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اُن کی دونوں کوکھیں پکڑے ہوتے ہیں کہ یہ اُس میں نہ گریں۔ انھوں نے اس خواب کا ذکر ابو بکرؓ سے کیا۔ تو ابو بکرؓ نے کہا تمہارے لئے خیر کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں بس ان کا اتباع کرو اور تم یقیناً ان کے اتباع کی خواہش کرنے والے ہو اسلام میں جو تم کو اس آگ میں گرنے سے روکے گا جب کہ تمہارا باپ تمہیں اس میں دھکیلنے والا ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اُن کا اسلام بہت اچھا رہا۔ اس کو استیعاب میں بیان کیا گیا ہے۔

تیسری نوع ہے آپ کی فراست کا موافق ہونا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فراست کے ساتھ اور کسی مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں آپ کے قدم بقدم چلنا۔ مروی ہے سعید بن المسیبؓ سے کہ ایک شخص قبیلۂ اسلم کا (جس کا نام ماعز تھا) ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ ایک اَخر (یعنی کمینہ) نے زنا کیا (اس سے اُس نے خود اپنی ذات مُراد لی) تو اس سے ابو بکرؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے میرے سوا کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو اس سے ابو بکرؓ نے کہا تو اللہ سے توبہ کر اور اس کو چُھپا اللہ اس کو چھپالے گا اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے مگر اُس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ عمر بن الخطابؓ کے پاس پہنچا اور اُن سے بھی وہی کہا جو ابو بکرؓ سے کہا تھا تو اس سے عمرؓ نے بھی ویسی ہی بات کہی جیسی اُس سے ابو بکرؓ نے کہی تھی۔ راوی نے کہا پھر بھی اس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا پھر آپؐ سے کہا کہ اَخر (یعنی کمینہ) نے زنا کیا۔ سعیدؓ نے بیان کیا تو اُس سے رسول اللہ صلے اللہ

واللہ انہ لصحیح فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبکر ام ثیب قالوا بل ثیب یا رسول اللہ فرجم اخرجہ مالک وفی قصۃ الحدیبیۃ وقد ذکرناھا۔ چہارم شناختن او مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغرض اورا از کلام مرموز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا آنکہ در صحابہؓ مشہور گشت ہو اعلمنا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ ابو سعید خدریؓ در کلام آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان عبدًا خیرہ اللہ الحدیث۔ بیان کرد عن ابن عباس قال لما اخرج اھل مکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اخرجوا نبیھم لیھلکوا قال فنزلت اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ۝ قال ابوبکر الصدیق فعلمت انھا قتال۔ اخرجہ الحاکم۔

علیہ وسلم نے تین مرتبہ مُنہ پھیرا ہر مرتبہ (جب وہ کہتا تھا) اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مُنہ پھیر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اس نے بہت مرتبہ ایسا کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے گھر والوں کو بُلوا کر دریافت کیا کہ کیا وہ بیمار ہے یا اس کو جنون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! واللہ یہ یقیناً تندرست ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کنوارا ہے یا بیاہا؟ تو اُنھوں نے کہا کہ بیاہا ہے یا رسول اللہؐ۔ پھر اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور قصہ حدیبیہ میں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں (ابو بکرؓ کی فراست آپؐ کی فراست کے مطابق رہی) چوتھی نوع ہے اُن کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقصود کو پہچاننا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رمز و اشارات والے کلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض کو سمجھ لینا، اس حد تک کہ صحابہؓ میں یہ قول زیادہ کہا جانے لگا کہ وہ (یعنی ابو بکرؓ) ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے والے ہیں۔ جیسا کہ ابو سعید خدریؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلام اِنَّ عَبْدًا اخیرہ اللہ الحدیث (کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا الخ) کے بارے میں بیان کیا گیا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اہل مکہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نکالا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ ان لوگوں نے اپنے نبیؐ کو نکالا تاکہ ہلاک ہوں۔ کہا کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ الخ۔ (۲۲: ۳۹) (اب) لڑنے کی اُن لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔" تو ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں جان گیا

پنجم مکاشفۂ او حوادثِ خفیہ را چنانکہ در قصۂ بدر التماس کرد حَسبُكَ مُنَاشَدتُكَ عَلٰی رَبِّكَ (ناشدہ مناشدۃ حلفہ ۱۲) وے رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا را زمینے دادہ بود ہنوز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبض آں نہ کردہ بود کہ وقتِ حیات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بآخر رسید و دراں حال بحضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمود کہ اگر آں زمین را قبض کردی ازآنِ تو شد والّا فانّما ھو مال وارثٍ وانّما ھو اخوالكِ واُختاكِ صدیقہ رضی اللہ عنہا گفت ھٰذہ لا اسماء فمَنِ الاُخرٰی قال اُرٰی ذات بطن بنت خارجۃ اُنثٰی بعد ازاں اُمّ کلثوم متولّد شد اخرجہ مالك فی المؤطا

کہ وہ (ہلاکت جس میں یہ نبی کو نکالنے والے مبتلا ہوں گے) قتال ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ پانچویں نوع آپ کا مکاشفہ ہے حوادثِ خفیہ کے بارے میں جیسا کہ قصہ بدر میں آپ نے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا آپ کا اپنے رب کو قسمیں دینا آپ کے لئے کافی ہوچکا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک زمین دی تھی۔ ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آخری وقت آگیا اور اس حال میں آپ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تو نے اُس زمین پر قبضہ کرلیا ہے تو وہ تیری ہوگئی ورنہ وہ سب وارثوں کا مال ہوگی اور وہ تیرے دونوں بھائی ہیں اور تیری دونوں بہنیں ہیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ یہ (ایک بہن) اسماء ہی تو ہیں دوسری کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ "بنتِ خارجہ" کے بطن میں جو ہے وہ لڑکی ہے۔ اس کے بعد اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اس کو روایت کیا امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں۔

امّا تشبّہ صدیقِ اکبر در قوتِ عملیّہ بانبیاء پس از شواہد آنست حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

اب لیجئے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا تشبہ قوتِ عملیہ میں انبیاء کے ساتھ۔ تو اس کے شواہد میں سے ہے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی، کہا

ع‍ـہ کتب شیعہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدک فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا حالانکہ پیغمبر علیہ السّلام نے ان کو ہبہ کردیا تھا اور ان کے دعوٰی کو نہ مانا گواہ اور شاہد کا مطالبہ کیا جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُمّ ایمن کو لائیں تو ان کی شہادت کو رد کردیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت کافی نہیں۔ اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ اس دعوٰیٔ ہبہ اور ان شہادتوں کا کتبِ اہلسنت میں کہیں سراغ نہیں ملتا۔ یہ اس گروہ کی محض افترا پردازی ہے الخ اس موقع پر اس روایت اور اس کے جواب کی طرف ایک لطیف اشارہ موجود ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ ہبہ کا دعوٰی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا تو موہوب لہٗ کا قبضہ جب تک موہوب شئی پر نہ ہوجاتے اس وقت تک اس کی ملک میں داخل نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ فدک پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قبضہ نہیں تھا اگر ہوتا تو دعوٰی ہی کیوں کرتیں تو باوجود ہبہ کے وہ ان کی ملک میں داخل نہیں ہوا تھا۔ پھر شہادتوں کا طلب کرنا ایک بے معنی فعل ہے۔ شہادت کا مفاد یہی تو ہوسکتا تھا کہ ہبہ ثابت ہوجائے اور جب تک قبضہ نہ ہو ملک موہوب لہٗ میں داخل ہی نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نے اس زمین پر قبضہ نہیں کیا تو اب وہ سب وارثوں کے حصّہ میں آئے گی۔ اس روایت سے حضرت مصنّف رحمہ اللہ نے شیعہ کی اس افترا پردازی کے جواب کی طرف اشارہ کردیا کہ اس کہانی کا یہ جزو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہبہ کا ثبوت طلب کیا اور فلاں و فلاں شہادت میں پیش ہوئے اس بات کو واضح کررہا ہے کہ یہ کہانی فرضی ہے اور کسی ایسے شخص نے اس کو گھڑا ہے جو اصولِ شرعیہ سے جاہل تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح منکم الیوم صائماً قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اطعم الیوم مسکیناً قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضاً قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرءٍ الا دخل الجنۃ اخرجہ الشیخان وایضاً حدیث ابوھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من انفق زوجین فی سبیل اللہ نُودِی من ابواب الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیرٌ فمن کان من اھل الصلوٰۃ دعی من باب الصلوٰۃ ومن کان من اھل الجھاد دعی من باب الجھاد ومن کان من اھل الصیام دُعی من باب الریان ومن کان من اھل الصدقۃ دُعی من باب الصدقۃ فقال ابوبکر بابی انت وامی یارسول اللہ ما علی من دُعی من تلک الابواب من ضرورۃٍ فھل یُدعی احدٌ من تلک الابواب کلھا قال نعم وارجو ان تکون منھم اخرجہ الشیخان والترمذی۔

ویکبار بمقتضاء بشریت در حضور اضیاف حضرت صدیق رض را با اہل خانہ خود ملالے واقع شد وقسم خورد کہ ایں طعام را نہ خورد واہل خانہ و اضیاف ہمہ متوحش شدند وقسم خوردند کہ ما ہم نخواہیم خورد تا وقتیکہ تو نخوری دریں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا آج تم میں کون روزے سے ہے؟ ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں۔ پھر فرمایا کہ آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا تھا؟ ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں گیا تھا، پھر آپؐ نے پوچھا کہ کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں نے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کس نے تم میں سے آج مریض کی عیادت کی؟ تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں نے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ سب باتیں جمع ہو جائیں گی وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، اس کو روایت کیا شیخینؒ نے۔ اور نیز ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو جوڑے خرچ کئے اللہ کی راہ میں اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائیگا کہ اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے (یعنی باب خیر) تو جو اہلِ صلوٰۃ میں سے ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور جو اہلِ جہاد میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔ اور جو اہلِ صیام میں سے ہوگا اس کو باب الریّان سے پکارا جائیگا اور جو اہلِ صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یارسول اللہؐ جو شخص ان ابواب سے پکارا جائے گا اُس کے اوپر ضروری تو نہ ہوگا (کہ وہ اس دروازے میں داخل ہو) تو کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ فرمایا کہ ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اُن ہی میں سے ہوگے۔ اس کو شیخین اور ترمذی نے روایت کیا۔ ایک دن بمقتضائے بشریت مہمانوں کی موجودگی میں حضرت صدیق رضؓ کی اہلِ خانہ کے ساتھ کچھ رنجش واقع ہوگئی اور انھوں نے قسم کھالی کہ وہ یہ کھانا نہ کھائیں گے اور گھر والے اور مہمان سب پریشان ہوگئے اور اُنھوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی نہ کھائیں گے جب تک آپ

ہنگام عنایتِ الٰہی در رسید و داعیہ نقضِ قسم در دلش پدید آمد و بشناخت کہ این داعیہ از کدام منبع جوشیدہ دست در طعام کرد و دو سہ لقمہ تناول نمود و خدائے عزّ وجلّ بزیادت برکت در طعام تنبیہ فرمود بر آنکہ شکستن این قسم مرضی الٰہی بود و ریزشِ این داعیہ از منبع فیض واز عجائب صنع حق است با دوستانِ خود اخرج القصۃ بطولہا البخاری فی الاستیعاب ان ثابت ابن قیس بن شمّاس استشہد فراٰہ بعض الصحابۃ فی النوم فاوصٰی بان تؤخذ درعہ ممن کانت عندہ وتباع، الٰی اٰخر القصۃ وفی اٰخرہا اذا قدمت المدینۃ علٰی خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقل لہ ان علیّ من الدّین کذا وکذا وفلان من رقیقی عتیق وفلانٌ فاجاز ابوبکر وصیّتہٗ ولا نعلم احدًا اُجیزت وصیّتہٗ بعد موتہ غیر ثابت بن قیس اما اتصاف حضرت صدیق رض بصفت صفائی قلب آن را در عرفِ زمانِ ما طریقت گویند در کشف المحجوب مذکور است کہ شیخ جنید بغدادی گفتہ است اشرفُ کلمۃٍ فی التوحید قول ابی بکر الصدیق سُبحانَ من لم یجعل لخلقہ سبیلاً الّا بالعجز عن معرفتہ وصاحب کشف المحجوب در مدح صدیق اکبر رض کلمۃ دارد ان الصفا صفۃ الصدیق ان اردت

نہ کھائیں گے۔ اس وقت میں عنایتِ الٰہی آپہنچی اور قسم توڑ دینے کا داعیہ ان کے دل میں ظاہر ہوگیا اور انہوں نے پہچان لیا کہ کس منبع سے اس داعیہ نے جوش مارا ہے تو آپ نے کھانے پر ہاتھ پہنچا دیا اور دو تین لقمے تناول فرمالئے اور اللہ عزّ وجلّ نے کھانے میں برکت کی زیادتی فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ اس قسم کا توڑنا مرضئ الٰہی تھا اور اس داعیہ کا قلب پر واقع ہونا منبع فیض کی جانب سے اور حق تعالٰی کے عجیب معاملات میں سے تھا جو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس قصہ کو تفصیل کے ساتھ بخاری نے ذکر کیا ہے۔ استیعاب میں ہے کہ ثابت بن قیس ابن شمّاس (جنگِ یمامہ میں) شہید ہوتے تو ان کو بعض صحابہ نے خواب میں دیکھا کہ اُنہوں نے وصیّت کی کہ اُن کی زِرہ اس شخص سے لی جائے جس کے پاس ہے اور فروخت کی جائے، آخر قصہ تک۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ جب تم خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں پہنچو تو اُن سے یہ کہنا کہ مجھ پر اتنا اور اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں میں سے فلاں آزاد اور فلاں (کے ساتھ ایسا کیا جائے) تو ابوبکر رض نے اُن کی وصیّت کو پورا کیا اور ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اُس کی ایسی وصیّت کو پورا کیا گیا ہو موت کے بعد کی گئی بجز ثابت بن قیس رض کے۔ رہا حضرت صدیق رض کا متصف ہونا صفائی قلب کی صفت کے ساتھ جس کو ہمارے زمانہ کے عُرف میں طریقت کہتے ہیں۔ کشف المحجوب میں مذکور ہے کہ شیخ جُنید بغدادی رح نے کہا ہے کہ توحید میں سب سے زیادہ بلند کلام ابوبکر صدیق رض کا یہ قول ہے سُبحٰنَ مَن لَم یَجعَل الخ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راہ (اپنی معرفت کی)، نہیں بنائی مگر اپنی معرفت سے عاجز ہونے کی۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

صوفیاً علی التحقیق از آنچہ صفا را اصلی ہست و فرعی اصلش انقطاع[1] دل است از اغیار و فرعش خلو دل است از دنیاء غدار و ایں ہر دو صفتِ صدیقِ رضؓ اکبر است پس امام اہل ایں طریقہ اوست انتہےٰ کلامہ بعد ازاں برائے صفتِ اول شاہدے ذکر کرد و آں خطبہ او الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات الی آخرہا و برائے صفتِ دیگر شاہدے و آں قصہ ماخلفت[2] لعیالك قال الله ورسوله در احیاء آوردہ قال الصدیق من ذاق خالص محبۃ الله یشغله ذلك من طلب الدنیا واوحشه عن جمیع البشر و ایں غایت تحقیق است در لوازم محبتِ خاصہ واز توکل وے رضی اللہ عنہ آنست کہ یاران برائے عیادت وے آمدند و گفتند یا خلیفۃ رسول اللہ الا ندعو لک طبیباً ینظر الیک قال

اور صاحبِ[1] کشف المحجوب نے صدیقِ اکبرؓ کی مدح میں بہت اونچی بات لکھی ہے یعنی اِنَّ الصَّفَا الخ کہ اگر تیرا ارادہ ایسی صوفیت کا ہے جو علی التحقیق ہو (یعنی حقیقی صوفی بنا چاہتا ہے تو صدیقؓ کے نقش قدم پر چل) کہ صفا صدیقؓ کی صفت ہے، کیونکہ صفا کی ایک اصل ہے اور ایک فرع۔ اس کی اصل ہے دل کا منقطع ہوجانا اغیار[2] سے اور اُس کی فرع ہے دل کا خالی ہونا دنیاء غدار سے اور دونوں صفتیں صدیقِ اکبرؓ کی ہیں تو جو اس طریقہ والے ہیں ان کے امام وہ ہیں۔" اُن کا کلام ختم ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے صفتِ اول کے ایک شاہد کا ذکر کیا اور وہ آپ کا خطبہ ہے۔ اَلَا مَن کان یعبد محمداً الخ یعنی سن لو جو شخص محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمدؐ یقیناً مرچکے، آخر تک۔ اور صفتِ دوم کی شہادت میں (تمام مال لانے کا) وہ قصہ ذکر کیا۔ جس میں ہے، مَاخلفتَ لعیالك الخ یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ) گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ۔ اور احیاء العلوم میں (امام غزالیؒ) نے لکھا ہے کہ صدیقؓ کا قول ہے کہ جس نے خالص محبت الٰہی کا مزہ چکھ لیا وہ اس کو دنیا کی طلب سے متنفر کردے گی اور تمام انسانوں سے متوحش کردے گی اور لوازم محبت خاصہ کے بارے میں یہ انتہائی تحقیق ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے توکل کا یہ حال ہے کہ (مرض وفات کے زمانہ میں) دوست اُن کی مزاج پرسی

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۷۹)

عہ یہ ارشاد معرفتِ ذات سے متعلق ہے کہ اس کی معرفت سے عجز ہی عین معرفت ہے۔ یہاں ان لوگوں کا عجز مراد ہے جو اس ذات کو صفات و افعال کے واسطے سے پہچان چکے ہوں اور آگے بڑھ کر ذات بحت کی طلب میں سرگرداں ہوں ان کا منتہائے معرفت یہی قول ہوگا۔ مطلقاً عجز مراد نہیں ورنہ منکرینِ خدا دہریئے اور کمیونسٹ سب سے بڑے عارف قرار پائیں گے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

[1] یعنی حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس اللہ سرہٗ ۱۲ مترجم [2] یعنی ہر غیر اللہ سے صوفی کا مقصود آخرت سے بھی جنت کے حور و قصور نہیں ہوتے بلکہ مشاہدہ جمالِ یار مقصد ہوتا ہے مازاغ البصر وما طغیٰ ۱۲ مترجم

قد نظر الیّ قالوا فماذا قال لک قال قال انی فعّالٌ لما اُرید اخرجه ابن ابی شیبة واز توکل اوست آنچه گذشت کہ جمیع مالِ خود را فی سبیل اللہ انفاق کرد وگفت ابقیتُ لعیالی اللہ و رسوله واز وَرَع وے رضی اللہ عنہ آنست کہ از دستِ غلامِ خود شیر خوردہ بود چوں تفحص نمود از وجہ شبہ ظاہر گشت انگشت در دہان انداخت وآں ہمہ را قے کرد۔ کذا فی الاحیاء وغیرہ واز احتیاطِ وے در بیت المال آنکہ چیزے کہ پیش او باقی ماندہ بود از عطاءِ او رد کرد بہ بیت المال روے ذٰلک عن عائشة والحسن بن علی وغیرہما بالفاظٍ متغایرة واز احتیاطِ او در عبادات عن ابی قتادة ان النبی صلے اللہ علیه وسلم قال لابی بکر متٰی توتر قال اوتر من اوّل اللیل وقال لعمر متٰی توتر قال اٰخرُ اللیل فقال لابی بکر اخذ هٰذا بالحذر وقال لعمر اخذ هٰذا بالقوة اخرجه ابوداؤد و مالک و هٰذا لفظ ابی داؤد۔

واز دعاء حضرت صدیق رضہ

کے لئے آئے اور کہنے لگے اے خلیفۂ رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بُلا کر نہ لائیں جو آپ کو دیکھ لے تو آپ نے فرمایا قَدْ نَظَرَ اِلَیَّ یعنی طبیب تو مجھے دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے کہا پھر اُس نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا کہ یہ کہا اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں، اس کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور ان کے توکّل میں سے وہ واقعہ ہے جو گزر چکا کہ اپنا تمام مال اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کو باقی چھوڑا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے تقوٰی کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ آپ نے (ایک دن) اپنے غلام کا لایا ہوا دودھ پی لیا تھا۔ جب تحقیق کی اور وہ مالِ مُشتبہ میں سے ظاہر ہوا تو آپ نے انگلی مُنہ میں ڈال کر اُس کو قے کر کے نکال دیا، احیاء العلوم وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور بیت المال میں آپ کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ آپ کے حصّہ میں جو چیز آتی ہوتی تھی اور وہ ابھی آپ کے پاس باقی رہی ہوتی تھی اس کو بیت المال میں واپس کرا دیا، یہ مروی ہے عائشہ رضہ سے اور حسن رضہ بن علی رضہ وغیرہما سے کچھ بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ۔ اور عبادات میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ ابوقتادہ رضہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو اُنھوں نے کہا کہ میں رات کے اوّل حصّہ میں پڑھ لیتا ہوں۔ اور عمر رضہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ آخر شب میں تو آپؐ نے ابوبکر رضہ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا احتیاط کی بناء پر اور عمر رضہ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے یہ اختیار کیا قوّت کی بناء پر، اس کو ابوداؤدؒ اور مالکؒ نے روایت کیا اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ اور حضرت صدیق رضہ کی

اللّٰھم ارنی الحق حقاً وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ ولا تجعل مشتبھاً علیّ فاتبع الھوٰی کذا فی الاحیاء واز کف اللسان وے کان ابوبکر یضع حصاۃً فی فمہ لیمنع بھا نفسہ من الکلام کذا فی الاحیاء ودخل عمر علی ابوبکر وھو یجبذ لسانہ فقال لہ مہ غفر اللہ لک فقال ابوبکر ھذا اوردنی الموارد اخرجہ مالک در احیاء اینجا قصہ عجیبہ ذکر کردہ است رُؤیَ ابوبکر الصدیق فی النوم فقیل لہ انک کنت تقول فی لسانک ھذا الذی اوردنی الموارد فما فعل اللہ بک فقال قلت لا الٰہ الا اللہ فاوردنی الجنۃ واز تواضع وے رضی اللہ عنہ آنست کہ چوں یزید ابن ابی سفیان را امیر چہار یک شام ساخت پیادہ بمشایعت او برآمد یزید بن ابی سفیان گفت اما ان ترکب واما ان انزل فقال ابوبکر ما انت بنازل وما انا براکب احتسبت خطای ھذہ فی سبیل اللہ اخرجہ مالک واز شفقت او بر خلق اللہ و تخلی از حظوظ نفس خود قال ابوبکر لو اخذت شارباً احببت ان یسترہ اللہ ولو اخذت سارقاً احببت ان یسترہ اللہ

یہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ الخ اے اللہ! مجھے حق کا حق ہونا دکھا دیجئے اور مجھے اُس کے اتباع کی توفیق بخشدیجئے اور مجھے باطل کا باطل ہونا دکھا دیجئے اور اس سے بچنے کی توفیق بخشدیجئے اور حق کو مجھ پر مشتبہ نہ کیجئے کہ میں خواہش نفسانی کا اتباع کرنے لگوں، احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور زبان کو روکے رکھنا اس درجہ تھا کہ ابوبکرؓ اپنے مُنہ میں سنگریزہ رکھ لیا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے نفس کو کلام سے روکیں، احیاء العلوم میں ایسا ہی ہے۔ اور عمرؓ پہنچے ابوبکرؓ کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اللہ آپ کو معاف کرے اس سے رُک جاؤ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اسی نے تو مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا، اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ احیاء العلوم میں اس موقع پر ایک عجیب قصہ بیان کیا ہے: (کسی بزرگ کو) ابوبکر صدیقؓ خواب میں دکھائے گئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی زبان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ وہ ہے جس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا۔ تو اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو اس نے جنت میں داخل کر دیا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کی تواضع کا یہ حال ہے کہ جب آپ نے یزید بن ابی سفیان کو چوتھائی حصہ شام کا امیر بنایا تو ان کی مشایعت یعنی ساتھ ساتھ چلنے کے لئے پیدل (شہر سے) باہر نکل آئے۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا یا تو آپ سوار ہو جائیں اور یا میں نیچے اُتروں تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نہ آپ اُتریں اور نہ میں سوار ہوں۔ میں تو بہ نیت عبادت اپنے یہ قدم اللہ کے راستہ میں اٹھا رہا ہوں، اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا۔ اور خلق اللہ پر آپ کی شفقت اور لذاتِ نفس سے خالی ہونے کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر میں کسی شراب پینے والے کو پکڑتا ہوں (یعنی اقدام کرتا ہوں) تو چاہتا ہوں کہ خدا اُس کی پردہ پوشی کرے اور اگر کسی سارق

كذا في الاحياء و از رضا او آنكه
روزے پیش آنحضرت آمد و با آنحضرت
جبرئیل نشسته بود فقال جبرئیل یا
محمد مالي ارى ابابكر عليه عباءة
قد خللها في صدره فقال يا
جبرئيل انفق ماله علي قبل
الفتح قال فان الله تعالى
يقرأ عليه السلام و يقول
قل له اراض انت عني في
فقرك هذا ام ساخط فقال
ابو بكر ا اسخط على ربي انا عن
ربي راض انا عن ربي راض انا
عن ربي راض اخرجه الواحدي
والبغوي بسند غريب جدا
و از نفي اراده او والله ما كنت
حريصا على الامارة قط ولا طلبتها من
الله سرا و علانية اخرجه جماعة
و از زهد وے رضي الله عنه عن رافع
ابن ابي رافع قال رافقت ابابكر وكان
له كساء فدكي يخلله عليه اذا ركب
و نلبسه انا و هو اذا انزلنا وهو الكساء
الذي عيرته به هوازن فقالوا
أ ذا الخلال نبايع بعد رسول الله صلى
الله عليه وسلم اخرجه ابن ابي شيبة

(چادر) کو پکڑتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا اس کی پردہ پوشی کرے، احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور آپ کی رضا (یعنی راضی برضاء الٰہی ہونے) کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دن آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور آپؐ کے پاس جبرئیلؑ بیٹھے ہوتے تھے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ! کیا بات ہے میں ابوبکرؓ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایسا چوغہ پہنے ہوتے ہے جس کو اپنے سینہ پر اس نے کانٹوں سے جوڑ رکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! اس نے مجھ پر فتح سے قبل اپنا سب مال خرچ کر دیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سلام بھیج رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے پوچھو کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے تو ابوبکرؓ نے کہا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ اس کو واحدی اور بغوی نے روایت کیا بہت غریب سند کے ساتھ۔

اور آپ کے نفی ارادہ کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ (آپ نے فرمایا) کہ میں امارت کا حریص کبھی نہیں ہوا اور نہ میں نے اس کو کبھی اللہ سے پوشیدہ یا کھلے طور پر مانگا، اس کی روایت ایک جماعت نے کی۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ قصہ ہے۔ رافع بن ابی رافعؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکرؓ کا رفیق رہا ہوں اور ان کے پاس ایک فدکی کپڑا تھا جس (کے سروں کو) کانٹوں سے جوڑ کر اوڑھ لیا کرتے تھے جب سوار ہوتے تھے اور میں اور وہ دونوں اس کو پہنتے رہتے تھے جب اترتے تھے۔ اور یہی وہ کپڑا تھا جس سے ہوازن والوں نے ان پر عیب لگایا تھا اور کہا تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم ذو الخلال (کانٹوں والے) سے بیعت کریں گے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

ع۵ طالب خدا کا ایک بلند حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ فنا ہو جائے ارادۂ حق میں۔ یہ حال بھی صدیق اکبرؓ میں موجود تھا ۱۲ مترجم

وقال ابوبکر عند موته خذوا هذا الثوب لثوبٍ
عليه أصابه مشق اوزعفران فاغسلوه ثم
كفنوني مع ثوبين آخرين قالت عائشة وما
هذا فقال ابوبكر الحیّ احوج الى الجديد
من الميّت وانما هذا للمهلة اخرجه
مالك واز خوف وے رضی اللہ عنہ عن
الضحاك قال رأى ابوبكر طيرًا واقعًا على
شجرةٍ فقال طوبى لك يا طير
والله انی لوددت انی مثلك تقع
على الشجر و تأكل من الثمر ثم
تطير وليس عليك حساب ولا عذاب
والله لوددت انی كنت شجرة الى
جانب الطريق فمر علیّ جمل فاخذنی
فادخلنی فاه ولاكنی ثم ازدردنی ثم
اخرجنی بعرًا ولم اكن بشرًا اخرجه
ابن ابی شیبة واز عبرت وے رضی اللہ عنہ
عن میمون قال اُتی ابوبکرٍ وافر الجناحين
فقال ما صيد من صيدٍ ولا عضد من
شجرٍ الا بما ضيعت من التسبيح اخرجه
ابن ابی شيبة۔ واز تبری او رضی اللہ عنہ از
عجب چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة
فقال ابوبكر ان احد شقي ثوبي يسترخي الا
ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم انك لست تصنع ذلك خيلاء اخرجه البخاري

اور ابوبکر رضی نے اپنی موت کے قریب فرمایا کہ یہ کپڑا اُتار لو۔ کہ وہ ایسا کپڑا تھا جس پر گل سرخ یا زعفران کا اثر تھا۔ اور اس کو دھو لینا۔ پھر اس کے ساتھ دوسرے دو کپڑے شامل کرکے مجھے کفنا دینا۔ عائشہ رضی نے کہا کہ اور یہ ہے کیسا! (یعنی پرانا کپڑا اس کو کفن میں کیا استعمال کیا جاتے؟) تو ابوبکر رضی نے کہا کہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے نئے کپڑے کا بہ نسبت میّت کے کہ وہ (میّت کے کپڑے) بدن کی رطوبت کے لئے ہیں، اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خوف کا یہ قصہ ہے۔ مروی ہے ضحاکؒ سے بیان کیا کہ ابوبکر رضی نے ایک پرندے کو دیکھا جو ایک درخت پر آکر گرا تو آپ کہنے لگے کہ اے پرندے تجھے مبارکباد! واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں تجھ جیسا ہوتا۔ تو درخت پر آگرتا ہے اس کے پھل میں سے کھاتا ہے۔ پھر اڑ جاتا ہے اور تیرے اُوپر کوئی حساب ہے نہ عذاب۔ واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں راہ کی ایک جانب میں کھڑا ہوا ایک درخت ہوتا پھر مجھ پر کسی اونٹ کا گزر ہوتا اور وہ مجھے اپنے منہ میں داخل کرتا اور چباتا پھر مجھے حلق میں اتار لیتا پھر مینگنی بناکر مجھے خارج کر دیتا اور میں بشر نہ ہوتا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عبرت کا یہ واقعہ ہے۔ مروی ہے میمون سے کہ ابوبکر رضی کے سامنے (ایک پرندہ) وافر الجناحین لایا گیا۔ تو آپ رضی نے کہا کہ جب کوئی شکار (جانور) شکار کیا جاتا ہے یا کسی درخت کی کوئی شاخ کاٹی جاتی ہے تو اس وجہ سے کہ وہ اپنی تسبیح کو ضائع کر دیتا ہے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور عجب سے آپ کے مبرا ہونے کا شاہد یہ واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کپڑے کو کھینچا فخر و نمود کے ساتھ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

وفی لفظ ابی داؤد ان اللہ نزع
الخیلاءَ منک واز بکاء او رضی اللہ عنہ
قول عائشۃ وکان ابوبکر رجلاً
بکاءً اذا قرء القرآن
لا یملک عَینَیہ اخرجہ
البخاریُّ فی قِصۃ طویلۃ۔
وقال ابراھیم النخعی کان ابوبکر
سمّی الاوّاہ رأفۃً ورحمۃً واز نفع
او خلق اللہ را مکتوب فی الکتاب الاوّل
مثل ابی بکر مثل القطر اینما وقع
نفع کلاھما مذکور فی الصّواعق
واز ترک سوالِ او عن ابن ابی مُلَیکۃَ
قال کان ربما سقط الخطام
(مہار ۱۲)
من ید ابی بکر الصّدیق قال فیضرب
بذراع ناقتہ فینیخھا فیاخذہ قال
فقالوا لہٗ افلا امرتنا نُناوِلُکَہٗ
فقال انّ حبیبی صلے اللہ علیہ وسلم
اَمَرنی ان لا اَسألَ النّاس شیئاً
رواہ احمد واز صدق نیتِ او عن ابی
قتادۃ ان النّبی صلے اللہ علیہ وسلم قال
لابی بکر مررتُ بک وانت تقرأُ وانتَ
تَخفِضُ من صوتِک فقال انی اسمعتُ من
ناجیتُ الحدیث اخرجہ الترمذی۔
اینست آنچہ احوال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
حافظۂ بندۂ ضعیف درحالتِ راہنہ کفایت نمود
(موجودہ ۱۲)

کہاکہ میرے کپڑے کا ایک پلّا لٹک جایا کرتا ہے۔ اب میں اس سے بچنے کا اہتمام رکھوں گا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یقیناً ایسا ازراہ فخر ونمود نہیں کرتے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ نے تجھ میں سے خُیَلاء یعنی فخر ونمود کو نکال دیا ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کا گریہ ثابت ہے قول عائشہ رضؓ سے کہ ابوبکر رضؓ ایک بہت رونے والے شخص تھے جب قرآن کی قرارت کیا کرتے تھے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھتے تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے ایک طویل قصّہ میں اور ابراہیم نخعی رحؒ نے کہاکہ ابوبکر رضؓ کا لقب اوّاہ پڑگیا ان کی شفقت و رحم دلی کی بنا پر۔ اور خلق خدا کو ان سے نفع کے بارے میں۔ الکتاب الاوّل میں لکھاہے کہ ابوبکر رضؓ کی مثال بارش کی بوند کی مانند ہے جہاں گرے نفع پہنچاتے، دونوں روایتیں "صواعق" میں مذکور ہیں۔ اور آپؓ کا ترکِ سوال اس روایت سے۔ مروی ہے ابن ابی ملیکہ سے کہ بسا اوقات ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ سے اُونٹ کی مہار چھوٹ کر گر جاتی تو اپنی ناقہ کے ذراع پر ہاتھ مارکر اس کو بٹھلاتے اور مہار کو اُٹھاتے۔ راوی نے ذکر کیاکہ لوگوں نے اُن سے کہاکہ آپؓ نے ہمیں کیوں نہ حکم دیا ہم اُٹھاکر آپ کو دیدیتے۔ تو فرمایاکہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور ان کے صدقِ نیت کا حال یہ ہے۔ مروی ہے قتادہ رضؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ سے فرمایاکہ میرا گزر تمہاری طرف ہوا اور تم قرارت کررہے تھے اور تم اپنی آواز پست رکھتے ہو۔ تو فرمایاکہ میں اس کی طرف کان لگائے رکھتا ہوں جس سے سرگوشی کرتا ہوں، آخر حدیث تک۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ جو کچھ احوال حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اس بندۂ ضعیف کا حافظہ اس موجودہ حالت میں

والقلیل نموذج الکثیر والغرفة تنبئ
عن البحر الکبیر اما تحمل وے رضی اللہ عنہ اعباء
نشر قرآنِ عظیم را پس بچند وجہ واقع شد یکے آنکہ
در وقتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ کاتبان
وحی بود فی الاستیعاب وممن کتب الوحی
ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ دیگر آنکہ جمع کردہ
بود قرآن را یعنی حفظ کردہ بود تمام آں را امام
نوویؒ در تہذیب باں تصریح کردہ وایں معنی را
شاہد یست قوی وآں آنست کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم امر کرد بامامتِ صدیقؓ حالانکہ در
شریعت مقرر شد لیؤمکم اقرءکم و
فی لفظ اکثرکم قرآنا و شاہدے دیگر آنکہ
در واقعہ ہوش ربا جانکاہ انتقال سرور عالم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کہ اکثر صحابہؓ در محفوظاتِ خود
ذہول ورزیدہ بودند وما محمد و انک
میت تلاوت فرمود و مردم باجمعہم از وے
تلقی آں کردند ایں دلالت دارد بر قوتِ حافظہ
او وکذا علمہ بالانساب وتواریخ العرب
ورواية الحديث دفن الانبياء فی ذلک
الوقت الفظیع و شاہدے دیگر است کہ حضرت
صدیقؓ سورتہائے طویلہ در نمازے خواند
مثل سورۃ بقرہ وایں صریح دلالت میکند بر
حفظ جمیع کتاب واگر فرض کنیم کہ وے رضی
اللہ عنہ تمام قرآن یاد نداشتہ باشد

کفایت کر سکا ہے وہ یہ ہے اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو
خبر دیدیتی ہے بڑے دریا کی۔ اب سنیئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے
نشر قرآن عظیم کے بار کے تحمل کا حال تو یہ چند صورتوں سے واقع ہوا۔
ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ بھی وحی کے کاتبوں
میں سے تھے۔ استیعاب میں ہے اور جن لوگوں نے وحی کی کتابت کی
ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ تھے۔ دوسری یہ کہ انہوں نے قرآن
کو جمع کیا تھا یعنی تمام قرآن کو حفظ کیا تھا۔ امام نوویؒ نے تہذیب
میں اس کی تصریح کی ہے اور اس معنی کا ایک قوی شاہد ہے اور
وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامتِ صدیقؓ کا حکم
دیا اور اس قاعدہ کو شریعت میں مقرر کیا گیا ہے لیؤمکم اقرأکم
یعنی تمہاری امامت وہ شخص کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو
اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم میں بکثرت قرآن پڑھنے والا
ہو۔ اور ایک شاہد اور بھی ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم کے واقعۂ ہوش ربا، جانکاہ (انتقال) کے وقت جب کہ اکثر صحابہؓ جو
کچھ ان کے حافظہ میں تھا وہ سب کھوتے ہوئے تھے آپؓ نے
وما محمد اور انک میت کی تلاوت فرمائی اور سب کے سب
لوگوں نے یہ آیات آپ سے لیں؏ اور یہ واقعہ دلالت رکھتا
ہے آپ کی قوتِ حافظہ پر اور ایسا ہی ان کا علم انساب اور
تواریخ عرب کے متعلق اور روایتِ حدیث دفن انبیاء کے متعلق
ایسے شدید وقت میں۔ اور ایک شاہد اور ہے کہ حضرت
صدیقؓ نماز میں طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے مثل
سورۂ بقرہ کے اور یہ صریح دلالت کرتا ہے تمام کتاب
اللہ کے حفظ پر۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ صدیق رضی اللہ عنہ
کو پورا قرآن حفظ نہیں تھا اس سے آپؓ کے اجتہاد

؏ یعنی یہ آیات اذہان سے گویا محو ہو چکی تھیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلاوت کے بعد ہی سب کو یاد آئیں ۱۲ مترجم

در صحتِ اجتہادِ او قدح نیکند زیرا کہ حفظِ قرآن عن ظہر القلب شرطِ اجتہاد نیست سوم آنکہ اوّل کسیکہ سعی کرد در جمع قرآن بین اللوحین صدیقِ اکبر رض بود کہ بالتماس فاروقِ اعظم رض اہتمام ایں امرِ عظیم فرمود و ثمرہ سعی او ظاہر شد کہ بسببِ آں قرآن در مشرق و مغرب شائع گشت چہارم آنکہ در بعض مواضع مشکلہ حل اشکال فرمود ایں وجہ در خُطب حضرت صدیق رض مبین خواہد شد اما تحمّلِ وے رضی اللہ عنہ نشرِ علم حدیث را بچندیں وجہ بودہ است یکے آنکہ استمطارِ علم کردہ است از منبع العلم قال لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علّمنی دُعاءً اَدعوبہ فی صلوٰتی قال قل اللّٰھمّ انّی ظلمتُ نفسی ظلمًا کثیرًا ولا یغفر الذّنوب الّا انت فاغفر لی مغفرۃً من عندک و ارحمنی انک انت الغفورُ الرحیم اخرجہ احمد وابو یعلےٰ وغیرھما وعن ابی ھریرۃ قال قال ابو بکر یا رسول اللہ مُرنی بشیءٍ اقولہ اذا اَصبحتُ واذا اَمسَیتُ قال قل اللّٰھمّ عالم الغیبِ والشھادۃِ فاطرَ السّمٰوات والارض ربّ کل شیٔ وملیکہ اشھد ان لا الٰہ الّا انتَ اعوذُ بک من شرّ نفسی

کی صحت میں کوئی نقص نہیں واقع ہوتا کیونکہ لوحِ قلب میں قرآن حفظ کرنا اجتہاد کی شرط نہیں ہے۔ تیسری یہ کہ سب سے پہلے قرآن کو دو لوح (یعنی دو گتّوں) کے درمیان جمع کرنے کی جس نے کوشش کی وہ صدیقِ اکبر رض تھے جنھوں نے فاروقِ اعظم رض کے التماس سے یہ عظیم کام کیا۔ اور آپ کی کوشش کا نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے سبب سے قرآن مشرق اور مغرب میں شائع ہو گیا۔ چوتھی یہ کہ بعض مشکل مواقع میں آپ نے اشکال حل فرمائے اور یہ بات حضرت صدیق رض کے خطبات میں خوب واضح ہو جائے گی۔ اب لیجئے آپ کا اشاعت علمِ حدیث کے بار کا تحمّل تو وہ چند صورتوں کے ساتھ ہوا ہے۔ ایک یہ کہ آپ نے فیضانِ علم لینے کی کوشش براہِ راست منبعِ علم سے کی ہے۔ آپ رض نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسے کلمات دُعاء سکھا دیجئے جن سے میں اپنی نماز میں دعاء کیا کروں۔ فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ اِنّی ظَلَمْتُ نَفْسِی الخ (ترجمہ: یا اللہ میں نے تو گناہوں کا مرتکب ہو کر) اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو آپ کے سوا کوئی نہیں بخشتا آپ اپنی طرف سے درگزر فرماتے ہوئے میرے گناہ بخش دیں اور مجھ پر رحم فرمائیں بیشک آپ ہی بہت مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں)، اس کو احمد اور ابو یعلےٰ وغیرہما نے روایت کیا۔ مروی ہے ابو ہریرہ رض سے، کہا کہ ابو بکر رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جس کو میں روزانہ جب صبح اور شام آیا کرے تو پڑھ لیا کروں۔ فرمایا کہ کہو اَللّٰھُمَّ عالم الغیب والشّھادۃِ الخ یا اللہ! ہر غائب اور حاضر کا علم رکھنے والے، آسمانوں اور

عہ کس خوبی کے ساتھ عیسائیت کے اعتقادِ باطل سے بچایا گیا ہے کہ جو گناہ کرو پادری صاحب سے کہہ دو وہ معافی دیدیں گے تو گناہ سے پاک ہو گئے ۱۲
اشتیاق احمد عفی عنہ

ومن شر الشيطان وشركه قال
قله اذا اصبحت واذا امسيت و
اذا اخذت مضجعك اخرجه
الترمذی و عن ابی بکر الصدیق
قال کنت عند رسول الله صلی
الله علیه وسلم فانزلت هذه الآیة
مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ٥
فقال النبی صلی الله علیه وسلم یا ابابکر
الا اقرئك آیة انزلت علی
قلت بلی یا رسول الله فاقرانیها
فلا اعلم الا انی وجدت انقصامًا (شکستگی)
فی ظهری حتی تمطأت لها فقال (مدودت وحرکت)
رسول الله صلی الله علیه وسلم اما
انت یا ابابکر واصحابك
المؤمنون فیجزون بذلك
فی الدنیا حتی تلقوا الله
ولیست لکم ذنوب
واما الاخرون فیجمع
ذلك لهم حتی یجزوا یوم
القیمة اخرجه ابو یعلی
عن حذیفة عن ابی بکر
اما حضر ذلك حذیفة
من النبی صلی الله علیه
وسلم واما اخبره

زمین کے پیدا کرنے والے، ہر چیز کے پروردگار اور پوری ملکیت رکھنے والے! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اُس کے شرک سے (جس کی اس کو اجازت بخشی گئی ہے وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ الخ فرما کر (۱۷: ۶۴) کہ تو اُن کے اموال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا) فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرو جب تم پر صبح آئے اور جب شام آئے اور جب تم اپنے آرام کی جگہ (یعنی بستر پر سونے کے لئے) پہنچ جاؤ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیق رض سے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا الخ (۴: ۱۲۳) جو شخص کوئی بُرا کام کرے گا وہ اُس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا۔" تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رض! کیا میں تم کو وہ آیت نہ پڑھاؤں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا بیشک یا رسول اللہ ص! تو یہ آیت مجھے پڑھائی۔ تو میں نہیں جانتا بجز اس کے کہ میں نے اپنی کمر میں ہڈی پھوٹنی محسوس کی یہاں تک کہ اُس کی وجہ سے انگڑائی لی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) اے ابوبکر رض! تم اور تمہارے ساتھی مؤمنین کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائے گا (جسمانی تکالیف اور مالی نقصانات وغیرہ پہنچا کر) یہاں تک کہ تم اللہ سے ایسی حالت میں ملو گے کہ تم پر گناہ نہیں ہوں گے۔ رہے دوسرے لوگ تو اُن کے یہ گناہ جمع ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کو قیامت کے دن اُن کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ مروی ہے حذیفہ رض سے وہ روایت کرتے ہیں ابوبکر رض سے یا اس موقع پر حذیفہ رض خود ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے

ابو بکر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال قلت یا رسول اللہ وھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ قال ثکلتک امک یا صدیق الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الا اخبرک بقول یذھب صغیرہ وکبیرہ قال قلت بلی یا رسول اللہ قال تقول کل یوم ثلث مرات اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم والشرک ان تقول اعطانی اللہ وفلان والند ان یقول الانسان لولا فلان لقتلنی فلان اخرجہ ابو یعلی بسند غریب

دوم آنکہ نزدیک بصد و پنجاہ حدیث از مرویات او در دست محدثین باقیماندہ است واین معنی نسبت صحبت دائمہ حضرت صدیق رض وکثرت حضور او در مشاہد خیر قلیل است بہ بسیارے لیکن دو سہ سبب از کثرت روایت باز داشت سببے کہ راجع بحال حضرت صدیق است وآن آنست کہ وی رضی اللہ عنہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو سال وچند ماہ در قید حیات بود ومشغول ماند بقتال مرتدین ومانعان زکوٰۃ باز بتجہیز جیوش برائے جہاد فارس وروم اگر این را شاہدے صریح میخواہی تامل کن در حال جمعے از فضلاء صحابہ رض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور یا اُن کو ابو بکر رض نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرک تم میں زیادہ پوشیدہ (آتا) ہے چیونٹی کی رفتار سے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اور شرک یہی تو ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کیجائے۔ فرمایا کہ تجھے تیری ماں روتے اے صدیق رض! شرک (اتنی ہی بات میں محدود نہیں وہ) تم میں زیادہ پوشیدہ آتا ہے چیونٹی کی رفتار سے۔ کیا میں تم کو ایسا کلام نہ بتادوں جو اس کے چھوٹے اور بڑے دونوں کو زائل کردے۔ میں نے کہا ضرور یا رسول اللہ فرمایا کہ ہر دن میں تین مرتبہ یہ کہا کرو اللھم انی اعوذ بک الخ یعنی اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ کے ساتھ شرک کروں اور میں (اُس کے شرک ہونے کو) جانتا بھی ہوں اور آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اُس سے جو (میں کر گزرا اور) میں نہیں جانتا تھا۔ اور "شرک" یہ ہے کہ تو یوں کہے کہ (فلاں شے) مجھے اللہ نے اور فلاں شخص نے عطا کی اور "ند" یہ ہے کہ انسان یوں کہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے قتل کر دیتا، اس کو ابو یعلی نے بسند غریب روایت کیا۔ دوسری یہ کہ ڈیڑھ سو احادیث کے قریب انکی مرویات محدثین کے ہاتھوں میں باقی رہ گئی ہیں اور یہ مقدار حضرت صدیق رض کی دائمی صحبت اور خیر کے مواقع پر ان کے بکثرت حاضر ہونے کے لحاظ سے بہت ہی قلیل ہے۔ لیکن دو تین سببے اُن کو کثرت روایت سے باز رکھا۔ ایک سبب تو ایسا ہے جو راجع ہے حضرت صدیق رض کے حال کی طرف اور وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سال اور چند مہینے بقید حیات رہے اور مشغول رہے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کرنے میں اور جہاد فارس وروم کے لئے لشکروں کی تیاری میں۔ اگر تم اس کا کوئی شاہد صریح چاہتے ہو تو تامل کرو فضلاء صحابہ رض کی ایک جماعت کے حال میں کہ جن کی تعظیم شان آنحضرت

تنویہ شانِ ایشاں با علمیت فرمودہ چوں مدّتِ دراز باقی نماندند از ایشاں روایتِ حدیث چندانے در دستِ محدّثین نماند مثل معاذ بن جبلؓ دیگر سببے حاصل در سامعانِ حدیث از وے وآں آنست کہ حاضرانِ مجلسِ حضرت صدیقؓ غالباً صحابہؓ بودند و محتاج نشدند در بسیارے از احادیث بتوسیطِ وے بلکہ اکثر آں احادیث از زبانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شنیدہ بودند و ہنوز مخضرمین وارد نشدہ بودند الاّ قلیلے مثل قیس بن ابی حازمؒ سوم سببے در تقلیلِ روایت وآں قلّت وقائع است وآنچہ بسبب وقائع بیان کردہ است اکثر در خُطب امّا مرفوعاً واما موقوفاً مع ہٰذا احادیث وے چند طبقہ است بعض صحیح مثل حدیثِ مقادیرِ زکوٰۃ کہ بخاری آں را نقل کرد و او اصحّ احادیث زکوٰۃ است ومعمول بہ و معتمد علیہ وحدیث ہجرت وآں را حدیثُ الرَّحل گویند وحدیث نحن معاشر الانبیاء لا نَرِث ولا نورَث اخرج احمد عن عبد الرزّاق قال اھل مکّۃ یقولون اخذ ابنُ جریج الصّلوٰۃ من عطاءٍ واخذھا عطاءٌ من ابن الزبیر واخذھا ابن الزبیر من ابی بکر واخذھا ابوبکر من النّبی صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلمیت کے ساتھ فرمائی (کہ ان کو "بڑا عالم" فرمایا) جب وہ مدّت دراز تک باقی نہ رہے تو اُن سے جو حدیث روایت ہوتیں وہ بھی محدّثین کے ہاتھوں میں اتنی باقی نہ رہیں (کہ معتد بہ کہا جا سکے) جیسے معاذ بن جبلؓ (ان کا انتقال ۱۸ھ میں ہوا) دوسرا سبب ایسا ہے جو اُن سے حدیث سُننے والوں کی جانب سے آتا ہے اور وہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس کے حاضرین زیادہ تر صحابہؓ ہوتے تھے اور وہ بہت سی احادیث میں آپ کے واسطۂ روایت کے محتاج نہ تھے بلکہ ان میں سے اکثر احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے خود سُنے ہوتے تھے اور ابھی تک مُخضرمینؑ وارد نہیں ہوتے تھے مگر بہت کم مثل قیس بن ابی حازم کے۔ تیسرا ایک خاص سبب ہے قِلّت روایت کا اور وہ ہے وقائع کی قلّت اور جو کچھ آپ نے وقائع کے سبب سے بیان کیا ہے وہ اکثر خطبات میں مذکور ہے بطریق مرفوع یا بطریق موقوف۔ اس کے باوجود ان کی احادیث کئی طبقہ کی ہیں بعض صحیح ہیں جیسی مقادیر زکوٰۃ کی حدیث کہ بخاری نے اس کو نقل کیا ہے اور وہ احادیث زکوٰۃ میں سب سے زیادہ صحیح ہے اور معمول بہ اور معتمد علیہ اور ہجرت کی حدیث جس کو حدیث الرحل کہتے ہیں اور حدیث نحن معاشر الانبیاء۔الخ یعنی ہم انبیاء کے گروہ (کا یہ حکم ہے) کہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے"۔ احمدؒ نے روایت کی عبدالرزاقؒ سے انھوں نے کہا کہ اہلِ مکہ کہتے ہیں کہ ابن جُریجؒ نے نماز سیکھی ہے عطاءؒ سے اور عطاءؒ نے اس کو لیا ابن الزبیرؓ سے اور ابن الزبیرؓ نے اس کو لیا ہے ابوبکرؓ سے اور ابوبکرؓ نے اس کو لیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

عہ محدثین کی اصطلاح میں مخضرمین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپؐ سے ملاقات نہیں کر سکے۔ ایسے راوی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو وہ کسی صحابی کے واسطہ سے ہوتی ہے اور شعراء میں وہ شاعر مخضرمی کہے جاتے ہیں جنھوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا اور اسلام کا بھی ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

مارأیتُ احداً احسنَ صلوٰۃً من ابن جریج آنچہ الحال درکتبِ سُنن در صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہل مکہ مذکور میشود ماخوذ ازیں جہت است و بعض حَسَن مثل حدیث سَلُوا اللہَ العافیۃ و حدیث لا یدخل الجنۃ سیّئُ الملکۃ و حدیث مَا اَصَرَّ من استغفر و حدیث صلوٰۃ الاستغفار۔

و نوعِ سوم احادیثے کہ مشہور است بین الناس بروایتِ اصحابِ دیگر و غریب است بروایتِ حضرت صدیق رض واکثر آں احادیث مرداں را بروایتِ آں حدیث جری ساختہ است و حامل روایتِ آں گشتہ مثل حدیث اثباتِ قدر بروایتِ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر عن ابیہ و حدیث الذہبُ بالذہب آہ بروایتِ ابی رافع و حدیث مَن کَذَبَ علیّ متعمّداً و حدیث اتَّقُوا النار ولو بشقِّ تمرۃ و حدیث ما بین منبری و بیتی روضۃٌ من ریاض الجنۃ و حدیث شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حدیث خروج بعضِ اہلِ النار من النار بشفاعۃ الشہداء۔ وغیرہم و حدیث مغفرۃ مَن کان یُسارِعُ فی البیع و حدیث مَن اَوْصٰی باحراقِ نفسہٖ خوفاً من اللہ تعالیٰ و حدیث ان المیّت یُعذّب ببکاءِ الحیّ علیہ و حدیث یدخل الجنۃ سبعونَ الفاً بلا حساب و حدیث رجم ماعزِ اسلمی و حدیث السّواکُ مَطہرۃٌ للفم و حدیث الائمۃ من قریش و شیٔ کثیر من ھٰذا الجنس روی ہذہ

میں نے کسی کو ابنِ جُرَیج سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اب جو کچھ کُتبِ سُنن میں صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہل مکہ ذکر کی جاتی ہے وہ سب اسی جہت سے ماخوذ ہے۔ اور بعض حَسَن ہیں جیسے حدیث سَلُوا اللہ العافیۃ (اللہ سے عافیت مانگو) اور حدیث لا یدخل الخ یعنی بُرے ملکات کا شخص جنّت میں نہ داخل ہوگا۔ اور حدیث ما اصر من استغفر اور صلوٰۃ الاستغفار کی حدیث اور تیسری قسم وہ احادیث ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں دوسرے اصحاب رض کی روایت سے اور غریب ہیں صدیقِ اکبر رض کی روایت سے اور ایسے لوگوں کی اکثر احادیث کو اُن احادیث کی روایت کے ساتھ چالو کردیا اور وہ اس روایت کے حامل ہوگئے جیسے اثباتِ قدر کی حدیث بروایت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض جو اپنے باپ ابوبکر رض سے روایت کرتے ہیں اور حدیث الذہب بالذہب الخ ابو رافع رض کی روایت سے اور حدیث مَن کذب علیّ متعمّداً اور حدیث اتّقوا النّار الخ یعنی آگ سے بچاؤ کرو اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے سے ہو۔ اور حدیث ما بین منبری الخ یعنی میرے منبر اور میرے گھر کے درمیان ایک باغیچہ ہے جنت کے باغیچوں میں سے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حدیث اور وہ حدیث جس میں بعض اہلِ نار کا شہداء۔ وغیرہم کی شفاعت سے نکالے جانے کا ذکر ہے اور اس شخص کی مغفرت والی حدیث جو بیع میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ اور وہ حدیث جس میں ایک شخص کی وصیّت کا ذکر ہے جو اُس نے اللہ کے خوف سے اپنے جسم کو پھونکدینے کے لئے کی تھی۔ اور یہ حدیث کہ مُردہ کو عذاب دیا جاتا ہے اُس پر زندہ کے گریہ و بکا سے اور یہ حدیث کہ جنت میں ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور ماعز اسلمی کو سنگسار کئے جانے کی حدیث اور یہ حدیث کہ مسواک مُنہ کو پاکیزہ کرنے والی ہے۔ اور الائمۃ من قریش

الاحادیث کلہا احمد و ابو یعلیٰ فی مسندیہما
وا اخرج الدارمی عن قیس بن ابی حازم عن ابی بکر
حدیث کفرٌ باللہ انتفاءٌ من النسب چوں ایں ہمہ
مباحث گفتہ شد الحال باید دانست کہ بعد
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر معضلے کہ پیش
آمد صدیقِ اکبرؓ آں را حل کرد و مسلمین را از حیرت
و تردّد خلاص ساخت ایں معنے مکرر واقع شد
تا آنکہ تقدّم وے رضی اللہ عنہ در علم و تربیتِ او
رعیتِ خود را بر منہاج تربیتِ انبیاءؑ روشن
گشت و شبہ نماند۔ از انجملہ آنست کہ چوں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از عالم دنیا برفیقِ
اعلیٰ انتقال فرمود تشویشہائے بیشمار بخاطرِ مردم
راہ یافت ظنّ بعضے آنکہ ایں موت نیست
حالتے است کہ عند الوحی پیش می آید و گمانِ بعضے
آنکہ موت منافی مرتبہ نبوت است وطائفہ کہ
نفاق پیشہ بودند عزم برہم زدنِ دین دریں فرصت
مصمم ساختند صدیقِ اکبرؓ اولِ حال نزدیکِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفت و چادر از روئے
مبارک برداشت و بوسہ بر پیشانی مبارک
داد و تحقق موت بیقین دانست و بکلماتِ
جان فرسا واہ نبیاہ واخلیلاہ واصفیاہ
متکلّم شد انگاہ بمسجد در آمد و خطبہ بلیغہ
برخواند عن ابن عمر قال لمّا قبض رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان ابوبکر فی ناحیۃ المدینۃ
فجاء فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ

والی حدیث۔ اور اس جنس کی بہت سی چیزیں ہیں۔ ان سب احادیث کو احمد
اور ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور دارمی نے روایت
کیا ہے قیس بن ابی حازم سے وہ ابوبکرؓ سے یہ حدیث کہ نسب کی نفی
کرنا اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ جب یہ مباحث بیان ہو چکے تو اب
جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مشکل بھی پیش
آئی صدیقِ اکبرؓ نے اس کو حل کر کے مسلمانوں کو حیرت اور تردّد سے
رہا کیا۔ ایسی باتیں بار بار واقع ہوئی ہیں یہاں تک کہ صدیقِ اکبر رضی
اللہ عنہ کا علم میں اور اپنی رعیت کی تربیت میں تربیتِ انبیاءؑ کے
طریق پر سب سے آگے ہونا روشن ہو گیا اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔
ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ دنیا
سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال فرمایا تو لوگوں کے لئے بیشمار تشویشیں
پیدا ہو گئی تھیں، بعض کا گمان یہ تھا کہ یہ موت نہیں ہے بلکہ یہ اس
قسم کی حالت ہے جو وحی کے وقت پیش آتی ہے اور بعض کا گمان یہ تھا
کہ موت مرتبۂ نبوت کے منافی ہے اور جو ایک گروہ کے لوگ نفاق پیشہ
تھے انھوں نے اس خالی وقت میں دین کو درہم برہم کر دینے کا پکا
ارادہ کر لیا۔ صدیقِ اکبرؓ اوّل حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک گئے اور آپؐ کے چہرۂ مبارک سے انھوں نے چادر اٹھائی اور
پیشانئ مبارک پر بوسہ دیا اور موت کا واقع ہونا یقین کے ساتھ سمجھ
لیا اور کلماتِ جاں فرسا وانبیاہ (ہائے نبیؐ) واخلیلاہ (ہائے محبوب)
واصفیاہ (ہائے مخلص حقیقی) سے متکلم ہوئے۔ پھر آپؓ مسجد میں آئے
اور ایک بلیغ خطبہ آپ نے پڑھا۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابو بکرؓ مدینہ کے ایک گوشہ میں
تھے۔ پھر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور
آپؐ چادر اوڑھے ہوئے تھے تو انھوں نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی پیشانئ مبارک پر رکھ دیا اور اس کو چومتے اور روتے رہے

عليه وسلم وهو مسجّى (پوشیدہ) فوضع فاه على جبين
رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يقبّله
ويبكي ويقول بأبي انت وأمي طبت حيًّا
وطبت ميتًا فلما خرج مرّ بعمر بن الخطاب
وهو يقول ما مات رسول الله صلى الله
عليه وسلم ولا يموت حتى يقتل الله
المنافقين وحتى يخزي الله المنافقين
قال وكانوا استبشروا بموت رسول الله
صلى الله عليه وسلم فرفعوا رءوسهم
فقال ايها الرجل اربع على نفسك فان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مات
الم تسمع الله يقول إنك ميت وإنهم ميتون
وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد أفإن
مت فهم الخلدون ۰ قال ثم اتى
المنبر فصعده فحمد الله واثنى عليه
ثم قال ايها الناس ان كان محمدًا
الهكم الذي تعبدون فان الهكم قد مات
وان كان الهكم الذي في السماء فان الهكم
لم يمت ثم تلا وما محمد إلا رسول قد خلت
من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم
على أعقابكم حتى ختم الآية ثم نزل وقد
استبشر المسلمون بذلك واشتد فرحهم واخذت
المنافقين الكآبة قال عبد الله بن
عمر فوالذي نفسي بيده لكأنما كانت
على وجوهنا اغطية فكشفت اخرجه

اور کہتے رہے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ پاکیزہ رہے حیات
کی حالت میں اور پاکیزہ ہیں موت کی حالت میں۔ پھر جب
نکلے تو عمر بن الخطاب رض پر گزرے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نہیں مرے اور نہ ہی مریں گے یہاں تک اللہ تعالے
منافقین کو قتل کردے اور یہاں تک کہ اللہ تعالے منافقین کو رسوا
کردے۔ بیان کیا کہ منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موت
کی ایک دوسرے کو خوش خبری دے رہے تھے اور انھوں نے اپنا
سر ابھارا تھا۔ تو آپ نے (عمر رض سے) کہا کہ اے شخص اپنے ساتھ نرمی
کر کیونکہ رسول اللہ وفات پاچکے کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے إنك ميت وإنهم ميتون ۰ (۳۹: ۳۰) یقیناً آپ کو
بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ وما جعلنا الخ (۲۱: ۳۴) اور ہم نے
آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ
کا انتقال ہوجائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کو رہیں گے"
ابن عمر رض نے کہا کہ پھر آپ منبر پر پہنچے اس پر چڑھ کر اللہ کی حمد وثنا کی
پھر فرمایا اے لوگو! اگر محمد تمہارے معبود تھے جس کی تم عبادت کرتے ہو
تو یقیناً تمہارا معبود مرچکا ہے اور اگر تمہارا معبود وہ ہے جو آسمان میں
ہے تو تمہارا معبود نہیں مرا۔ پھر (اس آیت کی) تلاوت کی وما محمد
إلا رسول الخ (۳: ۱۴۴) اور محمد صرف رسول ہی تو ہیں آپ سے
پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال
ہوجائے یا آپ شہید ہی ہوجائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے"
آیت کے ختم تک۔ پھر اتر آتے (اب یہ حال ہوگیا) کہ مسلمان اس
تقریر سے خوش ہوگئے اور ان کو بہت فرحت ہوئی اور منافقین
کو رنج وغم نے پکڑ لیا۔ عبداللہ بن عمر رض نے فرمایا قسم ہے اس ذات
کی کہ میرا نفس جسکے ہاتھ میں ہے۔ یقیناً ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے
چہروں پر پردے پڑے ہوتے تھے جو الٹ دیئے گئے۔ اس کو ابن

ابن ابی شیبۃ واخرج جماعۃ نحوا من ذالك بروایۃ عایشۃ وغیرھا و از انجملہ آنکہ در محلِ دفن وکیفیتِ صلوٰۃِ جنازہ اختلاف افتاد حضرتِ صدیق رضؓ آں اختلاف را بر انداخت فی مسند ابی یعلیٰ فلما فُرِغَ من جہازِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الثلثاء وُضِعَ علیٰ سریرہ وقد کان المسلمون اختلفوا فی دفنہٖ فقال قائل ندفِنُہٗ فی مسجدہٖ وقال قائل بل یُدفن مع اصحابہ فقال ابوبکر انّی سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ماقُبِضَ نبیٌّ الّا دُفِنَ حیثُ قُبِضَ فرفع فراشُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الّذی تُوفّی فیہ فحُفِرَ لہ تحتہ ثم دعا النّاسَ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلُّون علیہ اَرسالًا الرجالَ حتّٰی اذا فرغَ منہم اُدخلَ النّساءَ حتی اذا فرغ من النساء ادخل الصّبیان ولم یؤمّ النّاس علیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم احدٌ فدُفِنَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اوسطِ اللّیل لیلۃَ الاربعاء بعدازاںؑ دراں حالتِ ہوش رُبا اعظم اختلافے کہ پیش آمد اجتماعِ انصار بود در سقیفۂ بنی ساعدہ بقصد بیعت سعد بن عبادہ و ایں ہماں اختلاف است کہ اگر تدبیر حضرتِ صدیق رضؓ و فاروق رضؓ مباشر دفع

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسی طرح عائشہ رضؓ وغیرہا سے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مقامِ دفن اور کیفیتِ نماز جنازہ میں اختلاف واقع ہوا۔ حضرت صدیق رضؓ نے اس اختلاف کو ختم کر ڈالا۔ مُسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ جب فراغت ہو گئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنانے سے منگل کے دن تو آپؐ کو تخت پر رکھا گیا اور مسلمانوں میں آپؐ کے دفن کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ کوئی کہنے والا تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپؐ کو آپؐ کی مسجد میں دفن کرو۔ اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ نہیں آپؐ کو آپؐ کے اصحاب رضؓ کے ساتھ دفن کرو تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ ہر نبی کی روح جس جگہ قبض کی گئی ہے اُس کو اسی جگہ دفن کیا گیا ہے۔ جہاں روح قبض کی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ فرش اُٹھایا گیا جس پر آپؐ کی وفات ہوئی تھی اور اس کے نیچے آپؐ کے لئے قبر کھودی گئی۔ پھر ابوبکر رضؓ نے لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بلایا کہ آپؐ پر نماز پڑھتے رہیں فرقہ فرقہ ہو کر (پہلے) مردوں کو اور جب اُن سے فراغت ہو گئی تو عورتوں کو داخل کیا اور جب عورتوں سے فراغت ہو گئی تو لڑکوں کو داخل کیا گیا اور کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کی امامت نہیں کی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دفن کئے گئے رات کے درمیانی حصہ میں بُدھ کی شب میں۔" اسؑ کے بعد (حضرت صدیق رضؓ کا اہم کارنامہ سُنیئے کہ) اسی حالتِ ہوش رُبا میں سب سے پہلے جو اختلاف کہ پیش آیا وہ انصار کا اجتماع تھا سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضؓ سے بیعت کرنے کے ارادہ سے۔ اور یہ ایسا اہم اختلاف تھا کہ اگر (بروقت) حضرت صدیق رضؓ و فاروق رضؓ اس کو مٹانے کی کوشش میں نہ لگ جاتے تو تلوار چلنے کی نوبت

عہ "بعد ازاں" کو دفن سے فراغت کے ساتھ مربوط نہ سمجھا جائے کیونکہ استخلاف کا واقعہ تدفین سے پہلے ہی پیش آ گیا تھا ۱۲ مترجم

آں نمیشد تَسلّ سیف بمیان می آمد و دین از
ہم می پاشید حضرت صدیق رضؓ و فاروق رضؓ درسقیفہ
حاضر شدند و بسیفِ بیان قطعِ آں اختلاف نمودند
و رواۃِ علم در نقل ایں بیانِ قاطع مختلف اند
ہر یکے چیزے حفظ کرد و چیزے ترک
نمود دریں محل روایتے چند بنگاریم
تا قصہ منقح گردد اما روایتِ فاروق
اعظم رضؓ کہ در جواب اِنَّ بیعۃَ
ابی بکر کانت فلتۃً (ناگاہ و بے تأمل ۱۲) فَتَمَّتْ
در خطبۂ بلیغہ بیان کردہ است آنست کہ
انصار گفتند یا معشر قریش مِنَّا امیرٌ ومنکم
امیرٌ فقامَ الحُبَاب بن المنذِر فقال انَا
جُذَیْلُهَا المُحَکَّکُ وعُذَیْقُهَا المرجَّب
اِن شئتُم واللهِ رددناها جَذَعۃً (جوان ۱۲)
فقال ابوبکر علٰی رِسلکُم (توقف کنیم ۲) فذهبتُ
لا تکلَّمَ قال انصُت یا عمرُ فحمد
الله واثنیٰ علیه ثم قال یامعشر
الانصار انّا والله ما ننکر
فضلکم و لابلاءکم فی الاسلام
ولاحقّکم الواجبُ (عملکم ۱۲) علینا ولکنّکم
قد عرفتم ان هٰذا الحیَّ من قریش
بمنزلةٍ من العرب لیس بها غیرهم و
ان العرب لن تجتمعَ الّا علٰی
رجلٍ منهم فنحنُ الاُمراء وانتم
الوزراء فاتّقوا الله ولا تُصدّعوا (تفرقوا ۱۲)

آجاتی اور دین کے پرخچے اُڑ جاتے۔ حضرت صدیقؓ اور فاروق رضؓ سقیفہ
میں (فوراً) پہنچ گئے اور سیفِ بیان سے انھوں نے اس
اختلاف کو قطع کر دیا۔ رُواۃِ علم میں اس بیان کو نقل کرنے میں
اختلاف ہے۔ ہر ایک نے ایک بات محفوظ کی اور ایک بات ترک
کر دی اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں تاکہ قصہ
منقح ہو جائے۔ اَب لیجئے حضرت فاروق رضؓ کی روایت کو جو آپ نے
جواب میں اِنَّ بیعۃَ ابی بکر کانت فلتۃً فتمّت کے فرمائی تھی
(یعنی ابوبکر رضؓ کی بیعت اچانک شروع ہوئی اور پوری ہو گئی)
آپ نے خطبۂ بلیغہ میں یہ بیان کیا کہ انصار نے کہا کہ اے گروہِ قریش
ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ تو کھڑا ہوا حباب
ابن المنذر اور اس نے کہا کہ میں اس امر کا وہ لکڑ ہوں جس سے
کھجلی دفع کی جاتی ہے (اونٹ جس سے کھجا کر اپنی کھجلی دفع کرتے ہیں)
اور کھجور کا وہ درخت ہوں جس کو میوے کے بوجھ سے ٹیک لگائے
ہیں تاکہ وہ گرے نہیں (مطلب یہ کہ میں بڑا اصابت الرائے ہوں
فائدہ اُٹھاؤ میری رائے سے) اگر تم چاہو واللہ ہم اس (خلافت)
کو ایک جوان کی طرف لوٹائیں گے۔ تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔
پھر میں گیا کہ (اس مسئلہ پر) کلام کروں تو کہا کہ اے عمر رضؓ! خاموش
رہو۔ پھر ابوبکر رضؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد کہا اے گروہ
انصار! ہم لوگ خدا کی قسم تمہاری فضیلت کا انکار نہیں کرتے
اور نہ اُن تکلیفات کا جو کہ اِسلام میں تم پر پہنچیں اور نہ تمہارے
اُس حق کا جو ہم پر واجب ہے، لیکن تم خوب جانتے ہو کہ یہ
قبیلہ یعنی قریش تمام عرب میں وہ مقام رکھتا ہے جو دوسروں کو
حاصِل نہیں ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ عرب ہرگز جمع نہیں
ہوں گے مگر ایسے شخص پر جو قریش میں سے ہو تو ہم اُمراء ہوں گے
اور تم وُزراء رہو گے تو اللہ سے ڈرو اور اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو

الاسلام ولا تکونوا اوّل من احدث
فی الاسلام الا وقد رضیت لکم
احد هذین الرجلین لی و
لابی عبیدة بن الجرّاح فایّهما
بایعتم فهو لکم ثقة قال
فوالله ما بقی شیٔ کنت
احبّ ان اقوله الا وقد قاله
یومئذ غیر هذه الکلمة فو
الله لأن اُقتل ثم اُحیی ثم اُقتل
ثم اُحیی فی غیر معصیة احبّ الیّ
من ان اکون امیرًا علی قوم
فیهم ابوبکر قال ثم قلت یا معشر
الانصار یا معشر المسلمین ان
اولی الناس بامر رسول الله صلی
الله علیه وسلم من بعده ثانی
اثنین اذ هما فی الغار ابوبکر
السبّاق المبین ثم اخذت بیده
وبادرنی رجل من الانصار فضرب
علی یده قبل ان اضرب علی یده ثم
ضربت علی یده وتتابع الناس ومیل
علی سعد بن عبادة فقال الناس قُتل
سعد فقلت اقتلوه قتله الله
ثم انصرفنا وقد جمع الله امر
المسلمین بابی بکر فکانت لعمر
الله کما قلتم اعطی الله خیرها

یعنے فلتۃ ۱۲

اور تم وہ پہلے شخص نہ بنو جو اسلام میں (تفرقہ) کی ابتداء کرنیوالا ہو سن لو کہ میں تم پر خلیفہ بنانے کے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں۔ میرے متعلق کہا اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے متعلق، تو ان دونوں میں سے جس سے تم بیعت کر لو وہ تمہارے لئے ثقہ ثابت ہوگا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ واللہ کوئی بات باقی نہ رہی جس کو میں کہنا چاہتا تھا مگر ابو بکرؓ نے اُس دن وہ سب کہدیں۔ بجز اس بات کے (یعنی میرا نام پیش کرنے کے) کیونکہ خدا کی قسم اگر میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ بغیر اس کے کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہو یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ایسی قوم پر امیر بنوں جن میں ابو بکرؓ موجود ہو۔ عمرؓ نے کہا اے گروہ انصار! اے تمام مسلمانو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے امر میں ان کے بعد سب سے اَولیٰ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ابو بکرؓ ہیں جو سب سے پہلے کھل کر اعلان کے ساتھ اسلام لانیوالے ہیں۔ پھر میں نے (بیعت کے لئے) اُن کا ہاتھ پکڑا اور مجھ پر سبقت لے گیا ایک شخص انصار میں سے کہ اُس نے اپنا ہاتھ ابو بکرؓ کے ہاتھ پر مارا قبل اسکے کہ میں اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ماروں۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر مارا اور لوگوں نے بیعت کر لی اور لوگوں کا جھکاؤ سعد بن عبادہؓ کی طرف ہوا (یعنی ان کے بارے میں رائے زنی کرنے لگے) تو لوگوں نے کہا کہ مارا گیا سعد بن عبادہؓ۔ میں نے کہا کہ مارو اُس کو خدا اُسے قتل کرے (یعنی چھوڑو اُس کے ذکر کو) پھر ہم واپس آ گئے اور اللہ تعالےٰ نے امر مسلمین کو جمع کر دیا ابو بکرؓ پر، تو وہ بات اسی طرح واقع ہوئی جیسا تم نے کہا کہ بیعتِ ابو بکرؓ اچانک ہوئی) اللہ تعالےٰ نے (بیعت کی) خیر کو عطا فرمایا اور اُس کے شر سے بچا لیا۔ تو جو اس قسم کی باتوں

ووقى شرّها فمن دعا الى مثلها لا بيعة
له ولا لمن بايعه اخرجه البخاري وابن
ابي شيبة وهذا لفظ ابن ابي شيبة
واما رواية عبدالله بن مسعود قال لمّا
قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم
قالت الانصار منّا امير ومنكم امير قال
فاتاهم عمر فقال يا معشر الانصار
الستم تعلمون انّ رسول الله صلى
الله عليه وسلم امر ابابكر ان يصلي بالناس
قالوا بلى قال فايّكم تطيب نفسه ان
يتقدم ابابكر قالوا نعوذ بالله ان نتقدّم
ابابكر اخرجه ابن ابي شيبة
امّا رواية عبد الله بن عون
عن محمد بن سيرين عن رجل
من بني زريق قال لمّا كان ذلك
اليوم خرج ابوبكر وعمر حتى اتيا
الانصار فقال ابوبكر يا معشر الانصار
انا لا ننكر حقكم ولا ينكر حقكم مؤمن
وانّا والله ما اصبنا خيرًا الّا ما شاركتمونا
فيه ولكن لا ترضى العرب ولا تقرّ الّا
على رجل من قريش لانهم افصح
الناس السنةً واحسن الناس وجوهًا
واوسط العرب دارًا واكثر الناس
شجنة في العرب فهلمّوا الى عمر فبايعوه
قال فقالوا لا فقال عمر لِمَ فقالوا

کی طرف لوگوں کو بلائے دگر یہ بے سوچے سمجھے اتفاقیہ بات تھی)
اُس کی کوئی بیعت نہیں اور نہ اس پر کوئی ذمہ داری جس سے ایسا
شخص بیعت ہو، اس کو روایت کیا بخاری نے اور ابن ابی شیبہ نے
اور یہ الفاظ ابن ابی شیبہ کے ہیں۔ آب لیجئے روایت عبداللہ بن مسعودؓ
کی کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو انصار نے
کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔ کہا کہ پھر
ان کے پاس عمرؓ پہنچے اور انھوں نے کہا کہ اے گروہ انصار! کیا
تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو حکم دیا تھا
کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سب نے کہا کہ بیشک۔ عمرؓ نے کہا کہ پھر تم میں کون
ایسا ہے کہ اُس کا نفس اس سے خوش ہو کہ ابوبکرؓ کے آگے ہو جائے؟
تو لوگوں نے کہا نعوذ باللہ کہ ہم ابوبکرؓ کے آگے ہوں، اس کو
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ آب لیجئے روایت عبداللہ بن عون
کی وہ روایت کرتے ہیں محمد بن سیرینؒ سے وہ روایت کرتے
ہیں بنی زریق کے ایک شخص سے اس نے کہا کہ جب یہ دن آیا
تو نکلے ابوبکرؓ و عمرؓ یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچے۔ پھر ابوبکرؓ
نے کہا کہ اے گروہ انصار! ہم تمھارے حق کا انکار نہیں کرتے اور کوئی
مومن تمھارے حق کا انکار نہیں کرے گا اور ہم واللہ خیر کو نہیں پہنچے
مگر جب تمھارے ساتھ اسلام میں شریک ہوئے لیکن عرب راضی
نہ ہوگا اور وہ نہیں جمیں گے مگر صرف ایسے شخص پر جو قریش
میں سے ہو کیونکہ وہ زبان کے اعتبار سے سب سے فصیح اور
چہروں کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ وجیہ اور
دار (یعنی محلِ سکونت) کے اعتبار سے عرب کے مرکز ہیں اور
شاخ در شاخ ہونے کے اعتبار سے وہ سب سے اکثریت رکھتے
ہیں۔ تو تم سب لوگ عمرؓ کی طرف بڑھو اور اُن سے بیعت کرو۔
راوی نے کہا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ نے کہا کیوں؟

تخاف الاثرة قال عمر اما ما عشت فلا
قال فبايعوا ابا بكر فقال ابو بكر لعمر انت
اقوى مني فقال عمر انت افضل مني فقالها
الثانية فلما كانت الثالثة قال عمر ان قوتي
لك مع فضلك قال فبايعوا ابا بكر قال
محمد وأتى الناس عند بيعة ابي بكر ابا
عبيدة بن الجراح فقال تأتوني وفيكم
ثالث ثلثة يعني ابا بكر قال ابن عون
فقلت لمحمد من ثالث ثلثة قال يقول
الله ثاني اثنين اذ هما في الغار اخرجه
ابن ابي شيبة آما روايت ابي سعيد
خدری رض قال لما توفي رسول الله
صلى الله عليه وسلم قام خطباء
الانصار فجعل الرجل منهم
يقول يا معشر المهاجرين ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كان اذا
استعمل رجلا منكم قرن معه رجلا
منا فنرى ان يلي هذا الامر رجلان
احدهما منكم والآخر منا قال فتتابعت
خطباء الانصار على ذلك فقام
زيد بن ثابت فقال ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان من المهاجرين فان الامام يكون
من المهاجرين ونحن انصاره كما
كنا انصار رسول الله

تو انھوں نے کہا کہ اس لئے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے گی۔ عمرؓ نے کہا یاد رکھو جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہ ہوگا۔ عمرؓ نے (لوگوں سے) کہا کہ ابوبکرؓ سے بیعت کرو۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو تو عمرؓ نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو۔ پھر دوبارہ دونوں نے پچھلی بات کا اعادہ کیا پھر جب تیسری مرتبہ کی نوبت آئی تو عمرؓ نے کہا کہ میری قوت آپ کے لئے آپ کے فضل کے ساتھ شامل رہے گی۔ کہا کہ پھر لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کر لی۔ محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ لوگ ابوبکرؓ سے بیعت کے وقت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تم میرے پاس آتے ہو دراں حالیکہ تم میں ثالث ثلثہ (تین میں کا تیسرا) یعنی ابوبکرؓ موجود ہے۔ ابن عون نے کہا کہ میں نے محمد سے پوچھا کہ ثالث ثلاثہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار (اور ان دونوں کے ساتھ تیسرا اللہ تھا) اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اب لیجئے روایت ابو سعید خدریؓ کی انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار کے مقررین کھڑے ہو گئے ایک شخص نے ان میں سے کہنا شروع کیا اے گروہ مہاجرین جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو تم میں سے عامل بناتے تھے تو اس کے ساتھ ہم میں کے ایک شخص کو بلا دیا کرتے تھے تو ہماری رائے یہ ہے کہ اس امر (خلافت) کے والی دو شخص ہوں ایک ان میں کا تم میں سے اور دوسرا ہم میں سے۔ کہا کہ پھر پے درپے انصار کے مقررین اس پر اصرار کرنے لگے۔ پھر زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے تو امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم اس کے انصار (مددگار) رہیں جس طرح کہ ہم رسول

صلی اللہ علیہ وسلم فقام ابوبکر فقال جزاکم اللہ خیرًا یا معشر الانصار وثبّت قائلکم ثمّ قال واللہ لو فعلتمُ غیر ذٰلک لما صالحتکم اخرجہ ابن ابی شیبۃ و از روایتِ حُمید بن عبد الرحمٰن فانطلق ابوبکر وعُمر یتقاودان حتے اتوھم فتکلّم ابوبکر ولم یترک شیئًا اُنزِل فی الانصار ولا ذکرہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شانھم الّا وذکرہٗ قال الا وقد علمتم انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو سلکَ الناسُ وادیًا وسلکتِ الانصارُ وادیًا لسلکتُ وادیَ الانصارِ ولقد علمتَ یا سعدُ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال و انت قاعدٌ قریشٌ وُلاۃُ ھٰذا الامر فبرُّ الناس تبعٌ لبرِّھم وفاجرُھم تبع لفاجرھم قال فقال لہٗ سعدٌ صدقتَ نحن الوُزراءُ واَنتمُ الامرآء اخرجہ احمد چوں روزِ دیگر بیعتِ عامّہ منعقد شد سادات اہل بیت تخلّف نمودند و ایں اشکالے دیگر بہم رسید حضرات شیخین رض بحُسنِ تدبیر ایں اشکال را برانداختند اِخرج البخاری عن الزھری قال اخبرنی انس بن مالک انّہ سمع خطبۃ عمر الاٰخرۃ حین جلس عمرُ علی المنبر وذٰلکَ الغدَ من یومٍ توُفّی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فتشہّدَ و ابوبکر صامتٌ لا یتکلّم قال

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انصار رہے ہیں۔ پھر ابوبکر رض کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ اللہ جزائے خیر دے تم کو اے گروہ انصار اور ثابت قدم رکھے تمھارے کہنے والے کو واللہ اگر تم اس کے سوا کچھ کرتے تو میں تم سے مصالحت نہ کرتا۔ اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور حُمَید بن عبدالرحمٰن کی روایت میں اس طرح ہے پھر چلے ابوبکر رض وعمر رض ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچ گئے اور ابوبکر رض نے کلام کیا اور کوئی بات انھوں نے نہ چھوڑی جو انصار کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ایسی بات جس کا ذکر اُن کی شان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا، مگر سب بیان کردیں۔ فرمایا دیکھو اور تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں گے اور انصار دوسری وادی میں تو انصار کی وادی میں چلوں گا اور یقینًا تم جانتے ہو اے سعد رض کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ قریش ہی اس امر کے والی ہوں گے جو نیک لوگ ہوں گے وہ تابع ہوں گے اُن میں کے نیکوں کے اور جو اُن میں سے بداطوار ہیں وہ تابع ہوں گے بداطوار والیانِ امر کے۔ کہا کہ پھر اُن سے سعد رض نے کہا کہ آپ نے سچ کہا ہم وُزراء ہوں گے اور تم اُمراء، اس کو احمد نے روایت کیا۔ جب دوسرے دن بیعتِ عامّہ منعقد ہوئی تو ساداتِ اہلِ بیت نے خلاف کیا اور یہ دوسری مشکل پیش آگئی۔ حضرات شیخین رض نے حُسنِ تدبیر سے اِس مشکل کو بھی ختم کردیا۔ بخاری رح نے روایت کی زہری رض سے انھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی انس بن مالک رض نے کہ اُنھوں نے عمر رض کا دوسرا خطبہ سُنا ہے جب انھوں نے منبر پر بیٹھ کر دیا اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے یومِ وفات سے اگلے دن کی بات ہے عمر رض نے کلمۂ شہادت پڑھا اور ابوبکر رض خاموش تھے وہ نہیں بول رہے تھے۔

كنتُ ارجو أن يعيش رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يدبرنا يريد بذلك ان يكون آخرهم فإن يك محمدٌ صلى الله عليه وسلم قد مات فان الله قد جعل بين اظهركم نوراً تهتدون به هدى الله محمداً صلى الله عليه وسلم وان ابابكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وثاني اثنين وانه اولى المسلمين بامورکم فقوموا فبايعوه وكان طائفة منهم قد بايعوه قبل ذلك في سقيفة بني ساعدة وكانت بيعة العامة على المنبر قال الزهري عن انس بن مالك سمعتُ عمر قال لابي بكر يومئذٍ اصعد المنبر فلم يزل به حتى اصعده المنبر فبايعه الناس عامةً واخرج الحاكم من حديث ابي سعيد الخدري فلما قعد ابوبكر على المنبر نظر في وجوه القوم فلم ير علياً فسأل عنه فقام ناسٌ من الانصار فأتوا به فقال ابوبكر يا ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه اردتَ ان تشق عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفة رسولِ الله فبايعه ثم لم ير الزبير بن العوام فسأل عنه حتى جاءوا به فقال ابن عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم

کہا کہ میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہیں گے یہاں تک کہ وہ ہمارے پیچھے (موجود) ہوں گے، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اُن سب سے آخر میں ہوں (لیکن اللہ کو یہ منظور نہ ہوا) تو اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے (تو راہِ مستقیم پر چلنے میں رکاوٹ نہیں ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ایک ایسا نور کردیا ہے (یعنی قرآن) جس سے تم اللہ کی وہ ہدایت پاتے رہو جس سے اُس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی تھی۔ اور یقیناً ابوبکر رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور ثانی اثنین ہیں اور وہ تمام مسلمانوں میں تمہارے امور کے لئے اَولےٰ ہیں اس لئے اُٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اور ان میں ایک جماعت ایسی بھی موجود تھی جو اس سے پہلے اُن سے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کرچکی تھی اور بیعتِ عامہ منبر پر ہوئی۔ زہریؒ انس بن مالک رض سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رض سے سُنا کہ انہوں نے اس دن ابوبکر رض سے کہا کہ منبر پر چڑھئے اور برابر کہتے ہی رہے یہاں تک کہ اُن کو منبر پر چڑھادیا پھر اُن سے لوگوں نے بیعت کی عامّۃً۔ اور حاکم نے ابوسعید خدری رض کی حدیث سے یہ اخذ کیا کہ جب ابوبکر رض منبر پر بیٹھ گئے تو اُنہوں نے قوم کے چہروں پر نظر ڈالی تو علی رض کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں پوچھا تو انصار میں کے کچھ لوگ اُٹھے اور اُن کو لے کر آئے تو اُن سے ابوبکر رض نے کہا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور اُن کے داماد! کیا تم نے مسلمانوں کا عصا (یعنی قوّتِ اجتماعیہ) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انہوں نے کہا ملامت نہ کیجئے اے خلیفہ رسول اللہ! پھر اُن سے بیعت کرلی۔ پھر (جب) ابوبکر رض نے زبیر رض بن العوام کو نہ دیکھا تو اُن کے بارے میں سوال کیا، یہاں تک کہ لوگ اُن کو لے کر آئے تو اُن سے کہا

وحواریہ اردت ان تشق عصا المسلمین
فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فبایعہ اخرج الحاکم من
حدیث ابراہیم بن عبد الرحمن بن
عوف ان عبد الرحمن بن عوف کان مع
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وان محمد
ابن مسلمۃ کسر سیف الزبیر ثم قام
ابوبکر فخطب الناس واعتذر الیہم
وقال واللہ ما کنت حریصا علی الامارۃ
یوما ولا لیلۃ قط ولا کنت راغبا فیہا
ولا سألتہا اللہ عز وجل فی سر وعلانیۃ
ولکنی اشفقت من الفتنۃ وما لی فی
الامارۃ من راحۃ ولکن کلفت امرا
عظیما ما لی بہ من طاقۃ ولا ید الا
بتقویۃ اللہ عز وجل ولوددت ان
اقوی الناس علیہا مکانی الیوم فقبل المہاجرون
منہ ما قال وما اعتذر بہ قال علی رضی
اللہ عنہ والزبیر ما غضبنا الا انا قد اخرنا
عن المشاورۃ وانا نری ابابکر احق الناس
بہا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعلم بشرفہ
وکبرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بالصلوۃ بالناس وہو حی

چوں امر خلافت بر حضرت صدیق رض مستقر شد اول مسئلہ کہ
تعلیم آں فرمود تفریق بود درمیان منصب نبوت و

کہ اے رسول اللہ کے پھوپھی کے بیٹے اور اُن کے حواری! کیا تم نے
مسلمانوں کا عصا (یعنی قوت) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انہوں نے کہا ملامت
نہ کیجئے اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر انہوں نے اُن سے
بیعت کرلی۔ حاکم نے ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف رض کی حدیث سے اخذ
کیا کہ عبد الرحمن بن عوف رض عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ
تھے اور محمد بن مسلمہ رض نے زبیر رض کی تلوار توڑ دی تھی پھر ابوبکر رض
نے کھڑے ہوکر لوگوں کے سامنے تقریر کی اور اُن سے معذرت
کی اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں امارت پر حریص نہیں ہوا کسی
دن میں اور نہ رات میں کبھی اور میں کبھی اس کی طرف راغب نہیں
ہوا اور نہ میں نے اللہ عز وجل سے پوشیدہ اور ظاہر اس کا سوال
کیا لیکن میں فتنہ پیدا ہونے سے ڈرا اور حال یہ ہے کہ مجھے امارت
میں کوئی راحت نہیں۔ لیکن مجھے ایک ایسے امر عظیم کا مکلف کیا گیا
جس کی مجھ میں قوت اور طاقت نہیں ہے مگر اللہ عز وجل کے قوت
بخشنے سے، اور میں تو اس کو پسند کر رہا تھا کہ میرے آج کے مقام
پر سب لوگوں سے زیادہ قوی شخص ہو (یعنی عمر رض)۔ تو جو کچھ انہوں
نے کہا اور جس عذر کا اظہار کیا اس کو سن کر سب مہاجرین نے قبول
کیا، علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ ہم ناراض نہیں ہوتے
مگر صرف اس بات سے کہ ہم کو مشاورت سے پیچھے ہٹا دیا گیا (یعنی
ہم سے مشورہ نہ کیا گیا) اور ہم جانتے ہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ
اس کا حقدار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رض ہیں جو آپ کے
یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم اچھی طرح اُن کے شرف اور بڑائی
کو جانتے ہیں اور اس امر کو کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے اپنی حیات میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ جب امر خلافت حضرت
صدیق رض پر مستحکم ہوگیا تو پہلا مسئلہ جس کی آپ نے لوگوں کو تعلیم دی وہ
تفریق تھا منصب نبوت اور منصب خلافت کے درمیان، اور امت

منصبِ خلافت وتفاوتِ معاملہ امّت با نبی و با
خلیفہ واین مسئلہ را در مجالسِ متعددہ باسالیبِ مختلفہ
مشروح فرمود تا آنکہ اشکال مرتفع شد قیس بن
ابی حازم گوید بعد یکماہ از وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم منادیٔ صدیق رض ندا داد کہ اِنَّ الصَّلٰوۃ جامعۃ
واین اوّل نمازے بود کہ درئے بایں کلمہ ندا درداند
بعد ازاں بر سرِ منبر بر آمد واین اوّل خطبہ بود
کہ گفت فحمد اللہ واثنٰی علیہ ثم قال ایھا
النّاس لوددتُ انّ ھٰذا کفانیہ غیری ولئن
اخذتمونی بسنّۃ نبیّکم صلی اللہ علیہ وسلم ما
اطیقھا ان کان لمعصومًا من الشیطان وان
کان لینزل علیہ الوحی من السّماء اخرجہ احمد
وعن ابی برزۃ الاسلمی قال اغلظ رجلٌ
الی ابی بکر الصّدیق فقال ابو برزۃ اَلَا
اضرب عنقہ قال فانتھرہ وقال ما ھی
لاحدٍ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اخرجہ احمد وابو یعلٰی بطرق مختلفۃ والفاظ
متغایرۃ وعن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ
قیل لابی بکر الصّدیق یا خلیفۃ اللہ فقال
بل خلیفۃ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وانا
ارضٰی بہ اخرجہ احمد وابو یعلٰی بطرقٍ مختلفۃٍ
وعن عائشۃ انھا تمثّلت لھذا البیت وابوبکر
رضی اللہ عنہ یقضی بہ ۔ شعر

وابیض یُستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

کے معاملہ کا تفاوت تھا نبی کے ساتھ اور خلیفہ کے ساتھ۔ اور اس
مسئلہ کو آپ نے کئی مجلسوں میں مختلف اسلوبوں کے ساتھ مشرح
فرمایا۔ یہاں تک کہ اشکال مرتفع ہوگیا۔ قیس بن ابی حازمؒ
کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ
کے بعد صدیق رض کے منادی نے ندا کی کہ الصّلوٰۃ جامعۃ (نماز
تیار ہے) اور یہ پہلی نماز تھی کہ جس میں اس کلمہ سے لوگوں کو پکارا
اس کے بعد صدیق رض منبر پر آئے اور یہ پہلا خطبہ تھا جو آپؓ نے
کہا۔ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں یہ پسند
کرتا تھا کہ اس امر کے لئے میرے سوا کوئی اور کافی ہوجاتے اور
البتہ اگر تم نے مجھ پر گرفت کی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ
کے پیشِ نظر تو میں اس پر (کما حقہٗ چلنے کی) طاقت نہیں رکھتا وہ
تو یقیناً بچائے ہوئے تھے شیطان سے اور اُن کے اوپر تو آسمان
سے وحی نازل ہوتی تھی، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے
ابو برزہ اسلمی رض سے کہا کہ ایک شخص نے سخت کلامی کی ابو بکر صدیق رض
کے متعلق تو ابو برزہ رض نے کہا کہ کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں؟
کہا کہ اس پر ابو بکر رض نے ان کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ یہ بات
کسی کے لئے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، اس کو
روایت کیا احمد اور ابو یعلیٰ نے مختلف سندوں اور مختلف
الفاظ کے ساتھ۔ اور مروی ہے عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے کہ ابو بکر
صدیق رض سے کہا گیا کہ اے اللہ کے خلیفہ! تو آپؓ نے فرمایا
(نہیں) بلکہ خلیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میں اس سے راضی
ہوجاؤں گا، اس کو احمد اور ابو یعلیٰ نے مختلف سندوں سے روایت
کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رض سے کہ انھوں نے آپ کی مثال دی اس
بیت سے جس حال میں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات پا رہے تھے۔ شعر:۔
وابیض یُستسقی الخ یعنی اور وہ ایسا سفید (نورانی

فقال ابو بکرؓ ذٰلك رسول الله صلى الله عليه وسلم اخرجه احمد وابو يعلى بعد ازاں اشکال دیگر پدید آمد در تاویل آیۂ کریمہ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ واحتمالِ ترکِ مواخذہ برامر معروف بہم رسید حضرتِ صدیقؓ بر خواند یا ایھا النّاس انّکم تقرءون هٰذه الاٰية وتضعونها على غير ما وضعها الله عزّ وجلّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انّ النّاس إذا رأوا المنكر فيهم فلم ينكروه يوشك أن يعمّهم الله بعقابٍ اخرجه احمد وابو يعلى بطرق مختلفة بعد ازاں اشکالے دیگر ظاہر گردید در مقاتلۂ منع کنندگانِ زکوٰۃ حالانکہ بکلمۂ اسلام متکلم بودند حضرت صدیقؓ افادہ فرمود کہ تاویل در ضروریاتِ دین مقبول نیست عن ابی هريرة عن النبيّ صلى الله عليه وسلم أُمِرتُ ان اقاتِل النّاس حتّٰى يقولوا لا اله الا الله

وجود) ہے جس کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کا پشت پناہ اور بیواؤں کا (مصائب سے) بچاؤ"۔ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ وہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے۔ اس کے بعد ایک اور اشکال پیش آیا۔ اس آیتِ کریمہ کی تاویل میں لَا يَضُرُّكُمْ الخ (۵: ۱۰۵) "جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمھارا کوئی نقصان نہیں"۔ کہ اس سے امر بالمعروف کے ترک پر مواخذہ نہ ہونے کا احتمال پیدا ہوگیا۔ حضرت صدیقؓ نے خطبہ پڑھا کہ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کو اس کے اصل محمل کے خلاف[عہ] رکھتے ہو جس پر اس کو اللہ عزّ وجلّ نے رکھا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الخ (۵: ۱۰۵) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمھارا کوئی نقصان نہیں"۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ جب لوگ آپس میں بد افعال کو دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب کو عامؐ کردے، اس کو احمد اور ابو یعلےٰ نے روایت کیا مختلف سندوں کے ساتھ۔ اسکے بعد ایک دوسری مشکل ظاہر ہوئی زکوٰۃ کو روکنے والوں سے قتال کے بارے میں جب کہ وہ کلمۂ اسلام پڑھنے والے بھی ہوں۔ حضرت صدیقؓ نے یہ افادہ فرمایا کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مقبول نہیں ہے۔ مروی ہے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مامور ہوا ہوں اس پر کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہیں (یعنی صرف اللہ کو معبود مانیں)

عہ حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ حدیث واضح کررہی ہے کہ امر بمعروف ونہی از منکر تم پر ضروری ہے اور جب تم نے ضروری چیز کو ترک کردیا تو إِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے مخاطب صحیح تم کیسے ہو سکتے ہو۔ یہ چیز تو اہتداء کے لوازم میں سے ہے۔ ہاں اگر تم نے جہاں تک تم سے ممکن تھا برائی سے روکنے کی کوشش کرلی مگر کوئی بدبخت پھر بھی باز نہ آیا اور اس فعل کا ارتکاب کرتا ہی رہا تو اس کے اس فعل سے تمھیں ضرر نہ پہنچے گا۔ آیت کا محمل یہ ہے۔ وہ نہیں جو تم نے خیال کرلیا ۱۲ مترجم عفی عنہ

فاذا قالوها عصموا منّی دماءھم و
اموالھم الّا بحقھا وحسابھم علی
اللہ فلمّا کانت الرّدّۃ قال عمر
لابی بکر تقاتلھم و قد سمعت
انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول کذا وکذا فقال ابوبکر لافرق
بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ ولاُقاتلنّ من
فرّق بینھما قال فقاتلنا معہ
فرأینا ذلک رشدًا اخرجہ احمد و
البخاری وھذا لفظ احمد و فی
روایۃ قال عمر فواللہ ما ھو الّا
انّی رایت اللہ عزّ وجلّ قد شرح
صدر ابی بکر للقتال فعرفت انّہ
الحق ودریں موضع بسوئے دو دقیقہ
اشارت نمود یکے آنکہ الّا بحقھا شامل
زکوٰۃ است دیگر آنکہ استثناء صلوٰۃ
مسلّم است وزکوٰۃ مقیس است بروے
بقیاس جلی بعد ازاں در امضاء جیش اسامہ
مباحثہ واقع شد صدیق بامرے کہ نفع آں
ظاہر شد موفق گشت عن ابی ھریرۃ قال
واللہ الذی لا الٰہ الا ھو لولا ان ابابکر
استخلف ما عُبد اللہ ثم قال الثانیۃ ثم
قال الثالثۃ فقیل لہ مہ یا ابا ھریرۃ فقال
انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وجّہ اسامۃ بن زید فی سبع مائۃ

تو جب انھوں نے وہ کلمہ کہہ لیا تو بچا لیا مجھ سے اپنے خونوں کو اور اپنے اموال کو مگر اس کلمہ کے حق پر (یعنی جب اللہ کو معبود مان لیا تو اس کی عبادت بھی یعنی نماز ضروری ہے جو اس کلمہ کا حق ہے) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے (کہ انھوں نے اذعانِ قلب سے یہ کلمہ کہا یا منافقت سے) الغرض جب ردّت پھیل گئی تو عمر رضؓ نے ابوبکر رضؓ سے کہا کہ آپ ان سے قتال کریں گے حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ ایسا اور ایسا فرماتے تھے تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں ہے اور میں ضرور قتال کروں گا اس شخص سے جو ان دونوں میں تفریق کرے گا۔ کہا کہ پھر ہم نے اُن کے ساتھ ہو کر قتال کیا تو ہم نے دیکھ لیا کہ یہ نیک کام تھا، اس کو روایت کیا احمد اور بخاری نے اور یہ لفظ احمد کے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ بس خدا کی قسم سوائے اس کے کوئی بات نہیں کہ میں نے دیکھا کہ اللہ عزّ وجلّ نے ابوبکر رضؓ کے سینہ کو قتال کے لئے کشادہ (یعنی مطمئن) کر دیا تھا تو میں نے پہچان لیا کہ حق وہی ہے اور اس مقام میں ابوبکر رضؓ نے دو دقیقوں کی طرف اشارہ کیا ایک یہ کہ الّا بحقھا زکوٰۃ کو شامل ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز کا استثنا مسلم ہے اور بروئے قیاس جلی زکوٰۃ کو اس پر قیاس کر لیا گیا ہے، اس کے بعد جیش اسامہ رضؓ کے روانہ کرنے میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیق رضؓ ایسی رائے پر (منجانب اللہ) موفق ہوئے کہ جس کا نفع ظاہر ہو گیا۔ مروی ہے ابوہریرہ رضؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر رضؓ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔ پھر دوبارہ یہی کہا۔ پھر سہ بارہ یہی کہا۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ بس کرو اے ابوہریرہ رضؓ (یعنی مبالغہ نہ کرو) تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضؓ کو سات سو لشکر

الی الشام فلما نزل بذی خشب قبض
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب
حول المدینة فقال والذی لا الٰه
الا هو لو جرّت الکلاب بارجل
ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما رددت جیشًا وجّهه رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ولا حللت لواءً عقده
فوجّه اسامة فجعل لا یمر بقبیل
یریدون الارتداد الا قالوا لولا
ان لهؤلاء قوة ما خرج مثل
هؤلاء من عندهم ولکن ندعهم
حتی یلقوا الروم فلقوهم فهزموهم
و قتلوهم و رجعوا سالمین
فثبتوا علی الاسلام من کور
فی الصواعق معزوًّا الی البیهقی
وابن عساکر بعد ازاں در قتال مرتدین
مباحثه واقع شد صدیق اکبرؓ بجدّ
عظیم دریں باب ملهم گشت و آں سرّ
قول آنحضرتؓ بود دریں فتنه که
العصمة بالسیف قال عمر یا خلیفة
رسول اللہ تألّف الناس وارفق
بهم فقال أجبّار فی الجاهلیة و
خوّار فی الاسلام انه قد انقطع الوحی
وتم الدین أینقص وانا حی مذکور
فی المشکوٰة معزوًّا الی رزین

دے کر شام کی طرف متوجہ کیا۔ جب انھوں نے ذی خشب میں (یہ ایک موضع ہے) پڑاؤ کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اور مدینہ کے گرد کے عرب مرتد ہوگئے تو ابو بکرؓ نے (ان اصحاب سے جو اس نوجوانوں کے لشکر کو واپس بلانے کے حق میں تھے اور کہا تھا کہ ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ضروری ہے) کہا تھا کہ خدا کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں اگر ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ٹانگوں کو کتے کھینچنے لگیں تو میں اس لشکر کو واپس نہ بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا ہے اور نہ وہ جھنڈا کھولوں گا جس کو آپؐ نے باندھا ہے پھر آپؓ نے اسامہؓ کو روانہ کردیا۔ اب اس لشکر نے ان قبیلوں پر سے گزرنا شروع کیا جو ارتداد کا ارادہ کر رہے تھے تو ہر ایک یہی کہتا رہا کہ اگر ان لوگوں کے پاس پوری قوت نہ ہوتی تو ان جیسا (طاقتور لشکر) ان کے پاس سے نہ نکلتا۔ لیکن ہم (ابھی) ان لوگوں کو چھوڑیں یہاں تک کہ یہ روم سے لڑیں۔ تو یہ لوگ رومیوں سے لڑے اور ان کو شکست دی اور قتل کیا اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے، تو یہ قبائل اسلام پر جمے رہے، یہ واقعہ صواعق میں بحوالہ بیہقی وابن عساکر مذکور ہے۔ اس کے بعد مرتدین سے قتال کے بارے میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیق اکبرؓ پورے شرح صدر کے ساتھ اس معاملہ میں ملہم ہوگئے اور وہی راز تھا اس فتنہ کے موقع پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ العصمة بالسیف (بچاؤ تلوار سے ہوتا ہے) عمرؓ نے کہا اے خلیفہ رسول اللہؐ! لوگوں کی تالیف قلب کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا جاہلیت میں جبّار (دلیر) تھے اور اسلام میں بزدل ہوگئے ہو۔ سمجھ لو کہ وحی منقطع ہوگئی اور دین پورا ہوچکا، کیا دین میں کمی کی جائے اور میں زندہ رہوں یہ مذکور ہے مشکوٰۃ میں بحوالہ رزین۔ اور اسی جیسا حضرت

ومثلہ قول المرتضیٰ لا تفجعنا بنفسک یا خلیفۃ رسول اللہ فاجابہ بنحو مما اجاب عمر مذکور فی الصواعق وغیرہ

بعدازاں در تعیین امیرے برائے قتالِ مُرتدین اشکال افتاد وحضرتِ صدیق رضہ حدیثے درباب خالدبن ولید روایت کرد وآخر کار فتح بردستِ خالد رضہ واقع شد عن وحشی بن حرب ان ابابکر عقد لخالد بن الولید فی قتالِ اھل الردۃ وقال انی سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول نعم عبداللہ واخو العشیرۃ خالدُ بن الولید سیفٌ من سیوف اللہ سلّہ اللہ عزّوجلّ علی الکفار والمنافقین اخرجہ احمد باز جمعے از مسلمین محققین راکہ مبشر بہشت بودند مثل حضرت عثمان رضہ وطلحہ رضہ بعد وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبہ عظیم پیش آمد اِنّ رجالاً من اصحابِ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حزنوا علیہ حتے کاد بعضھم یوسوسُ وفی بعض الفاظ الحدیث انھم ابتلوا بحدیث النفس و فی روایۃ محمد بن جبیر بن مطعم عن عثمان قال تمنیتُ ان اکون سألتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما ذا ینجینا مما یلقی الشیطانُ فی انفسنا

درعلاج ایں داھیہ متحیّر شدند وندانستند کہ نجات ایں امر چیست صدیق اکبر رضہ وجہ نجات ازیں داھیہ

مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ آپ اپنی ذات سے ہمیں کرب میں نہ ڈالیں اے خلیفہ رسول اللہ ! تو آپ نے اُن کو بھی ایسا ہی (تیز) جواب دیا جیسا عمر رضہ کو دیا تھا، یہ صواعق وغیرہ میں مذکور ہے۔

اس کے بعد مرتدین سے قتال کرنے کے لئے کسی امیر کے تعین میں اشکال پڑا اور حضرت صدیق رضہ نے خالد بن ولید رضہ کے بارے میں ایک حدیث بیان کی اور انجام کار فتح خالد رضہ کے ہاتھ پر واقع ہوئی وحشی بن حرب سے مروی ہے کہ ابوبکر رضہ نے خالد بن الولید رضہ کے لئے جھنڈا باندھا مرتدین سے قتال کے لئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کا اچھا بندہ اور ساتھیوں کا بھائی (یعنی غمگسار) خالد بن الولید رضہ ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ عزّوجلّ نے کفار اور منافقین پر کھینچا ہے، روایت کیا اس کو احمد نے۔ پھر مسلمین محققین کی ایک جماعت کو جس کو بہشت کی بشارت دی گئی تھی جیسے حضرت عثمان رضہ و طلحہ رضہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے . . . . بعد ایک عظیم شبہ پیش آیا (حدیث میں ہے) بہت سے لوگ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسے تھے جن پر آپ کے فراق سے رنج غالب آگیا یہاں تک کہ اُن میں سے بعض قریب تھا کہ وسوسوں میں مبتلا ہو جائیں (یعنی مالیخولیا میں) اور بعض الفاظِ حدیث میں ہیں کہ وہ حدیث النفس میں مبتلا ہو گئے۔ اور محمد بن جبیر ابن مطعم رضہ کی روایت میں حضرت عثمان رضہ سے مروی ہے فرمایا کہ "میں پچھتایا کہ کاش میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ اس چیز سے جو شیطان ہمارے نفوس میں القا کرتا ہے نجات دینے والی کیا چیز ہے ؟" اس افتادِ عظیم کے علاج میں متحیّر ہو گئے اور نہ سمجھے کہ اس امر سے نجات کی کیا صورت ہے۔ صدیق اکبر رضہ نے اس بڑی افتاد سے نجات کی صورت ارشاد فرمائی کہ نبی

شدیدہ ارشاد فرمود عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ینجیکم من ذلک ان تقولوا ما امرت
عمی ان یقول فلم یقل اخرجہ احمد و
ابو یعلیٰ بطرق مختلفۃ والفاظ متغایرۃ
یفسر بعضہا بعضاً و حاصل ایں قصہ آنست
کہ قوم معتاد بودند بدوام صحبت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم و حالت اتصال کہ سر و روح
بکارہائے خود مشغول باشند بصحبت آنجناب
کسب می نمودند چوں سعادت صحبت از دست
رفت و آں حالت مفقود شد در تفرقہ افتادند
و حدیث نفس برایشان مستولی گشت
حضرت صدیق رض کہ خلیفہ مطلق آنحضرت
بود و نائب برحق او صلی اللہ علیہ و
سلم در علم ظاہر و باطن طریقہ ذکر تعلیم نمود
این است معنی ایں قصہ کہ بعد جمع طرق حدیث
مفہوم گشت فلا تغتر باقاویل الناس فی
ذلک و ایں اول احیاء طریقہ صوفیہ
است کہ از دست خلیفہ اول رضی اللہ
عنہ و ارضاہ بظہور پیوست بعد ازاں
حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
صلوٰۃ استغفار از صدیق اکبر رض
اخذ نمود و باں اعتناء تمام فرمود
عن علی قال کنت اذا سمعت
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حدیثاً نفعنی اللہ بہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں اس سے نجات دلاتے گی یہ بات
کہ تم وہ (کلمہ) کہو جس کا امر میں نے اپنے چچا کو کیا تھا کہ وہ یہ
کہیں مگر انھوں نے نہ کہا (یعنی لا الٰہ الا اللہ) احمد اور ابو یعلیٰ
نے اس کو مختلف اسناد کے ساتھ اور ایک دوسرے سے ایسے
مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا جن میں سے بعض بعض کی
تفسیر کرتے ہیں۔ اور اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ قوم عادی
تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوام صحبت کی اور
یہ صاحبان اتصال کی حالت (خاصتہ یعنی اس کیفیت) کو کہ
(لطیفہ) سر و (لطیفہ) روح اپنے اپنے کاموں میں مشغول
رہیں۔ آنحضرت ص کی صحبت سے کسب کرتے رہتے تھے، وہ سعادت
صحبت ہاتھ سے جاتی رہی اور وہ حالت مفقود ہوگئی تو تفرقہ
(قلب) میں مبتلا ہو گئے اور ان پر حدیث نفس غالب
آگئی۔ حضرت صدیق رض نے جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے خلیفہ مطلق اور نائب برحق تھے علم ظاہر و باطن میں ذکر کا
طریقہ تعلیم فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس قصہ کی جو طرق
حدیث کو جمع کرنے سے مفہوم ہوتی ہے تو اس بارے میں لوگوں
کے اقوال مختلفہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا۔ اور طریقہ صوفیہ کا
یہ اول احیاء ہے جو کہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ وارضاہ
کے دست (مبارک) سے ظہور میں آیا۔ اس کے بعد حضرت مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رض سے صلوٰۃ استغفار اخذ کی اور
اس کی پوری قدر کی۔ مروی ہے علی رض سے کہا کہ میں جب کوئی
بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا تو مجھے اس
سے اللہ تعالیٰ نفع پہنچایا کرتا تھا جتنا اس میں سے چاہتا تھا اور
جب مجھ سے کوئی دوسرا شخص آپ ص سے کوئی بات روایت کرتا
تھا تو میں اس کو قسم دیتا تھا جب وہ قسم کھا لیتا تو میں

بماشاء منہ واذا حدثنی عنہ غیری استحلفتہ
حلف میدادم اور ۱۲
فاذا حلف لی صدقتہ وان ابابکر حدثنی و صدق ابوبکر انہ سمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال مامن عبدٍ یذنب ذنباً فیتوضأ فیحسن الوضوء ثم یصلی رکعتین فیستغفر اللہ عز وجل الا غفر لہ۔ اخرجہ احمد وابو یعلے بطرق متعددۃ پس ازاں صعب ترین اشکالات آں بود کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا و حضرت عباس رضی اللہ عنہ بظاہر عموم آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ متمسک شدہ میراث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طلب کردند مشکل آنکہ میراث دہند مخالف قاعدۂ شرع باشد واگر ندہند ملال خاطر اہل بیت لازم آید حضرت صدیق رضی اللہ عنہ دریں باب حدیثے روایت کرد کہ میراث بردن از پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم و بودن ایں قرای مملوک وے صلے اللہ علیہ وسلم ہر دو مقدمہ را منع نمود و با حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و سائر اہل بیت آں قدر ملاطفت فرمود کہ جبر نقصان آں آزردگیہا شد دریں ایام مشکلے دیگر کہ فوق جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد آں ایں بود کہ زبیر رضی اللہ عنہ و جمعے از بنی ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمع شدہ در باب نقض خلافت مشورت ہا بکار مے بردند حضرت شیخین رضی اللہ عنہما آں را بہ تدبیرے کہ بایستے برہم زدند و تدارک ملالے کہ

اُس کی تصدیق کرتا۔ اور یہ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سچے ہیں کہ اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے فرمایا ہر ایک ایسا بندہ جس سے کوئی گناہ ہو جائے اور وہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ عزّ وجلّ سے استغفار کرے تو اللہ تعالےٰ اس کا گناہ بخش دے گا۔ اس کو روایت کیا احمد نے اور ابو یعلےٰ نے متعدد روایات سے۔ پھر اس کے بعد سخت ترین اشکال یہ پیش آیا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بظاہر اس آیت کے عام حکم سے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ الخ (۴: ۱۱) اللہ تعالےٰ تم کو حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر الخ دلیل پکڑتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کی۔ مشکل یہ پیش آئی کہ اگر میراث دیں تو قاعدۂ شرع کے خلاف ہوگا۔ اور اگر نہ دیں تو اہلِ بیت کا ملالِ خاطر لازم آتا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس باب میں ایک حدیث کی روایت کی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے میراث لینا اور (خیبر) کی ان بستیوں کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مملوک ہونا دونوں صحیح نہیں ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت کی آپ رضی اللہ عنہ نے اتنی دلجوئی کی کہ اس سے اُن آزردگیوں کی تلافی ہو گئی جو پیدا ہو گئی تھیں۔ ان ہی ایام میں ایک اور مشکل پیش آئی جو سب مشکلات سے بالاتر سمجھی جاسکتی ہے اور وہ یہ تھی کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہو کر خلافت کے توڑنے کے لئے مشورے شروع کر دیئے۔ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما نے اس کو ایسی تدبیر سے جو ہونا چاہیئے تھی مٹایا اور اس ملال کا تدارک حُسنِ ملاطفت سے فرمایا

برمزاجِ حضرت مرتضیٰ رض عارض شدہ بود بحسن
ملاطفت فرمودند رواۃ ایں قصہ ہر یکے
چیزے را حفظ کرد و چیزے ترک نمود دریں جا
چند روایت بنویسیم تا قضیہ منقح گردد عن
زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علیؓ و
الزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیشاورونھا و
یرتجعون فی امرھم فلما بلغ ذلک عمر
ابن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ
فقال یابنت رسول اللہ واللہ ما من
الخلق احد احب الینا من ابیک و ما من
احد احب الینا بعد ابیک منک وایم
اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ھؤلاء
النفر عندک ان امر بھم ان یحرق
علیھم البیت قال فلما خرج عمر جاءوھا
فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی
وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن
علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما
حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رأیکم
ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنھا فلم یرجعوا
الیھا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی
شیبۃ وعن عائشۃ ان فاطمۃ رضی اللہ عنھا
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت
الی ابی بکر الصدیق تسألہ میراثھا من رسول

جو حضرت مرتضیٰ رض کے مزاج پر عارض ہو گیا تھا۔ اس قصہ کے راویوں میں سے ہر ایک نے ایک چیز کا تو ذکر کر دیا اور ایک چیز کو ترک کر دیا اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں تاکہ واقعہ کی تنقیح ہو جائے۔ مروی ہے زید بن اسلم رض سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رض سے بیعت ہو گئی تو علی رض اور زبیر رض فاطمہ رض بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے یہ ان سے مشورے کرتے تھے اور اپنی خاص تجویز کے سلسلہ میں بار بار آجارہے تھے۔ جب یہ خبر عمر بن الخطاب رض کو پہنچی تو نکلے اور فاطمہ رض کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے رسول اللہ ص کی بیٹی! خدا کی قسم کوئی تمام مخلوق میں سے ہمیں تمہارے باپ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور اب ہمیں تمہارے باپ کے بعد کوئی تم سے زیادہ محبوب نہیں اور خدا کی قسم یہ محبت مجھے اس بات سے روکنے والی نہیں کہ اگر یہ لوگ تمہارے پاس جمع ہوئے تو میں ان کے بارے میں یہ حکم دوں کہ ان کے اوپر اس گھر کو پھونک دیا جائے۔ بیان کیا کہ جب عمر رض چلے گئے تو یہ لوگ فاطمہ رض کے پاس آئے تو فاطمہ رض نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ عمر رض میرے پاس آئے تھے اور وہ اللہ کی قسم کھا چکے ہیں کہ اگر تم لوگ پھر یہاں جمع ہوئے تو وہ تمہارے اوپر اس گھر کو جلا دیں گے اور بخدا وہ ضرور ایسا کر گزریں گے جس پر انہوں نے قسم کھائی ہے۔ بس خیریت سے واپس ہو جاؤ۔ تمہاری اپنی جو رائے ہو کرتے رہو اور میرے پاس لوٹ کر نہ آؤ، تو یہ لوگ ان کے پاس سے واپس ہو گئے اور پھر نہیں آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ابوبکر رض سے بیعت کر لی، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رض سے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے ابوبکر صدیق رض کو بلایا اور ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه
بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر
فقال ابو بكر ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال لا نورث ما تركناه صدقة
انما يأكل آل محمد في هذا المال واني
والله لا اغير شيئا من صدقة رسول الله
صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت
عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه
وسلم ولاعملن فيها بما عمل به رسول
الله صلى الله عليه وسلم فابى ابو بكر ان
يدفع الى فاطمة منها شيئا فوجدت (غضبت)
فاطمة على ابي بكر في ذلك وقال ابو بكر
والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله
صلى الله عليه وسلم احب الي ان اصل
من قرابتي واما الذي شجر بيني وبينكم من
هذه الاموال فاني لم آل فيها عن
الحق ولم اترك امرا رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها الا صنعته
اخرجه احمد والبخاري وغيرهما وهذا
لفظ احمد وفي رواية له ان فاطمة بنت
رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت ابا بكر
بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى
الله عليه وسلم مما افاء الله عليه فقال
لها ابو بكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

طرف سے اپنے حصۂ وراثت کا سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلوایا تھا مدینہ میں اور فدک میں اور خمس خیبر میں سے ما بقی کا۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا (پیغمبروں کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ (یعنی غریبوں کا حق) ہے۔ اس مال سے آلِ محمدؐ صرف کھاتے رہیں اور بخدا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کچھ تغیر نہ کروں گا اُس کے اُس حال سے جس پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور میں اُس میں ضرور وہی عمل کروں گا (یعنی تقسیم) جو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، غرض ابوبکرؓ نے اُس میں سے فاطمہؓ کو کچھ دینے سے انکار کردیا تو فاطمہؓ اس پر ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور ابوبکرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں نیک برتاؤ کروں اپنی قرابت سے اور رہا یہ اختلاف جو میرے اور تمہارے درمیان ان اموال کے بارے میں واقع ہوا تو میں اس میں حق سے نہیں ہٹا ہوں اور میں نے کسی ایسے امر کو نہیں چھوڑا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جو عمل آپؐ اس میں کرتے تھے وہی میں نے کیا، اس کو احمد اور بخاری وغیرہما نے روایت کیا اور یہ الفاظ احمد کے ہیں۔ اور اُن کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکرؓ سے سوال کیا کہ وہ اُن کا حصۂ میراث اس جائداد میں سے تقسیم کر کے دیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو دی تھی تو اُن سے ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث

قال لا نورث ما تركناه صدقة[عہ] فغضبت
فاطمة عليها السلام فهجرت ابا بكر
رضى الله عنه فلم تزل مهاجرته حتى
توفيت قال و عاشت بعد وفات
رسول الله صلے الله عليه وسلم ستة اشهر
قال فكانت فاطمة عليها السلام تسأل
ابابكر نصيبها مما ترك رسول الله صلے الله
عليه وسلم من خيبر و فدك و صدقته
بالمدينه فابى ابو بكر ذلك عليها
وقال لست تاركا شيئا كان رسول الله
صلے الله عليه وسلم يعمل به الا عملت
به انى اخشى ان تركت شيئا من امره
ان ازيغ فاما صدقته بالمدينة
فدفعها عمر (امیل عن الحق ۱۲) الى علىّ و عباسٍ
فغلبه عليها علىٌّ و اما خيبر و
فدك فامسكهما عمر رضى الله عنه و
قال هما صدقة رسول الله صلے الله عليه
وسلم كانت لحقوقه التى تعروه (پیش آمدہ امور ۱۲) ونوائبه
وامرهما الى من ولى الامر قال فهما على
ذلك اليوم اخرجه احمد و عن عقبة بن
الحارث قال خرجت مع ابى بكر رضى الله
عنه من صلوة العصر بعد وفات رسول
الله صلے الله عليه وسلم بليال و علىٌّ

نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا تو فاطمہ علیہا السلام ناراض ہوگئیں تو ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور انقطاع تعلق باقی رکھا یہاں تک کہ اُن کی وفات ہوگئی کہا کہ وہ بعد وفاتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھ ماہ زندہ رہیں۔ کہا کہ فاطمہ علیہا السلام ابوبکرؓ سے سوال کرتی تھیں اپنے حصہ کا اس میں سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا یعنی خیبر اور فدک اور آپ کا صدقہ جو مدینہ میں تھا تو ابوبکرؓ نے اُن سے اسکا انکار کردیا اور کہا تھا کہ میں کوئی چیز چھوڑنے والا نہیں ہوں جسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے مگر مجھے بھی اس پر عمل کرنا ہے۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ مَیں نے اگر آپؐ کے امر میں سے کسی چیز کو ترک کردیا تو مَیں حق سے پھر جاؤں۔ ہاں جو آپؐ کا مدینہ کا صدقہ تھا اس کو عمرؓ نے علیؓ اور عباسؓ کو دیدیا تھا۔ (بطور تولیت) تو غالب رہے۔ اس صدقہ میں عباسؓ پر علیؓ۔ رہا خیبر اور فدک تو اُن دونوں کو عمرؓ نے روک لیا تھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا صدقہ ہیں جو اُن حقوق کے پورا کرنے کے لئے تھے جو آپ کو پیش آتے تھے اور آپ کے نوائب (یعنی حوادث و فتنہ) کے لئے تھے اور ان دونو کا معاملہ سپردگی میں رہے گا اس کے جو ولیِ امر (یعنی خلیفہ) ہو۔ کہا کہ یہ دونوں آج تک اسی حال پر ہیں۔ اور مروی ہے عقبہ رضؓ ابن الحارث سے کہا کہ میں نکلا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عصر کے بعد جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر چند راتیں گزری تھیں اور علیؓ آپؓ کے پہلو میں چل رہے تھے تو اُن کا گزر حسن بن علیؓ پر ہوا جو کہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے

عہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے تحفۂ اثناعشریہ میں باغ فدک کے قصہ کی تفصیل اور اس حدیث کی شرح بلیغ انداز کے ساتھ کی ہے جو خواہشمند ہو وہ اس کا مطالعہ کرے ۲

يمشى الى جنبه فمرّ بحسن بن علىّ يلعبُ مع
غلمانٍ فاحتملَه على رَقَبَتِه وَقال وَابى شبيهٌ
بالنبىّ ليس شِبيهًا بعلىٍّ و قال وعلىٌّ رضى الله
يضحك اخرجه احمد وعن عايشة انّ
فاطمة ارسلت الى ابى بكر تسأله عن
ميراثها من النبى صلى الله عليه وسلم
مما افاء الله على رسوله من المدينة
وفدك ومابقى من خمس خيبر فقال ابوبكر
انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال لا نورث ما تركنا صدقة انّما
ياكلُ ال محمد من هذا المال و
انى والله لا اُغيّر شيئًا من صدقة
رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها
التى كانت عليها فى عهد رسول الله صلى الله
الله عليه وسلم ولاعملنّ فيها بما عمل رسول
الله صلى الله عليه وسلم فابى ابوبكر ان يدفع
الى فاطمةَ منها شيئًا فوجدتْ فاطمةُ على
ابى بكر فى ذلك فهجرتهُ فلم تكلمه حتى توفّيت
وعاشتْ بعد النبىّ صلى الله عليه وسلم ستّة
اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علىٌّ ليلاً ولم
يُؤذِن بها ابابكر وصلّى عليها وكانَ لعلىٍّ من
الناس وجهٌ حيوةَ فاطمة فلمّا توفّيت استنكر
علىٌّ وجوهَ النّاسِ فالتمس مصالحةَ ابى بكر و
مبايعتهٗ ولم يكن يبايع تلك الاشهر فارسل
الى ابى بكر انِ ائتنا ولا يأتينا معك احدٌ

تو ابوبکر رضؓ نے اُن کو اُٹھاکر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور کہاکہ میرا باپ اس پر قربان (یہ محاورہ کلام ہے) یہ مشابہ ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علی رضؓ کے مشابہ نہیں ہے۔ کہا اور علی رضؓ ہنس رہے تھے، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے کہ فاطمہ رضؓ نے ابوبکر رضؓ کو بُلا بھیجا اور اُن سے سوال کیا اپنے حصّہ وراثت کا جو اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچتا تھا اُس میں سے جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا مدینہ میں سے اور فدک میں سے اور خیبر کے پانچویں حصّہ کے باقی ماندہ میں سے۔ تو ابوبکر رضؓ نے کہاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم (پیغمبر) جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ اس مال میں سے آل محمدؐ صرف کھائیں گے اور میں واللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں جس حال پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اُس کی کسی چیز میں تغیّر نہ کروں گا اور میں اس میں ضرور وہی عمل کروں گا جو عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ تو ابوبکر رضؓ نے اس سے انکار کردیا کہ فاطمہ رضؓ کو اس میں سے کچھ دیں۔ اس سے فاطمہ رضؓ ابوبکر رضؓ سے ناراض ہوگئیں اور اُن کو چھوڑ دیا اور اُن سے کلام نہیں کیا یہاں تک کہ انتقال ہوگیا اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے شوہر حضرت علی رضؓ نے ان کو رات میں ہی دفن کردیا اور اس وفات کی اطلاع ابوبکر رضؓ کو نہیں دی۔ اور ان پر نماز انھوں نے ہی پڑھی۔ اور علی رضؓ کی لوگوں میں خاص عزت رہی فاطمہ رضؓ کی زندگی تک۔ پھر جب ان کا انتقال ہوگیا تو علی رضؓ نے لوگوں کے رُخ بدلے ہوتے پاتے تو ابوبکر رضؓ سے مصالحت اور ان سے بیعت کی درخواست کی اور ان مہینوں میں وہ بیعت نہیں کر رہے تھے پھر انھوں نے ابوبکر رضؓ

کراھیۃ لیحضر عمر فقال عمر واللہ لا تدخل علیھم وحدک فقال ابوبکر وما عسیتھم ان یفعلوہ بی واللہ لاٰتینھم فدخل علیھم ابوبکر فتشھد علیٌّ فقال انا قد عرفنا فضلک وما اعطاک اللہ ولم ننفس (حسد نہ بردیم ۱۲) علیک خیرا ساقہ اللہ الیک ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نری لقرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لنا نصیبا حتی فاضت عینا ابی بکر فلما تکلم ابوبکر قال والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی من ان اصل قرابتی واما الذی شجر بینی و بینکم من ھذہ الاموال فانی لم آل فیھا عن الخیر ولم اترک امرا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ فیھا الا صنعتہ فقال علیٌّ لابی بکر موعدک العشیۃ للبیعۃ فلما صلی ابوبکر الظھر رقی المنبر فتشھد وذکر شأن علیٍّ وتخلفہ عن البیعۃ وعذرہ (عذر قبول کردہ ۱۲) بالذی اعتذر الیہ ثم استغفر وتشھد علیٌّ فعظم (عظمت ۱۲) حق ابی بکر وحدث انہ لم یحملہ علی الذی صنع نفاسۃ (حسد ۱۲) علی ابی بکر

کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ ہمارے پاس آئیں اور تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہ آئے اس کراہیت کی وجہ سے کہ عمرؓ ضرور ساتھ ہوں گے۔ اس پر عمرؓ نے کہا واللہ آپ اُن کے پاس تنہا نہ جائیں۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ واللہ مجھے امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ (برا معاملہ) کریں گے۔ واللہ میں اُن کے پاس ضرور جاؤں گا۔ اور اُن کے پاس ابوبکرؓ پہنچ گئے۔ تو علیؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم آپ کی بزرگی کو پہچانتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے اور اُس خیر پر جو اللہ نے آپ کی طرف بھیجدی ہے ہم نے آپ کے اُوپر حسد نہیں کیا۔ لیکن آپ نے اس امر (یعنی خلافت) کے سلسلہ میں اکیلے اکیلے ہی سب کچھ کیا اور ہم خیال کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت کی وجہ سے کہ (مشاورت میں) ہمارا حصہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ کے آنسو بہنے لگے۔ پھر جب ابوبکرؓ نے گفتگو شروع کی تو فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں اپنی قرابت کے ساتھ ناطہ جوڑوں۔ رہی وہ بات کہ ان اموال کے سلسلہ میں میرے اور تمہارے درمیان اختلاف واقع ہوا تو یقیناً میں اُن کے بارے میں خیر سے نہیں ہٹا اور نہ میں نے کسی ایسے کام کو چھوڑا جو میں نے اُن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا، مگر میں نے وہی کیا۔ اس کے بعد علیؓ نے ابوبکرؓ سے کہا آپ سے بیعت کیلئے شام کو آنے کا وعدہ ہے۔ پھر جب ابوبکرؓ نے نماز ظہر پڑھ لی تو منبر پر چڑھے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور علیؓ کی شان کا ذکر کیا اور ان کی بیعت سے تخلف کا اور حضرت علیؓ کے اس عذر کو قبول کرنے کا اظہار کیا جو انھوں نے ان سے کیا تھا۔ اس کے بعد (علیؓ نے) استغفار کیا اور کلمۂ شہادت

ولا انکار اللذی فضّل الله به
ولکنا کنا نرٰی لنا فی هٰذا الامر
ای المشورة کما یدل علیه بقیة
الروایات نصیباً فاستبد علینا
فوجدنا فی انفسنا فسر بذٰلک
المسلمون و قالوا اصبت و
کان المسلمون الی علیٍّ قریباً
حین راجع الامر المعروف
رواه البخاری وعن ابی سعید
الخدری قال قال ابوبکر الست
احق الناس بها الست اول من اسلم
الست صاحب کذا الست صاحب
کذا رواه الترمذی بعد ازاں اہم مہمات
نزدیک حضرت صدیقؓ آں بود
کہ برائے امتِ آنحضرت صلے الله
علیه وسلم قاعده مرتب فرماید تا در
مسائلِ اجتہادیہ بکدام راه سلوک نمایند
وترتیب ادلۂ شرعیه بچه اسلوب بعمل
آرند الیٰ یومنا هٰذا همه مجتهدین بر
همیں قاعده عمل می کنند و وے رضی الله
عنه شیخ و استاد جمیع مجتهدین شد بوضع
ایں قاعده عن میمون بن مهران
قال کان ابوبکر اذا ورد علیه الخصم
نظر فی کتاب الله فاذا وجد فیه

پڑھ کر ابوبکرؓ کے حق کی عظمت کا اظہار کیا اور بیان کیا کہ جو کچھ انہوں نے (توقف) کیا اس پر ان کو ابوبکرؓ پر حسد نے برانگیختہ نہیں کیا اور نہ اُن فضائل سے انکار کی بنا پر کیا جن سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو فضیلت بخشی، لیکن ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ اس امر میں (یعنی مشورہ میں جیسا کہ اس پر بقیہ روایات دلالت کرتی ہیں[1]) ہمارا بھی حصہ ہوگا مگر ہم کو الگ (یعنی نظر انداز) کر دیا تو ہم نے اپنے نفوس میں اس کا رنج پایا۔ تو اس سے سب مسلمان خوش ہوئے اور سب نے کہا کہ آپ نے اچھا (اقدام) کیا اور سب مسلمان (اب) علیؓ سے قریب ہو گئے جب انہوں نے اس نیک کام کی طرف رجوع کر لیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہا کہ ابوبکرؓ نے (سقیفہ بنی ساعدہ میں) کہا کہ کیا میں اس (خلافت) کا سب لوگوں سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے اوّل اسلام لانیوالا شخص نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں فضیلت والا نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں بات والا نہیں ہوں؟ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اس کے بعد اہم مہمات حضرت صدیقؓ کے نزدیک یہ کام تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے ایک قاعدہ مرتب فرما دیں کہ مسائل اجتہادیہ میں لوگ کس راہ پر چلیں اور دلائل شرعیہ کی ترتیب کس اسلوب کے ساتھ عمل میں لائیں۔ ہمارے آج کے دن تک تمام مجتہدین اسی قاعدہ پر عمل کر رہے ہیں اور صدیق رضی اللہ عنہ شیخ اور اُستاد تمام مجتہدین کے ہوئے اس قاعدہ کو وضع فرمانے کی وجہ سے۔ مروی ہے میمون بن مہران سے کہا کہ ابوبکرؓ کے پاس جب کوئی مدعی آتا تو وہ نظر کرتے کتاب اللہ میں اگر اس میں وہ بات پاتے جس سے اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں

[1] اس عبارت کو قوسین کے درمیان اس لئے کر دیا کہ حضرت مصنفؒ کی طرف سے ہے جس میں ہٰذا الامر کا مشار الیہ ذکر کیا گیا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ما یقضی بینھم قضی به وان لم یکن
فی الکتاب وعلم من رسول الله صلی
الله علیه وسلم فی ذلک سنة قضی
به فان اعیاه خرج فسأل المسلمین و
قال اتانی کذا وکذا فھل علمتم ان
رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی فی
ذلک بقضاء فربما اجتمع الیه النفر کلھم
یذکر من رسول الله صلی الله علیه
وسلم فیه قضاء فیقول ابو بکر الحمد
لله الذی جعل فینا من یحفظ علی
نبینا فان اعیاه ان یجد فیه سنة
من رسول الله صلی الله علیه وسلم جمع
رءوس الناس واخیارھم فاستشارھم
فاذا اجتمع رأیھم علی امر قضی به
رواه الدارمی بعد ازاں در میراث جدہ
مسئلہ وارد شد حضرت صدیق رض تفحص
بلیغ فرمود تا آنکه حدیث ظاهر شد و مسئله
منقح گشت عن الزھری قال جاءت
الی ابی بکر جدة ام اب او ام ام
فقالت ان ابن ابنی او ابن
ابنتی توفی وبلغنی ان لی نصیبا
فما لی فقال ابو بکر ما سمعت رسول
الله صلی الله علیه وسلم قال فیھا شیئا و
سأسأل الناس فلما صلی الظھر فقال ایکم سمع
رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فی الجدة

تو اُس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر کتاب میں نہ ہوتا اور
اُن کو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی سُنّت کا
علم ہوتا تو اسکے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ پھر اگر اس سے بھی عاجز
ہوتے تو مسلمانوں سے سوال کرتے اور فرماتے کہ میرے
پاس ایسا اور ایسا مسئلہ آیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں
کوئی فیصلہ کیا ہے؛ تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سب کی نظر
ایک ہی بات پر جمع ہو جاتی ہر ایک رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے اس بارے میں ایک ہی فیصلہ کا ذکر کرتا تو
ابو بکر رض کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ رکھے جو
ہمارے نبیؐ کی باتیں محفوظ رکھتے ہیں۔ پھر اگر اس سے عاجز ہو جاتے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں سے کوئی بات
پائیں تو لوگوں میں سے ممتاز اور اخیار لوگوں کو جمع کرتے
اور ان سے مشورہ لیتے تو جب اُن کی رائے کسی بات پر متفق
ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے، اس کو روایت
کیا دارمی نے۔ اس کے بعد دادی کی میراث کا مسئلہ آپ
کے سامنے آیا تو حضرت صدیق رض نے بہت جستجو کی یہانتک
کہ ایک حدیث ظاہر ہو گئی اور مسئلہ واضح ہو گیا۔ مروی
ہے زہری رح سے کہا کہ ابو بکر رض کے پاس ایک جدہ آئی یعنی
باپ کی ماں یا ماں کی ماں اور کہنے لگی کہ میرے بیٹے کے
بیٹے کی یا بیٹی کے بیٹے کی وفات ہو گئی اور مجھے یہ بات پہنچی
ہے کہ میرا بھی کچھ حصہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابو بکر رض نے کہا
کہ میں نے اسکے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ
آپؐ نے اسکے بارے میں کچھ فرمایا اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھوں گا۔
تو جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ تم میں سے کسی نے

شیئًا فقال المغیرۃ بن شعبۃ انا قال
ماذا قال اعطاہا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سدسًا قال أیعلم ذلک احدٌ
غیرک فقال محمد بن مسلمۃ صدق مغیرۃ
فاعطاہا ابوبکر السدس فجاءت الی عمر
مثلہا فقال ما ادری ما سمعتُ من رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا شیئًا وسأسأل
الناس فحدثوہ بحدیث المغیرۃ بن شعبۃ و
محمد بن مسلمۃ فقال عمر ایتکما خلت بہ
فلہا السدس فان اجتمعتما (الجدتان) فہو بینکما
رواہ مالک والدارمی وہذا لفظ الدارمی
بعد ازاں در میراث جد اختلاف افتاد کہ
وے عند عدم الاب بمنزلۂ اب است
یا حالت او متردد است شبہے بہ پدر دارد
و شبہے بہ برادر صحابہ رض دریں باب اقوال
شتی دارند فاروق اعظم رض قولے دارد
و علی مرتضی رض قولے و عبداللہ بن مسعود رض
قولے و زید بن ثابت رض قولے واز ہمہ
نوعے تردد و رجوع منقول گشتہ
ثابت ترین ہمہ اقوال دریں باب
قول صدیق اکبر رض است قال
ابن عباس و ابن الزبیر
اما الذی قال (ای فی حقہ) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لو کنت
متخذا احدًا خلیلا لاتخذتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے جدّہ کے بارے
میں کچھ فرمایا ہے تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے۔ فرمایا کہ کیا؟ کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصّہ دیا ہے۔ فرمایا کہ
کیا اس بات کو تیرے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے تو محمد بن مسلمہ رض نے
کہا کہ مغیرہ رض نے سچ کہا ہے۔ تو ابوبکر رض نے اس کو چھٹا حصّہ دیدیا۔
پھر عمر رض کے پاس ایسی ہی ایک عورت آئی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں
نہیں جانتا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سُنا، اور میں عنقریب اس کے
بارے میں لوگوں سے پوچھوں گا۔ تو لوگوں نے اُن سے مغیرہ بن
شعبہ رض اور محمد بن مسلمہ رض کی حدیث بیان کی تو عمر رض نے فرمایا کہ تم
دونوں (دادی اور نانی) میں سے جو تنہا ہو تو اس کو چھٹا
حصہ ملے گا اور اگر تم دونوں جمع ہو جاؤ تو وہ (چھٹا حصّہ)
تم دونوں کے درمیان (تقسیم) ہوگا، روایت کیا اس کو مالک
اور دارمی نے اور یہ لفظ دارمی کے ہیں۔ اس کے بعد جدّ (دادا)
کی میراث میں اختلاف واقع ہوا کہ وہ باپ نہ ہونے کے
وقت بمنزلہ باپ کے ہے یا اس کی حالت متردد ہے کچھ
مشابہت تو باپ کے ساتھ رکھتا ہے اور کچھ مشابہت بھائی کے
ساتھ۔ صحابہ رض اس بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہیں۔ ایک قول
فاروق اعظم رض کا ہے اور ایک قول علی مرتضی رض اور عبداللہ بن مسعود رض
کا ایک قول اور زید بن ثابت رض کا ایک قول اور سب کی طرف سے
تردد اور (اپنے قول سے) رجوع منقول ہے۔ اس باب میں تمام
اقوال سے پختہ ترین صدیق اکبر رض کا قول ہے۔ ابن عباس رض اور ابن
الزبیر رض نے کہا کہ اس شخص نے جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل بنانیوالا
ہوتا تو اس کو خلیل بناتا اسی کو (یعنی جد کو)

خلیلاً قد جعلہ ابا اخرج قول الاول (ابن عباسؓ) الدارمیؒ وقول الثانی (ابن الزبیرؓ) البخاری وقال الحسنؒ ان الجدّ قد مضت سُنّتہٗ وانّ ابابکرٍ جعل الجدّ ابًا ولکن الناس تحیّروا اخرجہ الدارمی بعد ازاں در تفسیر کلالہ اختلاف واقع شد و در جوابِ آں اکثر صحابہؓ راعیؔ درگرفت عقبۃ بن عامرؓ جُہنی گفت ما اعضل باصحاب النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم شیٔ ما اعضلت بہم الکلالۃُ صدیقِ اکبرؓ متصدّی جواب آں شد عن الشعبی قال سُئِلَ ابوبکرٍ عن الکلالۃ فقال انّی ساقول فیہا برأیی فان کانَ صوابًا فمن اللہ وانکان خطأً فمنّی ومن الشیطان اُراہ ما خلا الوالِدَ والولدَ فلمّا استخلف عمر قال انّی لاَستحیی ان اَرُدَّ شیئًا قالہ ابوبکرٍ اخرجہ الدارمیؒ بعد ازاں در حدِّ شُربِ خمر تحیّرے روداد بآں جہت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحضورِ شریف شارب خمر را بضرب امر مے فرمود چوں مقدارے کہ میخواست بعمل مے آمد منع مے فرمودند و بس مے فرمودند و لہٰذا قدرِ آں معین نشد صدیقِ اکبرؓ بر چہل ضربہ

باپ قرار دیا، قولِ اوّل (یعنی ابن عباسؓ) کو دارمی نے اور دوسرے (یعنی ابن الزبیرؓ) کے قول کو بخاری نے روایت کیا۔ اور حسنؒ نے کہا کہ جد کے بارے میں سنّت جاری ہوگئی اور ابوبکرؓ نے جد کو باپ قرار دیدیا لیکن لوگ حیرت میں مبتلا رہے، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اس کے بعد کلالہ کی تفسیر میں اختلاف واقع ہوا۔ اس کے جواب میں اکثر صحابہؓ کو عجز لاحق ہوگیا۔ عقبہ بن عامر جُہنیؓ کا قول ہے کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے بارے میں اتنی اُلجھن میں نہیں پڑے جس قدر اُلجھن میں کلالہ (کی تفسیر) میں پڑے۔ صدیقِ اکبرؓ اس کے جواب کے لئے تیار ہوتے۔ مروی ہے شعبیؒ سے کہا کہ سوال کیا گیا ابوبکر صدیقؓ سے کلالہ کے (معنے) کے بارے میں، تو فرمایا کہ میں اس میں جو کچھ کہوں گا اپنی رائے سے کہوں گا اور وہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا رہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلالہ وہ ہے جو نہ والد کو (یعنی باپ دادا وغیرہ اُوپر کے مرتبہ کے ورثاء) کو چھوڑے اور نہ اولاد کو (یعنی بیٹے پوتے وغیرہ نیچے کے مرتبہ کے وُرثاء کو) تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا کہ مجھے اللہ سے حیا معلوم ہوتی ہے کہ میں اُس بات کو ردّ کردوں جس کو ابوبکرؓ نے فرمایا، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اسکے بعد شراب پینے کی حد میں ایک تحیّر پیدا ہوا اس وجہ سے کہ آنحضرتؐ اپنے حضور شریف (یعنی موجودگی) میں شارب خمر کے لئے مارنے کا حکم دیتے تھے۔ جب وہ مقدار جو آپؐ چاہتے تھے پوری ہو جاتی تھی تو منع کر دیا کرتے تھے

عہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے، اَنَا النّبی لاکذب، اَنَا ابن عبد المطلب۔ اس میں آپؐ نے اپنے کو اپنے دادا عبد المطلب کا بیٹا فرمایا تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

تعین آل کرد عن ابن عباس قال ان الشراب
کانوا یضربون علی عہد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالایدی و
النعال حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وکانوا فی خلافۃ ابی بکر اکثر
منہم فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال ابو بکر لو فرضنا لہم
حداً فتوخی نحواً مما کانوا یضربون
علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکان ابو بکر یجلدہم اربعین حتی
توفی الحدیث اخرجہ الحاکم والبیہقی
وغیرہما واللفظ للحاکم بعد ازانکہ
خدائے عزوجل ہزیمت بر مرتدین انداخت و
مرتدین جوق جوق نادم شدہ پیش حضرت صدیق
آمدند وے رضی اللہ عنہ درباب آنجماعات
کلمات عجیبہ بقدر حال ہر جمعے ارشاد می فرمود
عن طارق بن شہاب عن ابی بکر انہ
قال لوفد بزاخۃ تتبعون اذناب
الابل حتی یری اللہ خلیفۃ نبیہ
والمہاجرین امراً یعذرونکم بہ اخرجہ
البخاری و فی روایۃ عبید اللہ بن
عبد اللہ لما ارتد من ارتد علی عہد
ابی بکر اراد ابو بکر ان یجاہدہم
فقال لہ عمر أتقاتلہم وقد سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

اور بس فرمادیتے تھے اس وجہ سے اس کی مقدار متعین نہ ہوئی. صدیق
اکبر رضؓ نے چالیس ضربوں پر اس کا تعین کر دیا. مروی ہے ابن عباسؓ
سے کہا کہ شراب پینے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں پیٹے جاتے تھے ہاتھوں سے اور جوتوں سے یہاں تک کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ایسے لوگ ابوبکر رضؓ
کی خلافت کے زمانہ میں زیادہ ہوگئے اُن سے جو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ بہتر ہے کہ ایسے
لوگوں کے لئے ہم ایک حد مقرر کردیں تو انھوں نے جستجو کی
اُس مقدار کی جس سے یہ لوگ پیٹے جاتے تھے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ابوبکر رضؓ اُن کے چالیس کوڑے
لگواتے رہے اپنی وفات تک، الحدیث، اس کو حاکم اور
بیہقی وغیرہما نے روایت کیا اور لفظ حاکم کے ہیں. بعد
اس کے کہ خدائے عزّ وجلّ نے مرتدین میں بھگدڑ ڈال دی اور
مرتدین جوق در جوق نادم ہو کر حضرت صدیق رضؓ کے سامنے
آنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر جماعت کے بارے
میں ان کے حسبِ حال کلماتِ عجیبہ ارشاد فرماتے تھے. مروی
ہے طارق بن شہابؓ سے وہ روایت کرتے ہیں ابوبکر رضؓ سے کہ
اُنھوں نے وفد بُزاخہ سے فرمایا کہ تم اونٹوں کی دُموں کے پیچھے
لگے رہتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے دکھا دیا اپنے نبیؐ
کے خلیفہ اور مہاجرین کو ایسا امر جس سے وہ تمہارے عذر کے
سبک ہونے کو سمجھ لیں، روایت کیا اس کو بخاری نے. اور عبید اللہؓ
ابن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ جب مُرتد ہونے والے مُرتد ہوتے
ابوبکر رضؓ کے زمانہ میں تو ابوبکر رضؓ نے ارادہ کیا کہ اُن کے ساتھ جہاد
کریں تو اُن سے عمر رضؓ نے کہا کہ کیا آپ ان کے ساتھ قتال
کریں گے حالانکہ آپ سُن چکے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

من شهد ان لا اله الا الله وانّ محمّداً رّسول الله حرّم مالهٗ ودمهٗ الّا بحقّ وحسابهٗ على الله فقال ابوبكر انا لا قاتلُ من فرّق بين الصّلوٰة والزّكوٰة والله لا قاتلنّ من فرّق بينهما حتّیٰ اجمعهما قال عمر فقاتلنا معهٗ فكان والله رشداً فلماظفر بمن ظفر به منهم قال اختاروا بين خطّتين امّا حربٌ مجليةٌ وامّا الخطّة المخزيةُ قالوا هٰذه الحربُ المجلية قد عرفنا ها فما الخطّة المخزية قال تشهدُ ون على قتلانا انهم فى الجنّة وعلى قتلاكم انّهم فى النّار ففعلوا رواه ابن ابى شيبة بعد از ان حضرت صديقؓ بنا بر رؤياى والهامیکہ بخاطر ش درداوند مصمّم فرمود کہ برائے جہادِ شام فوج مسلمین را فرستد یزید بن ابی سفیان را امیر چہاریک شام ساخت ووقتِ وداعِ او وصایائے عجیبہ فرمود کہ دستور العمل اُمراء مسلمین شد در جمیع امصار واعصار عن يحيى بن سعيد انّ ابابكر الصّديق بعث جيوشا الى الشّام فخرج يمشى مع يزيد بن ابى سفيان وكان امير ربع من تلك الارباع فزعموا انّ يزيد قال

آپ فرماتے تھے کہ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے تو اس کا مال اور خون حرام ہے بجز۔۔۔۔ کسی حق کے اور اُس کا حساب اللہ کے حوالہ ہے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں ضرور ہر ایسے شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے واللہ میں ضرور قتال کروں گا ایسے لوگوں سے جو دونوں (فرضوں) کے درمیان تفریق کریں (کہ صرف نماز کو فرض سمجھیں اور زکوٰۃ کو نہ سمجھیں جس طرح نماز کے انکار کو الاّ بحقہا فرما کر حرمت مال ودم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے زکوٰۃ اور دیگر ضروریاتِ دین بھی اسکے ساتھ شامل ہیں) یہانتک کہ وہ ان دونوں کو جمع کریں۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے ان کے ساتھ مل کر قتال کیا تو واللہ دو واضح ہو گیا کہ) یہ کار نیک تھا۔ جب ابوبکرؓ فتحمند ہو گئے ان میں سے جن پر فتحمند ہوتے ان سے فرمایا کہ تم دو حال میں سے ایک حال اختیار کرو یا حرب مُجلیہ (یعنی جلا وطنی پر مجبور کر دینے والی جنگ) اور یا خطّۂ مُخزیہ (یعنی رسوائی میں ڈال دینے والی حالت) تو اُنھوں نے یہ کہا کہ حرب مُجلیہ جو آپ نے کہا اس کو تو ہم سمجھ گئے۔ مگر خطّۂ مخزیہ کیا ہے؟ فرمایا وہ یہ ہے کہ تم شہادت دو ہمارے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ جنّت میں ہیں اور اپنے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ دوزخ میں ہیں، تو اُنھوں نے ایسا کیا، روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے ایک خواب اور اس الہام کی بنا پر جو آپ کے دل میں ڈالا گیا مصمّم ارادہ کیا کہ شام سے جہاد کے لئے مسلمانوں کی فوج بھیجیں تو آپ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک چوتھائی حصّہ شام کا امیر بنایا اور اُن کو رخصت کرنے کے وقت اتنی عجیب وصیتیں فرمائیں جو اُمراء مسلمین کیلئے تمام شہروں اور تمام زمانوں میں دستور العمل بن گئیں۔ مروی ہے یحییٰ بن سعیدؒ سے کہ ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر بھیجے پھر پیدل چلتے ہوئے نکلے یزید بن ابی سفیانؓ کیساتھ جو سواری پر بیٹھے ہوئے تھے) اور وہ (شام کے) ان چار حصّوں میں سے ایک حصّہ پر امیر تھے

لابی بکر اما ان ترکب واما ان انزل فقال ابو بکر ما انت بنازل وما انا براکب انی احتسبت خطای ھذہ فی سبیل اللہ ثم قال انک ستجد قوما زعموا انھم حبسوا انفسھم فی سبیل اللہ فذرھم وما زعموا انھم حبسوا انفسھم لہ وستجد قوما فحصوا عن اوساط رؤسھم من الشعر فاضرب ما فحصوا عنہ بالسیف وانی موصیک بعشر لا تقتلن امرأۃ و لا صبیا ولا کبیرا ھرما ولا تقطعن شجرا مثمرا ولا تخربن عامرا ولا تعقرن شاۃ ولا بعیرا الا لمأکلۃ ولا تحرقن نخلا ولا تغرقنہ ولا تغلل ولا تجبن اخرجہ مالک فی المؤطا عن یزید بن ابی سفیان قال قال ابو بکر رضی اللہ عنہ حین بعثنی الی الشام یا یزید ان لک قرابۃ خشیت ان تؤثرھم بالامارۃ وذلک اکبر ما اخاف علیک فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیھم احدا محاباۃ فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جھنم ومن اعطی احدا حمی اللہ فقد انتھک فی حمی اللہ شیئا بغیر حقہ فعلیہ لعنۃ اللہ او قال تبرأت منہ ذمۃ اللہ عز وجل

تو لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ یزیدؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یا تو آپ سوار ہوں یا میں اُتروں تو ابو بکرؓ نے فرمایا نہ تمھارے اُترنے کی ضرورت نہ میرے سوار ہونے کی کیونکہ میں نے اپنے قدموں سے اللہ کے راستہ میں چلنے کی نیت کر رکھی ہے۔ پھر فرمایا تم وہاں پہنچکر ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے راستہ میں لگا رکھا ہے تو اُن کو اُن کے اس گمان پر کہ انھوں نے خود کو اللہ کے کام میں لگا رکھا ہے چھوڑ دینا اور تم ایسی قوم کو بھی پاؤ گے جو اپنی چندیا کے بال نکال دیتے ہیں (ادھر اُدھر بال رکھتے ہیں) اُس چندیا پر تلوار کی ضرب لگاؤ۔ اور میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، ہرگز قتل نہ کرنا کسی عورت کو اور نہ لڑکے کو اور نہ بڑی عمر والے بوڑھے کو اور نہ کسی پھل دینے والے درخت کو کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو اُجاڑنا اور نہ کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں کاٹنا بجز اسکے کھانے کی وجہ کے اور نہ کسی درخت خرما کو پھونکنا اور نہ کھودنا اور نہ خیانت کرنا اور نہ بزدلی کرنا، ان کو امام مالکؒ نے ذکر کیا موطا میں۔ مروی ہے یزید بن ابی سفیانؓ سے کہا کہ جب مجھے ابو بکرؓ نے شام کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ اے یزید! تجھ سے قرابت ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تو لوگوں پر امارت کی وجہ سے اپنی برتری نہ جتانے لگے اور یہ سب سے بڑا اندیشہ ہے تجھ سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو متولی ہو جائے مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا پھر وہ لوگوں پر کسی شخص کو امیر بنائے باہمی عطیہ و بخشش کے طور پر تو اس پر اللہ کی لعنت، نہ اسکے فرض قبول کئے جائیں گے اور نہ نفل یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کریگا اور جس نے کسی کو دیدی اللہ کی محفوظ چیز (مثلاً مال یا صدقات کے جانور جو اسکی حفاظت میں تھے)، تو اس نے اللہ کی حرمت میں تصرف کیا بغیر اس کا حق حاصل ہونے کے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے یا یہ فرمایا

اخرجہ احمد وذکر الواقدی فی کتاب فتوح الشام فی قصۃ وصیۃ ابی بکر لیزید بن ابی سفیان عند الوداع فقال تقدم یزید بن ابی سفیان وقال یا خلیفۃ رسول اللہ اوصنی فقال اذا سرت فلا تعنف الی اخر الوصیۃ وذکر الواقدی ایضا فی قصۃ وصیۃ ابی بکر لعمرو بن العاص عند وداعہ وتولیتہ علی جیش المسلمین فقال ابو الدرداء کنت مع عمرو بن العاص فی جیشہ الخ بالجملہ ازیں جنس بود رجوع مردم بسوئے حضرت صدیق رضہ در مسائل نازلہ وقیام وے رضی اللہ عنہ بحل اشتباہ دراں والقلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تنبئ عن البحر الکبیر تا آنکہ آخر کار خود فاروق اعظم رضہ راخلیفہ ساخت واینجا فراستے عظیم بکار برد۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال افرس الناس ثلثۃ ابوبکر حین تفرس فی عمر فاستخلفہ والتی قالت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین والعزیز حین قال

حاکم مصر ۱۲

کہ اللہ عزؔ وجل" کا ذمہ اس سے ہٹ گیا، اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور واقدی نے ذکر کیا کتاب فتوح الشام میں یزید بن ابی سفیانؓ کو رخصت کرنے کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے نصیحت کرنے کے قصہ میں کہ یزید بن ابی سفیانؓ نے آکر کہاکر اے خلیفۂ رسول اللہؐ! مجھے وصیت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تم پہنچو تو بد خلقی نہ کرنا، آخر وصیت تک۔ اور واقدی ہی نے عمرو بن العاصؓ کو اُن کے رخصت کرنے اور مسلمانوں کے لشکر پر افسر بناتے وقت ابوبکرؓ کے وصیت کرنے کے قصہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ پھر کہا ابودرداؓ نے کہ میں عمرو بن العاصؓ کے ساتھ تھا اُن کے لشکر میں، آخر تک۔ الغرض اس طرح کا رجوع تھا لوگوں کا حضرت صدیقؓ کی طرف پیش آمدہ مسائل میں اور صدیق رضی اللہ عنہ اس طرح لوگوں کے اشتباہ حل کرتے تھے۔ اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلو بھر پانی حال بتاتا ہے بحر کبیر کا۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ نے خود فاروق اعظمؓ کو خلیفہ بنایا اور یہاں آپ ایک عظیم فراستؔ کو کام میں لائے۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ سب سے زیادہ صاحب فراست تین ہوتے ہیں۔ ابوبکرؓ جب کہ انھوں نے گہری نظر ڈالی عمرؓ میں اور اُن کو خلیفہ بنایا اور جس عورت (یعنی حضرت شعیبؑ کی بیٹی) نے کہا تھا استاجرہ الخ یعنی اے باپ! اس (موسیٰؑ) کو ملازم رکھ لیجئے سب سے اچھا ملازم جو آپ رکھیں گے وہ ہے جو قوی ہو اور امین بھی" اور عزیز (حاکم مصر) جب کہ اس نے

عہ کسی کو دیکھ کر اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا فراست ہے۔ ذکاوت، ہوشمندی، تفرس گہری نظر سے دیکھنا ۱۲ مترجم

لامرأته أكرمي مثواه أخرجه ابو بكر ابن ابی شیبة والحاكم وعن قيس بن ابی حازم قال رأيت عمر بن الخطاب وبيده عسيب نخل وهو يجلس الناس ويقول اسمعوا لقول خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فجاء مولى لابي بكر يقال له شديد بصحيفة فقرأها على الناس فقال يقول ابوبكر اسمعوا واطيعوا لمن في هذه الصحيفة فوالله ما ألوكم قال قيس فرأيت عمر ابن الخطاب بعد ذلك على المنبر رواه ابن ابی شيبة وعن زبيد بن الحارث ان ابا بكر حين حضره الموت ارسل الى عمر يستخلفه فقال الناس أتستخلف علينا فظا غليظا ولو قد ولينا كان افظ واغلظ فما تقول لربك اذا لقيته وقد استخلفت علينا عمر قال ابوبكر أبربي تخوفني اقول اللهم استخلفت عليهم خير خلقك ثم ارسل الى عمر فقال اني موصيك بوصية ان انت حفظتها ان لله حقا بالنهار لا يقبله بالليل وان لله حقا بالليل لا يقبله بالنهار وانه لا يقبل نافلة حتى تؤدى الفريضة وانما

اپنی عورت سے کہا اکرمی مثواہ (اس کو باعزت مقام دو) اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے اور حاکم نے روایت کیا۔ اور قیس بن ابی حازمؒ سے مروی ہے کہا کہ میں نے دیکھا عمر بن الخطابؓ کو اور اُن کے ہاتھ میں ایک کھجور کی چھپٹی تھی اور وہ لوگوں کو بٹھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُنو۔ تو ابوبکرؓ کا غلام جس کو شدید کہا جاتا ہے ایک صحیفہ (لکھا ہوا کاغذ) لے کر آیا پھر اُس نے اُس کو لوگوں کے سامنے پڑھا۔ پھر کہا کہ ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ سُنو اور اطاعت کرو اس شخص کی جس کا نام اس صحیفہ میں ہے، اور واللہ میں تمہارے سامنے کوتاہی نہیں کررہا ہوں۔ قیسؒ نے کہا پھر میں نے عمر بن الخطابؓ کو اس کے بعد منبر پر دیکھا، روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اور مروی ہے زبید بن الحارثؒ سے کہ ابوبکرؓ نے جب ان کی موت کا وقت آیا تو عمرؓ کو بُلا بھیجا۔ وہ ان کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، تو لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہم پر ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو تُند مزاج اور سخت دل ہے اور اگر وہ ہم پر والی بن گیا تو اور بھی تُند مزاج اور زیادہ سخت ہو جائے گا تو آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب اس سے ملیں گے جب کہ آپؓ نے ہم پر عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا ہوگا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ کیا میرے رب سے تم مجھے ڈراتے ہو؟ میں کہوں گا کہ اے اللہ! میں نے ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں بہتر ہے پھر عمرؓ کو بُلایا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرنیوالا ہوں اگر تم نے اس کو محفوظ رکھا تو کامیاب ہوگے) درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے دن میں وہ اس کو رات میں قبول نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے رات میں وہ اس کو دن میں قبول نہیں کرتے اور دیہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نافلہ کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ فریضہ ادا کرلو۔

ثقلت موازينه من ثقلت موازينه
يوم القيامة باتباعهم في الدنيا
الحق وثقله عليهم وحق لميزان لا
يوضع فيه الا الحق ان يكون ثقيلاً
وانما خفت موازين من خفت
موازينه يوم القيامة باتباعهم
الباطل وخفته عليهم وحق لميزان
لا يوضع فيه الا الباطل ان يكون
خفيفاً وان الله ذكر اهل الجنة
وصالح ما عملوا وانه تجاوز عن
سيأتهم فيقول القائل لا ابلغ
هؤلاء وذكر اهل النار
باسوء ما عملوا وانه رد عليهم
صالح ما عملوا فيقول قائل انا
خير من هؤلاء وذكر اية الرحمة
واية العذاب ليكون المؤمن
راغبا راهبا لا يتمنى على الله
غير الحق ولا يلقي بيده الى
التهلكة فان انت حفظت
وصيتي لم يكن غائب احب
اليك من الموت وان انت
ضيعت وصيتي لم يكن غائب
ابغض اليك من الموت ولم
تعجزه اخرجه ابن ابي شيبة
و اخرج القاضي ابو يوسف في

اور (یہ یاد رکھو) کہ قیامت کے دن بھاری ہوں گے وزن (اعمال کے) جس کے بھاری ہوں گے، دنیا میں اُن کے حق کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُن پر اُس کا ثقل ہونے کی وجہ سے اور میزان کو یہ لیاقت (واستعداد) دی گئی ہو گی کہ جب اس میں حق رکھا جائے گا تو وہ بھاری ہو جائے گی اور ہلکے ہوں گے وزنِ (اعمال) قیامت کے دن جن لوگوں کے ہلکے ہوں گے اُن کے باطل کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُس میں خفت ہونے کی وجہ سے اور میزان کو یہ لیاقت دی گئی ہو گی کہ جب اُس میں باطل پہنچ جائے گا تو وہ ہلکی ہو جائے گی۔ اور (یہ یاد رکھو) کہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ جنت کا اور اُن کے اچھے اعمال کا ذکر فرمایا اور اس نے اُن کے بُرے اعمال کو معاف فرمایا ہے (تو صرف اچھے اعمال کا ذکر پڑھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں کبھی اُن کے مرتبہ کو نہ پہنچوں گا (کہ ان سے بُرے اعمال صادر نہیں ہوتے) اور اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا اہلِ نار اور ان کے بُرے اعمال کا اور اُس نے اُن کے نیک اعمال کو ان (کے مُنہ) پر مار دیا ہے (یہ نہ سمجھو کہ انھوں نے اچھے عمل کیے ہی نہ تھے) کہ (یہ سمجھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں ان لوگوں سے اچھا ہوں اور (یاد رکھو) کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب کا (ساتھ ساتھ) ذکر کیا ہے تاکہ مؤمن راغب (رحمت کی طرف) اور راہب (یعنی عذاب سے ڈرنے والا بھی) رہے اور اللہ سے غیر حق کی تمنّا کرکے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اب اگر تم نے میری آخری باتوں کو یاد رکھا تو کوئی غائب چیز تمھیں مَوت سے زیادہ عزیز نہ ہو گی اور اگر تم نے میری وصیّت کو ضائع کر دیا تو کوئی غائب چیز تمھارے لئے مَوت سے زیادہ بُری نہ ہو گی اور تم اُس کو روک نہیں سکتے۔ اس کو ابنِ ابی شیبہؒ نے روایت کیا۔ اور قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ روایت اسی

كتاب الخراج نحوه الا انه قال
عن زبيد بن الحارث عن ابن سابط
وساق الحديث وعن اسماء بنت
عميس انه قال له يا ابن الخطاب انى
انما استخلفتك نظرا لما خلفت ورائى
وقد صحبت رسول الله صلى الله عليه
وسلم فرايت من اثرته انفسنا
على نفسه واهلنا على اهله حتى
ان كنا لنظل نهدى الى اهله من
فضول ما يأتينا عنه وقد صحبتنى فرايتنى
انما اتبعت سبيل من قبلى
والله ما نمت فحلمت ولا
توهمت فسهوت لعلى السبيل ما
زغت وان اول ما احذرك يا عمر
نفسك وان لكل نفس شهوة فاذا
اعطيتها تمادت فى غيرها واحذرك
هؤلاء النفر من اصحاب محمد صلى
الله عليه وسلم الذين قد انتفخت
اجوافهم وطمحت ابصارهم واحب
كل امرء منهم لنفسه وان لهم
لحيرة عند زلة واحد منهم
فاياك ان تكون واعلم انهم
لن يزالو منك خائفين ما خفت
الله لك مستقيمين ما استقامت
طريقتك هذه وصيتى واقرأ

طرح اخذ کی ہے بجز اس کے کہ انہوں نے روایت کی ہے زُبید بن الحارث سے اُنھوں نے ابن سابط سے اور حدیث کو شروع کر دیا۔ اور اسماء بنت عمیسؓ سے مروی ہے کہ ابو بکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ اے ابن الخطابؓ! میں نے تم کو خلیفہ بنایا اُس کام پر نظر کرتے ہوئے جو تم نے میرے بعد قائم مقام ہو کر کیا اور (اس وجہ سے) کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہو تم نے آنحضرت ؐ کا ہمارے نفسوں کو اپنے نفس پر اور ہمارے اہل و عیال کو اپنے اہل پر ترجیح دینا دیکھا ہے یہاں تک کہ ہم ہمیشہ اُن کے اہل کے پاس جو کچھ ہمارے پاس آپ کے پاس سے آنے کے بعد بچا کھچا ہوتا تھا وہ پہنچایا کرتے تھے اور تم میری صحبت میں بھی رہے ہو میں بھی اسی راستہ پر چلا ہوں جو مجھ سے پہلے تھا (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق پر) واللہ اس اندیشہ سے کہ کہیں اس راستہ سے مَیں ہٹ تو نہیں گیا میں نہیں سویا کہ پریشان خواب دیکھنے لگا اور جب اس وہم میں مبتلا ہوا تو مجھ سے سہو ہونے لگا اور سب سے پہلے اے عمرؓ! جس چیز سے میں تم کو ڈراتا ہوں وہ تمہارا نفس ہے اور ہر نفس میں کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے پھر جب تم اس کی خواہش پوری کر دو گے تو وہ بڑھ کر دوسری کی طرف پہنچے گا اور میں تم کو اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے اُن لوگوں کے طریقہ سے بچانا چاہتا ہوں جن کے پیٹ پھول گئے اور ان کی نگاہیں اونچی ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کو پسند کرنے لگا اور ہر لغزش کو ایک خیر سمجھنے لگا۔ خبردار کہ تم ایسے ہو جاؤ۔ اور جان کہ ہمیشہ لوگ تم سے خائف رہیں گے جب تک تم اللہ سے خائف رہو گے اور لوگ تم سے سیدھے رہیں گے جب تک تمہارا طریقہ سیدھا رہیگا۔ یہ میری وصیت ہے

عليك السلام ـ اخرج ابو يوسف رح
اینجا نکتہ ایست باید دانست کہ صدیق
اکبر رض مشارک بود با سائر علماء صحابہ رض در علم
کتاب و سنّت مدار مزیتے کہ درمیانِ
ایشاں داشت خصلتے دیگر است و آں
آن است کہ نصیب وے رضی اللہ عنہ از
تقاسیمِ رحمتِ الٰہی آں بود کہ چوں مسئلہ
وارد می شد یا مشورتے در پیش مے
آمد فراستِ خود را در پے آں مے
دوانید دریں اثنا شعاعے از غیب
بر دلِ او مے افتاد و بآں شعاع
بر حقیقتِ کار مہتدی مے گشت و
مطرحِ ایں شعاع از لطائفِ نفس او
لطیفۂ قلبیہ می بود لہٰذا بصورتِ
عزیمت ظاہر می شد نہ بطریقِ مکاشفہ
و باین واقع درویشے مے افتاد نہ در رنگِ
خاطر و سخن را بطریقِ غلبۂ سکر ادا می فرمود
نہ بطورِ صحو و سخن کم مے گفت و چوں
می گفت خطا نمے کرد و لہٰذا چوں
در قصۂ عریش حسبک مناشدتک
مع ربک گفت آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم شناختند کہ ایں واقع

اب میں تم کو سلام کہتا ہوں، اس کو ابو یوسف رح نے روایت کیا یہاں
ایک نکتہ ہے جاننا چاہیئے کہ صدیقِ اکبر رض تمام علماء صحابہ رض کے
ساتھ کتاب و سنّت میں مشارک تھے. ان کے درمیان جو
زیادتی (افضلیت) آپ رکھتے تھے اس کا مدار ایک دوسری
خصلت ہے اور وہ یہ ہے کہ رحمتِ خداوندی کی تقسیمات میں
سے اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں یہ آیا تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیدا
ہو جاتا تھا یا کوئی مشورہ سامنے آتا تھا تو آپ اپنی فراست کو
اس کے پیچھے دوڑاتے تھے اس دَوران میں غیب سے ایک شعاع
ان کے دل پر پڑتی تھی اور اس شعاع سے وہ حقیقت کار سے
مطلع ہو جاتے تھے اور اس شعاع کے واقع ہونے کا مقام
اُن کے لطائف نفس میں سے لطیفہ قلبیہ ہوا کرتا تھا لہٰذا وہ
حقیقت بصورتِ عزیمت ظاہر ہوتی تھی نہ کہ بطریقِ مکاشفہ (کہ
جس میں صورت مثالی محسوس ہو کہ اس میں تاویلات کا احتمال
ہوتا ہے) اور (جو حقیقت قلب پر پڑتی تھی) وہ واقع کے طور
پر پڑتی تھی خیال کے رنگ میں نہیں۔ اور (اس حالت میں)
آپ بات کو بطریقِ غلبۂ سکر ادا فرمایا کرتے تھے بطور صحو نہیں
اور آپ بات کم کہتے تھے اور جب کہتے تھے تو وہ بے خطا ہوتی
تھی اور اسی بناء پر ہے کہ جب قصۂ عریش میں آپ نے کہا
حسبک مناشدتک مع ربک (بس کافی ہو چکا
آپ کا اپنے رب کے سامنے اُس کے وعدوں کا ذکر
کرنا) تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ
یہ وقوع کی خبر کس طرف سے ہے۔

عہ قلب پر ایسے حال کا ظاہر ہونا کہ وہ اُن چیزوں کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جن کا پوشیدہ رکھنا اس کے وارد ہونے سے پہلے ضروری تھا اس کو اصطلاح میں سکر کہتے ہیں۔ اس حالت میں شعور کا زائل ہونا ضروری نہیں مگر کمال شعور میں کمی آجاتی ہے۔ اور جب شعور پورے طور پر قائم ہو جیسا اس حال سے پہلے تھا اس حالت کو صحو کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

از کجاست وقِس علیہ سائر خطبہ واحکامہ ازینجا واضح شد کہ خلیفۂ اوّل را صدّیقِ اکبر چرا گفتند اخرج الحاکم عن النزال بن سبرۃ عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال فی ابی بکرٍ ذاک امرءٌ سمّاہ اللہ تعالیٰ صدّیقاً علیٰ لسانِ جبرئیل ومحمّدٍ صلی اللہ علیہما و سلّم صاحب کشف المحجوب سخنے از مشائخ صوفیہ نقل کردہ است کہ پیرامون ہمین نکتہ میگردد مشائخ صدّیقِ اکبرؓ را مقدّم ارباب مشاہدہ داشتہ اند مر قلّت حکایت و روایتش را وعمرؓ را مقدّم ارباب مجاہدہ نہند مر صلابۃ ومعاملتش را شاہدِ آں حدیثِ اسرار و جہر ایشانان در نمازِ تہجد انتہیٰ چوں ایں مبحث تمام شد الحال پارۂ از مواعظ ورقائق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وحکمت ہائے او برنگاریم عن عبد اللہ بن عُکیم قال خطبنا ابوبکرٍ فقال امّا بعد فانّی اُوصیکم بتقوی اللہ وان تُثنوا علیہ بما ھو لہ اھل و ان تخلطوا الرغبۃ بالرھبۃ وتجمعوا الالحاف بالمسألۃ فانّ اللہ اثنیٰ علیٰ زکریا و علیٰ اھلِ بیتہ فقال اِنّھم کانوا یُسارِعون

اور اسی پر قیاس کر لیجئے اُن کے تمام خطبوں اور احکام کو یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ خلیفۂ اوّلؓ کو صدیقِ اکبر کیوں کہتے ہیں؟ حاکم روایت کرتے ہیں نزال بن سبرہؓ سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکرؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسے شخص تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے صدّیق لیا ہے زبانِ جبرئیل و زبانِ محمّد صلی اللہ علیہما وسلم پر۔ صاحب کشف المحجوب (داتا گنج بخش علیؒ ہجویری لاہوری) نے مشائخِ صوفیہ سے ایک بات نقل کی ہے وہ بھی اسی نکتہ سے تعلّق رکھتی ہے کہ صدّیقِ اکبرؓ کی قلّتِ حکایت و روایت کے پیشِ نظر مشائخ نے صدیقِ اکبرؓ کو مقدّم (امام) اربابِ مشاہدہ رکھا ہے (کہ حق تعالیٰ کے نورِ وجود کے شہود سے اس حالت میں اپنی ذات کی بھی خبر نہیں رہتی، تکلّم بھی ختم ہوجاتا ہے اور حکایت و روایت سب تکلّم پر ہی متفرع ہیں ؏ آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد) اور عمرؓ کو مقدّم (امام) ارباب مجاہدہ رکھا ہے اُن کی سختی اور اعمال عبادت کے پیشِ نظر۔ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں نماز تہجد میں ان دونوں حضرات کے اسرار و جہر کا ذکر ہے (حضرت ابوبکرؓ تہجد میں قرآن بہت ہلکی آواز سے پڑھتے اور حضرت عمرؓ خوب زور سے) انتہیٰ۔ جب یہ مبحث پورا ہوگیا اب تھوڑا سا حصّہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مواعظ اور رقائق (یعنی قلب میں سوز و گداز پیدا کرنے والا کلام) اور ان کی حکمتوں کا بھی لکھدینا چاہتے ہیں۔ مروی ہے عبداللہ بن عکیمؓ سے اُنھوں نے کہا کہ ہم کو خطبہ دیا ابوبکرؓ نے اور فرمایا۔ امّا بعد (یعنی بعد حمد و صلوٰۃ) میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کی ایسی حمد و ثنا کرو جس کا وہ اہل ہے اور ہمیشہ (جنّت ومغفرت کی) رغبت کو (دوزخ و عذاب کے) خوف کے ساتھ ملاتے رکھو اور شامل رکھو (اللہ تعالیٰ کے حضور میں) سوال کے ساتھ الحاف (یعنی عاجزانہ طلب اصرار کے ساتھ) کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکریا نبی اور اُن کے

فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ
رَھَبًا، وَکَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ۝
ثم اعلموا عِبَادَ اللہِ ان اللہ قد
اَرْتَھَن بحقہ انفسکم واخذ علی
ذلک مواثیقکم واشتری منکم
القلیل الفانی بالکثیر الباقی وھذا
کتابُ اللہِ فیکم لا تفنی عجائبہ
ولا یُطفأُ نورہ فصدقوا بقولہ
وانتصحوا کتابہ واستبصروا فیہ
لیوم الظلمۃ فانما خلقکم للعبادۃ
ووکل بکم الکرام الکاتبین یعلمون
ماتفعلون ثم اعلموا عباد اللہ انکم
تغدون وتروحون فی اجل قد
غیبَ عنکم علمہ فان استطعتم
ان تنقضی الاجالُ وانتم فی عمل اللہ
فافعلوا ولن تستطیعوا ذلک الا باللہ
نسابقوا فی مُھَلِ اجالکم
قبلَ ان تنقضی اجالکم
فتردکم الی سوءِ اعمالکم
فان اقواماً جعلوا اجالھم
لغیرھم ونسوا انفسھم
فانھاکم ان تکونوا
امثالھم فالوحاء الوحاء
والنجاء النجاء فان وراءکم
طالباً

اہل بیت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا الخ (۲۱: ۹۰)
یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری
عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" پھر اے اللہ
کے بندو! یہ بھی جان لو کہ اللہ نے اپنے حق کے بدلے میں تمہارے
نفوس کو رہن رکھا ہے اور اس پر تم سے پختہ عہد لیا ہے اور اس نے
تم سے تھوڑی اور فنا ہونے والی چیز (حیاتِ دنیا) کو خریدا ہے بہت
اور ہمیشہ رہنے والی چیز (جنت) کے بدلے میں اور یہ اللہ کی کتاب
تم میں موجود ہے جسکے عجائب ختم نہیں ہوتے اور اس کا نور نہیں بجھتا
تو اس کے قول کی تصدیق کرو اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل
کرو اور اس میں بصیرت حاصل کرو ظلمت والے دن (یعنی یوم قیامت)
کیلئے کیونکہ اللہ نے تم کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور تم پر
متعین کر دیا ہے کراماً کاتبین کو جو وہ سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو
پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح و شام برابر موت کی طرف
چل رہے ہو جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے پھر اگر تم ایسا
کر سکو کہ (موت کے وقت معین اور موجودہ وقت کی
درمیانی) ساعتیں اس طرح پوری ہوں کہ تم اللہ کے
کام میں لگے رہو تو ایسا کر لو اور تم اس پر قدرت ہرگز
نہیں پا سکتے مگر اللہ کی توفیق سے تو اے لوگو!
جلدی کرو (نیک اعمال کرنے میں) اپنی ان مہلتوں کے
زمانہ میں قبل اس کے کہ وقت معین پورا ہو پھر وہ تم
کو تمہارے اعمال کی برائی کی طرف دھکیلے کیونکہ بہت
اقوام ہیں جنھوں نے اپنے اوقات (کی متاعِ گرانمایہ)
کو دوسروں کے لئے (ضائع) کر دیا اور اپنے نفوس کو بھلا دیا
تو میں تم کو روکتا ہوں کہ تم ایسے نہ بن جانا۔ تو جلدی کرو جلدی
کرو نجات (کی طرف دوڑو) نجات (کی طرف) کیونکہ تمہارے

حثیثًا مُزّۃ سریعًا اخرجہ ابن ابی شیبۃ
والحاکم وعن انس قال کان ابوبکر
یخطبنا فیذکر بدء خلق الانسان
فیقول خلق من مجری البول مرتین
فیذکر حتی یتقذر احدنا نفسہ
اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ایں خطبہ
ابلغ علاج عجب نفس است وعن عرفجۃ
السلمی قال قال ابوبکر ابکوا فان
لم تبکوا فتباکوا اخرجہ ابن ابی شیبۃ
وفی الاحیاء عن ابی بکر
الصدیق انہ کان یقول فی
خطبتہ این الوضاۃ الحسنۃ وجوھھم
المعجبون بشبابھم این الملوک
بنوا المداین وحصنوا بالحیطان
این الذین کانوا یعطون الغلبۃ
فی مواطن الحرب قد
تضعضع بھم الدھر فاصبحوا
فی ظلمات القبور الوحا الوحا النجا
النجا وعن مجاھد قال قام ابوبکر
خطیبًا فقال ابشروا فانی ارجو
ان یتم اللہ ھذا الامر حتی تشبعوا
من الزیت والخبز اخرجہ ابن ابی شیبۃ
و ایں خطبہ در وقتے بود کہ مسلمین را
بجہاد شام می فرستاد و درینجا بشارت
است بفتح شام زیرا کہ

پیچھے تیزی کے ساتھ ڈھونڈنے والا وفعۃً سرعت کے ساتھ پہنچ
جانے والا لگا ہوا ہے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ اور
حاکم نے۔ اور مروی ہے انس رضی سے کہا کہ ابوبکر رضی ہم کو خطبہ دیا کرتے
تھے اور انسان کی ابتداء پیدائش کا ذکر کیا کرتے اور فرماتے کہ وہ
پیدا کیا گیا پیشاب کے جاری ہونے کی جگہ سے دو مرتبہ (ایک مرتبہ
مرد کے مجرائے بول کا ہے اور دوسرا مرتبہ عورت کے مجرائے
بول کا) پھر ہم کو اس ڈھنگ سے نصیحت کیا کرتے تھے کہ ہم میں کا
ہر ایک اپنی ذات سے گھن کرنے لگتا تھا، اس کو روایت کیا ابن
ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ نفس کی خود پسندی کا پورا پورا
علاج ہے۔ اور عرفجہ سلمی رضی سے مروی ہے کہا کہ (ایک مرتبہ)
ابوبکر رضی نے فرمایا کہ روؤ۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی صورت
بنالو، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں
ہے کہ مروی ہے ابوبکر صدیق رضی سے کہ آپ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے
تھے کہاں گئے وہ گورے رنگ کے لوگ جن کے چہرے خوبصورت
تھے جو اپنی جوانی سے پھولے نہ سماتے تھے کہاں گئے وہ بادشاہ
جنھوں نے شہروں کی بنیادیں رکھیں اور ان کو دیواروں سے
قلعہ بند کیا، کہاں گئے وہ لوگ جو جنگ کے مواقع پر فتحمند رہا کرتے
تھے، ان کو زمانہ نے ایک جھٹکا دیا تو سب قبر کی اندھیریوں میں
پہنچ گئے۔ بس جلدی کرو۔ جلدی! نجات، نجات۔ اور مروی ہے
مجاہد سے کہا کہ ابوبکر رضی خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بشارت
سنو کہ میں کامل امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس امر (تمکین فی الارض)
کو پورا کرے گا یہاں تک کہ تم روغن زیتون اور روٹی پیٹ بھر کر
کھاؤ گے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ اس
وقت کا ہے جبکہ مسلمانوں کو آپ شام کے جہاد کے لئے بھیج رہے
تھے اور اس جگہ فتح شام کی بشارت ہے کیونکہ زیت

زیست ہمین در شام یافتہ می شود عن اسلم
مولیٰ عمر ان عمر اطلع علی ابی بکر وھو یمد لسانہ
فقال ما تصنع یا خلیفۃ رسول اللہ فقال ان ھذا
اوردنی الموارد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم قال لیس شیئ من الجسد الا وھو یشکو
ذربۃ اللسان اخرجہ ابو یعلی وفی الاحیاء
قال ابو بکر الصدیق لا یحقرن احدکم احدا من
المسلمین فان صغیر المسلمین عند اللہ کبیر و
فی الاحیاء ایضا قال ابو بکر وجدنا الکرم فی
التقوی والغنا فی الیقین والشرف فی
التواضع وعن عائشۃ عن ابی بکر کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حزنہ الامر قال
اللھم خر لی واختر لی اخرجہ ابو یعلی عن
عروۃ عن عائشۃ او عن اسماء ان ابا بکر
قام مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من العام المقبل من العام الذی توفی
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی
الصیف عام الاول ثم فاضت عیناہ
ثم قال انی سمعت نبیکم صلی اللہ
علیہ وسلم فی الصیف عام
الاول ثم فاضت عیناہ ثم
قال انی سمعت نبیکم صلی
اللہ علیہ وسلم

شام میں ہی پایا جاتا ہے۔ مروی ہے اسلم مولےٰ عمرؓ سے کہ عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آگئے (ایسے وقت میں) جب کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہی ہے جس نے مجھے مقامات ہلاکت میں ڈالا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسد میں جتنی بھی چیزیں ہیں سب ہی زبان کی تیزی کی شکایت کرتی ہیں، اس کو روایت کیا ابو یعلے نے۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مسلمانوں میں سے کسی کو ہرگز حقیر نہ سمجھے کیونکہ مسلمانوں میں سے جو (دنیا میں) کم رتبہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہے۔ اور احیاء میں یہ بھی ہے کہ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم نے بزرگی تقویٰ میں پائی اور غنا یقین میں پایا (یعنی خلق سے وہ شخص بے پرواہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حاجت روا ہونے کا یقین رکھتا ہو) اور شرف تواضع میں پایا۔ اور عائشہؓ روایت کرتی ہیں ابوبکرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی بات غمگین کرتی تو آپؐ یہ کہتے، یا اللہ! میرے لئے خیر کیجئے اور (اچھی بات کو) میرے لئے آپ ہی پسند کر لیجئے، اس کو ابو یعلے نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عُروہؓ سے وہ روایت کرتے ہیں عائشہؓ سے یا اسماءؓ سے کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے جس سال میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اس سے اگلے سال پھر بولے کہ "میں نے سنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے سال گرمی کے موسم میں۔" اس کے بعد اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر بولے کہ "میں نے سنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے سال گرمی کے موسم میں۔" پھر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر فرمایا کہ "میں نے سنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

في الصيف عامَ الاوّل يقول سَلُوا اللهَ
العفوَ (من المعاصي) والعافيةَ (من الامراض) والمعافاتَ في الدّنيا و
الآخرة اخرجه احمد وابو يعلىٰ وللحديث طُرقٌ
مختلفةٌ والفاظٌ متغائرةٌ في بعضها انه لم تُقسم
شيٌ بين الناس افضلَ من المُعافاتِ
بعد اليقينِ الا انّ الصدقَ والبرّ في الجنّةِ
وانّ الكذبَ والفجورَ في النّار ق وفي
بعضها سَلُوا اللهَ العفوَ والعافيةَ واليقينَ
في الاُولىٰ والاُخرىٰ ق وفي بعضها من
الزيادة ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا
تحاسدوا وكونوا عباد الله اِخوانًا كما
امركم الله ق عن انس قال قال ابوبكر
بعدَ وفاتِ رسول الله صلى الله عليه
وسلم لعُمر انطلِقْ بنا الى امّ ايمن
نزورها كما كانَ رسولُ الله صلى الله
عليه وسلم يزورها فلمّا انتهيا اليها بكت
فقالا لها ما يبكيكِ ما عِندَ الله خيرٌ لرسوله
قالَ (الراوي) فقالت ما ابكي ان لا اكونَ اعلم
ان ما عندَ الله خيرٌ لرسوله ولكن
ابكي انّ الوحيَ انقطع من السماء
فهيّجتهما على البكاء فجعلا
يبكيان معها اخرجه
ابو يعلىٰ ق عن انس انّ
ابابكر دخلَ على النبيّ

پہلے سال گرمی کے موسم میں کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ سے سوال
کرو عفو (یعنی گناہوں سے معافی) کا اور عافیت (یعنی امراض
سے رہائی یعنی تندرستی) کا اور معافات کا (یعنی اللہ ہم کو دوسروں کا
اور دوسروں کو ہمارا محتاج نہ کرے) دنیا اور آخرت میں،
اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلیٰ نے اور اس حدیث کی مختلف
سندیں ہیں اور ان میں الفاظ کا تغیّر بھی ہے۔ بعض روایات
میں یوں ہے کہ لوگوں کے درمیان ایمان کے بعد کوئی چیز معافات
سے بہتر تقسیم نہیں کی گئی۔ یاد رکھو سچائی اور نیکی کا مقام جنت
میں ہے اور جھوٹ اور بدکرداری کا دوزخ میں۔ اور بعض روایات
میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو معافی اور تندرستی اور یقین دنیا
اور آخرت میں۔ اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ اور ایک
دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور نہ حسد کرو اور اللہ کے بندے
بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور
مروی ہے انس رض سے کہا کہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ابوبکر رض نے عمر رض سے کہا کہ ہمارے ساتھ امِّ ایمن رض سے
ملنے چلو جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس جایا
کرتے تھے۔ تو جب دونوں اُن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں
ان دونوں نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ جو اللہ کے پاس ہے
وہ اُس کے رسولؐ کے لئے بہتر ہے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں
اس لئے تو نہیں روتی کہ میں اس بات سے ناواقف ہوں کہ
جو اللہ کے پاس ہے وہ اُس کے رسولؐ کے لئے بہتر ہے لیکن
مَیں اس بات سے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع ہو گیا۔
تو امِّ ایمن رض نے (یہ کہہ کر) ان میں بھی جوشِ گریہ پیدا کر دیا
اور یہ دونوں بھی اُن کے ساتھ رونے لگے، اس کو ابو یعلیٰ
نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انس رض سے کہ ابوبکر رض و رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کئیبًا فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم مالی اراک کئیبًا قال یارسولَ اللہ کنتُ عندابن عمٍّ لی البارحۃَ وھو یکیدُ بنفسہ قال فھلّا لقّنتَہٗ لا الٰہ الا اللہ قال قد فعلتُ یارسولَ اللہ قال فقالَہا قال نعم قال وَجبت لہ الجنۃُ قال ابوبکر کیف ہیَ للاَحیاء یارسولَ اللہ قال ہی اَہدَمُ لذنوبہم ہی اہدمُ لذنوبہم اخرجہ ابو یعلےٰ وعن زید بن ارقم عن ابی بکر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لایدخل الجنۃَ جسدٌ غُذِیَ بحرامٍ اخرجہ ابو یعلےٰ وعن ابی بکر عن النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قال لایدخل الجنۃَ خِبٌّ ولا سَیّئُ الملکۃ وان اوّل من یقرع باب الجنۃ المملوکُ والمملوکۃ اذا احسنا عبادۃَ ربّہما ونصحا لسیّدہما اخرجہ احمد و ابو یعلےٰ بطرقٍ مختلفۃٍ والفاظٍ متغایرۃٍ فی بعضہا قال رجلٌ یارسول اللہ اخبرتنا ان ھٰذا الاُمّۃ اکثرُ الاُمم مملوکینَ و اِماءً قالَ فاَکرِمُوھم کرامۃَ

صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غمگین پہنچے تو اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے میں تم کو غمگین دیکھتا ہوں۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ گزشتہ رات میں اپنے چچا کے بیٹے کے پاس تھا اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس کو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیوں نہ کی؟ تو انھوں نے کہا کہ کی تھی یارسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اُس نے اس کو کہہ لیا؟ ابوبکرؓ نے کہا جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس کے لئے جنّت واجب ہوگئی۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ... یارسول اللہ یہ کلمہ زندوں کے لئے کیسا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کلمہ لوگوں کے گناہوں کو مسمار کردینے والا ہے۔ یہ کلمہ لوگوں کے گناہوں کو مسمار کردینے والا ہے، اس کو ابو یعلےٰ نے روایت کیا۔ اور زید ابن ارقمؓ ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت میں کوئی ایسا جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام غذا دی گئی ہے، اس کو روایت کیا ابو یعلےٰ نے۔ اور ابوبکرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنّت میں کوئی دھوکے باز اور بدطینت داخل نہ ہوگا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ مملوک (غلام) اور مملوکہ (باندی) کھٹکھٹائیں گے جب کہ انھوں نے اپنے رب کی عبادت عمدگی کے ساتھ کی ہوگی اور اپنے آقا کی خیرخواہی بھی کرتے رہے ہوں گے، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے مختلف سندوں اور متغایر الفاظ کے ساتھ۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس اُمّت میں غلام اور باندیاں تمام اُمّتوں سے زیادہ ہونگی۔ آپؐ نے فرمایا تو تم اُن کی ایسی عزّت کرو جیسی اپنی اولاد کی عزّت

عہ محاورۂ عرب یہ ہے کہ گزشتہ رات کا ذکر جب زوال سے پہلے کرتے ہیں تو اللیلۃ کہتے ہیں اور جب بعد زوال کرتے ہیں تو البارحۃ کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

اولادکم و اطعموہم مما تاکلون واکسوہم
مما تکسون قال فما ینفعنا من الدنیا یا رسول
اللہ قال فرس ترتبطہ فی سبیل اللہ و
مملوک یکفیک فاذا صلے فہو اخوک
و فی بعضہا زیادۃ ملعون من ضار مسلماً
او غیرہ و عن ابی بکر سألت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ماشیبک قال شیبتنی
ہود والواقعۃ وعم یتسآءلون واذا الشمس
کورت اخرجہ ابو یعلی و عن ابی بکر
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ان اہل الجنۃ لا یتبایعون ولو تبایعوا
ماتبایعوا الا بالبز اخرجہ ابو یعلی بسند غریب
جداً و معنی حدیث آنست کہ افضل مکاسب
کسبی است کہ اقرب بنفع خلق اللہ باشد
و ابعد از شبہ ربوا و دورتر از نجاسات
و نزدیک تر بمروت و عن ابی بکر
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال
علیکم بلا الہ الا اللہ والاستغفار فاکثروا
منہما فان ابلیس قال اہلکت الناس
بالذنوب فاہلکونی بلا الہ الا اللہ
والاستغفار فلما رأیت ذلک
اہلکتہم بالاہواء وہم یحسبون
انہم مہتدون
اخرجہ

کرتے ہو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جس میں سے تم خود کھاتے ہو۔
اور اُن کو ایسا لباس پہناؤ جس کو تم خود پہنتے ہو۔ اُس شخص
نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں دنیا کی کیا چیز نفع پہنچے گی؟
تو آپ نے فرمایا کہ وہ گھوڑا جو تو اللہ کے راستہ میں (کام
لینے کے لئے) باندھے اور ایک مملوک کافی ہے تیرے لئے تو جب وہ
نماز پڑھے تو تیرا بھائی ہے۔ اور بعض روایات میں یہ زیادتی
ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان یا غیر مسلمان کو نقصان
پہنچائے۔ اور ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا؟ فرمایا
کہ مجھے بوڑھا کر دیا (سورہ) ہود نے اور واقعہ اور عم یتساءلون
اور اذا الشمس کورت نے، اس کو ابو یعلی نے روایت کیا۔
اور مروی ہے ابو بکرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ اہل جنت خرید و فروخت نہ کریں گے اور اگر خرید
و فروخت کریں تو کس چیز کی کریں بجز کپڑے کے، اس کو
ابو یعلی نے بہت غریب سند سے روایت کیا۔ اور معنے حدیث
کے یہ ہیں کہ کمائی کے حیلوں میں سے سب سے افضل وہ پیشہ
ہے جو خلق اللہ کو نفع پہنچانے سے قریب تر ہو اور بعید ہو شبہ
ربوٰ سے اور دور تر ہو نجاسات سے اور نزدیک تر ہو مروت
(یعنی خدمت خلق) سے۔ اور مروی ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے
وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہارے
اوپر لازم ہے لا الہ الا اللہ اور استغفار تو ان دونوں کو بکثرت
پڑھو۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو ہلاک کیا گناہوں سے
اور انھوں نے مجھے ہلاک کیا لا الہ الا اللہ اور استغفار سے جب
میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان کو ہلاک کیا نفسانی خواہشوں سے
دراں حالیکہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں، اس کو

ابو یعلیٰ و فی الاحیاء قال سعید بن المسیب لما احتضر ابو بکر رضی اللہ عنہ اتاہ ناس من اصحابہ فقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوِّدنا فانّا نرٰی ما بک (من شدۃ المرض) فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ مَن قالَ ہؤلاء الکلماتِ ثم ماتَ جعلَ اللہ رُوحہ فی الاُفق المبین قالوا ما الاُفق المبینُ قال قاعٌ بینَ یدی العرش فیہا ریاضٌ و انہارٌ و اشجارٌ تغشاہ کلَّ یوم مائۃُ رحمۃٍ فمن قال ہذا القولَ جعل اللہ روحہ فی ذٰلک المکان و ہو اَللّٰہمَّ انک ابدأتَ الخلقَ من غیر حاجۃٍ بک الیہم ثمّ جعلتَہم فریقینِ فریقاً للنعیم و فریقاً للسَّعیر فاجعلنی للنَّعیم و لا تجعلنی للسَّعیر اللّٰہم انک خلقتَ الخلقَ فِرَقاً و میّزتہم قبلَ اَن تخلقَہم فجعلتَ منہم شقیًّا و سعیدًا و غویًّا و رشیدًا فاَسعِدنی بطاعتک و لا تُشقنی بمعاصیک اللّٰہمّ انک علمتَ ما تکسبُ کلُّ نفسٍ قبل ان تخلقہا فلا محیصَ لہا مما علمتَ فاجعلنی ممن شغلتَہ بطاعتِک

ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو اُن کے پاس اُن کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہمیں کچھ روح کی غذا (یعنی نصیحت کی بات اور دُعاء) عطا کر دیجئے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں جو (شدّتِ مرض) آپ کے اوپر ہے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو یہ کلمات کہے گا اور پھر مر جائے گا تو اللہ تعالےٰ اُس کی روح کو اُفقِ مبین میں پہنچا دے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ اُفقِ مبین کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک میدان ہے عرش کے سامنے اُس میں باغ ہیں اور نہریں ہیں اور درخت ہیں اُس کو روزانہ سَو رحمتیں ڈھانپ لیتی ہیں تو جو شخص یہ کلمات کہے گا اللہ تعالےٰ اُس کی روح کو اس مکان میں داخل کر دے گا اور وہ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَبْدَاْتَ الخ (ترجمہ) یا اللہ بیشک آپ نے خلق کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ آپ کو اُن کی طرف کوئی حاجت ہو پھر آپ نے اُن کے دو فریق بنائے ایک فریق جنّت کے لئے اور ایک فریق دوزخ کے لئے تو مجھے جنّت کے لئے تجویز کر دیجئے اور دوزخ کے لئے نہ کیجئے۔ اے اللہ! آپ نے خلق کو مختلف فرقوں پر پیدا کیا اور پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کو متمیز کر دیا ان میں سے بعض کو آپ نے شقی بنایا اور بعض کو سعید اور بعض کو غوی (گمراہ) اور بعض کو رشید، تو مجھ کو سعید بنا دیجئے اپنی فرمانبرداری سے اور مجھ کو شقی نہ بنائیے اپنی نافرمانیوں سے۔ یا اللہ! بیشک آپ کو سب معلوم ہے جو کسب ہر ایک نفس کرتا ہے قبل اسکے کہ آپ اس کو پیدا کریں تو جس چیز کا آپ کو علم ہے اُس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تو آپ مجھ کو اُن لوگوں میں داخل کر دیجئے جن کو آپ نے اپنی طاعت میں مشغول کر رکھا ہے

اللّٰهم ان احدًا لا يشاء حتى تشاء فاجعل مشيئتك ان اشاء ما يقربني اليك اللّٰهم انك قدرت حركات العباد فلا يتحرك شيء الا باذنك فاجعل حركاتي في تقواك اللّٰهم انك خلقت الخير والشر وجعلت لكل واحد منهما عاملاً يعمل به فاجعلني من خير القسمين اللّٰهم انك خلقت الجنة والنار فجعلت لكل واحد منهما اهلاً فاجعلني من سكان جنتك اللّٰهم انك اردت الهدى بقوم وشرحت به صدورهم واردت بقوم الضلالة وضيقت بها صدورهم فاشرح صدري للاسلام وزينه في قلبي اللّٰهم انك دبرت الامور وجعلت مصيرها اليك فاحيني حيوة طيبة بعد الموت وقربني اليك زلفى (قربة) اللّٰهم من اصبح وامسى ثقته ورجاؤه غيرك فانك ثقتي ورجائي ولا حول ولا قوة الا بالله قال ابوبكر رضي الله عنه وهذا كله في كتاب الله عز وجل والحال كلمة چند از باب قيام صديق اكبر رض بحقوق خلافت برنگاريم وے رضي الله عنه در بيان فخامة (بزرگی) خلافت راشده فرموده قالت امرأة

یا اللہ بیشک کوئی نہیں چاہتا جب تک آپ نہ چاہیں تو آپ اپنی مشیت کو اس امر سے متعلق کر دیجئے کہ میں وہ بات چاہوں جو مجھے آپ سے قریب کر دے۔ یا اللہ آپ نے سب بندوں کی حرکات کا اندازہ مقرر کر دیا ہے تو کوئی شے حرکت نہیں کرتی بغیر آپ کے ارادے کے تو آپ میری حرکات اپنے سے تقوای کے لئے بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے ہی خیر اور شر کو پیدا کیا اور دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کرنے والے آپ نے بنائے تو مجھے دونوں قسموں میں سے بہتر قسم والا بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے پیدا کیا جنت اور دوزخ کو پھر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے آپ نے اہل بنا دیئے تو مجھے آپ اپنی جنت کے رہنے والوں میں سے بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے جس قوم کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا اور ان کے سینوں کو اس کے لئے کشادہ کر دیا اور آپ نے کسی قوم کو گمراہ رکھنے کا ارادہ کیا اور ان کے سینوں کو گمراہی سے تنگ کر دیا (کہ اس میں) ہدایت نہ داخل ہو سکے تو میرے سینہ کو آپ اسلام کے لئے کھول دیجئے اور اس کو میرے قلب میں زینت والا بنا دیجئے۔ اے اللہ! آپ ہی نے جملہ امور کی تدبیر کی اور تمام امور کا مرجع اپنی ہی ذات کو قائم رکھا تو آپ مجھے بعد موت کے پاکیزہ زندگی عطا فرمائیے اور مجھے اپنا تقرب دائمی بخش دیجئے۔ اے اللہ! کسی نے صبح اور شام اس طرح کی کہ اس کا بھروسہ اور امید آپ کے غیر پر ہے لیکن میرا بھروسہ اور امید آپ کی ذات پر ہے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور کسی میں کوئی طاقت نہیں بجز اللہ کے۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ سب اللہ عز وجل کی کتاب میں موجود ہے۔ اب ہم چند کلمات صدیق اکبرؓ کے حقوق خلافت کی کامل ادائیگی پر لکھتے ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کی عظمت پر ارشاد فرمایا ایک عورت نے

لابی بکر ما بقاؤنا علیٰ ہذا الامر الصالح الذی جاء اللہ بہ بعد الجاہلیۃ فقال بقاؤکم علیہ ما استقامت بکم ائمتکم قالت و ایما الائمۃ قال اما کان لقومک رؤساء و اشراف یأمرونہم فیطیعونہم قالت بلیٰ قال فہم مثل اولئک علی الناس اخرجہ الدارمی واز کبراء صحابہؓ و تابعینؒ جماعۃ وصف قیام صدیق اکبرؓ کردند بحقوق خلافت عن عبد خیر قال سمعت علیاً یقول قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ خیر ما قبض علیہ نبیٌّ من الانبیاء واثنیٰ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم استخلف ابو بکر فعمل بعمل رسول اللہ وسنتہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قبض ابو بکر علیٰ خیر ما قبض علیہ احدٌ وکان خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ثم استخلف عمر فعمل بعملہما وسنتہما ثم قبض علیٰ خیر ما قبض علیہ احدٌ وکان خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا و بعد ابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ وعن عائشۃ انہا کانت تقول توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزل بابی بکر ما لو نزل بالجبال لہاضہا و اشرأبّ النفاق بالمدینۃ وارتدت العرب فو اللہ

ابو بکرؓ سے کہا کہ ہماری بقاء کی کیا صورت ہے اس امر صالح پر جس کو اللہ دورِ جاہلیت کے بعد لایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس پر تمہارا بقاء۔ اُس وقت تک رہے گا جب تک تمہارے ائمہ سیدھے رہیں گے۔ اُس نے کہا کہ ائمہ کونسے؟ آپ نے فرمایا کیا تیری قوم میں کچھ رؤساء اور اشراف نہیں ہیں جو قوم کے لوگوں کو حکم دیتے ہوں اور وہ اُن کی اطاعت کرتے ہوں؟ اُس نے کہا کہ ضرور ہیں تو آپ نے فرمایا تو وہ لوگوں پر مثل ائمہ کے ہیں، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اور اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت نے صدیقِ اکبرؓ کے حقوقِ خلافت پر قیام کی تعریف کی ہے۔ مروی ہے عبد خیرؒ سے کہا کہ میں نے علیؓ سے سُنا فرماتے تھے کہ وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بہترین حال میں جس پر انبیاءؑ میں سے کسی نبی نے وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ کہا کہ پھر ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور آپؐ کی سنّت کے مطابق کام کئے۔ پھر ابو بکرؓ نے وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس اُمت کے نبی کے بعد سب سے افضل تھے۔ پھر خلیفہ بنائے گئے عمرؓ تو اُنھوں نے اُن دونوں کے عمل اور اُن کی سُنّت کے مطابق کام کئے پھر اُنھوں نے وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس امت کے نبیؐ اور ابو بکرؓ کے بعد سب سے افضل تھے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ابو بکرؓ پر جو (بوجھ) آپڑا تھا وہ اتنا سخت تھا کہ اگر پہاڑ پر آپڑتا تو اُس کو بھی توڑ دیتا اور مدینہ میں نفاق بلند ہوگیا اور عرب مرتد ہوگئے تو واللہ

ما اختلفوا فی نقطۃٍ الا طار ابی بحظّها و
غنائها فی الاسلام و کانت تقول مع
ہذا و من رای عمر بن الخطاب عرف انہ خلق
غناءً للاسلام کان واللہ احوذیاً نسیج وحدہٖ
قد اعدّ للامور اقرانہا اخرجہ ابن ابی شیبۃ
و قال عبداللہ بن الاہتم واعظ الشام فی
خطبتہ الطویلۃ ثم قام بعدہ ابوبکر فسلک (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
سُنّتہ و اخذ سبیلہ و ارتدّت
العرب او من فعل ذٰلک منہم فابٰی
ان یقبل منہم بعد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و سلم الا الذی کان قابلاً
انتزع (برکشید ۱۲) السیوف من اغمادہا (میانہا ۱۲)
و اوقد النیران فی شعلہا ثم رکب
باھل الحق اہل الباطل فلم یبرح
یقطع اوصالہم (مفاصلہم ۱۲) و یسقی الارض
دماءہم حتی ادخلہم فی الذی (ای الاسلام ۱۲)
خرجوا منہ و قرّرہم بالذی نفروا
عنہ و قد کان اصاب من
مال اللہ بکراً یرتوی علیہ و
حبشیۃً ارضعت لہ ولداً لہ
فرای ذٰلک عند موتہ غصّۃً
فی حلقہ فادّی ذٰلک الی
الخلیفۃ من بعدہ و فارق
الدنیا تقیاً نقیاً علی منہاج
صاحبہ اخرجہ الدارمی بازاوّل امرے کہ

اگر (اصحاب نے) ایک نقطہ میں بھی آپس میں اختلاف کیا تو میرے باپ (اس کو حل کرنے کے لئے) اُڑ کر پہنچے کیونکہ اسلام میں اُن کا بڑا اور کامل حصہ تھا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ اور جس نے دیکھا ہے عمر بن الخطابؓ کو وہ جانتا ہے کہ وہ پیدا کئے گئے تھے اسلام کے لئے کافی اور وافی بناکر، واللہ بڑے صاحب تدبیر اور خوبیوں والے تھے اور انھوں نے امور کے انتظام پر اُن کے مناسب لوگوں کو تیار کیا تھا، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور عبداللہ بن الاہتمؒ نے جو شام کے واعظ تھے اپنے ایک طویل خطبہ میں کہا۔ پھر قائم ہوئے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکرؓ تو وہ آپؐ کی سنّت پر چلے اور انھوں نے آپؐ کے راستہ کو اختیار کیا اور عرب مرتد ہوا یا جس نے اُن میں سے ایسا کام کیا تو ابوبکرؓ نے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ان کو معاف کرنے سے انکار کردیا بجز ایسے شخص کے جو (اسلام کو) قبول کرنے والا تھا۔ تلواریں میانوں سے کھینچ لیں اور جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے اور اہل حق کو ساتھ لے کر اہل باطل کو اوندھے منہ گرادیا تو برابر اُن کے جوڑ بند کاٹتے اور زمین کو اُن کا خون پلاتے رہے یہاں تک کہ اُن کو اُس چیز میں داخل کرکے چھوڑا جس سے وہ نکلے تھے (یعنی اسلام میں) اور وہاں اُن کو جماکر چھوڑا جہاں سے وہ بھاگے تھے۔ اور بیت المال میں اُن کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر لاد کر پانی لایا جاتا تھا اور ایک حبشی کنیز تھی جو آپ کے ایک بچہ کو دودھ پلاتی تھی تو آپ نے اپنی موت کے قریب ان کو بھی اپنے حلق میں اٹکا ہوا دیکھا تو اُن کو اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے پاس بھیجدیا اور دنیا سے بحالتِ تقوی پاک و صاف گزر گئے اپنے رفیق کے طریقہ پر، اس کو دارمی نے روایت کیا۔ پھر سب سے پہلا کام جس کے پورا کرنے کا

صدیق اکبرؓ متصدی امضائے آن شد انجاز وعدہای آنحضرت بود صلے اللہ علیہ وسلم وقضای دیون۔ وعن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن انہ قال قدم علے ابی بکر الصدیق مال من البحرین فقال من کان لہ عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دین او عدۃ فلیأتنی فجاءہ جابر بن عبداللہ فحفن لہ ثلٰث حفنات اخرجہ مالک واخرج البخاری قصۃ حفنات جابر بطرق مختلفۃ بعد ازان بالتماس حضرت فاروقؓ بجمع قرآن بین اللوحین باہتمام عظیم مشغول شد واین قصہ بخوب ترین صورتے در بخاری مذکور است حضرت مرتضےٰؓ میگفت رحم اللہ ابابکر جمع القرآن بین اللوحین بعد ازان نسق حضرت صدیقؓ درباب نصب عمال آن بود کہ عاملان آنحضرت را صلے اللہ علیہ وسلم مسلم می گزاشت مگر آنکہ ایشان خود استعفا کنند فی الاستیعاب کان خالدؓ یعنی ابن سعید واخوتہ عمالا لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرجعوا عن عمالتہم حین مات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر مالکم رجعتم عن عمالتکم ما احد احق بالعمل من عمال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارجعوا الی اعمالکم فقالوا نحن بنو ابی احیحۃ لا نعمل لاحد بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابدًا

صدیق اکبرؓ نے اہتمام کیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کا پورا کرنا اور آپؐ کے قرضوں کا ادا کرنا تھا۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ نے کہا (یعنی اعلان کیا) کہ جس کسی کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ میرے پاس آئے۔ تو ان کے پاس جابر بن عبداللہؓ گئے تو ان کو تین دو ہتڑیں بھر کر دیں، اس کو روایت کیا امام مالکؒ نے۔ اور بخاریؒ نے جابرؓ کی دو ہتڑوں کے قصہ میں مختلف اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ اس کے بعد حضرت فاروقؓ کے التماس پر قرآن کو دو لوح (یعنی دو گتوں کے درمیان) جمع کرنے کے اہتمام عظیم میں مشغول ہوئے۔ اور یہ قصہ بہت خوبصورتی کے ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ حضرت مرتضےٰؓ فرمایا کرتے تھے اللہ رحمت نازل کرے ابوبکرؓ پر کہ انھوں نے قرآن کو دو تختیوں کے درمیان جمع کر دیا۔ اس کے بعد عاملوں کے نصب کرنے کے بارے میں حضرت صدیقؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ جو عامل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے تھے ان کو بدستور رہنے دیتے تھے بجز اس کے کہ یہ لوگ خود استعفاء دیں۔ استیعاب میں ہے کہ خالد یعنی خالد بن سعیدؓ اور ان کے بھائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمال تھے تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو یہ اپنے عہدۂ عمالت سے لوٹ آئے تو ان سے ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم کیوں اپنے عہدۂ عمالت سے لوٹے ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمال میں سے کوئی تم سے زیادہ عمل کا حقدار نہیں ہے؛ اپنے عہدوں پر واپس جاؤ۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ابواحیحہ کی اولاد ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم کبھی کسی کے لئے عمل (یعنی ملازمت) نہیں کرینگے۔

نمضوا الی الشام فقتلوا جمیعاً ؓ وفی الاستیعاب
کتب عبداللہ بن الارقم للنبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثم لابی بکر و استکتبہ عمر و استعملہ علی
بیت المال وعثمان بعدہ ؓ فی الاستیعاب عتاب
ابن اسید استعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی مکۃ عام الفتح (عامل کرد وابقا) واقرہ علیہا ابوبکر فلم یزل
علیہا الی ان مات بعدازاں ہر کسے را کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ و رعایت او
امر فرمودہ بود صدیق اکبرؓ بنابر تعظیم
وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در
رعایت وے اہتمام تمام می نمود فی الاستیعاب
سندر مولی زنباع مثل (گوش وبینی برید) بہ مولاہ فاعتقہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول
اللہ اوص بی فقال اوصی بک کل مسلم
فلما توفی (در حق من) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی
سندر الی ابی بکر فقال احفظ فیّ وصیۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعالہ (نفقہ داد)
ابوبکر حتی توفی ثم اتی بعدہ الی عمر
فقال لہ عمر ان شئت ان تقیم
عندی اجریت علیک و الا فانظر
ای المواضع تحب فاکتب لک
فاختار سندر مصر فکتب لہ
عمر الی عمرو بن العاص تحفظ
فیہ وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فلما قدم علی عمرو

پھر یہ سب شام چلے گئے اور سب مقتول ہوئے۔ اور استیعاب میں ہے کہ عبداللہ بن الارقمؓ کاتب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر کاتب ہوئے ابوبکرؓ کے اور ان کو کاتب بنایا عمرؓ نے اور ان کو بیت المال پر عامل بنایا اور ان کے بعد عثمانؓ نے بھی۔ اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح والے سال عتاب بن اسیدؓ کو مکہ پر عامل بنایا اور ابوبکرؓ نے ان کو برقرار رکھا پھر وہ برابر اپنے انتقال تک مکہ پر عامل رہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی حفاظت اور رعایت کے لئے حکم فرمایا تھا صدیق اکبرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے احترام کے پیش نظر اس کی رعایت کرنے کا پورا اہتمام رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ سندر زنباع کا غلام تھا اس کے آقا نے اس کے ناک کان کاٹ دیئے تھے پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے حق میں کچھ وصیت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تیرے حق میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو سندر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا لحاظ رکھیئے تو اس کا ابوبکرؓ نے نفقہ مقرر کر دیا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ پھر ان کے بعد یہ عمرؓ کے پاس آیا تو اس سے عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو میرے پاس قیام کرنا چاہے تو میں تیرا وظیفہ مقرر کر دوں ورنہ غور کر لے کہ تو کس جگہ رہنا پسند کرتا ہے (وہاں کے حاکم کو) تیرے بارے میں لکھ دوں۔ تو سندر نے مصر کو پسند کیا تو حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی حفاظت کرو۔ جب یہ عمرو بن العاص کے پاس پہنچا

(تملیکش کرد) ارضاً واسعۃً وداراً وفی
الاستیعاب کان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یزور امّ ایمن وکان
ابو بکر وعمر یزورانہا بعد ازان حضرت
صدیق رض بتوقیر اہلِ بیتِ نبوت وتعظیم
ایشان اقصے الغایت وصیت فرمود
وقال ابو بکر ارقبوا محمداً صلے اللہ علیہ
وسلم فی اہلِ بیتہ رواہ جماعۃ بعدازاں
در حفظ ناموس آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم در منکوحاتِ او سعی تمام بجاآورد
ودر مسئلہ تحریم نکاح غیر مدخولہ آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مباحثہ افتاد
فی الاستیعاب قتیلۃ بنت قیس تزوجہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومات
عنہا قبل ان یدخل بہا فتزوجہا عکرمۃ بن
ابی جہل بحضرموت فبلغ ابابکر فقال
لقد ہممت ان احرق علیہما بیتہما فقال لہ
عمر ماہی من امہات المؤمنین لا دخل بہا ولا
ضرب علیہا الحجاب باز حضرت صدیق
اول خلیفہ است کہ برائے او وظیفہ از
بیت المال مقرر شد عن عائشۃ لما استخلف
ابو بکر الصدیق قال لقد علم قومی ان حرفتی (یعنی التجارۃ ۱۲)
لم تکن تعجز عن مؤنۃ (نفقہ) اہلی وشغلت
بامر المسلمین فیأکل آل ابی بکر
من ھذا المال (بیت المال ۱۲)

تو انھوں نے اس کو ایک وسیع قطعہ زمین اور ایک مکان جاگیر دیدیا۔ اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امّ ایمن رض سے ملنے جایا کرتے تھے اور ابو بکر رض وعمر رض بھی ان سے ملنے کے لئے جاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت صدیق رض نے اہل بیتِ نبوت کی توقیر اور ان کی تعظیم کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھنے کی وصیت فرمائی (استیعاب میں ہے) اور ابو بکر رض نے فرمایا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے احترام کا خیال رکھو ان کے اہلِ بیت کے بارے میں، اس کو ایک جماعت نے روایت کیا۔ اس کے بعد جن عورتوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا ان کے ناموس کے تحفظ میں آپ پوری سعی فرماتے رہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غیر مدخولہ سے تحریم نکاح کے بارے میں مباحثہ ہوا۔ استیعاب میں ہے کہ قتیلہ بنت قیس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا تھا اور ان کے پاس جانے سے پہلے آپ کی وفات ہوگئی تو ان سے حضر موت میں عکرمہ رض بن ابی جہل نے نکاح کر لیا، یہ خبر ابو بکر رض کو پہنچی تو فرمایا کہ یہ دل چاہتا ہے کہ ان دونوں کے اوپر ان کے گھر کو پھونک دوں۔ تو ان سے عمر رض نے کہا کہ وہ امہات المؤمنین میں سے نہیں ہے، نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور نہ اس پر پردہ ڈالا (یعنی تخلیہ کیا)۔ پھر حضرت صدیق رض سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مروی ہے عائشہ رض سے کہا کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنادیئے گئے تو فرمایا کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ (یعنی تجارت) میرے اہل وعیال کے (مصارف کو) برداشت کرنے سے عاجز نہیں تھا اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا تو اب آلِ ابو بکر رض کو اس مال میں سے (یعنی بیت المال سے) کھانا ہوگا

ویحترف للمسلمین فیہ اخرجہ البخاری
باز حضرت صدیق رض را در مسئلہ ہل تجب
علی المرتدین اذا تابوا دیۃ من قتلوہ
فی ایام الردۃ با حضرت فاروق رض اختلاف
افتاد قال البغوی روی عن ابی بکر انہ
قال لقوم جاؤہ تائبین تدون قتلانا و
لا ندی قتلاکم فقال عمر لا ناخذ لقتلانا
دیۃ اصح قولی امام شافعی رح مذہب
حضرت صدیق است جمعی از علماء گفتند
منہم البغوی احتمال دارد کہ مذہب
حضرت فاروق رض موافق مذہب صدیق
اکبر رض باشد غیر انہ رای الاعراض عن
الزام الدیۃ ترغیبا لہم فی الثبات علی
الاسلام باز فقہاء مسلمین در تغریب بکر
زانی اختلاف دارند حضرت صدیق رض
احیاء سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نمود در تغریب زناۃ والی الیوم اکثر فقہاء
و جملہ محدثین بر مذہب وے رفتند عن ابن
عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جلد و غرب و ان ابابکر جلد و غرب و
ان عمر جلد و غرب اخرجہ البغوی وغیرہ
باز علماء مسلمین متفق اند در انکہ

اور ابو بکر مسلمانوں کی خدمت کرے گا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ پھر اس مسئلہ میں کہ کیا مرتدین پر جب کہ وہ توبہ کرلیں اُن لوگوں کی دیت واجب ہے جن کو انھوں نے مرتد ہونے کے دنوں میں قتل کیا تھا حضرت صدیق رض کا حضرت فاروق رض کے ساتھ اختلاف واقع ہوا۔ بغوی نے کہا کہ مروی ہے ابوبکر رض سے کہ اُنھوں نے قوم کے اُن لوگوں سے جو توبہ کرکے آئے کہا کہ تم ہمارے ہیں کے مقتولوں کی دیت دو اور ہم تم ہیں کے مقتولوں کی دیت نہ دیں گے۔ پھر عمر رض نے کہا کہ ہم اپنے مقتولوں کی دیت نہ لیں گے۔ امام شافعی رح کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول حضرت صدیق رض کا مذہب ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے جن میں بغوی رح بھی ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ حضرت فاروق رض کا مذہب صدیق اکبر رض کے مذہب کے موافق ہو (اور اس ارشاد کی کوئی وجہ نہ ہو) بجز اس کے کہ انھوں نے دیت کے لازم کرنے کی رائے سے اعراض کیا ہو تاکہ ان لوگوں کو ترغیب ہو جائے اسلام پر ثابت قدم رہنے میں۔ پھر فقہاء مسلمین میں اختلاف ہے ایسے زانی کو جلا وطن کرنے کے بارے میں جو کنوارا ہو۔ حضرت صدیق رض نے زانیوں کو شہر بدر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا احیاء کیا اور آج تک اکثر فقہاء اور تمام محدثین ان ہی کے مذہب پر چل رہے ہیں۔ مروی ہے ابن عمر رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور عمر رض نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ اس کو بغوی رح وغیرہ نے روایت کیا۔ پھر علماء مسلمین اس میں متفق ہیں کہ

ع بعض نے کہا ویحترف للمسلمین سے یہ مراد ہے کہ وہ مسلمانوں کے فائدے کیلئے تجارت بھی کریں گے، یعنی بیت المال سے جو روپیہ میں اپنے گھر والوں کے ضروری خرچ کے لئے لوں گا اتنا ہی یا اس سے زیادہ تجارت کرکے پھر اُس میں داخل کروں گا۔" (لغات الحدیث) اس معنے میں یہ استبعاد ہے کہ اگر آپ کے پاس تجارت کے لئے وقت ہوتا تو ہرگز نہ لیتے۔ اس لئے مطلب یہ ہے کہ ابو بکر رض اب وہ پیشہ تجارت ترک کرتے ہے اب جو اس کا پیشہ ہو گا وہ امور خلافت کی انجام دہی ہو گا ۱۲ مترجم

اذا سرق اولاً قطعت یدہ الیمنیٰ فان
سرق ثانیاً قطعت رجلہ الیسریٰ باز
مختلف شدند در آنکہ چون ثالثاً سرقہ کند
چہ باید کرد امام مالکؒ و امام شافعیؒ
قطعت یدہ الیسریٰ اختیار کردہ اند ثم
اِن سرق قطعت رجلہ الیمنیٰ و امام ابوحنیفہؒ
گفتہ یُعزّر ویُحبس ولا قطع علیہ اذا
سرق بعد قطع الیدِ الیمنیٰ و الرّجلِ الیسریٰ
مأخذ امام مالکؒ وشافعیؒ حدیثے است
کہ ہر دو در کُتب خود روایت کردہ اند
و بران اعتماد نمودہ مالکؒ عن عبدالرحمٰن
بن القاسم عن ابیہ انّ رجلاً من اہلِ
الیمن اَقطع الیدِ والرّجلِ قدم فنزل علیٰ
ابی بکر الصدیق فشکیٰ الیہ انّ عامل
الیمن ظلمہ وکان یُصلّی من اللیل فیقولُ
ابوبکرٍ و ابیکَ مالیلکَ بلیلِ سارقٍ
ثم انہم افتقدوا حلیًا لاسماء بنتِ
عُمیس امراۃِ ابی بکر فجعلَ یطوفُ
معہم ویقول اللّٰہم علیکَ بمَن بیّتَ
اہلَ ہٰذا البیتِ الصالحِ فوجدُوا الحُلی عند
صائغ زعم ان الاقطعَ جاءہ بہ
فاعترفَ الاقطعُ او شُہِدَ
علیہ فامر بہ ابوبکرٍ فقطعت
یدہ الیسریٰ و قال ابوبکرٍ
واللّٰہ لَدُعاؤہ علیٰ نفسِہ

جب کوئی پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جاتے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اُس کا بایاں پاؤں کاٹا جاتے۔ پھر اس میں مختلف الرائے ہو گئے کہ جب تیسری مرتبہ چوری کرے تو کیا کیا جاتے؟ امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے یہ اختیار کیا کہ اُس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے پھر اگر چوری کرے تو اُس کا داہنا پاؤں کاٹا جاتے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ سزا دی جاتے اور قید کیا جاتے اور اُس کا کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا جب کہ اُس نے داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جانے کے بعد چوری کی۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ماخذ ایک حدیث ہے جس کو دونوں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا۔ مالکؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن القاسمؒ سے وہ اپنے باپ سے کہ اہلِ یمن میں کا ایک شخص جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا آیا اور ابوبکر صدیقؓ کے پاس اُترا اور اُن سے شکایت کی کہ یمن کے عامل نے اُس پر ظلم کیا اور وہ رات کو نماز (یعنی نفلیں) پڑھا کرتا تھا تو ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ تیرے باپ کی قسم تیری رات چور کی رات جیسی نہیں ہے۔ پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ اسماءؓ بنتِ عمیس ابوبکرؓ کی بی بی صاحبہ کا زیور چوری ہو گیا جس کو اُنھوں نے تلاش کیا تو یہ شخص اُن کے ساتھ پھرتا رہا اور یہ بھی کہتا رہا کہ یا اللہ! آپ پکڑیں اُس شخص کو جس نے اس نیک گھر والوں پر چھاپہ مارا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس زیور کو ایک سُنار کے پاس پایا جس نے یہ بیان دیا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا اُس کو دے گیا ہے۔ پھر اُس ہاتھ پاؤں کٹے نے اقرار کر لیا یا اس پر شہادت گزر گئی تو اس کے بارے میں ابوبکرؓ نے حکم دیا پھر اس کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا۔ اور ابوبکرؓ نے فرمایا کہ واللہ اُس کا اپنے نفس پر بد دعا کرنا کہ الٰہی پکڑ اس شخص کو الخ

اشدّ عندی علیہ من سرقتہ و سابق تحریر یافت کہ صدّیق اکبرؓ حدّ شارب خمررا بچہل ضربہ مُعیّن ساخت و علیہ الشّافعی قال الاربعون الاُخرٰی تعزیرٌ یجوز فعلہٗ و یجوز ترکہ قال البغوی رحمہ اللّٰہ اختلفوا فی التفضیل علی السابقۃ والنّسب عند قسمۃ الفئ فذھب ابوبکر الی التسویۃ بینَ الناس و اُولی الفضل بالسابقۃ حتے قال لہٗ عُمر اتجعل الّذین جاھدوا فی اللّٰہ باموالھم و انفسھم و ھاجروا دیارھم کمَن دخلَ فی الاسلام کرھًا فقال ابوبکر انّما عَملوا للّٰہ و انّما اُجورُھم علی اللّٰہ و انّما الدنیا بلاغٌ وکان عمر یفضّلُ علی السابقہ والنّسب بندہٗ ضعیف گوید کہ این اختلاف در حکم شرعی نیست بلکہ درزمانِ حضرت صدّیقؓ کثرۃ فیٔ کہ محلِ تفضیل بسابقہ ونسب باشد حاصل نشد لاچار منظورِ نظر صدیقِ اکبرؓ احیاء این نفوس شد باقلِّ آنچہ وجہ کفافِ ایشان تواند بود و درعہدِ فاروقِ اعظمؓ فیٔ بکثرت جمع شدہ و از قدر کفایت بیشتر حاصل گشتہ پس تفضیلِ اہلِ سوابق را گنجایش بہم رسید عَن میمون بن مہران قال کان ابوبکر اذا ارادَ اَن یبعَثَ بعثًا

میرے نزدیک اس شخص کے حق میں زیادہ سخت ہے اُس کے چوری کرنے سے (اس لئے کہ اگر وہ خدا کو عالم الغیب اور قادرِ مطلق سمجھتا تو یہ کلمات نہ کہتا) اور پہلے لکھا جاچکا ہے کہ صدیقِ اکبرؓ نے شارب خمر کی چالیس ضربیں مقرر کردی تھیں اور اسی پر شافعیؒ کا قول ہے کہ دوسری (مرتبہ کی) چالیس ضرب (حد نہیں بلکہ) تعزیر (یعنی سزا) ہے جس کا فعل بھی جائز ہے اور ترک بھی جائز۔ بغوی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس بارے میں اُنھوں نے اختلاف کیا کہ اسلام پر سبقت کرنے اور نسب کی بناء پر مالِ غنیمت کی تقسیم میں فضیلت (ترجیح) دی جائے۔ تو ابوبکرؓ عام لوگوں کے اسلام پر سبقت کی بناء پر جو صاحبِ فضیلت تھے ان کے درمیان برابری قائم رکھنے کی طرف گئے۔ یہاں تک کہ اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ اُن لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنے شہروں کو چھوڑا اُن کے برابر کررہے ہو جو اسلام میں کراہت کے ساتھ داخل ہوتے؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اُنھوں نے جو کچھ عمل کئے اللہ کے لئے کئے اور اُن کے اجر اللہ پر ہیں اور دنیا تو گزشتنی (حقیر چیز) ہے۔ اور عمرؓ (اپنے زمانہ میں) احوا سابقہ اور نسب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بندہٗ ضعیف کہتا ہے کہ یہ اختلاف حکم شرعی میں نہیں ہے بلکہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مالِ غنیمت کی کثرت جو خدماتِ سابقہ ونسب کا محل ہے حاصل ہی نہ ہوتی تھی اس مجبوری کی وجہ سے صدیقِ اکبرؓ کی نظر ان نفوس کے (کسی نہ کسی طرح) زندگی قائم رکھنے پر رہی کہ کم سے کم گزارے کی صورت میسّر ہو سکے اور فاروقِ اعظمؓ کے عہد میں اموالِ غنیمت بکثرت جمع ہوتے اور قدر کفایت سے زیادہ حاصل ہوا تو اہلِ سوابق کی تفضیل کے لئے گنجائش نکل آئی۔ مروی ہے میمون بن مہران سے کہ ابوبکرؓ جب کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ کرتے

ندبَ الناس فاذا کمل لہٗ من العِدّۃ مَا یرید جہّزہم
بما کان عندہٗ ولم تکن الاَعْطِیۃ فُرِضتْ علیٰ عہد
اخرجہ ابن ابی شیبۃ باز در آخر ایّام آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم فتنۂ رِدّت نمودار گردید وبعد از وفاتِ
وے صلی اللہ علیہ وسلم این فتنہ استحکام یافت از انجملہ
مُسَیلمہ کذّاب دعویٰ نبوّت کرد و فوجے عظیم از
اہلِ یمامہ واہلِ نجد با خود جمع نمود حضرت صدیق رض
مسلمین را برائے قتال آنجماعہ برخواند وخالد بن ولید
را امیر ساخت چون تلاقی فِئتَین واقع شد اوّل بر
مسلمانان ہزیمت اُفتاد ثانیاً بسعی جمعے از نُبلاء (بزرگان)
صحابہ رض مانند ثابت بن قیس و زید بن الخطاب برادر
فاروق اعظم رض و براء بن مالک فتح اسلام میسّر
شد واین عزیزان شربتِ شہادت چشیدند رضوان
اللہ علیہم و مُسَیلمہ بدوزخ پیوست وجماعۂ او
متفرق گشت وآن یکے از فتوحِ عظیم اسلام بود گویا
فرمودۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در باب خالد سیف
من سیوف اللہ تمہید و توطیۂ ہمین فتح بودہ است و
از انجملہ بنو عبد القیس و جمعے از ناحیۂ بحرین بشرفِ
اسلام مشرّف شدہ بودند و قدمِ راسخ پیدا کردہ
درین ایّام بنو بکر با منذر بن ساوی در ساختہ
قصدِ آن مسلمانان نمودند ایشان این ماجرا
را بعرضِ صدیقِ اکبر رض رسانیدند و وے رضی
اللہ عنہ جماعۂ از مسلمین را بر جہاد دعوت
فرمود و بسرکردگی علاء بن الحضرمی ایشان را
بحربِ بنو بکر روان نمود

تو لوگوں کو طلب کرتے تھے تو جب وہ شمار پوری ہو جاتی جس کا وہ
ارادہ رکھتے ہوتے تو ان کے لئے اتنا سامان کر دیتے جو اُن کے پاس
ہوتا اور اُن کے عہد میں وظائف مقرر نہیں کئے گئے تھے، اس کو
روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے آخری ایام میں مرتد ہونے کا فتنہ نمودار ہوا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ فتنہ مستحکم ہو گیا۔ اُن میں
سے ایک فتنہ یہ تھا کہ مُسیلمہ کذّاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یمامہ
اور نجد والوں کی ایک عظیم فوج اپنے پاس جمع کر لی۔ حضرت
صدیق رض نے مسلمانوں کو اس جماعت کے ساتھ قتال کے لئے بلایا
اور خالد بن ولید رض کو امیر بنایا۔ جب دونوں جماعتوں میں مڈبھیڑ
ہوئی تو اوّل مسلمانوں پر ہزیمت واقع ہوئی۔ اس کے بعد بزرگان
صحابہ رض کی ایک جماعت کی کوشش سے جیسے ثابت بن قیس رض اور
زید بن الخطاب رض فاروقِ اعظم رض کے بھائی اور براء بن مالک رضی
اللہ عنہم تھے فتح اسلام کی ہوئی اور ان عزیزوں نے شربتِ
شہادت پیا اور مُسیلمہ جہنم رسید ہوا اور اس کی جماعت
متفرق ہو گئی اور یہ اسلام کی ایک بڑی عظیم الشان فتح ہوئی۔
گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خالد رض کے بارے میں کہ
وہ ایک تلوار ہے اللہ کی تلواروں میں سے تمہید اور اطلاع اسی
فتح کی ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ بنو عبد القیس
اور بحرین کے نواحی کی ایک جماعت مشرّف باسلام ہوئی تھی اور
ان میں پختگی پیدا ہو گئی تھی، ان ایام میں بنو بکر نے منذر بن ساوی
کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ان مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا
اُنھوں نے یہ ماجرا صدیقِ اکبر رض کی خدمت میں پہنچایا اور آپ رض
نے مسلمانوں کی جماعت کو جہاد کے لئے دعوت دی اور علاء رض
ابن الحضرمی کی سرکردگی میں ان کو بنو بکر سے جنگ کے لئے روانہ کیا

وعلاء الحضرمی را در راہ کرامتی باہرہ ظاہر شد و آن
استجابت دعا. او بود بظہور آبے کہ دفع عطش نماید
آخرہا شبخون بر کفار زدند و فتحے عظیم نمایاں گشت
و از انجا بجزیرۂ دارین نہضت نمود و درین اثناء
(موضعیست بشام)
کرامتے دیگر نمودار شد و آن نیز استجابت دعائے
او بود در نقص آب تا آنکہ اخفاف اہل تمام
در آب غرق نشد اینجا نیز فتحے عظیم برروئے کار
آمد و از انجا بطرف منذر بن ساوی متوجہ شدہ
غلبۂ نمایان بدست آوردند و فی الاستیعاب
کان یقال ان العلاء بن الحضرمی کان مجاب الدعوۃ
و انہ خاض البحر بکلمات قالہا و دعا بہا و ذلک
مشہور عنہ در اینجا سر تقدیم صدیق اکبرؓ علاءؓ بن
حضرمی را ظاہر و نمایان گردید و از انجملہ آنکہ
اہل عمان و مہرہ کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مسلمان شدہ بودند درین ہنگام
مرتد گشتند و جیفر و عبد کہ حکومت آن دیار
بامر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعلق بایشان
داشت قصہ ارتداد آن طائفہ بعرض صدیق
اکبرؓ رسانیدند و وی رضی اللہ عنہ مسلمین را
برائے جہاد جمع کرد حذیفہ بن محصن حمیری را
برائے ریاست عمان و عرفجہ بارقی را
بریاست مہرہ مقرر فرمود و عکرمہ را
کہ از فتح یمامہ ہنوز مراجعت نہ
کردہ بود بکمک ایشان مامور ساخت
بعد تلاقی فئتین

اور علاءؓ بن الحضرمی کی راستہ میں ایک کھلی ہوئی کرامت ظاہر
ہوئی اور وہ اُن کی دعاء کی مقبولیت تھی ایک پانی کے ظہور
کی صورت میں کہ جس سے (تمام لشکر) اپنی پیاس بجھالے۔
اس کا آخر انجام یہ ہوا کہ اُنھوں نے کفار پر شبخون مارا اور ایک
فتح عظیم نمایاں ہوئی اور وہاں سے جزیرۂ دارین کی طرف
(جو شام کا ایک موضع ہے) کوچ کیا۔ اس دَوران میں ان کی دوسری
کرامت نمودار ہوئی اور وہ بھی اُن کی دعاء کی مقبولیت تھی پانی
کے کم ہوجانے کی صورت میں یہاں تک کہ اُونٹوں کے پورے کُھر
بھی پانی میں نہیں ڈوبے۔ (حالانکہ دریا چڑھاؤ پر تھا) یہاں بھی
ایک عظیم فتح میسّر ہوئی۔ پھر یہاں سے مُنذر بن ساوی کی طرف
متوجہ ہوتے اور نمایاں غلبہ حاصل ہوا۔ اور استیعاب میں ہے
کہ کہا جاتا تھا کہ علاءؓ بن الحضرمی مستجاب الدعوات تھے اور وہ
دریا میں گھس گئے کچھ کلمات پڑھ کر اور اُن کے ساتھ دُعاء کرکے
اور یہ بات اُن کی نسبت مشہور ہے۔ اس موقع پر یہ راز ظاہر و نمایاں
ہوگیا کہ صدیقِ اکبرؓ نے اس وجہ سے علاءؓ بن الحضرمی کو سردار
لشکر بنایا تھا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اہلِ عمان و مہرہ جو
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام لاتے تھے
اس زمانہ میں مُرتد ہوگئے۔ اور جیفر اور عبد نے کہ اُن شہروں کی
حکومت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان سے متعلق
تھی اس جماعت کے مُرتد ہوجانے کا قصہ صدیقِ اکبرؓ کی خدمت
میں پہنچایا اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جہاد کے
لئے جمع کیا اور حُذیفہ بن محصن حمیری کو عمان پر حکومت کے
لئے اور عرفجہ بارقی کو مہرہ پر حکومت کے لئے آپ نے متعین
فرمایا اور عکرمہ کو جو کہ یمامہ کی فتح سے ابھی تک نہیں لَوٹے
تھے ان کی کمک کے لئے مامور کیا۔ دونوں جماعتوں کے مل جانے کے بعد

جنگِ عظیم واقع شد و ہزیمت نمایان برکفار افتاد و از انجملہ آنکہ قبیلہ کندہ و ناحیۂ حضرموت و یمن در آخر سنین ہجرت بشرفِ اسلام مشرّف شدہ بودند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تعیّن امراء برایشان فرمودہ درین ولاء ارتداد پیش گرفتند و امرائے مسلمین بجبالِ متحصّن شدہ ماجرا بعرض حضرت صدیق رضؓ رسانیدند وی رضے اللہ عنہ برائے قتالِ آنہا مسلمین را بر خواند و ہمراہ زیاد بطرفِ آنجماعہ فرستاد مسلمانان بعد زد و بُرد بسیار بکمکِ عکرمۃ بن ابی جہل بامرادِ خویش فیروز و منظفر بازگشتند و اشعث بن قیس راکہ از روسا مرتدین بود مسلسل و مغلول بحضورِ حضرتِ صدیق رضؓ فرستادند صدیقِ اکبر چون دلاوری و سپہ سالاری و صدق توبہ اشعث ملاحظہ نمود اورا خلاص فرمود و خواہر خود اُمّ فروہ را بنکاحِ او داد و آخرہا فراست حضرتِ صدیق رضؓ کارِ خود کرد کہ در مجاہدات عراق تردد نمایان از وے ظاہر گشت فی الاستیعاب روی عن الاشعث قدم علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلثین راکباً من کندۃ فقالوا لہٗ یا رسول اللہ نحن بنو آکل المرار وانت ابن آکل المرار فتبسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال نحن

جنگِ عظیم واقع ہوئی اور کفار پر نمایاں شکست واقع ہوئی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبیلۂ کندہ اور اطراف حضرموت و یمن کے رہنے والے ہجرت کے آخری برسوں میں شرفِ اسلام سے مشرّف ہوتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن پر اُمراء کا تقرر بھی فرمادیا تھا اس زمانہ میں یہ لوگ بھی مُرتد ہوگئے اور اُمراء مسلمین نے پہاڑوں میں قلعہ بند ہوکر تمام ماجرا حضرت صدیقِ اکبر رضؓ کے حضور میں پہنچایا۔ صدّیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی اور ایک لشکر زیاد رضؓ کی سرکردگی میں اُس جماعت کی طرف بھیجا۔ مسلمان بہت کُشت وخون کے بعد عکرمہ رضؓ بن ابی جہل کی کمک سے کامران، فتحمند اور منظفر واپس ہوتے۔ اور اشعث بن قیس کو جو کہ مُرتدین کے روٴسا میں سے تھا زنجیر میں جکڑ کر اور ہاتھ باندھ کر حضرت صدّیق رضؓ کے حضور میں بھیجا۔ صدّیق اکبر رضؓ نے جب اشعث کی سچائی اور اس کی دلاوری وسپہ سالاری کا ملاحظہ فرمایا تو اس کو رہا کردیا اور اپنی بہن اُمّ فروہ کو اُس کے نکاح میں دیدیا۔ انجام کار حضرت صدّیق رضؓ کی فراست نے اپنا کام کیا کہ عراق کے مجاہدات میں اس شخص کے نمایاں کارنامے ظاہر ہوتے۔ استیعاب میں ہے روایت کیا گیا ہے اشعث رضؓ سے کہ وہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ کندہ کے تیس (۳۰) سواروں کے ساتھ پھر ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آکل المرار[عہ] کے بیٹے ہیں اور آپ بھی آکل المرار کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور کہا کہ ہم

عہ مُرار بضم میم ایک کڑوا درخت ہے جب اس میں سے اونٹ کھاتا ہے تو اُسکے ہونٹ سکڑ جاتے اور دانت کُھل جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے ایسے شخص کو جسکے دانت کُھلے ہوتے رہیں آکل المرار کہا گیا۔ اس مناسبت سے حُجر کو جو مشہور شاعر امرء القیس کا پردادا تھا آکل المرار کہا جاتا تھا جو کندہ کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کے اجداد میں سے تھا۔ ان میں سے کوئی عورت آنحضرت ؐ کے اجداد میں سے کسی کی بیوی تھیں اسلئے انھوں نے بھی آپؐ کو ابن آکل المرار کہدیا جس کا آپ نے جواب دیا ۱۲ اشتیاق احمد

بنو النضر بن کنانۃ لا نقفو اُمّنا و لا ننتفی من ابینا
وفیہ ایضاً کان فی الجاہلیۃ رئیساً مطاعاً فی
کندۃ وکان فی الاسلام وجیہاً فی قومہ الا
انہ کان ممن ارتد عن الاسلام بعد النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ثم راجع الاسلام فی خلافۃ
ابی بکر الصدیق و اُتی بہ ابو بکر اسیراً قال اسلم
مولی عمر بن الخطاب کانی انظر الی الاشعث
ابن قیس وہو فی الحدید و ہو یقول فعلتُ
وفعلتُ حتی کان آخر ذلک سمعتُ الاشعث
یقول استبقنی لحربک وزوجنی اختک ففعل
باقی رکھ
ابو بکر قال ابو عمر اخت ابی بکر الصدیق التی
زوجہا من الاشعث بن قیس ہی اُم فروۃ بنت
ابی قحافۃ وہی اُم محمد بن الاشعث فلما استخلف
عمر خرج الاشعث مع سعد بن ابی وقاص
العراق فشہد القادسیۃ و المدائن و جلولاء ونہاوند
اختطہ ای اتخذہ لنفسہ واعلم علیہ
واختطّ بالکوفۃ داراً فی کندۃ و نزلہا بالجملہ
بتائید الٰہی آخر سال اول از خلافت صدیقِ اکبرؓ
اسلام بطور اول رجوع کرد و فتنۂ ارتداد
فرو نشست و سال دوم مثنیٰ بن حارثۃ شیبانی
را کہ بمقتضاء کینہاء سابقہ با ملوکِ عجم بجنگ
آویختہ بود حضرتِ صدیق استمالت
نمودہ بخلعت و لواء نواختہ بحربِ
عجم مامور ساخت اینجا صنعتِ ملک
داری را کار فرما شد و تیر تدبیر
او بر نشانہ رسید

نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں ہم اپنی ماں کا اتباع نہیں کرتے اور اپنے باپ سے جدا نہیں ہوتے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ شخص جاہلیت میں رئیس تھا کندہ میں اس کی اطاعت کی جاتی تھی اور اسلام میں بھی اپنی قوم میں وجیہ رہا ہے۔ مگر یہ ان لوگوں میں سے تھا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ پھر مراجعت کی اسلام کی طرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت (کے زمانہ) میں اور آپ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا۔ اسلم مولیٰ عمرؓ بن الخطاب کا قول ہے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں اشعث بن قیس کی طرف جب کہ وہ لوہے (کی زنجیروں) میں بندھا ہوا تھا اور وہ فعلتُ وفعلتُ کہہ رہا تھا (یعنی میں نے ایسا کام کیا اور یہ بھی کیا) یہاں تک کہ آخر کلام میں میں نے اشعث سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ آپؓ مجھ کو باقی رکھتے اپنی جنگ کے لئے اور اپنی بہن کا مجھ سے نکاح کر دیجئے تو ابو بکرؓ نے ایسا کیا۔ ابو عمر نے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ کی بہن جن کا نکاح انہوں نے اشعث بن قیس سے کیا تھا اُمّ فروہ بنتِ ابی قحافہ تھیں اور یہ والدہ ہیں محمد بن الاشعث کی۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اشعث سعدؓ بن ابی وقاص کے ساتھ نکلے اور قادسیہ اور مدائن اور جلولاء اور نہاوند کی جنگوں میں شریک رہے اور کوفہ میں ایک مکان بنایا اور اس میں رہنے لگے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی مدد سے خلافتِ صدیقِ اکبرؓ کے پہلے سال کے آخر میں اسلام پہلی حالت پر واپس آیا اور فتنۂ ارتداد مٹ گیا۔ اور دوسرے سال میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کو جو کہ پچھلے کینوں کی بنا پر عجم کے بادشاہوں کے ساتھ جنگ میں اُلجھ رہا تھا حضرت صدیقؓ نے ہمت افزائی کے طور پر خلعت اور جھنڈے سے سرفرازی بخشتے ہوئے عجم کے ساتھ جنگ پر مامور کیا۔ یہاں پر ملک داری کی حکمتِ عملی کارفرما ہوئی اور آپ کی تدبیر کا تیر نشانہ پر بیٹھ گیا۔

باز چون عجم در صدد انتقام آمدند و فوجے
بیرون از حساب گرد آوردند خالد بن الولید
را بجنگ مثنیٰ فرستاد و مثنیٰ را باحترام اقصے
الغایت خالد امر فرمود و این دستور العمل خلفاء
است در توقیر قدماء دولت فی الاستیعاب
المثنیٰ بن حارثۃ الشیبانی کان اسلامہ
و قدومہ فی وفد قومہ علے النبی صلے
اللہ علیہ وسلم سنۃ تسع و قد قیل
سنۃ عشر و ذکر عمر بن شبۃ عن
شیوخہ من اہل الاخبار ان المثنیٰ بن
حارثۃ کان یغیر علے اہل فارس بالسواد
فبلغ ابابکر و المسلمین خبرہ و قال عمر
ہذا الذی یأتینا وقائعہ قبل معرفۃ نسبہ
فقال لہ قیس بن عاصم اما انہ غیر خامل
الذکر ولا مجہول النسب ولا قلیل العدد
ولا ذلیل العمارۃ ذلک مثنیٰ بن حارثۃ
الشیبانی ثم ان المثنیٰ قدم علے ابی بکر
فقال یا خلیفۃ رسول اللہ ابعثنی علے قومی
فان فیہم اسلاما اقاتل بہم اہل فارس واکفیک اہل
ناحیتی من العدو ففعل ذلک ابوبکر فقدم المثنیٰ العراق
فقاتل واغار علے اہل فارس ونواحی السواد حولاً مجرماً
ثم بعث اخاہ مسعود بن حارثۃ الی ابی بکر
یسألہ المدد ویقول ان امددتنی
وسمعت بذلک العرب

پھر جب کہ عجم (یعنی ملوک فارس) انتقام کے پیچھے پڑے اور بیشمار
فوج میدان میں لے آئے تو آپ رض نے خالد بن الولید کو مثنیٰ کی
کمک کے لئے بھیجا اور مثنیٰ کو خالد رض کے انتہائی درجہ احترام کا
حکم بھیجا اور یہ یعنی مملکت کے قدیم کارگزاروں کی عزت افزائی
خلفاء رض کا دستور العمل ہے۔ استیعاب میں ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ
کا اسلام لانا اور ان کا اپنی قوم کے وفد کے ساتھ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا سن نو ہجری میں ہوا ہے
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن دس میں۔ اور عمر بن شبہ نے اپنے مورخین
شیوخ کی روایت سے ذکر کیا کہ مثنیٰ بن حارثہ اہل فارس کے علاقوں
پر حملے کرتے رہتے تھے یہ اطلاعات ابوبکر رض کو اور عام مسلمانوں
تک پہنچیں اور عمر رض نے کہا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ جسکے کارنامے
ہمارے پاس اس کے نسب کی دریافت سے پہلے پہنچ رہے ہیں،
اس پر ان سے قیس بن عاصم نے کہا کہ سنیئے وہ غیر معروف اور
مجہول النسب نہیں اور نہ قلیل تعداد والا اور نہ گرے ہوئے خاندان عہ
کا فرد ہے وہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہے۔ پھر مثنیٰ حضرت ابوبکر رض
کے پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلعم مجھے میری قوم
کے پاس بھیجئے کہ ان میں (جذبہ) اسلام (پورا) ہے تاکہ
میں ان کو ساتھ لے کر اہل فارس سے لڑوں اور میں اپنے قرب
و جوار کے دشمنوں پر اچانک چھاپہ ماردوں۔ تو ابوبکر رض نے ایسا
ہی کیا اس کے بعد مثنیٰ عراق آگئے اور انھوں نے اہل فارس
پر قتال اور لوٹ مار کی اور فارس کے دور کے علاقوں پر بھی
پورے ایک سال تک۔ پھر انھوں نے اپنے بھائی مسعود بن حارثہ
کو ابوبکر رض کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے مدد کی درخواست کرے
اور کہے کہ اگر آپ رض نے ہماری مدد کی اور اس کو عرب نے سن لیا تو

عہ عمارۃ "بطن" سے اوپر ہے۔ پہلے "شعب" ہے۔ پھر "قبیلہ"۔ پھر "عمارہ"۔ پھر "بطن"۔ پھر "فخذ"۔ اس کی جمع عمائر آتی ہے ۱۲ مترجم از لغات الحدیث عہ فتک ناگاہ گرفتن وناگاہ کشتن ۱۲

اسرعوا الیّ واذلّ اللہ المشرکین مع انی اُخبرکَ یا خلیفۃَ رسول اللہ ان الاعاجم تخافُنا و تتقینا فقال لہٗ عمر یا خلیفۃَ رسول اللہ ابعث خالدَ ابن الولید مدداً للمثنیٰ بن حارثۃ یکون قریباً من اہلِ الشام فان استغنیٰ عنہ اہلُ الشام اَلَحّ علی اَہلِ العراق حتے یُتیم اللہ علمہ فہو الذی اَلَحّ ابابکر علی اَن یبعث خالدبن الولید* فکُن معہٗ فکان المثنیٰ بسواد الکوفۃ فخرج الٰی خالد فتلقاہ بالنّباج وقدمَ معہ البصرۃ وذکر قصۃً طویلۃً آخرہا فتوحِ (اسمِ قریہ) عظیم میسّر شد بعد ازاں صدّیقِ اکبرؓ را داعیہ فتحِ شام وروم بخاطر اُفتاد در مجمع صحابہؓ خطبہ بلیغہ برخواند و مردم را برجہاد کفّار ترغیب فرمود وامر نمود کہ بجہتِ حربِ روم ساختگی نمایند پس چہار امیرا معیّن گردانید و ہر یکے را بامارتِ ناحیہ نامزد ساخت عمرو بن العاص را از راہِ اُبلّہ بفلسطین راہی کرد وابو عبیدہ را بحمص ویزید بن ابی سفیان را بدمشق وشرحبیل بن حسنہ را باُردن وحکم کرد کہ چون ہمہ یکجا جمع شوند امارتِ تمامی لشکر تعلق بابوعُبیدہ داشتہ باشد واگر متفرق شوند ہر یکے امیرِ قومِ خود باشد و امیرِ آن ناحیہ کہ برائے او معیّن گشتہ است دران ایام کرامتے باہرہ ظاہر شد

وہ میرے پاس جلد پہنچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ذلیل کردیا ہے۔ اس کے ساتھ اے خلیفۃ رسول اللہؐ! مَیں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ عجمی لوگ ہم سے خوف زدہ ہوگئے ہیں اور ہم سے بچنے لگے ہیں تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۃ رسول اللہؐ! خالدؓ بن الولید کو مثنیٰؓ بن حارثہ کی مدد کے لئے بھیجئے تاکہ وہ اہلِ شام سے قریب رہے، پھر جب اہلِ شام کو اُن کی ضرورت نہ رہے تو وہ اہلِ عراق کی طرف بڑھ جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ وہاں اپنا جھنڈا قائم کردے۔ تو یہ ہے وہ بات جس نے ابوبکرؓ کو اس پر اُبھارا تھا کہ خالد ابن الولید کو عراق کی طرف بھیجیں۔ مروی ہے ابورجاء عطاردی سے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ نے مثنیٰؓ ابن حارثہ کو لکھا کہ میں نے خالد ابن الولید کو والی بنادیا ہے اس لئے تم اُن کے ساتھ رہو اور مثنیٰؓ سوادِ کوفہ میں تھے تو خالد کی طرف چل پڑے اور اُن سے نباج میں آکر ملے اور ان کے ہمراہ بصرہ آئے اور طویل قصہ ذکر کیا۔ جس کا آخر یہ ہے کہ عظیم فتوحات میسّر ہوئیں۔ اس کے بعد صدّیقِ اکبرؓ کے دل میں شام ورُوم کی فتح کا داعیہ پیدا ہوا تو آپؓ نے صحابہؓ کے مجمع میں ایک بلیغ خطبہ پڑھا اور لوگوں کو کفّار کے ساتھ جہاد پر ترغیب دے کر حکم دیا کہ رُوم سے جنگ کے لئے تیاری کریں۔ اس کے بعد آپؓ نے چار امیروں کا تقرّر فرمایا اور ہر ایک کو ایک علاقہ کی امارت پر نامزد کیا۔ عمرو بن العاص کو اُبلّہ کی راہ سے فلسطین روانہ کیا اور ابو عُبیدہ کو حمص اور یزیدؓ بن ابی سفیان کو دمشق اور شرحبیل بن حسنہ کو اُردن میں، اور حکم دیا کہ جب سب ایک جگہ جمع ہوجائیں تو پورے لشکر کی امارت کا تعلق ابو عبیدہؓ سے رہے گا اور اگر متفرق ہوجائیں تو ہر ایک اپنی قوم کا امیر ہوگا اور اس علاقہ کا امیر رہے گا جس کے لئے اُس کا تقرر کیا گیا ہے۔ اور اُن ایام میں ایک روشن کرامت کا ظہور ہوا کہ

وبسبب گفتن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ قصر قیصر در جنبش آمد باز چون ہرقل بمحاربۂ مسلمین آمادہ شد و فوج بیشمار فراہم آورد حضرت صدیقؓ بجانب خالدؓ مکتوبے نوشت کہ مہم عراق بمثنیٰ بن حارثہؓ سپردہ خود بطرف شام متوجہ شود و وے درانجا امیر الامراء باشد بالجملہ فتح دمشق و یرموک بر دستِ وے واقع شد و بر قیصر ہزیمت افتادہ فراستِ صدیق اکبرؓ در تفویض منصب امیر الامرائی بخالد بن الولید تیر بر نشانہ زد مؤرخان بار دیگر فتح دمشق و یرموک در زمانِ فاروقِ اعظمؓ تقریر میکنند وجہ جمع آنست کہ این فتوح مکرر واقع شدہ واللہ اعلم جمعی کہ بغورِ سخن نمی رسند اینجا تردد میکنند کہ حضرتِ صدیقؓ ابو عبیدہؓ را چرا معزول فرماید و خالدؓ را چرا امیر الامراء سازد و فاروقِ اعظمؓ چرا معاملہ برعکس آن نماید۔

بندۂ ضعیف گوید کہ حضرت صدیقؓ بفراستِ خود دریافت کہ بعض فتوح بر دستِ خالد خواہد بود و حضرت فاروقؓ نیز بفراستِ خود معلوم فرمود کہ فتوح دیگر بر دستِ ابو عُبیدہ میسر خواہد۔ ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ بالجملہ از یجانب مثنے بن حارثہ بر عجم تاختہا می آورد و از انجانب اُمراء اربعہ با خالد بن ولید بر قیصر ہزیمت ہا می ریختند روز بروز فتحے تازہ و غنیمتے بے اندازہ نصیب مسلمانان می شد الٰی ان توفی ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ و در حالِ مرض

بسبب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے قیصر کا محل ہلنے لگا تھا۔ پھر جب ہرقل مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا اور اس نے بے شمار فوج جمع کر لی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خالدؓ کو ایک مکتوب تحریر فرمایا کہ عراق کی مہم مثنیٰؓ بن حارثہ کو سپرد کر کے خود شام کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہ وہاں امیر الاُمراء ہوں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دمشق اور یرموک کی فتح اُن کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور قیصر کو شکست ہوئی اور صدیقِ اکبرؓ کی فراست نے خالدؓ بن الولید کو منصب امیر الامرائی کے سپرد کرنے میں (اتنا بڑا مناسب کام کیا کہ گویا) تیر نشانہ پر مار دیا۔ مؤرخین دمشق اور یرموک کی فتح کی دوسری مرتبہ حضرتِ فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ میں تقریر کر رہے ہیں۔ (دونوں اقوال کو) جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ یہ فتوح مکرر واقع ہوتی ہیں واللہ اعلم۔ ایک جماعت جو بات کی تہ تک نہیں پہنچی اس موقع پر اس میں تردد کرتی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے ابو عبیدہؓ کو (امیر الاُمرائی سے) کیوں معزول فرمایا اور خالدؓ کو کیوں امیر الاُمراء بنایا اور فاروقِ اعظمؓ نے معاملہ اس کے برعکس کیوں کیا؟

بندہ ضعیف کہتا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ بعض فتوح خالدؓ کے ہاتھ پر ہوں گی اور حضرت فاروقؓ نے بھی اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ دوسری فتوح ابو عبیدہؓ کے ہاتھ سے میسّر ہوں گی۔ ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ الغرض اس طرف سے تو مثنیٰؓ بن حارثہ عجم پر حملے کر رہے تھے اور اُس جانب سے ہر چہار اُمراء خالدؓ بن ولید کے ساتھ مل کر قیصر کو شکستیں دے رہے تھے۔ روز بروز ایک نئی فتح اور بے اندازہ غنیمت مسلمانوں کے حصّہ میں آ رہی تھی یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات ہو گئی۔ اور آپؓ نے اپنی بیماری

حضرتِ فاروق را بابلغ تدبیر خلافت وصیت نمود ازانجملہ تعیین مثنیٰ بن حارثہ برائے جہادِ عجم زیراکہ ہیبتِ وے دردلِ عجم مستقرشدہ بود حضرتِ فاروق رض بآن ہمہ وصایا قیام فرمود آخر حال حضرت عثمان رض راکہ درزمانِ خلافتِ صدیق رض کاتب وے بود طلبید و فرمود بنویس ھٰذا ما عہد ابوبکر بن ابی قحافۃ الی المسلمین امّا بعد فانّی قد استخلفتُ علیکم این سخن بگفت و بیہوش شد پس عثمان رض آنچہ ابوبکر رض گفتہ بود بقلم آورد و از پیشِ خود نوشت کہ عمر بن الخطاب چہ از ابوبکر رض قبل ازین این معنیٰ را معلوم کردہ بود بعد ازانکہ ابوبکر رض از بیہوشی بافاقت آمد باعثمان رض گفت چہ نوشتہ عثمان رض آنچہ نوشتہ بود بر وے خواند تابذکر عمر رض رسید کہ از پیشِ خود نوشتہ بود ابوبکر رض گفت ای عثمان رض خدا ترا از اسلام جزائے خیر دہاد آنگاہ فرمود بنویس فاسمعوا لہ، واطیعوا فان عدلَ فذٰلک ظنّی و علمی فیہ وان جارَ فلکلّ امرءٍ ما اکتسبَ والخیر اردتُ ولا اعلمُ الغیبَ وسیعلمُ الذین ظلموا ایَّ منقلبٍ ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد ازان ابوبکر صدیق دستہائی خود برداشت و گفت خدایا ویرا خلیفہ ساختم بر مسلمانان و درین امر نخواستم جز صلاحِ حالِ ایشان

کی حالت میں حضرت فاروق رض کو امور خلافت کے انصرام کے بارے میں بلیغ وصیتیں فرمائیں۔ اُن میں سے ایک ہے مثنیٰ بن حارثہ کا تعین عجم کے جہاد کے لئے کیونکہ اُن کا رُعب عجم کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔ حضرتِ فاروق رض نے اِن تمام وصیتوں پر عمل کیا۔ آخر حال میں حضرت عثمان رض کو جو خلافتِ صدیق رض کے زمانہ میں اُن کے کاتب تھے بُلایا اور فرمایا کہ لکھو ھٰذا ما عھد الخ یعنی وہ ذمہ داری ہے جو ابوبکر رض ابن ابی قحافہ مسلمانوں پر عائد کررہا ہے امّا بعد میں نے تم پر خلیفہ بنایا" اتنی بات کرنے کے بعد بیہوش ہوگئے۔ تو عثمان رض نے جو کچھ ابوبکر رض نے فرمایا تھا لکھ لیا۔ اور اپنی طرف سے لکھا" کہ عمر ابن الخطاب رض" کیونکہ ابوبکر رض کی طرف سے ان کو اس ارادے کا علم ہوگیا تھا۔ پھر اس کے بعد جب کہ ابوبکر رض بے ہوشی سے افاقہ میں آئے تو آپ رض نے حضرت عثمان رض سے پوچھا کہ تم نے کیا لکھا ہے؟ تو عثمان رض نے جو کچھ لکھا تھا وہ آپ رض کو سُنایا یہاں تک کہ عمر رض کے نام پر پہنچے جو کہ خود ہی لکھ لیا تھا تو ابوبکر رض نے کہا کہ اے عثمان رض! خدا تم کو اسلام کی طرف سے جزاءِ خیر دے اور اس کے بعد فرمایا کہ لکھو فاسمعوا لہٗ الخ یعنی ان کی بات سُنو اور فرمانبرداری کرو پھر اگر اُنھوں نے عدل کیا تو میرا گمان اور میرا علم ان کے بارے میں یہی ہے اور اگر اُنھوں نے ظلم کیا تو ہر ایک شخص کے لئے اُس کے عمل کی پاداش ضروری ہے جو اُس سے سرزد ہو۔ اور صرف خیر ہی کا میں نے ارادہ کیا۔ اور غیب کو میں نہیں جانتا وسیعلم الذین الخ (اور جنھوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ کیسی جگہ ہے جہاں ان کو لَوٹ کر جانا ہوگا) والسلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق رض نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور کہا کہ یا اللہ میں نے اس کو مسلمانوں پر خلیفہ بنایا اور اس کام میں بجز مسلمانوں کے حال کی بہتری کے میں نے اور کچھ نہیں چاہا

وعلے بجا آوردم کہ تو اعلم بودی بآن واجتہاد نمودم وبہترین ایشان را برایشان والی ساختم وکار ہمہ را بخدا مفوض گردانیدم خدایا تو علام الغیوبی ونخواستم درین قصہ حمایتِ عمر رضی اللہ عنہ ومن از دنیا میروم بجانبِ آخرت تو خلیفہ باش برایشان زیرا کہ بندگانِ تو اند ووالیِ ایشان را تو اصلاح کن برائے ایشان یعنی عمر را رضی اللہ عنہ و اورا از خلفائے راشدین گردان کہ متابعت کند سیرتِ پیغمبر خود را صلے اللہ علیہ وسلم وسیرتِ صالحانے کہ بعد از پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بودہ اند وکارِ رعیتِ وے را بصلاح آر پس فرمود تا عہد نامہ مہر کردند و بامرائے جیوش کہ در اطراف وجوانب بودند مثل این عہد نامہ نوشت ومہر کرد بعد ازان عمرؓ را طلبید و اورا اخبار کرد کہ ترا بر اصحابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم خلیفہ ساختم عمر گفت یا خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم این زحمت را از من دور دار کہ مرا بخلافت حاجت نیست صدیق گفت اگر ترا بآن حاجت نیست آن را بتو حاجت ہست القصہ صدیق فاروق را رضی اللہ عنہما در باب حقوق اللہ و حقوق المسلمین وصیت ہائے خوب ومواعظ ونصائح مرغوب فرمود وختم وصیّت باین سخن کرد کہ اگر وصیّتِ مرا نگاہداری ہیچ غائبے پیش تو از موت دوست تر نہ باشد و اگر وصیتِ مرا ضائع سازی ہیچ غائبے پیشِ تو

اور میں ایک ایسا عمل بجا لایا ہوں جس کو آپ سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور میں نے پورا غور وخوض کیا اور مسلمانوں میں جو سب سے بہتر دیکھا اُس کو اُن پر والی بنا دیا۔ اور سب کے کاموں کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ خدا تو غیب کا بہت جاننے والا ہے میں نے اس قصہ میں عمر (رضی اللہ عنہ) کی جانب داری نہیں چاہی اور میں ... دنیا سے آخرت کی طرف جا رہا ہوں آپ اُن کے محافظ رہیے کیونکہ وہ آپ کے بندے ہیں اور اُن کے والی (یعنی عمر رضی اللہ عنہ) کی اُن کی بھلائی کے واسطے آپ اصلاح (یعنی رہ نمائی) فرماتے رہیے اور اُن کو خلفائے راشدینؓ میں سے بنا دیجیے کہ وہ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی پیروی کریں اور اُن صالحینؓ کی سیرت پر عمل پیرا ہوں جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوں گے اور اُن کی رعیت کے کاموں کو سنوار دیجیے۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے اس دستاویز پر مہر لگائی گئی اور اُمراء جیوش جو کہ اطراف وجوانب میں تھے اس دستاویز کا مضمون لکھا اور مہر لگائی گئی۔ اس کے بعد آپؓ نے عمرؓ کو بلایا اور اُن کو خبر دی کہ میں نے تم کو اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر خلیفہ بنا دیا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس زحمت کو مجھ سے دور رکھیے کہ مجھے خلافت کی حاجت نہیں ہے۔ صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تمہیں اُس کی حاجت نہیں ہے تو اُس کو تو تمہاری حاجت ہے۔ القصہ صدیقؓ نے فاروقؓ کو حقوق اللہ اور حقوقِ مسلمین کے بارے میں بہت عمدہ وصیتیں اور مواعظ اور اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں فرمائیں۔ اور وصیت کو اس کلام پر ختم کیا کہ اگر تم میری وصیت کی نگہداشت کروگے تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک موت سے عزیز تر نہ رہے گی۔ اور اگر تم نے میری وصیّت کو ضائع کر دیا تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک

ازموت مکروہ تر نبود حالانکہ موت را عاجز نتوانی
کرد مروی است از مُعیقیب دَوسی کہ گفت من وکیلِ
خرچ ابوبکر صدیق بودم چون مرض برو مستولی گشت
نزدِ وے درآمدم وسلام کردم بامر استخلاف مشغول بود
چون فارغ گشت گفت ای معیقیب تو متصدیِ خرچ
ما بودی میانِ من وتو معاملہ برچہ وجہ است گفتم
مرا بر تو بست وپنج درہم ہست وآن را بر تو حلال
کردم فرمود خاموش باش وزادِ راہ آخرتِ من
ازدین مساز گفتم یا خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم گمان نمی برم این مجلس را الّا صحبتِ
آخرین میانِ من وتو ودر گریہ افتادم ابوبکر صدیقؓ
گفت یا معیقیب گریہ مکن وجزع منمای وطریقِ
شکیبائی مسلوک دار کہ من امیدوارم کہ بجائے
روم کہ مرا بہتر وباقی تر بود ازین خاکدانِ
دنیا معیقیب گوید انگاہ صدیقؓ بریرہؓ را
طلب کرد وبنزدِ عائشہ صدیقہؓ فرستاد
تا بست وپنج درہم آورد وبمن داد بثبوت
پیوستہ از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کہ گفت ابوبکر صدیقؓ در روزِ آخر مرضِ
موت بیہوش شد ومن میگریستم ومیگفتم
عجب مرضی صعب بر پدرِ من طاری گشتہ وی چون
بہوش می آمد واین سخن از من می شنید
می گفت ای دخترکِ من چنین نیست کہ
تو میگوئی ولیکن جاءت سکرۃ الموتِ
بالحق ذٰلک ما کنت منہ تحید[۱]

موت سے زیادہ مکروہ نہ ہوگی درانحالیکہ موت کو (آنے سے)
تم عاجز نہیں کر سکتے۔ اور مروی ہے مُعیقیب دَوسی سے اُنھوں
نے کہا کہ میں ابوبکر صدیقؓ کے خرچ کا وکیل تھا۔ جب ان پر
بیماری کا غلبہ ہوا تو مَیں اُن کے پاس گیا اور اُن کو سلام
کیا۔ وہ خلیفہ بنانے کے کام میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوگئے
تو فرمایا اے مُعیقیب! تم ہمارے خرچ کے منتظم رہے ہو، ہمارے اور
تمھارے درمیان اب معاملہ کی کیا صورت ہے؟ میں نے کہا کہ
میرے آپؓ کے ذمہ پچیس۲۵ درہم ہیں، اور مَیں نے آپ کو معاف
کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور میرا زادِ آخرت قرض
سے نہ بناؤ۔ مَیں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مَیں گمان نہیں کر رہا ہوں اس مجلس کے بارے میں مگر یہ کہ یہ
صحبتِ آخری ہے میرے اور آپؓ کے درمیان، اور مَیں رو پڑا۔
ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے مُعیقیب روؤ نہیں، گھبراؤ نہیں،
طریق صبر اختیار کرو کہ میں امیدوار ہوں کہ میں ایسی جگہ جارہا ہوں
جو میرے لئے اِس خاکدانِ دنیا سے بہتر ... اور باقی تر ہے۔
مُعیقیب کہتے ہیں کہ اُس وقت صدیقِ اکبرؓ نے بَریرہؓ کو طلب
کیا اور عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا وہ جاکر اُن سے پچیس درہم
لے آئی وہ مجھے دیدیئے اور عائشہ صدیقہؓ سے یہ بات ثابت
ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مرضِ موت
کے آخر دن میں بے ہوش ہوگئے اور میں رو رہی تھی اور یہ کہہ
رہی تھی کہ بڑا سخت مرض ہے جو میرے باپ پر آپڑا ہے۔
وہ جب ہوش میں آتے تھے اور یہ بات مجھ سے سنتے تھے
تو کہتے تھے کہ اے میری بیٹی! بات وہ نہیں ہے جو تو
کہہ رہی ہے لیکن جاءت سکرۃ الموتِ الخ (۱۹:۵۰) اور موت
کی سختی یقیناً پیش آئے گی۔ یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا۔"

دپرسید کہ رسولِ خدا را صلے اللہ علیہ وسلم
در چند جامہ کفن کردند گفتم در سہ جامہ سفید
سُحُولے کہ دران سہ جامہ پیراہن و عمامہ نبود
پس گفت چہ روز از دنیا نقل فرمود گفتم روزِ
دوشنبہ گفت امروز چہ روز است گفتم دوشنبہ
گفت اُمید دارم بخدای تعالےٰ کہ موتِ من
میانِ امروز و امشب باشد پس در جامہ کہ
در بر داشت و بیماردارے وے در انجامہ کردہ
بودند نظرے فرمود حالانکہ دران جامہ اثرے
از زعفران بود گفت این جامہ مرا بشویند و
بران دو جامہ دیگر زیادہ سازند و مرا وران
کفن کنند گفتم این کہنہ است گفت انّ
الحیّ احقّ بالجدید والمیّتُ انّما یصیرُ الے
البلےٰ والصدید پس وصیّت نمود زوجہ خود را
اسماء بنت عمیسؓ کہ ویرا غسل دہد و عبدالرحمٰن
وے را امداد و معاونت نماید و گفت نخواہم
کہ ہیچکس جز ایشان جسدِ برہنہ مرا بیند شب ہنگام
از دنیا نقل کرد و بعد از غسل تجہیز و تکفینِ وے بدستور
وصیت کردہ بود بعمل آوردند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بروے
نماز گزارد و در حجرہ عائشہ برابر قبر حضرت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قبر وی کندند و پسرش عبدالرحمٰن و
عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و طلحہ در قبر وے در آمدند و ہم
در شب ویرا دفن کردند جزاہ اللہ عن المسلمین احسن الجزاء۔

اور پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا
تھا۔ میں نے کہا کہ تین کپڑوں میں جو سفید سُحُولی تھے کہ ان تین کپڑوں
میں پیراہن اور عمامہ نہیں تھا۔ پھر پوچھا کہ کس دن دنیا سے انتقال
فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟
میں نے کہا کہ پیر۔ فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ سے امید وار ہوں کہ میری
موت آج کے دن اور آج کی رات کے درمیان ہوگی۔ اس کے
بعد جو کپڑا اوڑھے ہوتے تھے اور بیماری کے زمانہ میں اُسی کپڑے کا
استعمال کیا تھا اُس پر نظر فرمائی اور حال یہ تھا کہ اس پر کچھ اثر
زعفران کا تھا۔ فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھولیں اور اسی پر
دو کپڑے اور بڑھالیں اور میرا کفن ان میں کردیں۔ میں نے کہا کہ
یہ پُرانا ہے۔ تو فرمایا کہ زندہ زیادہ مستحق ہے نئے کپڑے کا اور
مُردہ جسم گلنے اور پیپ بننے والا ہے۔ اس کے بعد اپنی زوجہ
اسماء بنتِ عمیس کے لئے وصیّت کی کہ وہ اُن کو غسل دیں اور
عبدالرحمٰن اُن کی امداد اور اعانت کرے اور کہا کہ میں نہیں چاہتا
کہ ان کے سوا کوئی شخص میرے برہنہ جسم کو دیکھے۔ رات کے
وقت آپ دنیا سے رخصت ہوتے اور غسل کے بعد اُن کی تجہیز
و تکفین جس طرح آپؓ نے وصیّت کی تھی اسی طرح کی گئی۔ عمر
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُن پر نماز پڑھائی اور حجرۂ عائشہؓ
میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے برابر
آپؓ کی قبر کھودی گئی اور آپؓ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ اور عمرؓ
ابن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ قبر میں اُترے اور
رات ہی میں آپؓ کو دفن کردیا گیا۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کی
طرف سے آپؓ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

عہ سُحول پیش کے ساتھ یمن کے ایک شہر کا نام ہے جو پارچہ بافی میں مشہور تھا۔ یا ایک دھوبی کا نام ہے جو کپڑے دھونے میں مشہور تھا ۱۲

اما مآثر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

پس از انجملہ آنست کہ قبل از اسلام در قریش تمکنے و وجاہتے تمام داشت فی الاستیعاب قال الزبیر یعنی صاحب النسب کان عمر بن الخطاب من اشراف قریش والیہ کانت السفارۃ فی الجاہلیۃ وذلک ان قریشا کانت اذا وقعت بینہم حرب او بینہم وبین غیرہم بعثوہ سفیرا وان نافرہم منافر او فاخرہم مفاخر بعثوہ منافرا ومفاخرا ورضوا بہ واز انجملہ آنست کہ تدبیر غیب او را خواہی نخواہی باسلام آورد ع گر نیاید بخوشی موی کشانش آرید مراد بود نہ مرید مخلَص بود نہ مخلِص شتان بین المرتبتین درین راہ نیامد تا آنکہ از در و دیوار ندایش نکردند و بر خوانِ نعمت نرسید تا آنکہ مکرر بہر زبانش نخواندند و کثرتِ اسباب مقتضیہ اسلام او ازین جہت بودہ است حملۂ علم ہر یکے درین باب چیزے ذکر کردہ و چیزے فرو گذاشتہ اینجا روایتے چند بر سبیل استشہاد بنویسیم آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجنابِ عزت دعا نمود فی روایۃ ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم اید الدین بعمر بن الخطاب

مناقبِ جمیلۂ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ قریش میں آپ ایک خاص مقام اور پوری وجاہت رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ کہا زبیر (بن بکار) یعنی صاحب النسب نے کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب قریش کے اشراف میں سے تھے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں گفت و شنید صلح (قومی نظم کے مطابق) ان سے متعلق تھی اور ایسا اُس وقت ہوتا تھا کہ جب قریش کے آپس میں لڑائی واقع ہوجاتی یا قریش اور غیر قریش میں جنگ ہوجاتی تو لوگ ان کو سفیر بنا کر بھیجتے اور کسی حَکَم کے سامنے مقدمہ پیش کرنے یا کسی فخر کرنے والے کے مقابلہ پر اپنا فخر بیان کرنے والے ہوتے تو ان کو مقدمہ پیش کرنے والے اور اپنا فخر جتانے والے کی حیثیت سے بھیجا کرتے تھے اور اُن سے خوش تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ تدبیر غیب اُن کو کھینچ کر اسلام کی طرف لاتی (بقولِ بعض) ع "اگر خوشی سے نہ آتے تو اس کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے لاؤ" آپ مُراد تھے مُرید نہ تھے، مخلَص تھے نہ کہ مخلِص۔ دونوں مرتبوں میں بڑا بُعد ہے۔ اُس راہ پر نہ آتے جب تک ان کو در و دیوار سے نہ پکارا گیا اور خوانِ نعمت پر نہ پہنچے جب تک بار بار ہر زبان سے اُن کو نہ بلایا گیا۔ ایسے اسباب کی اُن کے لئے کثرت جو اُن کو اسلام کی جانب تقاضا کرنے والے تھے اسی جانب سے واقع ہوتی۔ حاملینِ علم میں سے ہر ایک نے اس باب میں ایک بات ذکر کی اور ایک بات چھوڑ دی۔ ہم یہاں چند روایات بطور استشہاد لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ربّ العزت میں دُعا کی ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی کہ اے اللہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب

و فی روایۃ عائشۃ اللّٰھم اعزّ الاسلام بعمر ابن الخطّاب خاصّۃً و فی روایۃ مسروق عن ابن مسعود اللّٰھم اعزّ الاسلام بعمر بن الخطاب او بأبی جہل بن ہشام فجعل اللّٰہ دعوۃ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعمر فبنیٰ علیہ الاسلام وہدم بہ الاوثان اخرج ہذہ الرّوایات کلّہا الحاکم حضرت فاروق رض گفتہ است بینما انا نائم عند آلھتہم اذ جاء رجل بعجل فذبحہ فصرخ بہ صارخٌ لم اسمع صارخًا قط اشدّ صوتًا منہ یقول یا جلیح امرٌ نجیحٌ رجلٌ فصیحٌ یقول لا الٰہ الا اللّٰہ فوثب القوم قلتُ لا ابرحُ حتی اعلمَ ما وراء ہذا ثم نادی یا جلیح امر نجیح رجلٌ فصیح یقول لا الٰہ الا اللّٰہ فقمت فما نشبنا ان قیل ہذا نبیٌّ اخرجہ البخاری محمد بن اسحٰق گفتہ است کہ فاطمہ رض خواہر فاروق رض وزوج او سعید بن زید پیش از فاروق رض مسلمان شدہ بودند چون این خبر بفاروق رسید بتعصب برخاست وختن خود را اہانتہا نمود وسر خواہر را بکوفت تا آنکہ خون آلودہ شد بعد ازان در دلش رحمے افتاد وسورۃ طٰہٰ کہ پیش ایشان بود قرارت نمود وازین راہ داعیۂ اسلام بخاطرش پدید آمد و بخدمت آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم بشتافت و مسلمان شد ازانجملہ آنست کہ

کے ذریعہ سے دین کو مدد پہنچائیے۔ اور عائشہ رض کی روایت میں ہے یا اللّٰہ دین کو عزّت عطا فرمائیے بذریعہ عمر بن الخطاب خاص طور پر۔ اور مسروق کی روایت ابن مسعود رض سے یہ ہے کہ یا اللّٰہ اسلام کو عزّت عطا فرمائیے عمر رض بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ سے، تو اللّٰہ تعالےٰ نے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی دُعا عمر رض کے لئے قبول کرلی۔ اور اس سے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کیا اور بُتوں کو گرا دیا، ان تمام روایات کو حاکم نے اخذ کیا۔ حضرت فاروق رض نے بیان کیا کہ میں اُن کے معبودوں کے نزدیک سو رہا تھا کہ اسی دَوران میں ایک شخص ایک بچھڑا لے آیا اور اُس نے اس کو ذبح کیا پھر اُس کے ساتھ ایک چلّانے والا اتنی سخت آواز سے چلّایا کہ میں نے کبھی اُس سے زیادہ سخت چلّانے کی آواز نہیں سُنی وہ کہہ رہا تھا یا جلیح الخ یعنی اے جلیح (یہ کسی کا نام تھا) ایک نجات دینے والی بات سُن۔ ایک فصیح شخص کہہ رہا ہے کہ اللّٰہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو قوم اُس پر لوٹ پڑی۔ مَیں نے دل میں کہا کہ میں معلوم کرکے رہوں گا کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ پھر اُس نے ندا کی یا جلیح امر نجیح رجلٌ فصیح یقول لا الٰہ الا اللّٰہ تو میں اُٹھ گیا۔ اس کے بعد کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ کہا گیا یہ نبی ہیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ محمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ فاروق رض کی بہن فاطمہ رض اور ان کے شوہر سعید بن زید فاروق رض سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے۔ جب اس کی اطلاع فاروق رض کو ہوئی تو تعصب سے اُٹھ کھڑے ہوتے اپنے بہنوئی کی بہت کچھ توہین کی، بہن کے سر کو کُوٹ دیا یہاں تک کہ وہ خون آلودہ ہوگئیں۔ اس کے بعد اُن کے دل میں رحم پیدا ہوگیا اور سورۃ طٰہٰ جو اُن کے سامنے تھی اُس کو پڑھا اور اس راہ سے اسلام کا داعیہ اُن کے دل میں پیدا ہوگیا اور آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے اور مسلمان ہوگئے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ

چون فاروق اعظمؓ تشریف اسلام یافت آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم برائے او دعاء فرمودند
و آن دعاء بدرجۂ اجابت رسید عن عبداللہ
ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضرب
صدر عمر بن الخطاب بیدہ حین اسلم ثلاث
مرات و ہو یقول اللہم اخرج ما فی
صدرہ من غل و ابدلہ ایماناً یقول
ذلک ثلثاً اخرجہ الحاکم وازانجملہ
آنست کہ چون مسلمان شد اعلان نمود
اسلام خودرا وازین راہ مقاساتِ تشویش
بسیار نمود وآن را مانند شہد وشکر گوارا
فرمود قال ابن اسحق وحدثنی نافعؒ
مولے عبداللہ بن عمر عن ابن عمر قال لما
اسلم عمر قال ای قریش انقل للحدیث
قیل لہ جمیل بن معمر الجمحی قال فغدا علیہ
قال عبداللہ بن عمر وغدوت اتبع اثرہ و
انظر ما یفعل و انا غلام اعقل کلما
رأیت حتی جاءہ فقال اعلمت یا جمیل
انی اسلمت و دخلت فی دین محمد
صلے اللہ علیہ وسلم قال فواللہ ما
راجعہ حتی قام یجر رداءہ واتبعہ
عمر و اتبعت ابی حتی اذا
قام علے باب المسجد

جب فاروق اعظمؓ اسلام سے مشرف ہوتے تو آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے اُن کے لئے دُعاء فرمائی اور وہ دُعاء مرتبۂ قبولیت کو
پہنچ گئی۔ مروی ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے جب عمرؓ اسلام لائے تو اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر تین مرتبہ
مارا اور یہ فرماتے رہے کہ یا اللہ! اس کے سینہ میں جو کھوٹ ہے
اُس کو نکال دیجئے اور اس کے بجائے ایمان دیدیجئے یہ آپ تین
مرتبہ فرماتے رہے، اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور اُن میں سے ایک
یہ ہے کہ جب مسلمان ہوتے تو اپنے اسلام کا اعلان کردیا اور
اس وجہ سے بہت تشویش اور ایذاؤں کا ہدف بنے اور ان کو
شہد اور شکر کی طرح گوارا فرمایا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان
کیا نافع مولےٰ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جب عمرؓ اسلام لائے تو
انھوں نے (لوگوں سے) پوچھا کہ قریش میں کسی نئی بات کو سب
سے زیادہ لوگوں سے کہتے ہوئے پھرنے والا شخص کون ہے؟ تو
اُن سے کہا گیا کہ جمیل بن معمر الجمحی ہے۔ کہا (ابن عمرؓ نے) کہ صبح کو
اُس کی طرف روانہ ہوگئے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں بھی
صبح سے ہی اُن کے پیچھے ہولیا اور دیکھتا رہا کہ کیا کرتے ہیں، اور
میں اس وقت لڑکا تھا جو کچھ دیکھتا اُس کو سمجھ لیتا تھا، غرض
کہ عمرؓ اُس کے پاس پہنچ گئے اور بولے کہ اے جمیل! کیا تجھے
معلوم ہوگیا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور محمدؐ صلے اللہ علیہ
وسلم کے دین میں داخل ہوگیا ہوں۔ کہا (ابن عمرؓ نے) کہ واللہ اُن
کی بات کا جواب دیتے بغیر ہی اپنی چادر کھینچتا ہوا کھڑا ہوگیا (اور
چلنے لگا) اور عمرؓ اس کے پیچھے چلنے لگے اور میں اپنے باپ کے
پیچھے چل رہا تھا یہاں تک کہ جب وہ مسجد حرام کے دروازے پر کھڑا ہوا تو

عہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت نزولِ وحی سے ایک سال پہلے ہوتی اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوّت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تو اس قصہ کے وقت جس کا بیان کر رہے ہیں ان کی عمر تقریباً سات برس کی تھی ۱۲ مترجم

صرخ باعلى صوته يا معشر قريش
وهم في أنديتهم حول الكعبة
الا ان ابن الخطاب قد صبا
قال يقول عمر من خلفه كذب
ولكن قد أسلمت وشهدت ان
لا اله الا الله وان محمدا عبده
ورسوله وثاروا اليه فما برح
يقاتلهم ويقاتلونه حتى قامت
الشمس على رؤوسهم قال وبلح
فقعد وقاموا على رأسه و
هو يقول افعلوا ما بدا لكم فاحلف
بالله لو كنا ثلث مائة رجل
لقد تركناها لكم او تركتموها
لنا قال فبينا هو على
ذلك اذ أقبل شيخ من
قريش عليه حلة حبرة وقميص
موشى حتى وقف عليهم فقال ما
شانكم قالوا صبا عمر قال فمه
رجل اختار لنفسه امرا فماذا تريدون
أترون بني عدي بن كعب يسلمون
لكم صاحبهم هكذا خلوا عن الرجل قال
فو الله لكانما كانوا ثوبا كشط
عنه قال فقلت لابي
بعد ان هاجر الى المدينة
يا ابت من الرجل الذي

بہت اونچی آواز سے چلایا کہ "اے قریش کی جماعت! اور اُس وقت وہ کعبہ کے گرد اپنی اپنی مجلس جماتے ہوتے تھے "آگاہ ہوجاؤ کہ ابن الخطاب بے دین ہوگیا"۔ کہا کہ عمرؓ اس کے پیچھے یہ کہہ رہے تھے کہ اس نے جھوٹ بولا۔ لیکن میں تو اسلام لے آیا ہوں اور گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ پھر وہ سب عمرؓ کی طرف آلئے (اور لڑائی شروع ہوگئی تو برابر عمرؓ) اُن لوگوں سے لڑتے رہے اور وہ لوگ ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج اُن سب کے سروں پر آلیا۔ کہا کہ اور عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے تھے اور وہ سب لوگ اُن کے سر پر کھڑے ہوتے تھے اور عمرؓ کہہ رہے تھے کہ جو تمہارے جی میں آئے کرلو میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو آدمی ہوگئے تو مکہ کو ہم تمہارے لئے چھوڑ دیں گے یا تم کو اُسے ہمارے لئے چھوڑنا پڑے گا۔ کہا کہ اسی دوران میں جبکہ اس جھگڑے میں تھے کہ قریش میں کا ایک شیخ آگیا جس کے بدن پر یمنی چادروں کا جوڑا تھا اور منقش کرتہ پہنے ہوتے تھا، وہ اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بے دین ہوگیا۔ اُس نے کہا پھر ہوا کیا؟ ایک شخص نے اپنی ذات کے لئے ایک امر اختیار کرلیا تو اب تم کیا چاہتے ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بنی عدی بن کعب اپنے میں کے ایک فرد کو اسی طرح تمہارے سپرد کئے رکھیں گے۔ چلے جاؤ اس شخص کے پاس سے۔ کہا واللہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ ایک کپڑے کی طرح تھے (جو اُن پر چھائے ہوتے تھے) وہ اُن پر سے ہٹا دیا گیا (یعنی سب لوگ فوراً چلے گئے) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اُس زمانہ میں دریافت کیا جب مدینہ میں ہجرت کرکے آگئے کہ اباجان! وہ کون شخص تھا جس نے قوم کو

زجر القوم فيك بمكة يوم اسلمت وهم يقاتلونك قال ذاك اي بني العاص ابن وائل السهمي ؕ وعن عبد الله بن عمر قال لما اسلم عمر اجتمع الناس عند داره قالوا صبا عمر وانا غلام فوق ظهر بيتي فجاء رجل عليه قباء من ديباج فقال صبا فما ذاك فانا له جار فرأيت الناس تصدعوا عنه فقلت من هذا قالوا العاص بن وائل اخرجه البخاري ودرینجا نکتہ باید فہمید کہ فاروقِ اعظم سالِ ششم از بعثت بعد اسلام چہل مرد و پانزدہ زن مسلمان شد علی اختلافِ یسیر بین حملة العلم فی ذلک بالجملہ اسلام او اگرچہ بنصفِ قرن از اولِ بعثت متأخر شد وآن سابقہا ازوی فوت گشت اما بتائیدِ الٰہی در قیام بحقوقِ خلافت باتم وجہ وتوسط میانِ پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم وامتِ او در نشرِ دین از ہمہ سبقت نمود در اول امر مفضول بود بنسبتِ صدیقِ اکبرؓ بر بسیارے از جہت تأخر اسلام ودر آخر حال ہمعنانِ او وسہیم وشریکِ او شد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیانِ ہر دو وجہ فرمودہ اند در قضیہ مغاضبہ صدیقِ اکبرؓ باوے خطاب عتاب آلود فرمود هل انتم تاركون لي صاحبي هل انتم

آپ کے بارے میں مکہ میں ڈانٹا تھا جس دن آپ اسلام لاتے تھے اور وہ آپ سے لڑ رہے تھے ؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے ! وہ شخص عاص بن وائل السہمی تھا۔ (عمروؓ بن العاص کا باپ) اور مروی ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ جب عمرؓ اسلام لاتے تو لوگ ان کے مکان کے پاس جمع ہوگئے اور کہنے لگے کہ عمرؓ بے دین ہوگیا اور میں (اس وقت) لڑکا تھا اپنے گھر کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ پھر ایک شخص آیا جو دیبا کی قبا پہنے ہوتے تھا تو اس نے کہا بے دین ہوگیا تو پھر ہوا کیا، میں بھی تو اس کا ہمسایہ ہوں تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب تتر بتر ہوگئے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ عاص بن وائل تھا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیئے کہ فاروقِ اعظمؓ بعثت کے چھٹے سال میں جب کہ چالیس مرد اور پندرہ عورتیں اسلام لا چکی تھیں مسلمان ہوئے۔ اہلِ علم کا اس (عدد) میں تھوڑا سا اختلاف بھی ہے۔ الغرض ان کا اسلام اگرچہ اولِ بعثت سے نصف قرن کے قریب (بحساب قیامِ مکہ) متأخر ہوگیا اور وہ سبقتیں (جو ان سے پہلے والوں کو حاصل ہوئیں) ان سے فوت ہوگئیں لیکن بتائیدِ الٰہی حقوقِ خلافت کو پورے طور پر قائم رکھنے میں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان دین کی اشاعت میں واسطہ بننے میں سب سے سبقت لے گئے۔ اول امر میں بہ نسبتِ صدیقِ اکبرؓ کے بوجہ دیر میں اسلام لانے کے بہت سی باتوں میں کم رتبہ رہنے اور آخرِ حال میں ان کے برابر کے ساتھی اور شریک وسہیم رہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قضیہ میں جو صدیقِ اکبرؓ سے ناراض ہونے کا پیش آیا تھا دونوں حالتوں کا اظہار ان سے عتاب آمیز خطاب کے ساتھ فرمایا تھا کہ کیا تم میری وجہ سے میرے رفیق کو (اذیت دینا) چھوڑ دوگے ؟ کیا تم میری وجہ سے

تارکون لی صاحبی قلت یا ایھا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال
ابوبکر صدقت اخرجہ البخاری ودر حدیث
رؤیا قلیب " فرمود ثم اخذ ابوبکر وفی
نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ ثم اخذھا عمر
ابن الخطاب فاستحالت غربا فلم ار عبقریا
من الناس یفری فریہ حتی ضرب
الناس بعطن اخرجہ الشیخان وغیرھما
وازا نجملہ آنست کہ بسبب دخول او در
اسلام مسلمانان عزیز شدند و اعلان
اسلام نمودند عن ابن مسعود قال
مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر اخرجہ
البخاری قال ابن اسحق ولما قدم عمرو
ابن العاص وعبداللہ بن ابی ربیعۃ
علی قریش ولم یدرکوا ماطلبوا
وردھم النجاشی بما یکرھون واسلم
عمر بن الخطاب وکان رجلا ذا
شکیمۃ لایرام ما وراء ظھرہ امتنع
بہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وبحمزۃ رضی اللہ عنہ حتی غاظوا
قریشا فکان عبداللہ بن مسعود یقول ماکنا
نقدر علی ان نصلی عندالکعبۃ حتی اسلم عمر
ابن الخطاب فلما اسلم قاتل قریشا حتی
صلی عندالکعبۃ وصلینا معہ عن
سعد بن ابراہیم قال

میرے رفیق کو اذیت دینا، چھوڑو گے؟ میں نے کہا کہ اے لوگو! میں
تم سب کے پاس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، تو تم نے کہا کہ تو
جھوٹا ہے ابوبکر رضؓ نے کہا کہ تو سچا ہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔
اور کنویں والے خواب کی حدیث میں فرمایا پھر ابوبکر رضؓ نے (ڈول)
پکڑا اور اس کے کھینچنے میں ضعف تھا اور اللہ اس کی مغفرت کرے
پھر اس کو عمر رضؓ بن الخطاب نے پکڑ لیا تو وہ ایک موچرس بن گیا تو
میں نے لوگوں میں کوئی جوانمرد نہیں دیکھا جو اس جیسا کام کرتا ہو
یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلاکر پانی کے گرد بٹھادیا
اس کو شیخین وغیرہما نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
ان کے اسلام میں داخل ہونے کے سبب سے مسلمانوں کے حوصلے
بڑھ گئے اور انھوں نے اسلام کا اعلان کردیا۔ ابن مسعودؓ سے
مروی ہے انھوں نے کہا کہ جب سے عمر رضؓ اسلام لاتے ہم عزت
کے ساتھ رہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن اسحق نے کہا کہ
جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کے پاس (واپس)
آتے اور جس مقصد سے گئے تھے اس کو نہ پا سکے اور ان کو ایسے
طور پر نجاشی نے نکال دیا جو ان کو ناگوارا تھا اور عمر رضؓ بن الخطاب
اسلام لے آتے اور وہ بڑے حوصلے والے شخص تھے پروا نہیں
کرتے تھے ان کی پیٹھ پیچھے جو کچھ (خطرہ) ہو تو ان سے اور حمزہ
رضی اللہ عنہ (کے اسلام لانے) سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم طاقتور ہوگئے یہاں تک کہ ان لوگوں نے قریش کو
غضبناک کردیا۔ اس پر عبداللہ بن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ ہم اس
پر قدرت نہیں رکھتے تھے کہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ لیں یہانتک
کہ عمر رضؓ اسلام لاتے۔ جب وہ مسلمان ہوگئے تو وہ قریش سے
لڑے یہاں تک کہ انھوں نے کعبہ کے نزدیک نماز پڑھی اور ہم نے
بھی ان کے ساتھ پڑھی۔ اور سعد بن ابراہیم سے مروی ہے کہا کہ

قال عبداللہ بن مسعود ان اسلام عمر رضی اللہ عنہ
کان فتحاً و ان ہجرتہ کانت نصراً و ان امارتہ
کانت رحمۃً ولقد کنا ما نصلی عند الکعبۃ حتی
اسلم عمر فلما اسلم قاتل قریشاً حتی صلی
عند الکعبۃ و صلینا معہ اخرجہ ابن ہشام
فی زیادتہ علی السیرۃ و اخرج الحاکم مثلہ
وازانجملہ آنست کہ ہجرۃ نمود بسوی مدینہ
قبل از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمہید
و توطیہ ساخت برائی قدوم وے صلی اللہ علیہ
وسلم عن البراء بن عازب اول من قدم
علینا مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم وکانوا
یقرؤن الناس فقدم بلال و سعد و عمار
ابن یاسر ثم قدم عمر بن الخطاب فی عشرین
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قدم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ
البخاری وازانجملہ آنست کہ در غزوۂ بدر
مآثر جمیلہ نصیب فاروق رض گشت بوجوہ بسیار یکی
آنکہ خال خود را للہ فی اللہ کشت محبت قرابت مانع
مباشرت قتل او نشد فی الاستیعاب قتل العاص بن
ہشام بن مغیرۃ کافراً یوم بدر قتلہ عمر بن الخطاب وکان
خالاً لہ دیگر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ عباس
را نکشند ابو حذیفہ آن را قبول نکرد درینجا نوعی از ذہن
در امتثال حکم پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
پدید آمد و نحوی از اختلاف نمودار گردید
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عبداللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ عمر رض کا اسلام ایک فتح تھا اور اُن
کی ہجرت ایک مدد تھی اور اُن کی امارت ایک رحمت تھی اور ہم
اس حال میں تھے کہ کعبہ کے قریب نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں
تک کہ عمر رض اسلام لے آتے۔ جب وہ مسلمان ہوتے تو قریش سے
لڑے یہاں تک کہ اُنھوں نے کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ہم نے اُن
کے ساتھ نماز پڑھی اس کو ابن ہشام نے اپنی "زیادۃ علی السیرۃ"
میں نقل کیا ہے اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اُن
میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رض نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری کے لئے وہاں کی فضا کو مناسب اور ہموار کیا۔ براء بن عازب رض
سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ہمارے پاس آتے وہ مصعب رض
ابن عمیر اور ابن ام مکتوم رض تھے اور وہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے
تھے۔ پھر بلال رض اور سعد رض اور عمار رض بن یاسر آتے۔ پھر اصحاب
نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بیس آدمیوں میں عمر رض بن الخطاب
آتے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، آخر حدیث تک۔
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوہ
بدر میں اچھی فضیلتیں حضرت فاروق رض کے حصہ میں آئیں بہت
سی وجوہ کے ساتھ ایک یہ کہ آپ نے اللہ کی رضا کے لئے اپنے
ماموں کو قتل کیا۔ قتل کرنے میں قرابت کی محبت آپ کے لئے مانع
نہ ہوتی۔ استیعاب میں ہے کہ قتل کیا گیا عاص بن ہشام بن مغیرہ
بدر کے دن کفر کی حالت میں۔ اس کو عمر رض بن الخطاب نے قتل کیا
اور یہ اُن کا ماموں تھا۔ دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
وسلم نے فرمایا کہ عباس کو نہ ماریں۔ ابو حذیفہ رض نے اس کو قبول
نہ کیا۔ اس موقع پر تعمیل حکم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں کوتاہی کا
ظہور ہوا۔ اور ایک طرح کا اختلاف نمودار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

این حادثہ را بدو وجہ تدارک فرمود در حالت راہنہ موجودہ ۱۲ تخویف و تہدیدِ شخصے کہ از قبولِ امر نافرمانی نمود وجارحہ آن تہدید و تشدید فاروقِ اعظم رض را ساخت و گفت یا باحفص اَیُضرب وجہُ عمِّ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالسّیفِ حضرتِ فاروق رض ازین کلمہ بجوشید ومقصود بحصول انجامید و در وقتِ اخذ فِدا ہرچند انصار گفتند کہ ابنِ اُخت ما را معاف باید داشت قبول نہ فرمود تا سدِّ ذریعہ اختلاف شود اینجا بر قدرِ عقولِ مردم تنزل نمود عن ابن عباسؓ انّ النّبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لاَصحابہ یومئذٍ انّی قد عرفتُ انّ رجالاً من بنی ہاشم وغیرہم قد اُخرجوا کرہًا لاحاجۃَ لہم بِقتالنا فمن لقِیَ اَحدًا من بنی ہاشم فلایقتلہُ ومَن لقِیَ ابا البختری ابن ہشام فلایقتلہ ومَن لقِیَ العباسَ بنَ عبدِالمطلب عمَّ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلایقتلہ فانما خرج مُستکرہًا قال فقال ابوحذیفۃ اَنقتلُ آباءَنا و ابناءَنا واخوانَنا وعشیرتَنا ونترک العبّاسَ واللہِ لئن لقیتُہ لاُلحِمَنّہُ السّیفَ قال فبلغتْ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ لعُمرَ بن الخطاب یا باحفصٍ قال عُمر واللہ انّہ لاَوّلُ یوم کنّانِیْ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بابی حفصٍ جملہ معترضہ ۱۲ اَیُضرب وجہُ عمِّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالسّیف فقال عُمر یا رسولَ اللہ

اس حادثہ کا تدارک دو طرح سے فرمایا (ایک یہ کہ) ایسے شخص کو ڈرانا اور دھمکانا جس نے کہ حکم کے ماننے میں نافرمانی کی اور اُس ڈرانے دھمکانے کا آلہ آپ نے فاروقِ اعظم رض کو بنایا اور فرمایا کہ اے ابو حفص! کیا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے مُنہ پر تلوار ماری جاتے گی۔ حضرتِ فاروق رض اس کلمہ سے جوش میں آگئے اور مقصود حاصل ہو گیا۔ اور (دوسری یہ کہ) فدیہ لینے کے وقت ہر چند انصار نے کہا کہ ہمارے بھانجے کو معاف رکھنا چاہیئے (یعنی عباس رض سے فدیہ نہ لیا جاتے) مگر آپ نے قبول نہ فرمایا تاکہ اختلاف کا سبب بند ہو جاتے۔ یہاں عام لوگوں کے مرتبۂ عقل پر آپ نے تنزّل فرمایا۔ مروی ہے ابن عباس رض سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس دن اپنے اصحاب رض سے فرمایا کہ بہت سے لوگ بنی ہاشم وغیرہم کے زبردستی نکالے گتے ہیں اُن میں ہم سے لڑنے کا داعیہ نہیں تھا تو جس کا بنی ہاشم میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ ہو جاتے وہ اُس کو قتل نہ کرے، جو شخص ابوالبختری بن ہشام کے مقابل ہو وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا مقابل ہو وہ اُن کو قتل نہ کرے۔ بیان کیا کہ اس پر ابو حذیفہ (ابن عتبہ بن ربیعہ) نے کہا کہ کیا ہم اپنے باپ اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے رشتہ داروں کو تو قتل کر دیں اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر میرا اُس سے مقابلہ ہو گیا تو میں اپنی تلوار کو اُس کا گوشت ضرور کھلاؤں گا۔ کہا کہ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ تو آپ نے عمر رض ابن الخطاب سے فرمایا اے ابو حفص! عمر رض فرماتے ہیں کہ واللہ یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کُنیتِ ابو حفص سے خطاب کیا، کیا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے مُنہ پر تلوار ماری جاتے گی؟ تو عمر رض نے کہا کہ یا رسول اللہ!

دَعْنی فلأضرب عنقہ بالسیف فو اللہ لقد
نافق فکان ابو حذیفۃ رض یقول ما انا بآمن
من تلک الکلمۃ التی قلت یومئذٍ ولا ازال
منہا خائفاً الا ان تکفرہا عنی الشہادۃ فقتل
یوم الیمامۃ شہیداً اخرجہ ابن اسحٰق سوم
آنکہ بعد فتح در باب اسیران اختلاف
افتاد کہ فدا بگیرند یا قتل کنند رائے حضرت
فاروق رض موافق مرادِ حق واقع شد عن ابن
عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب فذکر
قصۃً الی ان قال فاستشار رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر و علیاً و عمر
فقال ابو بکر یا نبی اللہ ہؤلاء بنو العم
والعشیرۃ والاخوان فانی اری
ان تاخذ منہم الفدیۃ فیکون
ما اخذنا منہم قوۃ لنا علی الکفار و
عسی اللہ ان یہدیہم فیکونون لنا
عضداً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ما تری یا ابن الخطاب قال
قلت واللہ ما اری ما رای ابو بکر
ولکنی اری ان تمکننی (نافیہ) من فلان
قریب لعمر فاضرب عنقہ وتمکن
علیاً من عقیل فیضرب عنقہ و
تمکن حمزۃ من فلان اخیہ فیضرب عنقہ
حتی یعلم اللہ انہ لیست فی قلوبنا
ہوادۃ للمشرکین ہؤلاء صنادیدہم و

نرمی ۱۲ — بہتران ۱۲

مجھے اجازت دیجئے کہ میں تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں۔ خدا کی قسم اس نے نفاق برتا ہے۔ اس پر ابو حذیفہ رض کہا کرتے تھے کہ جو کلمہ اُس دن میری زبان سے نکل گیا تھا میں اُس سے مطمئن نہیں ہوں اور ہمیشہ اُس سے خائف رہتا ہوں (آخرت کے مواخذہ سے بچنے کی کوئی صورت نہیں) بجز اس کے میری طرف سے اس معصیت کا کفارہ شہادت بن جائے۔ تو وہ یوم یمامہ میں قتل کئے گئے اور شہید ہوگئے۔ اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ فتح (بدر) کے بعد قیدیوں کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ فدیہ لے لیں یا قتل کریں۔ اس بارے میں حضرت فاروق رض کی رائے مرادِ حق کے موافق واقع ہوئی۔ مروی ہے ابن عباس رض سے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عمر رض بن الخطاب نے۔ پھر اس قصہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر مشورہ لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رض سے اور علی رض سے اور عمر رض سے۔ تو ابو بکر رض نے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ چچا کے بیٹے اور رشتہ دار بھائی ہیں میری رائے یہ ہے کہ ہم ان سے فدیہ لے لیں تو جو کچھ ہم اُن سے لیں گے وہ ہمارے لئے کفار پر موجب قوت ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کردے گا تو وہ ہمارے لئے ایک بازو بنیں گے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا کہ میں نے کہا واللہ میں وہ رائے نہیں رکھتا جو ابو بکر رض رائے رکھتے ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ میرے سپرد آپ کریں فلاں کو، یہ حضرت عمر رض کے ایک رشتہ دار تھے، تاکہ میں اس کی گردن ماردوں اور علی رض کے سپرد کیجئے عقیل کو تاکہ وہ اُس کی گردن کاٹ دیں اور حمزہ رض کے سپرد کیجئے اُن کے فلاں بھائی (یعنی عباس) کو کہ وہ اُن کی گردن ماردیں۔ تاکہ اللہ پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لئے نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سردار اور

ائمتهم و قادتهم فهوي (ای احب ۱۲) رسول الله صلے الله
علیه وسلم ما قال ابو بکر ولم یهو ما قلت
فاخذ منهم الفداء فلما کان من الغد قال
عمر غدوت الی النبی صلے الله علیه وسلم فاذا
هو قاعد و ابو بکر و اذا هما یبکیان فقلت یا
رسول الله اخبرنی ماذا یبکیک انت و
صاحبک فان وجدت بکاء بکیت و ان
لم اجد بکاء تباکیت لبکائکما قال فقال
النبی صلے الله علیه و سلم ابکی للذی
عرض علی اصحابک من الفداء ثم قال
لقد عرض علی عذابکم ادنی
من هذه الشجرة لشجرة قریبة
و انزل الله عز و جل
مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ
لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی
الْاَرْضِ الی لَوْلَا کِتٰبٌ مِّنَ
اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَا اَخَذْتُمْ ثم
من الفداء ثم احل لهم الغنائم
فلما کان یوم احد من العام
المقبل عوقبوا بما صنعوا یوم
بدر من اخذهم الفداء فقتل
منهم سبعون و فر اصحاب
النبی عن النبی صلے الله علیه
وسلم و کسرت رباعیته و
هشمت (شکست ۱۲) البیضة (خود ۱۲) علی راسه

اُن کے پیشوا اور اُن کے راہ نما ہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے پسند کیا اُس رائے کو جو ابوبکرؓ نے دی تھی اور جو کچھ میں نے
کہا تھا اس کو پسند نہ کیا اور ان سے فدیہ لے لیا۔ عمرؓ نے بیان
کیا کہ جب اگلا دن ہوا تو صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ آپؐ بیٹھے ہیں اور ابوبکرؓ بھی اور دونوں
رو رہے ہیں تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے بتائیے کہ آپ کیوں
رو رہے ہیں اور آپ کے ساتھی بھی، تو اگر مجھے رونا آئے گا تو میں
بھی روؤں گا اور اگر نہیں آئے گا تو آپ کے گریہ کے ساتھ شریک
ہونے کے لئے رونے کی کوشش کروں گا۔ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میں رو رہا ہوں اس وجہ سے جو میرے سامنے تمہارے
ساتھیوں نے فدیہ کا معاملہ پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھ پر پیش کیا گیا
تمہارا عذاب جو قریب آگیا تھا اس درخت کے۔ ایک قریب کے
درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل
فرمائی مَا کَانَ لِنَبِیٍّ الخ (۸: ۶۷۔ ۶۸) نبی کی شان کے لائق
نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب
تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں تم تو
دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالےٰ آخرت (کی مصلحت)
کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ بڑے زبردست اور بڑے حکمت والے
ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے
اختیار کیا ہے یعنی فدیہ لینا اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا
واقع ہوتی۔" پھر حلال کر دیا گیا اُن کے لئے غنیمتوں کو۔ پھر جب
آئندہ سال جنگ اُحُد ہوئی تو اس چیز کا ان کو بدلہ دیا گیا جو
اُنھوں نے یوم بدر میں کیا تھا یعنی اُن سے فدیہ لے لینا۔ تو مسلمانوں
میں سے ستّر قتل کئے گئے اور اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں
ہزیمت واقع ہوئی اور آپؐ کا دانت توڑا گیا اور آپ کے سر پر خود توڑا گیا

وسال الدم علیٰ وجہہ وانزل اللہ تعالیٰ
اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَدْ اَصَبْتُمْ
مِّثْلَیْہَا قُلْتُمْ اَنّٰی ھٰذَا قُلْ ھُوَ
مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ باخذکم الفداء، اخرجہ
احمد چہارم آنکہ عمیر بن وہب بعد از
فتح برائے استخلاص برادر خود بحضور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد و وے
از فاتکان قریش و دلیران ایشان بود و
حضرت فاروق رض در حفظ مراتب احتیاط
از کید وے شرط محبت بتقدیم رسانید
عن عروۃ بن الزبیر فی قصۃ عمیر بن
وہب فبینا عمر بن الخطاب فی نفر
من المسلمین یتحدثون عن یوم بدر و
یذکرون ما اکرمہم اللہ بہ و ما اراہم بہ
من عدوہم اذ نظر عمر الی عمیر بن
وہب حین اناخ علی باب المسجد
متوشحاً السیف فقال ہذا الکلب
حمایل کردہ ۱۲
عدو اللہ عمیر بن وہب ما جاء الا بشر و
ہو الذی حرش بیننا و حزرنا للقوم یوم
بدر ثم دخل عمر رضی اللہ عنہ علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ہذا
عدو اللہ عمیر بن وہب قد جاء متوشحاً
سیفہ قال فادخلہ علیَّ قال فاقبل
عمر حتی اخذ بحمالۃ سیفہ

اور خون آپ کے چہرۂ مبارک پر بہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے نازل کیا
اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْکُمْ الخ (۳: ۱۶۵) اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس
سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو
کہ یہ کدھر سے ہوئی۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے
ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے" (تمہاری طرف
سے یعنی) تمہارے فدیہ لینے کی وجہ سے، روایت کیا اس کو احمد نے۔
چوتھی یہ کہ عمیر بن وہب فتح (بدر) کے بعد اپنے بھائی کو چھڑانے
کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور یہ شخص
قریش کے خونریز اور دلیر لوگوں میں سے تھا۔ اور حضرت فاروق رض
نے اس کے مکر سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) حفاظت
کے سلسلہ میں احتیاط کے تمام مراتب آپ کی محبت کی وجہ سے
پورے ادا کئے۔ عمیر بن وہب کے قصہ میں عروہ بن الزبیر رض سے مروی
ہے کہ اس دوران میں کہ عمر بن الخطاب رض مسلمانوں کی ایک جماعت
میں بیٹھے ہوئے تھے جو آپس میں یوم بدر کی باتیں کر رہے تھے اور
جو اکرام اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے تھے اور دشمنوں کی جو حالت
اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھائی تھی اس کو یاد کر رہے تھے کہ عمر رض کی نظر
پڑی عمیر بن وہب پر جب کہ اس نے اپنے اونٹ کو مسجد
کے دروازے پر بٹھایا اور وہ اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے
تھا۔ آپ نے کہا کہ یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے یہ بجز شر
کے اور کسی ارادے سے نہیں آیا۔ اور یہ وہی شخص ہے جس نے
بدر کے دن ہمارے خلاف قوم کو خوب بھڑکایا تھا اور قوم کے جذبات
کو تیز کیا تھا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب
آیا ہے اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے
پاس لے آؤ۔ تو عمر رض اس کو اس طرح لے کر آئے کہ اس کی تلوار

فی عُنقِہٖ فلَبَّبَہٗ بِہا و قال لرجالٍ ممّن کانَ معَہٗ من الاَنصار ادخلوا علٰے رسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ و سلّم فاَجلِسُوا عندہٗ واحذروا علیہ من ھٰذا الخبیثِ فانّہٗ غیرُ مَاموْنٍ ثمّ دخلَ بہٖ علٰے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم و عُمر آخذ بحمالۃ سیفِہٖ فی عنقہٖ قالَ اَرسِلْہُ یا عُمر اُدنُ یا عُمیر فدَنٰی الحدیث بطولِہٖ و فیہ معجزۃ اخرجہ ابن اسحٰق و

ازانجملہ آنست کہ در غزوۂ اُحُد فضائل نمایان نصیب حضرت فاروق رضؓ شد بچندین جہت یکی[1] آنکہ در وقت تحصّن بشعب با جماعہ از مہاجرین بالاء کوہ برآمد و دفع کفار نمود قال ابن اسحٰق فبینا رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہٖ سلم بالشعب معہ اولٰئک النّفر من اَصحابہ اذ عَلَت عالیۃٌ مِن قریش الجبلَ فقالَ رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ و سلم

کے تسمہ کو جو اس کی گردن پڑا تھا اُس کے گریبان کے ساتھ پکڑے ہوتے تھے۔ اور جو انصاری کہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے ان سے کہا کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤ اور اُن کے قریب جاکر بیٹھو اور اس خبیث سے چوکنّے رہو کیونکہ یہ قابلِ اطمینان شخص نہیں ہے۔ پھر اس کو رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے اور عمر رضؓ اس کی گردن میں پڑے ہوتے تلوار کے تسمہ کو پکڑے ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اے عمر رضؓ! اور اے عُمیرؓ قریب آ۔ یہ لمبی حدیث ہے اور اس میں ایک معجزہ[ع۵] بھی ہے، اس کو ابنِ اسحٰق نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں نمایاں فضائل فاروقِ اعظم رضؓ کو حاصل ہوتے متعدد جہت سے ایک[1] یہ کہ گھاٹی میں پناہ گزین ہونے کے وقت مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ عمر رضؓ نے پہاڑ کے اوپر چڑھ کر کفّار کو دفع کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ ایسے وقت میں کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے، اور آپؐ کے اصحاب میں سے وہ لوگ موجود تھے کہ ایک اوپر چڑھنے والی قریش کی جماعت پہاڑ کے اوپر پہنچ گئی تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے کہا

ع۵ اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے کہ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے عمیر! تُو کیوں آیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو تمھارے قبضہ میں ہے۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلوار کیوں لٹکائی؟ (اُس نے ٹالنے کے لئے) جواب دیا کہ ہماری تلوار کا مُنہ کالا ہو کہ یہ کبھی ہمارے کام نہ آئی۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحیح بات بتاؤ، بغیر سچ بولے چھٹکارا نہ ملے گا۔ اُس نے کہا کہ اس مہم کے سوا میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے صفوان بن اُمیہؓ کے ساتھ بیٹھ کر کشتگانِ بدر کو یاد نہیں کیا اور جب کہ اُس نے تیرے قرض کو اور تیرے اہل و عیال کی کفالت کو اپنے ذمہ لے لیا تو تُو محمدؐ کے قتل کے لئے نہیں آیا؟ تو اس مہم کے لئے آیا ہے، لیکن میرے اور تیرے درمیان خدا حائل ہو گیا۔ (اس سے فاروقِ اعظم رضؓ کی یہ اہم فضیلت نکلی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو حفاظتِ نبی کے لئے اپنا جارحہ اور آلہ بنایا) عُمیرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللّٰہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں اور اپنی انتہائی جہالت کی وجہ سے ہم آپؐ کا انکار کر رہے تھے۔ آپؐ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہو گئی کیونکہ اس بات کی میرے اور صفوان کے سوا کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ اور اس کی آپؐ کو خدا کے سوا کسی نے بھی خبر نہیں دی۔ اسی نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرّف کیا۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن کی تعلیم دو۔ اس کے بعد اس نے مکہ واپس جانے کی اجازت چاہی اور لوگوں کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اور ایک جماعتِ کثیر اُس کے ذریعہ سے دولتِ اسلام سے مشرّف ہوئی ۱۲ شواہد النّبوۃ مولانا جامیؒ مترجمہ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

اللّٰھم انہ لا ینبغی لہم ان یعلونا فقاتل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ورھط معہ من المہاجرین حتے اھبطوا من الجبل ذکرہ فی السیرۃ دوم آنکہ ابو سفیان نزدیک انصراف از اُحد گفت اُعلُ ھُبَل فاروق رضرا غیرت اسلام بجوش آمد و آن موجب اعلاء کلمۃ اللہ شد سوم آنکہ درین حادثہ واضح گشت کہ کفار بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وبعد صدیق اکبر رض اگر از کسے حسابے میگرفتند از فاروق رض میگرفتند قال ابن اسحٰق انّ ابا سفیان حین اراد الانصراف اشرف علے الجبل ثمّ صرخ باعلے صوتہ فقال انّ الحرب سجالٌ یومٌ بیوم بدر اُعلُ ھُبَل فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قم یا عمر فاجبہ فقال اللہ اعلٰے واجلّ لاسواء قتلانا فی الجنّۃ وقتلاکم فی النار فلما اجاب عمر رضی اللہ عنہ ابا سفیان قال لہ ابو سفیان ھلمّ الیّ یا عمر فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمر ائتہ فانظر ماشانہ فقال ابو سفیان انشدک اللہ یا عمر اقتلنا محمدًا قال اللّٰھم لا وانّہ لیسمع کلامک الآن قال انت اصدق عندی من ابن قمیئۃ وابرّ یقول ابن قمیئۃ لہم انی قتلت محمدًا واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ خندق حاضر شد و

یا اللہ! یہ تو ٹھیک نہیں کہ وہ ہم سے بلند ہو جائیں تو عمر رض بن الخطاب نے ایک جماعتِ مہاجرین کو ساتھ لے کر اُن سے قتال کیا یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے نیچے اُتار دیے گئے، اس کا ذکر کیا ہے سیرت میں۔

دوسری یہ کہ اُحد سے واپس ہوتے وقت ابوسفیان نے نعرہ لگایا اُعلُ ھُبَل (بلند ہو لے ہبل! یہ قریش کے بُت کا نام تھا) فاروق رض کی غیرتِ اسلام جوش میں آئی اور وہ اِعلاء کلمۃ اللہ کا موجب ہوئی (کہ انھوں نے نعرہ لگایا اَللہ اَعلیٰ و اَجَلّ) تیسری یہ کہ اس حادثہ میں یہ واضح ہو گیا کہ کفار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی کو سربرآوردہ شمار کرتے تھے تو حضرت فاروق رض کو کرتے تھے۔ ابنِ اسحٰق نے کہا کہ ابوسفیان نے جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو پہاڑ کے اوپر چڑھا پھر بلند آواز سے چیخا اور کہا کہ "لڑائی برابر سرابر کی ہو گئی یہ یوم بدر کے یوم کا جواب ہے۔ بلند ہو لے ہبل" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُٹھو اے عمر رض! اور اس کا جواب دو۔ تو عمر رض نے نعرہ لگایا اللہ اعلیٰ واجلّ (اللہ سب سے بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے) لڑائی برابر سرابر نہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمر رض! میری طرف آ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عمر رض سے کہ جاؤ دیکھو کیا بات ہے؟ تو عمر رض اس کے پاس پہنچے۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمر رض! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا ہم نے محمد کو قتل کر دیا ہے؟ عمر رض نے کہا کہ بارخدایا نہیں اور وہ یقیناً تیری گفتگو سن رہے ہیں اب بھی۔ اُس نے کہا کہ تو میرے نزدیک ابنِ قمیئہ سے زیادہ سچا اور زیادہ نیک ہے۔ ابن قمیئہ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور

مساعی جمیلہ دران واقعہ بکار بردہ یکے آنکہ محافظت
طرفی از خندق عہدۂ وے بود والآن مسجدے بنام
او رضی اللہ عنہ درانجا بنا کردہ اند دوم آنکہ اہل سیر
نوشتہ اند کہ فاروقؓ وزبیرؓ روزے از روزہای
خندق بر جماعۂ کفار حملہ آوردند و آن جماعہ را از ہم
متفرق ساختند دران میان ضرار بن الخطاب باز
گشت و نیزہ بجانب عمر کشید و بعد از ان آن نیزہ را
باز گرفت و گفت این نعمت مشکورہ است کہ بر تو
ثابت کردم سوم آنکہ در بعض ایام خندق بسبب
اہتمام بشغل دفع کفار نماز عصر از حضرت فاروقؓ
فوت شد و تأسفے عظیم ازین وجہ بخاطرش
راہ یافت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود را
دران وقت ہمراہ او عدّ فرمودند و باین شفقت
علاج تأسفش ساختند عن جابر بن عبداللہ
ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق
بعد ما غربت الشمس جعل یسبّ کفار
قریش وقال یارسول اللہ ماکدت ان اصلی
حتے کادت الشمس تغرب قال النبی صلے
اللہ علیہ وسلم واللہ ما صلیتہا فنزلنا مع النبی
صلے اللہ علیہ وسلم بطحان فتوضأ للصلٰوۃ وتوضأنا
لہا فصلے العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلے بعدہا
المغرب اخرجہ البخاری واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ
بنی مصطلق حاضر شد و سعیہا مصروف
داشت بچند وجہ یکے آنکہ اہل
سیر ذکر کردہ اند کہ

اس واقعہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ایک یہ کہ خندق کی ایک
جانب کی حفاظت اُن کے ذمہ تھی اور اب بھی وہاں ایک مسجد موجود
ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے وہاں بنائی گئی ہے۔ دوسرا یہ
کہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ خندق کے دنوں میں سے ایک دن فاروقؓ
اور زبیرؓ نے کفار کی جماعت پر حملہ کیا اور اس کو درہم برہم کر دیا
اور اسی دوران میں ضرار بن الخطاب پلٹا اور عمرؓ کی طرف نیزہ کھینچا
اور پھر اس کو روک لیا اور کہا کہ یہ میرا قابل شکر احسان ہے جو
میں نے تجھ پر قائم کیا ہے۔ تیسرا یہ کہ خندق کے بعض ایام میں دفع
کفار کے اہتمام و مشغولیت کے سبب سے حضرت فاروقؓ کی نماز
عصر فوت ہو گئی اور اس وجہ سے بہت بڑا افسوس و رنج آپ
کے دل میں پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت
اپنے کو اُن کے ہمراہ شمار کیا اور اس شفقت کے ساتھ آپ کے
تأسف کا علاج فرمایا۔ مروی ہے جابر بن عبداللہؓ سے کہ عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ یوم خندق میں آفتاب غروب ہونے کے بعد
آئے اور کفار قریش کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور کہنے لگے
کہ یارسول اللہ! مجھے اتنا موقع نہ ملا کہ نماز پڑھ لوں یہاں تک کہ
آفتاب غروب ہونے لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ
نماز عصر میں نے بھی نہیں پڑھی تو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ بطحان میں اُترے (بطحان مدینہ کے ایک نالے کا نام ہے)
آپؐ نے نماز کے لئے وضو کی اور ہم سب نے وضو کی پھر عصر
کی نماز پڑھی غروب آفتاب کے بعد پھر اس کے بعد مغرب کی
نماز پڑھی، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ
ہے کہ عمرؓ غزوۂ بنی مصطلق میں حاضر ہوئے اور بڑی کوششوں
میں لگے ہوتے تھے (اس میں بھی) چند خاص وجوہ کے ساتھ
(فضیلت حاصل ہوئی) ایک یہ کہ اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ

مقدمۃ لشکر او بود وجاسوسی را از طرف کفار
کرد و احوال آنہا از وے استفسار نمود بعد ازان
او را بکشت و باین جہت رعب عظیم بر دل کفار
افتاد دوم آنکہ در عین قتال فاروق رض مامور
شد بآنکہ ندا در دادند کہ ہر کہ کلمۂ اسلام
بگوید از تعرض مامون باشد سوم آنکہ
جہجاہ غفاری اجیر فاروق رض با اعرابی
در مناقشہ افتاد اعرابی بعبد اللہ
ابن ابی منافق رجوع آورد و وے
بکلمات نفاق آمیز آتش نفاق خود
را دو بالا ساخت زید بن ارقم آن
کلمات را بعرض آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم رسانید و غیرت حضرت
فاروق رض بجوش آمد و قصد ایقاع بآن
منافق نمود و منافقان در صدد
عذر آمدند خدائے عز وجل در باب تصدیق
قول زید بن ارقم و تحسین رائے فاروق رض
درینقدر کہ منافق مستحق اہانت است
در دنیا و مستوجب عقوبت در آخرت اگرچہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم افادہ فرمودند کہ
بجہت مصلحت احتراز از تفرق کلمۂ
مسلمین و توحش داخلان در اسلام
سزائے کردار او در کنار او نہادند
آیات نازل فرمود
اِذَا جَاءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ اہ

مقدمۃ الجیش کے افسر وہی تھے اور اُنھوں نے کفار کا ایک جاسوس گرفتار کیا تھا اور اُن کے احوال اُس سے دریافت کئے تھے اس کے بعد اُس کو قتل کر دیا اس وجہ سے کفار کے دل پر بڑا رعب واقع ہوگیا۔ دوسری یہ کہ خاص قتال کے وقت حضرت فاروق رض اس پر مامور ہوئے کہ یہ ندا کر دیں کہ جو کلمۂ اسلام کہے گا اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ تیسری یہ کہ جہجاہ غفاری کا جو حضرت فاروق رض کے اجیر تھے ایک اعرابی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ اعرابی نے عبد اللہ بن اُبیّ منافق کی طرف رجوع کیا اور اس نے نفاق آمیز کلمات کے ساتھ اپنی آتشِ نفاق کو بھڑکایا۔ اور زید بن ارقم نے اُن کلمات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا اور حضرت فاروق رض کی غیرت جوش میں آئی اور آپ نے اس منافق کو مارنے کا ارادہ کیا اور منافق لوگ عذر و معذرت کرنے لگے (اور اُنھوں نے زید بن ارقم کو جھٹلایا) تو خدائے عز وجل نے زید رض بن ارقم کے قول کی تصدیق اور حضرت فاروق رض کی اس بارے میں تحسین کے سلسلہ میں کہ منافق بیشک دنیا میں اہانت کا مستحق ہے اور آخرت میں عذاب کے قابل، اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلمۂ مسلمین میں تفریق سے بچنے کی مصلحت اور اسلام میں داخل ہونے والوں کو توحش سے بچانے کے لئے (کہ کسی نومسلم کو یہ خوف نہ پیدا ہونے لگے کہ کہیں مجھے منافق قرار دے کر قتل نہ کر دیا جائے) درگزر کیا جائے اُس شخص کے کردار کی سزا اُس کو نہیں دی، یہ آیات نازل فرمائیں اِذَا جَاءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ الخ (۶۳: ۱ تا ۸) (پورا رکوع اسی کے بارے میں ہے آخر میں ارشاد فرمایا گیا ہے یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں اُن پر

والقصۃ مبسوطۃ فی معالم التنزیل وغیرہ چہارم آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم حضرت فاروق رض را درین حادثہ رمزے عجیب کہ در باب ملک داری بکار آید ارشاد فرمودند قال ابن اسحق فحدثنی عاصم بن عمر ان عبداللہ بن عبداللہ بن اُبیّ اَتیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم فقال یارسول اللہ انہ قد بلغنی انک ترید قتل عبداللہ بن اُبیّ فیما بلغک عنہ فان کنتَ لابدَّ فاعلاً فمرنی بہ فانا اَحمِلُ الیک رأسہ فو اللہ لقد علمت الخزرج ما کان بہا من رجل ابرّ بوالدہ منی انی اخشی ان تامر غیری فیقتلہ فلاتدعنی نفسی ان انظر الی قاتل عبداللہ بن اُبیّ یمشی فی الناس فاقتلہ فاقتل مؤمنا بکافر فادخل النار فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بل نترفق بہ و نحسن صحبتہ ما بقی معنا

کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمین کے ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا حالانکہ عزت تو اللہ ہی کی ہے اور اس کے رسول کی اور مؤمنین کی لیکن منافقین جانتے نہیں "۔) اور یہ قصہ تفصیل کے ساتھ معالم التنزیل وغیرہ میں موجود ہے۔ چوتھی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حادثہ میں حضرت فاروق رض کو ایک عجیب رمز سے آگاہ فرمایا جو کہ ملک داری کے اصول میں بہت کار آمد ہے۔ ابن اسحق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عاصم بن عمر نے کہ عبداللہ بن اُبیّ (منافق) کا بیٹا عبداللہ (جو سچا مسلمان تھا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اُس اطلاع کی بناء پر جو عبداللہ بن اُبیّ کے بارے میں آپ کو پہنچی آپ اُس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو اگر آپ کو ایسا کرنا ضروری ہے تو آپ مجھے اس کا حکم دیں میں آپ کے پاس اُس کا سر لے آؤں گا۔ کیونکہ خدا کی قسم تمام (قبیلہ) خزرج جانتا ہے کہ اُن کے تمام مردوں میں اپنے باپ کا خدمت گزار مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر آپ کسی دوسرے کو حکم دیں گے اور وہ اُس کو قتل کرے گا تو میرا نفس مجھے نہ چھوڑے گا کہ میں عبداللہ بن اُبیّ کے قاتل کو دیکھتا رہوں کہ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے پھر میں اُس کو قتل کر دوں تو میں ایک مومن کو کافر کے بدلے میں قتل کروں گا اور جہنم میں داخل ہوں گا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور جب تک (بظاہر) ہمارے ساتھ رہے گا ہم اُس کے ساتھ حسن صحبت قائم رکھیں گے۔

وجعلَ بعد ذٰلک اذا احدثَ الحدثَ کانَ
قومُہ (ابن ابی ۱۲) الّذین یعاتبونہ ویاخذونہ ویُعنّفونَہ (سرزنش میمودند ۱۲) فقالَ
رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعُمر بن الخطّاب رضی
اللّٰہ عنہ حین بلغہ ذٰلک من شاٴنہم کیف ترٰی
یا عُمر اما واللّٰہِ لو قتلتہَ یومَ قُلتَ لِیْ اُقْتُلْہُ
لاُرْعِدت لہ آنِفاً ولو امرتک الیوم بقتلِہ
لقتلتہٗ (اخذتک الرعدۃ ۱۲) قال فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ
قد واللّٰہِ علمتُ لَاَمْرُ رسولِ اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وسلم اعظم برکۃً من امرِیْ
وازانجملہ آنست کہ درحدیبیہ حاضر
بود و آنجا فضائل بے حساب نصیبِ
او شد یکے[1] آنکہ حمیتِ اسلام برحضرت
فاروق رضؓ غلبہ کرد و بتربیتِ آنحضرت
صلی اللّٰہ علیہ وسلم تسکین یافت
قال ابن اسحٰق فلمّا التأم الاَمْرُ ولم یبق
بینہما الّا الکتاب وَثَبَ (برجست ۱۲) عُمر بن الخطاب
رضی اللّٰہ عنہ فاتی ابابکر رضی اللّٰہ
عنہ فقال یا ابابکر الیس برسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم قالَ بلٰی قال اَوَ لَسْنَا بالمسلمین
قال بَلٰی قالَ اَوَلیسوا بالمشرکین
قال بلٰی قال فعلامَ نُعطی الدَّنیۃ

اب اس کے بعد یہ ہونے لگا کہ جب بھی عبداللہ بن ابی کوئی نیا شوشہ اُٹھاتا تو اُس کی قوم کے لوگ ہی اُس پر عتاب کرنے لگتے اور اس پر گرفتیں کرنے لگتے اور اس کو دھمکانے لگتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جب آپ کو ان لوگوں کے اس حال کی اطلاع پہنچی فرمایا کیا رائے رکھتے ہو اے عمر رضؓ کیا واللہ اگر تم اس کو قتل کر دیتے جس دن تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے قتل کروں گا تو اب تم پر لرزہ خیز حال پیش آجاتا؛ اور اگر میں اُس دن تمھیں اُس کے قتل کا حکم دیدیتا تو تم اُس کو قتل کر دیتے (راوی نے) کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بیشک واللہ میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امرِ عظیم البرکت ہے میرے امر سے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حُدَیبیہ میں حاضر تھے اور اُس جگہ بے حساب فضائل اُن کے حصّہ میں آئے۔ ایک[1] یہ کہ حمیّتِ اسلام نے حضرت فاروق رضؓ پر غلبہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے تسلّی پائی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب پورا معاملہ طے ہو چکا اور دونوں کے درمیان بجز تحریر کے کوئی بات باقی نہ رہی تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کود پڑے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے ابوبکر رضؓ! کیا وہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ابوبکر رضؓ نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا وہ مشرکین نہیں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں ہیں۔ کہا کہ پھر کس بنا پر ہم اپنے دین میں

[1] اس روایت میں حضرت فاروق رضؓ کا اوّل حضرت صدیق رضؓ کے پاس جا کر گفتگو کرنے کا ذکر ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے کا۔ لیکن صحیح بخاری کی اُس روایت میں جو مناقبِ صدیق رضؓ میں گزر چکی ہے یہ ہے کہ اوّل آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تھی اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تھے۔ بہرحال اس اختلاف سے اصل مقصد پر اثر نہیں پڑتا حضرت فاروق رضؓ کی یہ منقبت کہ آپ اس موقع پر عزتِ اسلام کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے تھے دونوں سے ثابت ہے ۱۲ مترجم

فی دِینَنَا قال ابو بکر یا عمر الزِم غرزَہٗ (رکاب ١٢) فانّی اشہد انّہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ عُمر وانا اشہد انّہ رسولُ اللہ ثمّ اتیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ یارسولَ اللہ اَلستَ برسول اللہ حقًّا قال بلےٰ قال اولسنا بالمسلمین قال بلےٰ قال اولیسوا بالمشرکین قال بلےٰ قال فعلامَ نعطے الدّنیّۃ فی دِینِنا قال اَنا عبدُ اللہ ورسولہٗ لَن اُخالفَ امرَہٗ ولن یُّضیّعنی قالَ فکان عمرُ رضی اللہ عنہ یقولُ مازلتُ اَصومُ و اَتصدّقُ واُصلّے و اُعتِقُ من الّذیْ صَنَعتُ یومئذٍ مخافۃَ کلامی الّذی تکلّمتُ بہ حتّے رجوتُ اَن یکونَ خیرًا و قال ابن اسحٰق فوثَبَ عُمرُ بن الخطاب رضی اللہ عنہ مع ابی جندل یمشی الےٰ جانبہ ویقول اصبرُ یا اباجندل فانّما ہم المشرکونَ وانّما دَمُ احدِہم دم کلبٍ قال وبیدی قائمُ السّیفِ قال یقول عمر رضی اللہ عنہ رجوتُ ان یأخذ السّیف فیضرب بہ اَباہ قال فضنَّ (بخل) الرجل بابیہ ونفذتِ (تمت ١٢) القضیۃ دیگر آنکہ[٢] فَاَنزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

عیب لگالیں[ع]۔ ابوبکر رضؓ نے کہا کہ اے عمر رضؓ بس اُن کی رکاب پکڑے رکھو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ عمر رضؓ نے کہا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر عمر رضؓ پہنچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور کہا یارسول اللہ ! کیا آپؐ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں ؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا وہ مشرک نہیں ہیں ؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا کہ پھر ہم کس بناء پر اپنے دین میں عیب لگالیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں ہرگز اُس کے حکم کے خلاف نہ کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہ کرے گا۔ (راوی نے) کہا تو عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مَیں روزے رکھتا رہا اور صدقہ دیتا رہا اور نوافل پڑھتا رہا اور غلام آزاد کئے اُس بات کی وجہ سے جو میں اُس دن کر گزرا (یعنی) اپنی اُس گفتگو کے خوف سے جو میں نے اُس دن کی تھی یہاں تک کہ مجھے امید ہو گئی کہ خیر ہو گی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جا پہنچے ابو جندل کے پاس اور اس کے ساتھ اُس کے ایک پہلو کے قریب چلنے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ ابوجندل صبر کر یہ لوگ تو مشرک ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا خون کتّے کے خون کے برابر ہے (عمر رضؓ نے) کہا اور میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ تھا (راوی نے) کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ امید کرتا تھا کہ یہ مجھ سے تلوار لے لیگا اور پھر اس کو اپنے باپ پر مارے گا مگر اس شخص نے اپنے باپ کے ساتھ ایسا کرنے سے اجتناب کیا اور جو قضیّہ چل رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔ دوسری[٢] فضیلت یہ کہ آیت فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ الخ (٤٨:٢٦) سو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل

ع یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مناقب صدیق رضؓ میں پہلے گزر چکی ہے وہاں اس کی شرح تحریر کر دی گئی ہے دیکھ لی جائے ١٢

وَاَلزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى در حق او نازل شد سوم آنکہ وقت مراجعت بسوئی مدینہ سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّل بر فاروق رضی اللہ عنہ خواند و باین تشریف اورا از میانِ اصحاب ممتاز ساخت گویا حکمت درین صورت آن بودہ باشد کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ احکام انواع غلبات را بشناسد اخرج مالک عن یزید بن اسلم عن ابیہ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسیر فی بعض اسفارہ وعمر بن الخطاب یسیر معہ لیلاً فسألہ عمر عن شیئ فلم یجبہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم سألہ فلم یجبہ ثم سألہ فلم یجبہ فقال عمر ثکلتک اُمّک عمر نزرتَ (الححت علیہ) رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات کلُّ ذلک لایجیبک قال عمر فحرکتُ بعیری حتی اذا کنتُ امامَ النّاس و خشیتُ ان ینزلَ فیّ قرآنٌ قال ما نشبتُ ان سمعتُ صارخًا یصرخ بی قال فقلتُ لقد خشیتُ ان یکونَ نزل فیّ قرآنٌ قال فجئتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلّمتُ علیہ فقالَ لقد اُنزلَتْ علیّ فی هذہ اللیلۃ سورۃٌ لَهِیَ احبُّ الیّ مما طلعت علیہ الشمس ثم قرأ

عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کلمہ تقویٰ پر جمائے رکھا، اُن کے حق میں نازل ہوئی۔ تیسری یہ کہ مدینہ کی طرف واپسی کے وقت سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل فاروق رضی اللہ عنہ کو سُنائی اور اس عزّت افزائی سے ان کو تمام اصحاب رضی میں ممتاز فرمایا۔ گویا اس صورت میں یہ حکمت ملحوظ ہوگی کہ حضرت فاروق رضی غلبات کی قسموں کے احکام کو پہچان لیں (غلبات کی تشریح آگے آرہی ہے) مالکؒ نے روایت کیا یزید بن اسلم سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں (اونٹ پر) تشریف لیجارہے تھے اور عمر رضی بن الخطاب رات کے وقت آپؐ کے ساتھ جارہے تھے تو آپؐ سے عمر رضی نے کسی بات کو پوچھا تو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو پھر آپؐ نے اُن کو جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو پھر آپؐ نے اُن کو جواب نہ دیا تو عمر رضی نے (اپنے دل میں) کہا کہ اے عمر رضی! تجھے تیری ماں روئے تو نے التجا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ اور کسی مرتبہ میں بھی آپؐ نے تجھے جواب نہ دیا۔ عمر رضی کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی (اور آگے بڑھادیا) یہاں تک کہ سب لوگوں سے آگے پہنچ گیا۔ اور مجھے یہ ڈر لگا کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوجائے۔ فرمایا کہ پھر کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میں نے سُنا کہ ایک چیخنے والا مجھے پکار رہا ہے۔ کہا کہ میں نے (دل میں) کہا کہ میں تو پہلے ہی ڈر رہا تھا میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہوگا۔ کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور آپؐ کو سلام کیا تو فرمایا کہ اس رات میں مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے زیادہ پیاری ہے ہر اُس چیز سے جس پر آفتاب طلوع ہوا۔ پھر آپ نے پڑھا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ○ اینجا دو نکتہ باید شناخت یکی[1] آنکہ غلبہ عبارت از انست کہ چون نورِ ایمان با قلب مخالطت نماید و درمیان نور ایمان و طبیعتِ قلب داعیہ متولد شود کہ امساک از موجب آن مقدور نباشد و بسبب غلبہ آن داعیہ از بعضِ آداب شرع و عقل فرو افتد و غلبہ بر دو نوع میباشد غلبہ منبجسہ از انقیادِ قلب نکتہ را کہ از شرع تلقی[یا بر آیندہ۱۲] کردہ است اگرچہ درصورتِ حال مرضی نباشد مانند انقیادِ ابولبابہ داعیہ شفقت بر خلق اللہ را ہنگامے کہ برائے بنو قریظہ اشارہ کرد کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایشان را خواہد گشت و شفقت علے خلق اللہ در سائر مواضع ہرچند محمود است چون اینجا معارضِ اعلاء کلمۃ اللہ واقع شد مرضی الٰہی نیفتاد و غلبہ[2] داعیۂ الٰہیہ کہ از بعضِ مواطن شاہقہ بمنزلۂ شعاعِ برق بر دل میریزد و شتان بین المرتبتین و حضرت فاروق بیان حال ہر دو غلبہ کردہ است برائے غلبہ کہ در حدیبیہ از جہتِ حمیتِ اسلام جوشید و بحقیقتِ خلافِ مصلحت کلیہ بود گفتہ است فمازلتُ اصوم واتصدّقُ الخ یعنی حالِ این غلبہ محتاج کفارت شد و در قضیۂ موتِ ابن اُبی گفتہ است فتحولتُ[قصدت۱۲] حتے قمتُ فی صدرہ و قلتُ یا رسول اللہ اَ تُصلّے علے ھٰذا و قد قال یوم کذا کذا و کذا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ○ یہاں دو نکتہ پہچان لینے چاہئیں پہلا[1] یہ کہ غلبہ سے یہ مراد ہے کہ جب نورِ ایمان قلب کے ساتھ گھل مل جاتے اور نور ایمان اور طبیعتِ قلب کے درمیان ایک داعیہ پیدا ہو جاتے کہ اس چیز کا روکنا جس کا موجب وہ داعیہ ہو رہا ہے قدرت سے باہر ہو اور اُس داعیہ کے غالب آجانے کی وجہ سے شریعت اور عقل کے بعض آداب بھی نیچے گر جائیں اور غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک[1] وہ غلبہ ہے جو پھوٹ نکلنے والا ہوتا ہے قلب کے ایسے نکتہ کے زیر حکم آجانے سے جو کہ اُس نے شرع سے حاصل کیا ہے اگرچہ بصورت موجودہ پسندیدہ نہ ہو جیسا کہ "مخلوقِ خدا پر شفقت" کے داعیہ کے زیر حکم ابولبابہ کے قلب کا مغلوب ہو جانا جس وقت میں کہ اُنھوں نے بنو قریظہ کو اشارہ کر دیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کو قتل کریں گے اور خلق اللہ پر شفقت تمام مواقع میں اگرچہ محمود ہے مگر چونکہ اس جگہ وہ اِعلاء کلمۃ اللہ کے معارض واقع ہوتی اس لئے پسندیدہ الٰہی نہ ہوتی۔ دوسرا[2] غلبہ اُس داعیۂ الٰہیہ کا ہے جو بعض چوٹی کے مقامات سے بجلی کی شعاع کے مرتبہ میں دل پر گرتا ہے اور دونوں مرتبوں میں بہت بڑا بُعد ہے اور حضرت فاروق رضؓ نے دونوں مرتبوں کے غلبہ کا حال ظاہر کیا ہے۔ آپ کے اُوپر جس غلبہ نے حمیتِ اسلام کی جہت سے حدیبیہ میں زور مارا تھا اور وہ درحقیقت مصلحتِ کُلّیہ کے خلاف تھا اُس کے بارے میں آپ نے فرمایا فمازلتُ اصوم واتصدّق الخ یعنی اس غلبہ کی حالت کفّارے کی محتاج ہوتی اور ابنِ اُبیّ منافق کی مَوت کے قضیّہ میں فرمایا کہ میں گھوم کر بالمقابل جا کھڑا ہوا اور میں نے کہا یارسول اللہ ؐ کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں دن ایسا اور ایسا کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا

أُعِدُّ أيامه قال فعجبت لي وجرأتي پس فرق درمیان این دو کلمہ ملاحظہ بباید کرد بسیار است کہ بر سالک یکی ازین دو قسم با دیگرے مشتبہ شود و فہم او برائے حلّ این اشتباہ کفایت نہ نماید و این اشدّ مزلّۃ الاقدام است حضرت فاروق را چندین دفعہ اشتباہ درمیان غلبات واقع شدہ بود و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میان آنہا تمیز فرمودند تا آنکہ حضرت فاروق درین باب حذاقتے پیدا کرد و بعد ازان اشتباہ رُو نمی داد انگاہ محدَّث (ملہم وصادق) کامل گشت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشارہ خفیہ باین معنے فرمودہ اند جائیکہ بلفظ تعلیق (شرط) واقع شدہ لقد کانَ فیما کانَ قبلکم محدَّثونَ فانْ یکُن من اُمتی فعمرُ واللہ اعلم و صدیقِ اکبر را در غلبات کم بود کہ اشتباہ واقع شود و این یکے از وجوہ ارجحیتِ اوست بر فاروق در ذیلِ این نکتہ باید دانست کہ امرِ دواعی مشابہت تمام دارد بامر رؤیا ہر دو امر فیضے ہست نازل از احیاز شاہقہ (عالیہ) لیکن رؤیا نزدیک تعطیلِ حواس نمودار (موقعہ) میگردد و داعیہ باوجود استقلالِ حواس بر رُدّتے کار مے آید و در رؤیا مطرح شعاع بالاصالۃ عقل میباشد و در دواعی مطرح آن قلب چنانکہ در رؤیا اضغاثِ احلام و تشبّح (تصور) اخلاق و اعمال

اُس کے دنوں کو شمار کرنے لگا۔ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اپنے اوپر اور اپنی جرأت پر تعجب ہوا۔ تو ان دونوں کلموں کے درمیان جو فرق ہے اُس کو بخوبی ملحوظ کرلینا چاہیئے۔ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ سالک پر ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم کا دوسری پر اشتباہ ہوجاتا ہے اور اُس کی فہم اس اشتباہ کے حل کے لئے کفایت نہیں کرتی اور یہ اقدام کی سخت لغزش کا موقع ہے۔ حضرت فاروق رض کو کتنی ہی مرتبہ غلبات کے درمیان اشتباہ واقع ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو الگ الگ کرکے دکھادیا۔ یہاں تک کہ حضرت فاروق رض اس باب میں پورے تجربہ کار ہوگئے پھر آپ کو کوئی اشتباہ نہیں ہوتا تھا اُس وقت آپ محدَّث کامل ہوگئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دقیق اشارہ اس حقیقت کی طرف کیا ہے جہاں کہ کلمۂ شرط واقع ہوا (یعنی اس ارشاد میں) لقد کان فی ما کان قبلکم محدَّثون فان یکن من امتی فعمر (یعنی جو اُمتیں تم سے پہلے ہوچکی ہیں اُن میں محدَّث (صاحب کشف) ہوتے تھے اگر میری امت میں سے کوئی ہے تو عمر رض ہے) واللہ اعلم۔ اور صدیقِ اکبر رض کو غلبات میں کم اشتباہ واقع ہوا اور فاروق رض پر اُن کی افضلیت کی وجوہ میں سے ایک یہ وجہ بھی ہے۔ اس نکتہ کے ذیل میں یہ جاننا چاہیئے کہ داعیوں کا معاملہ خواب کے معاملہ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ دونوں امر ایک فیض ہوتے ہیں جو چوٹی کے مقامات سے آتا ہے لیکن (دونوں میں یعنی داعیہ اور رؤیا میں یہ فرق ہے کہ) رؤیا حواس کے معطّل ہونے کے وقت نمودار ہوتا ہے اور داعیہ حواس کے بجا ہونے کے باوجود پیدا ہوتا ہے اور (دوسرا فرق یہ ہے کہ) رؤیا میں (فیض کی) شعاع کے گرنے کا محل بالاصالۃ عقل ہوتی ہے اور دواعی میں اُسکے گرنے کا مقام قلب ہوتا ہے۔ جس طرح کہ رؤیا میں "اُضغاث احلام" اور "اخلاق و اعمال کا

بصورِ مثالیہ با فیضِ نازل از ملک رؤیا مشتبہ می شود و حلّ اشتباہ متعذر مے گردد ہمچنان در دواعی داعیہ منبجسہ (جاریہ) از طبیعتِ نفس واز عادات و مالوفات و داعیۂ متولّدہ درمیانِ نورایمان و طبیعت قلب نزدیک انقیاد آن نکتہ کہ از شرع تلقّی نمودہ باداعیۂ نازلہ از منبع صدق و حق مشتبہ مے شود وحلّ اشتباہ متعذر میگردد چون بعون اللہ عزّ و جلّ اشتباہ منقطع شد و حق از باطل ممتاز گشت آن داعیہ و آن رؤیا قابل اعتماد مے باشد ولکن دونَ ذٰلک خرط القتاد نکتۂ دوم آنکہ معلوم بالقطع است کہ صحابہ از نزدیکِ خود ہدایت را نیاوردہ اند بلکہ ہمہ بتاثیر نفسِ قدسیۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مہتدی گشتند کما قال عزّ من قائل وَ اِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ وتاثیر نفس مطہرۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ایشان گاہے بتقریبِ امر و نہی فقط می باشد و گاہی باقترانِ غضب و تہدید و زمانے بمجرد صحبت پس تنبیہ و تہدید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یکے از اسباب وصول بمرتبۂ سعادت است وآن رایکے از مناقبِ عظیمہ صحابہؓ

مثالی صورتوں کے ساتھ نظر آنا" یا "فرشتے کی طرف سے فیض کا نازل ہونا" (یہ امور) مشتبہ ہو جاتے ہیں اور اشتباہ کا حل دشوار ہو جاتا ہے (کہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ یہ رؤیا مذکورہ بالا انواع میں سے کس نوع سے تعلق رکھتا ہے) یہی اشتباہ دواعی میں پیش آتا ہے، ایک داعیہ ہے جو جاری ہونے والا ہے طبیعت اور عادات اور مالوفات (یعنی نفس کے مرغوبات) سے، اور ایک داعیہ ہے جو پیدا ہوتا ہے نورِ ایمان اور طبیعت قلب کے درمیان سے اس حالت میں جب کہ وہ کسی نکتہ پر جو شریعت سے اُس نے حاصل کیا اور پورے طور پر اس پر جم چکا ہے (یہ داعیہ مشتبہ ہو جاتا ہے) اُس داعیہ کے ساتھ جو نازل ہونے والا ہے صِدق و حق کے منبع سے (جو چوٹی کا مقام ہے) اور اشتباہ کا حل دشوار ہو جاتا ہے۔ جب اللہ عزّ و جلّ کی مدد سے اشتباہ منقطع ہو جاتے اور حق باطل سے ممتاز ہو جاتے تو وہ داعیہ اور رؤیا قابلِ اعتماد ہو جاتا ہے اور بغیر اس کے خار دار شاخ پر ہاتھ ملنا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ صحابہؓ ہدایت کو اپنی طرف سے نہیں لائے (یعنی از خود ہدایت یافتہ نہیں بنے) بلکہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفسِ قدسیہ کی تاثیر سے ہدایت یافتہ بنے۔ جیسا کہ اللہ عزّ و جلّ نے فرمایا ہے وَاِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (اور بیشک آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مطہرہ کی تاثیر اُن حضرات میں (مختلف طریقوں سے ہوتی تھی) کبھی صرف امر و نہی کے ارشاد فرما دینے سے۔ اور کبھی غضب اور دھمکی کی آمیزش سے۔ اور کبھی صرف صحبت سے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تنبیہ کرنا اور دھمکانا بھی مرتبۂ سعادت پر پہنچنے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اُس کو صحابہؓ کی مناقبِ عظیمہ میں سے ایک

یماید شمرد و لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ
است اللّٰھم انی بشر ایما مسلم آذیتہ شتمتہ
ضربتہ فاجعلہ لہ رحمۃ او کما قال و اگر نفس بعضے
از صحابہ رض بوجہے مخلوق شدہ باشد کہ بغیر تقریب
تخویف و تہدید باصل مقصدِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم مہتدی شود و بمرضی وے صلی اللہ علیہ وسلم
متمثل گردد آن از عنایاتِ حق است کہ بطریق ندرت
بعضی را بآن برمیگزیند در تہذیب و تربیتِ حضرت
فاروق رض چندین دفعہ عُنف و تہدید از آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر شدہ است چنانکہ در قرآت
او نسخہ توریت را واقع شد و بنسبتِ حضرت صدیق رض
ازین قسم معاملہا بسیار کم بظہور آمد و این نیز وجہے
از وجوہ افضلیتِ صدیقِ اکبر است واللہ اعلم

و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ خیبر آثرِ جمیلہ
نصیب فاروق گشت بوجوہ بسیار یکی آنکہ اہل سیر
ذکر کردہ اند کہ درین غزوہ میمنہ لشکر مفوض
بحضرتِ فاروق رض شد دیگر آنکہ ہر شبی تعہدِ
حراستِ لشکر بیکے از صحابہ رض مقرر می شد شبے
کہ نوبت حراستِ فاروقِ اعظم رض بود یہودی
بر دستِ وے رضی اللہ عنہ افتاد و پیشِ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اورا برد و آنحضرت
احوالِ خیبر از وے استفسار فرمود و این معنی
سبب فتحِ خیبر شد سوم آنکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم در حق شخصے فرمود رحم اللہ
فلانا فاروق رض بحدس ذہن معاملۂ الٰہی

منقبت شمار کرنا چاہیئے اور اسی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللّٰھم انی بشر الخ یعنی یا اللہ میں بشر ہوں جس مسلمان کو میں نے ایذا
دی ہو، بُرا کہا ہو، مارا ہو تو اس کو اس کے لئے رحمت بنا دیجئے او
کما قال اور اگر صحابہ رض میں سے کسی کا نفس ایسی صورت میں مخلوق
ہوا ہو کہ تخویف و تہدید کے استعمال کے بغیر ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اصل مقصد پر فائز ہو جاتے اور آپ کی مرضی کے
مطابق متمثل ہو جاتے تو یہ حق تعالیٰ کی عنایاتِ خاصہ میں سے ہے
کہ شاذونادر طور پر کسی کو اس سے نواز دیتے ہیں۔ حضرت فاروق رض
کی تہذیب و تربیت میں کتنی ہی مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے غصہ اور ناراضی کا ظہور ہوا جیسا کہ اُن کے نسخۂ توریت کے
پڑھنے کے وقت ایسا وقوع میں آیا۔ اور بہ نسبت حضرت صدیق رض
کے اس قسم کے معاملوں کا ظہور بہت کم ہوا۔ اور صدیقِ اکبر رضی
اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے، واللہ اعلم

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت فاروق رض
کے حصہ میں جو مناقب آئے اُن کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ
اہلِ سیر نے ذکر کیا ہے کہ اس غزوہ میں لشکر کا میمنہ حضرت فاروق رض
کے سپرد کیا گیا تھا۔ دوسری یہ کہ ہر رات میں لشکر کی نگہبانی کی
ذمہ داری صحابہ رض میں سے ایک کے لئے مقرر کی جاتی تھی جس رات
میں حضرت فاروق رض کی نگہبانی کی باری تھی تو ایک یہودی آپ رض
کے قبضہ میں آگیا اور اُس کو آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا۔ آپ نے اُس سے خیبر کے حالات
دریافت کئے اور اس معنے سے یہ گرفتاری فتح خیبر کا سبب ہو گئی۔
تیسری یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق
میں فرمایا رحم اللہ فلانا (یعنی اللہ تعالےٰ رحمت کرے فلاں
شخص پر) فاروق رض نے اپنی ذہنی قوت سے اس کے ساتھ اللہ کے

با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دعاء او شناخت و گفت
وجبت یا رسول اللہ (ای الشہادۃ لہ) قال ابن اسحٰق فحدثنی محمد
ابن ابراہیم التیمی عن ابی الہیثم بن نصرۃ الاسلمی ان
اباہ حدثہ انہ سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یقول فی مسیرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع انزل یا
ابن الاکوع فحدثنا من ہنیاتک قال فنزل یرتجز
برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ؎

واللہ لولا اللہ ما اہتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
انا اذا قوم بغوا علینا
وان ارادوا فتنۃ ابینا (امتنعنا)
فانزلن سکینۃ (ای طمانینۃ ورحمۃ) علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا (العدو)

فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یرحمک ربک
فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وجبت و
اللہ یا رسول اللہ لو لا متعتنا بہ فقتل (عامر)
یوم خیبر شہیدا چہارم آنکہ در بعض
ایام خیبر او امیر لشکر بود مجاہدہا فرمود
ہرچند فتح بر دست حضرت مرتضٰے واقع
شد و فضیلت وے رضی اللہ عنہ درین واقعہ غالب
بر آمد علی مرتضٰے گفت سار رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم الی خیبر فلما اتاہا بعث
عمر و بعث الناس الی مدینتہم او قصرہم
فقاتلوہم فلم یلبثوا ان ہزموا
عمر رض واصحابہ

معاملہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ دعاء سے پہچان لیا اور
کہا کہ واجب ہوگئی یا رسول اللہ (یعنی شہادت اس شخص کے حق
میں)، ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم تیمی نے وہ
روایت کرتے ہیں ابو الہیثم بن نصرۃ الاسلمی سے کہ اُس نے بیان کیا
کہ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ خیبر کی طرف سفر
کے دَوران میں عامر بن الاکوع سے فرمارہے تھے اُتر آ اے ابن
الاکوع! ہم کو کچھ اپنے اشعار سُنا۔ کہا کہ وہ رجزیہ اشعار کہتا ہوا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُترا۔ اُس نے کہا ؎ واللہ لولا
اللہ الخ یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے،
نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے؛ ہم ایسی قوم ہیں کہ جب کسی قوم نے
ہمارے ساتھ سرکشی کی، اور اگر انھوں نے ہمارے ساتھ فتنہ کا
ارادہ کیا تو ہم نے مقابلہ کیا؛ تو (یا اللہ) ہم پر اطمینان ورحمت
نازل کردیجئے، اور ہم کو ثابت قدم رکھئے جب دشمن کا ہم سامنا
کریں؛ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر تیرا
رب رحمت کرے۔ تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی
(یعنی شہادت) خدا کی قسم یا رسول اللہ! ابھی اس سے ہمیں کچھ اور
آپ منتفع ہونے دیتے۔ تو یہ (عامر بن الاکوع) خیبر میں قتل ہوکر
شہید ہوئے۔ چوتھی یہ کہ خیبر کے بعض ایام میں وہ امیر لشکر تھے
آپ نے بڑی جانفشانی کی اگرچہ (آپ فتحمند نہ ہوسکے اور) فتح
حضرت علی مرتضی رض کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور اس واقعہ میں علی رضی
اللہ عنہ کی فضیلت غالب رہی۔ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کو روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو عمر رض کو
بھیجا اور (ان کے ساتھ) لوگوں کو روانہ کیا اُن (یہودیوں) کے
شہر یا قصر (شکِ راوی) کی طرف، تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ
عمر رض اور اُن کے اصحاب رض پسپا ہوکر لوٹ آئے ساتھی اُن پر بزدلی کا

۱۲/۱

فجاؤا یجبّنونہ و یجبّنہم اخرجہ
الحاکم و این کلمہ بلیغہ است از حضرت
مرتضیٰ چون اینجا مقصود اقتحام (در آمدن بلا فکر) در
حرب بود ترک اقتحام را بلفظ جُبن تعبیر
رفتہ و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ فتح
فضائل فاروق بچندین وجہ ظاہر گشت
اوّل آنکہ چون حاطب بن ابی بلتعہ
خبر توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بجانب قریش نوشت و آن
بر خلاف مصلحتِ آنحضرتؐ بود
غیرتِ فاروق رض بجوشید و بتدبیر
نبویؐ آن غلبہ فرونشست قال
عمر انہ قد خان اللہ و رسولہ
والمؤمنین فدعنی فلاضرب عنقہ
فقال الیس من اہلِ بدرٍ لعل
اللہ اطّلع علی اہلِ بدرٍ فقال
اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ
او قد غفرتُ لکم فدمعت عینا
عمر و قال اللہ و رسولہ اعلم
اخرجہ البخاری دوم آنکہ چون ابوسفیان
احکام صلح درخواست نمود
حضرتِ فاروق رض بشدّت
ردّ سوالِ او فرمود و
آن موافقِ مرضیِ حق
افتاد

الزام لگا رہے تھے اور وہ ان پر عائد کر رہے تھے، اس کو حاکم نے روایت
کیا. اور حضرت مرتضیٰ رض نے یہ ایک بلیغ کلام فرمایا ہے. چونکہ یہاں
مقصود جنگ میں (اپنے نقصان کی پرواہ کئے بغیر) گھس جانا تھا تو
اس کے ترک کو لفظ جُبن (نامردی) سے تعبیر کی. اور ان میں سے
ایک یہ ہے کہ غزوۂ فتح میں (یعنی فتح مکہ کے سلسلہ میں) فاروق رض
کے فضائل متعدد وجوہ سے ظاہر ہوتے. اوّل یہ کہ جب حاطب رض
ابن ابی بلتعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کی طرف متوجہ
ہونے کی خبر قریش کو لکھ دی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مصلحت کے خلاف تھی حضرتِ فاروق رض کی غیرت جوش میں
آگئی اور تدبیرِ نبویؐ سے اس کا غلبہ فرو ہوا. (اس حدیث میں
مذکور ہے کہ) عمر رض نے کہا (جب حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پڑھا گیا
جو حضرت علی رض نے مکہ جانے والی ایک عورت کے پاس سے برآمد
کیا تھا اور حاطب نے خط لکھنے کا اقرار کر لیا اور اس کی وجہ عرض
کی جس کو آپؐ نے قبول فرمایا) یقیناً اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اور
اس کے رسولؐ کی اور تمام مومنین کی خیانت کی اس لئے مجھے
اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں، تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہے؟ (جن کی
مغفرت فرمادی گئی ہے اور مغفرت بھی ایسی کہ) گویا اللہ تعالیٰ نے اہلِ
بدر پر طلوع ہو کر فرما دیا ہے کہ تم اب جو چاہو کرو تمہارے لئے
جنّت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) میں تمہاری مغفرت کر چکا. تو
عمر رض کی دونوں آنکھوں میں آنسو آگئے اور انہوں نے کہا اللہ اور
اس کے رسولؐ ہی سب سے بہتر جاننے والے ہیں، اس کو بخاری
نے روایت کیا. دوم یہ کہ جب ابوسفیان نے (دوبارہ) صلح کو محکم
کرنے کی درخواست کی تو حضرت فاروق رض نے بہت سختی کے
ساتھ اس کی درخواست کو رد کر دیا اور وہ مرضیٔ حق کے مطابق رہا.

سوم آنکہ ابوسفیان چون قائدِ لشکر کفار بود و مسلمانان از دستِ وی چندین بار ایذا کشیدہ بودند فاروق رض را داعیہ قتلِ او و عدمِ قبول امانِ او مصمم شد و دران باب قیل و قال بیان آمد تا آنکہ تربیتِ نبوی ؐ آن شورش اورا فرونشاند قال ابن اسحٰق فی حدیث العباس وشفاعتہٖ لابی سفیان مررتُ بنارِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال من ہٰذا و قام الیّ فلمّا رآے ابا سفیان علیٰ عجزِ الدّابۃ قال ابوسفیان عدوّ اللہ الحمد للہ الذی امکن منک بغیر عقدٍ و لا عہدٍ ثم خرج یشتدّ (میدوید ۱۲) نحو رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رکضتُ (دوانیدم ۱۲) البغلۃ فسبقتُہ بما (آن قدر ۱۲) تسبق الدّابۃ البطیئۃ (رونده سست) الرّجلَ البطیٔ قال فاقتحمتُ (بے تامل انداختم خود را ۱۲) عن البغلۃ فدخلتُ علیٰ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دخل علیہ عمر رضی اللہ عنہ فقال یارسولَ اللہ ہٰذا ابو سفیان قد امکن اللہ منہ بغیر عقدٍ و لا عہدٍ فدعنی فاضرب عنقہ قال قلتُ یارسولَ اللہ انی قد اجرتُہ (پناہ دادم او را ۱۲) ثم جلستُ الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذتُ برأسہ فقلتُ و اللہِ لا یناجیہ اللیلۃ دونی قال فلمّا اکثر عمر

سوم یہ کہ ابوسفیان چونکہ لشکرِ کفار کا سردار تھا اور مسلمان کئی مرتبہ اُس کے ہاتھ سے ایذائیں اُٹھا چکے تھے اس لئے فاروق رض کے دل میں اُس کے قتل اور اُس کے لئے امن نہ قبول کرنے کا داعیہ مصمم پیدا ہوا اور اس باب میں قیل و قال واقع ہوئی یہاں تک کہ تربیتِ نبوی ؐ نے اس شورش (یعنی جوش) کو دبایا۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا حدیث عباس رض میں اور اُن کے ابوسفیان کی سفارش کرنے کے سلسلہ میں (عباس رض فرماتے ہیں کہ) میں عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آگ سے گزرا تو انھوں نے کہا کہ یہ کون ہے اور اٹھ کر میری طرف آتے تو جب اُنھوں نے ابوسفیان کو میرے جانور کی پچھاڑی پر بیٹھے ہوتے دیکھا تو کہا کہ ابوسفیان خدا کا دشمن، اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے قابو میں کر دیا بغیر اس کے کہ تجھ سے کوئی وعدہ ہو یا عہد ہو۔ پھر نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگنے لگے اور میں نے بھی اپنا خچر دوڑا دیا تو میں اُن سے اتنا آگے نکل گیا جتنا سُست چلنے والا جانور سُست چلنے والے آدمی سے آگے ہوتا ہے۔ کہا کہ میں پہنچتے ہی فوراً خچر سے کود پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور (جبھی) عمر رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان ہے، اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قابو میں کر دیا ہے بغیر کسی وعدے اور عہد کے۔ بس آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ عباس رض کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ ! میں نے اس کو امن دیدیا ہے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اُس کا (یعنی ابوسفیان کا) سر پکڑا اور کہا کہ خدا کی قسم آج کی رات اس سے تنہائی میں میرے بغیر کوئی بات نہیں کرے گا۔ عباس رض نے کہا کہ جب عمر رض نے اُس کے بارے میں گفتگو

فی شارنہ قال قلتُ مہلاً یا عمر فواللہِ لو
کانَ من رجال بنی عدی بن کعب ما
قلتَ ہٰذا ولکنک قد عرفتَ انہ من رجالِ
بنی عبد منافِ فقال مہلاً یا عباسُ فواللہِ
لَاِسلامُک یومَ اَسلمتَ کان احبَّ اِلیَّ
من اِسلام الخطّاب لو اَسلم وازاں جملہ
آنست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فاروق رض را بر صدقاتِ مدینہ عامل ساخت
فمنع العباسُ و خالدٌ وابنُ جمیلِ الحدیث
مذکورٌ بطولہٖ فی صحیح البخاری وعن عمرَ
انی عَمِلتُ لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فاَعطانی عُمالتہٗ فقلتُ اَعطِہ افقرَ الیہ
مِنّی الحدیث اخرجہ ابوداؤد وغیرہ وازاں
جملہ آنست کہ در غزوۂ حُنین فضائل عظیمہ
حاصل نمود اہلِ سِیَر نوشتہ اند کہ روزِ حُنین
رایتے از رایاتِ مہاجرین بفاروق دادند مانند
جماعت داری از جماعتداران الیوم وازاں
جملہ آنست کہ در طائف فضیلت نمایاں نصیب وے
رضی اللہ عنہ آمد بدو وجہ یکی آنکہ در قصۂ رویا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کہ قعبِ زُبد را خروسی منقار زدہ پراگندہ
ساخت وتعبیر صدیق کہ در حالتِ راہنہ فتحِ طائف
میسّر نخواہد شد در سیرتِ ابن اسحٰق مذکور است ثم
انّ خولۃ بنت حکیم بن امیّۃ وہی امرأۃ عثمٰن بن
مظعونٍ قالتُ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اَعطِنی اِن فتح اللہ علیک الطائف

زیادہ بڑھا دی تو میں نے کہا کہ اے عمرؓ! بس رہنے دو واللہ اگر یہ بنی عدی بن کعب کے لوگوں میں سے ہوتا تو تم یہ گفتگو نہ کرتے لیکن تم بخوبی جانتے ہو کہ یہ بنی عبد مناف کے لوگوں میں سے ہے۔ تو عمرؓ نے کہا ٹھہرو اے عباسؓ (تم نے مجھے غلط سمجھا کہ میں خاندانی تعصب میں مبتلا ہوں) خدا کی قسم جس دن تم اسلام لائے تھے تمہارا اسلام قبول کرنا میرے لئے خطّاب کے اسلام سے زیادہ خوشی کا باعث ہوا تھا اگر وہ اسلام لاتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاروقؓ کو مدینہ کے صدقات پر عامل بنایا تو منع کیا عباسؓ اور خالدؓ ابن جمیل نے، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اور عمرؓ سے مروی ہے (فرمایا) کہ میں نے عمل کیا (یعنی عامل کی خدمت انجام دی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ پھر آپؐ نے مجھ کو معاوضۂ خدمت عطا کرنا چاہا تو میں نے عرض کیا کہ یہ اس کو دیدیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجتمند ہو، اس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ حُنین میں فضائلِ عظیمہ حاصل کئے۔ اہلِ سِیَر نے لکھا ہے کہ یوم حُنین میں مہاجرین کے جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا فاروقؓ کو دیا گیا جیسا کہ کسی جماعت کے سربراہ کو آج کے سرداروں کی مانند دیا جاتا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ طائف میں عمر رضی اللہ عنہ کے حصّہ میں نمایاں فضیلت دو وجہ سے آئی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُس خواب کے قصّہ میں کہ مکھن کی رکابی میں ایک مُرغ نے چونچ مار کر اس کو پراگندہ کردیا اور حضرت صدیقؓ نے یہ تعبیر دی کہ موجودہ حالت میں طائف کی فتح میسّر نہ ہوگی۔ سیرت ابن اسحٰق میں مذکور ہے کہ خولہ بنتِ حکیم ابن اُمیّہ نے جو عثمان بن مظعون کی بیوی تھی کہا کہ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر اللہ آپؐ کو طائف فتح کرا دے تو بادیہ بنت

حُلّی بادیۃ بنت غیلان او حُلی الفارعۃ بنت
عقیلٍ وکانت من اَحلٰی نساء ثقیفٍ وذُکر لی
انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لہا وان
کانَ لم یُؤذَن فی ثقیف یا خولۃُ فخرجت
خولۃُ فذکرتْ لعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
فدخل عمرُ علےٰ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فقالَ یارسولَ اللہ ما حدیثٌ حدّثتہ خولۃ
زعمتْ انک قُلتَہا قال قد قلتہا قال اَوَما
اُذِنَ فیہم یارسولَ اللہ قال لا قال
افلا اُوذِنُ بالرحیل قالَ بلےٰ قال فاَذّنَ
عمرُ بالرحیلِ دوم آنکہ وقت قسمت غنائم
در جعرّانہ ذوالخویصرۃ حاضر شد و
فاروق رض راداعیہ قتل او بخاطر آمد عن
عبداللہ بن عمرو بن العاص قیل لہٗ ہل
حضرتَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
حینَ کلّمہ التمیمی یومَ حُنین قالَ نعم
جاءہٗ رجلٌ من تمیم یُقال لہٗ ذوالخُویصرۃ
فوقفَ علیہ وہو یُعطی الناس
فقال یا محمّد قد رأیتُ ما صنعتَ فی
ہٰذا الیوم فقالَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم اَجَلْ فکیفَ رأیتَ قالَ لم
اَرَکَ عَدَلتَ قالَ فغضبَ النبی
صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ ویحکَ اذا
لم یکن العدلُ عندی فعندَ مَن
یکون فقالَ عمرُ بن الخطّاب یارسول اللہ الا

غیلان کے زیور یا فارعہ بنت عقیل کے زیور مجھے عطا کیجئے اور بنو
ثقیف کی عورتوں میں یہ بہت زیور والی تھی اور مجھ سے ذکر کیا
گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یہ فرمایا کہ اے خُولہ
اور اگر ایسا ہو کہ ہم کو اجازت نہ دی گئی ثقیف پر (یعنی غلبہ نہ دیا
گیا)، تو خولہ نے آپؐ کے پاس سے نکل کر عمر بن الخطاب رضی اللہ
عنہ سے ذکر کیا تو عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
پہنچے اور کہا کہ اس بات کی کیا حقیقت ہے جو خولہ نے بیان
کی وہ یہ سمجھتی ہے کہ آپؐ نے اُس سے ایسا فرمایا ہے۔ فرمایا کہ
میں نے اُس سے ایسا کہا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ کیا یارسول اللہؐ اُن کے
بارے میں اجازت نہیں دی گئی ؟ فرمایا کہ نہیں عرض کیا کہ تو پھر
میں کوچ کرنے کا اعلان نہ کردوں ؟ فرمایا کہ ہاں کردو۔ تو عمرؓ
نے کوچ کا اعلان کردیا۔ دوسری یہ کہ جعرانہ میں غنیمتوں کی
تقسیم کے وقت ذوالخُوَیصرہ حاضر ہوا تو فاروقؓ کے دل میں
اُس کے قتل کا داعیہ پیدا ہوا۔ مروی ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص
سے کہ اُن سے کہا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس اس وقت موجود تھے جب آپؐ سے یوم حُنین میں تمیمی نے
گفتگو کی تھی ؟ کہا کہ ہاں آپؐ کے پاس تمیم میں کا ایک شخص آیا
تھا جس کو ذُوالخُوَیصرہ کہا جاتا تھا۔ وہ آپؐ کے پاس کھڑا ہوا
جب آپؐ لوگوں کو دے رہے تھے پھر بولا کہ اے محمدؐ ! میں نے
دیکھ لیا ہے جو کچھ آپؐ نے آج کے دن کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تو پھر تو نے کیا دیکھا ؟ بولا کہ
میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ عدل کرتے ہوں۔ کہا کہ اس
سے غصہ میں آگئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ افسوس
ہے تجھ پر جب کہ عدل میرے پاس بھی نہ ہوگا تو پھر کس کے
پاس ہوگا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب نے کہا یارسول اللہؐ کیا ہم اس کو

نقتلہٗ قال لادعوہ فانہ ستکون لہ شیعۃٌ یتعمّقون فی الدّین حتّٰی یخرجوا منہ کما یخرج السہم من الرمیۃ ینظر فی النّصلِ فلا یوجد شیءٌ ثم فی القدح فلا یوجد شیءٌ ثم فی الفوق فلا یوجد شیءٌ سبق الفرث والدم اخرجہ ابن اسحٰق سوم آنکہ استیذان نمودہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ انی نذرتُ فی الجاہلیۃ اَن اعتکف لیلۃً فی المسجد الحرام فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اَوْفِ بنذرک اخرجہ البخاری وفی بعض الروایات یا اخی اَشْرِکنا فی دعائک او لاتُنسنا فی دعائک واین تشریفے بود در حق حضرت فاروق رضی اللہ عنہ واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ تبوک نصفِ مال خود انفاق نمود واز انجملہ آنست کہ در حجّۃ الوداع حاضر بود وآن ہمہ مواعظ استماع نمود وجمیع آن مشاہد متبرکہ را ادراک فرمود واز انجملہ آنست کہ بسیارے از فضائل شریک صدیق اکبرؓ بود وسہیم او در مشاورت

قتل نہ کر دیں۔ فرمایا نہیں چھوڑو اس کو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی پیروی کرنے والی ایک جماعت ہو گی جو دین میں عیب جوئی کرے گی یہاں تک کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح (زود دار) تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ ایک شخص اس تیر کی نوک کو دیکھتا ہے تو کوئی چیز (لگی ہوئی) نہ ملے گی پھر اس کے قدحؔ (سیدھے حصہ) کو دیکھا جائے گا تو کوئی شے نہ ملے گی۔ پھر سوفار (تیر کے اوپر کا حصہ جو چلّہ پر رکھا جاتا ہے) کو دیکھے گا تو وہاں کچھ نہ ملیگا۔ وہ تیزی کے ساتھ گوبر اور خون میں سے نکل گیا۔ؔ اس کو روایت کیا ابن اسحٰق نے۔ تیسرؔی یہ کہ آپؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجدِ حرام میں معتکف رہوں گا۔ تو اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ (آپ نے یہ بھی فرمایا کہ) میرے بھائی ہم کو اپنی دعاء میں شریک رکھنا یا (یہ فرمایا) کہ ہم کو اپنی دُعاء میں بھلا نہ دینا۔ اور یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں بڑی عزّت افزائی تھی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں آپ نے اپنا نصف مال خرچ کر دیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ حجّۃ الوداع میں حاضر تھے اور آپ نے وہاں کے تمام مواعظ کو خوب سُنا اور متبرک مقامات میں حاضری کو بخوبی سمجھا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سے فضائل میں آپ صدیق اکبرؓ کے شریک تھے اور مشاورت میں آپ حصّہ دار رہے (یعنی رسول اللہ

عہ نہایہ میں ہے کہ تیر کو کاٹتے ہی قِطْعٌ کہتے ہیں۔ پھر تراش کر چھیل کر صاف کریں تو بَرِیٌّ کہتے ہیں پھر سیدھا کریں تو قِدْحٌ کہتے ہیں پھر پَر اور پیکان لگائیں تو سَہْمٌ کہتے ہیں ۱۲ لغات الحدیث۔ یہ حدیث شرح وبسط کے ساتھ مقصد اول جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ عہ اسی طرح یہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر فوراً ہی نکل جائیں گے۔ اس طرح کہ اسلام کا معمولی سا اثر بھی ان لوگوں میں باقی نہ رہے گا ۱۲

ودر تعبیر بلفظِ صالح المؤمنین نزدیکِ نزولِ آیۃ تحریم و در ثباتِ روز جمعہ وقتِ انفضاض (تفرق) قوم و این ہمہ مباحث را در مآثرِ حضرت صدیق رض بیان کردیم وازانجملہ آنست کہ بعد انتقالِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساعی ترینِ مردم بود برائے خلافتِ صدیق رض و ناصح ترینِ مردم درحق او و این معنی را بالا نوشتیم وازانجملہ آنست کہ در خلافتِ صدیقِ اکبر رض نائب مطلق خلیفہ ووزیر ومشیرِ او درمہمات وقاضی مدینہ او بود عن ابراہیم النخعی قال اوّلُ من وَلّٰی ابو بکرٍ شیئًا من امورِ المسلمین عمر بن الخطاب وَلّاہُ القضاء فکان اوّل قاضٍ فی الاسلام و قال اقضِ بینَ النّاس فانی فی شُغُلٍ اخرجہ ابو عمر وازانجملہ آنست کہ صدیقِ اکبر رض در آخر ایّام خود فاروق رض را ولیعہدِ خود ساخت و اورا از افضلِ امت خواند چنانکہ گزشت و ماخذِ قولِ او حدیثِ آنحضرت بود صلے اللہ علیہ وسلم عن جابر بن عبد اللہ قال قال عمر لابی بکر یا خیر النّاس بعدَ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اَمَا انّکَ اِن قلتَ ذاکَ فلقد سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم مشوروں میں ابو بکر رض کے ساتھ عمر رض کو بھی شریک رکھتے تھے) اور سورۂ تحریم کی آیت کے نزول میں لفظ صالح المؤمنین کی تعبیر میں (بھی آپ ابو بکر رض کے ساتھ شریک ہیں) اور جمعہ کے دن (خطبہ کے وقت) جب قوم متفرق ہوگئی (جس کا بیان سورۂ جمعہ میں ہے) آپ کا موجود رہنا اور ان تمام مباحث کو ہم حضرت صدیق رض کے مناقب میں بیان کرچکے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رض کی خلافت کے لئے آپ سب سے زیادہ سرگرم سعی رہے اور اُن کے حق میں تمام لوگوں سے زیادہ خیر خواہ رہے اور اس حقیقت کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ صدیقِ اکبر رض کی خلافت میں خلیفہ کے نائب مطلق اور مہمات میں اُن کے وزیر ومشیر اور مدینہ کے قاضی وہی تھے۔ مروی ہے ابراہیم نخعی سے اُنھوں نے کہا کہ سب سے پہلے جس شخص کو مسلمانوں کے کچھ امور پر ابو بکر رض نے متولی بنایا وہ عمر رض بن الخطاب تھے۔ ان کو عہدۂ قضا سپرد کیا تو وہ اسلام کے سب سے پہلے قاضی ہوئے اور ابو بکر رض نے اُن سے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان فیصلے آپ کیا کیجئے کیونکہ میں دوسرے شغل میں ہوں، اس کو ابو عمر نے روایت کیا۔

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ صدیقِ اکبر رض نے اپنے آخری ایام میں فاروق رض کو اپنا ولی عہد بنایا اور ان کو افضلِ اُمت فرمایا جیسا کہ گزر چکا اور اُن کے قول کا ماخذ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث تھی۔ مروی ہے جابر بن عبداللہ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) عمر رض نے ابو بکر رض کو اس طرح خطاب کیا "اے سب لوگوں سے بہتر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے" تو ابو بکر رض نے کہا کہ اب تم نے یہ کہدیا (تو مجھ سے بھی سُن لو کہ) واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا

یقولُ ما طلعتِ الشمسُ علےٰ رجلٍ خیرٌ من عُمرَ
اخرجہ الترمذی و معنی این کلام آنست کہ
فاروق رضؓ افضل امّت باشد در زمانے از ازمنہ
این قضیہ را مطلقہ عامہ می باید شمرد لہٰذا
فاروق رضؓ صدیق رضؓ را افضل می گفت و صدیق رضؓ
این معنی را از وی مسلم میگذاشت و حضرت
صدیق رضؓ فاروقِ اعظم رضؓ را اقوی و خیر النّاس
می گفت و او نیز این معنی را از وی مسلّم
میداشت این است شرح اعانتہا۔ فاروق
بہ نسبت جناب نبوّت و نسبتِ خلیفۂ پیغامبر
باز چون نوبت خلافتِ او رسید سیاستے
از وے ظاہر شد کہ ہیچ خلیفہ را میسّر نہ
نیامد نہ پیش از وے نہ بعد از وے فی
الاستیعاب وُلّی الخلافۃَ بعد ابی بکر بُویع لہٗ
بہا یومَ ماتَ ابو بکر باستخلافہ سَنَۃَ ثلٰث
عشرۃَ فسار باحسنِ سیرۃٍ وانزلَ نفسَہ من
مالِ اللہ بمنزلۃِ رجلٍ من النّاسِ و فتحَ اللہُ لہ
الفتوحَ بالشّام والعراقِ و مصرَ و دوّنَ
الدّواوینَ فی العطاءِ و رتّبَ النّاسَ فیہ
علےٰ سوابقِہم وکانَ لایخافُ فی
اللہِ لومۃَ لائم و ہو الّذی نوّرَ شہرَ
الصّومِ بصلوٰۃِ الاشفاعِ غیرہ و
اَرّخَ التّاریخَ من الہجرۃ الذے
بایدے النّاس الے الیوم و ہو
اوّل من سُمّی بامیر المؤمنین

آپؐ فرماتے تھے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو عمر رضؓ سے بہتر ہو، اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے معنے یہ ہیں کہ زمانوں میں سے ایک زمانہ میں فاروق رضؓ افضلِ اُمّت ہوگا۔ اس قضیہ کو مطلقہ عامہ سمجھنا چاہیے۔ لہٰذا فاروق رضؓ صدّیق رضؓ کو افضلِ اُمّت کہتے تھے اور صدیق رضؓ اس معنے کو ان کے لئے تسلیم شدہ قرار دیتے تھے اور حضرت صدیق رضؓ فاروق اعظم رضؓ کو اقوای (بڑا طاقتور) اور خیر النّاس (سب سے بہتر) کہتے تھے۔ اور وہ بھی اس معنے کو اُن کے حق میں تسلیم شدہ قرار دیتے تھے۔ یہ ہے اُن اعانتوں کی شرح جو فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ پیغمبرؐ کی کرتے رہے۔ پھر جب خود اُن کی خلافت کی نوبت آئی تو اُن سے ایسی سیاست کا ظہور ہوا کہ کسی خلیفہ کو میسّر نہ ہوئی نہ اُن سے پہلے اور نہ اُن کے بعد۔ استیعاب میں ہے کہ ابو بکر رضؓ کے بعد عمر رضؓ خلیفہ بنائے گئے۔ جس دن ابو بکر رضؓ کا انتقال ہوا آپؓ سے اُسی دن خلافت کی بیعت کی گئی تو وہ بہت اعلیٰ سیرت پر چلے اور وہ اپنی ذات کو اللہ کے مال کے سلسلہ میں ایک عام آدمی کے مرتبہ میں اتارے ہوئے تھے اور اللہ نے ان کو شام اور عراق اور مصر میں بہت فتوحات عطا فرمائیں اور عطیات کے لئے آپ نے رجسٹر بنوائے اور ان میں لوگوں کے ناموں کی ترتیب اُن کی سابقہ اعمال و خدمات کے لحاظ سے قائم کی اور وہ اللہ کے (احکام کے) بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے تھے اور وہی ہیں جنھوں نے ماہِ صیام (یعنی رمضان) کو نماز تراویح سے منوّر بنا دیا اور ہجرت کے حساب سے تاریخ کو قائم کیا جس پر آج تک سب لوگ عمل پیرا ہیں۔ اور وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المؤمنین کے خطاب سے موسوم کیا گیا۔

وہو اول من اتخذ الدرۃ وکان نقش
خاتمہ کفیٰ بالموت واعظًا یا عمر دریں
مقام حکایتے چند از قیام او بامر جہاد
و ظہورِ کثرتِ فتوح و وفورِ غنائم در
ایام او ایراد کنیم سال سیزدہم از ہجرت
فاروقِ اعظم رضہ چند روز متصل خطبہ
می خواند و تحریض مے فرمود مردمان را
بر جہادِ عجم وایشان بملاحظہ کثرت عُدد
و عَددِ آن جمع تقاعدی نمودند زیرا کہ
پادشاہی آنہا از زمانِ دراز در فارس
و رُوم محکم شدہ بود و افواج بسیار
و خزائن بیشمار ذخیرہ داشتند کہ عرب را ہیچ گاہ
مانند آن امکان نبود ازینجہت خدای عزّ و جلّ
فرمود سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ
اول کسیکہ داعیہ جہاد در خاطر او افتاد ابو عُبیدہ ثقفی
بود از کبار تابعین بعد از انجماعہ بعد جماعہ برای
حرب مہیا شدن گرفتند از انجملہ سلیط بن قیس کہ از حضار
مشہدِ بدر بود و حضرتِ فاروق رضہ قدر اولیتِ ابو
عُبیدہ در قبول داعیہ الٰہیہ بشناخت و اورا
بر جیشِ مسلمین امیر گردانید ہر چند در
میانِ ایشان اصحابِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بودند
لکن مبالغہ فرمود کہ در قضایا و
سوانح امور باصحابِ جنابِ رسالتؐ
مشاورت کند و ایشان را شریکِ خود

اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دِرّہ پکڑا۔ اور اُن کی مُہر کا نقش
یہ تھا کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَر (اے عمر بحیثیتِ واعظ موت
کافی ہے) اس موقع پر اُن کے امرِ جہاد کے قیام اور کثرتِ فتوحات
کے ظہور اور اُن کے زمانہ میں مالِ غنیمت بکثرت آنے کے بارے
میں درج کرتے ہیں۔ ہجرت کے تیرھویں سال میں فاروقِ اعظم رضہ
چند روز مسلسل خطبہ دیتے رہے جس میں لوگوں کو جہادِ عجم
کے لئے ترغیب دیتے تھے اور لوگ ان کے پاس سامانِ جنگ
کی فراوانی اور ان کی عددی کثرت کی وجہ سے مذبذب ہو رہے
تھے کیونکہ اُن کی بادشاہی زمانۂ دراز سے فارس و روم میں
محکم شدہ تھی اور اُن کے پاس بہت سی افواج اور بے شمار خزانوں
کے ذخیرے موجود تھے کہ اُن کی سطح پر آنے کا عرب کے لئے امکان
نہیں تھا، اسی جہت سے اللہ عزّ وجل نے فرمایا سَتُدْعَوْنَ
الخ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی
طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ سب
سے پہلے جس شخص کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا وہ ابو عُبیدہ
ثقفی تھے جو کبارِ تابعین میں سے تھے اس کے بعد ایک جماعت
کے بعد دوسری جماعت جنگ کے لئے تیار ہونے لگی۔ ان میں سے
سلیط بن قیس رض تھے جو کہ جنگِ بدر کے حاضرین میں سے تھے اور
حضرت فاروق رض نے ابو عبیدہ کی داعیہ الٰہیہ (یعنی عجم پر جہاد)
کو سب سے پہلے قبول کرنے میں اولیت کی قدر شناسی کی اور
اُن کو مسلمانوں کے لشکر پر امیر بنایا۔ اگرچہ اُن کے درمیان آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض موجود تھے۔ لیکن آپ
نے (ابو عبیدہ کو) مبالغہ (کے ساتھ حکم) فرمایا کہ قضایا کے
فیصلوں اور پیش آنے والے امور میں اصحابِ جنابِ رسالت
مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے رہیں اور اُن کو اپنا شریک

داند فرمود ہیچ چیز مرا از تامیر سلیط مانع نشد الّا
تعجیل و مسارعتِ او در حرب و خوفِ ہلاکِ مردم
بسبب تہوار او بالجملہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی
و ابو عبیدہ ثقفی با ہمراہیان خویش متوجہ عراق
گشتند و ازاں طرف رستم فرخ زاد و جابان را
بالشکرے جرار بمقابلہ فرستاد و بعد تلاقی فئتین
جنگے عظیم در پیوست آخر کار کفار ہزیمت یافتند
و غنیمت بے حساب بدست اہلِ اسلام آمد ہنوز
تقسیم غنائم نہ شدہ بود کہ نرسی سپہ سالار
عجم کہ خالہ زادہ کسرے بود بالشکرے عظیم
بسوئی ایشان متوجہ شد و رستم سردارے دیگر
جالیوس نام را با فوج کثیرے بکمکِ او تعین نمود
ابو عبیدہ پیش ازانکہ اجتماع ہر دو فریق شود
بہ نرسی رسید و وی را منہزم گردانید و بر مال
خطیر دست یافت انگاہ بے توقف بجانب
جالیوس متوجہ شد و او را نیز ہزیمت داد و از
وی نیز غنائم فراوان در تصرف آورد و بعد ازان
ابو عبیدہ ازان ہمہ غنائم و سبایا خمس را جدا
کردہ بدار الخلافت فرستاد و باقی را بر غزاۃ قسمت
نمود چون خبر ہزیمت افواج بملکِ فارس
رسید انفعالِ عظیم بخاطر شان راہ
یافت و بہمن جادو را برائے
تدارک با سی ہزار مرد و
سی فیل فرستاد و ازان جملہ
فیلِ ابیض کہ از وقتِ پرویز

سمجھیں۔ آپ نے فرمایا سلیط کو امیر بنانے میں مجھے کوئی بات مانع
نہیں ہوئی بجز اس کے کہ زیادہ دلیر ہونے کی وجہ سے وہ جنگ
میں عجلت و سرعت کے خوگر ہیں جس میں لوگوں کے ہلاک ہونیکا
اندیشہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی اور ابو عبیدہؓ ثقفی
اپنے ساتھیوں کو لے کر عراق کی جانب متوجہ ہو گئے، اور اُس طرف
سے (شاہ فارس نے) رستم فرخ زاد اور جابان کو ایک جرار
لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا، ہر دو فریق کے مل جانے
کے بعد ایک جنگِ عظیم شروع ہو گئی، انجام کار کفار کو شکست
ہوتی اور اہلِ اسلام کے ہاتھوں میں بے حساب مالِ غنیمت
آیا۔ ابھی تک اموالِ غنیمت کی تقسیم نہ ہونے پائی تھی کہ عجم کا
سپہ سالار نرسی جو کسریٰ کی خالہ کا بیٹا تھا ایک زبردست
لشکر کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو گیا، اور رستم نے ایک دوسرے
سردار کو جس کا نام جالیوس تھا ایک کثیر فوج کے ساتھ اُس
کی کمک کے لئے متعین کیا۔ ابو عبیدہؓ قبل اس کے کہ دونوں
(نرسی اور جالیوس) کی افواج مجتمع ہوں، نرسی پر جا پہنچے
اور اُس کو ہزیمت دیدی اور بہت سے مال پر قابض ہو گئے۔
اس کے بعد بے توقف جالیوس کی جانب متوجہ ہو گئے اور
حملہ کر کے اُس کو بھی شکست دیدی اور وہاں سے غنیمت
میں اموالِ فراواں تصرف میں لائے اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے
ان تمام غنیمتوں اور اسیروں میں سے پانچواں حصہ نکال کر
دار الخلافہ بھیجا اور باقی کو غازیوں پر تقسیم کر دیا۔ جب افواج
کی ہزیمت کی خبر ملک فارس میں پہنچی تو اُن کے دلوں میں
بہت غیرت و شرمندگی پیدا ہوئی اور تدارک کے لئے (شاہ فارس
نے) بہمن جادو کو تیس ہزار جوانوں اور تیس ہاتھیوں کے
ساتھ بھیجا، اُن میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا جس کو پرویز کے

اورا مبارک می شمردند ودر ہیچ معرکہ نبود
الا کہ اہل آن معرکہ فیروز می شدند بادرفش کاویانی
کہ از زمانِ فریدون درخزائنِ عجم ذخیرہ بود و
آن را رایتِ فتح وآیتِ نصرت می پنداشتند
ہمراہ کرد رستم نیز فوجی عظیم ہمراہ او داد ابوعُبیدؓ
این مرتبہ کارفرمای تہور شدہ از پُلِ فرات
گزشتہ بمحاربہ در پیوست اوّلاً تزلزلے در
میانِ مسلمین اُفتاد جاہلے از اہلِ اسلام پُل
را برہم زد تا راہ گریز نداشتہ باشند ابوعُبیدؓ
با جمعے سپاہ از اسپان فرود آمدہ شمشیرہا
کشیدہ خراطیمِ فیلان را قطع نمودند وابوعُبیدؓ
بر فیلِ ابیض رسید و خرطومِ اورا بُرید وقت
معاودت بلشکرِ خود پایش بلغزید و بیفتاد و
درین حالت فیلِ ابیض اورا زیر پا درآورد و شہید
ساخت وبعد از وی ہفت کس از جوانمردان لوائے
او برمیگرفتند و بدرجۂ شہادت میرسیدند تا آنکہ آخرکار
آن لوا را مثنیٰؓ بن حارثہ برداشت وبصرفہ وحکمت
بجنگ مباشرت نمود انجام کار کفار از حرب متقاعد شدند
و مسلمانان فرصتِ غنیمت یافتہ بر سرِ پُل آمدند
و کیف ما اتفق پُل شکستہ را درست ساختہ عبور
نمودند درین مقتلہ چہار ہزار کس شہید شدند
حضرتِ فاروقؓ ازین ماجرا بغایت محزون
گشت وبسبب انکسار مسلمین نزدیک
بود کہ قاعدۂ جہاد برہم خورد عنایتِ الٰہی
ناگہان دررسید ودر فوج رستم

زمانہ سے مبارک سمجھا جاتا تھا اور وہ جس معرکہ میں بھی بھیجا گیا تھا
اُس میں لوگوں کو فتح ہوتی رہی ہے۔ اور درفش کاویانی کو بھی
جو کہ فریدوں کے زمانہ سے عجم کے خزانوں میں محفوظ تھا اور
اُس کو ان لوگوں نے فتح کی نشانی اور نُصرتِ (غیبی) کی علامت
قرار دے رکھا تھا ساتھ کر دیا۔ رستم نے بھی ایک بہت بڑی
فوج اُس کے ہمراہ کر دی۔ اس مرتبہ ابو عبیدہؓ دلیری کے ساتھ
فرات کے پُل کو عبور کر کے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ اوّلاً مسلمانوں
میں ایک تزلزل واقع ہوا۔ اہلِ اسلام میں سے کسی جاہل نے
پُل کو توڑ دیا کہ گریز کی راہ باقی نہ رہے۔ ابو عبیدہؓ نے فوج کی
ایک ٹکڑی کے ساتھ گھوڑوں سے اُتر کر تلواریں کھینچ لیں اور
ہاتھیوں کی سونڈوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ اور ابو عبیدہؓ سفید
ہاتھی کے مقابلہ پر پہنچے اور اُنھوں نے اُس کی سونڈ کو کاٹ
دیا، جب اپنے لشکر کی طرف لوٹنے لگے تو ان کا پاؤں پھسلا اور
وہ گر پڑے۔ اس حالت میں سفید ہاتھی نے حملہ کر کے اُن کو اپنے
پاؤں سے مَسل کر شہید کر دیا۔ اُن کے بعد جوانمردوں میں سے
سات آدمی یکے بعد دیگرے اُن کے جھنڈے کو سنبھالتے اور
درجۂ شہادت پر پہنچتے رہے، یہاں تک کہ آخر کار وہ جھنڈا
مثنیٰ ابن حارثہؓ نے اُٹھایا اور بڑی ہمت اور حکمت کے ساتھ جنگ
میں مصروف ہو گئے، انجام کار کفار جنگ میں (پیش قدمی سے)
ڈھیلے پڑے اور مسلمان یہ موقع غنیمت جان کر پُل پر آ گئے
اور کسی نہ طرح اُس ٹوٹے ہوئے پُل کو درست کر کے اُس سے عبور
کر گئے۔ اس قتال میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت
فاروقؓ اس واقعہ سے بہت غمگین ہوئے، اور مسلمانوں کے
حوصلے ٹوٹ جانے سے قریب تھا کہ اُس اُٹھنے والے جہاد میں
برہمی ہو جاتی کہ اچانک رحمتِ خداوندی آ پہنچی اور رستم کی فوج میں

اختلاف در افتاد و دو فریق گشتند و حدّت ایشان کلیل گشت چندروز بر حرب جرأت نیارستند سالِ چہاردہم بقول اکثر اہلِ تاریخ فتحِ دمشق دست داد و بقولِ جمعے دیگر این واقعہ در سال سیزدہم بود نزدیک بوفاتِ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ بالجملہ ہرقل ماہان نام سردارے را با گران لشکری بمددِ اہلِ دمشق فرستاد و کفّار در ہر ناحیہ متحصّن بحصون گشتہ بإعدادِ آلاتِ حرب مشغول شدند و ابو عبیدۃ بن الجراح صورتِ حال را بعرض حضرتِ فاروق رسانید حضرت فاروق رض برائے او مکتوبے نوشت متضمن آنکہ اوّلاً عنانِ عزیمت بجانبِ دمشق معطوف سازد و در ہر ناحیہ فوجے از مسلمانان فرستد تا اہلِ آن ناحیہ را مشغول دارند و توغّل در حرب ہیچ کدام نکنند تا آنکہ دمشق مفتوح شود از ان طرف ماہان با لشکرِ خود از دمشق برآمدہ بآراستگی صفوف مشغول شد ازین طرف ابو عبیدۃ رض بمقابلہ آنہا دادِ قتال بداد بعد تردّدِ عظیم شکست بر لشکرِ کفّار افتاد جمعے جانب ہرقل گریختند و طائفہ بشہرِ دمشق متحصّن شدند باز ابو عبیدۃ رض و خالد رض بمحاصرۂ دمشق اہتمام کلّی بکار بردند و این محاصرہ مدّت دراز کشید اتفاقاً بطریقے از بطارقہ دمشق را در ہمین ایام فرزندے متولّد شد ازین سبب بترتیب جشنے

ایک اختلاف واقع ہوگیا اور وہ دو فریق ہوگئے اور اُن کی تیزی کُند ہوگئی اس لئے وہ چند روز تک جنگ کی جرأت نہ کرسکے۔ بقولِ اکثر اہلِ تاریخ کے چودھویں سال میں دمشق کی فتح حاصل ہوئی اور بقولِ دیگر مؤرخین کی ایک جماعت کے یہ واقعہ تیرھویں سال میں پیش آیا تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب۔ الغرض ہرقل نے ایک سردار کو جس کا نام ماہان تھا ایک بھاری لشکر کے ساتھ اہلِ دمشق کی مدد کے لئے بھیجا اور کفّار ہر علاقہ میں قلعوں میں محفوظ ہو کر آلاتِ حرب کی تیاری میں مشغول ہوگئے اور ابو عبیدہ رض بن الجراح نے اس صورتِ حال کو حضرت فاروق رض کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت فاروق رض نے اُن کو ایک مکتوب تحریر فرمایا جو ان احکام پر مشتمل تھا۔ اوّلاً یہ کہ آپ کو دمشق کی طرف روانہ ہوجانا چاہیئے اور ہر علاقہ میں مسلمانوں کی ایک فوج بھیجدیں تاکہ وہ ان علاقہ والوں کو (گاہے گاہے حملے کرکے) مشغول رکھیں اور ان میں سے کسی علاقہ پر لڑائی میں زیادہ زور نہ ڈالیں یہاں تک کہ دمشق فتح ہوجائے۔ اُس طرف سے ماہان اپنے لشکر کے ساتھ دمشق سے نکل کر صفوں کی درستی میں مشغول ہوا اور اس طرف سے ابو عُبَیدہ رض نے اُن کے مقابلہ پر دادِ شجاعت دی گھمسان کی جنگ کے بعد کفّار کے لشکر پر شکست پڑی ان کی ایک جماعت ہرقل کی طرف بھاگی اور ایک جماعت شہر دمشق میں قلعہ بند ہوگئی، اس کے بعد ابو عُبَیدہ رض اور خالد رض نے دمشق کے محاصرہ کا پورا اہتمام کیا اور اس محاصرہ پر مدّت دراز گزر گئی۔ اتفاقاً دمشق کے بطریقوں (یعنی افسر سرداروں) میں سے ایک سردار کے گھر میں ان ہی دنوں میں ایک لڑکا پیدا ہوگیا اس سبب سے وہ ایک جشن مرتب

مشغول شدند وافراط در لہو ولعب ایشان از محافظتِ سور (شہر پناہ) غافل نمود دلیرانِ اسلام فرصت را غنیمت شمردہ سلالیم واوہاق (نردبانہا، کمندہا) کہ برائی شل ہمین روز آمادہ ساختہ بودند استادہ نمودہ تکبیر گویان بر بلندی سور برآمدہ بوابان را بزخم سیوف بدوزخ رسانیدہ دروازہ را کشادند وجنگے عظیم بظہور پیوست از جانب خالدؓ عنوۃً (بزور قہر) واز جانب ابوعبیدہؓ صلحاً فتح دمشق متحقق گشت ودرہمین سال جریر بن عبداللہ بجلی از جانبِ یمن بملازمتِ فاروق رسید حضرت فاروق چہار ہزار مرد از بجیلہ وکندہ ودیگر قبائل مرتب ساختہ جریر را امیرِ آن لشکر فرمود وبجانبِ عراق بمددِ مثنیؓ روان نمود جریر وقوم او از آنکہ تحت رایت مثنیؓ درآیند استنکاف (کراہت) ورزیدند حضرت فاروقؓ برائی تالیفِ قلوب ایشان رُبع خمس ہر غنیمتے کہ باہتمام ایشان حاصل شود وزیادہ بر سہم غنیمت بایشان تنفیل (عطاء) فرمود وبرائی مثنیؓ نامہ نوشت کہ شرائط توقیر وتبجیلِ جریر را مرعی دارد زیراکہ شرفِ صحبتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریافتہ است سردارانِ عجم چون این خبر شنیدند فوج کثیر فراہم آوردہ مہران ہمدانی را بامارتِ آنہا منصوب ساختہ برائے مقابلۂ مثنیؓ وجریر نامزد گردانیدند ایشان این ماجرا بعرضِ حضرتِ فاروقؓ رسانیدند وے رضی اللہ عنہ از ہر قبیلہ جمعے را برائے مددِ مثنیؓ معین فرمود و حکم کرد کہ مستعجلاً کارسازی (آمادگی) نمودہ

کرنے میں مشغول ہوتے اور لہو ولعب میں منہمک ہوکر دیوارِ شہر پناہ کی حفاظت سے غافل ہوگئے۔ اسلام کے بہادروں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور سیڑھیاں اور کمندیں جو اُنھوں نے اسی دن کے لئے تیار کر رکھی تھیں کھڑی کرتے تکبیر کہتے ہوئے دیوار کی فصیل پر چڑھ گئے (اور نیچے اُتر کر) دربانوں کو تلوار کی دھار پر رکھ کر جہنم رسید کیا اور دروازہ شہر کھول دیا اور ایک جنگِ عظیم واقع ہوئی۔ خالدؓ کی طرف کا شہر کا حصّہ جنگ سے مغلوب ہوا اور ابوعبیدہؓ کی جانب کا حصّہ صلح سے، اس طرح سے شہر دمشق فتح ہوگیا۔

اسی سال میں جریرؓ بن عبداللہ بجلی یمن کی جانب سے حضرت فاروقؓ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت فاروقؓ نے چار ہزار مَردوں کا لشکر قبیلۂ بجیلہ وکندہ اور دیگر قبائل کا مرتب کر کے جریر کو اُس لشکر کا امیر بنا کر عراق کی جانب مثنیؓ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ جریرؓ اور اُن کی قوم نے اس بات سے اعراض کیا کہ وہ مثنیؓ کے جھنڈے کے نیچے آئیں۔ حضرت فاروقؓ نے ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے ہر اُس غنیمت میں سے جو اُن کے اہتمام سے حاصل ہو ایک خُمس کا چوتھائی حصّہ اُن کے غنیمت کے حصّہ پر بڑھا دیا اور مثنیؓ کو ایک خط لکھا کہ شرائط توقیر وتعظیم میں جریرؓ کی رعایت رکھے اس لئے کہ جریرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرّف ہوتے ہیں۔ سردارانِ عجم نے جب یہ خبر سُنی تو ایک فوج کثیر فراہم کر کے مہران ہمدانی کو اس کا سردار بنایا اور اس کو مثنیؓ اور جریر کے مقابلہ پر نامزد کر دیا۔ اُنھوں نے یہ ماجرا حضرت فاروقؓ کی خدمت میں پہنچایا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت کو مثنیؓ کی مدد کے لئے معین فرمایا اور حکم کیا کہ عجلت کے ساتھ تیاری کر کے

خودرا بر مصافّ حاضر گردانید و مثنیؓ نیز ازان بلاد کہ در تصرّف او بود لشکری آراست بعد تلاقی فریقین مہران بر اسپے گلگون بر گستوانے از اطلس بران انداختہ بمیدانِ مبارزت جولان کنان درآمد غلامے از اہل ذمہ تیرے بجانبِ او روان کرد بتائیدِ الٰہی بر مقتلِ وے رسید واز اسپ بیفتاد و شکست بر لشکرِ عجم واقع شد و طرفہ معرکہ و عجیب مقتلہ آن روز بظہور انجامید ازین جہت آن را یوم الاعشار گویند (جمع عشر بمعنی دہ ۱۲) زیرا کہ صد کس از مبارزان بشمار درآمد کہ دران روز ہر یکے دہ کس از کفّار کشتہ بود وچندان غنائم و سبایا (اسیران ۱۲) بدست آمد کہ پیش ازین گاہے میسّر نشدہ بود بعد ازان مثنیٰؓ بن حارثہ بشر بن الخصاصیہ صحابی را بر بلادِ عراق خلیفہ ساختہ خود باوجودِ عدمِ اندمال جراحات کہ در واقعۃ الجسر (جنگ پل ۱۲) بوی رسیدہ بود قصد غارت خنافس نمود و آن سوقی بود کہ در سال یکبار تجّارِ کفّار آنجا اجتماعِ عظیم میداشتند ناگاہ بر سرِ آنجماعہ ریخت و غنائمِ فراوان بدست آورد باز قصدِ سوقِ بغداد کرد و آن نیز سوقے عظیم بود کہ ہر سال جمِ غفیرے آنجا مجتمع می شدند بغتۃً بر آنہا حملہ آورد و یارانِ خود را فرمود کہ سوائے نقدین و جواہر و اقمشہ و امتعۂ قیمتی برندارند ہزار اشتر ازین اجناس پُر کردہ بسلامت مراجعت نمودند

اپنے کو میدانِ جنگ میں حاضر کر دیں۔ مثنیٰؓ نے بھی ان شہروں میں سے جو اُنکے زیر تصرّف تھے ایک لشکر مہیّا کر لیا۔ فریقین کے مِل جانے کے بعد مہران ایک سُرخ رنگ کے گھوڑے پر جس پر اطلس کا جامہ پڑا ہوا تھا سوار ہو کر میدانِ جنگ میں دوڑتا ہوا آیا۔ اہلِ ذمہ میں سے ایک غلام نے ایک تیر اُس کی طرف پھینکا، تائیدِ الٰہی سے وہ اُس کے مقتل پر پہنچ گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا اور لشکرِ عجم پر شکست واقع ہو گئی۔ اور یہ ایک عجیب جنگ اور نادر معرکہ تھا جو اُس دن ظہور میں آیا۔ اسی بنا پر اس کو یوم الاعشار کہتے ہیں۔ (اعشار عشر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں دس) اس لئے کہ لڑنے والوں میں ایسے ایک سو آدمی شمار میں آئے کہ اُس دن اُن میں سے ہر ایک نے کفار کے دس آدمیوں کو قتل کیا تھا اور اتنے اموالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے کہ اس سے پہلے کبھی میسّر نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد مثنیٰؓ بن حارثہ نے بشرؓ بن الخصاصیہ صحابی کو بلادِ عراق پر قائم مقام بنا کر خود باوجود اُن زخموں کے ابھی تک مندمل نہ ہونے کے جو پُل کی جنگ میں اُن کو پہنچے تھے خنافس پر لُوٹ ڈالنے کا قصد کیا اور یہ ایک بازار تھا کہ کفّار تاجرین سال میں ایک مرتبہ وہاں بہت بڑا اجتماع کیا کرتے تھے، اچانک اس جماعت کے سر پر جا پڑے اور بہت سے اموالِ غنیمت پر قبضہ کیا۔ پھر بازارِ بغداد کا قصد کیا اور وہ بھی بہت شاندار بازار تھا کہ ہر سال وہاں ایک زبردست میلہ لگتا تھا، اچانک اُن پر حملہ کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت کی کہ سونے چاندی اور جواہر اور ریشمی کپڑوں اور بیش قیمت چیزوں کے سوا اور کچھ نہ اُٹھائیں۔ اس قسم کی چیزوں کو ایک ہزار اُونٹوں پر لدوا کر سلامتی کے ساتھ مراجعت کی۔

سالِ پانزدہم و سالِ شانزدہم فرقانِ اکبر درمیانِ اسلام و کفر بسعی و اہتمام او رضی اللہ عنہ بظہور پیوست و اینجا واضح گشت کہ تسمیہ خلیفۂ ثانی بفاروقِ اعظم بچہ وجہ بودہ است و اینجا دو نکتہ باید شناخت نکتۂ اُولیٰ آنکہ در شریعت متواتر بالمعنی است کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خبر دادند بآنکہ فارس و روم فتح خواہد شد و غنائم بے شمار از ایشان بدستِ مسلمین خواہد آمد قال اللہ تعالےٰ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ و قال وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا الآیۃ بعد ما قال وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ اگر منصفے درین آیۃ تأمل کند و سیاق و سباق را مستحضر سازد مضطر شود بآنکہ غنائم کثیرہ کہ اوّل مذکور شد غنائم حُنین است کہ در زمانِ سعادت نشانِ جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم صورت وجود یافت عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ فتحِ خیبر است وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا غنائم فارس و روم است قال ابن عباس والحسن و مقاتل ہی فارس والروم ما کانت العرب

پندرھویں سال اور سولھویں سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مساعی سے اسلام اور کفر کے درمیان "فرقانِ اکبر" (امتیازِ کامل) کا پورا پورا ظہور ہوگیا۔ اور اس موقع پر واضح ہوگیا کہ خلیفۂ ثانی کو "فاروقِ اعظم" کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ اور یہاں دو نکتے پہچاننے چاہئیں پہلا نکتہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ بات متواتر بالمعنے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ فارس اور روم فتح ہوگا اور ان لوگوں سے بے شمار اموالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں میں آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (۶۱: ۹) تاکہ اس (دین) کو (بقیہ) سب دینوں پر غالب کردے) اور فرمایا وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا الخ (۴۸: ۲۱) اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالےٰ اُس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔" یہ اس ارشاد کے بعد فرمایا وَعَدَكُمُ اللَّهُ الخ (۴۸: ۲۰) اللہ تعالےٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سرِ دست تم کو یہ دیدی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم روک دیئے۔" اگر کوئی منصف اس آیت میں غور کرے تو وہ مجبور ہوجائے گا یہ تسلیم کرنے پر کہ غنائم کثیرہ (بہت سے اموالِ غنیمت) جو کہ پہلے مذکور ہوئے وہ غزوۂ حُنین کے اموالِ غنیمت ہیں جو جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانِ سعادت نشان میں ظہور میں آئے اور عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ (سو سرِ دست تم کو یہ دیدی ہے) فتحِ خیبر ہے اور وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا (اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی) فارس اور روم کی غنیمتیں ہیں۔ ابن عباسؓ اور حسنؒ اور مقاتلؒ کا قول ہے کہ یہ فارس اور روم ہیں۔ عرب فارس اور روم کے ساتھ

تقدر علی قتال فارس والروم کانوا خولاً لہم (العرب اتباعاً لفارس والروم)
حتی قدروا علیہا بالاسلام ونیز مضطر شود
بآنکہ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ
شَدِيدٍ مراد ازین اولی بأس شدید فارس
وروم است قال ابن عباس و مجاہد
والحسن ہم فارس والروم ودر حدیث
شیخین آمدہ رأیت کأنما وضع فی یدی
مفاتیح خزائن الارض ونیز در حدیث
شیخین ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ
وہلک قیصر فلا قیصر بعدہ ونیز
در باب رمی (تیراندازی) عن عقبۃ بن عامر قال
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول ستفتح علیکم الروم
ویکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلہو
بأسہمہ اخرجہ مسلم پس این ہمہ
نعم الٰہی است ووجود این امور معجزہ
آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم و
بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متضمن
است فتح فارس را قال تعالیٰ وَآخَرِينَ
مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ یعنی فارس
خدای عز وجل از فوق سمٰوات ارادہ
ابطال سلطنت فارس وروم و
برہم زدن ملت ایشان فرمود و
آنحضرت را صلی اللہ علیہ و
سلم جارحہ اتمام مراد

لڑنے پر قادر نہیں تھے یہ لوگ تو اُن کے پچھ لگو تھے یہاں تک کہ اسلام کی بدولت اس پر قادر ہو گئے۔ اور نیز مجبور ہوگا یہ تسلیم کرنے پر کہ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ (۴۸: ۱۶) یعنی عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے۔" اس "اولی بأس شدید" سے مراد فارس اور روم ہیں۔ ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور حسنؒ کا قول ہے کہ وہ فارس اور روم ہیں۔ اور حدیث شیخین (بخاری و مسلم) میں آیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں رکھدی گئیں۔ اور نیز حدیث شیخین میں ہے کہ کسریٰ ہلاک ہوا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر ہلاک ہوا پھر اُس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور نیز باب الرمی میں ہے مروی ہے عقبہؓ بن عامر سے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عنقریب تم پر روم مفتوح ہو جائیگا پھر تم میں سے کوئی اس سے عاجز نہ ہوگا کہ اپنے تیروں سے کھیلے، اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان امور کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت متضمن ہے فارس کی فتح کو (یعنی جس طرح بعثت کا مقصد شرک کو مٹانا اور توحید الٰہی کو قائم کرنا تھا اسی طرح فارس کا فتح کرنا بھی تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ الخ (۶۲: ۳) اور (علاوہ ان موجودین یعنی عرب کے) دوسروں کے لئے بھی (آپ کو مبعوث کیا) جو ابھی ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتے (یعنی فارس خدائے عز وجل نے آسمانوں کے اوپر سے سلطنت فارس وروم کو باطل کرنے اور ان کی ملت کو درہم برہم کر دینے کا ارادہ کرلیا تھا اور اپنی مراد کو پورا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

خود ساخت و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
پیش از ظہورِ این امر خطیر برفیقِ اعلےٰ
انتقال نمودند و ہمان داعیہ بواسطہ آن
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم از سینۂ
فاروقِ اعظم رضہ باز جوشید وہمگی او را رضی
اللہ عنہ مطیع امر خود ساخت و عقل و
قلب او را منقادِ آن امر فرمود و در
دلِ حاضرین پرتوِ نورِ فاروق رضہ انداخت
تا غزاۃِ اسلام اجتماع تمام پیدا کردند
و دست بُردی عجیب ظاہر گشت کشایش
زیادہ از کوشش دیدند و اَبْعَثُ جَیْشًا
تَبْعَثُ خَمْسَۃً مِثْلَہٗ (کما وقع فی الحدیث القدسی ۱۲) بفقدِ حالِ
ایشان شد نکتۂ دوم آنکہ
اہتمام فاروق رضہ در فتح فارس و روم بوجوہ
بسیار بودہ است یکی آنکہ دعا می نمود
در صلوٰۃِ خود و ہمتی تمام درین کار بکار
می بُرد قال النووی فی الاذکار جاء عن
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قنت فی الصبح
بعد الرکوع فقال اللّٰہم انا نستعینک
و نستغفرک و لا نکفرک و نؤمن
بک و نخلع من یفجرک اللّٰہم ایاک
نعبد ولک نصلے و نسجد و الیک نسعٰے
و نحفد نرجوا رحمتک و نخشے
عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق
اللّٰہم عذب الکفرۃ الذین

آلہ کار بنایا، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس اہم کام کے ظہور
میں آنے سے پہلے رفیقِ اعلیٰ سے جاملے اور اُسی داعیہ نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے پھر فاروقِ اعظم رضہ کے سینہ سے
جوش مارا اور آپ کو (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) پورے طور پر اپنے
قبضہ میں کرلیا اور آپ کی عقل کو اور قلب کو اُس امر کا بخوبی مطیع
کرلیا۔ اور حاضرین کے دلوں میں حضرت فاروق رضہ کے نور کا پرتو
ڈال دیا، یہاں تک کہ غازیانِ اسلام اس پر مکمل طور پر مجتمع ہوگئے
اور عجیب وغریب تصرفات ظاہر ہوئے اور سب نے اپنی کوشش
سے زیادہ کشایش کا مشاہدہ کرلیا اور یہ (حدیث قدسی) گویا اُن
ہی کے حال سے متعلق ہوگئی اَبْعَثْ جَیْشًا الخ یعنی تو اپنا لشکر
بھیج ہم اُس سے پانچ گنا اپنا لشکر بھیج دینگے۔ **دوسرا نکتہ** یہ
کہ فاروق رضی اللہ عنہ کا اہتمام فارس اور روم کی فتح میں
بہت سی وجوہ کے ساتھ جاری رہا۔ اول یہ کہ آپ اپنی نماز میں
دُعاء کیا کرتے اور پوری ہمت اس کام میں بسر کرتے رہتے۔ نووی
نے کتاب الاذکار میں ذکر کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے
بارے میں منقول ہے کہ وہ صبح کی نماز میں بعد (دوسری رکعت کے)
رکوع کے دُعاء قنوت پڑھا کرتے تھے۔ یہ پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنَّا
نَسْتَعِیْنُکَ الخ یعنی اے اللہ! ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں اور ہم آپ
سے مغفرت چاہتے ہیں اور آپ کے ساتھ کفر نہیں کرتے اور آپ
پر ایمان لاتے ہیں اور اُن سے ترکِ تعلق کرتے ہیں جو آپ کی
نافرمانی کرنے والے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے
ہیں اور آپ ہی کے لئے نماز پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں اور
آپ ہی کی طرف دوڑتے اور جھپٹتے ہیں۔ ہم آپ کی رحمت کی
اُمید کرتے اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک آپ کا عذاب
حقیقی کفار سے ملنے والا ہے۔ یا اللہ عذاب دے ان کفار کو جو دنیا

يَصُدُّونَ عن سبيلك ويكذِّبون رُسلكَ و
يُقاتِلون اولياءك اللّهمّ اغفر للمؤمنين و
المؤمناتِ والمسلمين والمسلمات واَصْلِحْ ذاتَ
بينهم واَلِّفْ بين قلوبهم واجعل في قلوبهم
الايمانَ والحكمةَ وثبِّتهم على مِلّتِ رسولكَ
صلى الله عليه وسلم واَوزِعهم اَن يُوفُوا
بعهدِكَ الذي عاهدتهم عليه وانصرهم
على عدوِّك وعدوِّهم اِلٰهَ الحقّ و
اجعلنا منهم دوم آنکہ خُطب بلیغہ متضمن
تحریص بر جہاد و ترغیب مجاہدین
مے خواند و احادیثِ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم درین باب روایت می نمود
سوم آنکہ تہیۂ اسباب مجاہدین باہتمام
ہرچہ تمام تر می فرمود اخرج مالک عن
یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب کان
یحمل فی العام الواحدِ علی اربعین الف
بعیرٍ یحمل الرجلَ الی الشام علی بعیر و
یحمل الرجلین الی العراق علی بعیر
فجاءہ رجلٌ فقال احملنی و سُحیماً فقال لہ عمر
ابن الخطاب اَنشُدُکَ اللہَ اَ سُحیمٌ زِقٌّ
قال نعم چہارم آنکہ
ترتیب جیوش و تقدیم
فتح

ہی ہیں) جو آپ کے راستہ سے روکنے والے ہیں اور آپ کے رسولوں
کی تکذیب کرنے والے ہیں اور آپ کے خاص بندوں سے قتال کرنے
والے ہیں۔ اے اللہ! مغفرت کیجئے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں
کی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اُن کے تعلقاتِ
باہمی کی اصلاح کیجئے اور اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت
پیدا کر دیجئے اور اُن کے دلوں میں ایمان اور دانائی رکھد یجئے
اور اُن کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ثابت قدم
رکھئے اور ان کو توفیق بخش دیجئے اس امر کی کہ وہ آپ کے اُس
عہد کو پورا کریں جو عہد آپ نے اُن سے لیا ہے اور مدد دیجئے
ان کو اُن کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر۔ اے
سچے معبود اور ہم کو اُن لوگوں میں شامل رکھئے۔ دوم یہ کہ ایسے
بلیغ خطبے آپ دیتے رہتے تھے جو دلوں میں جوش جہاد پیدا کرتے
اور مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور اس باب میں آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کیا کرتے تھے۔
سوم یہ کہ اسباب مجاہدین کی تیاری میں پورا پورا اہتمام فرمایا
کرتے تھے۔ مالک رح نے روایت کی یحیےٰ بن سعید سے کہ عمر رض بن الخطاب
ایک سال میں چالیس ہزار اونٹوں کی سواری کا انتظام کرتے رہے
ہیں۔ آپ شام کی طرف ایک آدمی کو ایک اونٹ پر سوار کر کے
بھیجتے اور عراق کی طرف ایک اونٹ پر دو آدمیوں کو۔ ایک دن
آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ مجھے اور سُحیم کو
سواری دیجئے تو اس سے عمر رض بن الخطاب نے کہا کہ میں تجھے اللہ
کی قسم دیتا ہوں کہ کیا سُحیم (سے تیری مراد) مشک ہے؟ اُس
نے کہا ہاں۔ چہارم یہ کہ افواج کی ترتیب اور کونسا مقام دوسرے

عہ سُحیم تصغیر ہے سحم کی جسکے معنے ہیں سیاہ۔ سائل کی مراد اس لفظ سے مشکیزہ تھا مگر اس نے ایسا انداز بیان اختیار کیا جس سے یہ مفہوم ہو کہ سُحیم کوئی دوسرا آدمی ہے جو اس کے ساتھ عراق جانا چاہتا ہے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذکاوت نے حقیقتِ حال کو عیاں کر دیا ۱۲

۳/۲

برفتحے واختیار صلح وجنگ ہمہ برراے فاروق رضی مفوّض بود اما قصۂ برہم شدنِ دولت ساسانیان بدین وجہ بودہ است کہ چون صنادید (سرداران ۱۲) فارس دیدند کہ مسلمانان را ہر روز فتحے جدید بدست می آید افکار جدید بخاطر ایشان راہ یافت فکر واقعی نمودہ ملکۂ فارس را معزول ساختند ویزدجرد را کہ اشجع اولادِ کسرٰے بود بپادشاہی برافراختند وخزائن اکاسرہ کہ بیرون از شمار بود برآوردہ اَدَوات (آلاتِ جنگ ۱۲) وافواج بے حساب مجتمع نمودند ورستم فرخ زاد را سردار معرکہ معین گردانیدند ویزدجرد در مدائن نشست مستعدِ آنکہ ادوات وابطال را دفعۃً بعد دفعۃٍ پیشِ رستم فرستد مثنیٰ بن حارثہ این ماجرا را بعرض حضرتِ فاروق رضی رسانید ووے رضی اللہ عنہ بہر یک از عمالِ خود کہ در اطرافِ ممالکِ اسلام بودہ اند احکام فرستاد کہ در ہر ناحیہ با ہرکہ اسپے وسلاحی باشد واز اہل نجدۃ وشجاعت باشد سرداران آنجا را می باید کہ زود ساختگی آنہا نمودہ بمدینۂ مطہرہ فرستند چون آن ہمہ مجتمع شدند سعد بن ابی وقاص را بسرداری آنجمع منصوب ساخت وسعد را موعظت بلیغہ فرمود بتقوی وصبر برمکارہ وثباتِ قدم بر مواطنِ حرب امر فرمود وقوم را بمتابعت وی در جمیع سوانح مامور ساخت وبرای مثنیٰ وجریر نامہ نوشت کہ ہمہ در تحتِ رایت سعد رضی درآیند واو را امیر الامراء عراق تصور نمایند یکے از حکمتہائے الٰہی کہ درین واقعہ

مقام سے پہلے فتح کیا جاتا اور صلح وجنگ کا اختیار سب حضرت فاروق رضی کی رائے پر مفوّض تھا۔ **دولتِ ساسانیاں کے برباد ہونے کا حال** اس صورت سے واقع ہوا کہ جب سرداران فارس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو ہر روز ایک نئی فتح حاصل ہو رہی ہے تو اپنے دل میں بہت پیچ وتاب کھانے لگے اور نظم مملکت پر غور کرکے ملکۂ فارس کو معزول کردیا اور یزدجرد کو جو کسریٰ کی اولاد میں سب سے زیادہ بہادر تھا بادشاہی سے سربلند کیا اور خاندانِ کسریٰ کے خزانے جو حدِ شمار سے باہر تھے نکال کر اُن سے آلاتِ حرب اور بے حساب فوجیں جمع کیں اور رستم فرخ زاد کو جنگ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا اور یزدجرد نے مدائن میں قیام کیا تاکہ سامانِ حرب اور شجاعانِ فارس کو یکے بعد دیگرے رستم کی مدد کے لئے بھیجتا رہے۔ مثنیٰ بن حارثہ نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ رضی نے اپنے تمام عاملوں میں سے ہر ایک کو جو مختلف اسلامی ممالک میں تھے احکام بھیجے کہ ہر علاقہ میں جس شخص کے پاس کوئی گھوڑا اور ہتھیار ہو اور وہ دلیر اور بہادر ہو وہاں کے سرداروں کو چاہیئے کہ جلد اُن کو تیار کرکے مدینہ مطہرہ روانہ کردیں۔ جب یہ سب جمع ہوگئے تو آپ رضی نے سعد بن ابی وقاص رضی کو اُس جمعیت کا افسر اعلیٰ بنایا اور سعد رضی کو بہت دُور رس نصیحتیں فرمائیں تقویٰ کے متعلق۔ اور مکروہات پر صابر رہنے اور جنگ کے مواقع پر ثابت قدم رہنے کا امر فرمایا اور قوم کو جملہ امور میں اُن کے تابع رہنے کا حکم دیا۔ مثنیٰ اور جریر کے نام فرمان تحریر کئے کہ سب سعد رضی کے جھنڈے کے نیچے آجائیں اور اُن کو عراق کا امیر الامراء تصور کریں۔ اس واقعہ میں حق تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے

بر دلِ فاروق رضؓ پرتو افگند آن بود کہ سعد را
بامارتِ عراق برگزینند زیرا کہ عمر مثنیٰؓ بن حارثہ
باخر رسیدہ بود اگر درین وقت سعد آنجا نمی
رسید تزلزلِ عظیم درامر جہاد پدید مے آمد
وسعد را بسبب شدتِ سرما توقفے درراہ
واقع شد درین اثنا فاروقِ اعظم رضؓ دفعۃ بعد
دفعۃ پہلوانانِ نامدار وجوانانِ کامگار بکمکِ
وے روان مے نمود و اہتمام تمام درین باب
مے فرمود تاآنکہ درعرب از اشرفِ قبائل و
اہلِ شجاعت ورائے کم کسی را گذاشتہ باشد
سی و چند ہزار مرد ہمراہِ سعد مجتمع شدند ازانجملہ
یکہزار کس از صحابہ بودند کہ نود و نہ کس ازایشان
اہلِ بدر بودند انگاہ سعد بامیر المؤمنین نامہ
نوشت و توجہ رستم بعزم قتال و کثرت عَدد
و عُدد او بتفصیل باز نمود حضرتِ فاروق درجواب
نوشت کہ ہیچ دغدغہ را بخاطر خود راہ مدہی واز
کثرتِ آلاتِ و ادواتِ دشمن بیجا نہ گردی و نظر بر
لطفِ پروردگار خود عزوجلّ داشتہ متوکل بتائید او
باش وہر گاہ لشکر خود را تعبیہ نمایی موضع ہر کسی برای
من بوجہی اعلام کن کہ گویا من بچشم خود معاینہ میکنم سعد
کیفیتِ تعبیہ جیش پیش حضرت فاروق رضؓ نوشتہ
فرستاد و وے رضی اللہ عنہ تحسینِ آن صورت
فرمود و امر نمود کہ نخستِ آن جماعہ
را کہ بکمالِ حسب و نسب و طلاقتِ لسان
و زیادۂ عقل موصوف باشند

حضرت فاروق رضؓ کے قلب پر جو پرتو ڈالا وہ یہ تھا کہ امارتِ عراق
کے لئے سعد رضؓ کو منتخب کریں کیونکہ مثنیٰؓ بن حارثہ کی عمر آخری
حد پر پہنچ چکی تھی اگر اس وقت سعد رضؓ وہاں نہ پہنچتے تو امر جہاد
میں ایک بڑا تزلزل واقع ہو جاتا اور سخت سردی کی وجہ سے
سعد رضؓ کو راستہ میں کچھ توقف واقع ہوا اس دوران میں
فاروقِ اعظم رضؓ یکے بعد دیگرے نامی پہلوانوں اور بہادر جوانوں
کو اُن کی کمک کے لئے برابر روانہ کرتے رہے اور اس بارے
میں پورا اہتمام فرماتے رہے اس حد تک کہ عرب کے اشرف
قبائل میں سے اور اہلِ شجاعت اور صاحب رائے لوگوں میں
سے ایسے کم ہوں گے جن کو آپؓ نے چھوڑ دیا ہوگا۔ تیس ۳۰ اور
چند ہزار مرد جو سعد رضؓ کی ہمراہی کے لئے جمع ہوئے اُن میں
ایک ہزار حضرات صحابہ رضؓ تھے جن میں سے ننانوے ۹۹ اصحاب اہلِ
بدر تھے۔ اُس زمانہ میں سعد رضؓ بن ابی وقاص نے امیر المؤمنین رضؓ
کو خط لکھا اور قتال کے لئے رستم کے متوجہ ہونے اور دشمنوں
اور اُن کے سامان کی کثرت کی تفصیلات کا اظہار کیا۔ حضرت
فاروق رضؓ نے اُن کو جواب میں لکھا کہ تم اپنے دل میں کوئی خدشہ
نہ آنے دو اور دشمن کے آلات اور سامان کی کثرت سے اندیشہ
نہ کرو۔ بس اپنے پروردگار عزّوجلّ کے لُطف پر نظر رکھتے ہوئے
اُس کی مدد پر متوکّل رہو اور جب تم اپنے لشکر کو صف بستہ کرو
تو ہر ایک کے مقام کی تفصیل ایسی طرح واضح لکھو کہ گویا میں
اپنی آنکھ سے دیکھ لوں۔ (کہ کس کو میمنہ پر رکھا اور کس کو میسرہ
پر وغیر ذلک)۔ سعد رضؓ نے لشکر کی صف بندی کا پورا نقشہ آپؓ
کی خدمت میں لکھ بھیجا اور فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس نقشہ
کی تعریف کی اور حکم دیا کہ سب سے پہلے ایک ایسی جماعت کو
جو کمال حسب ونسب اور زبان آوری اور زیادتی عقل سے موصوف ہو

پیش صنادید فرس فرستد و دعوت
باسلام کند سعد ہمچنان کرد یکے ازان
جماعہ مُغیرۃ بن شُعبۃ بود آخرج
الحاکم عن ایاس بن معاویۃ بن قُرۃ
عن ابیہ قال لما کانَ یومُ القادسیّۃ
بُعِثَ بالمغیرۃ بن شعبۃ الی صاحب
فارس فقال ابعثوا معی عشرۃً
نبعثوا فشدَّ علیہ ثیابہ ثمّ اَخذَ
جحفۃً ثم انطلق حتّی اَتَوہ
فقال اَلقُوا لی تُرسًا فجلس
علیہ فقال العِلج (کافر یعنے یزدگرد) انکم معشر
العرب قد عرفتُ الّذی حملکم
علی المجیٔ الینا انتم قومٌ لا
تجدون فی بلادکم من الطعام
ماتشبعون منہ فخذوا نُعطیکم
من الطعام حاجتکم فانّا
قومٌ مجوسٌ و انا نکرہ قتلکم
انکم تنجّسون علینا ارضنا فقال
المغیرۃُ واللّٰہِ ماذاک جاء بنا ولکنّا
قومًا نعبد الحجارۃ والاوثان فاذا
رأینا حجرًا احسن من حجرٍ
القیناہ واخذنا غیرہ ولا نعرف ربًّا
حتّی بعث اللّٰہ الینا رسولًا
من انفسنا فدعانا الی الاسلام
فاتّبعناہ و

فارس کے سرداروں کے پاس بھیجیں جو اُن کو اسلام کی طرف
دعوت دیں۔ سعدؓ نے ایسا ہی کیا۔ اُس جماعت میں سے ایک
مُغیرہؓ بن شعبہ تھے۔ حاکم نے روایت کی ایاس بن معاویہ بن قرہ
سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے انھوں نے کہا کہ جب
جنگِ قادسیہ واقع ہوئی تو مغیرہؓ بن شعبہ شاہِ فارس
(یزدجرد) کے پاس بھیجے گئے، انھوں نے کہا کہ میرے ساتھ
دس آدمی بھیجدیئے جائیں تو بھیجدیئے گئے۔ اب اُنھوں نے
اپنے بدن پر اپنے کپڑے کسے (پٹکے یا رسّی وغیرہ سے) اور ڈھال
لے کر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ شاہِ فارس کے یہاں جا پہنچے
پھر (یہ دیکھ کر کہ یہ کوئی کرسی وغیرہ پر بطورِ تکریم نہیں بٹھارہا
ہے ساتھیوں سے) کہا کہ میرے لئے ڈھال رکھدو تو اُس پر
بیٹھ گئے۔ پھر اُس کافر مجوسی (یزدجرد) نے کہا کہ تم لوگ
عرب کے گروہ ہو میں پہچان چکا ہوں کہ ہمارے شہروں کی طرف
آنے پر تم کو کس چیز نے اُبھارا تم ایسی قوم ہو کہ تم کو اپنے شہروں
میں کھانے کی ایسی چیزیں نہیں ملتیں جن سے تم اپنا پیٹ بھرلو
سو ہم تم کو کھانے کی چیزیں دیدیں گے جس سے تم اپنی حاجت
پوری کرلو، کیونکہ ہم مجوس قوم ہیں اور ہمیں کراہت معلوم ہوتی
ہے تمہارے قتل سے اس وجہ سے کہ تم ہمارے مُلک میں گھس
آئے ہو۔ اس کو سُنکر مغیرہؓ نے کہا کہ واللہ یہ چیز نہیں ہے جو ہمیں
یہاں لائی لیکن جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایسی قوم تھے
جو پتھروں کو پوجتے تھے اور بُتوں کو۔ تو جب ہم کوئی ایسا
پتھر دیکھتے جو پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو اس کو معبود بنا لیتے
اور پہلے کو پھینک دیتے اور ہم رب کو نہیں پہچانتے تھے، یہاں
تک کہ اللہ تعالےٰ نے ہم میں سے اپنا ایک رسولؐ بھیجا جس نے
ہم کو اسلام کی طرف دعوت دی تو ہم نے ان کا اتباع کیا اور

اِنَّا اُمِرْنَا بقتالِ عدوِّنا ممّن ترکَ الاسلامَ
ولم نَجِئْ للطعام ولکنَّا جِئْنَا لِنَقتل
مقاتِلتکم (سپاہیان) و نَسْبِیَ (اسیر گردانیم) ذراریکم (اولاد شمار) و اما
ما ذکرتَ من الطعام فانّا لَعُمْرِی
ما نجدُ من الطعام ما نشبع منہ و
رُبما نجد ریًّا (سیراب شدن) من الماء احیانًا
فجئنا الیٰ ارضکم ہذہ فوجدنا فیہا
طعامًا کثیرًا و ماءً کثیرًا فو اللہ
لا نبرحہا حتی تکون لنا او لکم فقال
العِلج بالفارسیۃ صدق قال (المغیرۃ) و
انت تُفقأ (کور کردہ خواہد شد) عینک غدًا ففُقِئَتْ عینہ
من الغد اصابتہ نشابۃ گویند یزدگرد
جوالے از خاک پُر کردہ بقصد اہانت بطریق
جوائز (تحفے) الوفود بایشان پیش آورد و عرب
آن را فال فتح بلاد شمردند بعد
ازان سعد بعوث (جیوش) و سرایا (لشکرہائے خورد) باطراف و
اکناف منتشر ساخت تا در نواحی بلاد
عجم طرح غارت و نہب ریزند القصہ رستم
باشوکت و اُبّہت (بزرگی) تمام بجانب لشکر اسلام
متوجہ شد و پُلی ترتیب دادہ از دریا
این طرف عبور نمود درین حالت یزدگرد
در ہر نعرہ داری شخصے را مقرر داشتہ بود
کہ ہرچہ رستم گوید یا کند در اسرع اوقات
باو رسد و سعد بسبب دَمامیل (جمع دُمّل) و ثبرات (آبلہ ہا)
امکان نیافت کہ خود در وسط لشکر باشد

ہم کو حکم دیا گیا ہے اپنے اُن دشمنوں سے قتال کرنے کا جو اسلام کو ترک کریں اور ہم کھانے کے لئے نہیں آتے لیکن ہم اس لئے آتے کہ تمہارے جنگی مردوں سے لڑیں اور تمہاری ذریات کو قید کرلیں۔ رہا کھانے کا ذکر جو تم نے کیا ہے تو اپنی عمر کی قسم ہم کو اتنا کھانا نہیں ملتا جس سے ہم چھک جائیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کو اتنا پانی بھی نہیں ملتا جس سے ہم سیراب ہوجائیں پھر ہم تمہاری اس سرزمین کی طرف آئے تو یہاں ہم نے کھانے کی بہت چیزیں پائیں اور بہت پانی پایا، اب واللہ ہم یہاں سے جانے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ یہ سرزمین ہمارے لئے رہے یا تمہارے لئے۔ تو اس کافر مجوس نے فارسی زبان میں کہا کہ اس نے سچ کہا۔ مُغیرہ نے کہا اور تیرا یہ حال ہوگا کہ کل تیری آنکھ پھوٹ جائیگی۔ چنانچہ اگلے دن اُس کی آنکھ پھوٹ گئی، اُس پر ایک تیر آکر لگا تھا۔ کہتے ہیں کہ یزدگرد نے توہین کے ارادے سے ایک بوری مٹی سے بھر کر اس رسم کی ادائگی کے طور پر کہ وفود کو بادشاہوں سے کچھ ہدایا و انعامات ملا کرتے ہیں ان کو دی، اور عرب نے اس سے یہ فال لی کہ ہم تمام شہر فتح کرینگے (وہ اس مٹی کو لے آتے)۔

اُس کے بعد سعدؓ بن ابی وقاص نے بڑے اور چھوٹے لشکر عجم کے شہروں کے اطراف واکناف میں منتشر کر دیئے تاکہ ان پر حملے کریں اور لوٹیں۔ القصہ رستم پوری شوکت و دبدبہ کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف متوجہ ہوا اور ایک پُل بنا کر دریا سے اس طرف پار ہو گیا۔ اس حالت میں یزدگرد نے ہر ایک چوکی پر ایک شخص مقرر کیا تھا کہ رستم کی تمام گفتگو اور کارروائی کی اطلاع اُس کو جلد از جلد پہنچتی رہے۔ اور سعدؓ دُنبلوں اور آبلوں کے سبب اس سے مجبور ہو گئے کہ خود لشکر کے درمیان رہیں

بر بلندئ قصرے قرار گرفت و جمعی از سوار و پیادہ
را زیرِ قصر حاضر داشت تا ہرچہ فرماید بے توقّف
بسرداران فوج رسانند انگاہ سعد اعیانِ لشکر را نزد
خود خواند و موعظتِ بلیغہ فرمود و مواعیدِ الٰہی
در بابِ فتحِ عجم بیادِ ایشان داد و بتفصیل واضح
گردانید کہ امروز اگر دستبُردی نمائید سعادتِ
دنیا و اُخری ازانِ شما باشد و اگر بددلی کنید دولتِ
صوری و معنوی از دستِ شما رود و امیرِ ہر قوم
را فرمود تا بہمین کلمات اتباعِ خود را سرگرم کارزار
کند و شُعراء را بانشادِ اشعارِ مُہیّجِ شجاعت برانگیخت
و قُرّاء را بتلاوتِ سورۃ انفال ارشاد فرمود قرّاء چون
در تلاوتِ آن شروع نمودند دلہا را اطمینانے رُوی
نمود انگاہ فرمود کہ چون ساعتِ ہبوبِ ریاحِ نصر
یعنی وقتِ نماز در رسد تکبیرے خواہم گفت شما نیز تکبیر
بگوئید و ادواتِ حرب مہیا سازید باز چون تکبیرِ دوم گفتہ
شود جوشن پوشید و ادواتِ جنگ بر خود راست کنید
و چون تکبیرِ سوم بشنوید جوانان بجولانگاہِ مبارزت
در آیند و باستماعِ تکبیرِ چہارم کلمۃ لاحولَ ولاقوّۃَ
الّا باللہ العلیّ العظیم گوئید و ہمہ بہیئتِ اجتماعیہ
با دشمن در آویزید القصہ سہ روز و یک شب
میانِ ہر دو فریق جنگ قائم ماند چہارم روز نصر
نازل شد و فُرقانِ اکبر بظہور پیوست و ہر یکی
ازین اوقات نامے علیحدہ دارد روزِ اَرماث[1] (اختلاط ۱۲)
و روزِ اَغواث (کمک ۱۲)

وہ ایک قصرِ بلند کے اُوپر بیٹھ گئے اور سوار اور پیادوں کی
ایک جماعت قصر کے نیچے موجود رکھتے تھے تاکہ جو کچھ وہ
ہدایت دیں بے توقّف یہ لوگ فوج کے سرداروں کو پہنچا دیں۔
اُس وقت سعدؓ نے اعیانِ لشکر کو اپنے پاس بُلایا اور اُن کو دور رس
نصیحتیں فرمائیں اور اللہ کے وعدے فتحِ عجم کے بارے میں اُن
کو یاد دلائے اور بتفصیل واضح کیا کہ اگر تم نے پوری ہمت و
شجاعت سے مقابلہ کیا تو دنیا اور آخرت کی سعادت تمہارے
لئے ہوگی اور اگر بد دلی کر گئے تو ظاہری اور معنوی دولت
تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ ہر قوم کے امیر کو فرمایا کہ
اِن ہی کلمات سے اپنے ماتحتوں کو جنگ میں سرگرم کریں اور
شُعراء کو ایسے اشعار کہنے پر برانگیختہ کیا جو شجاعت میں ہیجان
پیدا کریں اور قاریوں کو سورۃ انفال کی تلاوت کا ارشاد فرمایا۔
قُرّاء نے جب اس کی تلاوت شروع کی تو دلوں میں اطمینان
پیدا ہونے لگا اُس وقت فرمایا کہ جب مددِ الٰہی کی ہوائیں چلنے
کی ساعت یعنی وقتِ نماز آ پہنچے گا تو میں تکبیر کہوں گا، تم بھی
تکبیر کہنا اور آلاتِ حرب کو تیار کر لینا۔ پھر جب دوسری تکبیر
کہی جائے تو زرہ پہن لو اور آلاتِ حرب اپنے بدن پر لگا لو اور
جب تیسری تکبیر سُنو تو ہمارے جوان میدانِ جنگ میں پہنچ جائیں
اور چوتھی تکبیر کے سُننے کے وقت کلمۃ لاحول ولاقوّۃ الّا باللہ
العلیّ العظیم کہو اور سب ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ دشمنوں پر
لوٹ پڑو۔ القصّہ تین دن اور ایک رات دونوں فریقوں کے
مابین جنگ برپا رہی۔ چوتھے روز اللہ کی مدد نازل ہوئی اور
فرقانِ اکبر کا نزول ہو گیا۔ اور ان اوقات میں سے ہر ایک کا علیحدہ
نام ہے۔ روزِ ارماث[1]، روزِ اغواث (یعنی کمک پہنچ جانیکا دن)

[1] اَرماث، رمث کی جمع ہے یعنی وہ لکڑیاں جو جوڑ کر باندھی جاتی ہیں اور ان پر سوار ہو کر سمندر میں جاتے ہیں۔ یہ دن عجمیوں کے ساز و سامانِ حرب سے آراستہ ہو کر نکلنے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا ۱۲ مترجم

وروز عماس [حرب سخت] ولیلۃ الہریر [شور مثل آواز آسیا] آثار وروز ارماث ہمہ
صنادید عجم با ہیئۃ عجیبہ تاجہای مکلل برسر
دکمر ہائے مرصع برمیان براسپانِ عراقی سوار
صف آراستند و تیراندازانِ حکم انداز را برفیلان
نشاندہ وجمعے گرداگردِ آنہا برائے محافظتِ فیلان
پیادہ گشتہ مقدمۃ الجیش ساختند وطورِ عرب
وسادہ وضعی ایشان معلوم است باآں ہمہ تائید
الٰہی دست بردہای عجیب کردند اولاً غالب بن
عبداللہ اسدی وعاصم بن عمرو تمیمی بجولانگاہ
مبارزت درآمدند ہرمزان نام شخصے از رؤسای عجم
مقابل غالب وشخصے دیگر از سرداران مقابلِ عاصم
برآمد غالب بزخم نیزہ قرنِ خود را برزمین غلطانید
انگاہ بکمند بستہ پیشِ سعد [ہمسر] رسانید وعاصم نیز
بر قرنِ خود حملہ آورد وقرنِ او بیقین دانست
کہ حریف عاصم نمی تواند شد از میان بگریخت
عاصم بتعاقب او تاختہ ہر چند جست اورا نیافت
عوضِ او اشتر سوارے را گرفتہ آورد وسعد رض
راکب ومرکوب را نفلِ [غنیمت] او ساخت ثانیاً تیرانداز
کہ تیرِ او خطا نمی شد از طرف عجم بقصدِ عمرو
ابن معدیکرب بمیدان درآمد مسلمانان
عمرو را آگاہ گردانیدند عمرو تیرے بجانبِ او
انداخت وبآں زخم اورا از اسپ برزمین
افگند عمرو خود را زود برسرِ او رسانید
وسرِ اورا برید وکمر قیمتی و
سلب [اسباب] گران بہائے اورا

روز عماس (سخت لڑائی کا دن) اور لیلۃ الہریر (چکی کے شور
والی رات) اب **روزِ ارماث** کا حال سنیئے۔ تمام سردارانِ
عجم عجیب عجیب ہیئت کے ساتھ سروں پر زرنگار تاج اوڑھے
ہوئے اور مرصع پٹکے کمر پر باندھے ہوئے، عراقی گھوڑوں پر
سوار صف آرا ہوئے اور ایسے تیراندازوں کو جو قادر انداز
تھے ہاتھیوں پر بٹھایا اور اُن کے گرداگرد ہاتھیوں کی حفاظت
کے لئے پیدل سپاہیوں کو مقدمۃ الجیش بنایا۔ اور عرب کا
انداز اور ان کی سادہ وضعی معلوم ہی ہے (وہاں یہ طمطراق
کہاں مگر) اس کے باوجود قدرت نے عجیب تصرفات کئے۔
اوّلاً غالب بن عبداللہ اسدی اور عاصم بن عمرو تمیمی میدانِ جنگ
میں آئے۔ رؤسائے عجم میں سے ایک شخص جس کا نام ہرمزان
تھا غالب کے مقابل آیا اور سرداروں میں سے ایک دوسرا
شخص عاصم کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ غالب نے نیزے سے
زخمی کرکے اپنے مقابل (ہرمزان) کو زمین پر لٹا دیا اور پھر
کمند سے باندھ کر سعد رض کے پاس پہنچا دیا۔ عاصم نے بھی
اپنے مقابل پر حملہ کیا۔ اُس کے مقابل نے یقین کے ساتھ سمجھ
لیا کہ وہ عاصم کے مقابلہ کا نہیں ہے تو وہ بھاگ نکلا۔ عاصم
نے اس کا تعاقب کیا ہر چند اُس کو ڈھونڈا مگر نہ پایا تو اس کے
بدلے میں ایک اور شتر سوار کو قابو میں کرکے لے آئے۔ سعد رض
نے سوار اور سواری دونوں عاصم کو بطور حصہ غنیمت دیدیئے۔
ثانیاً ایک تیرانداز جس کا تیر خطا نہیں ہوتا تھا عجم کی طرف سے
عمرو بن معدیکرب سے مقابلہ کے لئے میدان میں آیا، مسلمانوں
نے عمرو کو آگاہ کیا۔ عمرو نے اُس پر ایک تیر مارا جس کے زخم
سے وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ عمرو نے سرعت کے ساتھ پہنچکر
اُس کا سر کاٹ دیا اور اس کا قیمتی پٹکا اور بیش قیمت سامان اپنے

بدست آورد ثالثاً مہران حاکم آذربیجان بر بادپائے عجیبے سوار تبختر کنان رُوی بمیدان نہاد و بتقلید رستم میگفت الیوم ندق العرب دقاً شخصے از حاضران او گفت انشاء اللہ آن بے دولت برزبان راند شاء اللہ او لم یشاء درین اثناء منذر بن حسان ضبیؓ نیزہ در پہلوی او خلانید واز اسپش غلطانید خواست کہ خود پیادہ شدہ سرش بردارد اسپ منذر رمید ساعتے بضبط اسپ مشغول ماند درین توقف جریر بن عبد اللہ بجلی از میمنہ لشکر مانند باد باو رسید و سراو را برید منذر چون بر سر صریع خویش آمد کشتہ یافت درباب سلب او قیل وقال بلند شد آخر الامر بحکم سعد کمر بہ منذر دادند و باقی سلب بجریر گویند قیمت کمر سی ہزار بود و قیمت باقی سلب ہزار سپاہ عجم چون این دار و گیر را دیدند فیلان را نیز حرکت نمودند حملۃ حملہ بر لشکر اسلام آوردند کتائب اسلامیہ را متفرق ساختن گرفتند مقصد اصلی ایشان استیصال قوم بجیلہ بود زیراکہ قتل مہران بردست جریر بجلی واقع شدہ است نزدیک بود کہ بجیلہ بالکلیۃ متاصل شوند سعد بطلیحہ اسدی حکم فرمود کہ با قوم خود زود بمدد ایشان رسد چون دران معرکہ رسیدند عظیمے از عظماء عجم بمبارزت بر آمد طلیحہ دفعۃً بطعن نیزہ بدوزخش فرستاد انگاہ

قبضہ میں لیا۔ ثالثاً مہران آذربیجان کا حاکم ایک تیز رفتار گھوڑے پر جو بہت اعلیٰ قسم کا تھا سوار ہوکر اکڑتا ہوا میدان میں آیا اور رستم کی تقلید میں کہنے لگا الیوم ندق العرب دقاً (آج ہم عربوں کو کوٹ ڈالیں گے) اُس کے پاس والوں میں سے ایک شخص نے کہا "انشاء اللہ"۔ وہ بدنصیب یہ کلمہ زبان پر لایا اِن شاء اللہ اولم یشاء (یعنی اللہ چاہے یا نہ چاہے) لڑائی کے دوران میں منذر ابن حسان ضبیؓ نے اُس کے پہلو میں نیزہ مارا اور اس کو گھوڑے سے گرادیا، چاہا کہ خود پیادہ ہوکر اُس کا سر کاٹے لیکن منذر کا گھوڑا بدک گیا اور وہ ایک ساعت اُس کو قابو میں لانے کے لئے مشغول رہے اس توقف میں جریر بن عبد اللہ بجلی میمنہ لشکر سے ہوا کی طرح نکل کر اُس کے پاس پہنچے اور اُس کا سر کاٹ ڈالا۔ منذر نے جب اپنے پچھاڑے ہوئے شخص کو مقتول پایا تو اُس پر سے اُتارے ہوئے سامان کے بارے میں بات بڑھی آخرکار سعدؓ کے حکم سے اُس کا پٹکا منذر کو دیا گیا اور باقی سامان جریر کو۔ کہتے ہیں کہ پٹکے کی قیمت تیس ہزار تھی اور باقی سامان کی دس ہزار۔ عجم کی افواج نے جب یہ پکڑ دھکڑ دیکھی تو وہ ہاتھیوں کو بھی حرکت میں لے آئے۔ اور لشکر اسلام پر سب نے مل کر حملہ کردیا اور اسلامی لشکروں کی صفوف کو متفرق کرنا شروع کردیا۔ اُن کا مقصد اصلی قوم بجیلہ کو برباد کرنا تھا کیونکہ مہران کا قتل جریر بجلی کے ہاتھ سے واقع ہوا تھا۔ قریب تھا کہ بجیلہ کلیۃً برباد ہوجائیں مگر سعدؓ نے طلیحہ اسدی کو حکم دیا کہ جلد اپنی قوم کو ساتھ لے کر اُن کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔ جب یہ اُس معرکہ میں پہنچے تو عجم کے جنگی مردوں میں سے ایک بڑا شخص مقابلہ کے لئے نکلا طلیحہ نے پھرتی کے ساتھ نیزے کے ایک حملہ سے اُس کو دوزخ میں پہنچادیا۔ اس وقت

با جماعۂ خود یکبارگی بر پیل سواران
تیر باران کردند چنانکہ اکثرے منہزم
گشتند اشعث بن قیس کندی بانگ
بر قومِ خود زد کہ بنو اسد کارِ شیران
نمودہ اند شمارا چہ شدہ است اقوام
او نیز حملہ آوردند و بقیہ را زدہ زدہ
تا بہ قلب گاہِ لشکرِ عجم رسانیدند بعد
ازان جالیوس و ذوالحاجب از رؤسارِ
عجم با لشکرے بے حساب با فیلان ژیان
بر فوجِ اسلام حملہ آوردند درین اثنار
از طرفِ سعد تکبیر چہارم بلند شد اہلِ
اسلام ہمہ باجمعہم کلمۂ طیبہ لاحولَ و
لا قوۃَ الا باللہ العلی العظیم گفتہ بر
کفار ریختند و آسیای حرب بر بنی اسد و بجیلہ و کندہ
دائر گشت ازینجماعہ بسیارے بدرجۂ شہادت رسیدند
سعد بجانب عاصم بن عمرو تمیمی زد قاصدے دوانید
تا حیلہ سازد کہ راکبانِ فیل ازین طغیان پابدامان
گشند عاصم تیر اندازانِ تمیم و اسد را فرمود کہ
تا بر فیلان ہجوم کردند و روئے ایشان را
باز گردانیدند انگاہ ندا درداد کہ حبالِ فیلان
را قطع نمایند چون حبال را بریدند راکبان بر
زمین غلطیدند و دشمن پشت داد سعد در
فکر تکفین و تجہیز قتلیٰ نتاد و مجروحان
را بر زنانِ لشکر سپردند تا مداوای ایشان
قیام کنند روزِ اغواث

اپنی جماعت کے ساتھ انھوں نے دفعتہً ہاتھیوں کے سواروں پر
تیروں کی بارش کردی جس سے اکثر لوگ بھاگ گئے۔ اشعث
ابن قیس کندی نے اپنی قوم کو للکارا کہ بنو اسد (طلیحہ کے قبیلے
والے) شیروں کا کام کر رہے ہیں تمھیں کیا ہوگیا تو اُن کی
قوم کے لوگوں نے بھی سخت حملہ کردیا اور باقی ماندہ لوگوں
کو مارتے مارتے لشکر گاہِ عجم کے قلب تک پہنچا دیا۔ اس کے
بعد جالیوس اور ذوالحاجب نے جو عجم کے رئیسوں میں سے
تھے بیشمار لشکر کے ساتھ مع غضبناک ہاتھیوں کے اسلامی
فوج پر حملہ کیا۔ اس دوران میں سعدؓ کی طرف سے چوتھی
تکبیر بلند ہوئی (جس کو سُن کر) تمام اہلِ اسلام سب کے سب
کلمۂ طیبہ لاحولَ ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتے ہوئے
کفار پر جا پڑے اور جنگ کی چکی بنی اسد اور بجیلہ اور
کندہ پر گھومنے لگی ان قبائل کے بہت سے لوگ درجۂ شہادت
پر پہنچے۔ سعدؓ نے عاصم بن عمرو تمیمی کے پاس قاصد دوڑایا
کہ جلد کوئی ایسا حیلہ کردیں کہ ہاتھیوں کے سواروں کے اس
طوفان میں پاؤں اُکھڑ جائیں (کہ ان سے زیادہ نقصان
پہنچ رہا ہے) عاصمؓ نے تمیم اور اسد کے تیر اندازوں کو
حکم دیا جس سے سب کے سب نے ہاتھیوں پر تیر اندازی شروع
کردی اور اُن کے رُخ موڑ دیئے ایسے وقت اُنھوں نے
للکارا کہ ہاتھیوں کے رسّے (جن سے ہودے بندھے ہوتے تھے)
کاٹ ڈالو! جب رسّے کاٹے گئے تو سب سوار لڑھک کر زمین
پر گر پڑے اور دشمن پُشت پھیر کر بھاگے۔ اب سعدؓ نے
اپنے مقتولین کو کفنانے دفنانے کا انتظام کیا اور زخمیوں
کو لشکر کی عورتوں کے سپرد کیا تاکہ وہ اُن کی مرہم پٹی اور
دیکھ بھال کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ حالِ روزِ اغواث۔

حضرتِ فاروق رضؓ برائے ابوعُبیدہ امیر الاُمراء شام نوشتہ بود کہ فوجے ترتیب دادہ بسر کردگی ہاشم بن ابی وقاص بمددِ سعد بفرستد باتفاقِ حَسَن قَعقاعؓ کہ مقدمۂ لشکر ہاشم بود بایک ہزار و پانصد سوار درین حالت رسید جماعۃ خودرا دہ قسم ساخت و فرمود یک طائفہ مسلّح و مکمّل اوّلاً در عسکرِ اسلام داخل شوند چون داخل شدند قسمتے دیگر نمایان گردو الےٰ آخر الاقسام چون نظر اہلِ لشکر برین جماعہ افتاد دل قوی شدند باَلجملہ قَعقاعؓ در قسمِ اوّل بہ لشکرِ اسلام در آمدہ بمصاف پیوست و مسلمین را بر حرب کفار تحریض تمام نمود و مُبارِز طلبید ازان طرف ذوالحاجب بر آمد قعقاعؓ چون دانست کہ ذوالحاجب است بانگ برداشت یا ثاراتِ اصحابِ الجِسر انگاہ باندک فرصتے بدوزخش رسانید و باز مُبارِز دیگر خواست بُندان و فیروزان تاختہ بمیدان آمدند حارث بن ظِبیان بمددِ قعقاعؓ رسید فیروزان بمقابلۂ قعقاعؓ و بُندان حریف حارث شد ہر دو پہلوان غنیم خود ہا را کشتند و بسببِ قتل آنہا کسرِ عظیمے در لشکرِ کسرٰے افتاد

حضرت فاروق رضؓ نے شام کے امیر الامراء ابو عبیدہؓ کو لکھا تھا کہ ایک فوج تیار کر کے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی سرکردگی میں سعد ابن ابی وقاص کی مدد کے لئے بھیجیں۔ حُسنِ اتفاق سے قعقاعؓ جو کہ ہاشم کے لشکر کے کمانڈر تھے ایک ہزار پانچسو سواروں کے ساتھ اس شدید جنگ کی حالت میں پہنچ گئے۔ اُنھوں نے (یہاں پہنچنے سے پہلے) اپنی فوج کے دس حصے کر دیتے اور حکم دیا کہ پہلے ایک حصّہ مسلّح اور مکمّل حالت میں (یعنی ڈیڑھ سو مجاہدین) اولاً لشکرِ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ جب وہ شامل ہو چکیں تو دوسرا حصّہ نمایاں ہو۔ اسی طرح ہر ایک حصّہ آخر تک داخل ہوتا رہے۔ جب اہلِ لشکر کی نظر ان امدادی دستوں پر پڑی تو ان کے دل قوی ہو گئے۔ چنانچہ قعقاعؓ جو اس لشکر اسلام کے پہلے دستہ کے کمانڈر تھے آکر جنگ میں شریک ہوئے اور اُنھوں نے مسلمانوں کو کفّار کے ساتھ لڑنے پر جوش دلانا شروع کر دیا اور کفار سے مبارز طلب کیا (یعنی کوئی میرے مقابلہ پر آئے) اُس طرف سے ذوالحاجب نکلا۔ قعقاعؓ کو جب معلوم ہو گیا کہ یہ ذوالحاجب ہے تو اُنھوں نے للکار کر کہا یا ثارات اصحاب الجسر (پُل کی جنگ میں جو شہید ہوئے تھے اُن کے خون کا بدلہ لینے کا موقع آگیا۔ وہ نقصان اسی ذوالحاجب نے پہنچایا تھا۔) بس تھوڑے سے وقفہ کے بعد قعقاعؓ نے اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا اور پھر اور مُبارِز طلب کیا تو بُندان اور فیروزان گھوڑے دوڑاتے ہوئے میدان میں آگئے۔ اِدھر سے حارث بن ظبیان قعقاعؓ کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ فیروزان تو قعقاعؓ کے مقابلہ پر آیا اور بُندان حارث کے مقابلہ پر۔ دونوں بہادر پہلوانوں نے اپنے اپنے حریفوں کو مار ڈالا۔ ان کے قتل سے کسریٰ کے لشکر میں ایک عظیم کسر (یعنی شکستگی) واقع ہو گئی۔

گویند قعقاعؓ سی دفعہ درین روز بر لشکرِ کفار حملہ آورد و ہر دفعہ کارے کرد و درین وقت دانایانِ لشکرِ اسلام شتران را جلالِ واسع پوشانیدہ بر شکلِ مہیب نمودار کردند آنچہ فیولِ عجم دیروز با خیولِ عرب کردہ بودند امروز جمالِ عرب با افراسِ فرس بعمل آوردند چون ہنگام نصف النہار در رسید ہر دو فریق ساعتے مشغول استراحت شدند بعد از نمازِ پیشین نارِ حرب مشتعل شد گویند سعد بن ابی وقاص ابو محجن را بواسطہ شربِ خمر محبوس ساختہ بود چون ابو محجن این حالت مشاہدہ نمود غیرتِ اسلامش بجوشید از امّ ولدِ سعد درخواست کہ وے را از حبس خلاص کند و اسپِ ابلقِ سعد و سلاحِ او عاریت دہد بقرار آنکہ اگر حیات باقی است خود را در محبس رساند امّ ولد سعد ہمچنان کرد و ابو محجن نعرہ زنان بمیدان در آمد و تردّدے بکار برد کہ جمیع لشکر استحسانِ او کردند بلکہ گمانِ جمعے آن شد کہ او خضرؑ ست کہ بمددِ لشکر اسلام رسیدہ طائفۂ را نظر بر آنکہ ملکے برائے نصرِ ایشان نازل شد روزِ دیگر چون حالِ ابو محجن بر سعدؓ واضح شد بدل جوئی وے در آمد و گفت من بعد ترا در حبس

کہتے ہیں کہ قعقاعؓ نے اس دن لشکرِ کفار پر تیس دفعہ حملہ کیا اور ہر حملہ میں بڑا کام کیا۔ اس موقع پر لشکرِ اسلام کے بعض دانشمندوں نے اونٹوں کو (گوڈر باندھ کر ان کے بدن کو خوب پھلایا اور) کشادہ جھولیں پہنا کر ہیبتناک شکل پر نمودار کیا تو جو کچھ عجم کے ہاتھیوں نے عرب کے گھوڑوں کے ساتھ کیا تھا (کہ وہ ان کو دیکھ کر بدکنے اور قابو سے باہر ہونے لگے تھے) وہی کام آج عرب کے اونٹوں نے فارس کے گھوڑوں کے ساتھ کیا۔ جب لڑتے لڑتے دوپہر ہو گیا تو دونوں فریق ایک ساعت کے لئے کچھ آرام کرنے لگے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر جنگ کی آگ مشتعل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ سعدؓ بن ابی وقاص نے شراب پینے کی بنا پر (اپنے جائے قیام پر) ابو محجن کو محبوس کر رکھا تھا۔ جب ابو محجن نے اس حالت کا مشاہدہ کیا (ان کے محبس کے دریچہ سے میدانِ جنگ نظر آتا تھا انھوں نے دیکھا کہ کفار کا دباؤ بڑھ رہا ہے) تو اُن کی غیرتِ اسلامی نے جوش مارا اور اُنھوں نے سعدؓ کی امّ ولد سے درخواست کی کہ وہ اُس کو قید سے خلاص کر دے اور سعدؓ کا ابلق گھوڑا اور اُن کے ہتھیار عاریۃً دیدے اس اقرار پر کہ اگر زندگی باقی رہی تو وہ پھر اپنے کو محبس میں پہنچا دے گا۔ سعدؓ کی امّ ولد نے ایسا کر دیا، ابو محجن نعرے مارتے ہوئے میدان میں جا پہنچے اور دشمنوں پر اتنے سخت حملے کئے کہ تمام لشکرِ اسلام اُن کی تعریف کرنے لگا۔ بلکہ ایک جماعت کا گمان یہ ہو گیا کہ یہ خضرؑ ہیں جو لشکرِ اسلام کی مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں اور ایک جماعت کا خیال یہ ہو گیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جو اُن کی مدد کے لئے نازل ہوا ہے۔ دوسرے دن جب ابو محجن کا حال سعدؓ پر واضح ہوا تو وہ اُن کی دلجوئی کرنے لگے اور کہا کہ اب میں تجھے قید میں

نگزارم ابو محجن گفت من نیز از سر صدق
و اخلاص عزم کردم کہ باز گردِ آن خبیث (شراب)
نگردم روز عماس قعقاع جماعہ خود را فرمود
کہ بغیر اطلاع لشکر اسلام بصفتِ روز
گزشتہ دہ دہ فرقہ شوند و باشکالِ عجیبہ
در آیند تا مسلمانان درین ظن افتند کہ
فوج ہاشم رسیدہ است بالجملہ
چنان کردند و متعاقب ایشان
لشکر ہاشم رسید و وے نیز صنیع قعقاع
در قوم خود مرعی داشت ازین راہ
اطمینان اہلِ لشکر دو بالا گشت
دران روز اولاً مطاردہ (حملہ) بود بعد
ازان مراماۃ (تیر اندازی) بعد ازان مرامحہ (نیزہ بازی) بعد
ازان مسایفہ بعد ازان مصارعہ (کشتی)
ہاشم با جوقِ اول

نہیں ڈالوں گا۔ ابو محجن نے کہا کہ میں نے بھی سچائی اور اخلاص
سے یہ عزم کر لیا ہے کہ آئندہ اس خبیث (یعنی شراب) کے قریب
بھی نہ آؤں گا۔ **روزِ عماس** کے واقعات۔ قعقاع نے اپنی
جماعت کے لوگوں کو حکم دیا کہ لشکرِ اسلام کے شرکاء کی نظروں
سے بچ کر (دور نکل جائیں اور پھر) گزشتہ دن کی طرح
دس دس جماعتیں بن کر کچھ اوپری وضع بنا کر آئیں تاکہ عام
مسلمانوں کو یہ گمان ہو جائے کہ اب ہاشم کی فوج ہماری
مدد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کرنا شروع
کر دیا اور (یہ اللہ کا فضل ہوا کہ) ان کے پیچھے ہاشم کا لشکر
بھی پہنچ گیا اور انہوں نے بھی قعقاع کی روش اپنے ساتھیوں
کو لشکرِ اسلام تک پہنچانے میں اختیار کی۔ اس طریقہ پر عمل کرنے
سے لشکر والوں کا اطمینان دوگنا ہو گیا۔ اس دن میں تجویز
کیا گیا تھا کہ اولاً عام حملہ ہو، اس کے بعد تیر اندازی، اس
کے بعد نیزہ بازی، اس کے بعد دفعۃً ہلہ بول کر آگے بڑھنا،
پھر کشتی لڑ کر پچھاڑنا۔ ہاشم نے اپنے پہلے ساتھیوں کے ساتھ

ع۵ واقدی نے اس قصہ کو اسی طرح روایت کیا ہے اور غالباً ان ہی سے دیگر مورخین نے اخذ کر لیا۔ اور تاریخ کامل ابنِ اثیر میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اذا متُّ فادفنّی الی جنب کرمۃٍ ۔ تروّی عظامی بعد موتی عروقہا ۔ ولا تدفننّی فی الفلاۃِ فانّنی ۔ اخافُ اذا ما متُّ ان لا اذوقہا ۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے انگور کے برابر دفن کرنا تاکہ میری ہڈیاں میرے مرنے کے بعد اس کی جڑ سے بہرہ اندوز ہوتی رہیں۔ اور مجھے کھلے میدان میں نہ دفن کرنا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو اس کو چکھنا نصیب نہ ہوگا۔ جس کی اطلاع سعد کو پہنچا دی گئی اور انہوں نے ان کو گرفتار کر کے اپنے جائے قیام پر محبوس کر دیا۔ کامل ابن اثیر میں ان کا بیان نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے بعد میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ صرف ان اشعار کی بناء پر سعدؓ نے گرفتار کیا تھا۔ یہ غلط ہے کہ شراب پیتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ اور یہ بات مستبعد بھی ہے کہ شراب پیتے ہوئے دیکھ کر پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر محبوس کر دیا جاتے۔ اگر شراب پینا ثابت ہو جاتا تو اس کی حد کا جاری کرنا اتنا طویل کام نہیں تھا کہ اس کو آئندہ وقتِ فرصت پر موقوف رکھا جاتے اور ایسے بہادر مجاہد کی خدمت سے اپنے لشکر کو محروم رکھا جاتے اس کا اجراء فوراً کر دیا جاتا چالیس کوڑے لگوا دینا چند منٹوں کی بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کی نظر میں یہ الزام محتاج ثبوت تھا جس کی سماعت میں وقت صرف ہوتا۔ اسی لئے گرفتار کر کے محبوس کر لیا تھا کہ بوقتِ فرصت اس کی تحقیق کی جائیگی۔ پھر جب ابو محجن نے سعدؓ کی بی بی سلمٰی سے حقیقت بیان کردی ادھر ان کی بے نظیر شجاعت سے بڑا تاثر پیدا ہو چکا تھا تو ان کو خود آکر کھول دیا اور عزت کے ساتھ رہا کر دیا۔ واقدی کو محدثین نے غیر معتمد قرار دیا ہے۔ کامل ابن اثیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ قیاس کے مطابق ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

بر میمنۂ عجم حملہ کرد و صفوفِ ایشان را متفرق ساخت و تا بمسافتے تاختہ رفت۔ باز عمرو بن معدیکرب یارانِ خود را برائے حرب مہیا نمود و بر قلبِ لشکرِ کفّار تاخت و بسیارے را بکشت فارسانِ فُرس بیکبارہ متوجہ او گشتند و غبارے عظیم برخاست دران میان عمرو بن معدیکرب ناپید گشت و اسپ او کشتہ شد عمرو فی الحال پای اسپ سوارے را از سوارانِ عجم محکم گرفت تا آنکہ از رفتار باز ماند سوار چون مجالِ مقاومت با وے ندید از اسپ پیادہ گردید عمرو رض بران اسپ سوار شد و بسلامت از قلبِ لشکرِ کفّار برآمد دیگر بار سوارے از فوجِ عجمی جولان نمود و مبارز خواست مردے از اہلِ اسلام قصیر القامت وصغیر الجثّۃ در معرض قتال درآمد عجمی بیک ضرب آن مرد مسلمان را از اسپ بینداخت و خود نیز از اسپ فرود آمد و بسینۂ او نشست تا او را بکشد درین حال لطیفۂ غیبی در رسید کہ اسپ عجمی رم خورد و عجمی رسنِ اسپ در کمر خود بستہ بود اسپش بہمان رسن از سینۂ مسلمان برداشت آن مسلمان بسلامت برجست و شمشیر بر فرقِ او زد و بدوزخش فرستاد و مشاہدۂ این لطیفہ موجبِ اطمینان قلوبِ مسلمانان شد چون کافران حال را بدین منوال معاینہ نمودند ابطال (بہادران ۱۲) و اقیال (جمع قیل ۱۲) خود را باز آراستند و دو جوق ساختند

عجم کے میمنہ پر حملہ کر دیا اور اُن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا اور دُور تک گھستے چلے گئے۔ پھر عمرو بن مَعدیکرب نے اپنے ساتھیوں کو لڑنے کے لئے تیار کیا اور لشکرِ کفّار کے قلب پر حملہ کر دیا اور بہت لوگوں کو مار ڈالا اس پر فارس کے سوار ایک بار اُن پر دَوڑ پڑے اور بہت بڑا غبار اُٹھ کھڑا ہوا جس میں عمرو بن مَعدیکرب چھپ گئے اور (اُن پر یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ) اُن کا گھوڑا مارا گیا تھا تو عمرو نے فوراً ہی ایک گھوڑے کے پاؤں مضبوط پکڑ لئے جس پر ایک عجمی سوار تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑا آگے نہ چل سکا۔ سوار نے جب اپنے میں مقاومت کی طاقت نہ پائی تو وہ گھوڑے سے اُتر کر پیدل ہوا اور عمرو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر لشکرِ کفّار کے قلب سے سلامتی کے ساتھ باہر آ گئے۔ اسی وقت ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ فوجِ عجم میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے مبارز طلب کیا (یعنی چیلنج کیا کہ کوئی مقابلہ پر آئے) اہلِ اسلام میں سے ایک شخص پستہ قد لاغر اندام میدان جنگ میں نکلا۔ عجمی نے ایک ہی ضرب میں اس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور وہ بھی اپنے گھوڑے سے اُتر آیا اور اُس کے سینہ پر بیٹھا تاکہ اس کو مار ڈالے۔ اسی حال میں ایک لطیفہ غیبی آ پہنچا۔ عجمی کا گھوڑا دفعۃً اُچھلا اور عجمی نے اُس کی رسّی اپنی کمر سے باندھ رکھی تھی۔ اُس کے گھوڑے نے اُسی رسّی سے اُس کو مسلمان کے سینہ سے اُٹھا کر گرا دیا۔ مسلمان نے فوراً اُٹھ کر اس کے سر پر تلوار ماری اور اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ اس لطیفہ کا مشاہدہ مسلمانوں کے دِلوں کے لئے اطمینان کا موجب ہوا (کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہو گئی ہے) اور جب کافروں نے حالات کے اس طور کا مشاہدہ کیا تو اپنے بہادروں کو اور اپنے ہاتھیوں کو پھر صف بستہ کیا اور ان کے دو حصّے کر دیئے اور لشکرِ اسلام کے

روبروی لشکر اسلام شدند مقدم جوقِ اوّل فیلِ
و آنجماعہ مواجہہ قعقاع و عاصم شدند
ومقدم جوقِ ثانی فیلِ اَجرَب و آن طائفہ
مقابلہ جمال بن مالک اسدی بفرمانِ سعدؓ
قعقاع و عاصم نیزہا برداشتہ یکبار متوجہ
بجانبِ فیلِ ابیض شدند و جمال باقرینِ
دیگر قصدِ فیلِ اجرب نمود و باہر یکے جمعے
ہمراہ شدہ حارسانِ فیلان را بزخمِ تیر متفرق
ساختند و این چہار جوانمرد بفیلان رسیدہ
نیزہائے خود را حوالۂ چشم فیلان نمودند
فیلان نعرہ زنان تا بہ لشکرگاہِ خود گریزان
برگشتند و اہلِ لشکر را متفرق گردانیدند بعد
ازان مسلمانان آواز تکبیر بلند برداشتہ
مشغولِ حرب و ضرب شدند و تا بشب
ہمین معاملہ ماند لیلۃ الہریر بعد العشائین
از طرفین مشعلہا افروختہ بیشتر مُتَقیّدِ قتال
شدند و خدائے عزّ و جلّ صبرِ عظیم در
دلِ مسلمین اِلقا فرمود یک فوج بفوجِ
دیگر در پیوست تا آنکہ اصواتِ مردم از
سعد و رستم ہر دو منقطع گشت و تمام شب
بہمان صفت گزشت در دلِ شب سعد
بجنابِ کبریا التجا نمودہ مشغولِ بدعاء و
زاری شد درین حال نوید فتح بگوش
وہوش او در دادند علی الصباح بمسلمانان
تسلّی دادہ و بر زیادتِ اجتہاد در حرب

مقابلہ پر آئے۔ پہلے حصہ میں سب سے آگے سفید ہاتھی کو رکھا
اور یہ حصہ قعقاع اور عاصم کے مقابلہ پر آیا۔ اور دوسرے
حصہ میں سب سے آگے فیلِ اَجرَب (یعنی چکنے ہاتھی) کو رکھا،
اور یہ حصہ جمال بن مالک اسدی کے مقابلہ پر آیا۔ سعدؓ کے حکم
سے قعقاع اور عاصم نے نیزے اٹھائے اور اس سفید ہاتھی
کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور جمال نے دوسرے شخص کی معیت
میں چکنے ہاتھی کا قصد کیا اور ہر ایک کے ہمراہ ایک جماعت ہوگئی
ان لوگوں نے ہاتھیوں کے نگہبانوں کو تیروں کے زخم پہنچا کر
متفرق کر دیا اور ان چاروں بہادروں نے (دونوں) ہاتھیوں
تک پہنچ کر اپنے نیزوں کو ہاتھیوں کی آنکھوں پر مارا۔ ہاتھی
چنگھاڑتے ہوئے لوٹے اور بھاگتے ہوئے اپنی لشکر گاہ میں
جا گھسے اور اہلِ لشکر کو متفرق کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں
نے تکبیر کے نعرے بلند کئے اور حرب و ضرب میں مشغول ہوگئے
اور رات تک یہی معاملہ رہا۔ لیلۃ الہریر۔ مغرب اور عشاء کے بعد
طرفین کی جانب سے مشعلیں روشن ہوگئیں اور پہلے سے زیادہ
تیزی کے ساتھ قتال میں مصروف ہوگئے اور اللہ عزوجل نے
بہت بڑا صبر مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیا۔ ہر فوج اپنی
مقابل فوج کے ساتھ گتھم گتھا ہو رہی تھی یہاں تک لوگوں کی
آوازیں بلند ہو رہی تھیں جن سے سعدؓ کی اور رستم کی دونوں
کی آوازیں دب گئیں اور تمام رات اسی طرح (لڑتے ہوئے)
گزر گئی۔ وسطِ شب میں سعدؓ نے جنابِ کبریا میں دعائیں اور
گریہ وزاری شروع کی۔ اس حالت میں فتح کی خوش خبری
منجانب اللہ ان کو دی گئی (بذریعہ خواب یا ہاتفِ ہاتف جس
سے ان کو اطمینان ہوگیا) علی الصباح انہوں نے مسلمانوں کو
(یہ خوش خبری سنا کر) تسلی دی اور جنگ میں پہلے سے اور زیادہ

ترغیب فرمود بتائید الٰہی این موعظۃ دلہائے
مسلمانان را اطمینان افزود وتاثیر بلیغ نمود
تا آنکہ صحوۃ (چاشت) کبریٰ ریاح نصر وزیدن آغاز
کرد کہ ہر تیرے کہ از لشکر اسلام روان
می شد بأعداء می رسید واز اعداء ہر حربہ
کہ مے آمد منعکس مے اُفتاد درین فرصت
غزات مسلمین از مراکب وجنائب (اسپان عربی) چقدرہا
کہ در حوطۂ تصرف نیاوردند انجام کار
نزدیک رستم رسیدند وہلال بن علقمہ سر
رستم بریدہ بر نیزہ آویختہ ندا درداد الا
انی قتلت رستماً چون این ندا شنیدند
وکشتہ شدن رستم بر سپاہ عجم محقق شد
مقہور ومخذول رُو بگریز نہادند ومسلمانان
بتعاقب آنہا تاختہ چہ مقتلہا کہ بظہور نرسانیدند
وجسد مردہ رستم راپیش سعد آوردند و
بدیدن این کرامت شکر الٰہی بجا آورد وبعد
ازان فتح قلعہ قادسیہ کردند وجمعے
کثیر بہ سی ہزار گریختگان جمع شدہ بودند
سعد لشکرے عظیم فرستاد تا آن جمع
را متفرق ساختند من بعد نامۂ فتح برائے
فاروق اعظم رض نوشت وے رضی
اللہ عنہ وجمیع اصحاب رض ازین بشارت مسرور
ومبتہج گشتہ محامد ایزدی بجا آوردند
شمار مقتولان کفار در معرکۂ قتال وبعد
وزیدن نسیم فتح در فتح قلعہ قادسیہ

کوشش اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے
مسلمانوں کے قلوب میں اطمینان بڑھ گیا اور آپ کی نصیحتوں کا دلوں
پر بڑا اثر ہوا (کہ تھکے ہوئے اجسام میں تازہ روح دوڑ گئی)
یہاں تک کہ بوقتِ چاشت (اللہ تعالیٰ کی) مدد کی ہوا چلنا شروع
ہوگئی کہ جو بھی تیر لشکرِ اسلام کی طرف سے چلایا جاتا تھا وہ
دشمنوں پر پہنچ کر اپنا پورا کام کرتا تھا اور دشمنوں کی طرف سے
جو حربہ بھی مسلمانوں پر پھینکا جاتا تھا وہ بے کار ہوکر گر جاتا تھا۔
اس موقع پر مسلمان غازیوں نے بے شمار اونٹوں اور اصیل گھوڑوں
پر قبضہ کرلیا۔ غازیانِ اسلام لڑتے لڑتے رستم کے پاس
پہنچ گئے اور ہلال بن علقمہ نے رستم کا سر کاٹ کر نیزے پر
لٹکا کر بلند آواز سے ندا کردی الا انی قتلت رستماً (لوگو! سن لو
میں نے رستم کو قتل کردیا) جب عجمیوں نے یہ آواز سنی اور سپاہ
عجم پر رستم کا مارا جانا ثابت ہوگیا تو وہ مغلوب اور رسوا ہوکر
بھاگنے لگے اور مسلمان اُن کے تعاقب میں دوڑتے رہے قتل
کا اس قدر وقوع ہوا کہ حساب میں آنا دشوار ہے۔ اور رستم کے
مُردہ جسد کو سعد رض کے سامنے لایا گیا۔ آپ (اللہ کے) اس فضل
کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے
قادسیہ کا قلعہ فتح کیا۔ اور شکست کھاکر بھاگنے والوں کی
تیس ہزار کی ایک تعداد مجتمع ہوگئی تھی۔ سعد رض نے ایک عظیم
لشکر بھیجا جس نے پہنچ کر سب کو تتر بتر کردیا۔ اس کے بعد
نامۂ فتح حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا
آپ رض اور تمام اصحاب رض اس بشارت سے پُرمسرت اور بہت خوش
ہوئے اور سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور شکر کیا۔ اور معرکۂ
قتال میں مقتولینِ کفار کے شمار اور نسیم فتح چلنے کے بعد اور
قادسیہ کے قلعہ کے فتح کے موقعہ پر جو کفار قتل ہوئے اور شکست

وتفریقِ جماعہ کہ از گریختگان جمع شدہ بودند بصد ہزار رسید و از لشکرِ اسلام قبل لیلۃ الہریر دہ ہزار و پانصد مرد و در لیلۃ مذکورہ و روزِ مسطور نزدیک فتحِ قلعہ شش ہزار کس بدرجۂ علیاءِ شہادت در رسیدند بعد از آن سعد بن ابی وقاص خمس غنیمت را ارسالِ دار الخلافت نمود و باقی بر غزات تقسیم فرمود بعد از آنکہ غزاتِ اسلام آسایشی کردند و استراحتے نمودند حضرت فاروق رض برائے سعد حکم فرستاد کہ بجانبِ فتحِ مداین ہمت گمارد و سعد باہتمام تمام بترتیب جیوش قیام نمودہ طرف مدائن روان شد و در اثناءِ راہ بعض بلاد را بطریقِ صلح و بعضے دیگر را بطور عنوۃ مفتوح ساخت و طائفہ را کہ در بابل سکونت داشتند بعد محاربہ متفرق گردانید درین دار و گیر شصت ہزار سوار در رکابِ سعد حاضر بود چون خبر توجہ سعد بہ یزدجرد رسید امارتِ سپاہ بہر کہ میفرمود از خوفِ سعد قبول نمی نمود لاچار طرف شرقی دجلہ درمیانِ شہر اقامت گاہ خود ساخت و غربی آن را از برائے سعد گذاشت و پل را ویران کردند و کشتی ہا باز کشیدند فارسانِ اسلام متوکلاً علی اللہ دران بحرِ زخار خوض نمودہ بسلامت عبور فرمودند و یزدگرد آنچہ توانست از اموالِ سبک بار گران بہا باخود برداشتہ جانبِ حلوان روان شد سعد قعقاع را بتعاقبِ وی فرستاد و عمرو بن مقرن را بضبط و جمع غنائم مامور ساخت اہلِ تاریخ حساب آنچہ کہ از غنائم مداین و آنچہ قعقاع

خوردہ لوگوں کے اجتماع کے متفرق کرنے کے موقع پر جو کفار قتل کئے گئے ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور لشکرِ اسلام میں سے لیلۃ الہریر سے پہلے دس ہزار پانچسو اور لیلۃ الہریر اور اُس خاص یوم میں جس کا حال ابھی ذکر کیا ہے قلعہ کے فتح ہونے کے وقت تک چھ ہزار آدمی شہادت کے بلند مقام پر پہنچے۔ اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رض نے غنیمت کا پانچواں حصّہ دار الخلافت میں روانہ کیا اور باقی غازیوں پر تقسیم کیا۔ پھر جب کہ مجاہدینِ اسلام نے آرام کرلیا اور بخوبی راحت حاصل کرلی تو حضرت فاروق رض کا سعد رض کے پاس حکم پہنچا کہ اب مدائن کو فتح کرنے کی ہمت کریں۔ سعد رض پوری کوشش کے ساتھ فوجوں کی نظم و ترتیب میں لگ گئے اور مدائن کی طرف روانہ ہوگئے، اس دوران میں بعض شہر بطریقِ صلح کے اور بعض جنگ کے دباؤ کے ساتھ فتح کرلئے اور ایک گروہ کو جو بابل میں سکونت رکھتا تھا جنگ کے بعد متفرق کردیا۔ اس دار و گیر کے وقت حضرت سعد رض کے ہمرکاب ساٹھ ہزار سوار تھے۔ جب سعد رض کے (مدائن کی طرف) متوجہ ہونے کی خبر یزدجرد کو پہنچی تو (اس نے پھر مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن) فوج کی امارت کے لئے جس سردار کو بھی تجویز کرتا تھا وہ سعد رض کے خوف سے قبول نہیں کرتا تھا مجبور ہوکر دجلہ کی جانب شرقی میں شہر کے درمیان اُس نے اپنی جائے قیام بنائی اور اُس کی غربی جانب کو سعد کے لئے چھوڑدیا اور پُل کو خراب کردیا اور کشتیاں وہاں سے دُور کردی گئیں۔ اسلامی سوار اللہ کے توکّل پر اس بحرِ زخار میں گھُس گئے اور سلامتی کے ساتھ عبور فرماگئے۔ یزدجرد جو کچھ ہلکے اور قیمتی اموال میں سے اپنے ساتھ لیجاسکا لے کر حلوان کی طرف روانہ ہوگیا۔ سعد رض نے قعقاع کو اُس کے تعاقب میں بھیجا اور عمرو ابن مقرن کو اموالِ غنیمت کے منضبط اور جمع کرنے پر مامور کیا۔ اہلِ تاریخ نے جو کچھ کہ مدائن کی غنیمتوں سے حاصل ہوا اور جو کچھ قعقاع نے

۱۲
۱

از بنگاه یزدگرد نهب نموده نوشته اند تفصیل آن
در ینجا متعذر است بالجملہ چون تفرق کلی بحال سپاه
عجم راه یافت یزدگرد بحلوان اقامت نمود و لشکر
بسیارے از عجم در شہر حلولا بسرکردگی مہران رازی مجتمع
شدند و باہم عہد بستند برآنکہ نگریزند و استقامت ورزند
و جمعے کثیر از ہزیمت زدگان نیز با ایشان ملحق شدند
سعد حقیقت حال بعرض حضرت فاروق رض رسانید و
ے رضی اللہ عنہ حکم فرستاد کہ دوازدہ ہزار کس
بسرکردگی ہاشم بن عتبہ بجانب حلولا روان کند بالجملہ
ایشان را با سپاہ عجم ہشتاد بار مصاف درمیان آمد
و در آخر ہزیمت بر کفار افتاد غنائم بے حساب بدست
مسلمانان آمد یزدگرد چون این خبر شنید از حلوان برخاستہ
بجانب ری روان گردید و فوجے را در حلوان گذاشت
ہاشم این ماجرا بسعد نوشت سعد رض فرمود جہدے کن
و اہتمامی نما و حلوان را بہر وجہ در تصرف آر قصہ کوتاہ
حلوان نیز مفتوح شد باز سال بستم حضرت فاروق رض
سعد بن ابی وقاص را از جہت اظہار شکایت مردم و بیم
و اختلاف قوم برائے بحضور خود طلبید چون این معنی بگوش
یزدگرد رسید فرصت را غنیمت دید و با نواع حیل اہل
رے و خراسان و ہمدان و نہاوند را رفیق خود
گردانیدہ لشکرے بیحساب بہم آورد گویند صد و
پنجاہ ہزار مرد جمع شدہ بود بسرکردگی فیروزان
بجانب عراق روان نمود چون این ماجرا بعرض
امیر المؤمنین رسید نعمان بن مقرن را فرمود تا
بتدبیر حرب زود قیام نماید

یزدجرد کے جاتے قیام سے لوٹا سب کا حساب لکھا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل لکھنا دشوار ہے۔ المختصر جب عجم کی فوج بالکل پارہ پارہ ہو گئی تو یزدجرد نے حلوان میں قیام کر لیا اور عجمیوں کا بہت سا لشکر شہر حلولا میں مہران رازی کی سرکردگی میں اکٹھا ہو گیا۔ اور اہل لشکر نے باہم عہد کیا کہ وہ بھاگیں گے نہیں اور جمے رہیں گے اور ہزیمت زدہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ان سے آملی۔ سعد رض نے حقیقت حال کو حضرت فاروق رض کی خدمت میں پہنچایا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ بارہ ہزار آدمی ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں حلولا روانہ کر دیں۔ مختصر یہ ہے کہ عجم کی فوجوں کے ساتھ ان کی جنگ اسّی ۸۰ مرتبہ ہوتی ہے۔ آخر میں کفار کو شکست ہوتی اور بے حساب اموال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ یزدجرد نے جب یہ حال معلوم کیا تو حلوان سے اٹھ کر رے کی طرف روانہ ہو گیا اور ایک فوج کو حلوان میں چھوڑ دیا۔ ہاشم رض نے یہ ماجرا سعد رض کو لکھا۔ سعد رض نے حکم بھیجا کہ پوری جد و جہد کرو اور جس طرح بھی ممکن ہو حلوان پر قبضہ کرو۔ قصہ کوتاہ یہ کہ حلوان بھی فتح ہو گیا۔ پھر بیسویں سال میں حضرت فاروق رض نے سعد بن ابی وقاص کو اس وجہ سے اپنے پاس واپس بلا لیا کہ لوگوں نے ان کے بارے میں کچھ شکایتیں کی تھیں آپ رض کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ ان کے ساتھ اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ جب اس بات کی اطلاع یزدجرد کے کانوں تک پہنچی تو اس نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور طرح طرح کے حیلوں سے رے اور خراسان اور ہمدان و نہاوند کے لوگوں کو اپنا ساتھی بنا کر بے شمار لشکر جمع کر لیا۔ کہتے ہیں کہ لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔ اس لشکر کو فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کر دیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع امیر المومنین رض کی خدمت میں پہنچی تو آپ رض نے نعمان بن مقرن کو حکم دیا کہ جلد انتظام جنگ شروع کر دیں

و جیوش کوفہ را باتباعِ او امر کرد در وقت تولیتِ نُعمان بر زبان غیب ترجمانِ حضرت فاروق رضؓ جاری شد کہ اگر نُعمان شہادت یافت امارت بحذیفۃ ابن الیمان مقرر باشد بالجملہ چون نُعمان متوجہ شد درمیانِ ہر دو جیش وادی پیش آمد پُر از خار کہ عبور از آن متعسّر بود نخست مغیرۃ بن شعبہؓ را پیشِ فیروزان فرستاد تا دعوتِ اسلامش کند و آن بی دولت تُرّہات بسیارے بگفت چون مغیرہ بازگشت مصلحت الحرب خدعۃ را کار فرما شدند و یک منزل این طرف رجوع نمودند مجوس را گمان شد کہ از تُرّہاتِ فیروزان ہراسان شدہ گریزان شدند کفار از ان وادی خارناک گذشتہ بمیدانِ صاف بر آمدند و دلیرانِ اسلام دلیرانہ حملہ بران جماعہ آوردند و نُعمان بجناب کبریا دعاء نمود کہ درین معرکہ بدرجۂ شہادت فائز گردد بالجملہ بعد کوشش بسیار فتح اسلام و ہزیمت کفار بروئے کار آمد و نعمان برفیقِ اعلے انتقال نمود و فیروزان گریزان شد قعقاع دنبالِ او افتادہ بدوزخش فرستاد و غنائم بسیار و سبایاء بیشمار بدستِ لشکر مسلمین آمد و این را فتوح الفتوح نام نہادند زیراکہ عجم را من بعد اجتماعے معتدبہ مقدور نہ شد و بلادِ ایشان تمام مُسخرِ اہلِ اسلام گردید و دولتِ ساسانیان منہزم گشت و الحمد للہ رب العالمین۔

اور کوفہ کے لشکروں کے پاس حکم بھیجا کہ اُن کی اتباع کریں۔ نعمانؓ کو سپہ سالار بناتے وقت حضرت فاروق رضؓ کی زبانِ غیب ترجمان پر یہ بھی جاری ہوگیا کہ اگر نعمانؓ نے شہادت پائی تو امیر افواج حذیفہؓ ابن الیمانؓ مقرر ہوں گے۔ الغرض جب نعمانؓ افواجِ مجاہدین کو لے کر مقابلہ کے لئے) چلے تو دونوں لشکروں (یعنی اسلامی لشکر اور فارس کے لشکر) کے درمیان ایک وادی پُرخار بیش آگیا جس سے عبور کرنا بہت مشکل تھا۔ اوّل اُنھوں نے مغیرہ بن شعبہ رضؓ کو فیروزان کے پاس بھیجا تاکہ اس کو دعوتِ اسلام دیں۔ (جب مغیرہؓ نے جاکر اس کو دعوتِ اسلام پہنچائی تو) اس بدنصیب نے بہت کچھ ڈینگیں ماریں۔ جب مغیرہؓ واپس ہوئے تو الحربُ خدعۃ (جنگ دھوکا ہے) پر عمل کرتے ہوئے مصلحت یہ ہوئی کہ ایک منزل پیچھے واپس ہوجائیں۔ (اس واپسی سے) مجوسیوں کو یہ گمان ہوگیا کہ فیروزان کی ڈینگوں سے گھبرا کر اہلِ اسلام بھاگ پڑے تو یہ کفّار اس وادیٔ خارزار سے گزر کر صاف میدان میں (جس کو چھوڑ کر اہلِ اسلام پیچھے ہٹے تھے) آگئے اب دلیرانِ اسلام نے بہادری کے ساتھ اس لشکر پر حملہ کردیا۔ نعمان رضؓ نے بارگاہِ کبریا میں دعاء کی کہ اس معرکہ میں وہ درجۂ شہادت پر کامیاب ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہت کوشش کے بعد اسلام کی فتح ہوئی اور کفّار کو شکست ہوئی اور نعمان رضؓ رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال کر گئے اور فیروزان بھاگا تو قعقاع نے اس کا تعاقب کرکے اس کو جہنّم میں پہنچادیا اور بہت اموالِ غنیمت اور بیشمار قیدی لشکرِ اسلام کے ہاتھ آئے اور اس کا نام فتح الفتوح رکھا گیا۔ کیونکہ عجم کو پھر کبھی یہ قدرت نہ حاصل ہوسکی کہ وہ کوئی معتدبہ لشکر جمع کرلیں اور ان کے تمام شہر اہلِ اسلام کے زیرِ حکم آگئے اور دولتِ ساسانیان کا کلّیۃً خاتمہ ہوگیا، والحمد للہ رب العالمین۔

اینست منتخب آنچہ اصحاب فتوح عراق تقریر نمودہ اند امابرہم شدن دولتِ رومیان از شام باین صورت بود کہ چون دمشق مفتوح شد ابو عُبیدہ اُمراء اسلام را بفتحِ بلادِ شام معیّن گردانید اکثر قُرےٰ قریبۂ دمشق بردستِ ابی سفیان ومعاویہ مفتوح شد دمیسان بردستِ شرجیل ابن حسنہ وطبریہ باہتمام ابوالاعور بدستور دمشق صلحاً بدست آمد وبعلبک عنوۃً خالد بن الولید فتح نمود بعد ازان ابوعبیدہ وخالد بحمص متوجہ شدند کہ معسکر ہرقل بود ہرقل بطریقے از بطارقہ خود نودر نام را با لشکرے گران بمقابلہ ایشان فرستاد و بطریقے دیگر سنش نام را بکمکِ وی روان کرد ابو عبیدہ در مواجہہ سنش وخالد بمقابلہ نودر معسکر آراستند اتفاقاً نودر را بخاطر آمد کہ مقابلہ این جماعہ سنش واگذاشتہ خود بجانبِ دمشق وسائر بلدان کہ در حکمِ اسلام داخل شدہ بودند متوجہ گردد چون بدمشق رسید یزید بن ابی سفیان امیرِ دمشق بمقابلہ او برآمد وخالد رض نیز مانند باد در عقب رسید لشکرِ کفار را درمیان گرفتہ داد مقاتلہ دادند وجمعے کہ فرار کردہ بودند مسلمانان در عقبِ ایشان دویدند وہمہ را افنا نمودند خالد رض دیگر بار ملحق بہ ابو عبیدہ رض شد و بھیئت اجتماعیہ متوجہ مصاف سنش گشتہ اورا ہزیمت نمایان دادند بعد ازان بطرفِ حمص متوجہ گشتند ہرقل برائے محافظتِ حمص

یہ ہے اُن تمام احوال کا منتخب جو اہلِ تاریخ نے عراق کی فتوحات کے بارے میں بیان کئے ہیں۔ **شام سے رومیوں کی حکومت کا خاتمہ** اس صورت سے ہوا کہ جب دمشق فتح ہوگیا تو ابو عبیدہ رض نے اُمراء اسلام کو شام کے شہروں کو فتح کرنے کے لئے معین کیا۔ چنانچہ دمشق کے قریب کے اکثر شہر ابوسفیان رض اور معاویہ رض کے ہاتھ پر فتح ہوتے اور میسان شرجیل بن حسنہ کے ہاتھ پر، اور طبریہ ابوالاعور رض کی سرکردگی میں دمشق کے طور پر صلح کے ساتھ قبضہ میں آیا۔ اور بعلبک کو جنگ کرکے خالد رض ابن الولید نے فتح کیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ رض اور خالد رض حمص کی طرف متوجہ ہوئے جو ہرقل کی ایک فوجی چھاؤنی تھا۔ ہرقل نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار کو جس کا نام نودر تھا ایک بھاری لشکر دے کر اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور ایک دوسرے سردار کو جس کا نام سنش تھا اُس کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ ابو عبیدہ رض نے سنش کے مقابلہ پر اور خالد رض نے نودر کے مقابلہ پر لشکر کو مرتب کیا۔ اتفاقاً نودر کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس جماعت کے مقابلہ پر سنش کو چھوڑ کر خود دمشق کی اور اُن شہروں کی طرف متوجہ ہو جاتے جو اسلام کے زیرِ حکم آگئے ہیں۔ جب وہ دمشق پہنچا تو یزید بن ابی سفیان رض اُس کے مقابلہ کے لئے نکل آئے اور خالد رض بھی ہوا کی طرح اُس کے پیچھے پہنچ گئے۔ اب اُنھوں نے لشکرِ کفار کو گھیر کر قتل کر ڈالا اور ان میں کی ایک جماعت فرار ہوگئی تھی مسلمانوں نے اُس کا تعاقب کرکے سب کو فنا کردیا۔ خالد رض پھر ابو عبیدہ رض کے ساتھ آملے اور دونوں متفقہ طور پر سنش کے ساتھ جنگ پر متوجہ ہوگئے اور اس کو نمایاں شکست دی اس کے بعد حمص کی طرف بڑھنا شروع کردیا۔ ہرقل نے حمص کی حفاظت کیلئے

بطریقے را منصوب ساخت وخود درمقام رہا معسکر آراست واز اہلِ جزایر مددے بحمص فرستاد وسعد بحسب حسنِ اتفاق بعد فتح قادسیہ کہ افواجِ خود برائے نہب وغارتِ کفار منتشر ساختہ بوددرین حالت جمعی از ایشان بجزایر رسیدند چون این خبر بمتعینانِ کمک حمص رسید خایب بازگشتند درین ایام شدّتِ برودت مانع بود مسلمین را از وصول بحمص بعد انقضائے موسم سرما لشکرِ اسلام عزیمت فتح حمص مصمم نمودند گویند دروقت مناہدہ (محاربہ) چون بکلمۂ طیبۂ اللہ اکبر متکلم شدند درحمص زلزلہ افتاد وبیوت اہلِ حمص منہدم گشت باز تکبیر دردم گفتند زلزلۂ سخت تر از اوّل واقع شد بالجملہ رُعبِ عظیم ازین حادثہ بردلِ ایشان افتاد صلح نمودند وبدل الصلح اداکردند ابوعبیدہ رض خمسِ آن مصحوب عبداللہ بن مسعود رض بحضرتِ خلافت ارسال نمود وجماعۂ از قبائل راکہ بشرفِ اسلام تشریف یافتہ بودند درحمص ساکن گردانید حضرت فاروق رض حکم فرستاد کہ اہلِ نجدت (دلیری) را از نواحی شام نزدیک خود جمع بکن وما نیز ازینجا بعوث (لشکر) وسرایا بجانب تو فرستیم باید کہ برائے فتح بقیۂ بلاد ہمت گماری ابوعُبیدہ اطاعۃً للامر عبادہ بن الصامت را بر حکومتِ حمص گزاشتہ خود متوجہ جہاد وفتحِ بلاد گشت بلدۃً بعد بلدۃٍ مفتوح مے ساخت گویند چون بلاذقیہ

ایک بطریق (سردار) کو قائم کیا اور وہاں سے ہٹ کر مقام رُہا میں چھاؤنی قائم کرلی اور جزائر والوں میں سے ایک لشکر کی مدد حمص کے لئے بھیجی۔ حُسنِ اتفاق یہ ہوا کہ سعد رض نے قادسیہ فتح کرنے کے بعد اپنی افواج کو کفّار کے لُوٹنے اور غارت کرنے کے لئے جو ادھر اُدھر بھیجا تھا اسی حالت میں ان کی ایک جماعت جزائر میں پہنچی۔ جب یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی جو حمص کی کمک کے لئے متعین ہوگئے تھے تو یہ لوگ پریشان ہوکر (بطریق کی مدد سے دست کش ہوکر) واپس لَوٹ گئے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کو حمص پہنچنے سے سردی کی شدّت مانع ہوگئی۔ پھر موسمِ سرما گزرجانے کے بعد لشکرِ اسلام نے حمص کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جنگ کے وقت جب کہ مجاہدین کلمۂ طیبہ اللہ اکبر کا نعرہ مارنے لگے تو حمص میں زلزلہ واقع ہوگیا اور اہلِ حمص کے مکانات منہدم ہوگئے۔ پھر دوبارہ تکبیر کہی تو پہلے سے زیادہ سخت زلزلہ واقع ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے بہت بڑا رُعب اہلِ حمص کے دلوں پر چھاگیا اور اُنھوں نے صلح کرلی اور معاوضۂ صلح ادا کیا۔ ابوعبیدہ رض نے اُس کا پانچواں حصہ عبداللہ بن مسعود رض کے ساتھ بارگاہِ خلافت میں ارسال کیا۔ اور قبائل کی ایک جماعت کو جو اسلام کے شرف سے مشرّف ہوگئی تھی ان کو حمص میں آباد کیا۔ پھر حضرت فاروق رض نے حکم بھیجا کہ شام کے علاقوں سے دلیر لوگوں کو بُلاکر اپنے پاس جمع کرو اور ہم بھی یہاں سے بڑے چھوٹے لشکروں کو تمہاری طرف بھیج رہے ہیں چاہیئے کہ اب بقیہ شہروں کے فتح کرنے کی ہمّت کرو۔ ابوعبیدہ رض حکم کی اطاعت میں عبادہ رض بن الصامت کو حمص کی حکومت پر چھوڑکر خود جہاد کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوتے اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرتے رہے۔ جب لاذقیہ کی

رسیدند دروازہ آن را دیدند کہ سخت محکم است و
شکستِ آن مقدور نبود بحکم الحربُ خدعۃٌ معسکر را
دور از شہر قرار دادہ خندقے بر گرد لشکر کنند بعد
ازان روزی یک جماعتی را مسلح و مکمل در میانِ خندق
متواری ساختہ ازانجا کوچ نمودند اہلِ لاذقیہ کوچ
لشکر معلوم کردہ لشکرگاہ را خالی دید دروازہ را کشادند
دلیران اسلام از میانِ خندق برجستہ بَغتۃً (ناگاہ ۱۲)
بشہر در آمدند عجیب مقتلہ بظہور آمد آخر کار مدار بر
صلح افتاد بعد ازان خالد بن الولید بجانب قِنّسرین
توجہ نمود و باعظیمے از عظماء روم میناس نام محاربہ
در افتاد عاقبۃ الامر میناس بلجمعے کشتہ شد آنگاہ
قنسرین را محاصرہ کرد و آخر بصلح مفتوح شد
بعد ازان ابو عبیدہ در نواحی حلب معسکر ساختہ
صلحاً مفتوح نمود بعد ازان اہل انطاکیہ ہم بعد جنگے
بصلح تن دادند ابو عبیدہ رض جمعے کثیر از اہلِ اسلام
در انطاکیہ ساکن گردانید و درین ایام ہرقل از ملکِ
شام مایوس گشت و آن ولایت را وداع نمودہ
بصوبِ قسطنطنیہ متوجہ شد و بقدر امکان در ضبط
و ربطِ بلاد قریبۂ قسطنطنیہ انواعِ سعی مصروف
داشت از انجملہ قیساریہ و اجنادین بود حضرت
فاروق رض برائے ابو عبیدہ نوشتہ فرستاد
کہ معاویہ را با پنج ہزار بجانبِ قیساریہ و
عمرو بن العاص را بجانبِ اجنادین
روان کنند حاکم اجنادین ارطبون
بود و ارطبون

پر پہنچے تو اس کے دروازے کو دیکھا کہ نہایت مستحکم ہے اور اس کا توڑنا
قدرت سے باہر ہے تو حسب قول الحرب خدعۃٌ (یعنی لڑائی دھوکا
ہوتی ہے) انھوں نے اپنے لشکر کا پڑاؤ شہر سے دور قرار دیا اور
لشکر کے گرد ایک خندق کھودی اس کے بعد ایک دن ایک جماعت
کو مسلح اور مکمل کرکے خندق کے درمیان پوشیدہ کرکے وہاں سے
کوچ کردیا۔ لاذقیہ والوں کو جب لشکر کے کوچ کرنے کا حال معلوم
ہوا اور انھوں نے لشکرگاہ کو خالی دیکھا تو دروازہ کھول دیا۔ بہادرانِ
اسلام خندق میں سے کود کر نکلے اور ایک دم شہر میں جا گھسے
اور سخت کشت و خون شروع ہوگیا۔ انجام کار صلح پر جنگ کا خاتمہ
ہوا۔ اس کے بعد خالد رض بن الولید نے قنسرین کی طرف توجہ کی
اور رومی سرداروں میں سے ایک بڑے سردار کے ساتھ جس کا
نام میناس تھا ان کی جنگ ہوتی انجام کار میناس ایک جماعت کے
ساتھ مارا گیا۔ اس وقت قنسرین کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر صلح
کے ساتھ فتح ہوگیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ رض نے حلب کے اطراف
میں فوجیں قائم کردیں اور وہ بھی صلح کے ساتھ فتح ہوگیا۔ اس
کے بعد انطاکیہ والوں کو بھی ایک جنگ کے بعد صلح کرنا پڑی۔
ابو عبیدہ رض نے اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت کو انطاکیہ میں بسا دیا
اور ان ایام میں ہرقل ملک شام سے مایوس ہوگیا اور اس
ولایت کو رخصت کرکے قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوا اور بقدر
امکان قسطنطنیہ کے قریب کے شہروں کا دفاع مضبوط کرنے اور
ان میں رابطہ کے قائم کرنے میں طرح طرح کی کوششیں عمل
میں لایا۔ ان شہروں میں سے قیساریہ اور اجنادین تھے حضرت
فاروق رض نے ابو عبیدہ رض کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ معاویہ کو پانچ ہزار
سواروں کے ساتھ قیساریہ کی طرف اور عمرو بن العاص کو اجنادین
کی طرف روانہ کریں۔ حاکم اجنادین ارطبون تھا اور ارطبون

بلغت روم فطن وذکی را گویند فاروقِ اعظم رض فرمود کہ رَمَینا ارطبونَ الرّوم بارطبون العرب بتائیدِ الٰہی معاویہ بقیساریہ رسید وپنجاہ ہزار کس بلکہ زیادہ را ہزیمت داد وعمرو ابن العاص نیز ارطبون را منہزم ساخت آن بے دولت ملتجی بہ بیت المقدس شد چون ہرقل دید کہ دران مرز بوم ہم اورا نمے گزارند مضطر شدہ ۳ کس از سرداران نام دار برگزید مبلغے خطیر بایشان عطا داد و فوجے عظیم بسرکردگی ماہان برائے مقابلہ مسلمانان مُہیّا کرد چون این خبر بابو عبیدہ رسید اُمراء را جمع فرمود ودر مقدماتِ حرب با ایشان مشورت نمود وقاصدے را بحضورِ خلیفۂ اعظم رض فرستاد در حالتِ راہنہ رُجحانِ رائے ایشان مُجوّزِ آن شد کہ قبائلِ مسلمین را از حمص برآوردہ بدمشق رسانند زیراکہ براہل حمص اطمینان نداشتند حضرتِ فاروق رض درجواب ایشان دلاسا نوشت و ۳ ہزار کس برائے مددِ ایشان فرستاد آخرج مالک عن زید بن اسلم قال کتب ابو عبیدۃ بن الجراح الٰی عمر بن الخطاب یذکر لہ جموعًا من الرّوم وما یتخوّفُ من امرہم فکتب الیہ عمر امّا بعد فانہ مہما ینزل بعبدٍ مؤمنٍ من منزلِ شدّۃٍ یجعل اللّٰہُ بعدہ فرجًا وانہ لن یغلب عُسرٌ یُسرین

رومی زبان میں ذہین اور اہل ذکاوت کو کہتے ہیں۔ فاروقِ اعظم رض نے فرمایا کہ رَمَینا ارطبونَ الروم بارطبون العرب۔ (یعنی ہم نے ارطبونِ روم کے مقابلہ پر ارطبونِ عرب کو ڈالا ہے) اللہ تعالیٰ کی مدد سے معاویہ قیساریہ میں پہنچے اور پچاس ہزار لوگوں کو بلکہ زیادہ کو شکست دی اور عمرو بن العاص رض نے بھی ارطبون کو بھگا دیا۔ وہ بدنصیب بیت المقدس میں جاکر پناہ گزین ہوا۔ جب ہرقل نے دیکھا کہ اس سرزمین میں بھی اس کو نہیں چھوڑ رہے ہیں تو پریشان ہو کر اُس نے اپنے نامور سرداروں میں سے تین آدمیوں کا انتخاب کیا اور اُن کو بہت مال عطا کیا اور ایک بہت بڑی فوج ماہان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے تیار کی۔ جب یہ خبر ابو عبیدہ رض کو پہنچی تو اُنھوں نے اُمراء کو جمع فرمایا اور ان کے ساتھ جنگ کے مقدمات میں مشورہ کیا اور ایک قاصد خلیفۂ اعظم رض کے حضور میں روانہ کیا۔ پیش آمدہ حالت میں ان صاحبان کی رائے کا رجحان اس تجویز کی طرف ہوا کہ مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکال کر دمشق میں پہنچا دیں، کیونکہ حمص والوں پر وہ اطمینان نہیں رکھتے تھے۔ حضرت فاروق رض نے اُن کے جواب میں ہمت افزائی کے کلمات لکھے اور تین ہزار کا لشکر اُن کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ مالک رح نے روایت کی زید بن اسلم رح سے اُنھوں نے کہا کہ ابو عبیدہ ابن الجراح نے عمر بن الخطاب رض کو لکھا اور (مراسلہ میں) روم کے لشکروں کا ذکر کیا اور ان کی جانب سے جو اندیشے تھے وہ بھی لکھے تو اُن کو عمر رض نے جواب لکھا امابعد یاد رکھو کہ جب بھی بندۂ مومن پر کوئی سختی کا موقع آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد کشائش بھیجا کرتا ہے اور ایک عُسر (تنگی) کبھی دو یُسر (آسانی) پر ہرگز غالب نہیں ہوتی (فانّ مع العسر یسرا الخ)

وان اللہ تعالیٰ یقول فی کتابہ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ دبر آوردن قبائل مسلمین از حمص وخالی گذاشتن حمص پسند نہ فرمود و گفت اما چون مسلمین دران واقعہ چنین مصلحت دانستند امید کہ ضرر نہ رسد بالجملہ در ساحل یرموک تلاقی فئتین واقع شد جنگے درمیان آمد کہ زبانِ قلم طاقتِ شرح وبیانِ آن ندارد وخالد ابن الولید بدستِ خود چندان محاربہ فرمود کہ ہفت شمشیر در دستِ او شکستہ شد بعد کوشش بسیار فتح اسلام بظہور آمد و در افنای جماعہ کہ گریختہ بودند سیوف مسلمین کارے عجیب نمود گویند مجموع قتلے ہفتاد ہزار کس بودند غنائم بسیار وسبایا بیشمار بدستِ مسلمانان افتاد خمس بدار الخلافہ ارسال داشتہ باقی بر غزات قسمت کردند چون ارطبون فرار کردہ بہ بیت المقدس پناہ برد عمرو بن العاص در پے او افتاد ومحاصرہ کرد درین اثناء عمرو بن العاص شخصے را کہ بہ لغتِ روم آشنا بود فرستاد ووصیت نمود کہ بر اطلاعِ خود بہ لغتِ روم کسے را ازیشان مطلع نہ سازد چون بمجلس ایشان در آمد ارطبون با قوم خود می گفت کہ فتح بیت المقدس بر دستِ عمرو بن العاص نہ خواہد بود قوم پرسید تدپس بر دستِ کدام کس مفتوح خواہد شد گفت شخصے کہ اسمِ او ۳ سہ حرف است و وی یکے از اربعہ است

کی طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا الخ (۳: ۲۰۰) اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو"۔ اور مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکالنے اور حمص کو خالی چھوڑ دینے کو آپ نے پسند نہ فرمایا اور کہا کہ جب مسلمانوں نے اس واقعہ میں اسی کو مصلحت سمجھا ہے تو امید ہے کہ نقصان نہ پہنچے گا۔ الغرض ساحل یرموک پر دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو اتنی شدید جنگ واقع ہوئی کہ زبانِ قلم اس کی شرح اور بیان کی طاقت نہیں رکھتی اور خالدؓ بن الولید نے اپنے ہاتھ سے اس قدر محاربہ فرمایا کہ (اس دن) ان کے ہاتھ سے سات تلواریں ٹوٹی تھیں۔ بہت کوشش کے بعد اہلِ اسلام کی فتح ظہور میں آئی۔ اور اس جماعت کے فنا کرنے میں جو بھاگی تھی مسلمانوں کی تلواروں نے عجیب کام کیا۔ کہتے ہیں کہ مقتولین کی مجموعی تعداد ستر ہزار آدمی تھے۔ بہت سے اموالِ غنیمت اور بے شمار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ پانچواں حصہ دار الخلافہ روانہ کرنے کے بعد باقی غازیوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ جب ارطبون نے بھاگ کر بیت المقدس میں پناہ لی تو عمروؓ بن العاص نے اس کا تعاقب کیا اور محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں عمروؓ بن العاص نے ایک ایسے شخص کو (قاصد بنا کر) بھیجا جو رومی زبان جانتا تھا اور اس کو ہدایت دی کہ رومی زبان سے اپنی واقفیت پر کسی کو مطلع نہ کرے۔ جب یہ ان کی مجلس میں پہنچا تو ارطبون اپنی مجلس میں کہہ رہا تھا کہ بیت المقدس کی فتح عمروؓ بن العاص کے ہاتھ پر نہیں ہو گی۔ قوم نے پوچھا کہ پھر کس کے ہاتھ پر ہو گی؟ تو اس نے کہا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے نام میں تین حروف ہیں اور وہ ان چار آدمیوں میں سے ایک شخص ہے

بر دستِ او فتح بیت المقدس خواہد بود یعنی
صفاتے کہ ہمہ منطبق بر فاروقِ اعظم رضؓ بود
تقریر نمود عمرو بن العاص این ماجرا بعرض
حضرتِ فاروق رضؓ رسانید و وی رضی اللہ عنہ
بساختگی توجہ خود بجانب بیت المقدس
اہتمام تمام نمود فی تاریخ الیافعی نزلَ
عمر رضی اللہ عنہ علی بیتِ المقدس و
کانَ المسلمون قد حاصروا تلک المدینۃ
المقدسۃ المبارکۃ و طالَ حِصارُہم فقال
لہم اہلُہا لا تتعبوا فلن یفتحہا الا رجلٌ نحن
نعرفہ لہ علامۃٌ عندنا فان کانَ اِمامکم بتلک العلامۃ
سلّمناہا لہ من غیر قتالٍ فارسل المسلمون الی عمر
یُخبرونہ بذلک فرکبَ رضی اللہ عنہ راحلتہ
و توجہ الی بیتِ المقدسِ و کانَ معہٗ
غلام لہ یعاقبہ فی الرکوب نوبۃً بنوبۃٍ
و قد تزوّد شعیرًا و تمرًا و زیتًا و علیہ
مرقعۃ (جامہ با پیوند ۱۲) لم یزل یَطوی القفارَ (میدان بے آب ۱۲) اللیلَ
والنہارَ الی ان قربَ من بیت
المقدس فتلقاہ المسلمون و قالوا لہ ما
ینبغی ان یرے المشرکون امیرَ المؤمنین
فی ھذہ الہیئۃ و لم یزالوا بہ
حتی البسوہ لباسًا غیرھا و
ارکبوہ فرسًا فلما رکبَ وجذّ بہ (اسپ کشید ۱۲)
الفرسُ داخلہ شئ من
العُجب

جس کے ہاتھ پر بیت المقدس فتح ہوگا۔ یعنی اُس نے اُن تمام صفات کی تقریر کی جو فاروقِ اعظم رضؓ پر منطبق تھیں۔ عمرو رضؓ بن العاص نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ رضؓ نے بیت المقدس کی جانب سفر کا پورا اہتمام فرمایا۔ تاریخ یافعی میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پر نازل ہوتے اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اس شہر مقدس و مبارک کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور اُن کا محاصرہ طویل ہو گیا تھا تو اُن سے اہلِ شہر نے کہا کہ تم تکلیف نہ اُٹھاؤ اس کو ہرگز کوئی شخص فتح نہ کر سکے گا بجز ایک ایسے شخص کے جس کو ہم پہچانتے ہیں۔ ہمارے پاس اُس کی علامت ہے، تو اگر تمہارے خلیفہ میں وہ علامت موجود ہوگی تو ہم یہ شہر بغیر قتال کے اُس کے سپرد کر دیں گے۔ تو مسلمانوں نے حضرت عمر رضؓ کے پاس قاصد بھیجا اور صورتِ احوال کی اُن کو خبر پہنچائی تو عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوتے اور آپ رضؓ کے ساتھ آپ کا غلام تھا جو سوار ہونے میں باری باری سے ان کا قائم مقام ہوتا تھا۔ اور آپ نے اپنا زادِ راہ بنایا جو اور کھجوروں اور زیت کو اور آپ کے بدن پر پیوندوں والا لباس تھا۔ چٹیل میدانوں کو رات اور دن برابر آپ طے کرتے رہے یہاں تک کہ بیت المقدس کے قریب پہنچ گئے تو آپ سے مسلمانوں نے ملاقات کی اور اُن سے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ مشرکین اس ہیئت میں امیر المؤمنین رضؓ کو دیکھیں اور برابر آپ رضؓ سے اس پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اُنھوں نے آپ کو دوسرا لباس پہنوا دیا اور آپ رضؓ کو گھوڑے پر سوار کرایا۔ تو جب آپ رضؓ سوار ہو گئے اور گھوڑا ان کو لے کر دوڑا تو اُن میں کچھ عُجب (خود بینی) کا اثر پیدا ہوا تو

فنزل عن الفرس و نزع اللباس ولبس
المرقعۃ وقال اقیلونی ثم سار فی ہٰذہ
الہیئۃ الی ان وصل فلما رآہ المشرکون
من اہل الکتاب کبّروا و قالوا ہذا ہو وفتحوا
لہ الباب بالجملہ فاروق اعظم رض بعمالِ شام
احکام فرستاد کہ ہر شخصے عمل خود راکہ بآن
مامور است بدیگرے کہ بروے اعتماد داشتہ
باشد بسپارد وخود در جابیہ کہ شہر یست بر پنج
مرحلہ از بیت المقدس حاضر شود اول کسیکہ
آنجا رسید ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان بود
بعد ازان تترائے مرۃً بعد اخرٰی سپہ سالارانِ
شام بملازمتِ امیر المؤمنین مستسعد می شدند
حضرتِ فاروق رض متوجہ بیت المقدس شد
ارطیون ازینجا گریختہ راہ مصر گرفت وحضرت
امیر المؤمنین بمبارکی داخل بیت المقدس
شد و اعلانِ شعائرِ اسلام فرمود سال
ہفتدہم ہرقل با اہلِ جزائر متفق شد
جمعے راکہ قبولِ اسلام ایشان را بطوع و
رغبت نہ بود بخود کشید و فوجے عظیم قریب صد
ہزار سوار فراہم آوردہ بطرفِ شام روان شد
اول قصد حمص نمود کہ مقر حکومتِ او بود
ابو عبیدہ این ماجرا را بعرض حضرتِ
فاروق رض رسانیدہ رضی اللہ عنہ
برائے حکام جمیع ممالکِ اسلام حکم
فرستاد کہ

آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور وہ لباس اتار دیا اور وہی
پیوندوں والا لباس پہن لیا اور لوگوں سے کہا کہ مجھے (میرے
حال پر) چھوڑ دو۔ پھر اسی ہیئت میں آپ روانہ ہوگئے یہاں
تک کہ (شہر تک) پہنچ گئے تو جب ان کو اہلِ کتاب کے مشرکوں
نے دیکھا تو انھوں نے اللہ اکبر کہا اور بولے کہ وہ شخص یہی
ہے اور اُن کے لئے دروازہ کھول دیا۔ المختصر فاروقِ اعظم رض
نے شام کے عاملوں کو احکام بھیجدیئے تھے کہ (ان میں سے)
ہر ایک اپنے کام کو جس پر کہ وہ مامور ہے کسی دوسرے شخص
کے سپرد کردے جس پر کہ وہ اعتماد رکھتا ہو اور خود جابیہ میں
پہنچ جائے جو بیت المقدس سے پانچ منزل پر ایک شہر ہے۔
سب سے پہلے جو لوگ وہاں پہنچے وہ ابو عبیدہ رض اور یزید رض بن
ابی سفیان تھے۔ اس کے بعد متفرقاً ایک دوسرے کے بعد شام
کے سپہ سالار امیر المومنین رض کی ملاقات سے سعادت اندوز
ہوتے رہے اور حضرت فاروق رض بیت المقدس کی جانب
متوجہ ہوئے اور ارطیون نے اس جگہ سے بھاگ کر مصر کی راہ
اختیار کی اور حضرت امیر المومنین رض مبارک قدوم کے ساتھ
بیت المقدس میں داخل ہوئے اور آپ رض نے شعائرِ اسلام
کا اعلان فرمادیا۔ سترھویں سال میں ہرقل جزائر والوں
سے مل گیا اور اُس نے ایک ایسی جماعت کو جن کا قبولِ اسلام
خوشی اور رغبت کے ساتھ نہیں تھا اپنی طرف کھینچ لیا اور
ایک بہت بڑی فوج جو ایک لاکھ سواروں کے قریب تھی
فراہم کرلی اور شام کی طرف روانہ ہوگیا۔ اول اُس نے
حمص کا قصد کیا جو اس کا دارالحکومت تھا۔ ابو عبیدہ رض نے اس
واقعہ کی اطلاع امیر المومنین رض کی خدمت میں پہنچائی۔ آپ رض
نے تمام ممالکِ اسلام کے حکام کے پاس حکم بھیجا کہ

از ہر ناحیہ ساختگی افواج نمودہ خود ہا را بابو عبیدہ ملحق گردانند و قاصدے بجانبِ سعد بن ابی وقاص روان کرد کہ قعقاع بن عمرو را با چہار ہزار سوار بمددِ ابو عبیدہؓ فرستند و برای ابو عبیدہ پیغام نمود کہ تا رسیدنِ کمک در حمص متحصّن باشد و مبادرت بجنگ نکند و خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تا جابیہ رسید و خالد بن ولید انتظار کمک نکشید نزد ابو عبیدہ رفتہ مبالغہ از حد گزرانید تا برآید و استعدادِ مقابلہ نماید بالجملہ پیش از وصول افواجِ کمک در میانِ فریقین مقاتلہ و مقابلہ واقع شد و بہ نصرتِ الٰہی لشکر کفار ہزیمت یافت و غنایم و سبایا بیرون از شمار بدستِ مسلمانان آمد و مملکتِ شام برای ابو عبیدہ مُستَصفےٰ گشت لیکن حضرت فاروق این عجلت و مُبادرت در قتال از خالد بن ولید و عدم انتظارِ او لشکرِ امداد را کہ بنا بر ضِنّ بر غنایم و سبایا و متضمّن عُجُب و خود بینی بود پسند نفرمود و ویرا معزول ساخت و چون درین ایّام ارطیون در مصر متحصّن شدہ اغوای اہلِ شام می نمود لہٰذا برا عمرو بن العاص نوشت کہ بجانبِ مصر روان شود و ارطیون را بسزا رساند عمرو بن العاص بامتثالِ امر متوجہ مصر شد و با ارطیون مصاف نمود و او را با اکثر سردارانِ لشکرش بقتل آورد انگاہ عمرو بن العاص بصوبِ اسکندریہ عنانِ عزیمت تافت و آن را بطریقِ صلح مفتوح ساخت ازان باز

حاشیہ: بخل ۱۲

ہر علاقہ سے فوجوں کی تیاری کر کے لپنے کو ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچا دیں اور ایک قاصد سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس روانہ کیا کہ قعقاع بن عمرو کو چار ہزار سواروں کے ساتھ ابو عبیدہؓ کی مدد کے لئے بھیجیں۔ اور ابو عبیدہؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ کمک کے پہنچنے تک حمص میں قلعہ بند رہیں اور جنگ پر پیش قدمی نہ کریں۔ اور خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ تک پہنچے۔ اور خالدؓ بن الولید نے کمک کا انتظار نہ کیا اور ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچے اور اس بات پر کہ باہر نکلیں اور مقابلہ کی تیاری کریں مبالغہ حد سے گزار دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امدادی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی دونوں فریق کے درمیان مقاتلہ اور مقابلہ واقع ہو گیا اور اللہ کی مدد سے لشکر کفار نے شکست کھائی اور بے شمار اموالِ غنیمت اور بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور شام کی مملکت ابو عبیدہؓ کے لئے صاف اور بے خطر ہو گئی۔ لیکن حضرت فاروقؓ نے خالدؓ ابن الولید کی طرف سے قتال میں اس جلدی اور پیش قدمی کو اور امدادی لشکر کے پہنچنے کا انتظار نہ کرنے کو جو اموالِ غنیمت اور قیدیوں کے بارے میں بخل کے شبہ پر مبنی تھا (کہ اگر امدادی افواج کے پہنچنے کے بعد فتح ہوتی تو وہ سب اموالِ غنیمت میں حصہ دار بن جائیں گے) اور جو عُجب اور خود بینی پر بھی متضمّن تھا پسند نہ فرمایا اور خالدؓ کو معزول کر دیا۔ اور چونکہ ان ایّام میں ارطیون مصر میں قلعہ بند ہو کر اہلِ شام کو بھڑکا رہا تھا اس لئے آپؓ نے عمروؓ بن العاص کو لکھا کہ مصر کی طرف روانہ ہو جائیں اور ارطیون کو سزا دیں۔ عمروؓ بن العاص تعمیلِ حکم کے لئے مصر روانہ ہو گئے اور ارطیون کے ساتھ جنگ کر کے اس کو اس کے اکثر سردارانِ لشکر کے ساتھ قتل کر دیا۔ پھر عمروؓ بن العاص نے اسکندریہ پر چڑھائی کی اور اس کو بطریقِ صلح کے فتح کر لیا۔ اس کے بعد

ہر روز فتح اسلام افزودن گرفت و بلادِ کفّار در تحت و تصرّف مسلمانان درآمد و دولتِ رومیان از بلادِ شام بمعرضِ انقطاع و اختتام افتاد و الحمد للہ رب العالمین این است منتخب آنچہ اصحاب فتوحِ شام بتحریر آوردہ اند بعد ازان ظہور دیگر فتوحِ رونقِ اسلام را افزودن گرفت مانند فتحِ اَہواز بر دستِ ابو موسیٰ و آذربیجان بسعی مغیرۃ ابن شعبۃ و نہاوند بطریقِ صلح و دینور و ہمدان عنوۃً باہتمامِ حذیفہ و طرابلس مغرب بکوششِ عمرو بن العاص و اوایل فتح خراسان و اطرافِ قسطنطنیہ در زمانِ حضرت فاروق شروع شدہ بود و بیانِ آنہمہ طولے دارد حظِّ فطینِ لبیب۔

ازین مبحث نکتہ ایست و آن آنست کہ حق عزّ و علا از فوقِ سمٰوات ظہور دینِ محمدی را علیہ الصلوٰۃ والسلام در جمیعِ ارض ارادہ فرمودہ و این ارادہ در تمام عالم سیلان نمود مانند سیلانِ آب بروضعِ طبعی در مجرے خود و حکمِ وضعِ طبیعی سیلانِ این ارادہ در حالتِ راہنہ آن بود کہ اوّلاً کسرِ دولتِ کسرٰے و قیصر بروئے کار آید و دینِ مرتضےٰ قائم مقام ملّتِ ایشان شود و بان شیوع دولت در اطرافِ ممالک شائع گردد چون ظہور این فرقانِ اکبر بر دستِ فاروقِ اعظم رض اتفاق افتاد بالقوۃ القریبۃ

فتح اسلام یوماً فیوماً بڑھتی رہی اور کفار کے شہر مسلمانوں کے ما تحت وزیرِ تصرّف آتے رہے اور رومیوں کی سلطنت شام کے شہروں سے منقطع و مختتم ہو گئی، والحمد للہ رب العالمین۔ یہ اُن واقعات کا منتخب ہے جو فتوحِ شام کے مؤرخین نے تحریر کئے ہیں۔ اس کے بعد دیگر فتوحات کے ظہور سے رونقِ اسلام بڑھنا شروع ہوئی جیسے اہواز کی فتح ابو موسیٰ رض کے ہاتھ پر اور آذربیجان کی فتح مغیرہ رض بن شعبہ کی کوشش سے اور نہاوند بطور صلح کے اور دینور اور ہمدان جنگ کے ساتھ حذیفہ رض کے اہتمام سے اور طرابلسِ مغرب عمرو رض بن العاص کی کوشش سے وقوع میں آئیں۔ اور خراسان و اطرافِ قسطنطنیہ کی فتوحات کی ابتداء حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہو چکی تھی اور ان سب کا بیان بہت طول رکھتا ہے۔

اس مبحث سے ایک دقیقہ شناس ہوشیار کے حصّہ میں ایک نکتہ آئے گا اور وہ یہ کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آسمانوں کے اُوپر سے دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا تمام زمین میں ارادہ فرمایا تھا اور یہ ارادہ تمام عالم میں اس طرح جاری ہوا جس طرح پانی اپنی طبعی وضع پر اپنے مجرے (یعنی بہاؤ کے راستہ) پر بہتا ہے اور اس ارادے کے سیلان کی (دنیا کی) پیش آمدہ حالت کے لحاظ سے طبعی وضع کا حکم یہ تھا کہ اوّلاً کسرٰے اور قیصر کی حکومتوں کا زوال ظہور پذیر ہو اور جو دین پسندیدہ حق ہے وہ اُن کی ملّتوں کا قائم مقام بن جائے اور اطرافِ ممالک میں حکومت کے پھیل جانے کے طور پر شائع ہو جائے۔ جب اس فرقانِ اکبر (یعنی حق و باطل میں امتیازِ کامل۔ مراد دینِ محمدی جو حق کو باطل سے جدا کر دینے والا ہے) کا ظہور فاروقِ اعظم رض کے ہاتھ سے قوّتِ قریبہ سے

من الفعل ظہور دینِ محمدی در جمیع ارض حاصل
گشت عن جبیر بن حیۃ قال بعث عمر رضی اللہ
عنہ الناس فی افناء الامصار یقاتلون المشرکین
فاسلم الہرمزان فقال انی مستشیرک
فی مغازیّ ہذہ قال نعم قال مثلہا و
مثل من فیہا من الناس من عدو المسلمین
مثل طائرٍ لہ راسٌ ولہ جناحانِ و
لہ رجلان فان کسر احد الجناحین نہضت
الرجلان بجناحٍ والراس فان کسر
الجناح الاٰخر نہضت الرجلانِ و
الراس فان شدخ (شکستہ شود) الراس
ذہبت الرجلانِ والجناحانِ و
الراس فالراس کسریٰ و
الجناح قیصر والجناح الاٰخر فارس
فمر المسلمین فلینفروا اخرجہ البخاری
وسعی حضرت فاروق رض درین امر ولو
بیش نہ بود ظہور ارادۂ حق را عزّ و علا
ونعم ما قیل ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی
نہ حدِ بادہ بود ؛ با حریفان ہرچہ کرد آن
نرگسِ مستانہ کرد ؛ و این معنی را قرائن
بسیار است بمجرد ملاحظہ آن قراین حدس
قوی بآن وجہ حاصل می شود یکے ازان
قرائن این است کہ کسر این دو دولت
مستقرہ ممتدہ از مدتِ چہار صد سال باآن
ہمہ عدد و عُدد و دلاوری و سپہ سالاری

فعل میں واقع ہوگیا (یعنی اس دین کا ظہور تمام عالم کے لئے پہلے بالقوۃ تھا اب فعلیت میں آگیا) تو دینِ محمدی کا ظہور تمام زمین میں حاصل ہوگیا۔ جبیر بن حیۃ سے مروی ہے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو (یعنی لشکروں کو) شہروں کی حدود پر بھیجا جو مشرکین سے قتال کر رہے تھے پھر ہرمزان اسلام لے آیا تو عمر رض نے فرمایا کہ میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں ان غزوات کے بارے میں۔ اس نے کہا ہاں (اور) کہا اُن ملکوں کی مثال اور جس قدر اُن میں مسلمانوں کے دشمن لوگ رہتے ہیں ایک پرندے کی سی ہے جس کے ایک سر ہے اور دو بازو ہیں اور دو ٹانگیں ہیں تو اگر دو بازوؤں میں سے ایک توڑ دیا جائے تو وہ دونوں پاؤں اور ایک بازو سے اور سر سے کھڑا رہے گا۔ پھر اگر دوسرا بازو توڑ دیا جائے گا تو پھر بھی وہ دونوں پاؤں اور سر سے کھڑا رہے گا، لیکن اگر سر ہی کچل ڈالا جائے گا تو دونوں پاؤں اور دونوں بازو اور سر سب ختم ہو جائیں گے۔ تو سر (دنیائے کفر کا) کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس تو مسلمانوں کو حکم دیجئے کہ وہ (لڑنے کے لئے) نکلیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور حضرت فاروق رض کی سعی اس امر میں ارادۂ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ظہور کے لئے ایک نقاب سے زیادہ نہیں تھی۔ اور کیا خوب کہا گیا ہے ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی الخ یعنی یہ تمام مستی اور بیہوشی شراب کا ذاتی اثر نہیں تھا، یارانِ ہم مشرب کے ساتھ جو کچھ کیا اس (چشم) نرگس مستانہ نے کیا ہے۔" اور اس حقیقت کے لئے بہت سے قرائن ہیں جن کے ملاحظہ سے دقیقہ شناس عقل اس وجہ پر جا پہنچتی ہے۔ اُن قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ ان دو مضبوط و پائدار سلطنتوں کا جو چار سو برس سے اس قدر عدد کثیر اور فوجی سامانِ جنگ کے ساتھ اور دلاوری اور فنون سپہ گری کے ساتھ

درین مدتِ قلیلہ از دستِ عرب بااین سامانے
کہ داشتند ہرگز مثلِ آن ہیچگاہ متحقق نشدو نخواہد
شدنہ درزمانِ اسکندر ذوالقرنین و نہ در وقتِ ترکانِ
چنگیزیہ و نہ در ایامِ تیموریہ بر متتبعانِ فنِ تاریخ پوشیدہ
نیست کہ فتحِ بلاد ہر چند مساعدتِ بخت غالب
باشد و اسبابِ مہیا حدی دارد و غایتے وآنچہ در
خلافتِ حضرت فاروق رض از فتوح واقع شد
فارتست از حد و غایت است در میانِ کشور کشائی (درگزرندہ ۱۲)
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ و کشور کشائی جمعے
کہ قبل از وی بودہ اند و بعد از وی آمدند فرقے
بین است زیراکہ در عرب بادشاہی و کشورستانی
و فوج کشی نبود و رسوم سپاہیان را نمی دانستند
و مقابلہ کسری و قیصر بخاطر ایشان گزشتن چہ احتمال
حضرت فاروق رض صنعتِ فروسیت را بمردم آموخت (سواری ۱۲)
و لشکرہا ساخت و خوفی کہ در دلہای ایشان بود برانداخت
و جمعے کہ بعد از حضرتِ عمر رض فوج کشی کردند از فوجِ
آمادہ و مستعد کار گرفتند و چیزیکہ رسوم آن معلوم و
قواعدِ آن ممہد بود باتمام رسانیدند شتّان بینہما
چنان محسوس می شود کہ در عہد حضرتِ فاروق رض
تائیدِ الٰہی و نصرتِ غیبی گویا مانندِ باران از آسمان
مے بارید اخرج الحاکم عن حذیفۃ انہ
قال کان الاسلام فی زمان
عمر کالرجل المقبل لا
یزداد الا قربا فلما قتل عمر
کان

قائم تھیں عرب کے ہاتھوں سے ایسے (حقیر) سامان کے ساتھ جو
اُن کے پاس تھا اکھڑ جانا ایسا عظیم واقعہ ہے جس کا مثل کبھی زمانہ
میں بھی وجود نہیں آیا اور نہ آئے گا۔ نہ (عمر رض سے پہلے) اسکندر
ذوالقرنین کے زمانہ میں متحقق ہوا اور نہ (بعد میں) ترکانِ
چنگیزیہ کے وقت میں اور نہ خاندانِ تیموریہ کے ایام میں۔
فنِ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتنی
ہی بخت کی یاوری غالب ہو اور اسبابِ فتح مہیا ہوں پھر
بھی اُن کی ایک حد اور نہایت ہوتی ہے۔ اور جو کچھ فتوحات حضرت
فاروق رض کی خلافت میں واقع ہوئیں وہ تو حد و نہایت سے
گزری ہوئی ہیں آپکی کشورکشائی اور آپ سے اگلوں اور پچھلوں کی کشورکشائی میں نمایاں
فرق ہے کیونکہ عرب میں بادشاہی اور کشورستانی کا وجود ہی نہ تھا، وہ رسوم سپاہیانہ کو جانتے ہی
نہ تھے اور کسریٰ و قیصر کے مقابلہ کا ان کے دلوں میں خیال ..... گزرنے کا
بھی کیا احتمال تھا۔ حضرت فاروق رض نے گھوڑے سواری کا فن
لوگوں کو سکھایا اور بہت سے لشکر مرتب کئے اور جو خوف کہ اُن کے
دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اس کو نکال پھینکا۔ اور جن جماعتوں
نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کشی کی وہ اُس فوج
سے کی جو آمادہ اور کام پر مستعد بنائی جا چکی تھی اور اُنھوں نے
اس چیز کو اتمام کو پہنچایا جس کے رسوم معلوم اور قواعد مفصل
ہو چکے تھے۔ دونوں میں (یعنی عمر رض کی مساعی اور بعد کے
لوگوں کی مساعی میں) بڑا فرق ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ
فاروق رض کے عہد میں تائیدِ الٰہی اور نصرتِ غیبی گویا بارش
کی مانند آسمان سے برستی تھی۔ حاکم نے روایت کیا حذیفہ رض سے
کہ اُنھوں نے کہا کہ عمر رض کے زمانہ میں اسلام اُس شخص کی مانند
تھا جو (دور سے) چلا آرہا ہو کہ دم بدم اُس کا قرب بڑھتا ہی رہتا
ہے پھر جب عمر رض قتل ہو گئے تو اُس شخص کی مانند ہو گیا جو

کالرجلِ المدبر لایزداد الا بعداً قرینۂ دیگر
آنکہ ہر شہرے کہ در زمانِ حضرت فاروق رضؓ
مفتوح شد شعائرِ اسلام در انجا باندک فرصتے
شیوع یافت وبشاشتِ اسلام ظاہر و
باطن آن قوم را در گرفت تا الیوم سُکّانِ
آن بلاد ہمہ مسلمان ومتصف بہ نورِ ایمان اند
و بلادے کہ بعد از فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ
مسلمانان مفتوح ساختند اسلام در انجا گاہے
قوت می گیرد و گاہی ضعف می پذیرد فرقہ کہ
آبائی ایشان در ہندوستان داخل شدند
عمدۂ اہلِ اسلام درین دیار ایشان اندو
غیر ایشان از متوطنانِ ہندوستان اکثرے
مستمر بر کفر خود اند طائفہ کہ شرفِ اسلام حاصل
کردہ اند بغایت ضعیف الاسلام وہمچنین ترکستان
وحبشہ وافریقیہ وغیرہا اسلام آنہا ضعیف است
این معنی بر متتبعان کتبِ تاریخ مستور نیست گویا
عنایتِ الٰہی سعی فاروق رضؓ را بہانۂ شیوعِ دینِ محمدیؐ
ساختہ بود درمقامیکہ عمدۂ کمالات فاروقِ اعظم رضؓ ہمان
است یعنی جارحہ فیضِ الٰہی بودن فضیلتے بالاتر ازان
نمی تواند بود کہ ارادۂ الٰہی بغلبۂ تمام محیطِ عالم کرد وسعی
بندہ را روپوش آن احاطہ ساز د بوجہے کہ ناظران تعجب
کنند کہ آیا از مثلِ این اسباب مثلِ مُسَبَّب بظہور می آید باز
شخصے کہ علمِ سیاستِ مدن راشناختہ باشد وبر احوال
ملوکِ در کشورستانی مطلع شدہ میداند کہ ہیچ
دقیقہ از دستِ فاروق رضؓ درین واقعات

پشت پھیر کر جارہا ہو کہ دمبدم دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ دوسرا قرینہ یہ
ہے کہ ہر اُس شہر میں جو کہ حضرت فاروق رضؓ کے زمانہ میں فتح ہوا
اُس میں اسلامی شعائر قلیل عرصہ میں ہی شائع ہو گئے اور بشاشتِ
اسلام نے اُس قوم کے ظاہر و باطن کو گرفت میں لے لیا۔ آج تک
ان شہروں کے رہنے والے سب مسلمان نورِ ایمان سے متصف ہیں
اور جو شہر کہ بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مفتوح ہوتے
ان میں اسلام کبھی قوت پکڑتا ہے اور کبھی ضعف قبول کرتا ہے۔
اور جو فرقہ ایسا ہے کہ اُن کے باپ دادا ہندوستان میں داخل ہوتے
اس دیار کے چیدہ اہلِ اسلام میں سے وہی لوگ ہیں اور ان کے
علاوہ ہندوستان کے رہنے والے دوسرے لوگوں کا اکثر حصہ
اپنے کفر پر بدستور چل رہا ہے اور جس جماعت نے شرفِ اسلام
حاصل کیا ہے وہ نہایت ضعیف الاسلام ہے۔ اسی طرح ترکستان
اور حبشہ اور افریقہ وغیرہ کا حال ہے کہ ان کا اسلام ضعیف ہے۔
یہ حقیقت کتبِ تاریخ کا پورا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ
نہیں ہے۔ گویا عنایتِ الٰہی نے فاروق رضؓ کی سعی کو دینِ محمدیؐ کی
اشاعت کے لئے بہانہ بنایا تھا دراں حالیکہ فاروقِ اعظم رضؓ کے
خاص وبہترین کمالات میں سے یہی وصف ہے یعنی فیضِ الٰہی
کے لئے اُن کا جارحہ (یعنی آلہ اور واسطہ) بننا اور کوئی فضیلت
اس سے بالاتر نہیں ہو سکتی کہ ارادۂ الٰہی پورے غلبہ کے
ساتھ عالم کو محیط ہو جائے اور بندے کی سعی کو اُس احاطہ کا
نقاب بنالے ایسے طریقہ سے کہ دیکھنے والے تعجب کریں کہ کیا ایسے
اسباب سے اس طرح کا مسبَّب (یعنی نتیجہ) ظہور میں آیا بھی
کرتا ہے۔ پھر جو شخص کہ سیاستِ شہریہ کا علم رکھتا ہوگا اور
بادشاہوں کے احوال سے جو کشورستانی میں رہے ہیں باخبر
ہوگا وہ جانتا ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ان واقعات

نامرعی نماند و این کمال نفس اوست کہ بمعیارِ آن فیضِ الٰہی ظہور فرمود التجلّی لایکونُ ابدًا الاّ بقدر المتجلّٰی لہٗ فقیر اشارتے لطیفہ باین معنے کردہ است درین بیت ؎ کاُنبُوبٍ لرحمۃِ تعالیٰ؛ وما الانبوبُ الاّ قیسُ ماءٍ؛ (مقدار ۱۲) و نیز می داند کہ اعدا در صنعتِ فوج کشی و مردانگی ہیچ دقیقہ فروگذاشتہ و در مقدماتِ مبارزت تقصیرے نمودہ اند تا فتوحِ اسلام را کسے بران حمل کند لیکن ارادۂ حق جلّ و علاؔ مساعی ایشان را برہم زد و تمام ایشان را باطل ساخت اذا جاء نہرُ اللّٰہِ بطلَ نہرُ عیسیٰ و اگر جاہلے این واقعات را باوضاعِ فلکیہ منسوب سازد گوئیم فکذلک کلّ نبیٍّ و ولیٍّ ہمیشہ اطوارِ عجیبۂ انبیاء و اولیاءؒ بزعمِ این قائل موافق ہمان اوضاعِ فلکیہ بودہ است باوجود این تحقق فضائلِ ایشان را نقصانے نیست

میں کوئی دقیقہ بھی ایسا نہیں جو رعایت کے بغیر چھوٹ گیا ہو اور یہ اُن کے نفس کا کمال ہے کہ جس کے معیار سے اُس فیضِ الٰہی نے ظہور فرمایا کہ التجلّی لایکون الخ یعنی تجلّی کبھی نہیں ہوتی مگر بقدر (ظرف) متجلّٰی لہٗ کے (یعنی جس پر تجلّی کی جارہی ہے اس کے ظرف کے مناسب) اس بیت میں فقیر نے اس معنے کی طرف ایک لطیف اشارہ کیا ہے ؎ کاُنبُوبٍ لرحمۃِ الخ ترجمہ:۔ وہ مثل ٹونٹی کے ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت (کے ذخیرے) کے لئے۔ اور ٹونٹی نہیں ہوتی مگر پانی کے اندازے کے مطابق۔ اور نیز (تاریخ پر نظر رکھنے والا) جانتا ہے کہ دشمنوں نے فوج کشی کے خاص اصولوں میں اور بہادری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور مقدّماتِ محاربہ میں کوئی غلطی نہیں کی، کہ کوئی شخص فتوحاتِ اسلام کو اس پر محمول کرے۔ لیکن (بنیادی بات صرف یہ ہے کہ) ارادۂ حق جلّ و علاؔ نے اُن کفار کی مساعی کو برہم کردیا اور ان کی تمام کوششوں کو بیکار کردیا جب اللہ کی نہر آگئی تو عیسیٰ کی نہر بیکار ہوئی۔ اور اگر کوئی جاہل ان واقعات کو اوضاعِ فلکیہ (یعنی گردشِ سیارگان) کی طرف منسوب کرے تو ہم کہتے ہیں کہ پھر ایسا ہر نبی اور ولی کے حق میں کہا جاسکتا ہے۔ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے اطوارِ عجیبہ اس قائل کے زعم کے مطابق وہی اوضاعِ فلکیہ ہوئے ہیں اس کے باوجود اُن کے فضائل کے تحقق میں کوئی نقصان نہیں ہوتا

عہ یہ اس اشکال کا جواب ہے جو کسی کوتاہ فہم کو پیش آسکتا ہے کہ آپ کے بیان کے مطابق عمرؓ فیضِ الٰہی کا ایک آلہ وجارحہ تھے تو اس میں ان کی فضیلت کی کیا صورت ہے جب کہ جو کچھ کام کیا وہ فیض و نصرتِ الٰہی نے کیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ عمرؓ کا کمال ان کا وسیع الظرف ہونا ہے کہ جس نے اس عظیم الشان فیض کا تحمل کیا جو اُن کے ذریعہ سے تمام عالم پر پھیلنے والا تھا۔ اگر کوئی ایسا بند (ڈیم) بنایا جائیگا جس میں پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ رکھا جائے جو سیکڑوں میل کے رقبہ کو سیراب کرسکے تو اس کو کروڑوں روپیہ صرف کرکے اعلیٰ و مستحکم بنایا جاتا ہے جو پانی کے زور ٹوٹ نہ جائے جب وہ حسب منشاء بن جائیگا اور عمدہ کام دیگا تو اس کو پسندیدہ اور اعلیٰ مانا جائیگا ۱۲ مترجم

ومنّتِ ایشان بر گردنِ مردمان ثابت است
الحال حکایتے چند از سیاست وجہان بانی
حضرت فاروق رضہ تقریر کنیم از انجملہ
آنست کہ چون خلیفہ شد غایت تأدّب
بنسبتِ صدّیق رضہ بجا آورد و مردم از وے
می ترسیدند وہیبتی عظیم در دلِ مردمان
افتاد بجہتِ تدارکِ این خلل خطبۂ بلیغہ
متضمنِ ملاطفہ عامہ برخواند عن جامع بن
شدّادٍ عن ابیہ قال اوّلُ کلامٍ تکلّم
بہ عمرُ اَن قال اللّٰھم انّی ضعیفٌ فقوّنی
و انّی شدیدٌ فلیّنّی و انّی بخیلٌ
فسخّنی اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی الریاض
قال ابن شھاب وغیرہ من اھل العلم
اوّل ما ابتدأ بہ عُمرُ حین جلس
علی المنبر انہ جلس حیثُ کان ابوبکر
یضعُ قدمیہِ و ھو اوّلُ درجۃ و وضعَ
قدمیہ علی الارض فقالوا لو جلستَ حیثُ
کان ابوبکر یجلس قال حسبی اَن یکونَ
مجلسی حیث کانتْ تکون قدما ابی
بکرٍ قالوا ولمّا ہاب الناسُ عمر ہیبۃً
عظیمۃً حتی (اہل العلم) ترکَ الناس المجالس بالافنیۃ
قالوا ننتظر ما رأیُ عمر و قالوا بلغ من ابی بکرٍ
انّ الصّبیان کانوا اذا رأوہ یسعَون
الیہ و یقولون یا اَبتِ فیمسح
رؤسہم

اور ان کا احسان لوگوں کی گردنوں پر ثابت ہے۔ اب ہم حضرت

فاروق رضہ کی سیاست اور جہانبانی کی چند حکایات

بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب خلیفہ ہوتے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت انتہائی ادب بجالایا کرتے تھے اور اور لوگ اُن سے ڈرتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ایک عظیم ہیبت واقع ہوگئی تھی، آپ رضہ نے اس خلل کے تدارک کے لئے ایک خطبہ بلیغہ پڑھا جس میں دلداری اور ملاطفتِ عامہ پر مشتمل کلمات ارشاد فرمائے۔ جامع بن شداد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ (خلیفہ بننے کے بعد) عمر رضہ نے پہلا کلمہ جو بولا تھا وہ یہ تھا کہ انھوں نے کہا یا اللہ میں ضعیف ہوں مجھے طاقتور بنادے اور میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم مزاج بنادے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی بنادے، اس کو اخذ کیا ہے ابن ابی شیبہ نے ریاض میں۔ ابن شہابؒ وغیرہ اہلِ علم لوگوں نے بیان کیا کہ سب سے پہلی چیز جس سے عمر رضہ نے ابتداء کی جب آپ (خلیفہ بننے کے بعد) منبر پر بیٹھے تو وہ اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکر رضہ اپنے قدم رکھتے تھے اور وہ (منبر کا) پہلا درجہ تھا اور اپنے دونوں قدموں کو زمین پر رکھا۔ لوگوں نے کہا کہ (اس میں کیا مضائقہ تھا) اگر آپ وہیں بیٹھ جاتے جہاں ابوبکر رضہ بیٹھا کرتے تھے، فرمایا کہ میرے لئے (یہ شرف) کافی ہے کہ میرے بیٹھنے کی جگہ وہاں ہو جہاں ابوبکر رضہ کے قدم ہوتے تھے۔ (ابن شہابؒ وغیرہ علماء نے یہ بھی) بیان کیا کہ لوگوں پر عمر رضہ کی بہت بڑی ہیبت طاری ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں نے عام نشستگاہوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا کہنے لگے کہ ہم انتظار کرتے ہیں کہ عمر رضہ کی رائے (یعنی طرزِ عمل) کیا ہوتا ہے اور (علماء نے) ذکر کیا کہ ابوبکر رضہ کا حال اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ لڑکے جب اُن کو دیکھتے تھے تو اُن کے پاس آ کر میرے ابّا جان کہتے ہوئے دوڑ کر آتے تھے اور ابوبکر رضہ اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

دبلغ من هيبة عمر أن الرجال تفرقوا
من المجالس هيبة حتى ينظروا ما
يكون من أمره قالوا فلما بلغ عمر
هيبة الناس له أمر فصيح في
الناس الصلوة جامعة فحضروا ثم
جلس من المنبر حيث كان ابو بكر
يضع قدميه فلما اجتمعوا قام قائما
فحمد الله واثنى عليه بما هو اهله
وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم
ثم قال بلغني ان الناس قد هابوا
شدتي وخافوا غلظتي وقالوا قد
كان عمر يشتد علينا ورسول الله
صلى الله عليه وسلم بين اظهرنا ثم اشتد
علينا وابوبكر والينا دونه فكيف اذا صارت
الامور اليه من قال ذلك فقد صدق
قد كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
فكنت عبده وخادمه وكان من لا يبلغ
احد صفته من اللين والرحمة صلى الله عليه
وسلم وقد سماه الله بذلك ووهب له اسمين
من اسمائه رؤف رحيم فكنت سيفا
مسلولا حتى يغمدني او يدعني فامضي
حتى قبض رسول الله صلى
الله عليه وسلم وهو عني
راض والحمد لله وانا اسعد
بذلك

اور عمرؓ کی ہیبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ بڑے آدمی نشستگاہوں سے تتر بتر ہو گئے تاکہ یہ دیکھ لیں کہ ان کا طرز عمل کیا ہوگا (اور وہ اس مجالست پر ناراض تو نہیں ہو جائیں گے) کہا کہ جب عمرؓ کو لوگوں کے اُن سے خائف ہونے کی اطلاع پہنچی تو لوگوں میں ان کے حکم سے الصّلوٰۃ جامعۃً (نماز تیار ہے) کی بلند آواز لگائی گئی۔ اس پر لوگ حاضر ہو گئے تو آپؓ منبر پر اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکرؓ اپنے پاؤں رکھا کرتے تھے۔ جب پورا اجتماع ہو گیا تو سیدھے کھڑے ہوتے تو اللہ کی حمد و ثنا ان کلمات سے کی جو اس کے مناسب ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ لوگوں کو میری تیز مزاجی سے ہیبت ہو رہی ہے اور وہ میری تُند خوئی سے خوفزدہ ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمرؓ ہم پر سخت گیری اس زمانہ میں بھی کیا کرتا تھا جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں موجود تھے۔ پھر ہم پر سختی کرتا رہا جب کہ ابوبکرؓ ہم پر حاکم تھے نہ کہ وہ۔ تو اب کیا حال ہوگا جب کہ امور کا پورا اختیار اُسی کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ جس نے یہ کہا اُس نے سچ کہا بیشک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپؐ کا غلام اور آپؐ کا خادم تھا اور آپؐ ایسے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کی نرمی اور رحمدلی کی صفت تک نہیں پہنچ سکتا صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس سے موسوم کیا اور آپؐ کو اپنے اسماء میں سے دو نام رؤف و رحیم عطا کئے۔ اور میں ایک کھنچی ہوئی تلوار تھا کہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو) مجھے نیام میں کرلیں یا مجھے چھوڑ دیں تو میں کاٹ ڈالوں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور وہ مجھ سے خوش تھے اور اللہ کا شکر ہے۔ میں اس بنا پر سعادت مند ہوں

ثم وَلِیَ امر النّاس ابوبکر فکان ممّن لا تُنکِرون رِقّتہ و کرمہ و لینہ فکنتُ خادمہ و عونہ اخلطُ شدّتی بلینہٖ فاکون سیفًا مسلولاً حتّٰی یُغمِدَنی او یدعنی فاَمضی فلم ازل معہ کذلک حتّٰی قبضہ اللّٰہ عزّ و جلّ و ہو عنّی راضٍ و الحمد للّٰہ و انا اَسعد بذلک ثم قد وَلِیتُ امورَکم ایّہا النّاسُ و اعلموا ان تلک الشّدّۃ قد اُضعِفت (سست کردہ شد[1]) ولکنّہا انّما تکون علٰی اہلِ الظّلم و التّعدّی علی المسلمین و اما اہلُ السّلامۃ و الدّین و الفضلِ فانا اَلیَنُ لہم من بعضٍ لبعضٍ ولستُ اَدعُ احدًا یظلِمُ احدًا یتعدّٰی علیہ حتّٰی اَضعَ خدّہ الارض و اَضعَ قدمی علی الخدّ الآخر حتّٰی یُذعِن بالحقّ و لکم علیّ ایّہا النّاسُ خصالٌ اذکرہا لکم فخذُونی بہا لکم علیّ اَن لا اَخبأ (پنہان نکنم[2]) شیئًا من خراجکم ولا مما اَفاء اللّٰہُ علیکم الّا من وجہہ و لکم علیّ اذا وقع عندی اَن لا یخرُجَ الّا بحقّہ و لکم علیّ (خرج نشود[3]) اَن اَزِیدَ عطایاکم و

پھر لوگوں کے والیٔ امر یعنی حاکم ابوبکرؓ ہوئے تو وہ ایسے لوگوں میں سے تھے کہ تم میں سے کوئی منکر نہیں ہے اُن کی رقیق القلبی اور کرم اور نرم مزاجی کا اور میں اُن کا خادم اور اُن کا مددگار تھا اپنی سختی کو اُن کی نرمی کے ساتھ مخلوط کرتا تھا اور کبھی ہوئی تلوار بن جاتا تھا (اور اُن کے ہاتھ میں ہوتا تھا) کہ وہ مجھے نیام میں بند کر دیں یا (اگر چاہیں تو) مجھے چھوڑ دیں اور میں کاٹ ڈالوں۔ تو میں اُن کے ساتھ اسی طرح رہا یہاں تک کہ اللہ عز وجلّ نے ان کو اس حال میں وفات دی کہ وہ مجھ سے خوش تھے۔ الحمد للہ میں اس بنا پر سعادت مند رہا۔ پھر اے لوگو! میں تمہارے امور کا والی بن گیا ہوں (یعنی امیر) اب سمجھ لو کہ وہ تیزی کمزور کر دی گئی۔ لیکن وہ ظاہر ہوگی مسلمانوں پر ظلم و دراز دستی کرنے والوں پر۔ رہے وہ لوگ جو نیک خُو اور دیندار اور صاحب فضیلت ہیں میں ان کے ساتھ اس سے بھی زیادہ نرم ثابت ہوں گا جو نرمی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور میں کسی ایسے شخص کو جو دوسرے پر ظلم و دراز دستی کرتا ہوگا نہیں پاؤں گا مگر میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا پاؤں اُس کے دوسرے رُخسار پر رکھ دوں گا یہاں تک کہ وہ حق کو اچھی طرح سمجھ لے اور اے لوگو! تمہارے مجھ پر بہت سے حقوق ہیں جو میں تم سے ذکر کرتا ہوں تم اُن پر میری گرفت کر سکتے ہو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اس مال میں سے جو تم پر خرچ کرنا ہے کوئی شے تم سے چُھپا کر نہ رکھوں اور نہ اُس میں سے جو اللہ تعالیٰ غنیمتوں میں سے تمہارے لئے بھیجے بجز اس کے جو اللہ کے کام کے لئے روکوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ وہ (روکا ہوا مال) کہیں خرچ نہ ہو مگر اپنے حق کے موقعہ پر اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے وظائف اور

أرزاقكم إن شاء الله و لكم علي أن لا
ألقيكم المهالك واذا غبتم في
البعوث فانا ابو العيال حتى ترجعوا
اليهم اقول قولي هذا واستغفر الله لي و
لكم قال سعيد بن المسيب وابوسلمة
ابن عبدالرحمن فوفى والله عمر وزاد في
الشدة في مواضعها واللين في مواضعه
وكان ابا العيال حتى ان كان ليمشي
الى المغيبات فيسلم على ابوابهن ثم
يقول الكن حاجة (التي غابت ازواجهن) اذا كنتن تردن حاجة
اشتري لكن شيئا من السوق فاني
اكره ان تخدعن في البيع والشراء
فيرسلن معه بجواريهن فيدخل السوق
وان وراءه من جواري الناس وغلمانهم
مالا يحصى فيشتري لهم حوائجهم ومن
كانت ليس عندها منهن شيء اشترى
لها من عنده واذا قدم الرسول من
بعض البعوث يبلغهن هو بنفسه بكتب
ازواجهن ويقول لهن ان ازواجكن
في سبيل الله وانتم في بلد رسول
الله صلى الله عليه وسلم
ان كان عندكن من يقرأ
والا فادنين من الباب
حتى اقرأ لكن ثم يقول
رسولنا يخرج

روزینے انشاء اللہ تم کو دیتا رہوں۔ اور تمہارا مجھ پر یہ حق بھی ہے کہ میں تم کو ہلاکت کے مقامات میں نہ ڈالوں اور جب تم لشکر میں شامل ہو کر گھر سے غائب رہو تو میں تمہارے بال بچوں کا باپ بنا رہوں یہاں تک کہ تم اُن کے پاس واپس آؤ۔ میں اپنی یہ بات کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں سعید بن المسیبؒ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمنؒ نے کہا کہ واللہ عمرؓ نے (جو کچھ کہا اس کو) پورا کردیا۔ سختی کرنے کے مواقع پر سختی میں اور نرمی کے مواقع پر نرمی میں بڑھ گئے اور وہ لوگوں کے بال بچوں کے باپ بن گئے تھے یہاں تک کہ ان عورتوں کے پاس جاتے جن کے شوہر باہر گئے ہوئے ہوتے تھے۔ اُن کے دروازوں پر پہنچ کر ان کو سلام کرتے پھر کہتے کیا تمھیں کوئی حاجت ہے جب تم کوئی ضرورت کی چیز منگانا چاہو تو میں وہ چیز تمھیں بازار سے خرید کرادوں گا۔ مجھے یہ ناگوار ہے کہ خرید و فروخت میں تمھیں دھوکا دیا جائے تو وہ عورتیں آپؓ کے ساتھ اپنی لڑکیوں کو بھیجدیتی تھیں تو آپؓ بازار میں اس طرح جاتے کہ آپؓ کے پیچھے لوگوں کی لڑکیاں اور لڑکے اتنے ہوتے کہ اُن کا شمار مشکل ہوتا پھر ہر ایک کے لئے اُن کی ضرورت کی چیزیں خریدتے اور جو عورت ایسی ہوتی کہ اس کے پاس کوئی بال بچہ نہ ہوتا تو اس کے لئے خود خریدتے اور جب کسی لشکر میں سے کوئی ایلچی آتا تو اس سے اُن عورتوں کے شوہروں کے خطوط لے کر خود اُن کو پہنچاتے اور اُن سے فرماتے کہ تمہارے شوہر اللہ کی راہ میں گئے ہوئے ہیں اور تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص موجود ہے جو یہ خط پڑھ دے تو فبہا ورنہ دروازے کے قریب کھڑی ہو جاؤ تاکہ میں پڑھ کر سنا دوں۔ پھر فرماتے کہ ہمارا ایلچی یہاں سے فلاں دن

يوم كذا و كذا فاكتبن حتى نبعث
بكتبكن ثم يدور عليهن بالقراطيس و
الدّوي (دوات) فمن كتبت منهن اخذ
كتابها و من لم تكتب قال هذا
قرطاس و دواة ادنين من الباب
فاملي علىّ فيمر على كذا و كذا
بابا فيكتب لاهله ثم يبعث بكتبهن و
اذا كان في سفر نادى الناس في
المنزل عند الرحيل ارحلوا ايها
الناس فيقول القائل ايها الناس
هذا امير المؤمنين قد ناداكم فقوموا
فاسقوا و ارحلوا ثم ينادي الثانية
الرحيل فيقول الناس اركبوا فقد
نادى امير المؤمنين الثانية فاذا استقلوا (اسباب باندھ لیتے)
قام فرحل بعيره و عليه غرارتان (تھیلے)
احديهما فيها سويق والاخرى فيها تمر بين يديه
قربة فيها ماء و جفنة (کاسہ کلاں) كلما نزل جعل في
الجفنة من السويق و صب عليه الماء و
بسط شناره قال والشنار مثل النطع (دستر خوان)
الصغير من جاءه يخاصمهم او يستفتيه (جو مسئلہ پوچھے)
او يطلب حاجة قال له كل من هذا السويق و
التمر ثم ترحل فياتي المكان الذى رحل
الناس منه فان وجد متاعا ساقطا
اخذه وان وجد احدا به عرجة او
عرض لدابته او بعيره

اور فلاں وقت جائے گا تم خط لکھ دینا تاکہ ہم تمہارے خطوط بھیجدیں
پھر سب عورتوں کے یہاں (خطوط کے لئے) کاغذ اور دواتیں
بھیجتے۔ پھر ان میں سے جو خط لکھدیتی اس کا خط لیتے اور جو نہ
لکھ سکتی تو فرماتے کہ یہ کاغذ ہے اور دوات (بھی) موجود ہے
تم دروازے کے قریب آجاؤ اور مجھے بتاتی رہو اس طرح ہر ایک
دروازے پر جاتے اور اُن کے شوہروں کو (اُن کی طرف سے خطوط
لکھتے۔ پھر ان خطوط کو بھیجتے۔ اور جب آپ کسی سفر میں ہوتے
تو منزل (یعنی پڑاؤ کی جگہ) میں کوچ کرنے کے وقت ندا کرتے
"اے لوگو! کوچ کرو" پھر ایک کہنے والا پکارتا اے لوگو! یہ امیر
المؤمنین ہیں انھوں نے تم کو پکار کر کہا ہے پس اُٹھو اور (اونٹوں
پر) پانی رکھ لو اور کوچ کرو۔ پھر آپؓ دوبارہ آواز لگاتے "الرحیل"
(یعنی کوچ کرو) تو لوگ (آپس میں) کہتے سوار ہو جاؤ امیر المؤمنین
نے دوبارہ ندا کی ہے۔ پھر جب کہ سب لوگ اپنا سامان باندھ لیتے
تو کھڑے ہو کر اپنا اونٹ ہنکاتے اور اُس کے اوپر دو تھیلے ہوتے
اُن میں سے ایک میں ستو ہوتا اور دوسرے میں کھجوریں ہوتیں۔
اور سامنے ایک مشکیزہ ہوتا جس میں پانی ہوتا اور ایک بڑا کونڈا۔
جب کہیں پڑاؤ کرتے تو کونڈے میں ستو ڈال کر اس پر پانی ڈالتے
اور اپنا شنار (دستر خوان) بچھاتے۔ سعیدؓ نے کہا کہ شنار چمڑے
کے چھوٹے دستر خوان کی طرح ہوتا تھا۔ جو شخص آپؓ کے پاس
آتا کوئی جھگڑا لے کر یا کوئی مسئلہ پوچھتا یا اپنی ضرورت کی
چیز مانگتا اُس سے فرماتے اس ستو اور کھجوروں میں سے
کھاؤ پھر چلے جانا۔ پھر (قافلہ کو چلتا کرکے) آپ اُس جگہ
پہنچتے جہاں سے لوگوں نے کوچ کیا تھا تو اگر کوئی چیز پڑی ہوئی
دیکھتے تو اُس کو اُٹھاتے اور اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ اُس کے
گھٹنے لگ گئے ہیں یا اس کے چوپایہ یا اونٹ میں تھکن کی وجہ سے

تبکاءہ ازالۃ و ساق بہ فیتبع آثار الناس
کذلک فما سقط من متاع اخذہ
ومن اصابتہ عرجۃ تخلف علیہ
فاذا اصبح الناس في المسایر من
الغد لم یفقد احد متاعا له منه
الا قال حتی یاتی امیر المؤمنین
فیطلع عمرو ان جملۃ مثل الشجب
بما انیخ علیه من المتاع فیاتی
ھذا فیقول یا امیر المؤمنین
اداوتي فیقول فھل یغفل الرجل
الحکیم عن اداوته التي یشرب
فیھا ویتوضأ للصلوۃ منھا
او کل ساعۃ ابصر ما یسقط او کل
اللیل اکلأ عیني من النوم ثم یدفع
الیه اداوته ویقول اذا قوسي وھذا
رشائي او ما وقع منھم فیعنفھم ثم یدفع
ذلک الیھم ولما بلغ الشام تلقوہ
ببرذون وثیاب بیض فکلموہ ان یرکب
البرذون لیراہ العدو ولیکون ذلک
اھیب له عندھم ویلبس
البیاض ویطرح الفروۃ
الذي علیه فابی ثم الحوا علیه
فرکب البرذون بفروته وثیابه
فھملج به البرذون وخطام ناقته
بعد في یدہ فنزل

(بیٹھوں میں) کو لنگی پیدا ہو گئی ہے تو اس کو (مالش کر کے) زائل
کرتے اور اُس کو ہنکاتے۔ پھر قافلہ کے نشانِ راہ کو دیکھتے ہوئے
چلتے تو جو چیز کسی کی گر گئی ہوتی اس کو اُٹھاتے اور جس کو
لنگ عارض ہو جاتا اُس کے پیچھے لگے رہتے پھر جب لوگوں کو
شام سے چلتے ہوئے صبح ہو جاتی تو جس کی کوئی چیز کھوئی
گئی ہوتی وہ کہتا کہ امیر المؤمنین کو آنے دو تو جب عمرؓ دکھائی
دینے لگتے اور آپ کا اونٹ (گرا پڑا) سامان رکھتے رکھتے مثل
گھڑونچی کے بنا ہوا ہوتا تھا (جب آپؓ قافلہ سے آملتے)
تو ایک شخص آتا اور کہتا کہ اے امیر المؤمنین! میرا لوٹا رہ
گیا تھا (یا گر گیا تھا) تو آپؓ کہتے کہ کیا دانشمند آدمی اپنے
لوٹے سے غافل ہوا کرتا ہے جس سے وہ پیتا ہے اور نماز کے
لئے اُس سے وضو کرتا ہے کیا میں ہر ساعت دیکھتا ہی رہوں
کہ کیا چیز گرتی ہے؟ کیا تمام رات میں نیند سے اپنی آنکھ کو بچاتا
ہی رہوں؟ پھر اس کا لوٹا اُسے دیتے۔ پھر دوسرا آتا اور
کہتا کہ یہ میری کمان ہے اور یہ میری رسّی ہے یا جو چیز ان کی
گرتی آپ ہر ایک کو کچھ سرزنش کرتے اور دیتے جاتے تھے۔ اور
جب آپ شام میں پہنچے تو لوگ اُن سے گھوڑا اور سفید کپڑوں کا
جوڑا لے کر ملے اور اُنھوں نے آپ سے اس میں گفتگو کی کہ آپ
گھوڑے پر سوار ہوں تاکہ دشمن آپ کو اس حالت میں دیکھیں اور
تاکہ ان کے نزدیک ایسا کرنے سے دشمنوں پر آپ کا رعب پڑے
اور سفید کپڑے پہنیں اور جو پوستین آپ کے بدن پر تھا اس
کو اُتار دیں تو آپؓ نے انکار کر دیا پھر لوگوں نے اس درخواست
پر زیادہ اصرار کیا تو آپ گھوڑے پر اپنے پوستین اور کپڑوں کے
ساتھ سوار ہو گئے اور گھوڑا آپ کو لے کر قدم مارتا ہوا دوڑا اور
ابھی تک اونٹنی کی مہار آپ کے ہاتھ میں ہی تھی تو آپؓ اتر گئے

ورکب راحلتہ وقال لقد غیّرنی ہذا حتیٰ خِفتُ ان اُنکر نفسی ذکر ذٰلک کلہ ابو حذیفۃ اسحٰق بن بشر فی فتوح الشّام وخرّج ابن بشر خطبتہ الیٰ آخرہا و جلوسہ علی المنبر فقط وازانجملہ آنست کہ طلاق داد زنے را کہ باوے محبّت داشت فی الاِحیاء لما وَلی عمر الخلافۃ کانت لہٗ زوجۃٌ یُحِبُّہا فطلّقہا۔ خیفۃ ان تُشیرَ علیہ بشفاعۃٍ فی باطلٍ فیطیعہا و یَطلبَ رضاھا۔ وازانجملہ آنست کہ خطبہ خواند متضمّن آنکہ وظیفہ عُمّال او چیست عن معدان بن ابی طلحۃ من جُملۃ خُطبۃ عمر اللّٰہم انّی اُشہدک علی اُمراء الامصارِ فانی بعثتُہم یُعلّمون الناسَ دینہم وسُنّۃَ نبیّہم ویقسمون فیئَہم ویَعدِلون علیہم وما اَشکل علیہم یرفعونہ اِلیَّ اخرجہ مسلم و احمد وعن ابی فراس من جُملۃِ خطبۃِ عُمرَ الَا واللّٰہ انّی ما اَرسل عُمّالی الیکم لیضربوا اَبشارکم ولا لیاخذوا اموالکم ولکن اُرسلہم الیکم لیُعلّموکم دینکم وسُنّتکم فمن فُعِلَ بہ سوی ذٰلک

اور اپنی اُسی سواری پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس نے مجھ کو بدل دیا یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ میرا نفس بگڑ جائے گا، ان سب کو بیان کیا ابو حذیفہ اسحٰق بن بشر نے فتوح شام کے بیان میں۔ اور ابنِ بشر نے اخذ کیا صرف اُن کے خطبہ کو آخر تک اور اُن کے منبر پر بیٹھنے کو۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے (خلیفہ بننے کے بعد) اپنی ایک بی بی کو طلاق دیدی کہ جس کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ اِحیاء میں ہے کہ جب عمر والیٔ خلافت ہوئے تو اُن کی ایک ایسی بیوی موجود تھی جس سے محبت کرتے تھے تو اس خوف کے پیشِ نظر کہ یہ کسی باطل میں شفاعت پر زور دے گی تو میں اس کی اطاعت و رضا جوئی میں لگ سکوں گا اُس کو طلاق دیدی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپؓ نے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ان کے عاملوں کو کیا کام سپرد ہیں۔ معدان بن ابی طلحہ سے خطبۂ عمرؓ میں کا ایک حصّہ اس طرح مروی ہے کہ اے اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں شہروں کے اُمراء پر کہ میں نے ان کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دیں اور اُن کے نبیؐ کا طریقہ سکھائیں اور اُن کا حصّہ تقسیم کریں اور اُن پر عدل کریں اور جس امر کا فیصلہ ان کو مشکل ہو جائے اس کو میرے پاس بھیجدیا کریں، اس کو مسلم اور احمد نے روایت کیا۔ اور ابو فراس سے خطبۂ عمرؓ کا ایک یہ حصّہ مروی ہے کہ یاد رکھو خدا کی قسم میں اپنے عاملوں کو تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہاری جلد کو پیٹا کریں اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے اموال چھین لیں، لیکن میں اُن کو اس غرض سے تمہارے پاس بھیجتا ہوں کہ وہ تم کو تمہارے دین کی تعلیم دیں اور تم کو سنّتِ نبویؐ سکھائیں تو جس شخص کے ساتھ اس کے سوا کچھ کیا گیا تو چاہیئے کہ

فلیرفعہ الیّ فو الّذی نفسی بیدہٖ اذاً
لَاَ قُتَصَّنَّہٗ منہ فوثبَ عمرو بن
العاص فقال یاامیر المؤمنین اورآیتَ اِن
کان رجلاً من المسلمین غدا علی رعیّتہ فاَدَّبَ
بعض رَعیّتہ آئنکَ لَمُقْتَصُّہٗ قال ایُ
والّذی نفس عمر بیدہ اذاً لاقتصنّہ
منہ انا لا اقتصُ منہ وقد رآیتُ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یَقْتَصُّ من
نفسہ اَلَاَ لَاَ تضربوا المسلمین فتذلّوہم
ولا تُجَمِّروہم فتفتنوہم ولا تمنعوہم
حقوقہم فتکفّروہم ولاتُنزلوھم
الغِیاضَ فتضیّعوھم اخرجہ احمد
قولہ ولا تُجمّروہم تَجَمیر الجیش جمعہم فی
الثغور و حبسہم عن العودِ الی اصلیہم
قولہ ولاتُنزلوہم الغیاض فتضیّعوہم الغِیاض
جمع غیضۃٍ وہی الشجر الملتفّ یعنی اذا نزلوہا
تفرّقوا فیہا فتمکّن منہم العدوُّ فقیر
گوید این کنایت است از ارتکاب
امرے کہ وجہ مصلحت دران برقوم
مشتبہ باشد و علاقہ کنایت آنکہ غیضہ
محلِّ تستّر و اختفا است سائر خطب فاروقِ
اعظم رضؓ مصرّح این مدّعاست واللہ اعلم
وازانجملہ آنکہ در روضۃ الاحباب
مذکور است کہ در زمانِ خلافت
وے رضی اللہ عنہ

مجھے اس کی اطلاع دیں تو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے اس صورت میں میں اُس سے قصاص لوں گا، تو
کھڑے ہوتے عمرو بن العاصؓ اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ
کیا آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ وہ شخص مسلمانوں میں سے ہوگا
جو اپنی رعیّت کی طرف جائے گا اور رعیّت میں سے کسی کی اس نے
تادیب بھی کی تو کیا آپ اس سے ضرور قصاص لیں گے؟ فرمایا
ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضؓ کی جان ہے
میں اُس سے ضرور قصاص لوں گا۔ میں اُس سے قصاص نہ لوں؟
حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ
اپنی ذات سے قصاص لیتے تھے۔ یاد رکھو مسلمانوں کو نہ مارو کہ
تم ان کو ذلیل کرو اور نہ اُن کی تجمیر کرنا کہ تم ان کو فتنوں میں
ڈالو اور نہ اُن سے اُن کے حقوق روکو کہ تم اُن کو (اپنے سامنے)
جھکاؤ اور نہ اُن کو غیاض میں اُتارو کہ تم ان کو ضائع کر ڈالو،
اس کو روایت کیا احمد نے (تفسیر) یہ ارشاد ولاتجمّروہم
تجمیر الجیش کے معنے ہیں یعنی ان کو سرحدوں پر جمع رکھنا اور
ان کو اپنی بیوی بچوں کے پاس لوٹنے سے روکے رکھنا۔ اور
اس ارشاد ولاتُنزلوہم الغیاض میں غیاض جمع ہے غیضۃؐ کی
اور اس کے معنے گھنے درخت اور جھاڑیاں یعنی جب تم لشکر کو
ایسی جگہ اُتاروگے تو وہ اُس میں متفرّق ہو جائیں گے اور ان
کے ایک حصہ پر دشمن قابو پالے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ کنایہ ہے
ایسے امر کے ارتکاب سے کہ جس میں مصلحت کی صورت قوم پر مشتبہ
ہو اور اس کنایہ کی مناسبت یہ ہے کہ غیضہ (یعنی جھاڑیوں والا
بن) چھپ جانے اور مخفی ہو جانے کا مقام ہے۔ فاروقِ اعظم رضؓ
کے تمام خطبے اس مدعا کی تصریح کرتے ہیں، واللہ اعلم۔ اور ان
میں سے ایک یہ ہے کہ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آن
مفتوح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و
چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و نُہ صد منبر بر جنوبِ
محاریبِ جوامع بجہت خطبۂ جمعہ بنا کردند و
از آنجملہ بنا کردنِ شہر بصرہ بر ساحلِ بحر و آباد ساختن
جماعۂ از غزات درانجا بجہت آنکہ چون آن موضع
محل ورودِ مراکب عجم و ہنداست نباید کہ ناگاہ
جمعے از فارس و ہند درانجا برسند و بر اہلِ اسلام
مصیبتے ریزند و از آنجملہ بنا کردنِ شہر کوفہ
چون اتفاقِ اقامتِ عرب در شہر مدائن واقع
شد ہوائی آن موضع با مزاجِ ایشان نہ ساخت
اکثرے گرفتار مرض شدند سعد بن ابی وقاص
کیفیتِ حال برائے حضرتِ فاروق رضؓ نوشتہ
فرستادی رضی اللہ عنہ فرمود کہ برائی اقامت
عرب ہیچ مکانے اصلح ازان نیست کہ ہم برّی
باشد و ہم بحری جائی وسیعی بدین صفت
اختیار باید نمود و باید کہ درمیانِ من و آن موضع
پلے و دریائے حائل نباشد سعد رضؓ برائی تفحص
این چنین سرزمینے مردمان را منتشر ساخت و
برین موضع کہ الحال مسمّٰی بکوفہ است اتفاق
آرا واقع شد اوّلِ حال امر کرد کہ بناہا از قصب
وخشتِ خام کنند یعنی تا میلِ ساکنانِ آن موضع
بعماراتِ رفیعہ پیدا نشود و خود را مہیّا برائی جہاد
داشتہ مانندِ مسافران بسر برند بالآخرۃ چون حریق (آتش)
افتاد رخصت باحکامِ عمارات فرمود

کے زمانۂ خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر مع اپنے ماتحت اور
ملحقہ دیہات کے فتح ہوئے ہیں اور چار ہزار مسجد بن بنائی گئیں
اور چار ہزار گرجے توڑے گئے اور نو سو منبر جامع مسجدوں کی محرابوں
کے پہلوؤں میں بنائے گئے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ شہر
بصرہ کی بنیاد ڈالنا ساحلِ دریا پر اور غازیوں کی ایک جماعت
کو وہاں آباد کرنا چونکہ یہ موقع ایسا تھا جو عجم اور ہندوستان
کی کشتیوں کے وارد ہونے کا مقام تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اچانک
کوئی جماعت فارس اور ہندوستان سے یہاں پہنچ جاتے
اور اہلِ اسلام پر کوئی مصیبت ڈالیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
شہر کوفہ کی بنیاد ڈالنا۔ جب عرب کو شہرِ مدائن میں اقامت
گزیں ہونے کا اتفاق پڑا تو اس مقام کی ہوا اُن کے مزاجوں
کے موافق نہ آئی اور بہت سے لوگ امراض میں گرفتار ہوگئے
تو سعد بن ابی وقاص رضؓ نے یہ کیفیتِ حال حضرت فاروق رضؓ کو
لکھ کر بھیجی۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عربوں کی اقامت
کے لئے کوئی مقام اس سے زیادہ بہتر نہ ہوگا کہ وہ برّی بھی
ہو اور بحری بھی اس لئے کوئی مقام جس میں یہ وصف ہو انتخاب
کر لیا جائے اور چاہیئے کہ میرے اور اُس مقام کے درمیان کوئی
پل اور دریا حائل نہ ہو۔ سعد رضؓ نے ایسی سرزمین کی جستجو میں
لوگوں کو اطراف میں بھیجا اور اس سرزمین پر کہ اب جس کا نام
کوفہ ہے سب کی رائے متفق ہوگئی۔ ابتداءِ حال میں حکم دیا کہ بانسوں
اور کچی اینٹوں کے مکان بنالیں یعنی جب تک اُس مقام پر
رہنے والوں میں بلند عمارات کی رغبت نہ پیدا ہو اور (یہ مصلحت
بھی پیشِ نظر تھی) کہ اپنے کو جہاد کے لئے تیار رکھتے ہوئے
مسافروں کی مانند بسر اوقات کریں۔ آخر کار جب (ایک مرتبہ)
آگ لگی تو مضبوط اور پختہ عمارتیں بنانے کی اجازت مل گئی۔

باالجملہ چون مسلمانان درانجا اختیارِ اقامت نمودند الوان و قوائے ایشان بحالِ اصلی عود کرد و ازانجملہ وضع تاریخ زیراکہ پیش از وضع تاریخ تعیین شہور در سجلات می نمودند نہ تعیین سنین این معنے موجب اِشتباہ می شد حضرت فاروق رضہ ابتداء حساب تاریخ از ہجرت مقرر فرمود والے الیوم ہمان دستور جاری است و ازانجملہ آنکہ چون خالد بن ولید ابو عبیدہ را طوعا و کرہا بران باعث شد کہ از حصارِ حمص بیرون برآمدہ باکفار مقاتلہ کند و انتظارِ وصولِ فوج کمک از ہر جانب نکشد حضرت فاروق رضہ آن را از وی نہ پسندید بجہت آنکہ وجہش یا عُجبِ نفس است بشجاعت و پہلوانیِ خود یا بخل است بغنائم یا استہانتِ امرِ خلیفۂ برحق است وکیف ماکان از خصالِ ذمیمہ اعتبار نمود و غالبا این چنین جرأت در عادت موجبِ ہزیمت می شد ہر چند اینجا شمولِ فضلِ حق و تائیدِ الٰہی کار خود فرمودہ باشد دیگر آنکہ خالد رضہ بن ولید شاعرے را بر مدیح خود دہ ہزار درہم صلہ داد چون رسم فاسد بود گوارای طبیعت حضرت فاروق رضہ نیفتاد خالد رضہ را از حکومتِ قنسرین معزول ساختہ در مدینہ نشاند والے آخر العمر اورا بحکومتے نامزد نہ کرد و برائے ابو عبیدہ رضہ نوشتہ فرستاد کہ اورا از قنسرین بنزدِ خود خواند و در محضر

المختصر جب مسلمانوں نے وہاں اقامت اختیار کرلی تو اُن کے رنگ اور اُن کے قُوٰے اصلی حالت پر عود کر آئے۔ اور اُن میں سے ایک ہے تاریخ کا وضع کرنا۔ کیونکہ تاریخ کے وضع کرنے سے پہلے مُہر شدہ مکاتیب میں صرف مہینوں کا تعیّن کرتے تھے سنوں کا تعیّن نہیں اور یہ صورت موجب اشتباہ ہوتی تھی حضرت فاروق رضہ نے تاریخ کے حساب کی ابتداء ہجرت سے مقرر فرمادی اور آج کے دن تک وہی دستور جاری ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت خالد بن الولید رضہ نے ابو عبیدہ رضہ کو طوعاً و کرہاً اس پر آمادہ کیا کہ حمص کے حصار سے باہر آکر کفار کے ساتھ جنگ کریں اور ہر جانب سے جو (حضرت عمر رضہ کے احکام کے ماتحت) کمک کی فوجیں پہنچ رہی تھیں ان کا انتظار نہ کریں تو حضرتِ فاروق رضہ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ اس کی وجہ یا نفس کا اپنی بہادری اور پہلوانی پر عُجب ہے یا غنیمتوں پر بُخل ہے (کہ اموالِ غنیمت میں حصّہ دار وہ لشکر بھی ہو جائیں گے جو مختلف مقامات سے آنے والے تھے) یا خلیفۂ برحق کے حکم سے لاپرواہی برتنا اور جو کچھ بھی ہو آپ نے اُس کو خصالِ ذمیمہ میں اعتبار کیا اور بسا اوقات عادۃً اس طرح کی جرأت موجب ہزیمت ہوا کرتی ہے ہر چند کہ اس موقع پر حق تعالٰی کے فضل اور تائیدِ الٰہی نے شامل ہو کر اپنا کام فرمادیا۔ دوسری بات یہ پیش آئی کہ خالد رضہ بن الولید نے ایک شاعر کو اپنی مدح پر دس ہزار درہم انعام دیدیا۔ چونکہ یہ رسم فاسد تھی اس لئے حضرت فاروق رضہ کی طبیعت کو گوارا نہ ہوئی۔ آپ رضہ نے خالد رضہ کو قنسرین کی حکومت سے معزول کر کے اُن کو مدینہ میں بٹھادیا اور آخر عمر تک اُن کو کسی حکومت پر نامزد نہ کیا اور ابو عبیدہ رضہ کو لکھا کہ اُن کو قنسرین سے اپنے پاس بلائیں اور اعیانِ لشکر کی

اَعیانِ لشکر استادہ نماید و بفرماید کہ عمامہ را از
سرش بردارند و بہمان عمامہ مقید سازند بعد ازان
استفسار کنند کہ این دہ ہزار را از چہ مکان صرف
کردہ است اگر از بیت المال یا از دفینِ جاہلیت
برامد خیانت کردہ باشد و اگر از مالِ خود عطا
نمود باسراف کار فرمود بالجملہ ہمچنان بعمل آوردند
کہ مامور شدہ بودند تحفہ نز آنکہ خالدؓ با آن ہمہ
جلادتے (بہادری ۱۲) کہ داشت برین ماجرا بچون و چرا مجالِ
دَم زدن ندید و دیگر لشکریان و اُمراء از دیدِ
این معاملہ نیز بد دل نشدند و این خصائصِ
صولتِ حضرت فاروقؓ بودہ است بعد اللتیا
و التی بامراءِ امصار نوشت کہ عزلِ خالدؓ نہ
بجہتِ خیانتے از وے بودہ است بلکہ برائے
آنکہ بخاطرِ او چنان خطور کردہ بود کہ این فتوح
بدستیاری او و قوتِ او ظہور نمود و انّ
الامر کلّہ للّٰہ و ہمچنین چون سعدؓ را از عراق
معزول فرمود بجہتِ خوفِ اختلاف قوم بر وے
ہیچ فتنہ برنخاست و در آخر عمر تصریح نمود
بآنکہ عزل سعدؓ نہ بنا بر عجز او بود یا بسبب صدور
خیانتی از وے بل بجہت از مظانّ اختلاف و
وجہِ این تصریح آن بود کہ عدالتِ او از
نظرِ مردم ساقط نشود و از انجملہ آنکہ
سالے بقصدِ عمرہ بمکہ محترمہ توجہ فرمود و
توسیع و تفسیح مسجدِ حرام بتقدیم رسانید و
نزدیک مراجعت امر نمود تا در منازلے

موجودگی میں کھڑا کرکے کسی کو حکم دیں کہ عمامہ اُن کے سر سے
اُتار لے اور اُسی عمامہ سے اُن کو باندھ کر استفسار کریں کہ تم
نے ان دس ہزار روپیہ کو کہاں سے صرف کیا ہے؟ اگر بیت المال
سے یا کسی جاہلیت کے دفینہ سے برآمد کیا تو یہ خیانت ہوگی
اور اگر اپنے مال سے عطا کیا تو اِسراف (یعنی فضول خرچی)
پر عمل کیا۔ الغرض جس طرح مامور ہوتے تھے عمل میں لایا گیا۔
عجیب بات یہ ہے کہ خالدؓ نے باوجود اس دلیری کے جو وہ رکھتے
تھے اِس ماجرا پر چون و چرا کے ساتھ دم مارنے کی مجال نہ
دیکھی اور دوسرے لشکر والے اور اُمراء بھی اس معاملہ کے
دیکھنے سے بددل نہیں ہوتے اور یہ حضرت فاروقؓ کے دبدبہ
کی خصوصیتوں میں سے ہے۔ آپؓ نے کچھ چناں و چنیں کے
بعد اُمراء بلاد کو لکھا کہ خالدؓ کا عزل اُس سے کسی خیانت کے
صادر ہونے کی بنا پر نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا ہے
کہ اُس کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ یہ فتوحات اُس
کے زور اور قوت سے ظہور میں آتی ہیں حالانکہ تمام امر اللہ
کی طرف سے ہے۔ اور اسی طرح جب سعدؓ کو عراق سے معزول
فرمایا تھا اس وجہ سے کہ قوم میں ان کی نسبت اختلاف پیدا
ہوگیا تھا تو کوئی فتنہ نہ اُٹھا اور آخر عمر میں اس بات کی تصریح
کردی کہ سعدؓ کا عزل اُن کے عجز کی بنا پر نہیں ہوا تھا،
نہ اُن سے کسی خیانت کے صادر ہونے کی وجہ سے بلکہ مظنّہ
اختلاف سے محتاط رہنے کی بنا پر۔ اور اس تصریح کی وجہ یہ
تھی کہ ان کی عدالت لوگوں کی نظر سے ساقط نہ ہوجائے۔
اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک سال بقصد عمرہ آپؓ نے
مکہ مکرّمہ کی طرف توجہ کی تو مسجدِ حرام کو وسیع کرنے اور کشادہ
کرنے کا اہتمام فرمایا اور لوٹتے وقت حکم دیا کہ اُن تمام منزلوں میں

کہ مابین حرمین واقع اند سایہا و پناہہا سازند و ہر چاہے کہ انباشتہ شدہ باشد آن را پاک کنند و صاف نمایند و در منازلِ کم آب چاہہا کنند تا بر حُجّاج باستراحتِ تمام قطعِ مراحل میسّر شود فی الاستیعاب لما وُلّی عمر بن الخطاب بعث اربعۃً من قریشٍ فنصبوا اَعلامَ الحرمِ مخرمۃ[1] بن نوفل وازہر[2] بن عوف وسعید[3] بن یربوع وخویطب[4] ابن عبدالعزّٰی وازانجملہ آنکہ توسیعِ مسجد شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوب خرما وجرید[5] آن وخشت خام فرمود مانندِ صنیعِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در بناءِ مسجد خود اخرجہ البخاری بعد ازان فرمود کہ حصیر در مسجد فرش کنند عن عبداللہ بن ابراہیم قال اوّل من اَلقی الحصیرَ فی مسجدِ النّبی صلے اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب کان النّاسُ اذا رفعوا رؤسہم من السجود نَفَضُوا[6] ایدیہم فاَمَرَ بالحصیر فجیئ بہ من العقیقِ فبُسِطَ فی مسجد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابن ابی شیبۃ وازانجملہ آنکہ سالِ رمادہ چون قحط شدید طاری شد حضرت فاروق بانواعِ تدبیر حلِّ این مشکل فرمود اَوّلاً ہر چہ در بیت المال بود بر فقراء و مساکین تقسیم نمود ثانیاً جمعے کہ احتکار پیشہ بودند ایشان را از ان احتکار بشدّتِ تمام باز داشت ثالثاً باُمراءِ امصار احکام فرستاد کہ

جو کہ حرمین کے درمیان واقع ہیں سایہ گاہیں اور پناہ گاہیں بنائیں اور ہر وہ کنواں جو پاٹ دیا گیا ہو اُس کو کھولا جائے اور صاف کیا جائے اور کم پانی والی منزلوں میں کنویں کھودے جائیں تاکہ عازمین حج پوری راحت کے ساتھ قطع مراحل کر سکیں۔ استیعاب میں ہے کہ جب عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے قریش کے چار آدمیوں کو بھیجا جنھوں نے حرم کی علامتیں نصب کیں۔ مخرمہ[1] بن نوفل اور ازہر[2] بن عوف اور سعید[3] بن یربوع اور خُوَیطِب[4] بن عبدالعزّٰیؓ۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف کی توسیع آپؓ نے کھجور کی لکڑیوں اور شاخوں اور کچی اینٹوں سے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق جو آپؐ نے اپنی مسجد کی بناء میں استعمال کیا تھا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مسجد میں بوریئے بچھائیں مروی ہے عبداللہ بن ابراہیمؓ سے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بوریئے بچھائے عمرؓ بن الخطاب تھے۔ (پہلے) جب لوگ اپنا سر سجدے سے اُٹھایا کرتے تھے تو اپنے ہاتھ جھاڑا کرتے تھے تو اُنھوں نے بوریئے لانے کا حکم دیا جو عقیق سے لائے گئے پھر وہ مسجدِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں بچھائے گئے، اس کو ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سال رمادہ[1] میں جب شدید قحط پھیل گیا حضرت فاروقؓ نے مختلف قسم کی تدابیر سے اس مشکل کو حل فرمایا۔ اوّلاً جو کچھ بیت المال میں تھا وہ سب فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیا۔ دوم جو لوگ کہ احتکار[2] پیشہ تھے ان کو اس احتکار سے پوری سختی کے ساتھ روک دیا۔ سوم شہروں کے اُمراء کو احکام بھیجے کہ

---

[1] رماد خاکستر کو کہتے ہیں اور اس سالِ قحط کو اس وجہ سے رمادہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا رنگ اس سال میں خاکستری ہو گیا تھا ۱۲ [2] احتکار کے معنے ہیں گرانی کے وقت غلہ خرید کر رکھ لینا اور اس کو بند کر کے رکھ چھوڑنا اس امید پر کہ اور گراں ہو جائے ۱۲

ہر یکے از محل حکومتِ خود طعام بمدینۂ منورہ روان کند. ابو عبیدہ چہار ہزار راحلہ از شام بمدینہ فرستاد و عمرو بن العاص صد سفینہ از راہِ دریا روان نمود در اندک فرصتے نرخِ مدینہ با نرخِ مصر دم مساوات می زد و در ایامِ غلاء و قحط بر خود لازم گرفت کہ تا ہنگام رفعِ این حادثہ گوشت و روغن را تناول نفرماید و شیر را نیاشامد. و از انجملہ آنکہ در کوفہ و بصرہ وغیرہا من البلاد حاکمی جدا معین فرمود و قاضی جدا و تحویلدار بیت المال علیحدہ و این امریست کہ تا زمانِ حضرت فاروق واقع نشدہ بود و یکے از حکمتہا آن تفریق آنست کہ اگر بالفرض از یکے خیانتے ظاہر شود دیگرے بانکار برخیزد اجتماع جماعہ از مسلمین کہ مجرب الصدق باشند بر خیانت بعید است. و از انجملہ آنکہ دفترِ مسلمین وضع فرمود و در انجا رعایت حکمتِ دقیقہ نمود و آن جمع است در اعتبار سوابقِ اسلام و اعتبار مراتبِ قرب با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قاعدہ الرجلُ و سابقتہ و الرجلُ و بلاءہ و الرجلُ و عیالُہ رعایت فرمود اگر با کسے خرد خورد بین باشد بداند کہ اختراعِ این امر و وفا باین التزام چیزیست کہ عقولِ حکماء دران عاجز مے شوند. أخرج البیہقی عن الشافعی انہ قال اخبرنی غیر واحدٍ من اہلِ العلم و الصدقِ من اہلِ المدینۃ و مکۃ من قبائلِ قریشٍ و من

ہر ایک اپنے زیر حکومت شہروں سے مدینہ منورہ میں غلہ روانہ کرے۔ ابو عبیدہ رضؓ نے چار ہزار اونٹ شام سے مدینہ بھیجے اور عمروؓ بن العاص نے ایک سو کشتیاں دریا کے راستہ سے روانہ کیں۔ تھوڑے عرصہ میں مدینہ کا نرخ مصر کے نرخ کی برابری میں آگیا اور گرانی و قحط کے زمانہ میں آپؓ نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ اس حادثہ کے رفع ہونے تک گوشت اور گھی تناول نہ فرمائیں گے اور نہ دودھ پئیں گے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کوفہ و بصرے وغیرہ شہروں میں حاکم جدا معین کئے اور قاضی جدا اور بیت المال کا تحویلدار جدا اور یہ ایک ایسا نظم ہے جو حضرت فاروق رضؓ کے زمانہ تک واقع نہیں ہوا تھا اور اس تفریق کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی ایک سے کوئی خیانت ظاہر ہو تو دوسرا اس سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتے اور خیانت پر مسلمانوں کی ایسی جماعت کا اجتماع جن کا صدق تجربہ شدہ ہو بعید ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ (بسلسلہ عطیات وغیرہ) دفتر مسلمین کو وضع فرمایا جس میں دقیق حکمتوں کی رعایت رکھی یعنی سوابق اسلامیہ کے اعتبار کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مراتب قرب کے اعتبار کرنے کا پورا لحاظ رکھا اور قاعدہ الرجل و سابقتہ الخ یعنی ہر آدمی کے ساتھ اُس کی سابقہ خدمات اور ہر شخص کے ساتھ اس کے شہر کو ملحوظ رکھا جاتے اور ہر ایک کے ساتھ اُس کے عیال کو مدنظر رکھا جاتے، پوری رعایت فرمائی۔ جس شخص کو چھوٹی چھوٹی جزئیات پر عبور کرنے والی سمجھ میسر ہے وہ جان لے گا کہ اس امر کا اختراع اور اس التزام کو نباہ دینا ایسا کام ہے کہ دانشمندوں کی عقلیں اس میں عاجز ہو جاتی ہیں۔ بیہقی رحؒ نے روایت کیا شافعیؒ سے اُنھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی ایک سے زیادہ اہل علم و اہل صدق نے جو اہلِ مدینہ و مکہ میں سے تھے قبائل قریش میں سے اور دوسرے

غیرہم و کان بعضہم احسن اقتصاصاً للحدیث من بعض و قد زاد بعضہم علی بعض فی الحدیث ان عمر رضی اللہ عنہ لمّا دوّن الدواوین قال ابدأ ببنی ہاشم ثم قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطیہم و بنی المطلب فاذا کانت السّن فی الہاشمی قدّمہ علی المطّلبی واذا کانت فی المطّلبی قدّمہ علی الہاشمی فوضع الدیوان علی ذلک اعطاہم عطاء القبیلۃ الواحدۃ ثم استوت لہ عبدشمس ونوفل فی جذم النسب فقال عبد شمس اخوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابیہ و امّہ دون نوفل فقدّمہم ثم دعا بنی نوفل بتلوہم ثم استوت لہ عبدالعزّے و عبدالدّار فقال فی بنی اسد بن عبد العزّے اصہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہم انّہم من المطیّبین و قال بعضہم ہم من حلف الفضول و فیہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و قیل

لوگوں میں سے اور ان میں سے بعض بہ نسبت بعض کے حدیث کے قصوں کو عمدگی سے بیان کرنے والے تھے اور بعض نے ان میں سے بعض کی روایت سے کچھ زیادہ باتیں بیان کیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹر تیار کرائے تو فرمایا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپؐ اُن کو اور بنی المطّلب کو عطا فرمارہے تھے توجب کوئی بڑی عمر والا ہاشمی جماعت میں ہوتا تھا تو اس کو مطّلبی پر مقدّم کردیتے تھے اور اگر مطّلبی میں ہوتا تھا تو اس کو ہاشمی پر مقدّم کردیتے تھے۔ تو آپؓ نے دیوان (رجسٹر اسماء) کی ترتیب قائم کی اسی نہج پر اُن کو عطا کیا قبیلہ واحدہ کی طرح۔ پھر ان کے سامنے عبدشمس اور نوفل اصل نسب میں برابر معلوم ہوئے تو فرمایا کہ عبدشمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں باپ کی طرف سے اور ماں کی طرف سے نہ کہ نوفل، تو ان کو مقدّم کیا پھر اُن کے متصل آپ نے پکارا بنی نوفل کو پھر اس کے سامنے برابر ہوئے عبدالعزّی اور عبدالدّار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبدالعزّی میں داماد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اُن میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ مطیّبینؑ میں سے ہیں اور بعضوں نے کہا (یعنی بعض راویوں نے) کہ حلف الفضول میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور کہا گیا کہ

ع۵ جب عبدمناف کی اولاد نے عبدالدار کی اولاد سے بیت اللہ کی دربانی اور رفادہ (رفادہ اُس چندے کو کہتے تھے جو قریش میں حج سے کچھ پہلے کیا جاتا تھا جس سے بزمانہ حج آنیوالوں کی آسائش اور تواضعات کا انتظام کیا جاتا تھا) اور سقایت کا مطالبہ کیا اور عبدالدار کی اولاد نے اس سے انکار کیا تو دونوں میں سے ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبائل سے عہد لیا کہ وہ بہرحال ان کے ساتھی رہیں گے۔ اولاد عبدمناف نے ایک بڑے پیالہ میں کچھ خوشبوئیں حل کرکے لائے ان کے مددگاروں نے اس پیالہ میں ہاتھ ڈبوکر عہد امانت کیا تھا اس بناء پر ان کو "مطیّبین" کہا گیا (ان کے ساتھ تین۳ قبیلے شریک ہوتے اسد۱ اور زہرہ۲ اور تیم۳۔ ابوبکر صدیقؓ ان میں سے تھے یعنی بنی تیم میں سے) اور عبدالدار نے دوسرے طور پر عہد لیا ان کو اَحلاف کہا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مطیّبین میں سے تھے اور حضرت عمرؓ اَحلاف میں سے (عبدالدار کے ساتھ یہ پانچ قبائل تھے جمح۱، مخزوم۲، عدی۳، کعب۴ و سہم۵۔ یہ چھ۶ قبیلے احلاف بولے جاتے تھے) ۱۲

ذُکِرَ سابقۃٌ فقدّمہم علےٰ بنی عبدالدّار ثمّ دَعا بنی عبدالدار تلوہُم ثمّ انفرَدَتْ لہٗ بنوزُہرۃ فدعاہا بتلوِ عبدالدار ثمّ استوت لہٗ تیمٌ و مخزومٌ فقال فی بنی تیم انّہم من حلف الفضول و المطیّبین و فیہما کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و قیل ذُکِرَ سابقۃٌ و قیل ذُکِرَ صِہرًا فقدّمہم علےٰ مخزوم ثمّ دعا مخزومًا بتلوہم ثمّ استوت لہٗ سَہمٌ و جُمحٌ و عدیّ بن کعب فقیل ابدأ بعدیٍّ فقال بل اُقِرُّ نفسی حیث کنتُ فانّ الاسلام دخلَ و امرُنا و امرُ بنی سَہم واحدٌ ولکن انظر و بنی جُمح و سَہمٌ فقیل قدّم بنی جُمح ثمّ دعا بنی سَہم و کان دیوان عدیّ و سہم مختلطًا کالدّعوۃ الواحدۃ فلمّا خلصت الیہ دعوتہ کبّر تکبیرۃً عالیۃً ثمّ قال الحمد للہ الّذی اوصلَ حظّی من رسولہ ثمّ دعا من بنی عامر بن لؤیٍّ قال الشافعی فقال بعضہم انّ ابا عُبیدۃ ابن عبداللہ بن الجرّاح الفہری لما رأی من یتقدّم علیہ قال اَ کلّ ہؤلاء تدعوا اَمامی فقال یا ابا عُبیدۃ اِصبِر کما صبرتُ اَو کلّم قومک فمن قدّمک منہم علےٰ نفسہ لم اَمنعہ فامّا اَنا و بنو عدیٍّ

ذکر کیا اُن کے اسلام پر سبقت کرنے کا۔ تو اُن کو مقدّم کیا بنی عبدالدار پر پھر بنی عبدالدار کو اُن کے متصل بلایا۔ پھر منفرد ہوتے اُن کے سامنے بنو زُہرہ تو اُن کو بلایا عبدالدّار کے ساتھ۔ پھر برابر ہوئے اُن کے سامنے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے میں کہا کہ وہ حلف الفضول اور مُطیّبین میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپؓ نے ان کے سوابق اسلام کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ نے تعلقِ دامادی کا ذکر کیا تو اُن کو مخزوم پر مقدّم کیا۔ پھر مخزوم کو ان کے متّصل بلایا۔ پھر ان کے سامنے سہم اور جمح اور عدی بن کعب برابر آئے تو آپؓ سے کہا گیا کہ عدی سے شروع کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو وہیں رکھتا ہوں جہاں میں تھا کیونکہ اسلام داخل ہو گیا تھا اور ہمارا اور بنی سہم کا ایک ہی معاملہ تھا، لیکن غور کرو بنی جمح اور بنی سَہم میں تو کہا گیا کہ بنی جُمح کو مقدّم کیجئے تو آپ نے پکارا بنی سَہم کو اور عدی اور سہم کا رجسٹر مختلط تھا مثل دعوتِ واحدہ کے۔ پھر جب اُن کی دعوت یہاں تک پہنچ گئی تو انھوں نے ایک بلند تکبیر کہی پھر فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے حصّہ کو اپنے رسولؐ سے مِلا دیا۔ پھر آپؓ نے بنی عامر لوَیؔ کو بلایا۔ شافعیؒ نے کہا کہ بعض رواۃ نے یہ ذکر کیا کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح فہری نے جب ان لوگوں کو دیکھا جو اُن پر مقدّم ہو رہے تھے تو کہا کہ کیا ان سب لوگوں کو میرے سامنے بلا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہؓ صبر کرو جیسا میں نے صبر کیا یا (بروایتِ بعض یہ فرمایا کہ) اپنی قوم سے بات کر لیجئے تو جو اُن میں سے آپ کو اپنی ذات پر مقدّم کرے میں اس کو نہیں روکوں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو

ع۵ یعنی آپؐ سے اتنا نسبی بُعد ہونے کے باوجود ہم اتنا زیادہ تقرّب رہا جو نسبی قُرب رکھنے والوں کو میسّر نہیں آیا ۱۲ مترجم

فنتقدمک ان احببت علی انفسنا قال الشافعیؒ عند ذلک الناس عباد اللہ فاولٰھم ان یکون مقدّما اقربھم بخیرۃ اللہ لرسالاتہ و مستودع امانتہ خاتم النبیین وخیر خلق رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج حدثنی ابن ابی نجیح قال قدم علی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مال فقال من کان لہ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ فلیأت فجاءہ جابر بن عبد اللہ فقال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو جاء مال البحرین اعطیک ھکذا وھکذا ھکذا یشیر بکفیہ فقال لہ ابو بکر خذ فأخذ بکفیہ ثم عدہ فوجد خمسمائۃ فقال خذ الیھا الفا فاخذ الفا ثم اعطی کل انسان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ شیئا وبقی بقیۃ من المال فقسمہ بین الناس بالسویۃ علی الصغیر والکبیر و الحر والمملوک والانثی فخرج علی تسعۃ دراھم وثلث لکل انسان فلما کان العام المقبل جاء مال اکثر من ذلک فقسمہ بین الناس فاصاب کل انسان عشرین درھما قال فجاء ناس من المسلمین وقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک قسمت ھذا فسویت بین الناس

اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو اپنی ذات سے مقدم کردیں گے۔ اس موقع پر شافعیؒ نے کہا کہ سب لوگ اللہ کے بندے ہیں بس مقدم ہونے میں سب سے اولیٰ وہی ہے جو اُن میں سب سے زیادہ قریب ہو اُس ذات سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات کے لئے برگزیدہ کیا اور جو ودیعت گاہ بنا اُس کی امانت کا، خاتم النبیین، ربّ العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں کہا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابن ابی نجیح نے۔ کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا تو اُنھوں نے کہا کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو تو چاہیئے کہ وہ آئے تو اُن کے پاس جابر بن عبد اللہؓ پہنچے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے ساتھ (دو ہتڑ بنا کر) اشارہ کر رہے تھے۔ تو اُن سے ابو بکرؓ نے کہا کہ لے لے تو اُنھوں نے ایک دو ہتڑ بھر لی۔ پھر اس کو شمار کیا تو وہ پانچسو درہم نکلے تو فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک ہزار اور لے لے۔ (تاکہ تین دو ہتڑ کی مقدار پوری ہوجائے جو وعدہ تھا) تو اُنھوں نے ایک ہزار لے لئے۔ پھر اُنھوں نے ہر اُس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ پھر جو مال باقی بچا تو اس کو سب لوگوں پر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور مملوک اور عورتوں پر برابر تقسیم کیا تو ہر انسان کے حصہ میں نو درہم اور ایک تہائی درہم آئے۔ پھر جب آئندہ سال آیا تو اس میں اس سے زیادہ مال آیا پھر اُس کو سب لوگوں میں تقسیم کیا تو ہر شخص کے حصہ میں بیس درہم آئے کہا کہ پھر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے آپ سے مل کر کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس مال کو تقسیم کیا اور سب لوگوں میں برابری کردی حالانکہ

ومن النّاس اُناسٌ لہم فضلٌ وسوابقُ وقدمٌ
فلو فضّلتَ اہلَ السّوابق والقِدم والفضل بفضلہم
قال فقال اما ما ذکرتم من السّوابق والقِدم فما
اَعرفنی بذٰلک وانما ذٰلک شیٔ ثوابُہ علی اللہ
(تعجب ای اعرفنی اکثر منکم)
ہٰذا معاشٌ فالاسوۃ فیہ خیرٌ من الاثرۃ (ترجیح) فلما
کانَ عمرَ بن الخطاب رضی اللہ عنہ وجاءتہ
الفتوحُ فضّلَ وقال لا اجعل مَن قاتَل
رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمن قاتَل
معہ ففرضَ لاہل السّوابق والقِدم من المہاجرین
والانصار ممّن شہد بدرًا خمسۃَ الفِ خمسۃ
الفِ وفرض لمن کان لہٗ اسلامٌ کاسلام
اہلِ بدرٍ دونَ ذٰلک اَنزلہم علٰی قدرِ
منازلہم فقیر گوید سابق بیان کردیم کہ فہم
بندۂ ضعیف آنست کہ این اختلاف درحکم شرعی
نیست بلکہ اختلاف حکم بسبب اختلافِ حال است
واللہ اعلم۔ اخرج القاضی ابو یوسف فی کتاب
الخراج عن ابی جعفر انّ عمر لمّا اراد
ان یفرض للنّاسِ وکان رأیُہ اخیرَ
من رأیہم قالوا ابدأ بنفسک قال
لا فبدأ بالاقرب من رسولِ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ففرض
للعبّاسِ ثم لعلیٍّ حتی والی بین
خمس قبائل حتی انتہٰی الٰی
بنی عدیّ بن کعب واخرج
ایضًا عن الشعبی

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو صاحب فضیلت و صاحب سوابق ہیں اور قدیم الاسلام ہیں تو اگر آپ اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت اور صاحب فضیلت لوگوں کو فضیلت دیتے ان کے افضل ہونے کی وجہ سے تو بہتر ہوتا۔ کہا کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ تم نے جو سوابق اور قدم کا ذکر کیا ہے تو مجھ سے زیادہ اس کو کون جاننے والا ہے اور یہ صرف ایسی شے ہے جس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں برابری رکھنا ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ پھر جب خلیفہ ہوئے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے پاس فتوحات آئیں تو انھوں نے فضیلت دی اور فرمایا کہ میں اُس شخص کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کیا اُس شخص کے برابر نہیں کرونگا جس نے آپؐ کے ساتھ ملکر ان سے قتال کیا۔ تو آپؓ نے حصہ قائم کیا مہاجرین وانصار میں سے اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت کے لئے جو لوگ بدر میں حاضر ہوتے پانچ پانچ ہزار۔ اور جن لوگوں کا اسلام مثل اسلام اہلِ بدر کے تھا ان لوگوں کا حصہ اُن سے کم رکھا۔ اُن کو اُن کی سوابق کی منزلوں کے بقدر زیریں مرتبہ میں رکھا۔ فقیر کہتا ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بندۂ ضعیف یہ سمجھتا ہے کہ یہ اختلاف حکم شرعی میں نہیں ہے بلکہ اختلاف حکم بسبب اختلافِ حال کے ہوا ہے واللہ اعلم۔ آخذ کیا ہے قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں مروی ہے ابوجعفر سے کہ عمرؓ نے جب ارادہ کیا کہ لوگوں کے حصے مقرر کردیں اور اُن کی رائے سب لوگوں کی رائے سے بہتر تھی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔ فرمایا نہیں۔ پھر آپؓ نے شروع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب رشتہ دار سے تو حصہ مقرر کیا عباسؓ کا پھر علیؓ کا یہاں تک کہ ترتیب قائم کی پانچ قبائل کے درمیان یہاں تک کہ پہنچے بنی عدی بن کعب پر۔ اور نیز روایت کی شعبی سے وہ

عن من شہد عمر بن الخطاب قال لما فتح اللہ علیہ
و فتح فارس والروم جمع ناسًا من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ترون فانی اری
ان اجعل عطاء الناس فی کل سنۃ واجمع
المال فانہ اعظم للبرکۃ قالوا اصنع ما رأیت فانک
ان شاء اللہ موفق فقال ففرض الاعطیات
فدعا الناس فقال عبد الرحمن بن عوف ابدأ بنفسک
فقال لا واللہ ولکن ابدأ ببنی ہاشم رہط النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فکتب من شہد بدرًا
من بنی ہاشم من مولی او عربی لکل رجل
منہم خمسۃ آلاف وفرض للعباس
ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اثنی عشر الفا ثم
فرض لمن شہد بدرًا من بنی امیۃ بن عبد شمس
ثم الاقرب فالاقرب الی بنی ہاشم ففرض
للبدریین اجمعین عربیہم ومولاہم خمسۃ
آلاف خمسۃ آلاف وفرض للانصار اربعۃ
آلاف اربعۃ آلاف وکان اول انصاری
فرض لہ محمد بن مسلمۃ وفرض
لازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
عشرۃ آلاف عشرۃ آلاف وفرض
لعائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اثنا عشر
الفا وفرض لمہاجرۃ (ہجرت کنندگان) الحبشۃ اربعۃ آلاف
اربعۃ آلاف لکل رجل منہم
وفرض لعمر بن ابی سلمۃ لمکان
ام سلمۃ اربعۃ آلاف

اس شخص سے روایت کرتے ہیں جو عمرؓ بن خطاب کے پاس حاضر
تھے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن پر کشائش کردی اور فتح کردیا فارس
اور روم کو تو آپؓ نے جمع کیا بہت سے لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے اصحابؓ میں سے پھر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے میں
خیال کر رہا ہوں کہ لوگوں کے سالانہ وظائف مقرر کردوں اور
مال کو جمع کروں تو یہ بات بڑی ہوگی برکت کے لئے۔ لوگوں نے
کہا جو کچھ آپ کی رائے ہے اُس کے مطابق کیجئے۔ آپ کو انشاء
اللہ اس کی توفیق دی گئی ہے۔ کہا کہ پھر آپؓ نے وظائف مقرر
کئے اور لوگوں کو بلایا تو عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ اپنی ذات
سے (شروع کیجئے) تو فرمایا کہ واللہ نہیں لیکن میں شروع کرتا ہوں
بنی ہاشم سے جو خاندان ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تو آپ نے
اُن لوگوں کو لکھا جو بنی ہاشم میں سے بدر میں حاضر تھے مولےٰ یا
عربی ان میں سے ہر شخص کے لئے پانچ پانچ ہزار اور عباسؓ
ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر کئے بارہ ہزار پھر
آپؓ نے حصہ مقرر کیا اُن لوگوں کا جو بدر میں حاضر ہوتے بنی امیہ
ابن عبد شمس میں سے۔ پھر درجہ بدرجہ بنی ہاشم سے قریب تر
لوگوں کے حصے مقرر کئے۔ پھر آپؓ نے وظائف مقرر کئے (دیگر)
تمام بدریین کے خواہ وہ خالص عربی ہوں یا اُن کے آزاد کردہ
ہوں پانچ پانچ ہزار اور انصار کے لئے وظیفہ مقرر کیا چار
چار ہزار تو پہلے انصاری جن کا وظیفہ مقرر کیا گیا محمدؓ بن مسلمہ
تھے۔ اور آپ نے مقرر کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں
کے لئے دس دس ہزار اور مقرر کیا اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ
عنہا کے لئے بارہ ہزار اور مقرر کیا مہاجرین حبشہ کے لئے ان میں
سے ہر شخص کے لئے چار چار ہزار۔ اور آپؓ نے مقرر کیا عمرؓ بن ابی
سلمہؓ کے لئے بوجہ اُمّ سلمہؓ کے مرتبہ و احترام کے چار ہزار تو

٦/٢

فقال محمد بن عبد اللہ بن جحش لم تفضل علینا عمر لہجرۃ ابیہ فقد ہاجر آباؤنا وشہدوا فقال عمر افضلہ لمکانہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیأت الذی یستغیث بام مثل ام سلمۃ اغیثہ وفرض للحسن والحسین خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف لمکانہما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم فرض للناس ثلثمائۃ و اربع مائۃ للعربی والمولی وفرض لنساء المہاجرین والانصار ستمائۃ ستمائۃ و اربع مائۃ اربع مائۃ وثلث مائۃ ثلثمائۃ و مائتین وفرض لاناس من المہاجرین والانصار فی الفین الفین واخرج ایضا عن السائب بن یزید قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول واللہ الذی لا الہ الا ہو ما احد الا ولہ فی ہذا المال حق اعطیہ او منعہ وما احد احق بہ من احد الا عبد مملوک وما انا فیہ

محمد بن عبد اللہ بن جحش نے کہا کہ آپ عمرؓ کو ہم پر کیوں فضیلت دے رہے ہیں اُس کے باپ کی ہجرت کی وجہ سے جب کہ ہمارے آباء نے ہجرت کی اور شہید بھی ہوئے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں اُس کو فضیلت دے رہا ہوں اُس کے اس مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو حاصل ہے۔ (اگر کوئی ایسا شخص ہے تو) آئے جو مدعی بنے کسی ایسی ماں کی بنا پر جو اُم سلمہؓ کے مرتبہ کی ہو کہ میں اُس کے اس دعوے کو درست قرار دوں۔ اور آپؓ نے وظیفہ قرار دیا حسنؓ اور حسینؓ کے لئے پانچ پانچ ہزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان دونوں کے مقام پر نظر کرتے ہوئے۔ پھر عام لوگوں کے حصے مقرر کئے تین سو اور چار سو عربی کے لئے بھی اور مولیٰ کے لئے بھی۔ اور وظیفے قرار دیئے مہاجرین اور انصار کی عورتوں کے لئے چھ چھ سو اور چار چار سو اور تین تین سو اور دو سو۔ اور آپؓ نے مہاجرین و انصار کے عام لوگوں کے وظیفے قرار دیئے دو دو ہزار کے اندر۔ اور نیز سائب بن یزید سے مروی ہے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جس کا اس مال میں حق نہ ہو جو اُس کو عطا کر دیا جائے یا اس سے روک دیا جائے اور کوئی اُس کا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں بجز عبد مملوک کے اور اس بارے میں میں بھی ایسا ہی ہوں

ف عمر بن ابی سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لےپالک تھے ان کی والدہ ام المؤمنین ام سلمہؓ ہیں یہ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر نو سال کی تھی حضرت اُم سلمہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳ یا ۴ھ میں ہوا تھا۔ یہ گود میں تھے اور یہ معترض محمد بن عبد اللہ بن جحش ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے بھتیجے تھے۔ اُن کے باپ عبد اللہ بن جحش ہیں جو حضرت زینبؓ کے بھائی تھے جنہوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں کی تھیں اور یہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے ان کو اور حضرت حمزہؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ اسی ہجرت و شہادت کی طرف اُن کے بیٹے نے اشارہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ جواب دیا کہ ام سلمہؓ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قرب عمر بن سلمہؓ کو حاصل ہے وہ تم سے زیادہ ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

الا کاحدکم و لکنا علی منازلنا من کتاب
اللہ تعالیٰ و قسمنا (خلفنا) من رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فالرجل و بلاءہ فی الاسلام
والرجل وعناءہ فی الاسلام والرجل وحاجتہ
فی الاسلام واللہ لئن بقیت لیاتین الراعی
بجبل صنعاء حظہ من المال وھو
مکانہ قبل ان یحمر وجہہ یعنی فی
طلبہ وکان دیوان حمیر علی
حدۃ وکان یفرض لامیر الجیوش
والقری فی العطاء مابین تسعۃ آلاف
وثمانیۃ آلاف وسبعۃ آلاف علی
قدر ما یصلحہم من الطعام وما یقومون
بہ من الامور قال وکان یفرض للمنفوس (مولود)
اذا طرحتہ امہ مائۃ فاذا ترعرع (الکبیر) بلغ بہ
مائتین فاذا بلغ زادہ قال ولما رای المال
قد کثر قال لئن عشت الی ھذہ
اللیلۃ من قابل (سال آئندہ) لالحقن آخر
الناس باولہم حتی یکونوا
فی العطاء سواء فتوفی قبل
ذلک رحمۃ اللہ علیہ
قال وحدثنی ابو معشر قال حدثنی
عمر مولی غفرۃ وغیرہ قال
لما جاء عمر بن الخطاب الفتوح
وجاءتہ الاموال قال

جیسا تم میں کا کوئی ایک شخص، لیکن ہم اپنی اُن منزلوں (یعنی مرتبوں)
پر عمل پیرا ہیں جو کتاب اللہ تعالیٰ میں ہیں اور ہم نے وظیفے قائم کئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے تقرب کے معیار) سے۔ پھر ایک
شخص پر نظر کی اور اس کی اس مصیبت پر جو اسلام لانے کی وجہ سے
اُس پر پڑی اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کے اسلام کی قدامت کو
دیکھا اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کی اسلام پر پوری مراعات کو دیکھا
اور ایک شخص پر نظر کی اور اسلام میں اُس کی حاجت پر نظر کی۔
خدا کی قسم اگر میں زندہ رہ گیا تو اُس چرواہے کے پاس بھی جو جبلِ
صنعاء میں رہتا ہوگا ضرور مال میں سے اُس کا حصہ اس طرح پہنچے گا
کہ وہ اپنی جگہ پر ہوگا قبل اس کے کہ اس کا منہ سرخ ہونے پائے
یعنی اُس کی طلب میں سفر کی صعوبت میں پڑے اور حمیر کا رجسٹر
علیحدہ تھا اور آپ لشکروں اور بستیوں کے اُمراء کے لئے عطیات کی
تعداد نو (۹) ہزار اور آٹھ ہزار اور سات ہزار کے درمیان قائم کیا
کرتے تھے جس قدر بھی ان کے کھانے پینے کی ضروریات کے لئے
مناسب معلوم ہوتا تھا اور جس سے وہ امور ضروریہ پورے کرسکیں۔
اور کہا کہ آپ بچوں کا وظیفہ ایک سو (۱۰۰) لگایا کرتے تھے جب کہ اس
کی ماں اُس کو (گود سے) اُتار دے۔ پھر جب وہ بڑھ جاتا تو بڑھا
دو سو (۲۰۰) کردیتے پھر جب اور بڑھتا تو اور اضافہ کردیتے تھے۔
کہا کہ جب آپ نے مال کو دیکھا کہ بہت ہوگیا ہے تو فرمایا کہ اگر
میں آئندہ سال کی اس رات تک زندہ رہا تو میں بعد کے لوگوں کو
اُوپر کے لوگوں کے ساتھ ملحق کردوں گا تاکہ سب کے وظائف
برابر ہو جائیں مگر آپؓ اس سے پہلے ہی وفات پاگئے، آپؓ کے
اُوپر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ کہا اور بیان کیا مجھ سے ابو معشر نے
کہا مجھ سے عمر مولیٰ غفرہ وغیرہ نے کہا کہ جب عمرؓ بن الخطاب کو
فتوحات ہوئیں اور اُن کے پاس اموال آئے تو فرمایا کہ

ان ابابکر رضی اللہ عنہ رأی فی ہذا المال رأیا ولی فیہ رأی آخر لا اجعل من قاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمن قاتل معہ ففرض للمہاجرین والانصار ممن شہد بدرًا خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف وفرض لمن کان اسلامہ کاسلام اہل بدر ولم یشہد بدرًا اربعۃ آلاف اربعۃ آلاف وفرض لازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اثنی عشر الفا اثنی عشر الفا الا صفیۃ وجویریۃ فانہ فرض لہما ستۃ آلاف ستۃ آلاف فابتا ان تقبلا فقال لہما انما فرضت لہن للہجرۃ فقالتا انما فرضت لہن لمکانہن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنی عشر الفا وفرض للعباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنی عشر الفا وفرض لاسامۃ بن زید اربعۃ آلاف وفرض لعبد اللہ بن عمر ابنہ ثلثۃ آلاف فقال یا ابت لم زدتہ علی الفا ما کان لابیہ

اُس مال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رائے تھی اور میری رائے دوسری ہے۔ میں نہیں بناؤں گا اُس شخص کو جس نے قتال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس شخص کے برابر جس نے آپؐ کے ساتھ ہوکر اُن سے قتال کیا تو آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا مہاجرین کے لئے اور انصار کے لئے ان لوگوں میں سے جو بدر میں حاضر تھے پانچ پانچ ہزار اور حصہ مقرر کیا اُس شخص کا جس کا اسلام اہلِ بدر کے اسلام جیسا تھا اور وہ بدر میں حاضر نہیں تھے چار چار ہزار اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ مقرر کیا بارہ بارہ ہزار بجز صفیہؓ[ع۵] اور جویریہؓ[ع۵] کے کہ آپؓ نے ان دونوں کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے تو ان دونوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے اُن (ازواج) کا وظیفہ (بارہ ہزار) ہجرت کی وجہ سے مقرر کیا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ تم نے ان کا وظیفہ بارہ ہزار اُن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مقرر کیا ہے (اور آپؐ کا وہی تعلق ہم سے بھی تھا) اور آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ رضی اللہ عنہ کے لئے بارہ ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اُسامہؓ بن زید کا چار ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار تو اُنھوں نے کہا کہ اے ابا جان آپؓ نے مجھ سے اُسامہؓ کے ایک ہزار کیوں بڑھائے اُسکے باپ میں

ع۵ صفیہؓ پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگِ خیبر میں محرم ۷ھ میں قتل کر دیا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے پسند فرما لیا۔ بعض نے یہ روایت کی ہے کہ یہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض میں خرید لیا اس کے بعد یہ اسلام لے آئیں تو آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور نکاح کر لیا اور ان کا مہر ان کے عتق کو قرار دیا ۱۲ مترجم عفی عنہ از الکمال ع۵ جویریہؓ حارث کی بیٹی تھیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مریسیع میں قید کیا تھا ۵ھ میں۔ یہ ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آگئی تھیں۔ ثابتؓ بن قیس نے ان کو مکاتب بنا دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے آزاد کرا دیا۔ پھر اپنی زوجیت سے ان کو مشرف کیا ان کا نام برہ تھا آپؐ نے جویریہ رکھ دیا تھا ۱۲ مترجم از الکمال

من الفضل مالم يكن لأبي وماكان له مالم يكن
لي فقال ان اباأسامة كان احب الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم من أبيك وكان
أسامة احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
منك وفرض للحسن والحسين خمسة آلاف خمسة
آلاف الحقهما بأبيهما لمكانهما من رسول الله صلى الله
عليه وسلم وفرض لأبناء المهاجرين والانصار
الفين فمر به عمر بن ابي سلمة فقال زيدوه الفا
فقال له محمد بن عبدالله بن جحش ماكان لابيه
ابي سلمة مالم يكن لآبائنا وماكان له مالم يكن
لنا فقال عمر انى قد فرضت له بابيه ابي
سلمة الفين وزدته بأمه أم سلمة الفا
فان كانت لك أم مثل أم سلمة زدتك
الفا وفرض لاهل مكة والناس ثمان مائة
فجاءه طلحة بن عبيدالله ففرض له ثمان
مائة فمر به النضر بن انس فقال عمر
افرضوا له الفين فقال طلحة
جئتك بمثله ففرضت له ثمان
مائة وفرضت لهذا الفين
فقال ان ابا هذا لقيني
يوم احد فقال ما فعل
رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد قتل فان
الله حي لا
يموت

کوئی ایسی فضیلت نہیں تھی جو میرے باپ میں نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی فضیلت ہے جو مجھ میں نہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ اسامہؓ کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تیرے باپ سے اور اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تجھ سے۔ اور آپ نے حسنؓ اور حسینؓ کے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے ان دونوں کو اُن کے باپ (علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ملحق کیا، ان کے خاص مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ان کو حاصل تھا اور آپؓ نے مقرر کئے مہاجرینؓ اور انصار کے بیٹوں کے لئے دو دو ہزار تو ان کے سامنے آتے عمر بن ابی سلمہؓ تو فرمایا کہ اس کے ایک ہزار بڑھادو تو اُن سے کہا محمد بن عبداللہ بن جحش نے کہ اس کے باپ ابو سلمہ کو کوئی ایسی فضیلت حاصل نہ تھی جو ہمارے آباء کو نہ تھی اور اس میں کوئی ایسی فضیلت نہیں جو ہم میں نہیں ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کے باپ ابو سلمہؓ کی وجہ سے دو ہزار مقرر کئے اور ایک ہزار بڑھاتے ہیں اس کی ماں اُم سلمہؓ کی وجہ سے تو اگر تیری ماں مثل اُم سلمہؓ کے ہوتی تو تیرے وظیفہ میں بھی ایک ہزار بڑھا دیتا۔ اور مقرر کئے آپ نے اہل مکہ اور سب لوگوں کے لئے آٹھ آٹھ سو۔ پھر اُن کے پاس لے کر آئے طلحہؓ بن عبیداللہ اپنے بھائی عثمان بن عبیداللہ کو تو آپ نے اُن کے آٹھ سو مقرر کئے۔ پھر اُن کے سامنے آیا نضر بن انس تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کے دو ہزار مقرر کرو تو طلحہؓ نے کہا کہ میں آپ کے پاس اسی جیسے کو لے کر آیا تو آپ نے اُس کے آٹھ سو مقرر کئے اور اس کے لئے دو ہزار۔ تو فرمایا کہ اس کا باپ مجھ سے ملا یوم اُحد میں (جب کہ کفار نے یہ شور مچا دیا تھا کہ محمدؐ کو قتل کر دیا گیا) تو اُس نے کہا کہ کیا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں تو اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہ مرے گا۔ اس کے بعد اس نے

فقاتل حتى قتل وهذا يرعى الشاء في مكان كذا وكذا فعل عمر بهذا خلافته۔ فقیر گوید میتواند بود کہ فاروقِ اعظم رض در بعض سنین قدرے تعیین کردہ باشد برائے بعض مردم و در سنین اُخرے قدرِ آخر و این وجہ جمع است در محلِ اختلافِ روایات و اللہ اعلم و از انجملہ آنکہ عثمان بن حُنَیف و حذیفۃ ابن الیمان را بر مساحتِ سوادِ عراق فرستاد و بر سواد خراجے مقرر فرمود و تا حال بہمان دستور خراج از انجا گرفتہ می شود قال ابو یوسف حدثنی السری بن اسماعیل عن عامر الشعبی ان عمر بن الخطاب مسح السواد فبلغ ستة وثلثين الف الف جريب وانه وضع على جريب الزرع درهماً وقفيزاً وعلى الكرم عشرة دراهم وعلى الرطبة خمسة دراهم وعلى الرجل اثنى عشر درهماً او اربعة وعشرين او ثمانية واربعين درهماً زاد ابو يوسف عن بعض مشايخه ايضاً وعلى جريب النخل ثمانية وعلى جريب القصب ستة وہمچنین ابو یوسف رح در حالِ شام و جزیرہ و سائر بلدان ذکر احکام حضرتِ فاروق نمودہ است و تعداد آن طولے دارد اینجا نکتہ را باید فہم کرد کہ

قتال شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اور یہ اُس وقت بکریاں چرا رہا تھا فلاں فلاں جگہ پر۔ پھر عمر رض اپنی خلافت میں اس پر کاربند رہے فقیر کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فاروقِ اعظم رض نے بعض سالوں میں ایک مقدار متعیّن کی ہو۔ بعض لوگوں کے لئے اور بعد کے بعض سالوں میں دوسری مقدار مقرر کی ہو۔ محلِ اختلافِ روایات میں جمع کرنے کی یہ ایک صورت ہے، واللہ اعلم۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عثمان رض بن حُنَیف اور حُذیفہ رض بن الیمان کو عراق کے سواد (یعنی شاداب علاقہ) کی پیمائش کے لئے بھیجا۔ اور ہر علاقہ پر ایک خراج مقرر کیا۔ اب تک اسی دستور کے مطابق وہاں سے خراج لیا جاتا ہے۔ ابو یوسف رح نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سری بن اسماعیل نے وہ روایت کرتے ہیں عامر شعبی سے کہ عمر رض بن الخطاب نے سوادِ عراق کی پیمائش کی تو وہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب عہ ہوئی اور ہر جریب زراعت پر ایک درہم اور ایک قفیز (بوری تقریباً بیس سیر کی) اور انگور پر دس درہم اور کھجوروں پر پانچ درہم لگان مقرر کیا۔ اور ایک مرد پر بارہ درہم یا چوبیس یا اڑتالیس درہم مقرر کئے۔ اور ابو یوسف رح نے اپنے بعض مشائخ سے زیادہ بھی روایت کیا ہے۔ اور ایک جریب نخل (یعنی کھجور) پر آٹھ درہم اور ایک جریب گنے پر چھ درہم۔ اور اسی طرح ابو یوسف رح نے شام اور جزیرہ اور دوسرے شہروں کے حال میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے احکام کا ذکر کیا ہے اور اُس کی تفصیل طول رکھتی ہے۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ

عہ جریب ایک محدود قطعہ زمین کو کہتے ہیں جس کی مقدار ۶۰ ہاتھ لمبی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی ہے اس کو ہندی میں بیگھہ کہتے ہیں۔ کتاب المساحت میں ہے کہ چھ جَو کے عرض کو اُنگل اور چار اُنگل کو مُٹھی اور چار مُٹھی کو ہاتھ اور دس ہاتھ کو قصبہ اور دس قصبہ کو اشل اور ایک اشل کو ایک اشل میں ضرب دیں تو حاصل ضرب جریب ہے۔ اس کا حاصل سو سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی نکلتا ہے۔ یہ بیگھہ پختہ ہے اور سابق پیمائش بیگھہ خام ۱۲ اشتیاق احمد از لغات الحدیث وغیرہ۔

فاروق اعظم رضؓ در ہر شہرے خراجے و جزیہ معین
کردہ موافقِ حالِ آن شہر و از انجملہ آنکہ چون
با کفار مصالحہ می فرمود شروطیکہ می بایست
مقرر می نمود با ہر قومی شرطے و لہذا آثار مختلف
افتادہ اند قال ابو یوسف حدثنی عبد اللہ بن
سعید عن حُذیفۃ ان عمر بن الخطاب کان اذا
صالح قوماً اشترط علیہم ان یؤدوا من الخراج
کذا وکذا و ان یقروا ثلثۃ ایام و ان یہدوا
الطریق و لا یمالئوا علینا عدونا و لا یؤووا
لنا محدثاً فاذا فعلوا ذلک فہم آمنون علی
دمائہم ونسائہم و ابنائہم واموالہم ولہم
بذلک ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ صلی
اللہ علیہ وسلم و نحن براء من
معرۃ الجیش و از انجملہ آنکہ
تہیۂ اسباب مجاہدین بابلغ وجوہ مے
نمود قال ابو یوسف و حدثنی شیخ
لنا قدیم قال حدثنی اشیاخنا قالوا
کان لعمر بن الخطاب اربعۃ آلاف
فرس موسومۃ فی سبیل
اللہ فاذا کان فی عطاء
الرجل خفۃ او کان
محتاجاً اعطاہ الفرس
و قال ان اعیبتہ او
ضیعتہ من علف
و شرب

فاروق اعظم رضؓ نے ہر شہر میں اُس شہر کے حال کے موافق خراج اور
جزیہ مقرر کیا تھا۔ (روایات میں اس وجہ سے اختلاف پایا جاتا
ہے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب کفار کے ساتھ آپ مصالحت
فرماتے تھے تو جو شرطیں کہ ہونی چاہئیں مقرر کیا کرتے تھے۔
ہر قوم کے ساتھ خاص شرط ہوتی تھی اور اسی وجہ سے آثار میں
اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہا ابو یوسف رحؒ نے مجھ سے روایت کیا عبد اللہ
ابن سعید نے بروایت حُذیفہ رضؓ کہ عمر بن الخطاب رضؓ جب کسی قوم
سے صلح کیا کرتے تھے تو اُن پر یہ شرط لگایا کرتے تھے کہ تم کو
اِتنا اور اِتنا خراج ادا کرنا ہوگا اور (جب مسلمان شہر سے گزریں
تو) تین دن تم کو اُن کی مہمانی کرنا ہوگی۔ اور راستہ بتانا
پڑے گا اور ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں سے سازش نہ کروگے
اور ہمارے کسی مجرم کو پناہ نہیں دوگے تو جب وہ اس پر کاربند
رہے تو امن میں ہیں اپنے خون کی طرف سے اور عورتوں کی طرف
سے اور اپنی اولاد اور اموال کی طرف سے اور اُن کے اس پر ذمہ داری
ہے اللہ کی اور ذمہ داری ہے اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
کی اور لشکر کی طرف سے کچھ ضرر پہنچ جانے کے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے
(مثلاً لشکر کے عبور اور گزرنے سے کچھ نقصان زراعت میں پیدا
ہوجاتے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اسباب مجاہدین کی
تیاری کامل طور پر کرتے تھے۔ کہا ابو یوسف رحؒ نے اور روایت کیا
مجھ سے ہمارے ایک بڑی عمر کے بوڑھے نے کہا کہ مجھ سے روایت
کیا ہمارے بڑوں نے کہ عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس چار ہزار نشان
لگے ہوئے گھوڑے موجود تھے اللہ کی راہ میں استعمال کے لئے۔
تو اگر کسی شخص کے وظیفہ میں کمی دیکھتے، یا وہ ضرورتمند ہوتا
تو اُس کو گھوڑا اعطا کرتے اور فرماتے کہ اگر تو نے اس کو غائب
کردیا یا اس کو ضائع کردیا گھاس پانی سے بے پرواہی کرکے

فانت منا من فان قاتلت علیه فاصیبت او
اصبت فلیس علیک شیء و اخرج
مالک عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب کان
یحمل فی العام الواحد علی اربعین الف بعیر
الحدیث و از انجملہ آنکہ خالصہ بادشاہان
جاہلیت را در بیت المال داخل نمود تا ہر کرا
محتاج یابد از انجا اقطاع نماید قال
ابو یوسف و حدثنی بعض اہل المدینۃ
من المشیخۃ القدماء قال وجد فی
الدیوان ان عمر اصطفی اموال
کسریٰ و آل کسریٰ وکل من
فر عن ارضہ وقتل فی المعرکۃ وکل مغیض
ماء او اجمۃ فکان یقطع من هذه لمن
اقطع و از انجملہ آنکہ بر بحر عاملان را نشاند تا
تحصیل خمس نمایند قال ابو یوسف حدثنی
الحسن بن عمارۃ عن عمرو بن دینار عن
طاؤس عن عبداللہ بن عباس ان
عمر بن الخطاب استعمل یعلی بن امیۃ
علی البحر فکتب الیه فی عنبرۃ
وجدها رجل علی الساحل یسأله عنها و
عما فیها فکتب الیه انه سیب سیبه اللہ له
فیها وفیما اخرج اللہ من البحر الخمس قال
ابن عباس وذلک رأیی فقیر گوید فقہاء درین
مسئلہ مختلف اند و اگر بادشاہی محتاج
شود بکثرت بیت المال و

تو تو ذمہ دار ہوگا۔ پھر اگر تو نے اِس پر سوار ہو کر قتال کیا اور کوئی حادثہ اس پر پڑا یا تجھ پر پڑا تو پھر تیرے اُوپر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور روایت کی مالک رح نے یحییٰ بن سعید سے کہ عمر رض بن الخطاب ایک سال میں چالیس ہزار اُونٹوں پر لوگوں کو سوار کیا کرتے تھے، آخر حدیث تک۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بادشاہان جاہلیت کے ذاتی اموال کو آپ نے بیت المال میں داخل کیا تاکہ جس کو ضرور تمند پائیں اس میں سے بطور جاگیر عطا فرمادیں۔ کہا ابو یوسف رح نے اور مجھ سے روایت کیا بعض بڑے بوڑھے بڑی عمر کے اہلِ مدینہ نے کہ رجسٹر میں یہ پایا گیا کہ عمر رض نے علٰحدہ رکھا کسریٰ اور اس کے خاندان کے اموال کو اور ہر اُس شخص کے اموال کو جو اپنی زمین سے بھاگ گیا یا معرکہ میں قتل ہو گیا اور پانی کے تالابوں کو اور بنوں کو تو جس کو کچھ جاگیر کے طور پر دینا چاہتے تھے اس میں سے دیتے تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ دریا پر عاملوں کو بٹھایا تاکہ خمس (یعنی پانچواں حصہ) وصول کریں۔ ابو یوسف رح نے کہا کہ مجھ سے روایت کیا حسن بن عمارہ نے اُنھوں نے عمرو بن دینار سے اُنھوں نے طاؤس سے اُنھوں نے عبداللہ بن عباس رض سے کہ عمر رض بن الخطاب نے عامل بنایا یعلیٰ ابن اُمیہ رض کو دریا پر تو اُنھوں نے اُن کو لکھا عنبر کے بارے میں جس کو ایک شخص نے دریا کے کنارے پر پڑا ہوا پایا۔ اس کے بارے میں سوال کیا کہ کس کی ملک ہوگا) اور اس میں کیا (محصول) ہوگا؟ تو آپ رض نے جواب میں لکھا کہ یہ ایک عطیہ ہے جو اللہ نے اُس کو دیا۔ اس میں اور جو چیز ایسی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دریا میں سے نکالے اس میں خمس (۱/۵) ہے۔ ابن عباس رض نے کہا اور میری رائے بھی یہی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ فقہاء اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ اور اگر کوئی بادشاہ بکثرتِ مال کا بیت المال میں ضرور تمند ہو اور

برین روایت عمل کند درست باشد و ذلک
مختار ابی یوسف و ہمچنین در عسل و لوز و
جوز و فستق و زیتون و غیر آن و اگر بروایت
اخذِ عُشر عمل کند جائز است و آن بہتر است
از وقوع در مظالم و از انجملہ آنکہ عُدولِ
اُمنا را عامل می ساخت و ایشان را بابلغ
وجوہ موعظت میفرمود و تعہدِ حالِ ایشان
می نمود اینجا روایتے چند ایراد کنیم قال ابو یوسف
حدثنی مجالد بن سعید عن عامر عن
محرر بن ابی ہریرۃ عن ابیہ ان
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دعا
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال اذا لم تعینونی فمن یعیننی۔ فقالوا
نحن نعینک فقال یا ابا ہریرۃ ائت
البحرین و ہجر ائت العام قال فذہبت
فجئت فی آخر السنۃ بغرارتین فیہما
خمسمائۃ الف فقال عمر ما رأیت مالاً مجتمعاً
قط اکثر من ہذا فیہ دعوۃ مظلوم او مال
یتیم او ارملۃ قال قلت لا واللہ بئس
واللہ الرجل انا اذا ان ذہبت انت
بالمہنا و انا بالمؤنۃ قال وحدثنی محمد بن
ابی حمید قال حدثنا اشیاخنا ان
ابا عبیدۃ بن الجراح قال لعمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہما دنست اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اس روایت پر عمل کرے تو درست ہوگا اور یہی مسلک ابو یوسفؒ
نے اختیار کیا اور یہی حکم ہے شہد اور بادام اور اخروٹ اور پستہ
اور زیتون وغیرہ کے بارے میں اور اگر عُشر (یعنی دسواں حصّہ)
لینے کی روایت پر عمل کرے تو جائز ہے اور یہ بہتر ہے مظالم میں
مبتلا ہونے سے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو
عامل بناتے تھے جو عدول (یعنی فسق کے دھبّہ سے پاک) اور
صاحبِ امانت ہوں اور اُن کو بہت بلیغ صورتوں کے ساتھ
نصیحت فرمایا کرتے تھے اور ان کے حال کی خبر گیری بھی کرتے
رہتے تھے۔ اس موقع پر ہم چند روایتیں درج کرتے ہیں۔ ابو
یوسفؒ نے کہا کہ مجھ سے روایت کی مجالد بن سعید نے اور انھوں
نے عامر سے انھوں نے محرز بن ابی ہریرہؓ سے انھوں نے اپنے
باپ ابوہریرہؓ سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بلایا اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر کہا کہ جب تم مجھے مدد نہیں
دوگے تو کون ہے جو مجھے مدد دے گا، تو انھوں نے کہا کہ
ہم آپ کی مدد کریں گے تو فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ! بحرین اور ہجر
جاؤ اسی سال میں پہنچو۔ ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں گیا اور
آپ کے پاس آخر سال میں دو شلیتے لے کر آیا۔ ان دونوں میں پانچ
لاکھ درہم تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے کبھی جمع شدہ (یکجائی)
مال اس سے زیادہ نہیں دیکھا، کیا اس میں کسی مظلوم کی بددعا
یا یتیم اور بیوہ کا مال ہے؟ میں نے کہا نہیں واللہ، اس صورت
میں تو واللہ میں بدترین شخص ہوں گا اگر آپ تو لے کر جائیں
مبارک اور خوشگوار چیز اور میں لے کر جاؤں بربادی۔ کہا
(ابو یوسفؒ نے) اور مجھ سے روایت کیا محمد بن ابی حمید نے
کہا ہم سے روایت کیا ہمارے بزرگوں نے کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح
نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقال له عمر يا ابا عبيدة اذا لم استعن
باهل الدين على ديني فبمن استعين
قال اما ان فعلت فاغنهم بالعمالة (مزدوری ۱۲) عن
الخيانة يقول اذا استعملتهم فاجزل
لهم في العطاء والرزق لا يحتاجون و
حدثني عبد الملك بن ابي سليمان عن
عطاء قال كتب عمر بن الخطاب الى
عماله ان يوافوا (بیایند ۱۲) به بالموسم (زمن حج ۱۲) فوافوه
فقام فقال ايها الناس اني
بعثت عمالي هؤلاء عليكم ولم
استعملهم ليصيبوا من ابشاركم (جلو دوکم ۱۲) ولا من
دمائكم ولا من اموالكم فمن كانت له
مظلمة عند احد منهم فليقم قال فما قام من
الناس يومئذ غير رجل واحد فقال يا
امير المؤمنين عاملي ضربني مائة سوط قال
فقال عمر اتضربه مائة سوط قم فاستقد (قصاص گیرد ۱۲)
منه فقام اليه عمرو بن العاص
فقال له يا امير المؤمنين انك
ان تفتح هذا على عمالك كثر عليهم
وكانت سنة ياخذ بها من
بعدك فقال عمر الا (استفہام انکاری ۱۲) اقيد
منه وقد رأيت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقيد من نفسه (قصاص گرفت ۱۲)
ثم فاستقد فقال عمرو دعنا
اذا فلنرضه

وسلم کو میل کچیل میں ڈال دیا۔ تو اُن سے عمر رضؓ نے کہا کہ اے ابو عبیدہ رضؓ! اگر میں اپنے دین کے کام میں اہلِ دین سے مدد نہ لوں تو کس سے لوں؟ انھوں نے کہا کہ اچھا اگر آپ کو یہی کرنا ہے تو ان کو معاوضۂ عمل دے کر خیانت سے بچایئے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب آپ اُن کو عامل بنائیں تو اُن کے وظائف اور روزینوں میں اضافہ کریں کہ وہ ذی احتیاج نہ رہیں۔ اور مجھ سے روایت کیا عبدالملک بن ابی سلیمان نے عطار رضؓ سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ بزمانۂ حج مجھ سے آکر ملیں۔ جب سب آپ رضؓ کے پاس جمع ہو گئے تو کھڑے ہوتے اور فرمایا کہ اے لوگو! میں نے اپنے ان عمّال کو تمھارے یہاں بھیجا اور میں نے اُن کو اس لئے عامل نہیں بنایا کہ وہ تمھارے کھال اُدھیڑیں اور تمھیں لہولہان کردیں اور تمھارے اموال چھین لیں تو جس شخص کا اُن میں سے کسی پر انتقام کا حق ہو تو چاہیئے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ تو اس دن لوگوں میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا بجز ایک شخص کے کہ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ میرے یہاں کے عامل نے میرے سَو کوڑے مارے۔ (راوی نے) کہا کہ اس پر عمر رضؓ نے فرمایا کہ کیا تو اس کے سَو کوڑے مارے گا، اُٹھ اور اپنا قصاص اُس سے لے۔ تو عمرو رضؓ بن العاص کھڑے ہوتے اور عمر رضؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ اگر آپ اپنے عمّال پر یہ راستہ کھولیں گے تو لوگ ان پر لوٹ پڑیں گے اور یہ ایک سُنّت بن جائے گی جس پر وہ بھی عمل کرے گا جو آپ کے بعد ہوگا تو عمر رضؓ نے فرمایا کہ میں اُس سے قصاص نہ لوں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنی ذات سے قصاص لیتے ہوتے۔ اُٹھ قصاص لے! تو عمرو نے کہا کہ اس صورت میں آپ ہم کو چھوڑیں کہ ہم اُسکو راضی کرلیں۔

قال فقال دو عمر قال فارضوہ بان اشتریت
منہ بمائتی دینار کل سوط بدینارین
وحدثنی عبد اللہ بن الولید عن عاصم بن ابی النجود عن
ابی بجر نمیر بن ثابت قال کان عمر اذا
استعمل رجلا اشہد علیہ رہطا من الانصار
وغیرہم واشترط علیہ اربعا الا یرکب برذونا
ولا یلبس ثوبا رقیقا ولا یاکل نقیا ولا
یغلق بابا دون حوائج الناس ولا یتخذ حاجبا
قال فبینما ہو یمشی فی بعض طرق
المدینۃ اذ ہتف بہ رجل أترى
ہذہ الشروط تنجیک من اللہ وعاملک
عیاض بن غنم علی مصر قد لبس الرقیق
واتخذ الحاجب فدعا محمد بن مسلمۃ و
کان رسولہ علی العمال فبعثہ وقال
ائتنی بہ علی الحال التی تجدہ علیہا
قال فاتاہ فوجد علی بابہ حاجبا فدخل
وعلیہ قمیص رقیق قال اجب امیر
المؤمنین فقال اطرح عنی ثیابی
فقال لا الا علی حالک ہذہ
فقدم بہ علیہ فلما راٰہ عمر
قال انزع قمیصک ودعا بمدرعۃ
صوف وبربضۃ من غنم و
عصا فقال البس ہذہ المدرعۃ و
خذ ہذا العصا وارع
ہذہ الغنم و

کہا کہ اس پر عمرؓ نے کہا کہ ایسا کرلو۔ کہا کہ انھوں نے اس کو اس پر راضی
کرلیا کہ اس سے حق انتقام خرید لیا گیا دو سو دینار میں ہر کوڑے پر
دو دینار کے حساب سے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبد اللہ بن الولید نے
اُنھوں نے عاصم بن ابی النجود سے اُنھوں نے ابن ابی بجر نمیر بن
ثابت سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ جب کسی شخص کو عامل بنایا کرتے
تھے تو انصار وغیرہ کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنایا کرتے تھے
اور اس پر چار شرط لازم کیا کرتے تھے کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو
اور نہ باریک کپڑے پہنے اور نہ عمدہ کھانا کھائے اور نہ دروازہ
بند رکھے کہ لوگ اپنی حاجتوں کے لئے نہ آسکیں اور نہ کوئی دربان
رکھے۔ کہا کہ پھر (ایسا ہوا کہ) مدینہ کے ایک راستہ پر جا رہے
تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پکار کر کہا کہ کیا آپ نے یہ خیال کرلیا
ہے کہ بس یہ شرطیں (جو آپؓ عاملوں پر لگایا کرتے ہیں) آپ کو
اللہ سے بچالیں گی، حالانکہ مصر پر جو آپ کا عامل عیاض بن غنم
ہے اُس نے باریک کپڑے پہنے ہیں اور دربان بھی رکھ لیا ہے۔
تو آپؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور وہ عاملوں پر ان کے ایلچی ہوا کرتے
تھے اور اُن کو بھیجا اور فرمایا کہ میرے پاس عیاض بن غنم کو لے کر
آؤ اُسی حال سے جس پر تم اُس کو پاؤ۔ راوی نے کہا کہ محمد بن مسلمہ
عیاض کے پاس پہنچے تو اُن کے دروازے پر دربان دیکھا۔ جب
اندر داخل ہوتے تو اُن کے بدن پر باریک کپڑے کا کُرتہ دیکھا
تو اُنھوں نے کہا کہ چلو امیر المومنینؓ کے پاس تو عیاض نے کہا کہ
ذرا ایں اپنے کپڑے بدل لوں تو اُنھوں نے کہا کہ نہیں بس اسی
حال سے چلنا ہوگا تو وہ ان کو لے کر عمرؓ کے پاس آئے۔ جب اُن
کو عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ اپنا کُرتہ اُتار اور ایک بالوں کا بنا ہوا
کُرتہ منگایا اور ایک بکریوں کا ریوڑ منگایا اور ایک لاٹھی۔ پھر کہا
کہ یہ کُرتا پہن اور یہ لاٹھی لے اور ان بکریوں کو چرا اور (ان کا دودھ

اشرب واسق من مررت بک واحفظ الفضل علينا قال أسمعت قال نعم والموت خير من هذا فجعل يردد عليه ويردد الموت خير من هذا فقال عمر ولم يكره هذا وانما سمى ابوک غانما لانه كان يرعى الغنم أترى يكون عندک خير قال نعم يا امير المؤمنين قال انزع ورده الى عمله قال فلم يكن له عامل يشبهه وحدثنى الاعمش عن ابراهيم قال كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه اذا بلغه ان عامله لا يعود المريض ولا يدخل عليه الضعيف نزعه وحدثنى عبيد الله ابن ابى حميد عن ابى المليح قال كتب عمر ابن الخطاب الى ابى موسى الاشعرى ان آس الناس فى مجلسک ووجهک حتى لا ييأس ضعيف من عدلک ولا يطمع شريف فى حيفک وحدثنى شيخ من علماء اهل الشام قد ادرک الناس عن عروة بن رويم قال كتب عمر بن الخطاب رضى الله عنه الى ابى عبيدة ابن الجراح وهو بالشام اما بعد فانى كتبت اليک بكتاب لم آلک و نفسى خيرا الزم خمس خصال يسلم لک دينک و تحظى بافضل حظک اذا حضرک

پی اور جو تیرے پاس سے گزرے اُسے بھی پلا اور جو بچ جاتے وہ ہمارے لئے محفوظ رکھ۔ کہا کیا تو نے سُن لیا۔ عیاض نے کہا ہاں اور موت اس سے بہتر ہے۔ تو انھوں نے عیاض پر پھر اپنا حکم دُہرایا اور عیاض نے اپنے جواب کو کہ موت اس سے بہتر ہے دُہرایا تو عمر رضؓ نے کہا اور کیوں تو اس کو بُرا سمجھ رہا ہے۔ جب کہ تیرے باپ کا نام رکھا گیا غانم کیونکہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے خیر حاصل ہو۔ عیاض رضؓ نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین رضؓ، فرمایا کہ اُتار اس (قمیص) کو اور ان کو ان کے عہدے پر واپس کر دیا۔ کہا کہ پھر ان کا کوئی عامل ایسا نہیں ہوا جو اُن کی وضع کے مشابہ ہو۔ (یعنی لباس فاخرہ سے سب بچتے رہے) اور مجھ سے روایت کیا اعمش نے اور اُن سے ابراہیم نے، کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب کو جب یہ خبر پہنچتی کہ ان کا عامل مریض کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور آدمی اُس تک نہیں پہنچتا تو اس کو الگ کر دیا کرتے تھے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبید اللہ رضؓ ابن ابی حمید نے اور اُن سے ابی الملیح نے، کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ اپنی مجلس میں اپنے رُوبرو لوگوں کی دلداری کرو تاکہ تمھارے عدل سے کمزور آدمی مایوس نہ ہو جائے اور کوئی شریف تمھارے ظلم پر نظر نہ جمائے۔ اور مجھ سے روایت کیا ایک شیخ نے اہلِ شام کے علماء میں سے جس نے بہت سے لوگوں کو پایا۔ اُس نے روایت کیا عُروہ بن رُویم سے اُنھوں نے کہا کہ عمر رضؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کو لکھا جب کہ وہ شام میں تھے۔ بعد حمد و صلوٰۃ میں نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کے اور اپنے نفس کے لئے خیر کی بات نہیں چھوڑی پانچ خصلتوں کو اپنے اوپر لازم کر لو تو تمھارا دین سالم رہے گا اور تم کو اجر کا افضل حصہ دیا جائے گا۔ جب تمھارے سامنے مدعی

الخصمانِ فعلیک بالبیّنات العدولِ والایمانِ القاطعۃِ ثم ادنِ الضعیف حتیٰ ینبسطَ لسانہٗ و یجترئ قلبہٗ و تعہّدِ الغریبَ فانہٗ اذا طالَ حبسُہٗ ترکَ حاجتہٗ و انصرفَ الیٰ اہلہٖ وانّ الذی ابطلَ حقّہٗ لم یرفع بہٖ راسًا و احرِص علی الصُّلحِ مالم یستبِن لکَ القضاءُ و السّلام وحدثنی محمّد بن اسحٰق قالَ حدثنی مَن سمع طلحۃَ بن معدان الیعمری قال خطبنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم صلّٰی علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم و ذکر ابابکر الصّدیقَ فاستغفرلہٗ ثم قال ایّہا النّاسُ انّہٗ لم یبلُغْ ذو حقٍ فی حقّہٖ اَن یُطَاعَ فی معصیۃِ اللہ وانّی لم اَجِدُ فی ہٰذا المال مصلحۃً اِلاّ خِلالًا ثلاثًا اَن یُوخذَ بالحقّ و یُعطٰی بالحقّ ویُمنَعَ من الباطل و انّما اَنا و مالکُم کوالی الیتیم ان استغنیتُ بہٖ استعففتُ وان افتقرتُ اکلتُ بالمعروف ولستُ اَدَعُ احدًا یظلم احدًا ولا یعتدی علیہ حتیٰ اضعَ خدّہٗ الارضَ و اضعَ قدمی علی الخدّ الآخر حتیٰ یُذعِنَ بالحقّ و لکم علیّ ایّہا النّاسُ خصالٌ

و مدعیٰ علیہ حاضر ہوں تو تم کو عدول (یعنی معتبر لوگوں کی) گواہیوں پر اور قطعی قسموں پر دھیان رکھنا ضروری ہے۔ پھر ضعیف کو اپنے قریب بٹھاؤ یہاں تک کہ اس کی زبان کھل جائے اور اس کے قلب میں جرأت پیدا ہو جائے۔ اور غریب کا خیال رکھیئے جب وہ دیر تک محبوس رہیگا تو (جس حاجت کی وجہ سے وہ تمھارے یہاں تمھارے متوجہ ہونے کے انتظار میں محبوس رہا) وہ اپنی اس حاجت کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کی طرف واپس ہو جائے گا۔ اور جس نے باطل کر دیا (نفسانی خواہشوں حُبّ جاہ، حُبّ مال وغیرہ کو) وہ ان کی طرف سے سر اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور صلح کی حرص کرو (یعنی متخاصمین میں مصالحت کی کوشش کرو) جب تک تم پر فیصلہ عیاں نہ ہو جائے، والسّلام۔ اور مجھ سے روایت کیا محمّد بن اسحٰق نے، کہا مجھ سے اُس نے روایت کیا جس نے طلحہ بن معدان لیعمری سے سُنا۔ کہا کہ ہم کو عمر رضؓ بن الخطاب نے خطبہ دیا پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور ابوبکر صدّیق رضؓ کا ذکر کیا اور اُن کے لئے دُعائے مغفرت کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! کوئی صاحبِ حق اپنے حق کو نہیں پہنچے گا اس بات سے کہ اُس کی اطاعت کیجائے اللہ کی نافرمانی میں اور میں نے اس مال میں بہترین طریق عمل بجز ان تین خصائل پر کاربند ہونے کے اور کوئی نہیں پایا یعنی یہ کہ لیا جائے حق کے ساتھ اور دیا جائے حق کے ساتھ اور باطل سے روکا جائے۔ اور میری اور تمھارے مال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یتیم کا والی ہو اگر میں اس سے مستغنی رہا تو بچا رہوں گا اور اگر حاجتمند رہا تو بقدرِ حاجت کھا لیا۔ اور میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے اور اس پر دست درازی نہ کرے حتے کہ میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا قدم اُس کے دوسرے رخسار پر رکھدوں گا یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو جائے۔ اور اے لوگو! تمھارے مجھ پر کچھ حقوق ہیں جن کو میں تم سے

اذکرہا لکم نخذونی بہا لکم علیّ اَن
لا اختبی شیئاً من خراجکم ولا
مما افاء اللہ علیکم اِلاّ من وجہہ ولکم
علیّ اذا وقع فی یدی الاّ یخرج منّی
اِلاّ فی حقّہ ولکم علیّ انْ ازید عطیاتکم
و ارزاقکم انشاء اللہ وحدہ واسُدّ لکم
ثغورکم ولکم علیّ ان لا اُلقیکم فی
المہالک ولا اُجمّرکم فی ثغورکم و
قد اقترب منکم زمانٌ قلیلُ الاُمناء
کثیرُ القرّاء قلیلُ الفقہاء کثیر
الاَمَل یَعمَلُ فیہ اقوامٌ للآخرۃ
یطلبونَ بہ دنیا عریضۃً تاکل دینَ
صاحبہا کما تاکل النارُ الحطبَ الاَ
فمن ادرکَ ذلکم منکم فلیتق اللہ ربّہ
ولیصبر یا ایہا الناسُ ان اللہ
عظّم حقہ فوقَ حق خلقہ فقال فیما عظّم
حقہ وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ
وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ
بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۰ الاَ و
انّی لم اَبعثکم امراء و لا
جبّارین ولکن بعثتکم ائمۃ
الہدیٰ یُہتدیٰ بکم فادِرّوا (جاری کیا کرو)
علی المسلمین حقوقہم و
لا تضربوہم
فتذلّوہم

ذکر کرتا ہوں تو تم ان پر میری گرفت کرو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے خراج میں سے (یعنی اس مال میں سے جو تمہارے لئے ہے) کوئی چیز چھپا کر نہ رکھوں اور نہ اس چیز میں سے جو اللہ بغیر جنگ کے تم کو عطا کرے بجز اس کے جو میں اُس کی ذات کے لئے رکھوں (یعنی مصالح و ضروریاتِ جہاد کے لئے) اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ جب وہ مال میرے ہاتھ میں آجائے تو موضعِ حق کے علاوہ اور کہیں خرچ نہ ہو اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ تمہارے وظائف اور روزینوں میں اضافہ کردوں اگر اللہ واحد نے چاہا اور ملک کی حدود کو تمہارے لئے مضبوط کردوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تم کو ہلاکت کے مقام میں نہ ڈالوں اور نہ تم کو سرحدوں پر بند کئے رکھوں اور تم پر عنقریب وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ (حکام) امانتدار کم ہوں گے، قُرّاء بہت ہوں گے، فقہاء (یعنی قرآن کو سمجھنے والے) کم ہوں گے، لمبی آرزوئیں رکھنے والے بہت ہوں گے، اس زمانہ میں لوگ اعمالِ آخرت کو طلبِ دنیا کے لئے کریں گے جو ناپائدار ہے اور اپنے ساتھی کے دین کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے تو یاد رکھو تم میں سے جو شخص اُس زمانہ کو پائے تو چاہیئے کہ اللہ سے جو اُس کا رب ہے ڈرتا رہے اور چاہیئے کہ صبر کرے اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو زیادہ عظمت اور فوقیت دی ہے اپنی مخلوق کے حق سے۔ اپنے حق کی عظمت کے بارے میں فرمایا ہے وَلَا یَاْمُرَکُمْ (۳: ۸۰) اور (اللہ) نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو" یاد رکھو کہ میں نے تم کو اُمراء اور لوگوں پر دراز دستی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا لیکن میں نے تم کو ائمۂ ہدایت بنا کر بھیجا ہے کہ تم سے ہدایت حاصل کی جائے تو مسلمانوں پر اُن کے حقوق کا اجراء کرو اور نہ اُن کو مارو اور نہ ذلیل کرو

ولا تجمّروهم فتفتنوهم و لا تغلقوا الابواب دونهم فيأكل قويهم ضعيفهم ولا تستأثروا عليهم فتظلموهم و لا تجهلوا عليهم و قاتلوا بهم الكفار طاقتهم فاذا رايتم بهم كلالةً (ماندگی ۱۲) فكفّوا عن ذلك فان ذلك ابلغ فى جهاد عدوكم ايها الناس انى اشهدكم على امراء الامصار انى لم ابعثهم الا ليفقهوا الناس فى دينهم ويقسموا عليهم فيئهم ويحكموا بينهم فان اشكل شئ رفعوه الى قال وكان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يقول لا يصلح هذا الامر الا بشدة فى غير تجبر و لين فى غير وهن و حدثنى عبيد الله ابن ابى حميد عن ابى المليح بن اسامة الهذلى قال خطب عمر بن الخطاب رضى الله عنه فقال ايها الرعاء (اى الحكام ۱۲) ان لنا عليكم حق النصيحة بالغيب و المعونة على الخير ايها الرعاء انه ليس من حلم احب الى الله و لا اعم نفعا من حلم امام و رفقه وليس من جهل ابغض الى الله و لا اعم ضررا من جهل امام و خرقه (حماقت ۱۲) و انه من ياخذ بالعافية فيما بين ظهرانيه يعطى العافية من فوقه فى الاستيعاب

اور نہ اُن کو (سرحدات پر یا میدانِ جنگ میں) روکے رکھو کہ تم ان کو فتنہ میں ڈالو اور نہ اُن پر اپنے دروازے بند کرو کہ اُن میں کا طاقتور کمزور کو کھا جائے اور نہ اُن (غرباء) پر دوسروں کو مقدم کرو (ایسا کرکے) تم ان پر ظلم کروگے اور ان کے ساتھ جہالت کی بات نہ کرو اور بقدر اُن کی طاقت کے ان سے قتالِ کفار کا کام لو۔ پھر جب تم ان میں تھکاوٹ پاؤ تو اُن سے کام لینے سے رک جاؤ کہ درحقیقت یہ اصول اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں تم کو دُور رس ثابت ہوگا۔ اے لوگو! میں تم کو اُمراء بلاد کے مقام پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ وہ لوگوں کو اُن کے دین کی باتیں سمجھائیں اور اُن پر اُن کے مالی حصے تقسیم کردیں اور اُن کے درمیان فیصلہ کریں پھر اُن کو کسی بات میں اشکال پڑے تو اس کو میرے پاس بھیجیں (راوی نے) کہا اور عمر بن الخطابؓ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ امر درست نہیں ہوتا بغیر ایسی سختی کے جس میں درازدستی نہ ہو اور بغیر ایسی نرمی کے جس میں فروگذاشت نہ ہو۔ اور مجھ سے روایت کیا عبیداللہ بن ابی حمید نے اُنھوں نے سُنا ابوالملیح بن اُسامہ ہذلی سے اُنھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اور فرمایا کہ اے امیرو ہمارا تم پر یہ حق ہے کہ تم پیٹھ پیچھے خیرخواہی کرو اور نیک کاموں میں اعانت کرو۔ اے امیرو یقیناً کوئی بردباری اللہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور عام نفع رکھنے والی امام کی بُردباری اور نرمی سے نہیں اور کوئی جہل اللہ کے نزدیک ناگوار اور نہ عام نقصان پہنچانے والا امام کے جہل اور اس کے حمق سے زیادہ نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنے سامنے کھڑے ہوئے قصورواروں کو معاف کرنے کا طریق اختیار کرے گا اُس کو اُس کے اوپر سے (یعنی اللہ کی طرف سے) معافی دی جائے گی۔ استیعاب ۱۲

توفی یزید بن ابی سفیان واستخلف
اخاه معاویۃ علی عملہ فکتب الیہ
عمر بعہدہ علی ما کان یزید یلی
من عمل الشام ورزقہ الف دینار فی
کل شہر قال عمر اذا دخل الشام ورأی
معاویۃ ہذا کسری العرب وکان قد
تلقاہ معاویۃ فی موکب عظیم فلما
دنا منہ قال لہ انت صاحب الموکب
العظیم قال نعم یا امیر المؤمنین قال
مع ما یبلغنی عنک من وقوف ذوی
الحاجات ببابک قال مع ما یبلغک من
ذلک قال ولم تفعل ہذا قال
نحن بارض جواسیس العدو بہا
کثیر فنحب ان نظہر من عز
السلطان ما نرہبہم بہ فان امرتنی
فعلت وان نہیتنی انتہیت فقال
عمر یا معاویۃ ما نسألک عن شیئ
الا ترکتنی فی مثل رواجب
الضرس ان کان حقا ما قلت انہ لرأی
اریب وان کان باطلا انہا
لخدعۃ ادیب قال فمرنی
یا امیر المؤمنین قال لا آمرک
ولا انہاک فقال عمرو
یا امیر المؤمنین ما احسن
ما صدر الفتی عما

کہ یزید بن ابی سفیانؓ کا انتقال ہوا تو اُن کے عمل پر اُن کی جگہ مقرر
ہونا چاہا اُن کے بھائی معاویہؓ نے تو اُن کو عمر رضی اللہ عنہ نے
تقرر نامہ لکھ کر بھیجدیا کہ ان ہی شرائط پر منظوری ہے جن شرائط
پر یزیدؓ شام میں عامل کا فرض انجام دیتا تھا اور ان کا الاؤنس
ایک ہزار دینار ماہوار مقرر کیا۔ جب عمرؓ شام میں داخل ہوئے
اور اُنھوں نے معاویہؓ کو دیکھا تو کہا کہ یہ عرب کا کسرٰے ہے اور
معاویہؓ ان سے ملنے کے لئے ایک شاندار سواری پر بیٹھ کر آئے تھے
تو اُن سے فرمایا کہ تو بڑی شاندار سواری والا ہے۔ معاویہؓ نے کہا
ہاں اے امیر المومنین! فرمایا کہ اس کے ساتھ تیرے متعلق مجھے
یہ اطلاع بھی پہنچی ہے کہ صاحب حاجات کو تیرے دروازے پر
کھڑا رہنا بھی پڑتا ہے۔ معاویہؓ نے کہا کہ اس اطلاع کے ساتھ
اور کیا چیز (یعنی اس کی کیا وجہ) آپ کے پاس پہنچی۔ آپ نے
فرمایا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ ہم ایسی سرزمین
میں ہیں جہاں دشمنوں کے جاسوس بکثرت ہیں اس لئے ہم اس
کو پسند کرتے ہیں کہ شوکت حکومت کے لئے ہم ایسی چیزوں کا
اظہار کریں جن سے ہم ان کو مرعوب کرسکیں۔ تو اگر آپ مجھے حکم
(یعنی اجازت) دینگے تو ایسا کرتا رہوں گا اور اگر آپ نے منع کیا
تو رُک جاؤں گا تو عمرؓ نے کہا اے معاویہ میں تجھ سے جس
چیز کے بارے میں بھی سوال کرتا ہوں تو مجھے ایسا کر ڈالتا ہے جیسے
کوئی طاقتور پنجہ میں پکڑا گیا ہو۔ اگر تو نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے
تو یہ ایک اریب (یعنی صاحب عقل) کی رائے ہے اور اگر جھوٹ
ہے تو ایک ادیب (باتونی) کا دھوکا ہے۔ معاویہؓ نے کہا اے
امیر المومنین میرے لئے حکم دیجئے فرمایا کہ نہ تجھے حکم دوں گا اور نہ
منع کروں گا۔ اس کے بعد عمرو بن العاصؓ نے کہا اے امیر المومنین
یہ جوان کس خوبصورتی سے کود گیا اس موقع سے جس میں آپ نے

اوردتہ فیہ قال الحسن مصادرہ وموارده
جشمناہ ما جشمناہ وفی الاستیعاب یعلی
ابن امیۃ استعملہ ابوبکر علی بلاد حلوان
فی الردۃ ثم عمل لعمر علی بعض الیمن
فحمی لنفسہ حمی فبلغ ذلک عمر
وامرہ ان یمشی علی رجلیہ الی
المدینۃ فمشی خمسۃ ایام او ستۃ
الی سعدۃ وبلغہ موت عمر فرکب
وفی الاستیعاب النعمان بن عدی
العدوی ولاہ عمر میسان ولم یول
عمر رجلا من قومہ عدویا غیرہ
واراد امراتہ علی الخروج معہ الی
میسان فابت علیہ فانشد النعمان
ابیاتا وکتب بہا الیہا وہی ٥ فمن مبلغ
الحسناء ان حلیلہا ٭ بمیسان یسقی فی
زجاج وحنتم ٭ اذا شئت غنتنی
دہاقین قریۃ ٭ وصناجۃ تحذو
علی کل منسم ٭ اذا کنت ندمانی
فبالاکبر اسقنی ٭ ولا تسقنی بالاصغر
المتثلم ٭ لعل امیر المؤمنین یسوءہ
تنادمنا فی الجوسق المتہدم ٭
فبلغ ذلک عمر فکتب الیہ بسم اللہ
الرحمن الرحیم ٥ حم ٥ تنزیل
الکتاب من اللہ العزیز
العلیم ٥

اُسے گرایا تھا۔ فرمایا کہ اس کے پھنسنے اور خوبصورتی سے نکل جانے کی وجہ سے ہی ہم نے اس پر اس ذمہ داری کا بار ڈالا ہے جو ڈالا ہے۔ اور استیعاب میں ہے کہ یعلی بن اُمیہ کو عامل بنایا تھا ابوبکر رض نے حلوان کے شہروں پر ردت کے زمانہ میں پھر وہ عمر رض کے عامل رہے یمن کے ایک علاقہ میں تو اُنھوں نے اپنے لئے ایک شکارگاہ مخصوص کرلی۔ اس کی اطلاع عمر رض کو پہنچی اور اُنھوں نے حکم بھیجا کہ پیدل چل کر مدینہ تک آئے تو وہ پانچ یا چھ دن پیدل چل کر سعدہ تک پہنچے۔ وہاں ان کو عمر رض کی وفات کی خبر پہنچی تو سوار ہو گئے۔ اور استیعاب میں ہے کہ نعمان بن عدی عدوی کو عمر رضی اللہ عنہ نے میسان کا والی بنایا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم میں سے کسی عدوی (یعنی بنی عدی کے شخص) کو اس کے سوا والی نہیں بنایا اور اس نے اپنی بیوی سے بھی یہ چاہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ میسان کی طرف چلے مگر اس نے انکار کر دیا تھا تو نعمان نے چند ابیات کہے اور ان کو لکھ کر اُس کے پاس بھیجے اور وہ یہ ہیں ٥ فمن مبلغ الحسناء (ترجمہ) اُس حسینہ کو یہ خبر پہنچانے والا کوئی ہے کہ اس کا شوہر میسان میں خوب پی رہا ہے شیشہ کے جام اور حنتم میں (یعنی ایسے کوزہ شراب میں جس پر سبز روغن ہوتا ہے) جب میں چاہتا ہوں تو مجھے گاؤں کی لڑکیاں گانا سناتی ہیں، اور ایسی چنگ بجانے والی عورتیں جو گاتی ہیں اپنی پوری خوبصورتی کے اظہار کے ساتھ۔ (اے ساقی) جب تو میرا ہمنشین ہے تو مجھے سب سے بڑا جام پلا۔ اور مجھے چھوٹا اور چوتا ٹپکتا جام نہ پلا۔ شاید امیر المؤمنین کو برا لگے ہمارا ایک دوسرے کا ہمنشین بننا ایسے قصر میں جو شکستہ ہوا جا رہا ہے۔" یہ اشعار حضرت عمر رض تک پہنچ گئے تو ان کو خط لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ حم ٥ تنزیل الکتاب الخ (۴۰: ۱-۲-۳) حم۔ یہ کتاب اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ؕ الآیۃ" امابعد فقد بلغنی قولک لعلّ امیرَ المؤمنین یسوءُہ تنادُمنا فی الجوسقِ المتہدّم وایمُ اللہ لقد ساءنی ذلک وعَزَلَہ (معزول کرد ۱۲) فلمّا قدِمَ علیہ سألہ فقالَ واللہِ ماکانَ من ہذا شیئٌ وماکان الا فضل شعرٍ وجدتُہٗ وماشربتُہا (خمر ۱۲) قطّ فقال عمر اَظنّ ذلک لاتعمل لی عملاً ابداً واز انجملہ آنکہ برشوارعِ طرق عاشران را نشاند وزکوٰۃ از مسلمین وعُشور از حربیان تحصیل نمود قال ابو یوسف حدثنا اسمٰعیل ابن ابراہیم بن المُہَاجِرؒ قال سمعتُ اَبی یذکرُ قال سمعتُ زیاد بن حُدَیر قال ان اوّل من بعثَ عمرُ بن الخطاب علی العشورِ ہٰہنا انا قال فاَمَرنی ان لا اُفتّشَ احدًا وما مَرَّ علیّ من شیئٍ (موصوف ۱۲) اخذتُ من حساب اربعینَ درہمًا درہمًا من المسلمین واخذتُ من اہلِ الذِّمۃ من عشرین واحدًا ومِمّن لا ذمۃَ لہ العشرَ قالَ وامرَنی اَن اُغلظَ علی (سختی کنم در سخن ۱۲) نصاریٰ بنی تغلب قال انہم قومٌ من العرب ولیسوا من اہلِ الکتاب فلعلّہم یُسلمون قال کان عمر قد اشترط علی نصاریٰ بنی تغلبَ ان لا یُنَصِّرُوا اولادَہم وحدثنا سرّی بن اسمٰعیل عن عامر الشّعبی عن زیاد بن حدیر الأسدی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعثہ علی عشور العراق والشّام و

گناہ کا بخشنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے۔" آخر تک، امابعد مجھ تک تمہارا قول لعلّ امیرالمؤمنین یسوءہٗ تنادُمنا فی الجوسق المتہدم۔ پہنچ گیا۔ اور خدا کی قسم یہ مجھے بہت بُرا لگا" اور ان کو معزول کر دیا۔ پھر جب وہ آکر اُن سے ملے تو اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا خدا کی قسم اس میں کچھ بھی واقعیت نہیں تھی اور بجز فضول اشعار کے جو میرے خیال میں آگئے اور کچھ بھی نہیں اور میں نے شراب کبھی نہیں پی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بھی ایسا ہی گمان کرتا ہوں۔ لیکن اب تم کبھی میرے عامل نہ بن سکو گے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سڑکوں کے ناکوں پر عاشروں (یعنی محصول لینے والوں) کو بٹھایا اور مسلمانوں سے زکوٰۃ اور حربیوں سے عُشر (دسواں حصّہ) حاصل کیا۔ ابو یوسفؒ نے کہا ہم سے روایت کیا اسماعیل بن ابراہیم بن المہاجرؒ نے۔ کہا کہ مَیں نے اپنے باپ سے سُنا جو بیان کرتے تھے کہ مَیں نے سُنا زیاد بن حُدَیر سے اُنھوں نے کہا کہ سب سے پہلا شخص جس کو عمرؓ بن الخطاب نے عُشروں کے وصول کرنے کے لئے یہاں بھیجا میں ہوں تو مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی تلاشی نہ لوں اور جو چیز میرے سامنے سے گزرے میں چالیس درہم پر ایک درہم کے حساب سے مسلمانوں سے لوں اور اہلِ ذمّہ سے بیس درہم میں سے ایک درہم اور اُس شخص سے جس کا ذمہ نہیں ہے دسواں حصّہ۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں بنی تغلب کے نصاریٰ سے گفتگو میں کھرّا پن رکھوں۔ کہا کہ وہ عرب میں کی ایک قوم ہیں اور وہ اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں تو شاید وہ اسلام لے آئیں۔ کہا کہ عمرؓ نے بنی تغلب کے نصاریٰ پر یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو نصاریٰ نہ بنائیں گے۔ اور ہم سے روایت کیا سرّی ابن اسمٰعیل نے اُن سے عامر شعبی نے اُن سے زیاد بن حُدَیر اسدی نے کہ عمر بن الخطابؓ نے اُن کو شام اور عراق کے عُشروں پر بھیجا اور

أمرہ أن یأخذ من المسلمین ربع العشر ومن اہل الذمۃ نصف العشر ومن اہل الحرب العشر فمرّ علیہ رجل من بنی تغلب من نصارے العرب ومعہ فرس فقوّموہا عشرین الفا فقال أعطنی الفرس وخذ منی تسعۃ عشر الفا قال فأعطاہ الفا وأمسک الفرس قال ثم مرّ علیہ راجعا فی سنتہ فقال لہ أعطنی الفا فقال لہ التغلبی کلما مررت بک تأخذ منی الفا قال نعم فرجع التغلبی الی عمر ابن الخطاب فوافاہ بمکۃ وہو فی بیت فاستأذن علیہ فقال من انت قال رجل من نصارے العرب وقصّ علیہ قصتہ فقال لہ عمر کُفیتَ لم یزدہ علی ذلک قال فرجع الرجل الی زیاد بن جُدیر وقد وطّن نفسہ علی أن یعطیہ الفا فوجد کتاب عمر قد سبق الیہ من مرّ علیک فأخذت منہ صدقۃ فلا تأخذ منہ شیئا الی مثل ذلک الیوم من قابل الا ان تجدہ فضلا قال فقال الرجل قد واللہ کانت نفسی طیبۃ ان أعطیک الفا

ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں سے عُشر کا چوتھائی (یعنی چالیسواں حصّہ) لیں اور اہلِ ذمہ سے عُشر کا آدھا (یعنی بیسواں) اور اہلِ حرب سے دسواں حصّہ۔ تو اُن پر بنی تغلب میں کا جو عرب کے نصارٰے میں سے تھے ایک شخص گزرا اور اُس کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جس کی قیمت کا اندازہ اُس نے بیس ہزار لگایا تو اُنھوں نے کہا کہ تو مجھے گھوڑا دیدے اور مجھ سے اُنیس ہزار لے لے یا گھوڑا اپنے پاس رکھ اور مجھے ہزار دیدے کہا کہ اُس نے ایک ہزار دیدیئے اور گھوڑا روک لیا۔ بیان کیا کہ وہ شخص اسی سال لَوٹتے ہوتے پھر زیاد کی طرف گزرا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ ایک ہزار اور دے تو اُن سے تغلبی نے کہا کہ جب میں تیری طرف گزروں گا تو مجھ سے ایک ہزار لے گا؟ کہا کہ ہاں! تو وہ لَوٹ کر عمرؓ بن الخطاب کی طرف پہنچا اور اُن سے مکہ میں جاکر ملا جب کہ وہ گھر میں تھے اور اُن سے ملنے کی اجازت چاہی تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں عرب کے نصارٰی میں کا ایک شخص ہوں اور اُس نے اپنا قصہ آپ کو سُنایا تو آپ نے فرمایا کُفِیْتَ (یعنی تجھے لَوٹا دیا گیا ہٹا دیا گیاؑ) اس پر اور کوئی لفظ نہیں بڑھایا۔ کہا کہ وہ نصرانی پھر زیاد بن جُدیر کے پاس لَوٹ کر آیا اور اُس نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ اُس کو ایک ہزار دیدے تو یہاں آکر اُس نے یہ دیکھا کہ عمرؓ کا یہ ہدایت نامہ اس سے پہلے پہنچ چکا ہے کہ جو شخص تم سے گزرے اور تم نے اُس سے محصول لے لیا ہے تو اگلے سال کے اِس دن تک اس سے اور کچھ نہ لو الّا یہ کہ تم اس کے پاس زائد مال دیکھو۔ تو اُس شخص نے کہا حقیقت یہ ہے کہ بخدا کہ میرا نفس تو اس پر راضی ہو گیا تھا کہ میں تم کو ایک ہزار دیدوں

ع اس لفظ کے معنے میں کئی احتمالات تھے۔ ایک یہ کہ ہم تیرے لئے کافی ہو گئے اس لئے تجھے واپس ہونا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ تجھے لَوٹا دیا گیا جو کچھ محصّل کہتا ہے اس میں تغیر نہیں کیا جاتے گا۔ وہ نصرانی اس کا یہی مطلب سمجھا" مترجم

وانی اشہد اللہ انی بری من النصرانیۃ
و انی علی دین الرجل الذی کتب الیک
ہذا الکتاب۔ و از انجملہ آنکہ تجارِ حربیان را
مستامن ساخت و اذن داد کہ در دار
الاسلام در آیند و با مسلمانان بیع و شراء
کنند قال ابو یوسف رح حدثنا عبد الملک
ابن جریج عن عمرو بن شعیب ان اہل
منبج (بروزن مجلس نام جائے) قوم من اہل الحرب وراء البحر
کتبوا الی عمر بن الخطاب دعنا
ندخل ارضک تجارا و تعشرنا قال فشاور
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی
ذلک فاشاروا علیہ بہ وکانوا اول من
عشر من اہل الحرب و از انجملہ آنکہ باحسان
اہل ذمہ تاکید فرمود۔ قال ابو یوسف حدثنی
حصین بن عمرو بن میمون عن عمر انہ قال
اوصی الخلیفۃ من بعدی باہل الذمۃ ان
یوفی لہم بعہدہم و ان یقاتل وراءہم
و لا یکلفوا فوق طاقتہم قال وحدثنا
ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان عمر بن
الخطاب مر بطریق الشام و ہو
راجع فی مسیرہ من الشام علی قوم قد اقیموا
فی الشمس یصب علی رؤسہم الزیت
فقال ما بال ہؤلاء فقالوا علیہم
الجزیۃ لم یؤدوھا فہؤلاء یعذبون
حتی

اور میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نصرانیت سے بیزار ہو گیا ہوں اور اب میں اُس شخص کے دین پر آگیا ہوں جس نے تمہارے پاس یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے دار الحرب کے تاجروں کو مستامن بنایا اور اجازت دی کہ وہ دار الاسلام میں آئیں اور مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کریں۔ ابو یوسف رح نے کہا کہ ہم سے روایت کیا عبد الملک بن جریج نے عمرو ابن شعیب سے کہ اہل منبج (مقام کا نام) نے جو دریا پار اہل حرب کی ایک قوم ہیں عمر رض بن الخطاب کو لکھا کہ ہم کو اجازت دو کہ ہم تمہاری سرزمین میں تجارت کے لئے داخل ہوں۔ آپ ہم سے عشر لے لیں۔ کہا کہ پھر عمر رض نے اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ تو انھوں نے اس کی منظوری کا مشورہ دیا۔ اہل حرب میں سے یہ لوگ اُن سب سے پہلے ہیں جن سے عشر لیا گیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اہل ذمہ کے ساتھ نیک برتاؤ کی تاکید فرمائی۔ ابو یوسف رح نے کہا مجھ سے روایت کیا حصین بن عمرو بن میمون نے عمر رض سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں اہل ذمہ کے بارے میں کہ اُن سے جو عہد کیا گیا ہے اُس کو پورا کیا جائے اگرچہ اُن کے سوا (اُن کے دوسرے لوگوں) سے قتال کر رہے ہوں اور اُن کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔ کہا اور ہم سے روایت کیا ہشام ابن عروہ نے اپنے باپ سے کہ عمر رض بن الخطاب کا گزر شام کے ایک راستہ سے جب کہ وہ اپنے شام کے سفر سے واپس آرہے تھے ایک ایسی قوم پر ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا اور اُن کے سر پر تیل ڈالا گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال کیوں ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کے ذمہ جزیہ ہے جس کو ان لوگوں نے ادا نہیں کیا اس لئے ان کو تکلیف دی جا رہی ہے تاکہ

يؤدّوا فقال عمر فما يقولون ما يعتذرون به
في الجزية قال يقولون لا نجد قال
فدعوهم لا تكلّفوهم ما لا يطيقون فانى
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلّم
يقول لا تعذّبوا الناس فان الذين
يعذّبون الناس في الدنيا يعذّبهم
الله تعالى يوم القيمة فامر بهم فخلّى
سبيلهم وحدثني عمر بن نافع عن
ابي بكر قال مرّ عمر بن الخطّاب بباب
قوم وعليه سائل يسأل شيخ
كبير ضرير البصر فضرب عضده
من خلفه وقال من اى اهل الكتاب
انت قال يهودى قال فما ألجأك
الى ما ارى قال الجزية والحاجة و
السنّ قال فاخذ عمر بيده الى منزله
فرضخ (داد کر) له بشئ من المنزل ثم ارسل
الى خازن بيت المال فقال انظر
هذا وضرباءه فوالله ما انصفناه
اذ اكلنا شبيبته ثم نخذله
عند الهرم انما الصدقٰت للفقراء
والمسٰكين والفقراء هم المسلمون
وهذا من مساكين اهل
الكتاب ووضع عنه الجزية
وعن ضربائه قال ابو بكر انا
شهدت ذلك من عمر ورأيت

یہ اس کو ادا کریں۔ تو عمرؓ نے کہا تو یہ لوگ کیا کہتے ہیں، جزیہ ادا نہ کرنے کا کیا عذر بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ فرمایا کہ تو ان کو چھوڑ دو اور ان کو ایسی تکلیف نہ دو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو کیونکہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں ان کو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن عذاب دے گا۔ پھر ان کے لئے حکم دیا تو ان کو رہا کر دیا گیا۔ اور مجھ سے روایت کیا عمرؓ بن نافع نے ابو بکرؓ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایک قوم کے دروازے پر ہوا اور اس پر ایک سائل بیٹھا ہوا سوال کر رہا تھا جو بڑی عمر کا بوڑھا تھا اور اندھا تھا تو آپ نے اس کے پیچھے سے اس کے بازو پر ہاتھ مار کر پوچھا کہ تو کونسے اہل کتاب میں سے ہے؟ اس نے کہا یہودی ہوں۔ فرمایا کہ کس چیز نے تجھے اس حال میں ڈالا جس میں کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا جزیہ نے اور ضرورت نے اور بڑھاپے نے۔ تو عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر تک لائے اور گھر پر پہنچا کر اسے کچھ دیا۔ پھر بیت المال کے خزانچی کو بلوایا اور فرمایا کہ اس کی خبر گیری کرو اور اس جیسے سب لوگوں کی۔ واللہ ہم نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جب کہ ہم نے کھا لیا ان کی جوانی کی کمائی کو پھر ان کو رسوا کریں بڑھاپے کے وقت إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ یعنی صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں۔ اور "فقراء" یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور یہ شخص اہل کتاب کے مساکین میں سے ہے (اس لئے "والمسکین" کے عموم میں یہ بھی داخل ہے) اور آپ نے اس شخص سے اور اس کی مانند سب لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا ابو بکرؓ نے کہا کہ عمرؓ کی اس کارروائی کے وقت میں موجود تھا اور میں نے

الشیخ" و از انجملہ آنکہ تفحص مجامع ناس می فرمود تا فتنہ بر نہ خیزد قال ابو یوسف حدثنی اسرائیل عن سماک بن حرب عن ابی سلامۃ قال ضرب عمر بن الخطاب رجالاً و نساءً ازدحموا علی حوض قال فلقیہ علیؓ فسألہ فقال انی اخاف ان اکون قد ہلکت فقال علیؓ ان کنت ضربتہم علی غش و عداوۃ فقد ہلکت و ان کنت ضربتہم علی نصح و اخلاص فلا بأس انما انت داع و انما انت مؤدب از انجملہ آنکہ شعراء را نہی شدید فرمود از ہجو

فی الاستیعاب ہجی شاعر الزبرقان بقولہ ؎ دع المکارم لا ترحل لبغیتہا ؛ واقعد فانک انت الطاعم الکاسی ؛ فشکاہ الزبرقان الی عمر فسأل عمر حسان بن ثابت عن قولہ ہذا فقضی لہ انہ ہجو لہ و ضعۃ منہ فالقاہ عمر فی المطمورۃ حتی شفع لہ عبدالرحمٰن بن عوف و الزبیر فاطلقہ بعد ان اخذ علیہ العہد و اوعدہ ان لا یعود لہجاء احد ابداً و از انجملہ آنکہ فاروق اعظمؓ در معرفت اخلاق رجال و مبلغ ہمت

اُس بوڑھے کو دیکھا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کے مجامع کا حال بھی معلوم کرتے تھے تاکہ کوئی فتنہ نہ اُٹھے۔ ابو یوسفؒ نے کہا مجھ سے روایت کیا اسرائیل نے اُن سے سماک بن حرب نے اُن سے ابو سلامہ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کچھ مردوں اور عورتوں کو مارا جنھوں نے ایک حوض پر بھیڑ لگا رکھی تھی۔ کہا کہ پھر ان سے علیؓ نے ملاقات کی تو اُن سے آپ نے سوال کیا اور کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں کچھ ہلاکت کا کام کر گزرا ہوں۔ کہا کہ علیؓ نے جواب دیا کہ اگر آپؓ نے اُن کو مارا تھا کسی کینہ اور دشمنی کی بناء پر تو بیشک آپ ہلاک ہو گئے۔ اور اگر آپ نے اُن کو مارا اُن کی خیر خواہی اور اخلاص کی وجہ سے تو کوئی اندیشہ نہیں۔ اور آپ تو داعی ہیں (یعنی لوگوں کو نیکی کی طرف بلانے والے) اور آپ یقیناً ایک ادب سکھانے والے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے شاعروں کو کسی کی ہجو کرنے کی سخت ممانعت کی۔ استیعاب میں ہے کہ ایک شاعر نے زبرقان کی اس شعر سے ہجو کی ؎ دَعِ الْمَکَارِمَ الخ یعنی بزرگیوں (کے حاصل کرنے کے خیال کو چھوڑ، ان کی طلب کے لئے سفر نہ کر۔ اور بیٹھا رہ کہ تُو تو صرف کھانے پینے اور کپڑے پہننے والا ہے" تو اس کی شکایت لے گئے زبرقان عمرؓ کے پاس۔ تو عمرؓ نے اس قول کے بارے میں حسان بن ثابتؓ سے سوال کیا تو اُنھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بیشک یہ ان کی ہجو اور توہین ہے اُس کی طرف سے۔ تو عمرؓ نے اس شاعر کو ایک تہ خانہ میں قید کر دیا یہاں تک کہ آپ سے اُس کی سفارش کی عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور زبیرؓ نے تو اُس کو یہ عہد اور وعدہ لینے کے بعد کہ آئندہ کبھی کسی کی ہجو نہ کرے گا آپ نے رہا کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ لوگوں کے اخلاق (قومی و طبعی) کی شناخت اور اُن کی ہمت کی آخری

ایشان و دانستنِ مرتبہ ہر یکے کہ اورا دران می باید داشت حذاقتے عجیب داشتہ و آن یکے از خوارقِ عاداتِ او رضی اللہ عنہ میتوان شمرد و در اصل رکنِ اعظمِ خلافت ہمین خصلت است و در حق ہر شخصے ہر کلمہ کہ گفتہ است بالآخر مصداقِ ہمان کلمہ از وے بظہور آمد فی الاستیعاب کَتَبَ الی النّعمان بن مُقرن اِسْتَشِرْ و اسْتَعِنْ فی حربک بطُلَیحۃ و عمرو بن معدیکرب ولا تُوَلّہما من الامرِ شیئًا فان کلَّ صانعٍ اعلم بصَنَاعَتِہٖ و فی الاستیعاب کعب بن سور کان جالسًا عند عمر فجاءت امرأۃ فقالت مارأیتُ قطّ رجلًا افضلَ من زوجی انّہ لیَبِیتُ لیلتہٗ قائمًا و یظلّ نہارَہٗ صائمًا فی الیوم الحارّ ما یُفطِر فاستغفر لہا عُمر و اَثنٰی علیہا و قال مثلکِ اُثنی بالخیر و قالہ فاستحیَت المرأۃ و قامت (فالعدم فہم عمر مراد ہا ۱۲) راجعۃً فقال کعب بن سور یا امیرَ المؤمنین ہلّا اَعدیتَ (مدد کردی ۱۲) المرأۃَ علی زوجہا اذ جاءتک تَستَعدِیک (تا تو مدد منجواست ۱۲) فقالَ کذلک اَرادتْ قال نعم قال رُدّوا علیّ المرأۃَ فرُدَّت

حد کی پہچان اور ہر شخص کے مرتبہ کی تشخیص کا کہ اس کو جس درجہ میں رکھنا چاہیئے بڑا ملکہ رکھتے تھے اور اس کو آنجناب رضی اللہ عنہ کے خوارقِ عادات میں شمار کرسکتے ہیں اور در اصل خلافت کا رکنِ اعظم یہی خصلت ہے اور جس شخص کے حق میں آپ نے کوئی کلمہ فرمادیا ہے بالآخر ظہور میں آگیا ہے کہ وہ اس کلمہ کا مصداق ہے۔ استیعاب میں ہے کہ آپ نے نعمان بن مقرن کو لکھا کہ اپنی جنگ کے امور میں مشورہ اور مدد لیتے رہو طلیحہ اور عمرو بن معدیکرب سے اور ان دونوں کو اس امر میں کسی چیز کا اختیار نہ دینا۔ کیونکہ ہر ایک اپنی ہی کاریگری کو بخوبی جانتا ہے۔ اور استیعاب میں ہے کہ کعب بن سور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آکر کہنے لگی کہ اپنے شوہر سے زیادہ صاحبِ فضیلت مَیں نے کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ وہ تمام رات جاگتا ہے (نماز میں کھڑا رہ کر) اور گرم دنوں میں بھی کچھ نہیں کھاتا ہمیشہ روزے رکھتا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو دعاء دی اور اُس کی تعریف کی اور کہا کہ تجھ جیسی ہی کو یہ زیبا ہے کہ بھلائی کے ساتھ تعریف کرے اور اس کی خیر کا ذکر کرے۔ وہ عورت جھینپ گئی اور اُٹھ کر چلی گئی۔ تو کعب بن سور نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے اس عورت کی اُس کے شوہر کے مقابلہ پر مدد نہ فرمائی کیونکہ وہ آپ سے مدد مانگنے آئی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا اُس کی یہ مُراد تھی؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اُس عورت کو لوٹاؤ تو وہ واپس لائی گئی۔ آپ نے

ع۵ یعنی دونوں لڑائی کے فنون سے تو خوب واقف ہیں مگر سیاسی سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ وہی طلیحہ اسدی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدعی نبوت بھی بن چکے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلوار نے ان سے توبہ کرائی تھی اور عمرو بن معدیکرب بھی ان کے ہمنوا بن کر مرتد ہوگئے تھے اور آخر کار تائب ہوکر دوبارہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ دونوں شجاعت میں اونچا درجہ رکھتے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر بیش بہا مجاہدانہ خدمات کرتے رہے اور اسلام پر قائم رہے ۱۲ مترجم

قال لها لا بأس بالحق ان تقوليه ان هذا
زعم انك جئت تشكين انه يجتنب
فراشك قالت اجل انى امرأة شابة
وانى ابتغى ما يبتغى النساء فارسل
الى زوجها فجاء وقال لكعب اقض
بينهما فقال امير المؤمنين احق بان
يقضي بينهما فقال عزمت عليك
لتقضين بينهما فانك فهمت من
امرهما مالم افهم قال فانى ارى
لها يوما من اربعة ايام كان لزوجها
اربع نسوة فاذا لم يكن غيرها فانى
اقضي له بثلثة ايام ولياليها
يتعبد فيهن ولها يوم وليلة فقال
عمر والله ما رايك الاول باعجب الى
من الآخر اذهب فانت قاض على
البصرة و في الاستيعاب النعمان بن مقرن
قدم المدينة من عند سعد بفتح القادسية
وورد حينئذ على عمر اجتماع
اهل اصبهان وهمدان والرى و
آذربيجان ونهاوند فاقلقه و
شاور اصحاب النبي صلى الله عليه
وسلم فقال له على بن
ابى طالب ابعث الى اهل
الكوفة فيسير ثلثاهم و
يبقى ثلثهم

اُس سے فرمایا کہ سچی بات میں کوئی ڈر نہیں اگر تو اُس کو کہدے۔
اس شخص نے یہ سمجھا ہے کہ تو یہ شکایت لے کر آئی تھی کہ تیرا
شوہر تیرے بستر سے الگ رہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں ایک جوان
عورت ہوں اور مجھے بھی اس امر کی خواہش ہوتی ہے جس کی سب
عورتوں کو ہوتی ہے۔ تو آپ نے اُس کے شوہر کو بلوایا۔ وہ آگیا۔
اور کعبؓ سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تو انھوں
نے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا بڑا حق امیر المؤمنین کا
ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے طے کر لیا ہے کہ اس کا فیصلہ تم
ہی کرو کیونکہ تم ہی سمجھے ہو ان دونوں کے امر کو جسے میں نہیں
سمجھا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر میری رائے تو یہ ہے کہ اس عورت
کے لئے ہر چار دنوں میں سے ایک دن ہونا چاہئے گویا اس کے
شوہر کے پاس چار بیویاں ہیں تو جب کہ اس کے سوا اور کوئی بیوی
نہیں تو اس کے لئے میں تین دن اور تین راتوں کا حق تجویز
کرتا ہوں کہ وہ ان میں عبادت کرتا ہے اور اس عورت کے لئے
ایک دن اور ایک رات۔ تو عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمھاری پہلی
رائے میرے نزدیک اس دوسری رائے سے زیادہ عجیب نہیں (یعنی
یہ اُس سے بھی بڑھ گئی) جاؤ۔ اب تم بصرہ پر قاضی بنا دیئے گئے۔
اور استیعاب میں ہے کہ نعمان بن مقرن سعدؓ کے پاس سے فتح
قادسیہ کی خبر لے کر مدینہ میں آئے اور اسی زمانہ میں حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل اصبہان وہمدان واہل رے و
اذربیجان ونہاوند کے اجتماع کی اطلاع پہنچی جس نے آپ کو
بے چین کر دیا اور آپ نے اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ
کیا تو آپ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اہل
کوفہ کے پاس حکم بھیجیں (وہاں جس قدر مجاہدین ہیں) اُن کے
دو تہائی مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائیں اور ایک تہائی بال بچوں

علی ذراریہم و ابعث الی اہل البصرۃ
قال فمن استعمل علیہم اشر علیّ
فقال انت افضلنا رأیاً و اعلمنا
فقال لاستعملن علیہم رجلاً یکون لہ
فخرج الی المسجد فوجد النعمان بن
مقرن یصلی فسرحہ (ارسلہ) وامرہ وکتب
الی اہل الکوفۃ بذلک وقد روی
انہ قال ان قتل نعمان فحذیفۃ
فان قتل حذیفۃ فجریر ففتح اللہ
علیہ اصبہان فلما اتی نہاوند
کان اول صریع و اخذ الرایۃ حذیفۃ
ففتح اللہ علیہم فلما جاء نعیہ (خبر مرگ)
خرج عمر ینعاہ الی الناس علی
المنبر و وضع یدہ علی رأسہ یبکی
واین روایت از اصح روایات است و
روایت دیگر آنکہ نعمان در اعمال کوفہ
بود حضرت فاروق رضؓ از ہمان موضع اورا
بر امارت لشکر مامور فرمود وفی
الاستیعاب عبد اللہ بن الارقم

کی حفاظت کے لئے وہیں باقی رہیں۔ اور اہل بصرہ کے پاس حکم بھیجیں (کہ وہ بھی جنگ کے لئے روانہ ہوجائیں) آپ نے فرمایا کہ یہ بھی مشورہ دو کہ ان سب پر سپہ سالار کس کو بناؤں عـ۵ ؟ تو علی رضؓ نے کہا کہ آپ رائے اور معلومات میں ہم سے افضل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو ان پر سردار بنانا چاہتا ہوں جو اس کام کا اہل ہو۔ پھر آپ مسجد کی طرف گئے تو آپ نے نعمان بن مقرن کو نماز پڑھتے ہوئے پایا تو آپ نے اُن کو روانہ کیا اور اُن ہی کو امیر بنایا اور اہل کوفہ کو وہی (دو ثلث فوج کی روانگی کا) حکم لکھا۔ اور مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر نعمان رضؓ قتل ہوجائیں تو حذیفہؓ امیر لشکر ہوں پھر اگر حذیفہ بھی قتل ہوجائیں تو جریر رضؓ پھر اللہ تعالیٰ نے نعمان رضؓ کے ہاتھ پر اصفہان فتح کرادیا۔ جب نہاوند پر حملہ کیا تو پہلے مقتول ہی ہوئے اور جھنڈا حذیفہ رضؓ نے سنبھالا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور جب نعمان رضؓ کی موت کی خبر پہنچی تو عمر رضؓ نکل کر منبر پر آئے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور روتے ہوئے اُن کی موت کی خبر لوگوں کو سُنائی، اور یہ خبر زیادہ صحیح روایات میں سے ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نعمان رضؓ کوفہ کے عامل تھے حضرت فاروق رضؓ نے اُسی جگہ سے اُن کو لشکر کی امارت پر مامور فرمادیا تھا۔ اور استیعاب میں ہے عبداللہ بن ارقم (کا حال)

عـ۵ عراق کی جنگ کے ذکر میں یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص رضؓ کو سپہ سالاری سے ہٹا کر مدینہ بُلالیا تھا اس لئے کہ ایک جماعت کو ان سے اختلاف ہوگیا تھا۔ جب یزدجرد کو یہ اطلاع پہنچی تو موقع کو غنیمت سمجھ کر کچھ حیلوں سے اصفہان و رَے و خراسان اور ہمدان و نہاوند وغیرہ کے لوگوں سے امداد لے کر ڈیڑھ لاکھ کا لشکر تیار کرکے فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کردیا۔" اس اطلاع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پریشانی ہوتی تو صحابہ رضؓ کو جمع کرکے آپ نے مشورہ کیا۔ یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ مدائن کی آب و ہوا کے عربوں کے مزاج کے ناموافق ہونے کی اطلاع جب حضرت سعد رضؓ نے آپ کو دی تھی تو آپ نے کوفہ کو چھاؤنی قرار دے کر افواج کو وہاں بھیجدیا تھا اور کچھ حصہ کو بصرہ بھیجدیا تھا اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ مشورہ دیا کہ ان مقامات سے دو ثلث افواج کو مقابلہ کے لئے روانگی کا حکم بھیجدیا جائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور بجائے سعد رضؓ کے نعمان بن مقرن کو سپہ سالار بنایا ۱۲ مترجم

قال مالک بلغنی انہ ورد علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کتاب فقال من یجیب
عنی فقال عبداللہ بن الارقم انا
فاجاب عنہ و اتی بہ الیہ فاعجبہ
و انفذہ و کان عمر حاضرا فاعجبہ
ذلک من عبداللہ بن الارقم فلم یزل
لہ ذلک فی نفسہ یقول اصاب ما اراد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما
ولی عمر استعملہ علی بیت المال و
کان عمر یقول ما رأیت احدا اخشی
للہ من عبداللہ بن الارقم و قال
عمر لہ لو کان لک مثل سابقۃ القوم
ما قدمت علیک احدا و فی الاستیعاب
بعث عمر بن الخطاب عبداللہ بن مسعود
الی الکوفۃ مع عمار بن یاسر وکتب الیہم
انی قد بعثت الیکم بعمار بن یاسر امیرا و
عبداللہ بن مسعود معلما و وزیرا و ہما
من النجباء من اصحاب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من اہل بدر فاقتدوا
بہما واسمعوا من قولہما و قد آثرتکم
بعبداللہ علی نفسی قال عمر
فی عبداللہ بن مسعود کُنیف مُلِئَ
علما و فی الاستیعاب عن ابن عباس
قال بینا انا امشی مع عمر یوما اذ تنفس
نفسا ظننت انہ قد قضبت اضلاعہ

کہا مالک رح نے مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس ایک خط پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس کا جواب
کون لکھے گا تو عبداللہ بن الارقم رض نے کہا کہ میں۔ پھر آپ کی
طرف سے جواب لکھ کر لاتے تو آپ نے اُس کو بہت پسند کیا۔
اور اسی کو روانہ کر دیا۔ اور عمر رض حاضر تھے تو اُن کو عبداللہ بن
الارقم رض کا یہ کام عجیب معلوم ہوا تھا اور وہ اپنے دل میں یہ
خیال کرتے تھے کہ کس خوبی کے ساتھ اُنھوں نے صحیح رائے
قائم کر لی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دینے
کا ارادہ کیا ہے تو جب عمر رض خلیفہ ہوتے تو انھوں نے ان کو
بیت المال پر عامل بنایا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عبداللہ
ابن الارقم رض سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا
اور عمر رض نے اُن سے فرمایا کہ اگر تمھاری سبقتِ اسلام دوسرے
لوگوں جیسی ہوتی تو میں تم پر کسی کو مقدم نہ کرتا (عبداللہ ابن
الارقم زہری قریشی فتح مکہ کے سال میں اسلام لائے تھے)۔ اور
استیعاب میں ہے کہ عمر بن الخطاب رض نے عبداللہ بن مسعود رض کو عمار
ابن یاسر رض کے ساتھ کوفہ بھیجا اور کوفہ والوں کو لکھا کہ میں تمھارے
پاس بھیج رہا ہوں عمار بن یاسر رض کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعود رض
کو معلم اور وزیر بنا کر اور وہ دونوں شرفاء اصحاب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم میں سے اور اہلِ بدر میں سے ہیں تو تم ان دونوں
کی اقتدار کرو اور ان دونوں کی بات مانو اور عبداللہ رض کو تو
میں تمھارے لئے اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا
قول ہے عبداللہ بن مسعود رض کے بارے میں کہ وہ علم سے بھرا ہوا
تھیلا ہے۔ اور استیعاب میں ہے مروی ہے ابن عباس رض سے کہا کہ
میں ایک دن عمر رض کے ساتھ ٹہل رہا تھا اس دوران میں انھوں نے
اتنا لمبا سانس لیا کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ بس ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں

فقلت سبحان اللہ واللہ ما اخرج هذا منک یا امیر المؤمنین الا امر عظیم قال ویحک یا ابن عباس ما ادری ما اصنع بامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قلت ولم وانت بحمد اللہ قادر ان تضع ذلک مکان الثقۃ قال انی اراک تقول ان صاحبک اولی الناس بها یعنی علیا قلت اجل واللہ انی لاقول ذلک فی سابقتہ و علمہ و قرابتہ وصهرہ قال انہ کما ذکرت ولکنہ کثیر الدعابۃ (مزاح وظرافت ۱۲) فعثمان قال واللہ لو فعلت لجعل بنی ابی معیط علی رقاب الناس یعملون فیهم بمعصیۃ اللہ واللہ لو فعلت لفعل ولو فعل لفعلوا فوثب الناس الیہ فقتلوہ قلت طلحۃ بن عبید اللہ قال الاکیسع هو ازهی من ذلک ما کان اللہ

تو میں نے کہا سبحان اللہ اے امیر المؤمنین واللہ آپ کے اندر سے ایسا سانس نہیں نکلا ہے مگر کسی امر عظیم نے۔ فرمایا کیا کہوں اے ابن عباس رضؓ میں نہیں سمجھ سکا ہوں کہ امتِ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کام کروں۔ میں نے کہا اور یہ کیسے۔ آپ اللہ کا شکر ہے اس پر قادر ہیں کہ ایک ثقہ مقام پر اس ذمہ داری کو رکھدیں۔ کہا کہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تم اپنے صاحب کو اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہو آپ حضرت علی رضؓ کو مراد لے رہے تھے، میں نے کہا کہ ہاں واللہ میں ان کے سابقہ اعمال اور اُن کے علم اور اُن کی قرابت اور اُن کے داماد ہونے کی وجہ سے اُن ہی کے لئے یہ کہہ رہا ہوں۔ فرمایا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے ذکر کیا، لیکن وہ بکثرت ہنسی مذاق کی باتیں کرنے والے ہیں۔ (ایسا شخص بے رُعب ہوتا ہے اور خلافت کے لئے رُعب ضروری ہے) میں نے کہا تو عثمان رضؓ موجود ہیں تو بولے کہ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ابو مُعَیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دے گا اور وہ لوگوں پر اللہ کی معصیت کے ساتھ حکمرانی کرنے لگیں گے۔ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ضرور وہی کرے گا اور جب وہ یہ کرے گا تو وہ لوگ بھی وہی کرینگے نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ عثمان رضؓ پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔ میں نے کہا کہ طلحہ بن عبید اللہ۔ تو فرمایا کہ اُکَیسِع (چھوٹا کُسَعی) یعنی غلط کار بلکہ وہ اس سے بھی بڑھا ہوا خود پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ

عہ کُسَعی ایک شخص تھا کُسَیعہ یا بنی الکسع کا۔ عرب کے لوگ شرمندگی اور ندامت میں اس کی مثال لاتے ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس نے ایک عمدہ کمان تیار کی تھی اور وہ بڑا تیر انداز تھا۔ رات کو تاریکی میں بیٹھ کر اس نے گدھوں کو تیر مارے اور ہر ایک تیر گدھے میں سے پار ہو کر پہاڑ کے پتھر پر لگا اس میں سے آگ نکلتی رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ میرے تیروں نے خطا کی اور نشانے پر نہ لگے اور غصہ میں آکر کمان توڑ ڈالی یا اپنی اُنگلی کاٹ لی۔ جب صبح کی روشنی ہوتی تو دیکھتا ہے کہ تمام گدھے خون آلودہ پڑے ہوتے ہیں اور تیر اُن کے پار نکل کر خون میں لتھڑے ہوتے ہیں اُس وقت اس کو سخت ندامت ہوئی۔ اُس روز سے یہ مثل ہوگئی۔ لطیفہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کے قصہ میں طلحہ رضؓ نے خود بھی اپنے حق میں یہی لفظ استعمال کیا تھا یعنی نَدَامَۃُ الکُسَعی یعنی میں عثمان رضؓ کے مقدمہ میں کُسَعی کی طرح شرمندہ ہوں ۱۲ مترجم از لغاتِ حدیث

ایرینئ اُولیہ اَمرَ اُمّۃِ محمدٍ صلی
اللہ علیہ وسلم وھو علی مافیہ من الزھو (التکبر)
قلتُ الزبیر بن العوّام قال اذًا
یلاطمُ الناسَ فی الصّاعِ
و المدّ (طمانچہ مارنا لڑنا) قلتُ سعد بن ابی وقاص
قال لیس بصاحبِ ذلک ذاک
صاحبُ مقنبٍ یقاتلُ فیہ قلتُ
عبدالرحمٰن بن عوف قال نعم الرجلُ
ذکرتَ ولکنّہ ضعیفٌ عن ذلک واللہِ
یا ابنَ عباس مایصلح لہٰذا الامر الاّ القویّ
فی غیر عنفٍ (درشتی) واللّیّن فی غیر ضعف
الجوّاد فی غیر سرف الممسِک فی غیر
بُخلٍ قال ابن عباس کان عمر کذلک
واللہ وفی الاستیعاب ذُکر معاویۃ
عند عمر یومًا فقال دعونا من ذمّ
فتی قریش مَن یضحک فی الغضب و
لاینالُ ماعندہ الاّ علی الرضی و
لایؤخذ مافوقَ رأسہ الاّ من تحتِ
قدمیہ وفی الاستیعاب استشار
عمر الصحابۃ فی رجل یوجّھہ الی
العراق فاجمعوا جمیعًا علی
عثمان بن حنیف وقالوا لن
تبعثہ الی اھمّ من ذلک

ایسا نہ کرے گا کہ میری یہ رائے کردے کہ میں اُمتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی تولیت اُس کے سپرد کردوں اور وہ اپنی اُسی صفتِ خود پسندی پر ہو۔ میں نے کہا کہ زُبیر بن العوّام۔ تو کہا کہ اگر وہ ہوا تو ہمیشہ لوگوں کے (چھوٹی چھوٹی باتوں) صاع اور مُد کے بارے میں طمانچے مارتا پھرا کرے گا (یعنی امورِ مہمہ پر توجہ نہ دے گا) میں نے کہا سعد بن ابی وقاص۔ تو کہا کہ وہ اس کا اہل نہیں وہ جنگی سواروں میں کا شخص ہے۔ میں نے کہا عبدالرحمٰن ابن عوف۔ فرمایا کہ بہت اچھا آدمی ہے جس کا تو نے ذکر کیا لیکن وہ اس ذمہ داری سے ضعیف ہے۔ اے ابنِ عباس رضؓ اس امر کے لئے کوئی صالح نہیں مگر ایسا طاقتور شخص جس میں سخت مزاجی نہ ہو اور ایسا نرم مزاج جس میں ضعف نہ ہو اور ایسا جواد (یعنی سخی) جس میں فضول خرچی نہ ہو اور ایسا مُمسِک (ہاتھ روک کر خرچ کرنے والا) جس میں بخل نہ ہو۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ واللہ عمر رضؓ ایسے ہی تھے۔ اور استیعاب میں ہے کہ ایک دن معاویہؓ کی بُرائی کی گئی عمر رضؓ کے سامنے تو فرمایا کہ ہمارے سامنے ایسے قریشی جوان کی مذمت نہ کرو جو غصہ کی حالت میں ہنسا کرتا ہے اور جو چیز بھی اُس کو دی جاتی ہے دیا جو حالت اس پر پہنچائی جاتی ہے) وہ اس پر راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسی چیز اُس سے نہیں لی جاتی جو اُس کے سر کے اوپر ہو مگر وہ اُس کے قدموں کے نیچے کی ہوگی عہ اور استیعاب میں ہے کہ عمر رضؓ نے صحابہ رضؓ سے ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا جس کو عراق کی طرف روانہ کیا جائے۔ تو سب نے اتفاق کیا عثمان بن حُنیف پر اور کہا کہ آپ ان کو کبھی نہیں بھیجیں گے کسی ایسے کام پر جو اس سے بھی زیادہ اہم

عہ یہ حضرت معاویہ رضؓ کی سیر چشمی اور سخاوت کی تعریف ہے کہ اگر اس سے اُس کی ایسی عزیز چیز مانگی جائے جس کو وہ سر پر رکھے ہوئے ہو تو اس طرح بغیر رکاوٹ بخش دے گا جیسے کوئی پیش افتادہ شے کو اُٹھا کر کسی کو دیدے ۱۲ مترجم

فانّ لہٗ بصرًا و عقلاً و معرفۃً و تجربۃً فاسرع عمر الیہ فولّاہ مساحۃَ الارض فضرب عثمان علی کلّ جَرِیْبٍ من الارض ینالہ الماء عامرٍ اَوْ غامرٍ درہماً و قفیزًا فبلغت جبایۃ سوادِ العراقِ قبل اَن یموت عمر مائۃ الف الفٍ و نَیْفاً (دس کروڑ ۱۲) (یعنے چندے زائد ۱۲) و فی الاستیعاب ایضًا کان عتبۃ بن غزوان اوّل مَن نزلَ البصرۃ من المسلمین و ہو الّذی اختطّہا (جدا کرنا زمین اور ۱۲) و قالَ لہٗ عمر لما بعثہ الیہا یا عتبۃُ انّی اُرید ان اُوجّہک لتقاتلَ بلدَ الحِیرۃ لعلّ اللّٰہ یفتحہا علیکم فسر علی برکۃ اللّٰہ و یُمنہ اتّقِ اللّٰہ ما استطعت و اعلم انکَ تاتی حومۃ (وسط ۱۲) العدوِّ و اَرجو اَن یُعِینکَ اللّٰہ علیہم و یکفیکہم و قد کتبتُ الی العلاء الحضرمی اَن یُمدّک بعرفجۃ بن خزیمۃ و ہو ذو مُجاہدۃٍ للعدوِّ و مُکایدۃٍ۔

(مگر آپ کو ثابت ہو جائے گا) کہ بیشک وہ اہلِ بصیرت اور صاحبِ عقل و معرفت اور تجربہ کار ہے تو عمرؓ نے فوراً ان کو بلایا اور ان کو زمین کی پیمائش کا عہدہ سپرد کر دیا۔ (یعنی مہتمم بندوبست بنایا) تو عثمان نے لگان مقرر کیا ہر جریب (۴۴ اگز) پر جس کو پانی پہنچتا ہے خواہ وہ زمین مزروعہ ہو (آباد) یا غیر آباد (مگر قابل زراعت) ہو اس پر مال گزاری ایک درہم اور ایک قفیز (ناپ کا پیمانہ) غلہ قائم کیا۔ تو سواد (سرسبز علاقہ) عراق کی مالگزاری حضرت عمرؓ کے انتقال سے پہلے دس کروڑ سے اوپر پہنچ گئی تھی۔ع٥ اور استیعاب میں یہ بھی ہے کہ عتبہ بن غزوان مسلمانوں میں کے پہلے شخص ہیں جو بصرہ میں اترے اور یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس کی حد بندی کی اور ان کو عمرؓ نے فرمایا تھا جب ان کو ادھر بھیجا کہ اے عتبہ! میں تم کو بھیجنے کا ارادہ کر رہا ہوں تاکہ تم اہلِ حیرہ سے قتال کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھ پر فتح کرے گا اب تم اللہ کی برکت و خیر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اپنے مقدور بھر اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ خوب سمجھ لو کہ تم دشمن کے وسط میں پہنچ رہے ہو اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کے مقابلہ پر تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے کافی ہو جائے گا اور میں نے علاء الحضرمی کو لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے عرفجہ بن خزیمہ کے ساتھ (یعنی اس کو تمہارے پاس بھیجدے) اور وہ دشمنوں کے ساتھ خوب جہاد کرنے والا اور تن دہی کے ساتھ لڑنے والا شخص ہے تو اس سے

ع٥ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمرؓ نے اگرچہ نہایت نرمی سے خراج مقرر کیا تھا لیکن جسقدر مالگزاری ان کے عہد میں موصول ہوتی زمانۂ مابعد میں کبھی وصول نہیں ہوتی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج پر خدا لعنت کرے کمبخت کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ عمرؓ بن الخطاب نے عراق کی مالگزاری دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم وصول کی۔ زیاد نے دس کروڑ پندرہ لاکھ اور حجاج نے باوجود جبر اور ظلم کے صرف دو کروڑ آٹھ لاکھ درہم وصول کئے۔ مامون رشید کا زمانہ عدل و انصاف کے لئے مشہور ہے لیکن اس عہد میں بھی عراق کے خراج کی تعداد ۵ کروڑ ۴۸ لاکھ درہم سے کبھی نہیں بڑھی۔ مترجم از "الفاروق"

نشاورہ و ادع الی اللہ فمن اجابک فاقبل منہ ومن ابیٰ فالجزیۃ عن ید مذلۃ و صغار و الا فالسیف فی غیر موادۃ واستنفر من مررت بہ من العرب و حثھم علی الجہاد و کابۃ العدو واتق اللہ ربک فافتتح عتبۃ بن غزوان الابلۃ ثم اختط البصرۃ وفی الاستیعاب من حدیث الشعبی ان عدی بن حاتم قال لعمر اذ قدم علیہ ما اظنک تعرفنی قال و کیف لا اعرفک واول صدقۃ بیضت وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ طی اعرفک آمنت اذ کفروا و اقبلت اذ ادبروا و اوفیت اذ غدروا و از انجملہ آنست کہ نہی می فرمود نہی شدید از استعمال کفار بر اعمال مسلمین فی ریاض النضرۃ ان ابا موسیٰ قدم علی عمر و معہ کاتب نصرانی فرفع کتابہ فاعجب عمر ولم یعلم انہ نصرانی فقال لابی موسیٰ این کاتبک ذا حتی یقرأ الکتاب علی الناس فقال ابو موسیٰ یا امیر المؤمنین انہ لا یدخل المسجد قال لم اجنب ھو قال لا ولکنہ نصرانی فانتھرہ عمر و قال لا تدنوھم و قد اقصاھم اللہ و لا تکرموھم و قد اھانھم

مشورہ کرتے رہو اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہو جو اجابت کرے تم اس سے قبول کرو اور جو انکار کرے تو وہ ذلیل اور حقیر ہو کر جزیہ دے ورنہ تلوار ہے بغیر کسی ہمدردی کے۔ اور عرب کے جس قبیلہ پر بھی تمہارا گزر ہو اس کے لوگوں کو جمع کرو اور ان کو جہاد کے لئے اور دشمنوں کو بے حوصلہ کرنے کے لئے آمادہ کرو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ تو عتبہ بن غزوان نے ابلہ کو فتح کرلیا۔ پھر بصرہ کی حدود متعین کیں۔ اور استیعاب میں شعبی کی حدیث میں سے ہے کہ جب عدی بن حاتم حضرت عمرؓ سے آکر ملے تو انھوں نے کہا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ آپ مجھے پہچان رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو کیسے نہ پہچانوں گا حالانکہ پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکا دیا تھا طے کا صدقہ تھا۔ میں تم کو پہچانتا ہوں کہ تم ایمان لائے جب کہ وہ (قبیلہ طے والے) کافر تھے اور تم ہماری طرف آئے جب انھوں نے (مرتد ہوکر) پیٹھ پھیرلی تھی اور آپ وفادار رہے جب ان لوگوں نے غداری کی تھی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ شدت کے ساتھ روکا کرتے تھے کفار سے اعتماد کے کام لینے سے مسلمانوں کے معاملات میں۔ ریاض النضرۃ میں ہے کہ ابو موسیٰؓ عمرؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ان کا نصرانی کاتب تھا۔ تو اس نے اپنا لکھا ہوا حساب پیش کیا جس کو عمرؓ نے پسند کیا اور یہ نہ سمجھے کہ وہ نصرانی ہے۔ پھر آپ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ تمہارا یہ کاتب کہاں ہے؟ کہ لوگوں کو یہ تحریر پڑھ کر سنائے۔ تو ابو موسیٰؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ وہ مسجد میں داخل نہ ہو سکے گا تو آپ نے فرمایا کیوں؟ کیا وہ جنبی ہے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا نہیں لیکن وہ نصرانی ہے تو انکو عمرؓ نے جھڑکا اور فرمایا کہ ان کو اپنے سے قریب نہ کرو جب کہ اللہ نے دور کردیا اور ان کا اکرام نہ کرو جب ان کو اللہ نے

الله و لا تأمنوهم و قد خونهم الله قد نهيتكم عن استعمال اهل الكتاب فانهم يستحلون الرشا وفي رواية ان عمر قال لابي موسى ائتني برجل ينظر في حسابنا فاتاه بنصراني فقال لو كنت تقدمت اليك لفعلت وفعلت سألتك رجلا اشركه في امانتي فاتيتني بمن يخالف دينه ديني۔

و از انجملہ آنکہ بنفس خود عسس مے فرمود و اختیار این امر بجہت دو فائدہ بود اول اطلاع براحوال رعیت تا ہر جا خللے یافتہ شود تدارک آن بعمل آید و ملوک عدالت پیشہ برائے ظہور این فائدہ منہیان و سوانح نگاران مقرر کردہ اند و فائدہ ثانیہ محافظت ضعفاء از دستِ برد سراق و بادشاہانِ عادل برائے رعایت این مصلحت عسس و شرط قرار دادہ اند و ہمچنین ہر مصلحتے کہ ملوک برائے آن شخصے را معین ساختہ اند حضرت فاروق رض بنفسِ نفیس خود تا مدتے التزام مباشرت آن مے فرمود تا بر نقیر و قطمیر آن مصالح مطلع شود و ضابطہ برائے آن قرار دہد و ازین قبیل است حکایت تعہد نساء غزاۃ و خلف قافلہ گشتن او رضی اللہ عنہ و او را رضی اللہ عنہ در اوقات عسس اتفاقات عجیبہ روئے دادہ است در ضمن دو سہ حکایت تقریر آن عجائب کنیم۔

ذلیل کر دیا اور ان کو امین نہ بناؤ جب کہ اللہ نے ان کو خائن قرار دیا۔ میں تم کو روک چکا ہوں اہلِ کتاب کو معتمدِ کار بنانے سے کہ یہ لوگ رشوتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ عمر رض نے ابو موسیٰ رض سے کہا کہ ہمارے پاس ایسا شخص لے کر آؤ جو ہمارے حساب کی پڑتال کرے تو وہ اُن کے پاس ایک نصرانی کو لے گئے تو فرمایا کہ اگر میں تجھ پر پیشقدمی کرتا تو ایسا کرتا اور ایسا کرتا۔ میں نے تجھ سے ایسے شخص کا سوال کیا تھا جس کو اپنی امانت میں شریک کر سکوں تو میرے پاس ایسے شخص کو لے آیا جس کا دین میرے دین کے خلاف ہے۔

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بذاتِ خود گشت کیا کرتے تھے اور اس کام کو دو فائدوں کے لئے اختیار کیا تھا۔ پہلا فائدہ رعیت کے حالات پر مطلع رہنا تاکہ جہاں بھی کوئی رخنہ واقع ہو تو اس کا تدارک عمل میں آجائے اور شاہانِ عادل نے اس مفاد کے لئے مخبرین اور سوانح نگاروں کو مقرر کیا ہے۔ اور دوسرا فائدہ ہے ضعفاء کی حفاظت چوروں کی دستِ برد سے اور بادشاہان عادل نے اس مصلحت کے لئے کوتوال اور سپاہی مقرر کئے ہیں اور اسی طرح جن مصلحتوں کے لئے بادشاہوں نے ایک شخص کو معین کیا ہے حضرت فاروق رض نے خود بنفسِ نفیس ان کاموں کے کرنے کا التزام کیا ہے تاکہ ان مصالح کی ہر طرح کی چھوٹی چھوٹی جزئیات پر بھی مطلع ہو جائیں اور اُن کے پیشِ نظر ضابطے مقرر کر دیں اور اسی قسم میں سے ہیں غازیوں کی بیویوں کی خبر گیری فرمانے کے قصے اور آنحضرت رضی اللہ عنہ کے قافلہ کے پیچھے چلنے کی حکایتیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گشت کے اوقات میں عجیب اتفاقات پیش آتے ہیں۔ دو تین حکایتوں کے ضمن میں ہم ان عجائبات کا بیان کرتے ہیں۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال خرجتُ مع عمر فی السوق فلحقتہ امرأۃ شابۃ فقالت یا امیر المؤمنین ہلک زوجی و ترک صِبیۃً صغاراً واللہ ماینضجون کُراعاً ولا لہم ضرع ولا زرع وخشیت علیہم الضیعۃ وانا ابنۃ خفاف بن ایماء الغفاری وقد شہد ابی الحدیبیۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوقف معہا ولم یمض وقال مرحباً بنسب قریب ثم انصرف الی بعیر ظہیر کان مربوطاً فی الدار فحمل علیہ غرارتین ملأہما طعاماً وجعل بینہما نفقۃً وثیاباً ثم ناولہا خطامہ فقال اقتادیہ فلن یفنیٰ ہذا حتی یأتیکم اللہ بخیر فقال الرجل یا امیر المؤمنین اکثرتَ لہا فقال ثکلتک امک واللہ انی لأریٰ ابا ہذہ و اخاہا وقد حاصرا حِصناً زماناً فافتتحاہ ثم اصبحنا نستفیئ سُہمانہما اخرجہ البخاری وفی الریاض عن ابن عمر قال قدمتْ رفقۃٌ من التجار فنزلوا المصلیٰ (عیدگاہ بیرون شہر) فقال عمر لعبد الرحمٰن ہل لک ان نحرسہم اللیلۃ من السَّرَق فباتا یحرسانہم و یصلیان ما کتب اللہ

روایت ہے زید بن اسلم سے اُنھوں نے روایت کیا اپنے باپ سے کہا کہ میں عمرؓ کے ساتھ بازار گیا تو ان سے آکر ملی ایک جوان عورت اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرا شوہر ہلاک ہوگیا اور اس نے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑیں واللہ نہ انھیں گوشت کا ٹکڑا میسّر ہے اور نہ اُن کے پاس دودھ دینے والا کوئی جانور ہے اور نہ کھیتی ہے اور مجھے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ اور میں خُفافؓ بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں اور وہ حُدَیبیہ میں حاضر تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ تو عمرؓ اُس کے پاس ٹھہرے اور آگے نہیں گئے۔ اور فرمایا کہ بہت اچھا نسب ہے قریب کا (یعنی جس کو ہم جلد پہچان گئے) پھر ایک باربرداری کے اُونٹ کی طرف لوٹے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اُس کے اُوپر دو بورے لادے۔ دونوں کھانے کی چیزوں سے بھرے ہوئے تھے اور اُن کے درمیان نقدی بھی تھی اور کپڑے بھی تھے پھر اس عورت کو اونٹ کی مُہار پکڑوادی اور فرمایا کہ اس کو ہنکا لیجا۔ یہ ختم نہ ہوگا کہ تیرے پاس اور مال پہنچ جائے گا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ نے اُس کو بہت دیدیا۔ آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے واللہ میں دیکھ رہا ہوں اس عورت کے باپ کو اور بھائی کو اور ان دونوں نے ایک قلعہ کا ایک زمانہ سے محاصرہ کر رکھا تھا پھر انھوں نے اُسے فتح کرلیا پھر ہم صبح کو ان دونوں کے حصے لوٹا رہے تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ریاض میں ہے کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہا کہ تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور وہ لوگ عیدگاہ پر ٹھہرے تو عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ کیا آپ ہمارا ساتھ دینگے اس میں کہ آج رات ہم ان لوگوں کی چوروں سے حفاظت کریں تو یہ دونوں تمام رات جاگتے اور ان لوگوں کی حفاظت کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے جو اللہ نے ان دونوں کے لئے

لہا فسمع عمر بکاء صبیٍ فتوجہ نحوہ
فقال لأمہ اتقی اللہ و أحسنی الی
صبیک ثم عاد الی مکانہ فسمع بکاءہ
فعاد الی أمہ فقال لہا مثل ذلک
ثم عاد الی مکانہ فلمّا کان من آخر
اللیل سمع بکاءہ فأتی أمہ و
قال ویحک انی لأراکِ أمّ سوءٍ
مالی أری ابنکِ لا یقرّ (قرار نے گیرد ۱۲) منذ اللیلۃ
قالت یا عبد اللہ قد أبرمتنی (تنگ کردی ۱۲) منذ
اللیلۃ انی أُربعہ (خو گر میکنم ۱۲) علی
الفطام (ترک شیری ۱۲) فیأبیٰ قال ولِمَ قالت لان
عمر لا یفرض الا للمفطوم قال فکم لہ
قالت کذا و کذا شہراً قال لا تعجلیہ فصلّی
الفجر و ما یستبین الناس ثمّ
غلبہ البکاء فلمّا سلّم قال
یا بؤسا لعمر کم قتل من اولادِ
المسلمین ثمّ أمر منادیاً ینادی
ان لا تعجلوا صبیانکم علی
الفطام و أنا نفرض لکلّ مولودٍ فی
الاسلام و کتب بذلک الی
الآفاق أن یفرض لکلّ مولودٍ
فی الاسلام أخرجہ صاحب
الصفوۃ و فیہ عن عروۃ بن
رُدَیم قال بینما عمر بن
الخطاب

مقدر کردی تھی۔ تو عمرؓ نے (گشت پر جاتے ہوئے) ایک بچے کے رونے کی آواز سُنی تو اُس کی طرف توجہ کی۔ پھر اس کی ماں سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اپنے بچہ کے ساتھ نیک برتاؤ کر پھر اپنے مقام کی طرف واپس ہوئے تو پھر بچے کے رونے کی آواز سُنی پھر اُس کی ماں کی طرف پہنچے اور پھر اُس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر (گشت کرتے ہوئے) اپنی جگہ کی طرف لوٹے۔ پھر جب آخر شب کا وقت آیا تو پھر آپ نے اُس بچہ کی رونے کی آواز سُنی تو اس کی ماں کے پاس پہنچے اور فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو بہت بُری ماں ہے۔ کیا ہوا کہ میں تیرے بچے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آج کی رات اتنا بے قرار ہے۔ اُس نے کہا اے اللہ کے بندے تو نے بھی مجھے آج رات تنگ کر دیا۔ میں اس کو دودھ چھوڑانے کی عادت ڈال رہی ہوں اور یہ مانتا نہیں۔ آپ نے کہا اور کیوں؟ اُس نے کہا اس لئے کہ عمرؓ وظیفہ نہیں دیتا مگر اس بچہ کو جس کا دودھ چھوٹ گیا ہو۔ آپ نے کہا کہ اس کی کیا عمر ہے؟ اس نے کہا اتنے اور اتنے مہینے کی۔ فرمایا کہ اس کے ساتھ جلدی نہ کر۔ پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی (یعنی شروع کی) دراں حالیکہ لوگ واضح طور پر نظر نہیں آتے تھے (یعنی اول وقت) پھر اُن پر گریہ غالب آگیا تو جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ کس قدر بربادی ہے عمرؓ کی۔ مسلمانوں کے بچوں میں سے اس نے کتنوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ اپنے بچوں کا دودھ چھوڑانے میں جلدی نہ کرو (اب) مسلمانوں کے ہر بچہ کا وظیفہ مقرر کر دینگے۔ اور جملہ اطراف ملک میں احکام بھیجدیئے کہ اسلام میں کے ہر بچے کا پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ مقرر کر دیا جاتے۔

اس کو صاحب الصفوہ نے روایت کیا۔ اور اسی میں ہے کہ عروہ بن رُدَیم سے مروی ہے کہ ایسے وقت جب کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو

يتصفح الناس يسألهم عن أمرآء أجنادهم اذ مرّ باهل حمص فقال كيف انتم وكيف اميركم قالوا خير امير يا امير المؤمنين الّا انّه قد بنٰى عليّةً يكون فيها فكتب كتاباً وارسل بريداً وامره اذا جئت باب عليّة فاجمع حطباً واحرق باب عليّة فلما قدم جمع حطباً واحرق باب العليّة فدخل عليه الناس و ذكروا انّ ههنا رجلاً يحرّق باب عليتك فقال دعوه فانّه رسول امير المؤمنين ثمّ دخل عليه فناوله الكتاب من يده فلم يضع الكتاب من يده حتّى ركب فلمّا رآه عمر قال احبسوه عنّي في الشمس ثلثة ايام فحبس عنه ثلثا حتّى اذا كان بعد ثلث قال يا ابن فرط الحقني الى الحرّة وفيها اهل الصّدقة و غنمها حتّى اذا جاءه الحرّة القى عليه نمرةً وقال انزع ثيابك و اتزر بهذه ثم ناوله الدّلو فقال اسق هذه الابل فلم يفرغ حتى تعب فقال يا ابن فرط متى كان عهدك بهذا قال مليّاً يا امير المؤمنين قال فلهذا بنيت العليّة و اشرفت بها على المسلمين والارملة واليتيم ارجع الى عملك ولا تعد و فيه

غور کے ساتھ دیکھ رہے اور ان سے ان کے لشکروں کے امراء کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے کہ ان کا گزر اہلِ حمص پر ہوا آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے اور تمہارا امیر کیسا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین وہ اچھا امیر ہے مگر اس نے ایک بالاخانہ بنالیا ہے جس میں وہ رہتا ہے تو آپ نے ایک خط لکھا اور قاصد کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جب تو بالاخانہ کے دروازے پر پہنچے تو لکڑیاں جمع کر کے اُس کو پھونک دینا تو جب وہ وہاں پہنچا تو اُس نے لکڑیاں جمع کر کے بالاخانہ کے دروازے کو آگ لگادی، اس پر امیر کے پاس لوگوں نے جاکر کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جو آپ کے بالاخانہ کا دروازہ پھونک رہا ہے۔ امیر نے کہا کہ اُسے چھوڑو کہ وہ امیر المؤمنین کا قاصد ہے پھر قاصد امیر کے پاس پہنچا تو امیر نے خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُس کو اپنے ہاتھ سے چھوڑا نہیں کہ سوار ہوگیا۔ جب اس کو عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ میری جانب سے اس کو تین دن دھوپ میں روک کے رکھو تو اس کو تین دن دھوپ میں روکا گیا۔ جب تین دن گزر گئے تو کہا اے ابنِ فرط! مجھ سے حرّہ میں آکر مل (حرّہ مدینہ کی آبادی سے باہر ایک پتھریلا مقام ہے) اور اس میں صدقہ کے اونٹ اور بکریاں موجود تھیں۔ تو جب وہ حرّہ پہنچا تو اس کے اُوپر ایک چادر پھینک دی اور کہا کہ اپنے کپڑے اُتار اور اس کی لنگی بناکر باندھ پھر اُس کو ڈول دیا اور کہا کہ ان اُونٹوں کو پانی پلا تو وہ چند ڈول کھینچ کر تھک گیا۔ تو آپ نے کہا کہ اے ابنِ فرط! اس عہدہ پر تجھے کتنا زمانہ گزرا۔ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین زمانہ دراز سے ہوں۔ فرمایا تو اسی وجہ سے تم نے بالاخانہ بنایا۔ اور اُس پر چڑھ کر بیٹھے۔ سب مسلمانوں سے اور مصیبت زدوں سے، یتیموں سے اونچے ہو کر۔ اپنے عہدہ پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ ہو۔ اور اسی میں ہے کہ

عن انس بن مالک بینما امیر المؤمنین عمر یعس ذات لیلۃ اذ مر باعرابی جالس بفناء خیمتہ فجلس الیہ یحدثہ ویسألہ ویقول لہ ما اقدمک ہذہ البلاد فبینا ہو کذلک اذ سمع انینا من الخیمۃ فقال من ہذا الذی اسمع انینہ فقال امر لیس من شانک امرأۃ تمخض (دردزہ دارد) فرجع عمر الی منزلہ وقال یا ام کلثوم شدی علیک ثیابک واتبعینی قال ثم انطلق حتی انتہی الی الرجل فقال لہ ہل لک ان تأذن لہذہ المرأۃ ان تدخل علیہا فتونسہا فاذن لہا فدخلت فلم یلبث ان قالت یا امیر المؤمنین بشر صاحبک بغلام فلما سمع تولہا امیر المؤمنین وثب من جنبہ فجلس بین یدیہ وجعل یعتذر الیہ فقال لا علیک اذا اصبحت فأتنا فلما اصبح اتاہ ففرض لابنہ فی الذریۃ واعطاہ وفیہ عن ابن عمر ان عمر لما رجع من الشام الی المدینۃ انفرد عن الناس لیعرف اخبارہم فمر بعجوز فی خبائہا فنفقدہا فقالت

انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ ایسے وقت میں کہ امیر المؤمنین رضؓ ایک رات میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک اعرابی پر ہوا جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا تو اس کے پاس جا بیٹھے اور اس سے باتیں کرنے لگے اور سوالات کرنے لگے اور اس سے یہ پوچھ رہے تھے کہ ان شہروں میں تیرا آنا کس وجہ سے ہوا، ابھی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ خیمہ کے اندر سے آہستہ آہستہ رونے کی آواز سنی۔ تو آپ نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جو میں سن رہا ہوں تو اس نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے جو تم سے متعلق نہیں۔ ایک عورت ہے جس کے پیدائش کا درد ہو رہا ہے۔ تو عمر رضؓ اپنے مکان پر لوٹ کر آئے اور (زوجہ محترمہ سے) فرمایا کہ اے ام کلثوم رضؓ اپنے کپڑے کس کر بدن پر باندھ لو اور میرے ساتھ چلو۔ کہا کہ روانہ ہوتے اور اسی شخص کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ کیا تم اجازت دو گے اس عورت کو یہ اس کے پاس جا کر اس کی تسکین اور تشفی کرے تو اس نے اجازت دیدی اور یہ اس کے پاس اندر پہنچ گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ام کلثوم رضؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دیدیجئے۔ جب اس اعرابی نے ان کا قول امیر المؤمنین سنا تو وہ کود کر آپ کے پہلو سے اٹھا اور سامنے آبیٹھا اور آپ سے معذرت کرنے لگا۔ تو آپ رضؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں جب صبح ہو جائے تو ہمارے پاس آجانا تو جب صبح ہوئی تو وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کے بچے کے لئے بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس کو عطا کر دیا۔ اور اسی میں ہے کہ ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ جب عمر رضؓ شام سے مدینہ لوٹ کر آئے تو لوگوں سے الگ ہو گئے تا ان کے احوال معلوم کریں تو آپ کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا جو اپنے خیمہ میں تھی تو اس سے پوچھ گچھ کرنے لگے تو اس نے کہا کہ

یاہٰذا ما فعل عمر قال ہو ذا قد اقبل من الشام قالت لا جزاہ اللّٰہ عنی خیراً قال ویحک ولم قالت لانہ واللّٰہ ما نالنی من عطائہ منذ ولی الی یومنا ہذا دینار ولا درہم قال ویحک وما یدری عمر حالک وانت فی ہذا الموضع فقالت سبحان اللّٰہ ما ظننت ان احداً یلی علی الناس ولا یدری ما بین مشرقہا ومغربہا فاقبل عمر وہو یبکی ویقول واعمراہ اخصموہ کل احد افقہ منک یا عمر ثم قال لہا بکم تبیعینی ظلامتک منہ فانی ارحمہ من النار قالت لا تہزأ بنا رحمک اللّٰہ فقال لہا عمر لیس بہزاء فلم یزل بہا حتی اشتری ظلامتہا بخمسۃ وعشرین دیناراً فبینا ہو کذلک اذ اقبل علی بن ابی طالب وابن مسعود فقالا السلام علیک یا امیر المؤمنین فوضعت المرأۃ یدہا علی رأسہا وقالت واسوأتاہ شتمت امیر المؤمنین فی وجہہ فقال لہا عمر لا علیک یرحمک اللّٰہ قال ثم طلب عمر قطعۃ جلد یکتب فیہ فلم یجد فقطع قطعۃ من فروۃ کان لبسہا وکتب بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہذا ما اشتری

اے شخص عمرؓ نے کیا کیا ہے تو آپ نے کہا کہ وہ اِدھر ہی تو ہے اور شام سے آگیا ہے تو اُس عورت نے کہا کہ خدا اُس کو میری طرف سے جزاء خیر نہ دے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے اور تو ایسا کیوں کہتی ہے۔ اُس نے کہا کہ جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے آج تک مجھے اُس کا کوئی عطیہ نہیں مِلا نہ کوئی دینار اور نہ درہم۔ آپ نے کہا تجھ پر افسوس، اور عمرؓ کو تیرے حال کی خبر کیا ہے اور جب کہ تو ایسی جگہ بیٹھی ہوتی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ سُبحان اللہ میں گمان نہیں کرتی کہ کوئی لوگوں پر والی بن جائے اور اس کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے آگے مشرق اور مغرب میں کیا ہے تو عمرؓ روتے ہوئے اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہائے عمرؓ، ہائے کِتنے دعویدار ہوں گے تجھ پر، ہر ایک تجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا ہے اے عمرؓ! پھر اُس سے فرمایا کہ تو اپنی مظلومیت کے حق کو اس کے ہاتھ کِتنے میں بیچتی ہے کہ میں اس کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ ہم سے مَخول نہ کر۔ خدا تجھ پر رحمت کرے تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ یہ مَخول نہیں ہے تو اس سے اصرار کرتے ہی رہے یہاں تک کہ اس کے حق مظلومیت کو پچیس دینار میں خرید لیا۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ علیؓ بن ابی طالب اور ابن مسعودؓ آپہنچے اور ان دونوں نے کہا السّلام علیک یا امیر المؤمنینؓ۔ تو عورت اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر کہنے لگی کہ ہائے بُرائی میں نے امیر المؤمنینؓ کو اُس کے مُنہ پر بُرا بھلا کہدیا۔ تو اُس سے امیر المؤمنینؓ نے فرمایا کہ تجھ پر کوئی جُرم نہیں خدا تجھ پر رحم کرے تو عمرؓ نے ایک جِلد کا ٹکڑا مانگا جس پر لکھیں مگر نہ ملا پھر اپنی چادر میں سے جس کو اوڑھ رہے تھے ایک ٹکڑا کاٹا اور لِکھا بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم یہ دستاویز ہے اس کی جو عمرؓ نے

عمر من فلانة ظلامتها منذ ولي الى
يومنا هذا بخمسة وعشرين دينارًا
فما تدّعي عند وقوفي في المحشر
بين يدي الله عزّ وجلّ فعمر منه
بريٌّ شهد على ذلك عليّ بن ابي طالب
و عبد الله بن مسعود ثم دفع الكتاب
الى عليّ وقال اذا انا تقدّمتُك في الموت
فاجعلها في كفني وفيه عن الاوزاعي
ان عمر بن الخطاب خرج في سواد
الليل فرآه طلحة فذهب عمر
فدخل بيتًا ثم خرج ودخل بيتًا آخر
فلما اصبح طلحة ذهب الى ذلك
البيت فاذا بعجوز عمياء مقعدة فقال
لها ما بال هذا الرجل يأتيك قالت
انه معاهدي منذ كذا وكذا بما
يصلحني ويخرج عني الاذى فقال
طلحة لنفسه ثكلتك امك آعثرات عمر
تتبّع اخرجه صاحب الصفوة و
الفضائلي وفيه روي انه كان
يطوف ليلة في المدينة فسمع
امرأة تقول شعر الا طال هذا الليل
وازورّ جانبه وليس الى جنبي
خليل الاعبه فوالله لولا الله
لا شيء غيره لزعزع من هذا السرير
جوانبه مخافة ربي والحياء

فلاں عورت سے اُس کا حق مظلومیت خریدا ہے جب سے وہ والی
بنا ہے آج کے دن تک پچیس دینار میں تو وہ اب اللہ کے سامنے
محشر میں کھڑی ہو کر اگر دعویٰ کرے تو عمرؓ اس سے بری ہے۔
اس پر گواہ ہیں علی بن ابی طالبؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ۔ پھر وہ
تحریر علیؓ کو دیدی اور فرمایا کہ جب میں تم سے پہلے دنیا سے
گزر جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھدینا۔ اور اسی میں ہے
کہ اوزاعیؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب رات کے اندھیرے
میں نکلے تو اُن کو طلحہؓ نے دیکھا کہ عمرؓ جاتے ہوتے ایک گھر
میں داخل ہوتے پھر نکلے اور دوسرے گھر میں داخل ہوتے۔
جب صبح ہوتی تو طلحہؓ اُس گھر میں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ اس
میں ایک بوڑھیا ہے اندھی جس کی ٹانگیں ماری ہوئی ہیں تو
اُنھوں نے کہا کہ وہ شخص کیا کرتا ہے جو تیرے پاس آتا ہے۔
اُس نے کہا کہ وہ میری خبر گیری کرنے والا ہے اتنے اور اتنے
زمانہ سے جس چیز کی بھی مجھے ضرورت ہوتی ہے اور میرے
پاس سے گندگی کو ہٹاتا ہے تو طلحہؓ نے اپنے نفس سے کہا کہ تجھے
روئے تیری ماں کیا تو عمرؓ کی لغزشیں معلوم کرنے کے درپے
ہوا تھا۔ اس کو اخذ کیا صاحب الصفوہ اور فضائلی نے۔ اور اسی
میں ہے کہ ایک رات عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں گشت کر رہے
تھے تو آپ نے سُنا کہ ایک عورت کہہ رہی ہے اشعار الا
طال ھذا اللیل وازورّ جانبہ الخ (ترجمہ) دیکھو یہ رات لمبی
ہو گئی اور اس کا گوشہ خوب تاریک ہو گیا۔ اور میرے پہلو میں
کوئی دوست نہیں جس کے ساتھ دل لگی کر لوں + تو خدا کی
قسم اگر اللہ (روکنے والا) نہ ہوتا جس کے سوا مجھے کوئی شے
(روکنے والی) نہیں۔ تو اس چارپائی کی تمام طرفیں (یعنی
پٹیاں) ضرور کانپنے لگتیں + اپنے پروردگار کا خوف اور حیا

تزودنے ؛ واکرم بعلی ان تنال مراکبہ ؛
وفی روایۃ ولکننی اخشی رقیبا موکلا ؛
بانفسنا لا یفتر الدھر کاتبہ ؛ فسال
عمر ناساً کم تصبر المرأۃ عن الرجل
فقلن شھرین وفی الثالث یقل
الصبر وفی الرابع ینفد الصبر
فکتب الی امراء الاجناد ان
لا تحبسوا رجلا عن امرأتہ اکثر
من اربعۃ اشھر وفیہ عن الشعبی قال
سمع عمر امرأۃ تقول شعر دعتنی
النفس بعد خروج عمرو ؛ الی
اللذات تطلع اطلاعا ؛ فقلت
لھا عجلت فلا تطاعی ؛ ولو
طالت اقامتہ رباعا ؛ احاذر
ان اطعتک سب نفسی ؛ و
مخزاۃ تجللنی قناعا ؛ فقال
لھا عمر ما الذی یمنعک من
ذلک قالت الحیاء واکرام
زوجی قال عمر ان فی
الحیاء لھنات ذات الوان من
استحیی استخفی ومن استخفی اتقی
ومن اتقی وقی اخرجہ ابن ابی
الدنیا وفی الاحیاء روی ان عمر کان
یعس فی المدینۃ ذات لیلۃ فرای
رجلا وامرأۃ علی

مجھے اس کام سے ہٹاتی ہے اور (نیز) میں اپنے شوہر کی عزت کرتی ہوں کہ اس کے سواری کے مقامات کو دوسرے شخص کو دیدیئے جائیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے ولکننی اخشی الخ یعنی لیکن میں ڈرتی ہوں ایک ایسے نگہبان سے جو ہمارے نفسوں پر موکل ہے جو کبھی سستی نہیں کرتا ہمیشہ ہر ایک حال لکھتا ہی رہتا ہے۔ تو عمرؓ نے عورتوں سے پوچھا کہ کتنے عرصہ تک عورت مرد سے صبر کر لیتی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ دو مہینے اور تیسرے مہینے میں صبر کم ہونے لگے گا اور چوتھے مہینے میں ختم ہو جاتا تو آپ نے فوجوں کے امراء کو لکھا کہ کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس جانے سے چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے شعبیؒ سے کہ عمرؓ نے سنا کہ ایک عورت کہہ رہی ہے اشعار دعتنی النفس بعد خروج عمرو الخ (ترجمہ) عمرو کے جانے کے بعد مجھے نفس نے لذات کی طرف بلایا (اور ان کے حاصل کرنے کی) بہت سی صورتیں دیکھ رہا ہے تو میں نے اس سے کہا کہ تو نے جلدی کی تیری بات نہیں مانی جاتے گی اگرچہ عمرو کا قیام منازل میں طویل ہو جاتے + اگر میں نے تیری بات مان لی تو میں اپنی ذات پر گالیاں پڑنے سے ڈرتی ہوں اور ایسی رسوائی سے جو میرے چہرے پر برقع بن کر چھا جاتے گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اس (برائی) سے تجھے کیا چیز روکتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ حیاء اور اپنے شوہر کا اکرام۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ بیشک حیاء میں بہت سی خصلتیں مختلف الوان کی شامل ہو جاتی ہیں۔ جو حیا کرے گا وہ چھپا رہے گا اور جو چھپا رہے گا وہ متقی ہو گا اور جو متقی ہو گا وہ بچا رہے گا، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور احیاء میں ہے کہ ایک رات عمرؓ مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو

فاحشة فلما أصبح قال للناس أرأيتم
لو ان اماما رأى رجلاً وامرأةً على
فاحشة فاقام عليهما الحد ما كنتم فاعلين
قالوا انما انت امام فقال علي ليس لك
ذلك اذا يقام الحد عليك ان الله
تعالى لم يأمن على هذا الامر اقل من
اربعة شهداء ثم تركهم ما شاء الله ان
يتركهم ثم سألهم فقال القوم مثل
مقالتهم الاولى وقال علي مثل
مقالته قال الغزالي وهذا مشير
الى ان عمر كان متردداً في
هذه المسألة وفيه عن عبد الرحمن
ابن عوف قال حرست مع عمر ليلة
بالمدينة فبينا نحن نمشي اذ ظهر لنا
سراج فانطلقنا نؤمه فلما دنونا اذا
باب مغلق على قوم لهم اصوات ولغط
فاخذ عمر بيدي وقال اتدري بيت من
هذا قلت لا قال هذا بيت ربيعة بن
امية بن خلف وهم الآن شرب
فما ترى قلت ارى انا قد اتينا
ما نهانا الله تعالى عنه قال الله تعالى
ولا تجسسوا فرجع عمر وتركهم و
فيه روى ان عمر كان
يعس بالمدينة الليل فسمع
صوت

فحش حال میں دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں سے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر ایک امام نے ایک مرد اور عورت کو فحش حالت پر دیکھا اور پھر اُن دونوں پر حد کو قائم کر دیا تو تم کیا کروگے۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ امام ہیں (آپ کو اختیار ہے) مگر علی رض نے کہا کہ اس کا اختیار نہیں۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ کے اوپر حد قائم کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالےٰ نہیں ماننے اس امر میں چار گواہوں سے کم کی شہادت کو۔ پھر عمر رض نے اُن (سے اس پر کلام) کو چھوڑے رکھا جب تک اللہ نے چاہا کہ چھوڑے رکھیں۔ پھر اُن سے پوچھا تو قوم نے اسی طرح جیسے پہلے کہا تھا جواب دیا اور علی رض نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔
غزالی رح نے کہا کہ یہ (تکرار سوال) اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ عمر رض اس مسئلہ میں متردد تھے۔ اور اسی میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رض سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات عمر رض کے ساتھ مل کر مدینہ کا گشت کیا تو ایسے وقت کہ ہم چلے جا رہے تھے ہم کو ایک چراغ نظر آیا تو ہم اُسی کے قصد سے آگے چلے۔ جب ہم قریب پہنچ گئے تو دیکھا کہ ایک قوم نے (یعنی چند ہم مشرب لوگوں نے) دروازہ بند کر رکھا ہے اور اُن کی آوازیں اور ملے جلے الفاظ بلند ہو رہے ہیں۔ تو عمر رض نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کا گھر ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کہ یہ گھر ہے ربیعہ بن اُمیہ بن خلف کا اور وہ اس وقت شراب پیتے ہوئے ہیں تو تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ہم اب اس حد پر آگئے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور تجسس نہ کرو) تو عمر رض واپس ہوئے اور اُن کو چھوڑ دیا۔ اور اُسی میں ہے کہ عمر رض ایک رات مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو ایک شخص کی آواز

رجلٍ فی بیتٍ یتغنّی فتسوّر علیہ فوجد
رجلاً عندہ امرأۃٌ و خمرٌ فقال یا
عدوّ اللّٰہ أظننت انّ اللّٰہ تعالیٰ
یسترک وانت علی معصیتہ
فقال وانت یا امیر المؤمنین فلا
تعجل إن اک عصیت اللّٰہ فی
واحدۃٍ فانت عصیتہ فی ثلاث قال
اللّٰہ تعالیٰ ولا تجسّسوا وقد تجسّست
وقال تعالیٰ ولیس البرّ بان تاتوا
البیوت من ظھورھا وقد تسوّرت
علیّ وقال تعالیٰ لا تدخلوا
بیوتاً غیر بیوتکم وقد دخلت
بیتی بغیر اذنٍ ولا سلامٍ فقال عمر ھل
عندکم من خیرٍ إن عفوت عنک قال
نعم یا امیر المؤمنین لئن عفوت
عنی لا اعود لمثلھا ابداً فعفا
عنہ در روضۃ الاحباب مرویست
از اسلم مولائے فاروق رض کہ شبے
از شبہا با امیر المومنین در اطراف
مدینہ می گشتم ساعتے برائے استراحت
بر جانب دیوارے تکیہ فرمود
شنید کہ ضعیفہ با صبیہ خود
مے گفت برخیز شیر را آب بیامیز دختر
گفت نمی دانی کہ منادی امیر المومنین
ندا در دادہ لا یُشاب اللبن

آمیختہ نشود ۱۲

میں سے کسی جو گا رہا تھا تو اس کو دیوار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا
تو پایا کہ اس کے سامنے ایک عورت ہے اور شراب رکھی ہے تو انھوں
نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن کیا تو نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ
تعالیٰ تجھے چھپاتے رکھے گا اور تو اس کی نافرمانی پر قائم رہیگا۔
تو اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض! آپ بھی (نافرمان ہیں)
تو جلدی نہ کیجئے اگر میں نے اللہ کی نافرمانی کی ایک بات میں تو
آپ نے اس کی نافرمانی کی تین باتوں میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ اور آپ نے تجسس کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَیْسَ الْبِرُّ الخ (۲: ۱۸۹) اور یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ گھروں
میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو" اور آپ دیوار پھلانگ کر
میرے پاس آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا
الخ (۲۴: ۱۸۹) تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں
داخل مت ہونا جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور
گھر والوں کو سلام نہ کر لو" اور آپ میرے گھر میں داخل ہوئے
بغیر اذن کے اور بغیر سلام کے۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا تم سے خیر
کی امید کیجائے اگر میں تجھ کو معاف کر دوں؟ اس نے کہا کہ ہاں
اے امیر المؤمنین اگر آپ نے مجھ کو معاف کر دیا تو میں کبھی ایسی
شے کی طرف نہ لوٹوں گا تو آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ اور
روضۃ الاحباب میں مروی ہے اسلم رض سے جو حضرت فاروق رض کے
آزاد کردہ تھے کہ بعض راتوں میں سے ایک رات میں میں امیر المؤمنین رض
کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں پھر رہا تھا۔ آپ نے ایک گھڑی
کے لئے استراحت کی غرض سے ایک دیوار کی جانب سہارا لیا۔ آپ
نے سنا کہ ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ اٹھ دودھ
میں۔۔ پانی۔۔۔ ملا دے۔ لڑکی نے کہا کہ آپ نہیں جانتیں۔ کہ امیر
المؤمنین رض کے منادی نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ دودھ میں پانی

بالآخر مادر گفت نہ درین ساعت امیر المؤمنین رضؓ حاضر است و نہ منادی او دختر گفت واللہ سزاوار نیست مارا کہ در ملاء[^1] اطاعت کنیم و در خلوت عصیان ورزیم فاروقِ اعظم رضؓ بغایت خوش وقت شد و گفت اے اسلم این سرائے را نشان کُنی روزِ دیگر آنجا کس فرستاد و آن دختر را برائے پسر خویش عاصم خِطبہ کرد و عاصم را از وے دخترے پیدا شد عمرؒ بن عبد العزیز از نسلِ آن دختر بود و نیز مرویست از عبد اللہ بن بریدہ اسلمی کہ فاروقِ اعظم رضؓ شبے در بازارِ مدینہ سَیر می نمود ناگاہ شنید کہ زنے این بیت می خواند بیت

اَلَا سَبِیْلَ اِلٰی خَمْرٍ فَاَشْرَبُھَا ؛ اَمْ لَا سَبِیْلَ اِلٰی نَصْرِ بْنِ حَجَّاجٍ ؛

بامدادان پرسید کہ نصر بن حجاج کیست گفتند جوانے است از بنی سلیم رَشِیْقُ الْقَدِّ[^2] صَبِیْحُ الْخَدِّ[^3] حَسَنُ الشَّعْرِ اورا خواند و حلّاق[^4] را فرمود کہ سرِ اورا بتراشد دید کہ جمالِ او چنانکہ بود ہست از بیت المال چیزے بداد و از مدینہ اورا اخراج نمود آخر ہا از وی خیانتی بظہور رسید و فراستِ عمر رضؓ کار خود کرد و از عبد الرحمٰن بن عوف مروی ست کہ فاروق رضؓ بخانۂ من آمد گفتم چرا مرا نہ طلبیدی فرمود بمن خبر رسیدہ است کہ درین وقت قافلہ در ظاہر مدینہ فرود آمدہ است و اہلِ قافلہ از کلالِ سفر بخوابِ غریق رفتہ اند بیا تا محافظتِ ایشان نمائیم بر سرِ تلّی رفتیم و تا صباح بیدار بودیم و از ابو ہریرہ رضؓ مروی است کہ مے گفت

[^1]: بجمع ۱۲
[^2]: دراز قد ۱۲
[^3]: خوب رخسار ۱۲
[^4]: موتراش ۱۲

نہ بلایا جائے۔ ماں نے کہاکہ نہ اس وقت امیر المؤمنین رضؓ موجود ہے اور نہ اُس کا منادی۔ لڑکی نے کہاکہ خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے لئے شایان نہیں ہے کہ سامنے تو ہم اُن کی اطاعت کریں اور خلوت میں نافرمانی کرنے لگیں۔ فاروقِ اعظم رضؓ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے اسلم اس مکان پر نشان لگا دے۔ دوسرے دن آپ نے کسی کو بھیجا اور اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم سے کر لیا۔ اُس سے عاصم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ عمرؒ بن عبد العزیز اسی لڑکی کی اولاد میں سے تھے۔ اور نیز عبد اللہ بن بُریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ ایک رات فاروقِ اعظم رضؓ مدینہ کے بازار میں پھر رہے تھے کہ آپ نے سُنا کہ ایک عورت یہ بیت پڑھ رہی ہے بیت الا سبیلَ الی خمرٍ الخ (ترجمہ) کیا کوئی راہ شراب حاصل کرنے کی نہیں کہ میں اُس کو پی لوں۔ یا کوئی راہ نہیں نصر بن حجاج سے مِلنے کی۔" صبح کو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ نصر بن حجّاج کون ہے؟ اُنھوں نے کہاکہ بنی سلیم میں کا ایک جوان ہے موزوں قد اور سفید رخسار اور خوب صورت بالوں والا۔ آپ نے اُس کو بلایا اور نائی کو حکم دیا کہ اس کا سر مونڈ دے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ اس کا جمال جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے۔ تو آپ نے اس کو بیت المال میں سے کچھ دیدیا اور اس کو مدینہ سے نکال دیا۔ انجام کار اس سے ایک خیانت ظہور میں آئی اور عمر رضؓ کی فراست نے اپنا کام کیا۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ سے مروی ہے کہ فاروق رضؓ میرے گھر میں آئے۔ میں نے کہاکہ آپ نے مجھے کیوں نہیں بُلا لیا فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس وقت قافلہ مدینہ کے باہر اُترا ہے اور قافلہ والے سفر کے تھکان سے گہری نیند سو گئے ہیں۔ چلو تاکہ اُن کی حفاظت کریں۔ تو ہم ایک ٹیلے پر پہنچ گئے اور صبح تک جاگتے رہے۔ اور ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ

رحمت خدا تعالیٰ بر قبر فاروق رضؓ نازل باد در عام رمادہ دیدم کہ دو انبانِ نان بر پشتِ خود برداشتہ و مشکیزہ ازیت بدست گرفتہ میرفت و اسلم رفیق او بود در حمل آن من نیز با او رفتم تا آنکہ رسیدیم بچشمہ صرار دیدم کہ بیست خانہ دار از بنی محارب در انجا فرود آمدند پرسید کہ سبب قدوم شما چیست اظہار جوع نمودند فی الحال بارہا بر زمین افگند و از برائے طباخی ایشان در ایستاد تا طعام مہیا کرد و ایشان را اطعام نمود انگاہ اسلم را بمدینہ فرستاد تا برائے ایشان شترے چند از اطعمہ و کسوت آورد و بر ایشان قسمت فرمود و مرفہ الحال و مقضی الاوطار با وطان خود باز گشتند و از انجملہ آنکہ در محافظتِ بیت المال دقیقہ فرو نمے گذاشت در روضۃ الاحباب مذکور است کہ احنف بن قیس با جمعے از وجوہ عرب از جانب عراق بجنابِ فاروقِ اعظم رضؓ آمدند مے بینند کہ وے عباء خود را بمیان زدہ در طلب شترے گم شدہ از شترانِ صدقہ در حالِ کمالِ حرارت ہوا تردد مے کند چون احنف را دید فرمود یا احنف ساعتے با من رفاقت کن در طلب این اشتر چہ حق یتامے و مساکین و ارامل دران ہست مردے از قوم گفت یا امیر المؤمنین رضؓ چرا نمے فرمائی کہ بندۂ از بندگانِ صدقہ درین امر قیام نماید

خدا کی رحمت نازل ہو فاروق رضؓ کی قبر پر میں نے عام رمادہ (ایک قحط کے سال کا نام) میں دیکھا کہ دو گٹھڑیاں روٹیوں کے سامان کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اور روغن کا کپا ہاتھ میں لئے ہوئے جا رہے تھے اور اسلم آپ کا ساتھی تھا اس کے اٹھانے میں میں بھی اُن کے ساتھ گیا، یہاں تک کہ ہم چشمہ صرار عـہ پر پہنچے۔ میں نے دیکھا کہ بنو محارب کے بیس گھر والے وہاں اُترے ہیں اُن سے پوچھا کہ تمھارے آنے کا کیا سبب ہے؟ تو انھوں نے بھوک کا اظہار کیا۔ آپ رضؓ نے جبھی اُن بوجھوں کو زمین پر.... ڈال دیا اور روٹیوں کی تیاری کے لئے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ کھانا تیار کر کے اُن کو کھلا دیا۔ پھر اُسی وقت اسلم کو مدینہ بھیجا یہاں تک کہ وہ اُن کے لئے چند اُونٹ کھانے کے سامان اور کپڑے سے لدے ہوتے لایا اور آپ رضؓ نے یہ سب اُن پر تقسیم فرما دیا اور یہ سب لوگ خوش حال اور حاجت روائی کے ساتھ اپنے وطنوں کو واپس ہوتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بیت المال کی محافظت میں آپ رضؓ نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ احنف بن قیس سردارانِ عرب کی ایک جماعت کے ساتھ عراق کی جانب سے فاروقِ اعظم رضؓ کی خدمت میں آئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی عباء کو کمر پر باندھے ہوئے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک گم شدہ اُونٹ کی تلاش میں اس حالت میں کہ سخت گرم ہوا (یعنی لُو) چل رہی تھی پھر رہے تھے۔ جب آپ رضؓ نے احنف کو دیکھا تو فرمایا کہ اے احنف! تھوڑی دیر اس اونٹ کی تلاش میں میرا ساتھ دو کیونکہ اس میں یتیموں کا اور مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ! آپ صدقہ کے غلاموں میں سے کسی غلام کو اس کام کے انجام دینے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟

عـہ زیر کے ساتھ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قدیم کنواں ہے ۱۲

فرمود ای عبدِ اَعبَدُ مِنّی و من الاحنف
ہر کسے کہ والیِ امرِ مسلمانان شد واجب
است بروے آنچہ واجب است بر بندہ
برائے خواجہ ۔ و فی الرّیاض عن ابی بکر
العنسی قال دخلتُ مع عُمر و عثمانَ و
علیٌّ مکانَ الصدقۃ فجلس عثمان
فی الظلّ یکتبُ و قام علیٌّ علےٰ
رأسہٖ یُملی علیہ مایقول عمرُ و عمر
قائم فی الشمس (بے نوبسایئد) فی یوم شدید الحر
علیہ بُردتانِ سوداوانِ مُوتزرٌ
بواحدۃٍ و قد وضع الاخرٰی علےٰ
رأسہٖ و ہو یتفقّدُ ابلَ الصدقۃ
ویکتبُ الوانہا و اسنانہا فقالَ
علیٌّ لعثمانَ ماسمعتَ قول ابنۃ
شعیب فی کتاب اللّٰہ عزّ وجلّ یٰاَبَتِ
استَاجِرْہُ اِنَّ خَیرَ مَنِ استَاجَرتَ القَوِیُّ
الاَمِینُ واشارَ الی عُمر وقال ہذا القویُّ الامینُ
اخرجہ المخلص وابن السمّان فی الموافقۃ
وفیہ عن محمد بن علی بن حسین عن مولےٰ
لعثمان بن عفان قال بینا انا مع عثمان فی
مالٍ لہ بالعالیۃ فی یومٍ صائفٍ اذ رآے
رجلاً یسوقُ بکرَین (دو شتر جوان) و علے الارض
مثل الفراش من الحر فقال عثمان ما علے
ہذا لو اقام (پردو کنایہ) بالمدینۃ حتّی یبرُد
ثم یروحُ ثم دنی الرجلُ

آپ نے فرمایا کہ اور (اللہ کے) غلاموں میں سے مجھ سے اور احنف سے
زیادہ غلام کونسا ہے۔ جو شخص کہ امر مسلمین کا والی ہوگیا اُس پر
وہ سب کچھ واجب ہے جو کسی آقا کے غلام پر آقا کے لئے واجب
ہوتا ہے۔ اور ریاض میں ہے کہ مروی ہے ابوبکر عنسی سے کہا کہ میں
عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ کے ساتھ صدقے کے مکان میں پہنچا
تو عثمانؓ سایہ میں بیٹھ کر لکھنے لگے اور علیؓ ان کے سرہانے
کھڑے ہوکر جو کچھ عمرؓ بولتے تھے اُس کو لکھواتے جاتے تھے
اور عمرؓ دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے ایسے دن میں جو سخت گرمی
کا تھا ان کے بدن پر دو سیاہ چادریں تھیں ایک کو لنگی بنا
رکھا تھا اور دوسری کو سر پر اوڑھ رکھا تھا اور وہ صدقے کے
اونٹوں پر غور کرتے جاتے تھے اور اُن کے رنگ اور دانت لکھواتے
تھے تو علیؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ کیا تم نے شعیبؑ کی بیٹی کا
قول نہیں سنا کتاب اللہ عزّ وجل میں یٰاَبَتِ استَاجِرْہُ الخ
(۲۸: ۲۶) ابّا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ
شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانتدار ہو" اور اشارہ کیا عمرؓ
کی طرف اور کہا یہ ہے قوی امین، اس کو اخذ کیا مخلص نے اور
ابن السمان نے الموافقہ میں۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے
محمد بن علی بن حسین سے وہ روایت کرتے ہیں عثمانؓ بن عفان
کے ایک آزاد کردہ سے اُس نے کہا ایسے وقت کہ میں عثمانؓ
کے ساتھ ان کی اس جائداد میں تھا جو عالیہ (یعنی مدینہ کی بلند
جانب) میں تھی سخت گرم دن میں کہ دفعۃً اُنھوں نے ایک
شخص کو دیکھا کہ وہ دو جوان اونٹوں کو ہنکار رہا ہے اور زمین
پر تپش کی وجہ سے تنکے اُڑتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ تو
عثمانؓ نے کہا کہ اس شخص کا کیا حرج ہوتا اگر یہ شہر میں ٹھہر جاتا
یہاں تک کہ ٹھنڈ ہو جاتی پھر شام کو آجاتا۔ پھر وہ شخص قریب ہو گیا

فقال أنظر من هٰذا فنظرتُ فقلتُ أرى
رجلاً معتمّاً بردائه يسوق بكرين ثم دنى
الرجلُ فقال انظر فنظرتُ فاذا هو عمر بن
الخطاب فقلتُ هٰذا اميرُ المؤمنين فقام
عثمانُ فأخرجَ رأسه من الباب فاذا
لفحُ السموم (سوزش لو) فأعادَ رأسه حتى اذا حاذاه
قالَ ما أخرجك هذه الساعةَ فقال
بكرانِ من ابل الصدقة تخلّفا وقد مضى
بابل الصدقة فاردتُ ان ألحقهما
بالحِمَى (چراگاہ شتران صدقہ) وخشيتُ أن يضيعا فيسألني
الله عنهما فقال عثمان يا اميرَ المؤمنين
هلمَّ الى الماءِ والظلِّ ونكفيك
قال عُد الى ظلِّك ومضى فقال
عثمان من احبّ ان ينظر الى
القويِّ الامينِ فلينظر الى هٰذا اخرجه
الشافعيّ في مسنده وفي الاحياء روى
ان عمر وصله مسكٌ من البحرين فقال
وَدِدتُ لو ان امرأةً وزنته حتى
اقسمه بين المسلمين فقالت امرأته
عاتكةُ انا اجيدُ الوزن (نیکو خواہم سنجید) فسكت عنها
ثم اعاد القولَ فأعادتِ الجواب
فقال لا احببتُ ان تضعيه في
الكفّة ثم تقولين هٰكذا يعني تو ثر
فيها اثر الغبار فتمسحين بها
عنقكِ فأصيب

تو مجھ سے کہا کہ دیکھو یہ کون شخص ہے تو میں نے نظر ڈالی اور کہا
کہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی چادر
سر کو لپیٹے ہوئے ہے اور دو نوجوان اونٹوں کو ہنکا کر لا رہا
ہے۔ پھر وہ شخص کچھ اور نزدیک ہوا پھر کہا کہ اب دیکھ (شاید
پہچانا جا سکے) میں نے نظر ڈالی تو وہ عمرؓ بن الخطاب نکلے۔ میں نے
کہا کہ یہ تو امیر المومنینؓ ہیں تو عثمانؓ کھڑے ہوئے اور انھوں
نے اپنا سر دروازے سے باہر نکالا تو ایک لُو کا جھونکا ان کو لگا
تو انھوں نے پھر اپنا سر اندر کو لوٹا لیا۔ اتنے میں وہ ان کے
سامنے آگئے۔ عثمانؓ نے کہا کہ ایسے وقت میں نکلنے کی کیا ضرورت
پیش آئی تو انھوں نے کہا کہ صدقہ کے اونٹوں میں کے دو نوجوان
اونٹ پیچھے رہ گئے اور تمام اونٹ گزر چکے تو میں نے ارادہ کیا کہ
ان کو بھی چراگاہ تک پہنچا دوں اور مجھے ان کے ضائع ہونے کا
اندیشہ ہوگیا تو یہ فکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بازپرس کرے گا
ان دونوں کے بارے میں۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ
پانی اور سائے کی طرف آجائیے اور یہ کام ہم کرلیں گے تو کہا کہ تم
اپنے سایہ کی طرف لوٹ جاؤ اور چلدیئے تو عثمانؓ نے کہا کہ جو قوی
امین کی طرف دیکھنا چاہے تو اس شخص کو دیکھ لے۔ اس کو شافعیؒ
نے اپنی مسند میں لیا ہے۔ اور احیاء میں ہے کہ روایت ہے کہ عمرؓ
کے پاس بحرین سے مشک پہنچی تو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی عورت
اس کو تول دیتی تاکہ میں اس کو مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔ تو
ان کی بی بی عاتکہ نے کہا کہ میں عمدگی کے ساتھ تول دوں گی تو
ان کو جواب نہ دیا۔ پھر وہی بات دوبارہ فرمائی تو انھوں نے بھی
وہی جواب لوٹایا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو
ہتھیلی پر رکھے، پھر تو ایسا کرلے۔ آپ یہ مراد لے رہے تھے کہ ہتھیلی
پر جو غبار لگا رہ جائے گا وہ تو اپنی گردن پر مل لے تو اس صورت سے

بذلك فضلاً على المسلمين وفيه روى
ان عبد الله وعبيد الله ابنا عمر
اشتريا ابلاً فبعثا بها الى الحمى فرعت
فيه حتى سمنت فقال عمر رعيتما في
الحمى فقالا نعم فشاطرهما وفيه كان
عمر يقسم بيت المال فدخلت ابنة له
فاخذت درهماً من المال فنهض عمر
في طلبها فسقطت الملحفة عن احد
منكبيها ودخلت الصبية بيت
اهلها تبكي وجعلت الدرهم في فيها
فادخل عمر اصبعه فاخرجه من فيها
وطرحه على الخراج وقال ايها الناس
ليس لعمر ولا لآل عمر الا ما للمسلمين
قريبهم وبعيدهم وفيه كسح (جاروب داد) ابو موسى
بيت المال فوجد درهماً فمر بني لعمر
فاعطاه اياه فرآه عمر في يد الغلام فسأله
عنه فقال اعطانيه ابو موسى فقال
يا ابا موسى ما كان في اهل المدينة بيت
اهون (حقیر تر) عليك من آل عمر اردت
ان لا يبقى احد من امة محمد
صلى الله عليه وسلم الا
طلبنا بمظلمة ورد الدرهم في
بيت المال من كتاب تنبيه الغافلين
عن علي قال رأيت عمر
على كتفه قتب (ساز و پالان شتر) يعدو به

ہیں اور مسلمانوں سے زیادہ حصہ پاؤں گا۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ کے دونوں بیٹوں عبداللہؓ اور عبیداللہؓ نے ایک اونٹنی خریدی اور اس کو چراگاہ بھیجدیا جس میں وہ چرتی رہی یہاں تک کہ موٹی ہو گئی۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو چراگاہ میں چرایا؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں۔ تو ان سے آدھی قیمت وصول کی۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے تو اُن کی ایک بیٹی آگئی اور اُس نے مال میں سے ایک درہم اُٹھالیا تو عمرؓ اُس سے لینے کے لئے اُٹھے (تو وہ بھاگی) تو اُس کے ایک کندھے پر سے اوڑھنی گر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی اپنے رشتہ دار کے گھر میں داخل ہو گئی اور اس نے درہم اپنے مُنہ میں ڈال لیا تھا تو عمرؓ نے اُس کے مُنہ میں انگلی ڈال کر وہ درہم نکالا اور اُس کو مال میں لاکر ڈالا اور کہا اے لوگو! عمر کا اور اس کی اولاد کا کوئی حق نہیں مگر اتنا جس قدر عام مسلمانوں کا ہے قریب کے اور دُور کے۔ اور اُسی میں ہے کہ ابو موسیٰؓ نے بیت المال میں جھاڑو دی تو اُنھوں نے ایک درہم پایا۔ پھر عمرؓ کا ایک چھوٹا لڑکا آگیا تو وہ اُس کو دے دیا۔ اس کے بعد عمرؓ نے وہ درہم اس لڑکے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو اُس سے اُس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ مجھے ابو موسیٰؓ نے دیا ہے تو یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ یہ درہم بیت المال کا ہے) آپ نے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ اہلِ مدینہ میں سے آلِ عمر کے گھر سے زیادہ حقیر تیرے نزدیک کوئی گھر نہیں تھا۔ تو نے یہ ارادہ کیا کہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے مگر وہ ہم سے مطالبہ کرے اپنے حق پر دراز دستی کا۔ اور آپ نے وہ درہم بیت المال میں لوٹا دیا۔ کتاب تنبیہ الغافلین میں ہے کہ علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اونٹ کا ساز و پالان کندھے پر رکھے ہوئے الحمیٰ کی طرف جھپٹے

بالابلح فقلتُ یا امیر المؤمنین این تسیر
قالَ بعیر نَدَّ (شرد) من الصدقۃ اطلبہ
فقلتُ لہ لقد اذللتَ الخلفاءَ من
بعدک قال لا تلمنی یا ابا الحسن
فوالذی بعث محمدًا بالنبوۃ لو ان عناقًا (بزغالہ)
ذہبت بشاطئ الفرات لأخذ بہا
عمر یوم القیمۃ انہ لاحرمۃ لوالٍ
ضیّع المسلمین و لا لفاسقٍ روّع (ترسید)
المؤمنین وفیہ عن عمر انہ اُتی
بزیتٍ من الشام. وکان الزیت
فی الجفان یعنی فی القصاع (کاسہائے کلان) وعمر
یقسمہ بین الناس بالاقداح (بیالہا) وعندہ
ابن لہ اشعرانی قاعد فلما فرغ جفنتہ مسح
بقیتہا براسہ فنظر الیہ عمر فقال اریٰ
شعرک شدید الرغبۃ علی زیت المسلمین
ثم اخذ بیدہ، فانطلق بہ الی الحجام
فجزّ (تراشید) شعرہ فقال ہذا اہونُ (آسان تر) علیک
و از انجملہ آنکہ تفحص خانہائے مسلمانان
مے کرد اگر در تدبیر خللے مے دید
اصلاح آن مے فرمود فی الریاض النضرۃ
ان رجلاً من الموالی خطب الی رجل
من قریش اختہ واعطاہا
مالاً جزیلاً فابی القرشی من
تزوجہا فقال عمر ما
منعک ان تزوجہ

جارہے ہیں تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کہاں جارہے ہیں ؟ تو کہا کہ صدقہ کا ایک اونٹ جدا ہوگیا اس کو پکڑنے کے لئے جارہا ہوں تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلفاء کو ذلت میں ڈال دیا تو فرمایا کہ اے ابوالحسن مجھے ملامت نہ کر قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اگر ایک بکری کا بچہ بھی کنارۂ فرات پر ضائع ہوگیا تو قیامت کے دن اس پر عمرؓ پکڑا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے والی کی کوئی حرمت نہیں جو مسلمانوں کو ضائع کردے اور نہ ایسے فاسق کی جو مسلمانوں کو خوف زدہ کرے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے کہ عمرؓ کے پاس زیتون کا تیل لایا گیا شام سے اور (آپ کے سامنے) وہ تیل جفان یعنی کونڈوں میں رکھا ہوا تھا اور عمرؓ اس کو پیالوں کے ذریعہ لوگوں کو تقسیم کررہے تھے اور ان کے پاس ان کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا جس کے سر پر لمبے بال تھے۔ جب تیل کا کونڈا خالی ہوگیا تو جو تیل اس کو لگا رہ گیا تھا اس نے پونچھ کر وہ اپنے سر کو مل لیا تو اس کو عمرؓ نے دیکھا اور کہا کہ میں تیرے بالوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کو بڑی رغبت ہے مسلمانوں کے تیل کی طرف پھر اس کا ہاتھ پکڑا اور حجام کے پاس لے کر گئے اور اس کے بال کٹوا دیئے۔ پھر فرمایا کہ یہ تیرے لئے آسان ہے (جب بال ہی نہ ہوں گے تو تیل کی ضرورت نہیں پڑے گی) اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھریلو حالات معلوم کرتے اگر کوئی پہلو رخنہ کا نظر آتا تو اس کی اصلاح فرماتے۔ ریاض نضرہ میں ہے کہ موالی میں سے ایک شخص نے ایک قریشی شخص کے یہاں اس کی بہن سے اپنا رشتہ بھیجا اور اس لڑکی کو بہت سا مال دیا تو قریشی نے اس سے شادی کرنے سے انکار کردیا تو عمرؓ نے اس سے کہا کہ اس کے ساتھ شادی کرنے سے تجھ کو کیا بات مانع ہوئی

فانّ لہٗ صلاحًا و قد احسن عطیۃ اختک فقال القرشی یا امیر المؤمنین انّ لنا حسبًا و انہٗ لیس لہا بکفوٍ فقال عمر لقد جاءک بحسب الدنیا و الآخرۃ امّا حسبُ الدنیا فالمالُ و امّا حسب الآخرۃ التقوٰی زوّج الرجل ان کانت المرأۃ راضیۃً فراجعہا اخوہا فرضیت فزوّجہا منہ و عن ابن عمر قال کتب عمر بن الخطاب فیمن غاب من الرّجال من اہل المدینۃ عن نساۂم یردّوہم فلیرجعوا الیہنّ او یطلّقوہنّ او لیبعثوا الیہنّ بالنّفقۃ فمن طلّق بعث بنفقۃ ما ترک اخرجہ الابہری و اخرج مالک ان عُمر کان یذہب الی العوالی کلّ یوم سبتٍ فاذا وجد عبدًا فی عملٍ لا یُطیقہ وضع عملہ منہ و از انجملہ آنکہ رعایت صلۂ اقارب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بابلغ وجوہ می فرمود فی الریاض عن الزہری قال کانَ عمر اذا اتاہ مالُ العراق او خمسُ العراق لم یدعْ رجلًا من بنی ہاشم عزبًا الّا زوّجہ و لا رجلًا لیس لہ خادم الّا اخدمہ و فیہ عن محمّد بن علی قال

وہ تو نیک شخص ہے اور اس نے تیری بہن کو اچھا عطیہ بھی دیا تو قرشی نے کہا کہ اے امیر المومنین ہمارا عمدہ حسب ہے اور وہ شخص اس کا کفو (یعنی برابر کا) نہیں ہے۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ درحقیقت تیرے پاس دنیا کا حسب بھی آگیا اور آخرت کا بھی۔ دنیا کا حسب تو مال ہے، رہا آخرت کا حسب تو وہ تقوٰی ہے۔ اس شخص کے ساتھ نکاح کردے اگر عورت راضی ہو۔ تو اس کے بھائی نے اپنی بہن سے مراجعت کی (یعنی دریافت کیا) تو وہ راضی ہوگئی تو اس کا نکاح اس شخص سے کردیا۔ اور مروی ہے ابن عباس رضؓ سے کہا کہ لکھا عمر رضؓ بن الخطاب نے (اُمراء کو) اہل مدینہ میں سے ان لوگوں کے بارے میں لکھا جو اپنی بیویوں سے غائب تھے کہ وہ اُن کو لوٹائیں اور ان لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس آئیں یا اُن کو طلاق دیں یا ان کے پاس اُن کا خرچ بھیجیں۔ تو جس نے طلاق دی تو اُس نے جب سے چھوڑا تھا اس وقت تک کا نفقہ بھیجا، اس روایت کو اخذ کیا ابہری نے۔ اور روایت کیا مالکؒ نے کہ عمر رضؓ ہر سنیچر کے دن عوالی کی طرف جایا کرتے تھے (یعنی نجد سے اوپر تہامہ تک) تو جب کسی غلام کو ایسے کام پر لگا ہوا پاتے جس کی اُس میں طاقت نہ ہوتی تو اس کام سے اُس کو ہٹا دیتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقارب کے ساتھ نیک برتاؤ کا بہت اچھی طرح لحاظ رکھتے تھے۔ ریاض میں ہے کہ مروی ہے زُہری سے کہا کہ عمر رضؓ کے پاس جب عراق کا مال آتا تھا یا عراق کا خُمس آتا تھا تو بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو مجرّد نہیں رہنے دیتے تھے اُس کا نکاح کردیتے تھے اور جو شخص ایسا نہ ہوتا تھا کہ اُس کے پاس خادم نہ ہوتا تو اُس کو خادم عطا فرماتے۔ اور اسی میں ہے کہ محمد بن علی سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ

فَقَدِمَتْ علیٰ عمر حُلَلٌ من الیمن فقسمہا
بینَ المہاجرین والانصار ولم یکن فیہا
شئٌ یصلح علی الحسن والحسین فکتب
الیٰ صاحب الیمن ان یعمل لہما علیٰ
قدرہما ففعلَ وبعث بہا الیٰ عمر فلبساہا
فقالَ عمر لقد کنتُ أراہا علیہم فما
یہنئنی حتیٰ رأیتُ علیہما مثلہا و
فیہ عن الحُسین بن علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہما قال اَتیتُ علی عمر بن
الخطاب و ہو علی المنبر فصعدتُ الیہ
فقلتُ لہٗ انزل عن منبرِ ابی واذہب
الیٰ منبرِ ابیک فقالَ عمر لم یکن لابی
منبرٌ واَخذنی فاَجلسنی معہٗ فجعلتُ اُقلّبُ
حصا بیدی فلمّا نزلَ انطلقَ بی الی منزلہ
فقالَ لی مَن علّمک فقلتُ واللہ ما
علّمنی احدٌ فقالَ یا بُنیّ لو جعلتَ تغشانا
قال فاَتیتہٗ یوماً و ہو خالٍ بمعاویۃ
و ابن عمر بالباب فرجعَ ابن عمر فرجعتُ
معہٗ فلقینی بعدُ قالَ لم اَرک فقلتُ
یا امیرَ المؤمنین انّی جئتُ وانتَ
خالٍ بمعاویۃ و ابنُ عمر بالباب
فرجع ابنُ عمر فرجعتُ معہٗ قالَ
انتَ اَحقُّ بالاِذنِ من ابن عمر
انما اَنبتَ ما فی رؤسنا اللہ
عزّ و جلّ ثم اَنتم و فیہ

عمرؓ کے پاس یمن سے کپڑوں کے جوڑے آئے تو اُن کو مہاجرین
اور انصار میں تقسیم کردیا اور ان میں کوئی چیز ایسی نہ نکلی جو حسنؓ
اور حسینؓ پر موزوں ہو تو صاحب یمن کو لکھا کہ ان دونوں کے
لئے اُن کی قدر کے مطابق بنوائیں چنانچہ اُس نے بنوا کر عمرؓ کے
پاس بھیجے پھر اُنھوں نے اُن کو پہنا تو عمرؓ نے کہا کہ مجھے ان کو
کپڑے پہنا کر دکھاتے جارہے تھے مگر مجھے پسند نہیں آرہے تھے
یہاں تک کہ مَیں نے ان پر ایسے کپڑے دیکھ لئے۔ اور اسی میں ہے
کہ مروی ہے حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا جب کہ وہ منبر پر تھے تو میں اُس
پر چڑھ گیا اور میں نے اُن سے کہا کہ میرے باپ کے منبر پر سے
اُترو اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جاؤ تو عمرؓ نے کہا کہ میرے باپ
کے پاس کوئی منبر نہیں تھا اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ میرے
ہاتھ میں کچھ کنکریاں تھیں میں اُن کو اُلٹنے پلٹنے لگا۔ پھر جب
اُتر گئے تو مجھے اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گئے۔ پھر مجھ سے کہا
کہ تجھے یہ کس نے سمجھایا تھا تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے کسی
نے نہیں سمجھایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ بیٹا اچھا ہوتا کہ تو ہمارے پاس
آیا کرتا۔ کہا کہ پھر میں اُن کے پاس ایک دن گیا اور وہ خلوت میں
تھے معاویہؓ کے ساتھ اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے۔ پھر ابنِ
عمرؓ لوٹے تو میں بھی اُن کے ہمراہ لوٹ آیا۔ پھر اس کے بعد
مجھ سے ملے تو کہا کہ میں نے تجھے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا اے
امیر المؤمنینؓ میں آیا تھا جب کہ آپ معاویہؓ کے ساتھ تنہائی
میں تھے اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے پھر ابنِ عمرؓ واپس ہوتے
تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹ آیا تو کہا کہ تو اجازت ملنے کا زیادہ
حقدار ہے ابنِ عمرؓ سے۔ ہمارے سروں میں جو کچھ اُگایا (یعنی
نورِ اسلام) وہ اللہ عزّ و جلّ نے اُگایا پھر تم نے۔ اور مروی ہے

عن عُبید بن حنین قال جاء الحسن او الحسین یستاذنُ علی عمر وجاء عبداللہ ابن عمر فلم یُوذَنْ لعبد اللہ فرجع فقال الحسن او الحسین اذا لم یُوذَنْ لعبداللہ لایوذن لنا فبلغ عمر فارسلَ الیہ فقال یا ابنَ اخی ما ردّکَ قال قلتُ اذا لم یُوذن لعبداللہ بن عمر لایُوذَن لی فقال یا ابنَ اخی فہل انبتَ الشعرَ علی الرأس غیرکم وفیہ عن المنذر ابن سعدٍ انّ ازواج النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم استاذن عمر فی الحج فابیٰ ان یاذنَ لہنّ حتیٰ اکثرنَ علیہ فقالَ ساٰذَنُ لکنّ بعد العام ولیس ھذا من رأیی فقالت زینبُ بنتُ جحش سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ عامَ حجۃ الوداع انما ہو ھذہ الحجۃُ ثم ظہورُ الحصرِ فخرجنَ غیرَ ھا فأرسلَ معہنّ عثمانَ بن عفّان و عبدالرحمٰن بن عوف

عُبَید بن حنین سے کہا کہ حسن رضؓ آئے یا حسین رضؓ حضرت عمر رضؓ سے ملنے کی اجازت چاہتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضؓ آئے ہوئے تھے تو عبداللہ کو آنے کی اجازت نہ ملی۔ وہ واپس ہو گئے۔ تو حسن رضؓ یا حسین رضؓ نے خیال کیا کہ جب عبداللہ رضؓ کو اجازت نہیں ملی تو ہم کو بھی نہیں ملیگی (یہ بھی واپس ہو گئے) اس کی اطلاع عمر رضؓ کو ہوئی تو اُن کو بلوایا اور فرمایا کہ اے بھتیجے تم کیوں واپس چلے گئے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ جب عبداللہ بن عمر رضؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہ ملے گی تو فرمایا کہ اے بھتیجے! تو کیا (ہمارے) سر پہ بال تمہارے سوا کسی اور نے اُگائے ہیں (یعنی تمہارے نانا سے ہی ہیں یہ مرتبہ ملا) اور اسی میں ہے کہ مُنذر بن سعد سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حج کے لئے عمر رضؓ سے اجازت چاہی تو اُنھوں نے ان کو اجازت دینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ اُنھوں نے اُن سے بہت کہا سُنی کی تو کہا کہ میں تم کو اس سال کے بعد اجازت دوں گا (تاکہ پہلے سے کا حقّہٗ انتظام کر لیا جاتے) اور یہ میری رائے نہیں (یعنی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں) تو زینبؓ بنت جحش نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ حجۃ الوداع کے سال میں (عورتوں سے) یہ فرماتے تھے کہ بس حج تو یہی حج ہے پھر ظہور حُصُر ہوگا [۵] (یعنی بوریوں پر گھروں میں بیٹھے رہنے کا زمانہ آجاتے گا کہ قلوب پر بُرے وساوس کثرت سے آنے لگیں گے) پھر یہ سب (حج کے لئے) نکلیں بجز زینبؓ کے تو عمر رضؓ نے ان کے ساتھ عثمان بن عفان رضؓ اور عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف

[۵] حُصُر جمع ہے حصیر کی بمعنے بوریا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ایسے وقت کا ظہور ہوگا کہ تمہارے لئے بوریوں پر جا رہنا اللہ کی عبادت کے لئے بہتر ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے افضل الجہاد واجملہ حج مبرور ثم لزوم الحُصُر عورتوں کے لئے بہتر اور عمدہ جہاد حج مبرور ہے (جس میں کوئی خطا یا لغزش نہ ہو جسکے بعد پھر آدمی گناہوں سے باز رہے) اس کے بعد بوریوں پر جمے رہنا (یعنی اپنے گھروں میں پڑے رہنا اللہ کی یاد کرنا) ۱۲ مترجم

وامرہما ان یسیر احدہما بین ایدیہن والآخر خلفہن ولا یسایرہن احد فاذا نزلن فانزلوہن شعبا ثم کونا علی باب الشعب لا یدخلن علیہن احد ثم امرہما اذا طفن بالبیت لا یطوف معہن احد الا النساء فلما ہلک عمر غلبن من بعدہ وفیہ عن ابن ابی نجیح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الذی یحافظ علی ازواجی من بعدی فہو الصادق البار فقال عمر من یحج مع امہات المؤمنین فقال عبدالرحمن انا فکان یحج بہن وینزلہن الشعب الذی لیس لہ منفذ ویجعل علی ہوادجہن الطیالسۃ وفیہ عن ابی وائل ان رجلا کتب الی ام سلمۃ یحرج علیہا فی حق لہ فامر عمر بن الخطاب بجلدہ ثلثین جلدۃ اخرجہ سفیان ابن عیینۃ وفیہ عن اسلم ان عمر فضل اسامۃ بن زید علی ابنہ عبداللہ بن عمر فلم یزل الناس بعبداللہ حتی کلم اباہ فی ذلک فقال تفضل علی من لیس افضل منی وفرضت لہ فی الفین وفرضت لی فی

کو روانہ کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ اس طرح چلیں کہ ان میں سے ایک اُن کے آگے رہے اور ایک پیچھے رہے اور ان کے برابر کوئی نہ چل سکے۔ پھر جب وہ اتریں تو اُن کو پہاڑ کی گھاٹی میں اتارو اور تم دونوں گھاٹی کے دروازے پر رہو کوئی شخص اُن کے پاس نہ جانے پاتے۔ پھر اُن دونوں کو حکم دیا کہ جب وہ بیت اللہ کا طواف کریں تو ان کے ساتھ کوئی طواف نہ کرے بجز عورتوں کے۔ پھر جب عمرؓ شہید ہو گئے تو یہ غالب ہو گئیں اُن (خلفاء) پر جو اُن کے بعد ہوتے۔ اور اسی میں ہے کہ ابن ابو نجیح سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد جو میری ازواج کی حفاظت کرے گا وہ صادق اور نیک عمل والا ہوگا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کون حج کرائے گا اُمہات المومنینؓ کو؟ عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ میں، تو وہ ان کو حج کرا رہے تھے اور ان کو ایسی گھاٹی میں ٹھہراتے تھے جس سے گزرنے کا راستہ نہ ہوتا تھا اور ان کے ہودجوں کے اوپر چادر ڈال دیا کرتے تھے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے ابو وائل سے کہ ایک شخص نے اُمّ سلمہؓ کو لکھا جو اپنے کسی حق کے بارے میں اُن کو تنگ کر رہا تھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اُس کے تیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اس کو روایت کیا سفیان ابن عُیینہ نے۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے اسلم سے کہ عمرؓ نے اُسامہؓ کو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ پر فضیلت دی کہ اُسامہؓ کا وظیفہ پانچسو درہم زیادہ تجویز فرمایا) تو لوگ اس کے بارے میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے اس کے بارے میں اپنے باپ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ مجھ پر ایسے شخص کو فضیلت دے رہے ہیں جو مجھ سے افضل نہیں آپ نے اس کو قائم کیا ہے دو ہزار والوں میں اور مجھے رکھا ہے

الف وخمسمائة ولم يسبقني الى شئ فقال عمر
فعلت ذلك لان زيداً كان احب الى رسول
الله صلى الله عليه وسلم من عمر وكان اسامة
احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من
عبد الله وفيه عن ابن عباس قال لما فتح
الله المداين على اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم في ايام عمر امرهم بالانطاع
فبسط في المسجد وامر بالاموال فافرغت عليها
ثم اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم فاول من بدأ اليه الحسن بن علي
فقال يا امير المؤمنين اعطني حقي مما افاء
الله على المسلمين فقال له بالرحب و
الكرامة وامر له بالف درهم ثم انصرف
فبدر (سبقت کرد ۱۲) اليه الحسين بن علي فقال يا امير
المؤمنين اعطني حقي مما افاء الله على
المسلمين فقال له بالرحب والكرامة و
امر له بالف درهم فبدر اليه ابنه
عبد الله بن عمر فقال يا امير المؤمنين
اعطني حقي مما افاء الله على المسلمين
فقال له بالرحب والكرامة وامر له بخمسمائة
درهم فقال يا امير المؤمنين انا رجل
مشتد (قوی ۱۲) اضرب بالسيف بين يدي
رسول الله صلى الله عليه وسلم والحسن
والحسين طفلان يدرجان (میشتابان ۱۲) في سكك
المدينة تعطيهم الفا الفا

ڈیڑھ ہزار والوں میں اور وہ کسی چیز میں مجھ سے سبقت لئے ہوئے
نہیں ہے تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اس لئے کہ زیدؓ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عمرؓ سے اور اُسامہؓ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عبداللہؓ سے۔ اور اسی
میں ہے کہ مروی ہے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ جب عمرؓ کے زمانہ میں
اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ نے مدائن
کو فتح کردیا تو ان کو حکم دیا چرمی فرش بچھانے کا جو مسجد میں
بچھایا گیا اور اموالِ (غنیمت) کے بارے میں حکم دیا جو اُس پر
اُنڈیل دیئے گئے پھر اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمع
ہوئے تو سب سے پہلے جس نے آپ سے لینے کی ابتداء کی وہ حسن
ابنِ علیؓ تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اس مال میں
سے جو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو مرحمت فرمایا میرا حق عطا فرمائیے
تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور حکم دیا
ان کو ایک ہزار درہم دینے کا۔ پھر وہ ہٹ گئے تو آگے بڑھے
ان کی طرف حسین بن علیؓ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ
مسلمانوں کو اللہ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے میرا حق عنایت
فرمائیے تو آپ نے فرمایا بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور ان کو
ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ پھر ان کی طرف آگے بڑھے عبداللہ
ابن عمرؓ اور اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ میرا حق عطا
کیجئے اس مال میں سے جو اللہ نے مسلمانوں کو بخشش فرمایا ہے تو
اُن سے فرمایا بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور ان کے لئے حکم
دیا پانچسو درہم دینے کا۔ اس پر اُنھوں نے کہا اے امیر المومنین
میں ایک طاقتور مرد ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تلوار چلا رہا تھا اور حسنؓ اور حسینؓ لڑکے تھے مدینہ کی گلیوں
میں پھرا کرتے تھے ان دونوں کو آپ ایک ایک ہزار دے رہے ہیں

و تعطینی خمسمائۃ قال نعم اذہب فأتنی
بأب کأبیہما و أم کأمہما و جد کجدہما
و جدۃ کجدتہما و عم کعمہما و خال کخالہما
و خالۃ کخالتہما فانک لا تأتینی بہ
اما ابوہما فعلی المرتضیٰ و اما امہما ففاطمۃ
الزہراء و جدہما محمد المصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم و جدتہما خدیجۃ الکبریٰ
و عمہما جعفر بن ابی طالب و خالہما
ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
خالتہما رقیۃ و ام کلثوم ابنتا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و فی الاستیعاب
خرج عمر من المسجد معہ الجارود فاذا
بامرأۃ برزۃ علی الطریق فسلم علیہا عمر فردت
علیہ السلام فقالت ہیہا یا عمر عہدتک
و انت تسمی عمیراً فی سوق عکاظ فلم یذہب
الایام و اللیالی حتی سمیت عمر ثم لم
یذہب الایام حتی سمیت امیر المؤمنین
فاتق اللہ فی الرعیۃ و اعلم انہ
من خاف الوعید قرب علیہ البعید
و من خاف الموت خشی الفوت فقال
الجارود قد اکثرت ایتہا المرأۃ
علی امیر المؤمنین فقال
عمر دعہا اما تعرفہا ہذہ خولۃ
بنت حکیم التی سمع
اللہ قولہا

اور مجھے پانچسو۔ فرمایا کہ ہاں! جا میرے پاس ایسا باپ لے کر آجیسا ان دونوں کا باپ ہے اور ماں لے کر آجو اُن دونوں کی ماں کی مانند ہو اور نانا جو اُن دونوں کے نانے کی مانند ہو اور نانی جو اُن دونوں کی نانی جیسی ہو اور چچا جو اُن کے چچا جیسا ہو اور ماموں جو اُن کے ماموں جیسا ہو اور خالہ جو اُن کی خالہ جیسی ہو۔ تو یقیناً میرے پاس نہیں لا سکے گا۔ رہے ان دونوں کے باپ تو وہ علی مرتضیٰ تھے۔ اور اُن دونوں کی ماں تو وہ فاطمہ زہراء تھیں اور اُن کے نانا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی نانی خدیجۃ الکبریٰ تھیں اور اُن کے چچا جعفر بن ابی طالب تھے اور اُن کے ماموں ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی خالہ رقیہ اور اُم کلثوم تھیں دونوں بیٹیاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ اور استیعاب میں ہے کہ عمر رضہ مسجد سے نکلے اور ان کے ساتھ جارود تھے تو راستہ میں ایک پردہ نہ کرنے والی بڑی بی سامنے آگئی تو عمر رضہ نے اُس کو سلام کیا۔ اُس نے اُن کے سلام کا جواب دیا پھر بولی بات سن لے عمر رضہ! تیرا ایک زمانہ تھا جب کہ تجھے بازارِ عکاظ میں عُمیر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پھر کچھ زیادہ دن اور راتیں نہ گزریں کہ تیرا نام عمر رضہ لیا جانے لگا۔ پھر زیادہ دن نہ گزرے کہ اب تجھے امیر المؤمنین رضہ کے خطاب سے پکارا جاتا ہے تو تجھے رعیّت کے امور میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور جان لے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ڈراوے سے ڈرے گا اُس کو دور کی چیز (یعنی موت) نزدیک معلوم ہو گی اور جو مَوت سے خائف ہو گا (یعنی اس کو نہ بھولے گا) وہ (اعمالِ خیر کے) فوت ہونے سے ڈرے گا۔ تو جارود نے کہا کہ اے عورت! تو امیر المؤمنین رضہ سے بہت کچھ زبان درازی کر چکی۔ تو عمر رضہ نے (جارود سے) کہا کہ اس کو چھوڑ دو کیا تم اس کو پہچانتے نہیں ہو۔ یہ خولہ بنتِ حکیم ہے جس کی بات کو

من فوق سبع سمٰوات فعمر واللّٰه احق
ان يسمع لها و فيه روى ان جارية لصفية
بنت حيي اتت عمر فقالت ان صفية
تحب السبت و تصل اليهود فبعث اليها
عمر فسألها فقالت اما السبت فانى لم
احبه منذ ابدلنى اللّٰه به يوم الجمعة و
اما اليهود فان لى فيها رحماً فانا اصلها
ثم قالت للجارية ما حملك على ما صنعت قالت
الشيطان قالت اذهبي فانت حرة و
فيه ارسل عمر الى الشفا بنت عبد اللّٰه
العدوية ان اغدى على قالت
فغدوت عليه فوجدت عاتكة بنت اسيد
ابن ابى العيص ببابه فدخلنا فتحدثنا ساعة
فدعا بنمط فاعطاها اياه و دعا بنمط دونه
فاعطانيه فقلت تربت يداك يا
عمر انا قبلها اسلاما وانا بنت
عمك دونها و ارسلت الى
و جاءتك بنفسها قال ما
كنت رفعت ذلك الا لك
فلما اجتمعتما ذكرت انها اقرب
الى رسول اللّٰه صلى اللّٰه
عليه و سلم منك وازانجمله
آنست كه حفظ ملت از
مظان تحريف وتبديل

اللہ نے سُنا سات آسمانوں کے اُوپر سے تو واللہ عمرؓ کو زیادہ سزاوار
ہے کہ اس کی بات سُنے۔ اور اسی میں ہے کہ صفیہؓ بنتِ حُیَی
(اُمّ المؤمنین) کی ایک باندی عمرؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ
صفیہ یوم السبت (یعنی سنیچر کے دن) کو پسند کرتی ہے اور
یہودیوں کے ساتھ سلوک کرتی ہے۔ تو ان کو عمرؓ نے بلایا اور
ان امور کے بارے میں اُن سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ سبت
کے بارے میں یہ حقیقت ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتی جب سے
اللہ تعالیٰ نے اُس کو میرے لئے یوم جمعہ سے بدل دیا ہے۔ رہے
یہود تو میری اُن سے قرابت ہے تو میں اُن کے ساتھ نیک برتاؤ
کرتی ہوں۔ پھر اُنھوں نے اس لونڈی سے کہا کہ جو حرکت تو نے
کی اس پر تجھے کس نے اُبھارا؟ اُس نے کہا کہ شیطان نے۔ تو صفیہؓ
نے کہا کہ جا میں تجھے آزاد کرتی ہوں۔ اور اُسی میں ہے کہ عمرؓ نے
شفا بنتِ عبداللہ العدویہ کو بُلوایا کہ وہ صبح کے وقت میرے پاس
آئیں۔ شفا نے کہا کہ میں صبح کو اُن کے پاس پہنچی تو میں نے اُن کے
دروازے پر عاتکہ بنتِ اُسید بن ابی العیص کو پایا تو ہم دونوں اُن کے
پاس پہنچیں۔ تھوڑی دیر ہم نے باتیں کیں تو انھوں نے ایک
سوزنی منگائی وہ عاتکہ کو دی اور دوسری سوزنی منگائی جو
اُس سے چھوٹی تھی وہ مجھے دی تو میں نے کہا اے عمرؓ خاک پڑے
تیرے ہاتھوں پر میں اس سے پہلے اسلام لانے والی ہوں
اور میں تیرے چچا کی بیٹی بھی ہوں نہ کہ وہ پھر تو نے مجھے خود
بُلایا اور وہ تیرے پاس از خود آئی (لیکن ان سب کے باوجود
بڑی سوزنی اُس کو دی اور چھوٹی مجھے) تو کہا کہ میں نے وہ تو تیرے
ہی لئے اُٹھا کر رکھی تھی لیکن جب تم دونوں جمع ہو گئیں تو مجھے
یہ یاد آگیا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے
بہ نسبت تیرے۔ اور اُن میں سے یہ ہے کہ آپ تحریف وتبدیل

بالبلغ وجوہ سے نمود آخرج الدارمی عن
سليمان بن يسار ان رجلاً يقال
له صُبَيغ قدم المدينة فجعل يسأل
عن متشابه القرآن فارسل اليه عمر
وقد اعدّ له عراجين النخل فقال من
انت فقال انا عبد الله صُبَيغ فاخذ
عمر عرجوناً من تلك العراجين فضربه
وقال انا عبد الله عمر فجعل
له ضرباً حتى دمّى رأسه فقال
يا امير المؤمنين حسبك قد ذهب
الذي كنت اجد في رأسي وعن
نافع مولى عبد الله ان صَبيغ
العراقي جعل يسأل عن اشياء
من القرآن في اجناد المسلمين حتى قدم
مصر فبعث به عمرو بن العاص الى عمر
ابن الخطاب فلما اتاه الرسول بالكتاب
فقرأ فقال اين الرجل فقال
في الرحل فقال عمر ابصر ان
يكون ذهب فتصيبك مني به العقوبة الموجعة
فاتاه به فقال عمر تسأل محدثة فارسل
عمر الى رطائب من جريد فضربه
بها حتى ترك ظهره دبرة
ثم تركه حتى برئ ثم عاد له
ثم تركه حتى برئ فدعا به
ليعود له

کے محتمل مواقع سے ملت کا تحفظ دو درس طریقوں کے ساتھ کیا
کرتے تھے۔ دارمی نے روایت کیا سلیمان بن یسار سے کہ ایک شخص
مدینہ میں آیا جس کو صَبیغ کہا جاتا تھا اُس نے لوگوں سے قرآن
کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنے (یعنی اعتراضات کرنے)
شروع کئے تو اس کو عمر رضؓ نے بلا بھیجا اور پہلے سے اُس کے لئے
کھجور کی چھپٹیاں تیار کر کے رکھ چھوڑی تھیں (جب وہ آیا) تو کہا
کہ تو کون ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ صُبَیغ ہوں۔ تو
عمر رضؓ نے اُن چھپٹیوں میں سے ایک چھپٹی لے کر اُس کو مارا اور کہا کہ
میں اللہ کا بندہ عمرؓ ہوں تو اُس کو مارتے رہے یہاں تک کہ اُس
کے سر کو خون آلود کر دیا۔ تو کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ بس کافی
ہو گیا جو کچھ میں اپنے سر میں پاتا تھا وہ سب نکل گیا۔ اور نافع مولے
عبد اللہ بن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ صُبَیغ عراقی نے قرآن مجید کی
کچھ چیزوں کے بارے میں مسلمانوں کی جماعتوں سے سوالات (یعنی
اعتراضات) کرنا شروع کر دیئے حتے کہ یہ مصر پہنچا تو عمرو رضؓ بن
العاص نے اس کو (پکڑ کر) عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس بھیجا۔ جب
اُن کے پاس ایلچی خط لے کر آیا تو اُنھوں نے اُس کو پڑھ کر کہا کہ وہ
شخص کہاں ہے؟ تو اُس نے کہا کہ کجاوے میں۔ تو عمر رضؓ نے اُس سے
کہا کہ دیکھ اگر وہ بھاگ گیا ہوگا تو میری طرف سے تجھے سخت سزا
ملے گی (تو اُسے تنہا چھوڑ کر یہاں آگیا) پھر وہ اُس کو آپ کے
پاس لایا تو عمر رضؓ نے اُس سے کہا کہ تو لوگوں سے (قرآن پر) سوالات
(اعتراضات) کیا کرتا ہے تو اس نے آپ سے ان کا ذکر کیا۔ تو عمر رضؓ نے
ایک گڈی منگائی کھجور کی چھپٹیوں کی تو اس کو اُن سے اتنا مارا کہ
اس کی کمر کو زخمی کر دیا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا
پھر اس کو واپس بلایا (اور اسی طرح مارا پیٹا) اور چھوڑ دیا یہاں
تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اُس کو بلایا تاکہ اسی کام کا اعادہ کریں۔

قال فقال صُبَیغ اِن کنتَ تُرید قتلی فاقتُلنی قتلاً جمیلاً واِنْ کنت تُرید اَن تُدَاوِیَنِی فقد واللہ بَرِیتُ فاَذِنَ لہ الٰی ارضہ وکتَبَ الیٰ اَبی موسے الاشعری اَن لایُجالِسَہ احدٌ من المسلمین فاشتدَّ ذٰلک علی الرّجل فکتبَ ابوموسیٰ الیٰ عمر ان قد حسُنَتْ ہیئتُہ فکتبَ عُمرُ ان یأذنَ للناس بمجالستہٖ این است نمودِجے از سیاستِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ و القلیل نموذج الکثیر والغُرفۃ تُنْبِیُٔ عن البحرِ الکبیر اگر منصفے در ہر کلمہ ازین کلمات و اشباہِ آن نظر کند دریابد کہ حلاوتِ ایمان و صدق نیّت و اِحسان بر خلق اللہ وخشیت از مُدبِّر السمٰوات و الارض وعقلِ وافر و کفایتِ کامل از ہر کلمہ چنان مے چکد کہ از پنبۂ مبلُول قطراتِ آب می چکد۔ شعر وعلیٰ تفنُّنِ وَاصِفِیہ بوصفِہٖ ؎ یَفْنی الزمانُ وفیہ مالَم یُوصَفِ ؎ اما توسُّع فاروقِ اعظم رضؓ در علم احکام کہ مُسَمّٰے بفقہ مے شود پس اکثر ازانست کہ بضبطِ تقریر در آید اَفْقَہِ اُمت علی الاطلاق اوست و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مسائلِ فقہیّہ باو اشارت فرمود تا ازوے اخذ کنند و صحابہ رضؓ و تابعین رحؒ بآن

(نافع رضؓ نے) کہا کہ صُبَیغ نے کہا کہ اگر آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو مجھے خوبی کے ساتھ قتل کر دیجئے اور اگر آپ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میرا علاج کریں (یعنی اصلاح) تو خدا کی قسم میں ٹھیک ہو چکا ہوں۔ تو آپ نے اس کو اپنی سرزمین پر جانے کی اجازت دیدی اور ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی اس کے ساتھ مجالست نہ کرے یہ بات اُس شخص کے لئے بہت گراں ہوئی۔ پھر ابو موسے رضؓ نے عمر رضؓ کو لکھا کہ اُس کا حال بہتر ہو چکا ہے۔ تو عمر رضؓ نے لکھا کہ اُس کے ساتھ مجالست کی لوگوں کو اجازت دیدیں۔ یہ نمونہ ہے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سیاست کا اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو بھر پانی حال بتا دیتا ہے بحرِ کبیر کا۔ اگر کوئی صاحبِ انصاف ان کلمات میں سے کسی کلمہ پر یا ان کے اشارات پر نظر کرے تو وہ محسوس کرے گا کہ حلاوتِ ایمان اور صدقِ نیّت اور خلقِ خدا کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اور مدبّر السمٰوات والارض کا خوف اور عقلِ وافر اور کفایتِ کامل (یعنی اس ذاتِ جامع الصّفات کا امورِ مہمہ کے لئے خود کافی ہو جانا) ہر کلمہ سے اس طرح ٹپک رہی ہے جیسے کہ بھیگی ہوئی روئی سے پانی کے قطرات ٹپکتے ہیں۔ شعر وعلیٰ تفنّن واصفیہ الخ (ترجمہ) اور اس کے وصف کی شرح کرنے والے واصفین کی عمریں ختم ہو جائیں گی پھر بھی ایسے اوصاف باقی رہ جائیں گے جو بیان نہ ہوتے ہوں گے۔

رہا فاروقِ اعظم رضؓ کا وسیع النظر ہونا علمِ احکام میں جس کو فقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو اس کا ضبط کرنا احاطۂ تقریر سے باہر ہے۔ علی الاطلاق اُمت کے سب سے بڑے فقیہ وہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائلِ فقہیہ میں اُن کی طرف اشارہ فرمایا کہ اُن سے اخذ کریں اور صحابہ رضؓ و تابعین رحؒ نے اس کی

تصریح نمودند و در خارج ہمچنان واقع شد
نسبتِ فقہِ او بافقہِ سائر فقہاء صحابہؓ مانند
نسبتِ مصحفِ اوست بامصحفِ سائر صحابہؓ
ہرچہ در مصحفِ او یافتہ شود قراءۃِ متواترہ است
و آنچہ مخالفِ مصحف او باشد قراءۃ شاذہ و
ہرچہ در فقہِ او یافتہ شود جادہ قویہ از دینِ
محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات و
ظاہرِ دین و سوادِ اعظم اوست و ہرچہ مخالف
او باشد شاذ است اگر حدیثے قوی یاقیاس
جلی شاہد او باشد میتوان اخذ کرد و الا نہ و
نسبتِ فقہِ او بافقہ سائر مجتہدین اہلِ سنت
مانند نسبتِ متن است باشروح و این سخنے
است مجمل تاشرح آن بگوشِ اہلِ عصر نہ
رسد یحتمل کہ بگزاف نسبت کنند اما شہادتِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعلمیتِ او و
تفویض نواصی اُمت باو پس متواتر بالمعنے است
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
تعالیٰ جعل الحق علیٰ لسان عمر و قلبہ
اخرجہ الترمذی بروایت ابن عمر و ابوداؤد
بروایتِ ابی ذر و قال لقد کان فیما کان قبلکم
من الامم ناسٌ محدَّثون من غیر ان یکونوا
انبیاء فان یکن فی امتی احدٌ فانہ عمر
اخرجہ الشیخان من حدیث ابی ہریرۃ و
و مسلم و الترمذی من حدیث
عائشۃ و قال

تصریح کی ہے اور خارج میں واقع بھی اسی طرح ہوا کہ اُن کے فقہ کی نسبت تمام فقہاء صحابہؓ کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے جیسی نسبت آپ کے مُصحف (یعنی قرآن) کو تمام دوسرے اصحاب کے مصحف سے ہے کہ جو کچھ آپ کے مصحف میں پایا جاتا ہے وہ قراءۃِ متواترہ ہے اور جو کچھ آپ کے مصحف کے مخالف ہوگا وہ قراءتِ شاذہ ہے۔ اور جو کچھ اُن کے فقہ میں پایا جاتا ہے دینِ اسلام علیٰ صاحبہ الصلوات والتسلیمات کی ایک مضبوط پگڈنڈی اور ظاہر دین ہے اور سوادِ اعظم وہی ہے (کہ اسی راہ پر سب اہلِ حق گامزن ہوتے رہے ہیں) اور جو کچھ اس کے مخالف ہے وہ بحکم شاذ ہے کہ اگر کوئی حدیث قوی یا قیاس جلی اس کی شاہد ہوگی تو اس کو اخذ کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور اُن کے فقہ کی نسبت تمام مجتہدینِ اہلِ سنت کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے جیسی متن کو نسبت ہوتی ہے شروح کے ساتھ اور یہ ایک مجمل کلام ہے جب تک اس کی شرح اہلِ عصر کے کان تک نہ پہنچے گی یہ احتمال ہوگا کہ اس کو مبالغہ آرائی کی طرف نسبت کریں۔ آپ لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اُن کے بڑے عالم ہونے اور اُمت کی پیشانیاں اُن کے سپرد کرنے پر۔ تو یہ متواتر بالمعنے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور اس کے قلب پر پیدا کر دیا ہے۔ اس کو ترمذی نے اخذ کیا بروایت ابن عمرؓ اور ابوداؤد نے بروایت ابوذرؓ۔ اور فرمایا تم سے پہلے جو اُمتیں گزریں اُن میں محدَّث لوگ ہوا کرتے تھے (یعنی جن کے قلوب پر منجانب اللہ القاء ہوتا تھا) بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں تو میری اُمت میں اگر کوئی ایسا ہے تو عمرؓ ہے۔ اس کو شیخین نے ابوہریرۃؓ سے اور مسلم اور ترمذی نے حدیث عائشہؓ سے روایت کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ

بینا انا نائم رأیتُ الناس یُعرضون علیّ
و علیهم قُمُصٌ فمنها ما یبلغ الثُّدیّ و منها
ما یبلغ دون ذلک و عُرِضَ علیّ عمر بن
الخطاب و علیه قمیص یجرّہ قالوا فما أوّلته
یا رسول اللہ قال الدّین اخرجه البخاری و مسلم
و الترمذی و النسائی بروایة ابی سعید و قال
بینا انا نائم أُتیتُ بقدحٍ من لبنٍ فشربتُ
منه حتی انّی لأری الریّ یخرج من
أظفاری ثم أعطیتُ فضلی عمر
ابن الخطاب قالوا فما أوّلته قال
العلم اخرجه الشیخان و الترمذی من حدیث
ابن عمر و قال اقتدوا بالذین من بعدی
ابی بکر و عمرؓ اخرجه الترمذی و جماعةٌ من
حدیث ابن مسعود و حذیفة و اما شهادت
صحابہؓ و تابعین اخرج الدارمی عن
حذیفة قال انما یفتی الناس ثلثةٌ رجل
امام و رجل یعلم ناسخ القرآن من المنسوخ
قالوا یا حذیفة و من ذلک قال عمر
ابن الخطاب او احمق متکلّف و اخرج
الدارمی عن عمرو بن میمون انه قال
ذهب عمر بثلثی العلم فذکر لابراہیم
فقال ذهب عمر بتسعة
اعشار العلم اما آنکہ نسبت
فقہ او بافقہ سائر
صحابہؓ

ایسے وقت کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور اُن کے اوپر قمیصیں ہیں تو اُن میں سے بعض کی صرف چھاتی تک ہی پہنچتی ہے اور بعض کی اس سے آگے تک پہنچتی ہے اور میرے سامنے عمرؓ بن الخطاب کو پیش کیا گیا اس حال میں کہ اُس کے بدن پر ایسی (لمبی) قمیص تھی جس کو وہ کھینچ رہا تھا۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا تاویل کی یا رسول اللہؐ۔ فرمایا کہ دین، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے ابو سعید کی روایت سے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ جب میں سو رہا تھا تو میرے سامنے ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ تو میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ میں سیرابی کا اثر دیکھ رہا ہوں کہ میرے ناخنوں میں سے نکل رہا ہے۔ پھر میں نے اپنا پس خوردہ عمرؓ بن الخطاب کو دیدیا۔ اصحابؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا کہ علم، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے اور ترمذی نے حدیث ابن عمرؓ سے۔ اور فرمایا کہ اقتداء کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ کی، اس کو ترمذی نے روایت کیا اور ایک جماعت نے حدیث ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ سے۔ اب لیجئے شہادت صحابہؓ اور تابعین کی۔ دارمی نے روایت کیا حذیفہؓ سے انہوں نے کہا کہ فتوے تین قسم کے آدمی دیتے ہیں (پہلا) وہ آدمی جو امام ہو اور (دوسرا) وہ جو قرآن کے ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کر لے۔ لوگوں نے کہا کہ اے حذیفہ اور وہ کون ہے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب اور (تیسرا) احمق تکلف کرنے والا۔ اور روایت کیا دارمی نے عمرو بن میمون سے کہ انہوں نے کہا کہ عمرؓ دو تہائی علم لے گئے۔ اس کا ذکر ابراہیمؒ کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ عمرؓ دس میں سے نو حصہ علم لے گئے۔ رہی یہ بات کہ ان کے فقہ کی نسبت تمام صحابہؓ

بمنزلۂ مصحفِ اوست با مصحفِ سائر
صحابہؓ اخرج الحاکم عن الشعبی انہ قال القضاۃ
فی ستۃ نفرٍ من اصحابِ رسولِ اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ثلثۃ بالمدینۃ و ثلثۃ بالکوفۃ
فبالمدینۃ عمر و ابیّ و زید بن ثابت و بالکوفۃ
علیؓ و عبداللہ بن مسعود و ابو موسیٰ
و اخرج الحاکم عن الشعبی عن مسروق
قال انتہی علم اصحاب النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الی ہٰؤلاء النفر عمر بن الخطاب
و علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود
و ابیّ بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت
و ابی موسی الاشعریؓ و اخرج الحاکم عن الشعبی
قال یؤخذ العلم عن ستۃ من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فکان عمر و عبداللہ و زید یشبہ
علم بعضہم بعضا فکان یقتبس بعضہم من بعض
و اخرج محمد بن الحسن فی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ
عن الہیثم عن الشعبی قال کان ستۃ من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتذاکرون الفقہ بینہم علی
ابن ابی طالب و ابیّ و ابو موسیٰ علیحدۃ و عمر و زید و
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شرح این
اجمال آنکہ علمِ فاروقِ اعظمؓ در بلادِ اسلام
منتشر شد و جمیع مسلمین بوے اخذ کردند و علم علی
مرتضیٰؓ جز در کوفہ مشہور نشد و چون حاضرانِ
مجلسِ او رضی اللہ عنہ غالباً لشکریان
بودند علمِ او منقح نہ گشت

کے فقہ کے مقابلہ پر بمنزلہ اُن کے مصحف کے ہے بمقابلہ تمام
صحابہؓ کے مصحف کے۔ روایت کیا حاکم نے شعبی سے کہ اُنھوں نے
کہا کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے قضاء چھ
آدمیوں میں ہے (یعنی ان کا حصہ ہے) تین تو مدینہ میں ہیں
اور تین کوفہ میں۔ مدینہ میں تو عمرؓ اور اُبیؓ اور زید بن ثابتؓ
ہیں اور کوفہ میں علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ
ہیں۔ اور روایت کیا حاکم نے شعبی سے اُنھوں نے مسروقؒ سے
اُنھوں نے کہا کہ منتہی ہوتا ہے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا علم اِن حضرات پر عمرؓ بن الخطاب اور علی بن ابی طالبؓ
اور عبداللہ بن مسعودؓ اور اُبیؓ بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ
اور زید بن ثابتؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ۔ اور حاکم نے روایت
کیا شعبیؒ سے اُنھوں نے کہا کہ اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
میں سے چھ سے علم اخذ کیا جاتا ہے۔ تو (اُن میں سے) عمرؓ
اور عبداللہؓ اور زیدؓ ایسے ہیں کہ ان میں سے بعض کا علم دوسرے
کے علم سے مشابہ ہے ان میں سے ایک دوسرے سے علم اخذ کرتا
تھا۔ اور محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں ابو حنیفہؒ سے
روایت کیا ہے اُنھوں نے ہیثم سے اُنھوں نے شعبیؒ سے اُنھوں
نے کہا کہ اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چھ اصحاب تھے
جو آپس میں فقہ کے مذاکرات کرتے رہتے تھے، علیؓ بن ابی طالب
اور اُبیؓ اور ابو موسیٰؓ علیحدہ اور عمرؓ اور زیدؓ بن ثابت اور
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ
فاروقِ اعظم کا علم اسلامی شہروں میں منتشر ہو گیا اور تمام
مسلمانوں نے آپ سے حاصل کیا اور علی مرتضیٰؓ کا علم بجز کوفہ
کے کہیں مشہور نہ ہوا۔ چونکہ آپؓ کی مجلس کے حاضرین زیادہ تر
لشکری لوگ ہوتے تھے اس لئے ان کا علم منقح نہ ہوا یعنی

اخرج مسلم عن طاؤس اُتی ابن عباس
بکتاب فیہ قضاء علیؓ فمحاہ الا قدر و
اشار سفیان بن عیینۃ بذراعہ و اخرج
عن ابن ابی ملیکۃ کتبت الی ابن عباس
اسألہ ان یکتب لی کتابا و یخفی عنی
فقال ولد ناصح انا اختار لہ الامور اختیارا
و اخفی عنہ قال فدعا بقضاء علیؓ فجعل
یکتب منہ اشیاء ویمر بہ الشیئ فیقول
واللہ ما قضی بہذا علیؓ الا ان
یکون ضل و اخرج مسلم عن ابی
اسحاق قال لما احدثوا تلک الاشیاء
بعد علیؓ قال رجل من اصحاب علیؓ
قاتلہم اللہ ای علم افسدوا و اخرج
مسلم عن المغیرۃ قال لم یکن یصدق علی
علیؓ فی الحدیث عنہ الا من اصحاب
عبد اللہ بن مسعود و معاذ بن جبلؓ
در آخر زمان فاروقؓ از عالم رفت و حدیث
او چندان باقی نماند و از ابیؓ بن
کعب در غیر قراءۃ و تفسیر روایت در
دست مردمان نیست و ابو موسی اشعریؓ
با کمالے کہ داشت در بسیارے
از مسائل عاجز شد و در حق عبد اللہ
ابن مسعودؓ لا تسألونی مادام
ہذا الحبر فیکم و ابن عباسؓ
با کمال علم خود

(نکھر کر لوگوں تک نہ پہنچا) مسلم نے روایت کیا طاؤس سے کہ ابنِ عباسؓ کو ایک مکتوب دیا گیا جس میں علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے لکھے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کو مٹا دیا بجز اتنے کے اور اشارہ کیا سفیان بن عیینہ نے اپنے ہاتھ سے۔ اور روایت کیا مسلم نے ابن ابی ملیکہ سے کہ میں نے ابنِ عباسؓ کو لکھا ان سے یہ درخواست کر رہا تھا کہ وہ میرے لئے ایک مکتوب لکھ دیں اور مجھے خفیہ طور پر دیدیں تو فرمایا کہ (دین کا) خیر خواہ بیٹا ہے میں اس کے لئے ایک انتخاب کر لوں گا اور خفیہ طور پر اس کو دیدوں گا۔ کہا کہ پھر انھوں نے منگائے علیؓ کے فیصلے۔ تو ان سے کچھ چیزیں لکھتے جاتے تھے اور بعض چیزیں جب آپ کی نظر سے گزرتیں تو کہتے کہ واللہ علیؓ ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ گمراہ ہو گئے ہوں۔ اور روایت کیا مسلمؒ نے ابو اسحٰقؒ سے کہا کہ جب لوگوں نے بعد علیؓ کے نئی باتیں نکالیں تو اصحاب علیؓ میں سے ایک شخص نے کہا کہ اللہ ان کو قتل کرے کیسے علم کو انھوں نے فاسد کیا۔ اور مسلم نے روایت کیا مغیرہؓ سے کہ ایسی حدیث کی جو علیؓ سے روایت کی جاتی تھی تصدیق نہیں کی جاتی تھی مگر عبد اللہ بن مسعودؓ کے اصحاب کی طرف سے۔ اور معاذ بن جبلؓ حضرت فاروقؓ کے آخر زمانہ میں دنیا سے گئے اور ان کی حدیثیں (اتنی مدت حیات کے باوجود) اتنی باقی نہیں رہیں (کہ ان کو معتد بہ شمار کہہ سکیں) اور ابیؓ کی کوئی روایت قرات و تفسیر کے علاوہ لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس کمال کے باوجود جو ان کو حاصل تھا بہت سے مسائل میں عاجز ہو کر عبد اللہ بن مسعودؓ کے حق میں فرمایا کہ مجھ سے مت پوچھو جب تک تم میں یہ حبر (یعنی جید عالم) موجود ہے۔ اور ابن عباسؓ اپنے کمال علم کے باوجود

نزدیک به پنجاه مسئله مخالف جمیع مجتهدین
شد آخرج الدارمی عن ابراهیم قال خالف
ابن عباس اهل القبلة فی امرأة و
ابوین قال للأم الثلث من جمیع المال
و همچنین در مسئله عول و مسئله متعة
الحج و متعة النساء و بیع صرف و غیرها
چنانکه بر متتبعین فن حدیث مخفی نیست
و در بسیارے از مسائل شک پیدا کرد مانند
غسل قدمین و طلاق ثلث دفعةً واحدةً
باز اقوال او مشتبه شد و رجوع از اکثر روایات
کرده اند و عبد الله بن مسعود رض اکثر موافقت
داشت با فاروق اعظم رض وے خود باین تصریح کرده
است کان عمر اذا سلک طریقًا وجدناه
سهلًا و نیز گفته لو ان الناس سلکوا
وادیًا او شعبًا و سلک عمر وادیًا او شعبًا سلکت وادی عمر و شعبه
و زید بن ثابت رض نیز در اکثر متتبع او است
و عبد الله بن عمر رض از خوض در اجتهاد در
محل اشتباه تقاعد می نمود و عائشه صدیقه رض مسائل
او در جمیع ابواب فقه نیست اما آنکه نسبت
او با مجتهدان امت مانند نسبت مجتهد مستقل
است با مجتهدان منتسب پس نزدیک توسع
در تتبع آثار صحابه رض ظاهر می شود چنانکه
مجتهد مستقل ترتیب ادله و

تقریباً پچاس مسئلوں میں تمام مجتہدین کے خلاف تھے۔ روایت
کیا دارمی نے ابراہیم سے کہا کہ مخالفت کی ابن عباس رض نے اہلِ قبلہ کی
(متوفی کے) بیوی اور ماں باپ (کی میراث کے حصص) کے
بارے میں کہ کہا کہ ماں کے لئے تمام مال کا ایک تہائی حصہ ہے
اور اسی طرح عول کے مسئلہ میں اور مسئلہ متعۃ الحج اور متعۃ
النساء اور بیع صرف وغیرہ میں جیسا کہ فنِ حدیث کا تتبع کرنے
والوں سے مخفی نہیں ہے اور بہت سے مسائل میں انھوں نے
شک کا اظہار کیا جیسے دونوں پاؤں کا دھونا اور ایک ہی دفعہ
تین طلاقوں کے بارے میں۔ پھر ان کے اقوال مشتبہ ہو گئے
اور اکثر روایات سے انھوں نے رجوع کر لیا۔ اور عبد اللہ بن مسعود رض
نے اکثر موافقت کی ہے فاروقِ اعظم رض کے ساتھ اور انھوں
نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ عمر رض جب کسی طریق پر چلتے
ہیں تو ہم نے اس کو سہل پایا۔ اور نیز فرمایا کہ اگر سب لوگ
راہ چلیں کسی وادی یا گھاٹی میں اور عمر رض راستہ چلیں دوسری
وادی یا گھاٹی میں تو میں عمر رض کی وادی اور ان ہی کی گھاٹی
میں چلوں گا۔ اور زید بن ثابت رض بھی اکثر مسائل میں ان ہی
کی پیروی کرتے ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمر رض اشتباہ کے موقع
پر اجتہاد میں غور و خوض سے پہلو بچایا کرتے تھے۔ اور عائشہ
صدیقہ رض سے تمام ابوابِ فقہ میں ان کے مسائل مروی نہیں ہیں
رہی یہ بات کہ ان کی نسبت مجتہدینِ امت کے ساتھ ایسی ہے
جیسی مجتہد مستقل کی نسبت ہوتی ہے مجتہدینِ منتسب کے ساتھ۔
تو یہ بات اگر آثارِ صحابہ رض کے تتبع میں توسع سے کام لیا جائے
تو عیاں ہو جاتے گی۔ جیسا کہ مجتہدِ مستقل دلائل کی ترتیب اور

ع۵ جلد ثانی میں اس کا مفصل بیان تحریر کیا جا چکا ہے ۱۲ مترجم ع۵ بیع صرف اس کو کہتے ہیں جس میں دونوں طرف نقد ہوں جیسے روپیوں کے بدلے میں اشرفیاں لیجائیں ۱۲ مترجم

قواعدِ استنباط و جمع بین الدلیلین المتعارضین مقرر مے فرماید و مجتہدِ منتسِب از وے این ہمہ مسائل را فرا میگیرد ہمچنان فاروقِ اعظم رضؓ قاعدۂ چندین درین امور مقرر فرمودہ مجتہدانِ مذاہب آن ہمہ قواعد را از وے اخذ نمودہ اند و بر منوالِ آن قواعد نسج کردہ و چنانکہ مجتہد مستقل مسائل را در ہر باب بسوط میسازد و جملہ صالحہ از مسائلِ مہمہ محرر می نماید بعد ازان مجتہدانِ منتسِب حصہ از تفسیر قرآنِ عظیم و حصہ از سُنّتِ سنیہ و آثارِ سلف و لغتِ عرب و قواعدِ استنباط یاد گرفتہ در مسائلِ مفروشہ مجتہدِ مستقل غوص می نمایند اگر در مسئلہ از مسائل نص کتاب و سنّت یا مفہوم موافق یا مخالف آیتے یا حدیثے موافقِ آن یافتند فہو المراد و اگر نیافتند و وجہ مسئلہ ظاہر یافتند بآن اخذ نمودند و اگر مخالفِ آن دلیلے قوی بہم رسید از کتاب و سُنّت و قیاسِ جلی و اجماعِ اُمّت ترک اتباع می کنند زیرا کہ حالتئذٍ لازم شد اخذ بدلیلِ قوی و اگر مخالفے موجود نشد و وجہ مسئلہ نیز ظاہر نیست توقف می نمایند یا اعتماد بر قول مجتہدِ مستقل مے کنند علے اختلافٍ فی ذلک بناءً علے اختلافہم فے مسئلۃٍ اُخرٰے

استنباطِ احکام کے قواعد اور دو متعارض دلیلوں کے جمع کی صورتیں مقرر کرتا ہے اور مجتہد منتسِب اُس سے ان تمام مسائل کو اچھی طرح حاصل کرتا ہے، اسی طرح فاروقِ اعظم رضؓ نے چند قاعدے ان امور میں مقرر فرمائے اور مجتہدینِ مذاہب نے اُن سب قواعد کو اُن سے اخذ کیا ہے اور اُسی نہج پر اُنھوں نے (دوسرے) قواعد کی تدوین کی اور جس طرح مجتہدِ مستقل مسائل کو ہر باب میں مفصل کر دیتا ہے اور مسائلِ مُہِمّہ کے متعلق ایک جملہ صالحہ تحریر کر دیتا ہے (جس سے اُن مبسوط مسائل کی علّتِ حکم پر روشنی ڈال دیتا ہے) اس کے بعد مجتہدینِ منتسِب قرآنِ عظیم کی تفسیر کے ایک حصّہ کو اور سنّتِ سنیہ کے ایک حصّہ کو اور آثارِ سلف اور لغتِ عرب اور قواعدِ استنباط کو سامنے رکھتے ہوتے اُن مسائل میں غور و فکر کرتے ہیں جن کو مجتہدِ مستقل نے مفصّل کر دیا تھا، تو اگر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں کتاب وسنّت میں سے کوئی نص مفہوم موافق یا مخالف کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث اُس مسئلہ کے موافق پائیں گے تو فہو المراد اور اگر نہ پائیں گے اور وجہ مسئلہ کی (جو مجتہد نے جملہ صالحہ میں ذکر کر دی تھی) ظاہر پائیں گے تو اسی کو اخذ و قبول کر لیں گے اور اگر کوئی (نص) نہ پائیں گے اور مسئلہ کی وجہ (مذکورہ) ظاہر دیکھیں گے تو اس سے ہی اخذ کر لیں گے۔ اور اگر کوئی دلیل قوی کتاب وسنّت اور قیاس جلی اور اجماعِ اُمت میں سے اس کے خلاف ملے گی تو اتباع ترک کر دیں گے کیونکہ اس حالت میں دلیل قوی کے ساتھ اخذ کرنا لازم ہو جاتے گا۔ اور اگر کوئی مخالف موجود نہیں مگر وجہ مسئلہ بھی ظاہر نہیں ہے تو توقف کرتے ہیں یا مجتہدِ مستقل کے قول پر اعتماد کر لیتے ہیں، اس میں کچھ اختلاف بھی ہے جس کی بنیاد اُن کے دوسرے مسئلہ میں اختلاف پر ہے

وہی ان المجتہدَ ہل یجوزُ لہٗ تقلیدُ المجتہدِ الآخر اذا کان افضلَ منہ و اَعلم قولانِ المشہور لا یجوزُ والصوابُ الذی لا یجوزُ غیرُہ عند استقراءِ صنیعِ الائمۃ انہ یجوزُ قال الشافعی قول الائمۃ ابی بکر و عمر و عثمانَ و قال فی القدیم و علیٍّ اذا صرنا الی التقلید احبُّ الینا و ہر کہ صنیعِ امام مالکؒ در مجتہدات خود و صنیعِ امام ابی حنیفہؒ در مجتہدات خود تتبع کند درین امر توقف نخواہد کرد باز چون مسائل دیگر وارد شود کہ در کلام مجتہدِ مستقل منصوص نیست جمعے استنباط کنند از ادلۂ شرع بر منہاج استدلال مجتہدِ مستقل و نام این جمع مجتہد منتسب مطلق است و طائفۂ تخریج کنند بر قول مجتہدِ مستقل از فحوائے خطاب یا طردِ علت وغیر آن و نام این طائفہ مجتہد منتسب مقید است ہمچنان مجتہدانِ مذاہب بعد احکام ما یتعلق بالفقہ من الکتاب والسنۃ و اتقانِ علم عربیہ و قواعد جمع بین المختلفین در مسائلِ مفروشۂ فاروقِ اعظمؓ خوض نمودہ اند اکثرے را قبول کردہ و پارۂ را منکر شدہ و در پارۂ دیگر مختلف گشتہ باز در مسائل دیگر کہ بر ایشان وارد شدہ در بعض مواضع استنباط را کار فرما شدہ اند

اور وہ یہ ہے کہ کیا کسی مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز ہے جب کہ وہ اُس سے افضل اور اَعلم ہو۔ اس میں دو قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ جائز نہیں۔ اور قول صواب ایسا کہ جس کے خلاف جائز نہیں ابتدائی دَور کے مجتہدین کے طریق کار پر تفصیلی نظر کے بعد یہ ہے کہ جائز ہے۔ شافعیؒ نے فرمایا ہے ائمہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور اُن کے قدیم قول میں" اور علیؓ" بھی مذکور ہے" کے مِل جانے کے بعد ہم کو پسند ہے کہ ہم تقلید اختیار کرلیں۔ جو شخص امام مالکؒ کے طرزِ عمل کا ان کے اپنے اجتہادی مسائل میں اور امام ابو حنیفہؒ کے طریقِ کار کا ان کے اپنے اجتہادی مسائل میں تتبع کرے گا وہ اس امر میں توقف نہ کرے گا پھر جب دوسرے ایسے مسائل وارد ہو جائیں جو مجتہد مستقل کے کلام میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتے تو کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو اثباتِ حکم ادلۂ شرع سے کرتے ہیں مجتہد مستقل کے طریق استدلال کے مطابق ایسے لوگوں کا نام ہے "مجتہد منتسب مطلق" اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو استنباط حکم کرتے ہیں مجتہدِ مستقل کے کسی قول سے (کسی مسئلہ میں) اُس کی تفریع کے انداز سے یا (کسی مسئلہ کے حکم کی) علت کا استخراج کرکے وغیر ذٰلک اور ایسے لوگوں کا نام ہے "مجتہد منتسب مُقید" اسی طرح مجتہدینِ مذاہب نے اُن فقہی اصولوں کو محکم کرنے کے بعد جو کتاب و سنت سے متعلق ہیں اور علم عربیت اور دو مختلف چیزوں کے جمع کرنے کے قواعد میں پختگی حاصل کرنے کے بعد اُن مسائل میں غور و فکر کیا جو فاروقِ اعظمؓ مفصل ذکر کرچکے ہیں تو ان میں کے اکثر مسائل کو قبول کیا اور بعض کا انکار کیا اور بعض سے اختلاف کیا۔ پھر دوسرے مسائل میں جو اُن پر وارد ہوتے بعض مواقع میں تو (کتاب و سنت سے) استنباط کا طریق اختیار کیا

ودر طائفہ عمل بتخریج نمودہ اند لیکن فہم این
معنے بغایت دقیق است جمعی کہ سرمایۂ علم ایشان
شرح وقایہ وہدایہ باشد کجا ادراک این سرِّ دقیق
توانند کرد عہ کسی در صحن کاچی قلیہ جوید: اَضَاعَ
العُمرَ فی طَلَبِ المُحَالِ : این نیست کہ فاروقِ اعظمؓ
را در شرع واسطہ نگرفتہ باشند وبغیر توسطِ او
در ادلّۂ شرعیہ خوض کنند لیکن توسطے کہ مجتہدِ
منتسِب رامی باشد با مجتہدِ مستقِل نہ توسطے کہ
مقلدِ صِرف را باشد با مجتہدِ متبوعِ خویش این
را قرائن بسیار ست کہ منصف نزدیک ملاحظۂ
آن بتصدیقِ این معنے مضطر شود یکی ازان
قرائن آنکہ چنانکہ مجتہدانِ شافعیہ مثلاً با یک
دیگر اختلافہا دارند الاّ در حلِّ مسائل تابع شیخ
خود ند وبہمین اعتبار ہمہ ایشانان را اصحاب
شافعی گفتہ میشود ہمچنین مجتہدین در رؤسِ مسائلِ
فقہ تابع مذہبِ فاروقِ اعظمؓ اند واین قریب ہزار
مسئلہ باشد تخمیناً وبہمین سبب نام ایشان مجتہدِ اصحاب
حدیث مقرر شد نہ ظاہریہ ونہ باطنیہ ونہ اصحاب
رائے باز سبب اختلافِ ایشان در مسائلِ جزئیہ
یا آنست کہ آنحضرتِ فاروقؓ خبر واحد باشد کہ
بہ یکے رسید وبہ دیگرے نہ رسید یا آنکہ رُوات
فاروقِ اعظمؓ مختلف شدند یکی تصحیح روایتے
کرد و دیگرے تصحیح روایتے

اور بہت سے مسائل میں (مجتہدِ مستقل کے قول سے) تخریج پر عمل
کیا۔ لیکن اس حقیقت کو سمجھنا بہت دقیق ہے۔ وہ جماعت جن
کا سرمایۂ علم شرح وقایہ اور ہدایہ ہوگا اس سرِّ دقیق کا ادراک
کہاں کر سکے گی عہ کسے در صحنِ کاچی الخ (ترجمہ) اگر کوئی کاچھی
کے پیالے میں قلیہ تلاش کرے گا۔ تو اپنی عمر محال چیز کی طلب
میں ضائع کرے گا" یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ فاروقِ اعظمؓ کو
شرع میں واسطہ نہ بنائیں اور بغیر اُن کے توسّط کے ادلّۂ شرعیہ
میں غور وخوض کریں لیکن وہ توسط ایسا ہوگا جیسا کہ مجتہدِ منتسب
کو مجتہدِ مستقل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ وہ توسّط جو کہ مقلدِ محض کو
ہوتا ہے اس مجتہد کے ساتھ جس کا وہ اتباع کرتا ہے۔ اس کے
لئے بہت سے قرائن ہیں کہ ایک منصف مزاج ان کے ملاحظہ کے
بعد اس حقیقت کی تصدیق پر مجبور ہوجائے گا۔ اُن قرائن میں
سے ایک یہ ہے کہ جیسا کہ مثلاً مجتہدینِ شافعیہ ایک دوسرے کے
ساتھ بہت سے اختلافات رکھتے ہیں مگر حلِّ مسائل میں تابع اپنے شیخ
ہی کے ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے اُن سب کو اصحابِ شافعی
کہا جاتا ہے، اسی طرح مجتہدینِ امت مسائلِ فقہیں فاروقِ اعظمؓ
کے مذہب کے تابع ہیں اور یہ تخمیناً ایک ہزار کے قریب مسائل ہیں
اور اسی سبب سے اُن کا نام مجتہد اصحابِ حدیث ہوا، نہ ظاہریہ ہوا
نہ باطنیہ اور نہ اصحابِ رائے۔ پھر مسائلِ جزئیہ میں ان کے اختلاف
کا سبب یا تو یہ ہوا ہے کہ حضرت فاروقؓ کی اثر خبر واحد
ہوئی کہ ایک کو پہنچی اور دوسرے کو نہ پہنچی اور یا یہ ہوا کہ
فاروقِ اعظمؓ سے روایت کرنے والے باہم مختلف ہوتے ایک
نے ایک روایت کی تصحیح کی اور دوسرے نے دوسری روایت کی

عہ ہندوستان میں… ہندو سبزی فروشوں یعنی ہندو کنجڑوں کی ایک قوم ہے جس کو کاچھی کہتے ہیں یہ گوشت خور نہیں ہوتے۔ اسی لفظ میں سے
ہائے مخلوط نکال کر کاچی کہا گیا"۔ اشتیاق احمد

دیگر یا آنکہ کلام فاروقِ اعظم رض محتمل وجہین
باشد پیش یکی محملے دارد و پیش دیگرے
محملے دیگر یا آنکہ در نظر یک مجتہد قولِ
حضرت فاروق رض معارض شد بحدیثے
صحیح یا بقیاسِ جلی پس ترک آن کرد
و ہمین است صنیع مجتہد منتسب و مجتہد
دیگر قادر شد بر دفعِ معارضہ و تطبیق بین
الدلائل پس ترک نہ کرد و این وجوہ در
نصوص مجتہدین تصریحًا مذکور ست چنانکہ
بعض ازان مذکور خواہیم کرد یا آنکہ مسئلہ
منصوص حضرت فاروق رض نیست ہر یکے
برأی سلوک نمود یا آنکہ در تخریج از قول
فاروقِ اعظم رض مختلف شدند قرینہ دیگر آنکہ
اگر صنیعِ ایشان ملاحظہ کردہ شود بسیار از
مسائل ہست کہ حدیثِ مرفوع صریح بروایت
جماعہ عن جماعۃ موافق مذاہب حضرتِ فاروق رض در
مدعا یافتہ شود و ہذا اکثر من ان یحصٰی و بسیارے
از مسائل ہست کہ حدیث صریح یافتہ نشود بلکہ ایماۓ
از کتاب و سنّت موافق حضرتِ فاروق رض یافتہ
شود یا خبرِ واحد بغیر آنکہ بروایتِ جماعہ
عن جماعہ باشد یافتہ شود ہمہ مجتہدین درین
صورت نیز اتباعِ فاروقِ اعظم رض میکنند و بسیارے
از مسائل ہست کہ احادیث مختلف می شود و
حضرت فاروق رض تطبیقے مقرر کردہ البتہ تابع ہمان
تطبیق مے شوند چنانکہ در مسئلہ فسخ حج

تصحیح کی۔ یا یہ کہ فاروقِ اعظم رض کا کلام ہی دو وجہوں کا محتمل
ہوا۔ ایک کے نزدیک اُس کا محمل ایک ہے اور دوسرے کے
نزدیک اس کا محمل دوسرا ہے۔ یا یہ کہ ایک مجتہد کی نظر میں
حضرت فاروق رض کا قول کسی حدیث صحیح یا قیاسِ جلی کے
معارض ہوا تو اُس نے اس قول کو ترک کردیا اور مجتہد منتسب
کا طریقِ کار یہی ہے۔ اور دوسرا مجتہد تعارض کے اُٹھا دینے اور
دلائل کی تطبیق پر قادر ہوا تو اُس نے آپ رض کے قول کو ترک نہ
کیا اور یہ (بیان کردہ) وجوہ مجتہدین کی نصوص میں تصریحًا مذکور
ہیں چنانچہ ان میں سے بعض کو ہم ذکر کریں گے۔ یا یہ کہ مسئلہ حضرت
فاروق رض کی طرف سے منصوص نہیں ہے تو ہر ایک (اس کا مفہوم
قرار دینے میں) اپنی رائے پر چل پڑا یا یہ کہ فاروق اعظم رض کے
قول سے تخریج میں ایک دوسرے سے مختلف ہوگئے۔ دوسرا قرینہ
یہ ہے کہ اگر ان کے طریقِ کار کو ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ
ہمارے مدّعا کے مطابق مسائل میں سے ایسے بہت ہیں کہ جن کے
بارے میں حدیث مرفوع صریح جن کو ایک جماعت دوسری جماعت
سے روایت کرتی ہے، موافق مذہب حضرتِ فاروق رض پائی جاتی
ہے اور یہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے۔ اور بہت
سے ایسے مسائل ہیں کہ (ان کے بارے میں) حدیث صریح نہیں پائی
جاتی بلکہ کتاب وسنّت کے اشارات حضرت فاروق رض کے موافق
پائے جاتے ہیں یا خبر واحد پائی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کو
ایک جماعت نے جماعت سے روایت کیا ہو، تمام مجتہدین اس صورت
میں بھی فاروق اعظم رض کا اتباع کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے مسائل
ہیں کہ احادیث سے ان کا حکم ایک دوسری سے مختلف نکلتا ہے
اور حضرت فاروق رض نے ایک تطبیق کی صورت نکال دی اور سب
مجتہدین اسی تطبیق کے تابع ہو جاتے ہیں جیسا کہ عمرہ کے ساتھ فسخ

بعمرہ و مسئلہ غسلِ قدم و مسئلہ متعہ و مسئلہ صرف و بسیارے از مسائل ہست کہ حدیثے دران باب یافتہ نشد و مخالفتِ قولِ فاروق رضؓ بانصِ کتاب و نصِ حدیث و قیاسِ جلی نیز ظاہر نشد و طریقِ قیاس و رائے دراینجا مسدود نیست دراینجا البتہ تقلیدِ قولِ او میکنند و مجتمع مے شوند بران چنانکہ شاعر بحدس ادراک مینماید کہ فلان قصیدہ تتبعِ فلان قصیدہ است ہرچند صاحبِ قصیدہ آن تصریح نکردہ باشد درین صورت حدسِ قوی متتبعِ آثار را ہم می رسد کہ اگر ہمتِ خود را بر تقلیدِ فاروقِ اعظم رضؓ جمع نہ کردہ اند این معاملہ چرا مے کنند قرینہ ۳ سوم آنکہ اصلِ ثالث از اصولِ شریعت اجماع است باز اجماعے کہ متخیلِ اہلِ زمانِ ما است بمعنے اتفاقِ جمیعِ امتِ مرحومہ بحیث لایشذ (جدا نہ شود) منہم فردٌ واحدٌ نصًّا من کلٍّ واحدٍ منہم خیالِ محال است ہرگز واقع نشدہ مسئلہ نیست از انچہ اورا اجماعیات می نامند مگر فی الجملہ خلافے دران نقل کردہ می شود اجماعِ کثیر الوقوع اتفاقِ اہلِ حل و عقد است از مفتیانِ امصار این معنے در مسائلِ مصرحہ فاروقِ اعظم رضؓ یافتہ می شود کہ اہلِ حل و عقد بران اتفاق کردہ اند و تِلوِ آن فتوے جمعے غفیر و سکوتِ باقین و تلوِ آن اختلاف علے قولین کہ در حکمِ اتفاق بر نفی قولِ ثالث است و تلوِ آن اتفاقِ اہلِ حرمین

حج کے مسئلہ میں اور پاؤں کے دھونے کا مسئلہ اور متعہ کا مسئلہ اور بیع صرف کا اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ اس باب میں کوئی حدیث نہیں پائی گئی مگر نص کتاب اور نصِ حدیث اور قیاس جلی کے ساتھ قولِ فاروق رضؓ کی کوئی مخالفت بھی ظاہر نہیں ہوتی اور وہاں قیاس و رائے کی راہ مسدود نہیں ہوتی البتہ اُن کے قول کی تقلید کرتے اور اس پر مجتمع ہو جاتے ہیں جیساکہ ایک شاعر فراست سے یہ ادراک کر لیتا ہے کہ فلاں قصیدے میں فلاں قصیدے کا تتبع کیا گیا ہے اگرچہ صاحب قصیدہ نے اس بات کی تصریح نہ کی ہو اس صورت میں ایک فراستِ قویہ آثار کے تتبع کرنے والے کو حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر ان حضرات مجتہدین نے اپنی ہمت کو تقلیدِ فاروق رضؓ پر پورے طور پر نہیں لگا دیا ہے تو یہ معاملہ کیسے کر رہے ہیں۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ اصولِ شریعت میں کی تیسری اصل اجماع ہے۔ پھر ایسا اجماع جو کہ ہمارے زمانہ والوں کے تخیل میں ہے تمام اُمتِ مرحومہ کے ایسے اتفاق کے معنے میں کہ ایک فرد واحد بھی اُس سے جدا نہ ہو اور اُمت کے ہر ایک شخص کی طرف سے اُس پر نص ہو جائے خیال محال ہے ایسا کبھی واقع نہیں ہوا۔ جن کو اجماعیات کہتے ہیں ان میں کوئی مسئلہ نہیں مگر اس میں فی الجملہ ایک اختلاف نقل کیا جاتا ہے۔ اجماعِ کثیر الوقوع حضراتِ حل و عقد کا اجماع ہے جو شہروں کے مفتی ہیں۔ یہ معنے فاروقِ اعظم رضؓ کے تصریح کئے ہوئے ان مسائل میں پائے جاتے ہیں کہ صاحبانِ حل و عقد نے ان پر اتفاق کیا ہے۔ اور اس سے ملحق ہے ایک بڑی جماعت کا فتوے اور باقی لوگوں کا سکوت اور اس سے ملحق ہے دو قولوں پر اختلاف (کہ فلاں مسئلہ کا یہ حکم ہے یا یہ ہے) جو کہ نفی قولِ ثالث پر اتفاق کے حکم میں ہے۔ اور اسی سے ملحق ہے اتفاق اہلِ حرمین

و خلفاء که بحکم حدیث ان الدین لیأرز الی
الحجاز کما تأرز الحیة الی جحرها و حدیث علیکم
بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی
عضوا علیها بالنواجذ متبع است این اجماعیات
که واقع شده اند بدون اهتمام حضرت فاروق رض
و نص فتوائے وی صورت نه بسته چنانکه در مسئله
غسل باکسال و چهار تکبیر در جنازه نقل کرده اند
فقیر را عفی عنه سالها بخاطر میگذشت که مذهب حضرت
عمر را رضی الله عنه مدون سازد و تعجب میکرد
از علماء سلف که چرا باین امر عظیم اهتمام نه
نموده اند حالانکه فوائد عظیمه در حق خواص مسلمین
و عوام ایشان در تدوین مذهب وے رضی
الله عنه مرجو است اما خواص مسلمین یا فقهاء
اند یا محدثین اتفاق سلف و توارث ایشان
اصل عظیم است در فقه و اصل دران باب
نصوص فاروق رض و مناظرات اوست مجلدے
ضخیم مستوعب اکثر ابواب فقه ازان مے
توان جمع کرد و عمده در فن حدیث معرفت
طرق متعاضدة حدیث است اگر احادیث
که بظاهر موقوفه فاروق اعظم رض است
بمعنے مرفوع است و سننے درستی
ازین باب مے توان پرداخت و از
شواهد احادیث و متابعات شتی کثیر
مے توان ازان بر آورد اما فائده آن
در حق عوام مسلمین

اور خلفاء رض کا جو بحکم حدیث اِنَّ الدِّینَ الخ یعنی دین سمٹ آئے گا
حجاز میں جس طرح کہ سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ آتا ہے۔" اور
بحکم حدیث کہ تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے بعد کے خلفاء راشدین
کا طریقہ اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا" قابل اتباع ہے۔ یہ
اجماعیات جو واقع ہوئے ہیں حضرت فاروق رض کے اہتمام اور
نص فتوی کے بغیر نہیں ظہور پذیر ہوتے جیسا کہ اکسال پر (یعنی
انزال سے پہلے ذکر کو باہر نکال لینے پر) غسل اور جنازے کی
نماز میں چار تکبیر نقل کی ہیں۔ فقیر عفی عنہ کے دل میں برسوں سے
یہ خیال آتا رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کو مدون
کرے اور تعجب کرتا رہا ہے علماء سلف پر کہ انھوں نے اس امر
عظیم کا اہتمام کیوں نہیں کیا حالانکہ خواص و عوام سب اہل
اسلام کے لئے آپ رض کے مذہب کی تدوین میں فوائد عظیمہ کی امید
ہے۔ خواص مسلمین پر غور کیجئے تو وہ فقہاء ہیں یا محدثین۔
سلف کا اتفاق اور ان کا توارث (یعنی ایک شخص نے کسی
امر کو اپنے اکابر سے سنا یا دیکھا اور انھوں نے اپنے اکابر
سے) فقہ میں اصل عظیم ہے اور اس باب میں اصل ہیں حضرت
فاروق رض کی نصوص اور ان کے مناظرات، ان سے ایک ضخیم کتاب
جو اکثر ابواب فقہ پر مشتمل ہو مرتب کی جا سکتی ہے۔ اور (یہ
فائدہ تو فقہاء سے متعلق ہے، محدثین کو یہ فائدہ حاصل ہوتا کہ)
فن حدیث میں خاص چیز ہے ایسے طرق (یعنی روایات) حدیث کی
معرفت جو ایک دوسرے کی مؤید ہوں۔ اگر ایسی احادیث جو
بظاہر فاروق اعظم رض کی موقوفہ ہیں اور بمعنے مرفوع ہیں جمع
کی جاتیں تو اس باب میں ایک کامل سنن مرتب ہو سکتی تھی
اور احادیث اور متابعات کے شواہد سے اس سے بہت سی چیزیں
نکالی جا سکتی تھیں۔ اب اس فائدہ کو لیجئے جو عوام مسلمین کو پہنچتا

آنست کہ مذاہبِ مجتہدین راشعب یک شریعت دانند ہر مذہبی را دینے علیحدہ و ملتے جداگانہ خیال نکنند و اختلاف امت مشوشِ یقین ایشان باحکام ملت نشود ظاہر دین و سوادِ اعظم را از روایاتِ شاذہ جدا التصور نمایند و حجتِ شرع بر خود قائم شناسند و بر مرتبۂ فاروقِ اعظم رض در نشر دینِ متین و تبلیغ شریعتِ غرّا چنانکہ ہست مطلع شوند و اعطائے کُلّ ذی حقٍ حقہ بعمل آرند باز تا این وقت این داعیہ بوجود نیامد چون سخن تا اینجا رسید آن داعیہ باز گل کرد و تجنّسِ خاطر از ان داعیہ وجہے نداشت ہذا مع قلّۃِ الاسباب و تشتّتِ البال واللہ ہو الموفق والمعین ؁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علےٰ نبیہ الذی لا نبیَّ بعدہ اما بعد فیقول العبد الضعیف الراجی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن عبد الرحیم تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہٖ ہذا ما وفقنی اللہ عزّ وجلّ لہ من تدوینِ مذہب الخلیفۃ الاوّاب الناطق بالصدق والصواب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ والمذاہبُ الاربعۃ منہ بمنزلۃِ الشروح من المتونِ والمجتہدونَ من صاحبہ بمنزلۃ المجتہدین المنتسبین من المجتہد المستقل واللہ ہو الموفق والمعین ؁

وہ یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لیتے کہ مجتہدین کے مذاہب ایک ہی شریعت کے شعبے ہیں اور وہ ہر مذہب کو علیحدہ دین اور جداگانہ ملت نہ خیال کرتے اور اختلافِ اُمّت احکامِ مِلّت کے بارے میں ان کے یقین کو تشویش میں نہ ڈالتا۔ وہ ظاہر دین اور سوادِ اعظم کو روایاتِ شاذہ سے جدا تصور کرتے اور شریعت کی حجت اپنے اوپر قائم سمجھتے رہتے اور شریعتِ غرّاء کی اشاعت اور دینِ متین کی تبلیغ کے بارے میں فاروقِ اعظم رض کے اس مرتبہ ومقام کو سمجھ لیتے جو اُن کا حقیقۃً ہے اور وہ ہر ذی حق کو اُس کا حق دیئے جانے کے اصول کو عمل میں لاتے۔ پھر اس وقت یہ داعیہ وجود میں نہیں آیا۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو وہ داعیہ پھر اُبھر آیا اور قلب کے رُک جانے کی اس داعیہ سے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اب ہم اس کو شروع کرتے ہیں باوجود قلّتِ اسباب اور پریشان خیالی کے اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر تعریف کا مستحق اللہ ہے اپنی وحدانیت کے ساتھ اور درود وسلام اللہ کے اُس نبی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اما بعد کہتا ہے عبد ضعیف اللہ کریم کی رحمت کا امیدوار ولی اللہ ابن عبد الرحیم اللہ تعالیٰ اُن کو غریقِ رحمت کرے، یہ وہ بیان ہے جس کی اللہ عزّ وجلّ نے مجھ کو توفیق عطا فرمائی جو خلیفہ اوّاب ناطق بالصدق والصواب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے مذہب کی تدوین کے بارے میں ہے اور چاروں مذہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اُس کے مقابلہ پر متون کی شروح کے مرتبہ میں ہیں اور جملہ مجتہدین آپ کے سامنے بمنزلہ مجتہدین منتسبین کے ہیں بمقابلہ مجتہدِ مستقل کے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

ادلة الشرع اربعة اخرج الدارمی عن شریح ان عمر بن الخطاب کتب الیہ ان جاءک شیء فی کتاب اللہ فاقض بہ و لا یلفتک عنہ الرجال فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بہا فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ و لم یکن فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ ولم یتکلم فیہ احد قبلک فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تجتہد برایک ثم تقدم فتقدم وان شئت ان تتاخر فتاخر ولا اری التاخر الا خیرا لک **تخصیص عام الکتاب** بالسنۃ و تفسیر مجمل الکتاب بالسنۃ اخرج الدارمی عن عمر بن الاشجع ان عمر بن الخطاب قال انہ سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ **لا یؤخذ الحدیث الا عن ثقۃ** اخرج مسلم عن ابی عثمان النہدی قال عمر ابن الخطاب بحسب المرء من الکذب

شریعت کی چار دلیلیں ہیں دارمی نے روایت کیا شریح سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی چیز کتاب اللہ میں سے آجاتے تو اُس کے ساتھ فیصلہ کردو اور لوگوں کے کہنے سے اُس سے ہرگز رُوگرداں نہ ہونا اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجاتے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو سُنّتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر کرو اور اُس کے مطابق فیصلہ کردو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو اور نہ اُس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت (یعنی آپ کا کوئی قول یا فعل) موجود ہو تو اُس چیز کو دیکھو جس پر لوگوں کا اجتماع ہو گیا ہو تو اس کو اختیار کرلو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے کہ نہ اُس کا حکم کتاب اللہ میں ہے اور نہ سُنّتِ رسول اللہ میں ہے اور نہ تم سے پہلے اس پر کسی نے کلام کیا ہے (یعنی تمہارے اہلِ مشورہ میں سے) تو دونوں امر میں سے جو چاہو اختیار کرلو یعنی یہ کہ تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور (اُس کو بیان کرنے میں) پہل کرو تو پہل کرلو اور اگر تم چاہو کہ مؤخر رہو (کہ پہلے دوسرے لوگ اپنا مشورہ بیان کریں) تو مؤخر رہو اور میں مؤخر رہنے ہی کو تمہارے لئے بہتر خیال کرتا ہوں۔ **کتاب اللہ کے عام کی تخصیص** سُنّت کے ساتھ اور کتاب اللہ کے مجمل کی تفسیر سُنّت کے ساتھ۔ دارمی نے روایت کیا عمر بن الاشجع سے کہ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تم سے جھگڑینگے متشابہاتِ قرآن کے ذریعہ سے تو تم انکی گرفت کرنا سُنن کے ساتھ کیونکہ اصحابِ سُنن زیادہ جانتے ہیں کتاب اللہ کو۔ **حدیث نہ لیجائے مگر ثقہ سے** مسلم نے روایت کیا ابو عثمان نہدی سے کہ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے

ان يحدث بكل ما سمع واخرج البيهقي
عن ابن عمر قال كان عمر يأمرنا ان لا
نأخذ الا عن ثقة اجازة خبر الواحد
الصدوق وان كان خلاف القياس
ذكر الشافعي عن عمر قصصا منها
ان رأيه كان ان يحكم فى الاصابع
بديات مختلفة لاختلافها فى المنافع
والجمال فلم يتبع رأيه حين وجد فى كتاب
عمرو بن حزم ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال وفى كل اصبع مما
هنالك عشر من الابل ومنها ان رأيه
كان ان الدية للعاقلة ولا ترث المرأة
من دية زوجها شيئا فلم يتبع رأيه
حين اخبره الضحاك بن سفيان ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كتب اليه ان
يورث امرأة اشيم الضبابي من ديته
ومنها حديث عمر فى الجنين وقبوله خبر جميل
ابن مالك بن النابغة وقوله لو لم نسمع
هذا لقضينا بغير هذا واخذ بخبر عبد الرحمن
ابن عوف فى الرجوع من ارض الوباء ثم
اورد الشافعي فى المسئلة اشكالا وقال لم لم
يكتف عمر بن الخطاب على خبر الواحد فى
غير ما مسئلة حتى طلب رجلا

یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر ایسی بات جو کسی سے سنے اُس کو نقل کرے۔ اور بیہقی نے روایت کیا ابن عمرؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ہم کو عمرؓ یہ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اخذ نہ کریں (کوئی حدیث) مگر ثقہ سے۔ **واحد صدوق کی خبر کو جائز رکھنا** اگرچہ خلاف قیاس ہو۔ شافعیؒ نے عمرؓ کے چند قصے بیان کئے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ انگلیوں کے بارے میں مختلف دیتوں کا حکم کریں کیونکہ وہ منافع اور جمال میں اختلاف رکھتی ہیں تو اُنھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہ کیا جب عمرو بن حزمؒ کی تحریر میں اُنھوں نے یہ پایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک انگلی میں جو ضائع کی جاتے گی دس اونٹ ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ دیتؑ مقتول کے دادھیالی رشتہ داروں کے لئے ہے اور بیوی کو اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ وراثت نہ ملے گی تو اُنھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہیں کیا جب کہ ان کو ضحاکؓ بن سفیان نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کی دیت میں وارث قرار دیں۔ اور ان میں سے ہے حدیث عمرؓ کی جنین کے بارے میں اور اُن کا قبول کرنا جمیل بن مالک بن النابغہ کی خبر کو اور یہ فرمانا کہ اگر ہم یہ نہ سنتے تو ہم اس کے خلاف فیصلہ کر دیتے۔ اور آپ نے قبول کر لیا عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی خبر کو ارض وبا سے لوٹنے کے بارے میں۔ پھر شافعیؒ نے مسئلہ میں اشکال وارد کیا کہ کیوں نہیں اکتفا کیا عمرؓ بن الخطاب نے خبر واحد پر اس کے علاوہ چند مسئلوں میں یہاں تک کہ ایک اور شخص کو طلب کیا

ع یہ قیاس حضرت عمرؓ کا اس ضابطہ کی بنا پر تھا کہ الدیۃ علی العاقلۃ کہ دیۃ قاتل کے دادھیالی رشتہ داروں کے ذمہ ہے۔ جب ان سے دیت وصول کیجاتی ہے تو دیت میں وراثت کا حق بھی دادھیالی رشتہ داروں ہی کا ہونا چاہیئے۔

وأجاب بانہ فی بعض المواضع طلب مخبرًا
آخر لانہ لم یأمن غلط الراوی وقلۃ ضبطہ
وفی بعض المواضع طلب استظہارًا
وان کان خبر الواحد موجبًا للحکم فخبر
الاثنین اشفی للخاطر واقمع للشبہۃ
کما صرح ہو بنفسہ فی قصۃ ابی موسٰی
الاجماع اخرج الشافعیؒ عن عمرؓ خطبتہ
بالجابیۃ وفیہا عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم من سرہ بحبحۃ الجنۃ فلیلزم
الجماعۃ واحتج بہذا علی القول بالاجماع
شرط القیاس اخرج الدارقطنی فی جملۃ
کتب عمر الی ابی موسی الاشعری فی
ادب القضاء الفہم الفہم فیما یختلج
فی صدرک مما لم یبلغک فی الکتاب
والسنۃ واعرف الامثال والاشباہ
ثم قس الامور عند ذلک فاعمد الی
احبہا الی اللہ عز وجل واشبہہا
بالحق فیما ترٰی قولہ مما لم یبلغک
اشارۃ الی شرط محل القیاس قولہ
اعرف الامثال والاشباہ بیان
المقیس علیہ قولہ احبہا الی اللہ و
اشبہہا بالحق بیان العلۃ وکونہا
مؤثرۃ بشہادۃ الشرع **کراہیۃ
السؤال فیما لم ینزل**
اخرج الدارمی

اور انھوں نے پھر اس کا جواب دیا کہ انھوں نے بعض مواضع
میں دوسرا خبر دینے والا اس لئے طلب کیا کہ راوی پر غلطی اور قلتِ
ضبط کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوتے اور بعض مواضع میں دوسرے
شخص کو طلب کیا مزید توثیق کے لئے اگرچہ خبر واحد موجب حکم
تھی تو دو کی خبر دل کو زیادہ تشفی دے گی اور شبہ کو اکھاڑ
دے گی جیسا کہ انھوں نے خود اس کی تصریح کی ہے ابو موسٰیؓ
کے قصہ میں۔ **اجماع** روایت کیا شافعیؒ نے عمرؓ سے اُن کا
خطبہ جو انھوں نے جابیہ میں دیا تھا اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے یہ روایت کیا کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ
وسطِ جنت میں داخل ہو اُس کو چاہیئے کہ جماعت کو لازم کرلے اور
اس سے انھوں نے احتجاج کیا ہے قول بالاجماع پر۔ **شرط قیاس**
اخذ کیا دارقطنی نے ایک جملہ سے کہ لکھا تھا عمرؓ نے ابو موسٰی اشعریؓ
کو ادبِ قضاء کے بارے میں اَلفہم یعنی فہم سے کام لے اس چیز
کے بارے میں جو تیرے سینہ میں کھٹکے ایسے امر کے بارے میں جسکے
متعلق کتاب وسنت میں سے کوئی بات تیرے پاس نہیں پہنچی اور
جو چیزیں اُس کی مثل اور اس کی شبیہ ہیں اُن کو پہچان پھر
اس پر امور کو قیاس کرلے اور اس صورت کو اختیار کرلے جو تیری
رائے میں اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق سے زیادہ مشابہ
ہو۔ ان کا یہ کہنا کہ مما لم یبلغک (ان چیزوں میں سے جو تیرے
پاس نہیں پہنچیں) اشارہ ہے محلِ قیاس کی شرط کی طرف۔ یہ
قول کہ امثال اور اشباہ کو پہچان بیان ہے مقیس علیہ کا۔
اور یہ قول کہ جو صورت اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق
کے ساتھ زیادہ مشابہ ہو بیان ہے علت کا اور اس کے مؤثر ہونے کا
شریعت کی شہادت کے ساتھ۔ **ایسے سوال کی کراہیت جو ایسی بلا کے
بارے میں ہو جو ابھی نازل نہیں ہوئی** دارمی نے روایت کیا

عن ابن عمر انہ سُئِل عن شئی فقال لاتسألُ عما لم یکُن فانّی سمعتُ عمر بن الخطاب یلعن مَن سأل عما لم یکن وَاخرج الدارمی عن طاوسٍ قالَ عمرُ علے المنبر اُحرِّجُ باللہ علے رجل سأل عمّا لم یکُن فانّ اللہَ قد بیَّن ماھو کائن قولہ بیَّن ماھو کائن یعنے یتکفل اَن یلھم الصَّوابَ فی النازلۃ و ھذا مرفوع فی الحقیقۃ اخرج الدارمی عن وھب بن عمروٍ الجمحی انّ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ لاتعجلوا بالبلیۃ قبل نزولہا فانکم ان لاتَعجَلُوْھَا قبلَ نزولہا لا ینفکُّ المسلمونَ وفیھم اِذ ھِیَ نزلتْ مَن اذا قالَ وُفّقَ و سُدِّدَ و انکم اِن تعجلوہا تختلفُ بکم الأھوآء فتأخذوا ھکذا و ھکذا و اشارَ بین یدیہ و عن یمینہٖ و عن شمالہ یفھم من الحدیث المرفوع

ابن عمرؓ سے کہ ان سے کوئی بات پوچھی گئی تو اُنھوں نے کہا کہ اُس مصیبت کے بارے میں سوال نہ کرو جو واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا کہ وہ لعنت کر رہے تھے اُس شخص پر جو اُس بَلا کے بارے میں سوال کرے جو ابھی واقع نہیں ہوئی۔ اور روایت کیا دارمی نے طاوس سے کہ عمرؓ نے منبر پر فرمایا کہ میں اللہ کے واسطے سے اُس شخص کو روکتا ہوں جو ایسی بلا کے بارے میں سوال کرے جو نہیں واقع ہوئی کیونکہ اللہ نے جو ہونے والی باتیں ہیں اُن کو بیان کردیا۔ یہ ارشاد کہ جو ہونے والی باتیں ہیں ان کو بیان کردیا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ متکفل ہوا ہے اس بات کا کہ بھلائی کا الہام کردے وجود میں آنے والی چیز کے متعلق۔ اور درحقیقت یہ حدیث مرفوع ہے۔ روایت کیا دارمی نے وہب بن عمرو الجمحی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بَلا کی جلدی عـ۱ نہ کرو اُس کے نازل ہونے سے پہلے کیونکہ تم اگر (سوالات میں) جلدی نہ کروگے اس کے نزول سے پہلے (تو یہ بہتر ہے اور تمھیں اس کی ضرورت بھی نہیں) مسلمان ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہوگا کہ جب وہ دُعا کرے گا تو بَلا سے نکلنے کی توفیق دیدی جاتی گی اور سب کام بن جائیں گے عـ۲ اور اگر تم نے اس میں عجلت کی (اور تمھیں بتادیا گیا کہ فلاں تاریخ میں یہ مصیبت واقع ہوگی) تو تم میں اختلافات ہو جائیں گے اور (تم گھبرا کر) مختلف راہیں اختیار کروگے ایسے اور ایسے اور آپ نے اپنے سامنے اور دائیں بائیں اشارہ کیا۔ اس حدیثِ مرفوع سے

عـ۱ یعنی فلاں عام مصیبت جسکے آنے کی آپ نے خبر دی ہے کتنے سال کے بعد آئیگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر بہت سے آنے والے حوادث سے مطلع فرمادیا تھا: اب لوگوں نے آپ سے ان کا خاص وقت پوچھنا شروع کردیا کہ فلاں مصیبت کب آئے گی اور فلاں مصیبت کب" مترجم عـ۲ یہ اشارہ ہے ان اولیاء کی طرف جن سے تکوینی کام متعلق ہوتے ہیں قطب وابدال واوتاد وغیرہ ۱۲ مترجم

معنے قوله بيّن ما لم يكن كما ذكرنا ويحتمل معنے
آخر وهو ان الكتاب والسنّة اشتملا علے
جميع الاحكام اجمالاً اشار الشافعی الٰی هذا
فی بعض كلامه ؏ اخرج الدارمی عن
ابن مُحيريز ما نصنع بالمسائل انه لا يذهب
العلم ما قرئ القرآن كراهية الجدال
فی العلم اخرج الدارمی عن مجاهد
قال عمر اياك والمكايلة يعنے فی الكلام
ويحتمل وجهاً آخر وهو ذم القياس اذا
لم يكن جامعاً لشروطه كتاب الصلوٰة
الطهارة شرط الصلوٰة رد؟ ابو بكر عن المستورد
قال عمر لا تُقبل صلوٰة بغير طُهور هو
مرفوع من طرقٍ شتّٰی صفة الوضوء
ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود بن
يزيد عن عمر بن الخطاب انه توضّأ فغسل
يديه مثنىٰ واستنشق مثنىٰ وغسل وجهه
مثنىٰ وغسل ذراعيه مثنىٰ ومسح
رأسه مثنىٰ مقبلاً ومدبراً وغسل رجليه
مثنىٰ ابو بكر عن الاسود بن يزيد
ان عمر بن الخطاب توضّأ فادخل
اصبعيه فی باطن اذنيه

ان کے متعلق قول بیّن ما لم یکن کے معنے سمجھ میں آجاتے ہیں جیسا
کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور ایک دوسرے معنے کا احتمال بھی ہے
اور وہ یہ ہے کہ کتاب اور سنّت تمام احکام پر مشتمل ہیں اجمالاً
(تو ہر مصیبت کا حل اسی میں سے نکل آئے گا) امام شافعی رح
نے اپنے بعض کلام میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور دارمی
نے روایت کیا ابن مُحیریز سے کہ ہم کیا سوالات کریں حقیقت یہ
ہے کہ علم نہیں جاتے گا جب تک قرآن پڑھا جاتے گا۔ علم
میں لڑائی جھگڑے کی بُرائی دارمی نے روایت کیا مجاہد
سے کہ عمر رض نے فرمایا کہ مکایلہ ؏ سے بچو یعنی کلام میں اور ایک اور
صورت کا بھی احتمال ہے اور وہ ہے ایسے قیاس کی بُرائی جس
میں قیاس کی شرطیں نہ پائی جائیں۔ کتاب الصلوٰۃ۔
طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔ ابو بکر مستورد سے روایت
کرتے ہیں کہ عمر رض نے فرمایا کہ نماز قبول نہیں کی جاتی بغیر پاکیزگی
کے اور یہ کئی طُرق سے مرفوع ہے۔ صفتِ وضو ابو حنیفہ رح
حمادؒ سے وہ ابراہیمؒ سے وہ اسودؒ بن یزید سے وہ عمر رض بن الخطاب
سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے وضو (اس طرح) کیا کہ
اپنے ہاتھ دھوئے دو دو مرتبہ اور ناک میں پانی دیا دو مرتبہ
اور اپنا منہ دھویا دو مرتبہ اور اپنی باہیں دھوئیں دو مرتبہ
اور اپنے سر کا مسح کیا دو مرتبہ پیچھے سے آگے کو اور آگے سے پیچھے
کو اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا دو مرتبہ۔ ابو بکر اسود بن
یزیدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض بن الخطاب نے وضو کیا اور
داخل کیا اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں کے اندر

؏ یعنی برابر کے جواب دینے سے منع کیا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سخت بات کہے تو ویسا ہی سخت جواب نہ دو یا کسی نے برائی کی تو اس کے ساتھ
ویسی ہی برائی نہ کرو اگرچہ گناہ نہ ہوگا مگر افضلیۃ کے خلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکایلہ سے یہ مراد ہے کہ مسائل شرعی میں قیاس اور عقلی ڈھکوسلے
پر چلیں اس سے منع کیا گیا ہے اگلے جملے میں اسی کا بیان کرتے ہیں ۱۲ مترجم

و ظاهرهما فمسحهما أبوبكر عن قرظة سمعت
عمر يقول الوضوء ثلث ثلث وثنتان (دو بار)
تجزيان (کفایت کی کرتی ہیں) أبوبكر عن الحسن عن
عمر في المضمضة والاستنشاق
وغسل اليدين والرجلين ثنتان
تجزيان وثلث أفضل أبوبكر
عن المصعب بن سعد مر عمر على
قوم يتوضئون فقال خللوا
أبوبكر عن زياد بن علاقة ان عمر
ابن الخطاب رأى رجلا غسل
ظاهر قدميه وترك باطنهما فقال لم
تركتهما للنار أبوبكر عن أبي قلابة
ان عمر رأى رجلا يصلي قد ترك
على ظهر قدميه مثل الظفر فامره ان
يعيد وضوءه وصلوته وعن عبدالله
ابن عمر مثله الا انه قال فامره
ان يغسل اللمعة ويعيد الصلوة
قلت اختلفوا في الولاء (یعنی پے درپے دھونا) لاجل
الروايتين والصحيح ان الاول مبهم
والثاني مفسر الشافعي عن عمر
عن النبي صلى الله عليه وسلم
الأعمال بالنيات الحديث احتج به
على ان النية فرض قال البويطي
قال الشافعي يدخل في حديث
الأعمال بالنيات ثلث العلم ما يوجب

اور اُن کے ظاہر پر (اوپر) دونوں کا مسح کیا۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں قرظہ سے کہ میں نے سُنا عمرؓ سے کہ فرماتے تھے کہ وضو تین تین مرتبہ ہے اور دو مرتبے بھی کافی ہوجاتے ہیں۔ ابوبکرؒ حسنؒ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کُلّی کرنے اور ناک میں پانی دینے اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے دھونے میں دو مرتبے کافی ہوجاتے ہیں اور تین افضل ہیں۔ ابوبکر مصعب بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ گزرے ایسے لوگوں پر جو وضو کررہے تھے تو فرمایا کہ خلال کرو۔ ابوبکر زیاد بن علاقہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے ظاہر قدمین کو دھویا اور باطن قدمین (یعنی تلووں) کو چھوڑ دیا تو فرمایا کہ تُو نے ان دونوں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ ابوبکرؒ ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا، اُس نے اپنے قدموں کے اوپر ناخن کے برابر جگہ (دھونے سے) چھوڑ دی تھی تو اُس کو حکم دیا کہ اپنی وضو اور نماز کو لوٹائے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے مگر یہ کہ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ نے اس کو حکم دیا کہ اس نشان کو (سوکھی ہوئی جگہ کو جو دھبہ کی طرح ممتاز تھی) دھوئے اور نماز کو لوٹائے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء میں اختلاف ہوا پے درپے دھونے کے بارے میں ان دونوں روایتوں کی وجہ سے اور صحیح یہ ہے کہ پہلی روایت مبہم ہے اور دوسری مفسّر ہے۔ امام شافعیؒ بروایت عمرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اعمال نیات پر موقوف ہیں، آخر حدیث تک۔ اُنھوں نے اس سے حجت قائم کی اس پر کہ نیت فرض ہے بُویطی نے کہا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حدیث "الاعمال بالنّیات" میں ایک تہائی علم داخل ہے۔ وضو کو واجب

الوضوء مالک والشافعی وغیرہما عن زید
ابن اسلم ان عمر بن الخطاب قال اذا
نام احدکم مضطجعاً فلیتوضأ العلۃ
عند الشافعی نوم من لم یتمکن مقعدتہ من
الارض وعند الحنفیۃ نوم مستند او
متکئ علی شئ بحیث لو ازیل لسقط
ابوبکر عن جابر بن عبداللہ قال اکلت
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومع ابی بکر وعمر وعثمان خبزاً ولحماً
فصلوا ولم یتوضؤا اخرج الشافعی
من مذہب عمر وابن مسعود لا
یتیمم الجنب انہما یریان القبلۃ و
شبہہا من الملامسۃ الناقضۃ
للوضوء وروی حدیثاً ان عمر صلی رکعۃ
ثم زلت یدہ علی ذکرہ فاشار ان
امکثوا ثم خرج فتوضأ فاتم لہم ما بقی
من الصلوۃ وفی المسئلتین نظر
طویل مالک والشافعی عن زید بن اسلم
عن ابیہ ان عمر قال انی لاجدہ یتحدر
منی یعنی المذی مثل الخرزۃ
فاذا وجد ذلک احدکم فلینضح
فرجہ ولیتوضأ وضوءہ للصلوۃ
ابوبکر عن طلق بن حبیب رای
عمر بن الخطاب رجلاً حک ابطہ
او مسہ فقال لہ قم فاغسل یدیک

کرنے والی چیزیں مالکؒ اور شافعیؒ اور دوسرے حضرات روایت
کرتے ہیں زید بن اسلم سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب کوئی
تم سے کوئی کروٹ پر لیٹ کر سوجائے تو چاہیئے کہ وضو کرے (وضو
ٹوٹنے کی) علت شافعیؒ کے نزدیک نیند ایسے شخص کی ہے جسکی
مقعد زمین پر قرار پکڑے ہوئے نہیں اور حنفیہ کے نزدیک نیند
ایسے شخص کی ہے جو سہارا لینے والا یا تکیہ لگانے والا ہے کسی شئے
پر اس حیثیت کے ساتھ کہ اگر وہ چیز ہٹادی جائے تو وہ گر جائے۔
ابوبکر جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے روٹی
اور گوشت کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ
اور عثمانؓ کے ساتھ تو سب نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ شافعیؒ
نے نکالا عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے مذہب سے کہ جنبی تیمم نہ کرے
یہ دونوں بوسہ اور اس کے مشابہ یعنی عورت کے چھونے کو ناقض
وضو قرار دیتے ہیں۔ اور انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا کہ
عمرؓ نے نماز کی ایک رکعت پڑھی پھر ان کا ہاتھ ان کے ذکر پر
جا پڑا تو انھوں نے (جماعت کو) اشارہ کیا کہ ٹھہرے رہو پھر
نکلے اور وضو کیا اور نماز کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اُس کو پورا
کرایا۔ اور دونوں مسئلوں میں طویل بحث ہے۔ مالکؒ اور
شافعیؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے کہا کہ میں (کبھی) محسوس کرتا ہوں کہ مجھ سے (یعنی مثانہ
سے) ایک چیز اُتر رہی ہے مثل ڈلی کے وہ مذی کو مراد لے رہے
تھے۔ جب تم میں سے کوئی ایسا محسوس کرے تو چاہیئے کہ اپنی
شرمگاہ کو صاف کرے اور چاہیئے کہ وضو کرے جس طرح نماز
کے لئے کیا جاتا ہے۔ ابوبکر طلق بن حبیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنی بغل کو
کھجایا یا اُس کو چھوا تو اُس کو فرمایا کہ کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں کو دھو

او تطهر قال محمد يعني ابن سيرين لا ادرے ماهذا قلت معناه استحباب التنظيف۔ **آداب الخلاء۔** اخرج البغوی وغيره و هو من مشاهير الحديث عن عمر قال رآني النبي صلى الله عليه وسلم ابول قائما فقال يا عمر لا تبل قائما ابو بكر عن يسار بن نمير كان عمر اذا بال مسح ذكره بحائط او حجر ولم يمسه ماء قلت اجمع على ذلك علماء اهل السنة وليس فيها حديث مرفوع و انما هو مذهب عمر قياسا على الاستجمار من الحائط المطبق على تقليده العلماء۔ **المسح على الخفين** ابو حنيفة عن حماد عن سالم بن عبدالله ابن عمر قال اختلف عبدالله بن عمر و سعد بن ابي وقاص في المسح على الخفين فقال سعد امسح وقال عبدالله ما يعجبني فاتيا عمر بن الخطاب فقصا عليه القصة فقال عمر عمك افقه منك مالك و الشافعي وغيرهما نحوا من ذلك وهو من المشاهير ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن حنظلة ان عمر بن الخطاب قال المسح على الخفين للمقيم يوما وليلة وللمسافر ثلثة ايام بلياليهن اذا البستهما و انت طاهر ابو بكر عن زيد بن وهب

یا دیہ فرمایا کہ) پاک کر۔ کہا محمد یعنی ابن سیرین رح نے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بات ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے معنے ہیں صفائی ستھرائی کا استحباب۔ **پیشاب پاخانہ کے آداب۔** بغوی وغیرہ نے روایت کیا عمر رض سے اور یہ مشہور حدیثوں میں سے ہے کہا کہ مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا ہوں تو فرمایا کہ اے عمر رض کھڑا ہو کر پیشاب نہ کر۔ ابو بکر یسار بن نمیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض جب پیشاب کرتے تو اپنے ذکر کو دیوار یا پتھر سے صاف کرتے اس حال میں کہ اس کو پانی نہ لگا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر (یعنی ڈھیلے سے استنجار پر) علماء اہل سنت نے اجماع کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے اور وہ صرف عمر رض کا مذہب ہے۔ دیوار سے استنجار کرنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کی تقلید پر علماء نے ڈھیلے سے مطابقت کی ہے۔ **خفین پر مسح کرنا** ابو حنیفہ رح نے حماد سے انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رض اور سعد بن ابی وقاص رض میں خفین پر مسح کے بارے میں اختلاف ہوا تو سعد رض نے کہا کہ میں مسح کرتا ہوں اور عبداللہ رض نے کہا کہ مجھے یہ ناپسند ہے پھر دونوں عمر رض بن الخطاب کے پاس آئے اور اپنی اپنی بات ان سے کہی تو عمر رض نے (عبداللہ رض سے) کہا کہ تیرے چچا (یعنی سعد رض) تجھ سے اَفقَہ (زیادہ سمجھدار) ہیں مالک رح اور شافعی رح وغیرہما نے بھی اسی طرح کی روایتیں کی ہیں اور وہ مشہور روایات میں سے ہے۔ ابو حنیفہ رح حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حنظلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض بن الخطاب نے فرمایا کہ خفین پر مسح مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن ان کی راتوں سمیت کی میعاد ہے جب کہ تم ان کو باوضو ہو کر پہنو۔ ابو بکر رح زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں

کتب الینا عمر بن الخطاب فی المسح علی الخفین ثلثۃ ایام ولیالیھن للمسافر و یوما ولیلۃ للمقیم الشافعی فی مذہبہ القدیم عن زید بن الصلت ان عمر بن الخطاب قال اذا ادخلت رجلیک فی الخفین و انت طاہر فامسح علیھما مابدالک و الیہ ذہب الشافعی فی القدیم ثم رجع وقال بالتوقیت قال البیہقی اُرے ان عمر جارہ الثبت فی التوقیت فرجع الیہ

صفۃ الغسل ابو بکر عن عکرمۃ بن خالد کان عمر اذا اجنب غسل سفلیہ ثم توضأ وضوءہ للصلوۃ ثم افرغ علیہ الماء ابو بکر عن عاصم سئل عمر عن غسل الجنابۃ فقال توضأ وضوءک للصلوۃ ابو بکر عن فضیل بن عمرو قال عمر اذا اغتسلت من الجنابۃ فتمضمض ثلثا فانہ ابلغ مایوجب الغسل مالک والشافعی بطرق متعددۃ ان عمر وجد فی ثوبہ احتلاما فاغتسل و اعاد الصلوۃ ابو بکر عن رفاعۃ بن رافع قال بینا انا عند عمر بن الخطاب اذ دخل علیہ رجل فقال یا امیر المؤمنین ہذا زید ابن ثابت یفتی الناس فی المسجد برأیہ فی الغسل من الجنابۃ فقال عمر علی بہ فجاءہ زید

مسح علی الخفین کے بارے میں ہم کو عمرؓ بن الخطاب نے لکھا کہ تین دن مع اُن کی راتوں کے مسافر کے لئے اور ایک دن اور ایک رات مقیم کے لئے۔ شافعیؒ اپنے مذہب قدیم پر یہ روایت لاتے تھے زید بن الصلت سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے دونوں پاؤں کو خفین میں داخل کر دیا اور تو باوضو تھا تو جب تک بھی تو چاہے اُن پر مسح کر تا رہ اور اسی کی طرف گئے تھے امام شافعیؒ اپنے قدیم قول میں پھر رجوع کیا اور تحدید وقت کے قائل ہوئے۔ بیہقی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ عمرؓ کے پاس جب توقیت (تحدید وقت) کے بارے میں کوئی مضبوط وجہ آگئی تو انھوں نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔

صفۃ غسل ابو بکر عکرمہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب جُنبی ہوتے تو اپنے نیچے کے دونوں جسم دھوتے پھر وضو کرتے جیسے نماز کے لئے کی جاتی ہے پھر اپنے اوپر پانی ڈالتے۔ ابو بکر عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ سے سوال کیا گیا غسلِ جنابت کے بارے میں تو فرمایا کہ وضو کر جیسے نماز کے لئے وضو کی جاتی ہے۔ ابو بکر فضیل بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جب تو جنابت کا غسل کرے تو تین مرتبہ کلی کر یہ زیادہ پاکی تک پہنچانے والی بات ہے۔ جو چیز غسل کو واجب کرتی ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ متعدد روایات سے بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ نے اپنے کپڑے میں احتلام کا نشان پایا تو غسل کیا اور نماز کو لوٹایا۔ ابو بکر رفاعہ بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں عمر ابن الخطاب کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آکر کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ یہ زید بن ثابت مسجد میں لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دیتا ہے جنابت سے غسل کے بارے میں تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ تو زیدؓ اُن کے پاس آئے۔

فلما رآه عمر قال اي عدوّ نفسه قد بلغت ان
تُفتي الناس برأيك فقال يا امير
المؤمنين بالله ما فعلتُ لكنّي سمعتُ من
أعمامي حديثا فحدثت به من ابي ايّوب
ومن ابيّ بن كعب ومن رفاعة بن رافع
فاقبل عمر على رفاعة بن رافع فقال و
قد كنتم تفعلون ذلك اذا اصاب احدكم
من المرأة فاكسل لم يغتسل فقال قد
كنّا نفعل ذلك على عهد رسول الله صلى
الله عليه وسلم فلم يأتنا من الله تحريمٌ و
لم يكن من رسول الله صلى الله عليه وسلم
فيه نهيٌ قال أو رسول الله صلى الله عليه
وسلم يعلم ذلك قال لا ادري فامر عمر بجمع
المهاجرين والانصار فجمعوا له فشاورهم
فاشار الناس ان لا غسل في
ذلك الا ما كان من معاذ وعلي فانهما
قالا اذا جاوز الختان الختان فقد
وجب الغسل فقال عمر هذا وانتم
اصحاب بدر وقد اختلفتم فمن بعدكم
اشدّ اختلافا قال فقال علي
يا امير المؤمنين انه ليس احد اعلم
بهذا من شأن رسول الله صلى
الله عليه وسلم من ازواجه فارسل
الى حفصة رض فقالت لا علم لي
بهذا فارسل الى عائشة رض

تو جب عمر رض نے دیکھا تو کہا کہ اے اپنے نفس کے دشمن مجھے
یہ بات پہنچی ہے کہ تو لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دے رہا ہے تو
اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین رض واللہ میں نے ایسا نہیں
کیا لیکن میں نے اپنے اعمام (یعنی چچاؤں) سے ایک بات
سنی۔ مجھے بات پہنچی ابو ایوب رض سے اور اُبَیّ بن کعب رض سے
اور رفاعہ بن رافع رض سے۔ تو عمر رض متوجہ ہوئے رفاعہ بن رافع
کی طرف اور کہا کہ کیا تم ایسا کرتے تھے کہ جب تم میں کوئی اپنی
عورت کے پاس جائے اور انزال کے بغیر اپنا عضو باہر نکال
لے تو وہ غسل نہیں کرتا تھا تو اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے تو
ہمارے پاس اللہ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں
آیا اور نہ ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس
میں کوئی ممانعت ہوئی۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے بھی تھے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں
نہیں جانتا۔ تو عمر رض نے مہاجرین و انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا تو
سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو اُن سے مشورہ کیا تو لوگوں
نے یہ اشارہ کیا کہ اس صورت میں غسل نہیں ہے۔ مگر معاذ رض
اور علی رض کی جانب سے (ایسا) نہیں۔ ان دونوں نے یہ کہا کہ جب
ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو گیا
تو عمر رض نے کہا کہ یہ اہم بات ہے تم اصحاب بدر ہوتے ہوئے
باہم مختلف ہوتے تو جو تمہارے بعد ہیں ان میں تو سخت اختلاف
ہوگا (راوی نے) کہا کہ پھر علی رض نے کہا کہ اے امیر المومنین رض
کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو اُن کی
ازواج رض سے زیادہ نہیں جانتا تو اُنھوں نے حفصہ رض سے پوچھوایا
تو اُنھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر عائشہ رض

فقالت اذا جاوزَ الختانُ الختانَ
فقد وجبَ الغسل فقال لا اسمعُ برجلٍ
فعلَ ذلک اِلّا اَوجعتُہ ضرباً ابو بکر
عن سعید بن المسیب قال عمر
لا اُوتیَ برجل فعلہ یعنی جامعَ
ولم یُنزل ولم یغتسل الا نہکتُہ (بالعقوبۃ)
عقوبۃً ابو بکر عن ابی جعفر قالَ اجتمعَ
المہاجرونَ ابو بکر و عمر و عثمانُ و
علیٌّ انّ ما (یعنی الدخول) اوجبَ الحدین الجلدَ
و الرجمَ اوجبَ الغسلَ حکم الجنب
ابوبکر عن عُبیدۃ قال عمر لا یقرأ الجُنب
القرآنَ ابو بکر عن قتادۃ خرج عمر
من الخلاءِ فقرأ آیۃً من کتاب اللّٰہِ
فقیلَ لہ أتقرأ و قد احدثتَ قالَ
أفیقرأ ذلک مسیلمۃ و فی روایۃٍ
مُسیلمۃُ افتاک ذلک ابو بکر عن
سلمان بن ربیعۃ قالَ لِی عُمر
اذا اتیتَ اَہلک ثم اردتَ
اَن تعودَ کیفَ تصنع قلتُ کیفَ
اصنع قال توضّأ بینہما وضوءً مالک
والشافعی وغیرہما ان عمر بن الخطاب
ذکرَ لرسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم
انہ تُصیبہُ الجنابۃُ من اللیل فقالَ
رسولُ اللّٰہ توضّأ واغسِل ذکرکَ
ثم نَمْ دخول الحمام ابو بکر عن حفص

سے پوچھوایا تو انھوں نے کہا کہ جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں آئندہ کسی شخص کو نہیں سنوں گا کہ اس نے ایسا کیا مگر میں اس کو بہت ماروں گا۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں لایا جائے گا جس نے ایسا کیا ہو یعنی جماع کیا اور انزال نہ کیا اور غسل نہ کیا مگر میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ابو بکر جعفر سے روایت کرتے ہیں کہا کہ سب مہاجرین ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ جو چیز دونوں حدوں یعنی کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کو واجب کرتی ہے وہ غسل کو واجب کرتی ہے۔ جُنبی کا حکم ابو بکر عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ جُنبی قرآن کی قراءت نہ کرے۔ ابو بکر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بیت الخلاء سے نکلے پھر کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھی اس پر ان سے کہا گیا کہ آپ قراءت کر رہے ہیں باوجود محدث ہونے کے تو آپ نے کہا کہ تو کیا اس کی قراءت مُسیلمہ کر رہا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کیا تجھے یہ فتوائے مُسیلمہ نے دیا ہے۔ ابو بکر سلمان بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ جب تو اپنی بیوی کے پاس جائے اور پھر ارادہ کرے دوبارہ جانے کا تو کیا کرے گا۔ میں نے کہا (آپ بتائیں) کہ کیا کروں، فرمایا کہ دونوں کے درمیان ایک مرتبہ وضو کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ وغیرہما سے مروی ہے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ انکو رات میں جنابت واقع ہو جاتی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کر لے اور اپنے ذکر کو دھو لے اور پھر سو جا۔ حمام میں داخل ہونا ابو بکر نے روایت کی حفص سے

قالَ عمرُ لایَرےَ الرجلُ عورۃَ الرَّجلِ
اَبوبکر عن قتادۃ کتبَ عمر لایدخلُ
احدٌ الحمامَ اِلاّ بمیزرٍ اَبوبکر عن
علیؒ بن ابی عائشۃ کان عمر رجلاً
اَہلَبَ فکان یحلق الشعرَ و ذُکرت لہ
النُّورۃُ فقالَ النورۃُ من النّعیم۔
المیاہ ابوبکر عن عکرمۃ ان عمر سُئِلَ
عن ماءِ البحر فقال ایُّ ماءٍ انظفُ منہ
الشافعی عن عمرو بن دینار ان عمر بن
الخطاب وَرَدَ حوضَ مَجَنَّۃ عہ فقیلَ انّما
وَلَغَ الکلبُ آنِفًا فقال انما وَلَغَ
بلسانہٖ فشرِبَ و توضّأَ مالکؒ نحوًا
من ذلک محمول عند الحنفیۃ علی الغدیر
الکبیر و عندَ الشافعی علی القلتین لحدیثٍ
مرفوعٍ فی ذلک اَبوبکر عن زید بن اسلم
عن ابیہ ان عمر کان لہٗ قمقم یُسخن
لہٗ فیہ الماء اَبوبکر عن قتادۃ قال
عمر لیس حیضُہا فی فیہا یعنی سؤرَ
الحائض الشافعی والبخاری وغیرہما
ان عمر توضّأ من ماءٍ جئتہٗ بہٖ من
عند نصرانیۃٍ تطہیر الانجاس
ابوبکر عن ابن سیرین عن عمر
یغسل البولَ مرّتین اَبوبکر عن
زید بن الصلت ان عمر غسلَ
ما رآہ من الجنابۃ و نَضَحَ

کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کا پردے کا حصۂ جسم نہ دیکھے۔
ابوبکر نے روایت کیا قتادہؒ سے کہ عمرؓ نے لکھا کہ کوئی شخص حمام
میں نہ داخل ہو مگر تہہ بند باندھ کر۔ ابوبکر نے علی بن ابی عائشہ
سے روایت کیا کہ عمرؓ بہت گھنے بالوں والے شخص تھے تو
آپ بالوں کو منڈوا دیا کرتے تھے اور آپ کے سامنے ذکر کیا گیا
نورے کا تو فرمایا کہ نورہ عیش پسندی میں سے ہے۔ پانیوں کا
بیان ابوبکر نے عکرمہ سے روایت کیا کہ عمرؓ سے دریا کے پانی
کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کونسا پانی اس سے زیادہ
پاکیزہ ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ
ابن الخطاب مجنہ کے حوض پر وارد ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ
اس میں سے کتے نے ابھی پانی پیا ہے تو فرمایا کہ اس نے اپنی
زبان سے ہی چپڑ چپڑ کر کے پیا ہے تو آپ نے پیا اور وضو بھی
کیا۔ مالکؒ نے بھی اسی قسم کی روایت کی۔ حنفیہ کے نزدیک یہ
محمول ہے بڑے تالاب پر اور شافعیؒ کے نزدیک قلتین پر اس
بارے میں ایک حدیث مرفوع کی وجہ سے۔ ابوبکر زید بن اسلم سے
وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس ایک کیتلی تھی
جس میں ان کے لئے پانی گرم کیا جاتا تھا۔ ابوبکر قتادہ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کا حیض اُس کے منہ
میں نہیں ہے آپ نے فرمایا حائضہ عورت کے جھوٹے پانی کے
متعلق۔ شافعیؒ اور بخاریؒ وغیرہما نے روایت کیا کہ عمرؓ نے
ایسے پانی سے وضو کی جو ان کے پاس ایک نصرانی عورت کے
پاس سے لایا گیا تھا۔ نجاستوں کو پاک کرنا ابوبکر روایت کرتے
ہیں ابن سیرینؒ سے کہ عمرؓ پیشاب کو دو مرتبہ دھویا کرتے تھے
ابوبکر زید بن الصلت سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جو نشان جنابت
کا دیکھتے اُس کو دھویا کرتے تھے اور جو نظر نہیں آتا تھا

عہ مجنہ میم کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ایک موضع ہے مکہ کے قریب ۱۲

ما لم یرہ مالک والشافعی نحواً من ذلک .
ابو بکر عن خالد بن ابی عزۃ . سأل رجل
عمر بن الخطاب فقال انی احتلمت علی
طنفسۃ فقال ان کان رطباً فاغسلہ و
ان کان یابساً فاحککہ و ان خفی علیک
فارششہ (ای بیفشاں آب برو ۱۲) بنی مالک مذہبہ علی الاول
وحملہ الشافعی علی الندب و ابو حنیفہ رح
علی غسل رطبہ و حک یابسہ . ابو حنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان عمر قال طہور
المسک دباغہ . مالک اوقظ عمر لصلوٰۃ
الصبح حین طعن فصلی وجرحہ یثعب (سیل ۱۲)
دماً . ابو بکر عن انس بن مالک ان عمر
ابن الخطاب رأی رجلاً یصلی وعلیہ
قلنسوۃ بطانتہا من جلود الثعالب
قال فالقاہا عن رأسہ وقال ما یدریک
لعلہ لیس بذکی (مذبوح یعنی طاہر ۱۲) قلت فیہ حجۃ
للشافعی فی ان الشعر لا یقبل الدباغ .
التیمم ابو بکر عن الاسود قال عمر
لا یتیمم الجنب وان لم یجد الماء شہراً
وروی من وجوہ ان عماراً ذکر عندہ
قصۃ التمعک وقول النبی صلی
اللہ علیہ وسلم انما یکفیک ان تفعل ہکذا

اُس پر پانی تر وادیتے تھے۔ مالک اور شافعیؒ نے بھی ایسی ہی روایت
کی۔ ابو بکر خالد بن ابی عزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص
نے عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا اس نے کہا کہ مجھے کملی (حاشیہ
دار) پر احتلام ہوگیا تو فرمایا کہ اگر پتلا ہے تو اس کو دھو دے
اور اگر خشک (گاڑھا) ہے تو اس کو چھیل دے اور اگر تجھ سے
چھپ گیا ہے تو اس پر پانی ڈال۔ مالکؒ نے اپنے مذہب کی
بنا پہلے پر رکھی اور شافعیؒ نے اس کو استحباب پر محمول کیا اور
ابو حنیفہؒ نے رقیق کو دھونے اور گاڑھے کو چھیلنے کا حکم نکالا۔
ابو حنیفہؒ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ چمڑے کی پاکی اُس کی دباغت ہے۔ مالکؒ نے روایت
کیا کہ عمرؓ کو ہوشیار کیا گیا صبح کی نماز کے لئے جب آپ کے
خنجر مارا گیا تو آپ نے نماز پڑھی اور ان کے زخم سے خون
بہہ رہا تھا۔ ابو بکر نے انس بن مالک سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب
نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اُس کے سر پر ایسی
ٹوپی تھی جس کا بطانہ لومڑیوں کی کھال کا تھا۔ کہا کہ عمرؓ نے
اُس کو اُس کے سر سے گرا دیا اور فرمایا کہ کیا خبر ہے شاید یہ مذبوح
یعنی پاک نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں دلیل ہے شافعیؒ
کے لئے کہ بال قابل دباغت نہیں۔ تیمم ابو بکر نے روایت کیا
اسود سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جنبی تیمم نہ کرے گا اگرچہ مہینہ بھر
تک پانی نہ پائے۔ اور روایت کیا گیا ہے چند وجوہ سے کہ عمار
نے عمرؓ کے سامنے خاک میں لوٹنے کا قصہ ذکر کیا اور نبی صلے
اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ تیرے لئے کافی تھا کہ ایسا کرلیتا

ع یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص پر جنابت کی حالت آئی اور اُس نے پانی نہ پایا تو اس نے وضو پر قیاس کرکے یہ خیال کیا کہ یہ تیمم تمام بدن پر خاک کے پہنچنے سے ہوگا اس لئے وہ مٹی میں لوٹ گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تجھے جنابت کے لئے بھی تیمم کافی تھا ۱۲

الحدیث فلم یقنع بقولہ قلت ترک الفقہاء
الاربعۃ قول عمر لانہم وجدوہ مخالفاً
لما صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من مسند عمران بن حصین و ابی ذر
و عمرو بن العاص وغیرہم امرہ للجنب
بالتیمم اذا لم یجد الماء و تتبعت انا
فوجدت ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم رآہم اختلفوا فی تاویل
الآیتین آیۃ المائدۃ و آیۃ النساء
فصوب کلا التاویلین و ترک کل
مأول علی تاویلہ و عمر بن الخطاب
اجل من ان یخفی علیہ ہذا الحدیث
و اتقی للہ من ان یبلغہ ہذا الحدیث
ثم لا یقول بہ الا لمعنی فہمہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اخرج النسائی
عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل
فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فذکر ذلک لہ فقال اصبت فاجنب
رجل آخر فتیمم وصلی فاتاہ فقال
لہ نحو ما قال للآخر یعنی اصبت واشار
الشافعی الی ان عمر و ابن مسعود کانا
یحملان الملامسۃ علی اللمس بالید فکانت
الآیتان ساکتتان عندہما من التیمم

الحدیث، تو عمار کے قول پر عمرؓ مطمئن نہ ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ
چاروں فقہاءؒ نے عمرؓ کے قول کو ترک کر دیا کیونکہ انھوں نے
اس کو اس روایت کے خلاف پایا جو مسند عمران بن حصین و
ابوذر و عمرو بن العاص وغیرہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا جُنبی کو تیمم کا حکم دینا جب کہ وہ پانی نہ پاتے صحت کے ساتھ
ثابت ہے۔ اور میں نے تتبع کیا تو یہ پایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے ان کو دیکھا کہ وہ دونوں آیتوں آیت سورۂ مائدہ و آیت سورۂ
نساء کی تاویل میں مختلف ہو رہے ہیں تو آپ نے دونوں تاویلوں
کی تصویب کی اور ہر ایک تاویل کرنے والے کو اس کی تاویل
پر چھوڑ دیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی شان اس سے بلند ہے کہ ان
پر یہ حدیث مخفی رہی ہو اور اللہ سے آپ کا تقویٰ اس سے
بلند تھا کہ آپ کو یہ حدیث پہنچے اور آپ اس کے قائل نہ ہوں مگر
کوئی ایسے معنے ہیں جن کو انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
سمجھا تھا۔ نسائی نے طارق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص
جُنبی ہو گیا تو اس نے نماز نہ پڑھی اور اس نے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس آکر اس کا حال بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ
تو نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک اور شخص جُنبی ہو گیا تو اس نے تیمم
کیا اور نماز پڑھ لی پھر وہ آپؐ کے پاس آیا تو اس سے بھی آپؐ
نے وہی فرمایا جو دوسرے سے فرمایا تھا یعنی تو نے ٹھیک کیا۔
اور اشارہ کیا شافعیؒ نے عمرؓ اور ابن مسعودؓ کی طرف کہ وہ
دونوں محمول کرتے تھے "ملامسۃ" کو (جو سورۂ نساء میں مذکور
ہے یعنی لمستم النساء) لمس بالید (یعنی ہاتھ سے چھونے) پر تو
دونوں آیتیں ان دونوں کے نزدیک جنابت سے تیمم کے بارے میں

ع یعنی وان کنتم جنباً فاطہروا الخ (مائدہ: ۶) اور وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او
لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً الخ (النساء: ۴۳) ۱۲ مترجم

عن الجنابة. **مواقیت الصلوٰۃ** مالک عن نافع ان عمر بن الخطاب کتب الی عمّاله ان أهمّ امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظها و حافظ علیها حفظ دینه و من ضیّعها فهو لما سواها أضیع ثم کتب ان صلّوا الظهر اذا کان الفیئ ذراعا الی ان یکون ظل احدکم مثله و العصر و الشمس مرتفعة بیضاء نقیة (بدون زردی ۱۲) قدر ما یسیر الراکب فرسخین او ثلثة قبل غروب الشمس و المغرب اذا غربت الشمس و العشاء اذا غاب الشفق الی ثلث اللیل فمن نام فلا نامت عینه فمن نام فلا نامت عینه فمن نام فلا نامت عینه و الصبح و النجوم بادیة مشتبکة مالک عن عمه ابی سهیل بن مالک عن ابیه ان عمر بن الخطاب کتب الی ابی موسی الاشعری ان صلّ الظهر اذا زاغت الشمس و العصر و الشمس بیضاء نقیة قبل ان تدخلها صفرة و المغرب اذا غربت الشمس و أخّر العشاء ما لم تنم و صلّ الصبح و النجوم بادیة مشتبکة و اقرأ فیها بسورتین طویلتین من المفصل و فی روایة عن هشام ابن عروة عن ابیه

ساکت ہیں۔ **اوقاتِ نماز** مالکؒ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر ہمیشہ کاربند رہا (شرائط و آداب کے ساتھ بروقت ادا کرتا رہا) تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اُس کو ضائع کیا تو اس کے سوا (دیگر ضروریاتِ دین) کو تو بہت ہی ضائع کرنے والا ہوگا۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب کہ سایہ ایک ہاتھ ہو یہاں تک کہ تم میں سے کسی کا سایہ اُس کے برابر ہوجائے اور عصر کی نماز پڑھو ایسے وقت کہ سورج بلند ہو سفید اور صاف (کہ اس میں زردی پیدا نہ ہوتی ہو) اتنی مقدار تک کہ ایک شتر سوار دو یا تین کوس غروب آفتاب سے پہلے سفر کرسکے۔ اور مغرب کی نماز پڑھو جب آفتاب غروب ہوجائے اور عشاء کی جب شفق غائب ہوجائے ایک تہائی رات تک تو جو سوجائے تو اُس کی آنکھ کبھی نہ سوئے۔ جو سوجائے اُس کی آنکھ کبھی نہ سوئے۔ جو سوجائے اُس کی آنکھ کبھی نہ سوئے (یہ بددعا فرمائی) اور صبح کی اُس وقت جب (بعد صبح صادق) تارے نمایاں اور گھنے ہوتے ہوں (یعنی شب کی تاریکی باقی ہو) مالکؒ اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب سورج ڈھل جائے اور عصر کی جب سورج سفید اور صاف ہو قبل اس کے کہ اس میں زردی داخل ہو اور مغرب کی جب سورج غروب ہوجائے اور مؤخر کر عشاء کو جب تک تو نہ سوئے اور صبح کی نماز پڑھ ایسے وقت میں کہ تارے صاف اور گھنے ظاہر ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھ مفصّل میں سے۔ اور ایک روایت میں ہشام بن عروہ سے اُن کے باپ سے

وصلّ العشاء بينك وبين ثلث الليل فان أخرت فالى شطر الليل مالك عن عمه ابى سهيل بن مالك عن ابيه انه قال كنت ارى طنفسة لعقيل بن ابى طالب يوم الجمعة تطرح الى جدار المسجد الغربى فاذا غشى الطنفسة كلها ظل الجدار خرج عمر بن الخطاب فصلّى الجمعة قال ثم نرجع بعد صلوة الجمعة فنقيل قائلة الضحى مالك والشافعى عن عبدالله بن عامر صلينا وراء عمر بن الخطاب الصبح فقرأ فيها سورة يوسف وسورة الحج قرأ قراءة بطيئة فقلت والله لقد كان اذا يقوم حين يطلع الفجر قال اجل ابو بكر عن ابى البخترى كان عمر ينصرف من الهجير فى الحر ثم ينطلق المنطلق الى قباء فيجدهم يصلون ابو بكر عن عبدالرحمن ابن سابط ان عمر قال لابى محذورة انك بارض شديد الحر فابرد بالصلوة ثم ابرد بها ابو بكر عن منذر قال عمر ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب ابردوا بالظهر عن فيح جهنم الشافعى عن رجل من الصحابة قال لقينى عمر بن الخطاب بالزوراء (بازار مدینہ) فسألنى اين تذهب فقلت للصلوة قال

یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ لیجئے اور ثلث رات کے درمیان پھر اگر تو مؤخر کرے تو آدھی رات تک۔ مالکؒ اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا کہ میں ایک فرش دیکھا کرتا تھا عقیل بن ابی طالب کا جو جمعہ کے دن ڈال دیا جاتا مسجد کی دیوار غربی کے نیچے۔ تو جب دیوار کا سایہ پورے فرش پر چھا جاتا تھا تو عمرؓ بن الخطاب نکلا کرتے اور نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے کہا کہ پھر جمعہ کی نماز کے بعد لوٹ جاتے اور دوپہر کے قیلولے کے طور پر آرام کرتے۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبداللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھی عمرؓ بن الخطاب کے پیچھے صبح کی تو اس میں پڑھی سورۃ یوسف اور سورۃ حج اور قرات کی لمبی (یعنی تیزی سے نہیں پڑھا) تو میں نے کہا کہ واللہ اس صورت میں تو طلوع فجر کے وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔ کہا کہ ہاں! ابو بکر نے روایت کیا ابو البختری سے کہ عمرؓ نماز ظہر پڑھ کر گرمی میں ایسے وقت لوٹتے تھے کہ پھر ایک چلنے والا قباء میں چل کر جائے تو وہاں والوں کو نماز پڑھتے ہوتے پاتے۔

ابو بکر روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن سابط سے کہ عمرؓ نے فرمایا ابو محذورہ سے کہ تم شدید الحرارت سرزمین میں ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھو پھر (تاکید ہے کہ) ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

ابو بکر روایت کرتے ہیں منذر سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ ابو حنیفہؒ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے روایت کی کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو جہنم کے سانس سے۔ شافعیؒ ایک صحابی مرد سے روایت کرتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے عمرؓ بن الخطاب زوراء میں ملے (جو مدینہ کا ایک بازار ہے) اُنھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو تو میں نے کہا کہ نماز کے لئے تو فرمایا کہ

خلفت فاسرع فاذهب الى المسجد فصليت ثم رجعت فوجدت جاريتي احتبست من الاستقاء فذهبت الى بيررومة فجئت بماء والشمس صالحة

ابوبكر عن سعيد بن المسيب قال عمر لا تنتظروا بصلاتكم اشتباك النجوم

ابوبكر عن سويد بن غفلة قال عمر عجلوا العشاء قبل ان يكسل العامل وينام المريض

ابوبكر عن الاسود عن عمر قال اذا كان يوم الغيم فعجلوا العصر واخروا الظهر

الحديث بعد العشاء

ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب انه قال ان اجدب الجدب الحديث بعد العشاء الا في صلوة او قراءة القرآن

ابوبكر عن سلمان يعني ابن ربيعة قال لي عمر يا سلمان اني اذم لك الحديث بعد العتمة

ابوبكر عن ابي بكر بن ابي موسى ان ابا موسى اتى عمر بن الخطاب فقال له عمر ما جاء بك قال جئت اتحدث اليك قال هذه الساعة قال انه لفقه فجلس عمر فتحدثنا ليلا طويلا

حضور الجماعة

ابوبكر عن عبدالرحمن قال عمر لان اصليهما في جماعة احب الي من ان احيي ما بينهما

تونے دیر کردی جلدی مسجد میں پہنچ۔ تو میں نے نماز پڑھی پھر واپس آیا تو اپنی لونڈی کو پایا کہ اُس نے پانی لانے میں دیر کردی پھر میں بیر رومہ کی طرف گیا اور اس کو لے کر آیا اور ابھی آفتاب درست تھا (بحالت سابقہ)۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے لئے انتظار نہ کرو ستاروں کے خوب روشن ہونے کا۔ ابوبکر سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ عشاء میں عجلت کرو قبل اس کے کہ مزدوری کرنے والے کسلمند ہوں اور بیمار سو جائیں۔ ابوبکر اسود سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس دن گھٹا چھائی ہوتی ہو تو عصر میں جلدی کرو اور ظہر میں تاخیر کرو۔ **عشاء کے بعد بات کرنا** ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا کہ تمام قحطوں سے بڑا قحط (یعنی سب نقصانوں سے بڑا نقصان) عشاء کے بعد باتیں کرنا ہے مگر نماز میں یا قراءتِ قرآن میں۔ ابوبکر نے سلمان یعنی ابن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ اے سلمان! میں بُرا سمجھتا ہوں تمھارے لئے عشاء کے بعد باتیں کرنا۔ ابوبکر ابن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ ابوموسیٰؓ آئے عمرؓ بن الخطاب کے پاس تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیسے آئے؟ اُنھوں نے کہا کہ میں آپ سے باتیں کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کہ ایسے وقت؟ (یعنی عشاء کے بعد) تو انھوں نے کہا کہ وہ فقہ کی (یعنی دین کی) بات ہے۔ پھر عمرؓ بیٹھ گئے۔ تو ہم نے بہت رات گئے تک باتیں کیں۔ **جماعت میں حاضر ہونا** ابوبکر عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بات کہ میں ان دونوں کو جماعت کے ساتھ پڑھ لوں مجھے ان دونوں کے درمیان کو زندہ رکھنے (یعنی جاگتے اور عبادت کرتے رہنے) سے زیادہ پسند ہے

یعنی الصبح و العشاء آبوبکر عن ابراهیم ان عمر بن الخطاب کان اذا رآے غلاماً فی الصف اخرجه آبوبکر عن ابی مجلز اقیمت الصلوٰة وصفت الصفوف فابتدر رجل لعمر فکلمه فاطال القیام والقوم صفوف آبوبکر عن سعید بن المسیب ان عمر رآے رجلاً یصلی رکعتین والمؤذن یقیم فانتهره فقال لاصلوٰة والمؤذن یقیم الا الصلوٰة التی یقام لها آبوبکر عن ابی عثمان النهدی رأیت الرجل یجیئ وعمر بن الخطاب فی صلوٰة الفجر فیصلی (ای سنة الفجر) فی جانب المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوتهم آبوبکر عن نعیم قال اذا کان بینه و بین الامام طریق اور نهر اوحائط فلیس معه (ای لا یصح اقتداءه) آبوبکر عن ابن عمر کانت امرأة لعمر تشهد صلوٰة الصبح والعشاء فی جماعة فی المسجد فقیل لها لم تخرجین وقد تعلمین ان عمر یکره ذلک و یغار قالت فما یمنعه ان ینهانی قالوا یمنعه قول رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تمنعوا اماء الله مساجد الله الشافعی انه تقدم (للامامة ۱۲) اعجمی

یعنی صبح اور عشاء کی نماز۔ آبوبکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب جب کسی لڑکے کو صف میں دیکھتے تو اس کو نکال دیتے۔ آبوبکر ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ نماز تیار ہوگئی اور صفیں درست ہوگئیں تو ایک شخص جھپٹ کر عمرؓ کے پاس پہنچا اور اُن سے گفتگو کرنے لگا اور قیام کو طویل کر دیا اور قوم صف بستہ تھی۔ آبوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھنے لگا حالانکہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے تو آپ نے اُس کو جھڑکا اور فرمایا کہ کوئی نماز نہیں جب مؤذن اقامت کہنے لگے بجز اس نماز کے جس کے لئے اقامت کہی جا رہی ہے۔ آبوبکر عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آتا ہے اور عمرؓ بن الخطاب نماز فجر میں ہیں پھر وہ مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھتا ہے (یعنی فجر کی سنتیں) پھر وہ قوم کے ساتھ نماز میں داخل ہو جاتا ہے۔ آبوبکر نعیم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ جب اس کے (یعنی مقتدی کے) اور امام کے درمیان راستہ ہو یا نہر ہو یا دیوار ہو تو وہ امام کے ساتھ نہیں ہے (یعنی اُس کی اقتدا صحیح نہیں ہے)۔ آبوبکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کی ایک عورت تھیں جو مسجد میں پہنچ کر صبح اور عشاء کی نماز پڑھا کرتی تھیں تو اُن سے کہا گیا کہ تم کیوں نکلتی ہو حالانکہ تم جانتی ہو کہ عمرؓ اس کو بُرا سمجھتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ پھر عمرؓ کو کونسی بات اس سے روکتی ہے کہ وہ اس سے مجھے منع کر دیں اُنھوں نے کہا کہ اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول روکتا ہے جو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ شافعیؒ سے مروی ہے کہ ایک عجمی شخص بڑھا

فاخرہ مسور بن مخرمۃ فسألہ عمر فقال
ان الرجل کان الاعجمی اللسان فخشیت
ان یسمع بعض الحاج قرأتہ فیاخذ
بعجمتہ فقال ہنالک ذہبت فقال
نعم فقال قد احسنت مالک و الشافعی
عن عبد اللہ بن عتبۃ دخلت علی
عمر بالہاجرۃ (بعد الزوال) فوجدتہ یسبح (یصلی) فقمت
وراءہ فقربنی حتی جعلنی حذاءہ
علی یمینہ فلما جاء یرفا (غلام عمر) تأخرت
فصففنا وراءہ ابو حنیفۃ عن حماد
عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب
جعلہما خلفہ فصلی بین ایدیہما
یعنی المأمومین ابو بکر عن یسار بن نمیر
ان عمر بن الخطاب کان یقول ابدأوا
بطعامکم ثم افرغوا لصلوتکم مالک
عن زید بن اسلم قال عمر لا یصلین
احدکم وہو ضام بین ورکیہ یعنی
الحاقب سنۃ الاذان اخرج
البخاری وغیرہ عن ابن عمر کان
المسلمون حین قدموا المدینۃ یجتمعون
فیتحینون الصلوۃ لیس ینادی
بہا فقال عمر او لا تبعثون رجلا
ینادی بالصلوۃ وفی حدیث
رؤیا عبد اللہ بن زید فیما رواہ
الدارمی وغیرہ قال عمر

(یعنی امامت کے لئے) تو اُس کو مسور بن مخرمہ نے پیچھے ہٹا دیا۔ تو
ان سے عمر رضؓ نے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ شخص عجمی زبان کا
تھا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اس کی قراءت کو بعض حج میں آنے
والے سُنیں گے اور وہ اس کے عجمی لہجہ کو نہ لے لیں۔ تو عمر رضؓ
نے کہا کہ تمہارا خیال اُس طرف گیا۔ اُنھوں نے کہا جی ہاں!
تو عمر رضؓ نے کہا تم نے اچھا کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے عبد اللہ بن
عتبہ سے روایت کیا کہ میں عمر رضؓ کے پاس ہاجرہ (یعنی بعد زوال)
میں پہنچا تو میں نے اُن کو پایا تسبیح پڑھتے ہوئے (یعنی نماز
پڑھتے ہوئے) تو میں اُن کے پیچھے کھڑا ہوگیا تو اُنھوں نے
مجھے قریب کیا یہاں تک کہ اپنے برابر کرلیا اپنی دائیں جانب میں۔
پھر جب حضرت (عمر رضؓ کا غلام) یرفا آگیا تو میں پیچھے ہٹ گیا
اور ہم دونوں نے اُن کے پیچھے صف بنالی۔ ابو حنیفہؒ نے حماد
سے اُنھوں نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے
ان دونوں کو اپنے پیچھے کردیا اور ان کے آگے نماز پڑھی یعنی ان
دونوں مقتدیوں کے آگے۔ ابو بکر یسار بن نمیر سے روایت کرتے
ہیں کہ عمر رضؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ پہلے کھانا کھالو اور
نماز کے لئے فارغ ہوجاؤ۔ مالک زید بن اسلم سے روایت کرتے
ہیں کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم میں ہرگز کوئی اس طرح نماز نہ پڑھے
کہ وہ بھینچ رہا ہو اپنے کولھوں کے درمیان کو یعنی پاخانہ روکنے
والا ہو۔ سُنّتِ اذان بخاری وغیرہ نے ابن عمر رضؓ سے روایت
کیا ہے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو جمع ہوجاتے اور وقتِ
نماز کا اندازہ کرلیتے تھے۔ نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔
تو عمر رضؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو نہیں بھیجتے جو نماز کے
لئے اذان دے۔ اور عبد اللہ بن زید کے خواب کے قصہ میں
ہے جس کو دارمی وغیرہ نے روایت کیا کہ عمر رضؓ نے عرض کیا کہ

والذی بعثک بالحق لقد رأیت مثل
ما رأی ابوبکر عن عبداللہ بن ہذیل
قال عمر لولا ان یکون سنۃ لاذنت
الشافعی ان عمر قال عجلوا الاذان بالصبح
یدلج المدلج ابوداؤد عن مؤذن لعمر
یقال لہ مسروح اذن قبل الصبح
فامرہ عمر ان یرجع فینادی الا ان
العبد قد نام قلت فی المسئلۃ قولان
ذہب الشافعی الی الاول (عدم الاعادۃ) وابوحنیفۃ
الی الثانی (الاعادۃ) ویمکن الجمع باختلاف الاحوال
فاذا کان الامام قد تقدم الی
الناس ان فلانا یؤذن بلیل جاز
قبل الصبح والا لا لوجود التباس فی
الثانی وعدمہ فی الاول مالک
ان عمر علم مؤذنہ ان یقول الصلوٰۃ
خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من
النوم ابوبکر عن مجاہد ان ابا محذورۃ
قال الصلوٰۃ الصلوٰۃ (بطریق تثویب)
فقال عمر ویحک امجنون
انت اما کان فی دعائک
الذی دعوتنا (الی الاذان) ما نأتیک حتی
تأتینا

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے
بھی وہی خواب دیکھا جو اس نے دیکھا ہے۔ ابوبکر عبداللہ بن ہذیل
سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ
(یعنی اذان دینا خلفاء کے لئے) سنت بن جائے گی تو میں ضرور
اذان دیا کرتا۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبح
کی اذان دینے میں جلدی کرو کہ آخر شب میں روانہ ہوتے ہیں
سفر کرنے والے۔ ابوداؤد نے عمرؓ کے ایک مؤذن سے روایت
کیا جس کو مسروح کہا جاتا تھا اور اس نے صبح سے پہلے ہی
اذان دیدی تھی تو اس کو عمرؓ نے حکم دیا کہ لوٹے اور ندا
کرے کہ لوگو سن لو بندہ سو گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ مسئلہ میں
دو قول ہیں شافعیؒ گئے ہیں اول کی طرف (یعنی عدم اعادہ)
اور ابوحنیفہؒ دوسرے (یعنی اعادہ) کی طرف اور دونوں قولوں
میں باختلاف احوال جمع ممکن ہے اس طرح کہ جب امام نے
پہلے لوگوں کو یہ اطلاع دیدی ہو کہ فلاں شخص رات میں
ہی اذان دیدیتا ہے تو وہ صبح سے قبل جائز ہوگی ورنہ نہیں
کیونکہ دوسری صورت میں التباس موجود ہے اور پہلی صورت
میں التباس نہیں ہے۔ مالکؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے اپنے
مؤذن کو تعلیم کیا کہ وہ یہ کہا کرے الصلوٰۃ خیر الخ یعنی نماز
سونے سے بہتر ہے، نماز سونے سے بہتر ہے۔ ابوبکر مجاہد سے
روایت کرتے ہیں کہ ابو محذورہ (مؤذن) نے کہا الصلوٰۃ الصلوٰۃ
تو عمرؓ نے فرمایا کہ ناس گئے تو باولا ہے کیا؟ کیا تیرے
بلاوے میں جس نے تو نے ہم کو بلایا ہے وہ چیز نہیں ہے (جس کو
سنکر) ہم تیرے پاس آئیں کہ تو (پھر بھی) ہمارے پاس آتا ہے۔

۵ع مجمع البحار میں ہے کہ جہاں شفقت اور رحم کے ساتھ کسی فعل پر انکار کیا جاتا ہے تو ویحک بولتے ہیں اور جب غصہ اور ناراضی کے ساتھ انکار ہو تو ویلک کہتے ہیں" مترجم

ابو بکر عن ابی الزبیر موذن بیت المقدس جاءنا عمر بن الخطاب فقال اذا أذنتَ فترسّل (درنگ کن) و اذا اقمتَ فاحذُر (جلدی کرو) وفي رواية البغوي فاحذم ومعناه الحدر ايضًا هو قطع التطويل المساجد البغوي عن سالم بن عبد الله بن عمر بنى عمرؓ بن الخطاب رحبةً (صحن کشادہ) الى جنب المسجد سمّاها البطيحاء وقال من اراد ان يلغطَ او ينشِدَ شعرًا او يرفع صوتًا فليخرج الى هذه الرّحبة مالك نحوًا من ذلك البغوي عن سعيد ابن المسيّب مرّ عمر في المسجد و حسّان يُنشِدُ الشعر فلحظ اليه (نگاہ تیز کرد) شزرًا فقال كنتُ انشدُ فيه وفيه من هو خيرٌ منك (یعنی النبیؐ) ثم التفتَ الى ابي هريرة فقال انشدك الله أسمعتَ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقولُ أجِبْ عنّي اللهم ايده بروح القدس قالَ نعم ابو بكر عن ابراهيم بن سعد عن ابيه سمعَ عمر بن الخطاب رجلًا رافعًا صوتَه في المسجد فقالَ أتدري اينَ انتَ ابو بكر عن ابن عمر انّ عمر نهى عن اللغطِ في المسجد و قالَ ان مسجدنا هذا لا تُرفعُ فيه الاصواتُ

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابو زبیر سے جو بیت المقدس کے موذن تھے کہ ہمارے پاس عمرؓ بن الخطاب آتے اور کہا کہ جب اذان دیا کرو تو (الفاظ کو) کھینچا کرو اور جب تکبیر کہو تو جلدی کہدو (یعنی کھینچنے کی ضرورت نہیں) اور بغوی کی روایت میں ہے فَاحْذِمْ اور اس کے معنے بھی "حدر" ہی کے ہیں یعنی تطویل قطع کرنے کے۔ مساجد بغوی سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے مسجد کے پہلو میں ایک کشادہ صحن احاطہ بنوایا جس کا نام بُطَیحا رکھا اور فرمایا کہ جو باتیں کرنا چاہے یا کوئی شعر سنانا چاہے یا آواز اونچی کرنا چاہے تو چاہیئے کہ اس احاطہ میں چلا جائے مالکؒ نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ بغوی سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ مسجد میں گزرے اور حسانؓ شعر پڑھ رہے تھے تو آپؓ نے ان کی طرف تیز نظر ڈالی تو حسانؓ نے کہا کہ میں یہاں شعر پڑھتا تھا اور یہاں وہ موجود ہوتے تھے جو تم سے بہتر تھے (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم) پھر ملتفت ہوئے ابو ہریرہؓ کی طرف اور کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں بتا کہ کیا تو نے سنا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ (مجھ سے) فرما رہے تھے کہ میری طرف سے جواب دے۔ یا اللہ اس کو مدد پہنچا روح القدس سے۔ ابو ہریرہؓ نے کہا ہاں۔ ابو بکر نے ابراہیم بن سعد سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سنا کہ ایسے شخص سے جو مسجد میں آواز بلند کر رہا تھا فرماتے تھے کہ کیا تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے۔ ابو بکر نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ عمرؓ نے مسجد میں شور و شغب سے روکا اور کہا کہ یہ ہماری مسجد وہ جگہ ہے جہاں آوازیں بلند نہ ہونی چاہئیں

ابو بکر عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب کان یجمر المسجد کل جمعۃ ۔ ابو بکر عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب ان عمر بن الخطاب اتی مسجد قباء علی فرس لہ فصلی بہ ثم قال یا یرفا ائتنی بجرید قال فاتاہ بجرید فاحتجز عمر بثوبہ ثم کنسہ ۔ ابو بکر عن سیار ابن معرور رأی عمر قوما یصلون علی الطریق فقال صلوا فی المسجد ۔ ابو بکر عن انس رأنی عمر و انا اصلی فقال القبر امامک ابو بکر عن معرور بن سوید انہ رجع مع عمر فی حجتہ فرأی عمر الناس یبتدرون فقال ماھذا فقالوا مسجد فیہ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھکذا ہلک اھل الکتاب اتخذوا آثار انبیاءھم بیعا من عرضت لہ منکم فیہ الصلوۃ فلیصل ومن لم تعرض لہ منکم الصلوۃ فلا یصل ۔ ابو بکر عن نافع بلغ عمر بن الخطاب ان ناسا یاتون الشجرۃ التی بویع تحتھا فامر بھا فقطعت ۔ ابو بکر و مسلم عن معدان بن طلحۃ الیعمری ان عمر ابن الخطاب قال ایھا الناس انکم تاکلون شجرتین لا اراھما الا خبیثتین الثوم و البصل لقد کنت اری الرجل علی عہد

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔ ابو بکر مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء پہنچے وہاں نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا کہ اے یرفا، میرے پاس (کھجور کی) ایک شاخ لے کر آ (آپ کا غلام) یرفأ جا کر لے آیا۔ پھر انھوں نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر کمر سے لپیٹا اور مسجد میں جھاڑو دی۔ ابو بکر سیار بن معرور سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک قوم کو راستوں پر نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ مسجد میں نماز پڑھو۔ ابو بکر نے انسؓ سے روایت کیا کہ مجھے عمرؓ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے تیرے سامنے۔ ابو بکر نے معرور بن سوید سے روایت کیا کہ وہ عمرؓ کے ساتھ حج سے واپس آرہے تھے کہ عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ جھپٹے جا رہے ہیں تو فرمایا کہ یہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک مسجد ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے تو فرمایا کہ اسی طرح ہلاک ہوئے اہل کتاب کہ انھوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو عبادت خانے بنایا۔ تم میں سے جس پر ایسے موقع پر نماز کا وقت آجائے تو چاہیئے کہ نماز پڑھ لے اور جس کو تم میں سے نماز کی ضرورت داعی نہ ہو وہ نہ پڑھے۔

ابو بکر نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب کو یہ اطلاع پہنچی کہ لوگ اُس درخت کی زیارت کے لئے آتے ہیں جس کے نیچے بیعت کی گئی تھی تو آپ کے حکم سے اُس کو کاٹ دیا گیا۔

ابو بکر اور مسلم معدان بن طلحہ الیعمری سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اے لوگو تم ایسے دو درختوں کو کھاتے ہو جن کو میں کچھ نہیں سمجھتا سوائے اس کے کہ وہ گندے ہیں یعنی لہسن اور پیاز۔ میں دیکھتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُوجَدُ منہ رِیحُہٗ فیوخذ بیدہ حتے یُخرج الے البقیع فمن کانَ اٰکلُہا فلیُمِتہا طبخاً ابوبکر کُتِبَ الے عمر من نَجرانَ لم نَجد اَنظفَ ولا آجود من کنیسۃٍ فکتبَ انضحُوہا بماء وسدرٍ وصلُّوا فیہا ابوبکر عن مُعاویۃ بن قُرّۃَ عن ابیہ رآنی عمر وانا اُصلّی بین الاسطوانتین فاخذ بقفاتِی فاَدنانی الے سُترۃٍ فقال صَلِّ الیہا ابوبکر عن رجل من اہل الیمن یقالُ لہٗ ہَداب قالَ عمر المُصَلُّون احقُّ بالسوارِی من المحدثین الیہا ابوبکر عن ابنِ الزّبیر سمعتُ عمرُ یقول صلوۃ فے ہذا المسجدِ افضل من مائۃ صلوۃٍ فیما سِواہ الاّ المسجدَ الحرامَ ابوبکر عن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن اِن عمر صَلّے فے مکان فیہ دِمَن یعنی مرابضَ الغنمِ مایلبسہُ المُصلّے اخرج البخاری عن ابی ہریرۃ قالَ قامَ رجلٌ الے النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسألہ عن الصّلوۃ فے الثوب الواحد فقال او کلّکم

کے زمانہ میں کہ جس شخص کے بھی منہ سے اُس کی بُو پائی جاتی تھی اُس کا ہاتھ پکڑا جاتا تھا اور اس کو بقیع تک پہنچا کر چھوڑا جاتا تھا تو جو اُن کو کھانا چاہے تو اُس کو چاہیے کہ اُن کو پکاکر اُن (کی بُو) کو مار دے۔ ابوبکر نے روایت کی کہ عمرؓ کو لکھا گیا نجران سے کہ ہم نے کوئی جگہ صاف اور ستھری کنیسہ (گرجا) سے بہتر نہیں پائی تو آپ نے لکھا کہ اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے دھوڈالو اور اس میں نماز پڑھو۔ ابوبکر معاویہ بن قُرّہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مجھے دیکھا جب کہ میں دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میری گُدّی پکڑی اور مجھے سُترہ (یعنی آڑ) کے قریب لے گئے اور کہا کہ اس کی طرف نماز پڑھ۔ ابوبکر یمن والوں میں کے ایک شخص سے جس کو ہَداب کہا جاتا تھا روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ نماز پڑھنے والے ستونوں کی طرف بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہیں بے وضو لوگوں کی بہ نسبت۔ ابوبکر ابن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اس مسجد کی نماز افضل ہے دوسری جگہ کی سَو نمازوں سے بجز مسجدِ حرام کے۔ ابوبکر اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں مینگنیاں پڑی تھیں یعنی بکریوں کی چراگاہ میں۔ **نماز پڑھنے والا کیا پہنے۔** بخاری نے روایت کی ابوہریرہؓ سے کہا کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے آپؐ سے سوال کیا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے

ف چونکہ عیسائی شراب پیتے ہیں اور اس کو ناپاک نہیں سمجھتے فرش پر بھی پھینک دیتے ہیں اور نماز کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس لئے آپ نے فرش کو مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا تاکہ شراب کا اثر باقی نہ رہے۔ ظاہری نظافت اور صفائی کو آپ نے کافی نہیں قرار دیا ۱۲ مترجم

يجد ثوبين ثم سأل رجل عمر فقال اذا وسّع الله فأوسعوا جمع رجل عليه ثيابه صلى رجل في ازار ورداء في ازار وقميص في ازار وقباء في سراويل ورداء في سراويل وقميص في سراويل وقباء في تبان و قميص قال واحسبه قال في تبان و رداء ابو بكر عن معوذ صلى بنا عمر في ثوب واحد ليس عليه غيره ابو بكر عن ابن عمر ان عمر رض رأى رجلاً يصلى ملتحفاً فقال لا تشبّهوا باليهود من لم يجد منكم الا ثوباً واحداً فليتزر به ابو بكر عن ابي هريرة قال عمر تصلى المرأة في ثلثة الثواب قلت معناه ستر جميع البدن البيهقي عن عمر انه رأى امةً متخمرة متجلببة فقال تتشبّه الاماء بالمحصنات (زنان آزاد) ابو بكر عن انس رأى عمر امةً متقنعة فضربها وقال تتشبّهين بالحرائر ابو بكر عن عبد الله بن عامر رأيت عمر يصلى على عبقري ابو بكر ان عمر اشترى الحصر بفرشها في المسجد

استقبال القبلة

ابو بكر عن ابن عمر

ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔ پھر ایک شخص نے سوال کیا عمر رض سے تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت بخش دی تو تم بھی وسعت پر عمل کرو۔ آدمی اپنے بدن پر اپنے کپڑے پہنے کوئی شخص نماز پڑھے اپنی لنگی اور چادر میں، لنگی اور قمیص میں، لنگی اور قبا میں، پاجامہ اور چادر میں، پاجامہ اور قمیص میں، پاجامہ اور قبا میں، جانگیے اور قمیص میں۔ کہا اور مجھے گمان ہے کہ جانگیے اور چادر میں بھی فرمایا۔ ابو بکر معوذ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمر رض نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔ اس کے سوا ان کے بدن پر اور کپڑا نہیں تھا۔ ابو بکر ابن عمر رض سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو (ایک کپڑے میں) لپٹا ہوا تھا تو فرمایا کہ یہودیوں کے مشابہ نہ بنو۔ تم میں سے جسکے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہو وہ اُس کی لنگی بنالے۔ ابو بکر نے ابو ہریرہ رض سے روایت کیا کہ عمر رض نے فرمایا کہ عورت تین کپڑوں میں نماز پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں تمام بدن کا چھپانا۔ بیہقی عمر رض سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک باندی کو دیکھا کہ اوڑھنی کو چہرہ کا نقاب بنائے ہوئے ہے تو فرمایا کہ باندیاں آزاد عورتوں کی مانند بننے لگیں۔ ابو بکر انس رض سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے ایک باندی کو دیکھا اوڑھنی منہ پر ڈالے ہوئے تو آپ نے اُس کو مارا اور کہا کہ تو آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہے۔ ابو بکر عبد اللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رض کو عبقری (ایک عمدہ فرش چاندنی) پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ابو بکر نے روایت کیا کہ عمر رض نے بوریئے خرید کے ان کو مسجد میں بچھانا شروع کئے۔

استقبال قبلہ

ابو بکر ابن عمر رض سے روایت کرتے ہیں

قال عمر ما بين المشرق و المغرب قبلة زاد فی روایة استقبلت البیت مالک نحوا من ذلک ابو بکر عن الاسود رأیت عمر یرکز عنزة (نیزہ کوتاہ) و یصلی الیها و الظعن (مسافرین) یمر بین یدیه البیهقی عن غضیف سألت عمر ابن الخطاب قلت انا نتبدوا فنکون فی الابنیة فان خرجت قررت وان خرجت قررت فقال عمر اجعل بینک و بینها ثوبا ثم لیصل کل واحد منکما قلت تمسکت به الحنفیة فی قولهم بفساد صلوة الرجل اذا حاذته امرأة فی صلوة مشترکة تحریمة و اداء و اجاب الشافعی فقال لیس بمعروف عن عمر و لیس فیه انها فی صلوة واحدة لکن استحب ذلک قطعا لمادة الفتنة صفة الصلوة مالک والشافعی ان عمر کان یأمر رجالا بتسویة الصفوف فاذا جاءوا فاخبروه ان الصفوف قد استوت کبر ابو بکر عن الاسود سمعت عمر افتتح الصلوة و کبر فقال سبحانک اللهم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالی جدک و

عمرؓ نے فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے (یعنی مدینہ کا قبلہ) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب تو سیدھا رخ کرے گا بیت کی طرف۔" مالکؒ نے بھی اسی طرح روایت کی۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے نیزے کو گاڑ دیتے تھے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور مسافر آپ کے سامنے سے گزرتے تھے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں غضیف سے کہا کہ میں نے ایک سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے میں نے کہا کہ ہم کھلے میدان میں رہتے ہیں ڈیروں میں۔ اگر میں ڈیرے سے باہر نماز پڑھنے کے لئے) باہر نکلوں تو میں (سردی سے) ٹھٹھر جاؤں اور اگر وہ نکلے تو وہ ٹھٹھر جاتی گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے اور اس کے درمیان ایک کپڑا (پردے کے لئے) ڈال لو۔ پھر تم دونوں میں سے ہر ایک نماز پڑھ لے۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ نے اس قول میں کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جب اس کے محاذات میں عورت آجاتی ہے ایسی نماز میں جو مشترک ہو تحریمہ اور اداء کے اعتبار سے اسی سے دلیل پکڑی ہے اور شافعیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ عمرؓ سے یہ روایت معروف نہیں اور اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ وہ صلوٰۃ واحدہ میں شریک تھی۔ لیکن یہ مستحب ہے مادۂ فتنہ کو قطع کرنے کے لئے۔ **طریق نماز** مالکؒ اور شافعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کو مامور کیا کرتے تھے صفیں سیدھی کرنے کے لئے۔ پھر جب وہ آکر آپ کو خبر دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئیں تو تکبیر کہتے۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ سے سنا انھوں نے نماز شروع کی اور تکبیر کہی پھر کہا سبحانک اللهم وبحمدك الخ (ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں یا اللہ اور آپ کی تعریف، اور آپ کا نام بڑی برکت والا ہے اور آپ کی عظمت بہت بلند ہے اور

لاالٰہ غیرک ثم یتعوذ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان ناسا من اہل البصرۃ اتوا عمر بن الخطاب لم یاتوہ الا لیسألوہ عن افتتاح الصلوٰۃ فقام عمر فافتتح الصلوٰۃ وہم خلفہ ثم جہر فقال سبحانک اللہم وبحمدک و تبارک اسمک و تعالٰی جدک و لاالٰہ غیرک قال محمد بن الحسن انما جہر بذلک عمر لیعلمہم ما سألوا عنہ ابوبکر و البیہقی عن الاسود ان عمر کان یرفع یدیہ فی الصلوٰۃ حذو منکبیہ ابوبکر عن عبایۃ ابن ربعی قال عمر لا تجزئ صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب و آیتین الشافعی فی القدیم ان عمر بن الخطاب صلے فلم یقرأ فقال لہم کیف کان الرکوع و السجود قالوا حسنا قال فلا باس ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان عمر صلی المغرب فلم یقرأ فاعاد الصلوٰۃ قلت کان الشافعی یقول فی القدیم ان القراءۃ سنۃ ثم رجع و قال فریضۃ و حمل قصۃ ترک الاعادۃ علی انہ ترک السورۃ مالک والشافعی عن انس کان ابوبکر وعمر و عثمان یفتتحون القراءۃ بالحمد للہ رب العٰلمین زاد فی روایۃ وکان لا یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کے سوا کوئی معبود۔" پھر آپ اعوذ الخ پڑھتے۔ ابو حنیفہ رح حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے چند لوگ عمر رض بن الخطاب کے پاس آئے اور ان کے آنے کی کوئی وجہ نہیں تھی بجز اس کے کہ آپ سے پوچھیں کہ نماز شروع کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ تو عمر رض کھڑے ہوئے اور انھوں نے نماز کو شروع کیا اور وہ لوگ ان کے پیچھے تھے پھر انھوں نے آواز کے ساتھ کہا سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک و لاالٰہ غیرک محمد بن الحسن رح نے کہا کہ عمر رض بن الخطاب نے اس کو جہر کے ساتھ صرف اس لئے پڑھا تاکہ جس بات کا انھوں نے سوال کیا تھا اس کی ان کو تعلیم کردیں۔ ابوبکر اور بیہقی نے اسود سے روایت کیا کہ عمر رض اپنے دونوں ہاتھ نماز میں اٹھایا کرتے تھے اپنے دونوں مونڈھوں کے برابر۔ ابوبکر نے روایت کیا عبایہ ابن ربعی سے کہ فرمایا عمر رض نے کہ نماز پوری نہ ہوگی جس میں فاتحۃ الکتاب اور دو آیتیں نہ پڑھی جائیں گی۔ شافعی رح کے قدیم قول میں ہے کہ عمر رض بن الخطاب نے نماز پڑھی اور اس میں قرارت نہ کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ رکوع اور سجدے کیسے تھے انھوں نے کہا کہ اچھے تھے فرمایا پھر کوئی اندیشہ نہیں۔ ابو حنیفہ رح حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں قرارت نہ کی تو نماز کا اعادہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شافعی رح کا قدیم قول یہ ہے کہ قرارت سنت ہے پھر اس سے رجوع کرلیا اور کہا کہ فرض ہے اور ترک اعادہ کے قصہ کو انھوں نے اس پر محمول کیا کہ انھوں نے سورۃ کو ترک کیا تھا۔ مالک رح اور شافعی رح انس رض سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر رض اور عمر رض اور عثمان رض قرارت کا افتتاح کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین سے۔ ایک روایت میں یہ زیادہ کیا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوبکر و اصحاب السنن عن عبداللہ بن مغفل عن ابیہ قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منھم یقول ذلک اذا قرأت فقل الحمد للہ رب العالمین "التسمیۃ" ابوبکر عن الاسود صلیت خلف عمر سبعین صلوٰۃ فلم یجھر فیھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ابوبکر عن عبداللہ بن ابزی ان عمر جھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم قلت روی عنہ اھل المدینۃ و اھل الکوفۃ والبصرۃ ترک الجھر بالبسملۃ وروی عنہ اھل مکۃ الجھر فوقع الفقھاء فی الترجیح فذھب الشافعی الی ترجیح الجھر بھا و علی قیاس قول محمد فی دعاء الافتتاح انہ جھر فی بعض الاوقات لیعلمھم ان البسملۃ سنۃ والاوجہ عندی ان عمر کان تعلم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قصتہ مع ھشام بن حکیم ان القرآن نزل علی سبعۃ احرف کلھا کاف شاف وکان یری ان الابتداء بالبسملۃ علی انھا جزء من الفاتحۃ حرف صحیح وترکھا علی انھا انما یسن البدایۃ بھا فی کتابۃ القرآن والتلاوۃ خارج الصلوٰۃ

نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر اور اصحابِ سُنن عبداللہ بن مغفل سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ کے اور عمرؓ کے اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے میں نے ان میں سے کسی کو یہ (یعنی تسمیہ) کہتے نہیں سُنا۔ جب تو قرارت کرے تو کہہ الحمد للہ رب العالمین۔
ابوبکر روایت کرتے ہیں اسود سے کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے ستر نمازیں پڑھی ہیں جن میں سے کسی میں بھی انھوں نے جہر کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں کہا۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں عبداللہ بن ابزیٰ سے کہ انھوں نے جہر کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ وبصرہ نے آپ سے بسم اللہ میں جہر کو ترک کرنے کی روایتیں کی ہیں اور اہل مکہ نے جہر کی۔ تو فقہاء میں اختلاف ہوا ترجیح کے بارے میں تو شافعی بسم اللہ میں جہر کی ترجیح کی طرف گئے۔
اور دعاء افتتاح کے بارے میں جو قول محمد حسن کا ہے (کہ حضرت عمرؓ نے بعض اوقات اس میں جہر کیا ہے) اس پر قیاس کرتے ہوئے (کہتے ہیں کہ) انھوں نے بعض اوقات میں بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھ دیا تاکہ لوگوں کو سکھادیں کہ بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اور میرے نزدیک قوی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سکھا تھا اس قصہ میں جو ان کا ہشام ابن حکیم کے ساتھ ہوچکا تھا کہ قرآن سات حرفوں (یعنی طریقوں) پر نازل ہوا ہے ہر ایک ان میں سے کافی اور شافی ہے اور آپ یہ رائے رکھتے تھے کہ بسم اللہ سے ابتداء کرنا اس بناء پر کہ وہ فاتحہ کا ایک جزء ہے ایک حرف (طریقہ) صحیح ہے۔ اور اس کا ترک بھی اس بناء پر کہ اس سے ابتداء کرنا کتابتِ قرآن میں اور خارج صلوٰۃ تلاوتِ قرآن میں صرف مسنون ہی ہے

حرفٌ صحیح ایضاً و الابتداء بہا علی انہا لیست من الفاتحۃ حرفٌ صحیح ایضاً فعملَ بہٰذہ الأحرف فی الاوقات البیہقی عن یزید بن شریک انہ سأل عمر عن القراءۃ خلفَ الامام فقال اقرأ بفاتحۃ الکتاب فقلتُ وان کنتَ انتَ قال وان کنتُ انا قلتُ و ان جہرتَ قال وان جہرتُ قلتُ روے اہل الکوفۃ عن أصحاب عُمر الکوفیین ان المامومَ لایقرأ شیئاً و الجمعُ ان القبیحَ فی الاصل ان یُنازعَ الامامُ فی القرآن و قراءۃُ المأموم قد یُفضی الی ذٰلک ثم ان اشتغالَ المأموم بمناجاتِ ربّہ مطلوبٌ فتعارضت مصلحۃٌ و مفسدۃٌ فمنَ استطاعَ ان یأتی بالمصلحۃِ بحیثُ لاتخدشُہا مفسدۃٌ فلیفعلْ و مَن خافَ المفسدۃَ ترک واللّٰہ اعلم ابوبکر عن الاحنف صلیتُ خلف عمر الغداۃ فقرأ بیونس و الہود و عن زید بن وہب انہ قرأ الکہفَ و عن عبداللّٰہ بن عامر انہ قرأ یوسف قراءۃً بطیئۃً ابوبکر عن عبداللّٰہ ابن شدّاد سمعتُ نشیجَ عمرَ فی صلوٰۃ الصبح و ہو یقرأ اِنّما اَشکو بثّی و حزنی الی اللّٰہ

ایک حرف صحیح ہے. اور اس سے ابتداء کرنا اس خیال کے ہوتے ہوئے کہ وہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے یہ بھی ایک حرف صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے ان احرف پر مختلف اوقات میں عمل کیا ہے۔ بیہقی نے یزید بن شریک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے عمرؓ سے سوال .... کیا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں۔ تو انھوں نے کہا کہ "فاتحۃ الکتاب پڑھو تو میں نے کہا کہ اگرچہ آپ (امام) ہوں کہا کہ اگرچہ میں (امام) ہوں۔ میں نے کہا کہ اگرچہ آپ جہر کے ساتھ پڑھ رہے ہوں کہا اگرچہ میں جہر کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اہل کوفہ نے اصحابِ عمر کوفیین سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی کچھ نہیں پڑھے گا۔ اور جمع کی صورت یہ ہے کہ اصل قباحت کی بات یہ ہے کہ امام کی قراءت قرآن اور ماموم (یعنی مقتدی) کی قراءت ٹکرانے لگیں اور کبھی اس حد تک نوبت آجاتی ہے۔ پھر ماموم کا اپنے رب کے ساتھ عجز و نیاز میں مشغول ہونا مطلوب ہے (جو قراءتِ فاتحہ کا حاصل ہے) تو ایک مصلحت اور ایک مفسدے کا تقابل ہوجاتا ہے تو جو شخص یہ استطاعت رکھتا ہو کہ مصلحت کو اس طرح عمل میں لے آئے کہ اس کو مفسدہ ضرر نہ پہنچا سکے تو وہ عمل کرے اور جس کو مفسدہ کا خوف ہو وہ چھوڑ دے واللہ اعلم۔ ابوبکر احنف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انھوں نے سورۂ یونس اور سورۂ ہود پڑھی۔ اور زید بن وہب سے مروی ہے کہ انھوں نے سورۂ کہف پڑھی۔ اور عبداللہ ابن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے سورۂ یوسف پڑھی قراءۃ بطیئہ کے ساتھ (یعنی ٹھہر ٹھہر کر)۔ ابوبکر عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز میں عمرؓ کی گریہ آمیز آواز سنی جب کہ وہ یہ پڑھ رہے تھے انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔

مالک والشافعی ان عمر کتب الی ابی موسیٰ
صلّ الصبح والنجوم بادیۃ مشتبکۃ و
اقرأ فیہا بسورتین طویلتین من المفصّل
وعن علقمۃ بن وقاص مثلہ قلت فیہ
دلیل علی ان البکاء اذا کان للآخرۃ لا
یفسد الصلوٰۃ ابوبکر عن ابی المتوکل
ان عمر قرأ فی صلوٰۃ الظہر بقاف و
الذاریات ابوبکر عن زرارۃ بن اوفی
اقرأنی ابو موسیٰ کتاب عمر ان اقرأ بالناس
فی المغرب بآخر المفصّل ابوبکر عن عمرو بن میمون
ان عمر قرأ فی المغرب بالتین والزیتون و
الم ترکیف فعل ربک ابوبکر عن زرارۃ بن
اوفی اقرأنی ابو موسیٰ کتاب عمر الیہ ان
اقرأ بالناس فی العشاء بوسط المفصّل ابوبکر
عن ابی رافع صلیت مع عمر العشاء فقرأ اذا
السماء انشقت ابوبکر عن معرور بن سوید خرجنا
مع عمر حجاجاً فصلی فی الفجر فقرأ بالم تر
کیف ولایلاف وعن عمرو بن میمون قرأ
فی الفجر فی السفر قل یا ایہا الکافرون و
قل ہو اللہ احد ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم
ان عمر بن الخطاب امّ اصحابہ فی الصبح
فقرأ بہم فی الرکعۃ الاولیٰ بقل یا ایہا
الکافرون وفی الثانیۃ لایلاف قریش قال
محمد ونراہ مجزیاً ولکن یستحب للامام اذا صلّی
الصبح وہو مقیم یطیل فی القراءۃ

مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ
صبح کی نماز پڑھو جب کہ ستارے ظاہر اور جھلملاتے ہوتے
ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھو مفصل میں سے۔ اور
علقمہ بن وقاص سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
اس میں دلیل ہے اس امر پر کہ گریہ جب کہ آخرت کے لئے ہو تو
وہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ ابوبکر ابوالمتوکل سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ نے ظہر کی نماز میں سورۃ قاف اور سورۃ ذاریات پڑھیں
ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ نے
سنایا خط عمر رضی اللہ عنہ کا کہ لوگوں کو نماز مغرب آخر مفصل
کے ساتھ پڑھاؤ۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں عمرو بن میمون سے کہ
عمرؓ نے مغرب میں پڑھی والتین والزیتون اور الم ترکیف فعل
ربک۔ ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ
نے عمرؓ کا خط سنایا جو ان کے پاس پہنچا تھا کہ عشاء کی نماز
لوگوں کو وسط مفصل سے پڑھاؤ۔ ابوبکر ابورافع سے روایت کرتے
ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انھوں نے
اذا السماء انشقت پڑھی۔ ابوبکر معرور بن سوید سے روایت کرتے
ہیں کہ ہم عمرؓ کے ساتھ حج کے لئے نکلے تو انھوں نے نماز فجر
میں پڑھی الم ترکیف اور لایلاف۔ اور عمرو بن میمون سے مروی
ہے کہ سفر میں انھوں نے فجر میں پڑھی قل یا ایہا الکفرون اور
قل ہو اللہ احد۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے صبح کی نماز میں اپنے اصحاب کی امامت
کی تو پہلی رکعت ان کو پڑھائی قل یا ایہا الکفرون سے اور
دوسری میں پڑھی لایلاف قریش۔ محمدؒ نے کہا کہ اس قدر کو
ہم بقدر کفایت سمجھتے ہیں لیکن امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ
جب صبح کی نماز پڑھے اور وہ مقیم ہو تو قرات میں طویل کرے

ابوبکر عن یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب
ان عمر قرأ بآل عمران فی الرکعتین الاولیین
من العشاء قطّعہا یعنی فیہما الشافعی
عن ابی عثمان النہدی سمعت عمر بن
الخطاب نغمۃ (آواز خفیف) من قاف فی الظہر قلت
احتج بہ الشافعی علی ان الاخفاء
فی موضعہ والجہر فی موضعہ لیس
بواجب وللحنفیۃ ان یقولوا اسماع
کلمۃ او کلمتین لا یخرج من الاخفاء
ابوبکر عن ابی رافع کان عمر یقرأ فی
الصبح بمائۃ من البقرۃ ویتبعہا بسورۃ
من المثانی او من صدور المفصل
قلت فیہ حجۃ علی ان الرکعۃ الاولی
من الصبح اطول من الثانیۃ
ابوبکر والبخاری عن جابر بن سمرۃ حین
شکوا سعدا فدعاہ عمر قال سعد انی
لاصلی بہم صلوۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انی لارکد
فی الاولیین واخفّ بہم فی
الاخریین قال عمر ذاک الظن بک
یا ابا اسحٰق ابوبکر عن ابی عثمان
ان عمر کان یصلی عند زوال
الشمس ویطیل اول رکعۃ قلت
فیہ حجۃ للشافعی فی استحباب
اطالۃ الرکعۃ الاولی

ابوبکر یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ آلِ عمران پڑھی۔ سورۃ کے ٹکڑے کر دیئے دونوں رکعتوں میں۔ شافعیؒ ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے ظہر کی نماز میں سنی ہلکی آواز سورۃ قاف کی۔ میں کہتا ہوں اس سے شافعیؒ نے اس پر احتجاج کیا ہے کہ اخفاء موضع اخفاء میں اور جہر موضع جہر میں واجب نہیں ہے اور حنفیہ کو (جواب میں) یہ کہنے کا حق ہے کہ ایک یا دو کلموں کا سنا دینا اخفاء سے خارج نہیں کر دیتا۔ ابوبکر ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ صبح کی نماز میں پڑھتے تھے ۱۰۰ آیتیں سورۃ بقرہ کی اور اس کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورت یا کسی مفصّل کے شروع کا حصہ اور پڑھتے ایک سو آیات سورۃ آلِ عمران کی اور ان کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورۃ یا کسی مفصّل کے شروع میں سے (مثانی سے وہ سورتیں مراد ہیں جو ذات المئین سے کم ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس میں اس بات پر حجت ہے کہ صبح کی پہلی رکعت زیادہ لمبی ہے دوسری رکعت سے۔ ابوبکر اور بخاری جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایت کی تو ان کو عمرؓ نے بلایا تو سعدؓ نے کہا کہ میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا رہا ہوں میں پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا رہا ہوں (یعنی قراءت طویل پڑھتا رہا ہوں) اور بعد کی دو۲ رکعتیں ہلکی پڑھتا رہا ہوں تو عمرؓ نے کہا اے ابو اسحٰقؓ ہم کو تم سے یہی گمان تھا۔ ابوبکر ابو عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ زوال شمس کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو لمبی پڑھتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں حجت ہے شافعیؒ کے لئے ہر نماز میں پہلی رکعت کے طویل

فی کل صلوٰۃٍ مالک والشافعی عن عروۃ ان عمر بن الخطاب قرأ سجدۃً و ہو علی المنبر فنزلَ وسجدَ وسجدُوا معہٗ ثم قرأ الجمعۃَ الأخرٰی فتہیّأَ الناسُ للسجود فقالَ ایہا الناس علٰی رِسلکم ان اللّٰہ لم یکتُبہا علینا اِلاَّ اَنْ نشآءَ فقرأہا فلم یَسجُدْ ومنعَ الناسَ اَن یسجدوا ابوبکر عن ابی قلابۃ والحسن قالا قال عمر لیس فی المفصل سجدۃً قلتُ کانہ ینفی تاکدَ سُنّتِہا ابوبکر عن حصین بن سبرۃ صلّیتُ خلفَ عمر فقرأ فی الرکعۃ الأولیٰ بسورۃ یوسف ثم قرأ فی الثانیۃ بالنجم فسجدَ ثم قامَ فقرأ اِذا زُلزلتِ الارضُ فرکعَ ابوبکر عن ابی رافع الصائغ صلّٰی بنا عمر صلٰوۃَ العشآء فقرأ اذا السمآء انشقت فسجد وسجدنا معہٗ ابوبکر عن ابن عمر عن عمر انہٗ سجد فی الحجّ سجدتینِ ابوبکر عن ابن عباس انہ رآی عمر بن الخطاب یسجدُ فیہا یعنی فی صاد ابوبکر عن عُروۃَ قال عمر انّی لأحسِبُ جزیۃ البحرین و اَنا فی الصّلوٰۃ ابوبکر عن ابی عثمان النہدی قالَ عمر لأجہّزُ جیوشی و اَنا فی الصّلوٰۃ

پڑھنے کے بارے میں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے آیت سجدہ کی قراءت کی جب کہ وہ منبر پر تھے پھر نیچے اُترے اور سجدہ کیا اور سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر دوسرے جمعہ کو (آیت سجدہ کی) قراءت کی تو لوگوں نے سجدے کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے حال پر توقف کرو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم پر (فوراً کرنا) فرض نہیں کیا مگر ہم جب چاہیں کریں تو آپ نے قراءت کی اور سجدہ نہ کیا اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع کر دیا (کہ بعد میں جب چاہیں کرلیں)۔ ابوبکر ابو قلابہ سے اور حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ گویا وہ نفی کر رہے ہیں اس کے سنّت مؤکد ہونے کی۔ ابوبکر حصین بن سبرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی عمرؓ کے پیچھے، انھوں نے پہلی رکعت میں سورۃ یوسف پڑھی پھر دوسری میں سورۃ نجم پڑھی پھر سجدہ کیا پھر اُٹھے اور پڑھی اذا زلزلت الارض پھر رکوع کیا۔ ابوبکر ابو رافع الصائغ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمرؓ نے نماز پڑھائی تو آپ نے پڑھی اذا السمآء انشقت پھر سجدہ کیا اور ہم نے اُن کے ساتھ سجدہ کیا۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے سورۃ حج میں دو سجدے کیے۔ ابوبکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ اُنھوں نے اُس میں یعنی سورۃ صاد میں سجدہ کیا۔ ابوبکر عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ (بن الخطاب) نے کہا کہ میں جب نماز میں ہوتا ہوں تو بحرین کے جزیہ کا حساب کیا کرتا ہوں۔ ابوبکر ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں لشکروں کے سامان کی تیاری میں لگا ہوا ہوتا ہوں جب میں نماز میں ہوتا ہوں۔

ابو بکر والترمذی والشافعی عن علقمۃ والاسود
عن عبداللہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یکبّر فی کلّ رفعٍ ووضعٍ وقیامٍ وقعودٍ
وابو بکر وعمر البغوی والبیہقی ان عمر روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین
فی الرکوع والقومۃ منہ ابو بکر عن
الاسود صلّیتُ مع عمر فلم یرفع یدیہ فی
شیءٍ من صلٰوتہٖ الا حین افتتح الصلوٰۃ
قلتُ تکلّم الشافعیۃُ والحنفیۃُ فی
ترجیح الروایات کل علی حسب مذہبہ
والاوجہ عندی ان عمر رأی رفع الیدین
عند الرکوع والقومۃ منہ مستحبًا
فکان یفعل تارۃً ویترک اُخریٰ کما
بیّن ہو بنفسہ فی سجود التلاوۃ الشافعی
عن ابی عبدالرحمٰن السلمی قال عمر قد سُنّت
لکم الرُکَبُ فخذوا بالرکب ابو حنیفۃ عن
حماد عن ابراہیم ان عمر کان یجعل کفیہ علی
رکبتیہ قلتُ واحتجّ بہ ابراہیمُ وابو حنیفۃ
من بعدہ علی ترکِ التطبیق ابو بکر عن ابراہیم
ابن میسرۃ بلغنی ان عمر کان یقول فی
الرکوع والسجود قدر خمس تسبیحاتٍ سبحانَ
اللہِ وبحمدہٖ ابو بکر عن الاسود کان عمر
اذا رفع رأسہ فی الرکوع قالَ
سمع اللہ لمن حمدہ قبل اَن یُقیم ظہرہ ابو بکر
عن الاسود ان عمر کان یَقعُ علی رکبتیہ
یعنے زور سے میداد ۱۲

ابو بکر اور ترمذی اور شافعیؒ نے علقمہ اور اسود سے وہ روایت کرتے
ہیں عبداللہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہا کرتے تھے ہر مرتبہ
سر اٹھانے میں اور رکھنے میں اور قیام میں اور قعود میں اور ابو بکرؓ
و عمرؓ۔ اور بغوی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے روایت کی
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین (یعنی دونوں ہاتھ اٹھانے)
کی رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھنے پر۔ ابو بکر اسود
سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انھوں
نے نماز میں کسی چیز میں بھی ہاتھ نہیں اُٹھائے بجز اس وقت
کے جب نماز شروع کی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیہ اور حنفیہ نے
کلام کیا ہے ترجیح روایات کے بارے میں ہر ایک نے اپنے مذہب
کے مطابق اور میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ
رکوع میں جانے اور اس سے اُٹھنے کے وقت رفع یدین کو
مستحب سمجھتے تھے تو کبھی کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے
جیسا کہ سجدۂ تلاوت کے بارے میں آپ نے خود بیان کیا ہے۔
شافعیؒ عبدالرحمٰن سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ مسنون کیا گیا ہے تمہارے لئے گھٹنے پکڑنا تو (رکوع میں)
گھٹنے پکڑا کرو۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں
ابو حنیفہؒ اور ابراہیمؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے بعد اسکے
تطبیق کے ترک پر۔ ابو بکر ابراہیم بن میسرہ سے روایت کرتے
ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ عمرؓ رکوع و سجدے میں بقدر
پانچ تسبیحات کے کہا کرتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ۔ ابو بکر اسود
سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب رکوع سے سر اُٹھایا کرتے تھے
تو اپنی کمر کھڑی کرنے سے پہلے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔ ابو بکر
اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نیچے گرتے تھے اپنے دونوں گھٹنوں پر

ابو بکر عن الحسن عن عمر وُجِّہ ابنُ آدم للسجود علے سبعۃ اعضاء الجبھۃ والراحتین والرکبتین والقدمین ابو بکر عن ابی ہند الشامی قال عمر اذا سجد احدکم فلیباشر بکفیہ الارض ابو بکر عن زید بن وہب عن عمر اذا لم یستطع احدکم ان یسجد علی الارض من الحر والبرد فلیسجد علی ثوبہ الشافعی عن الحسن کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر یقنتون فی الصبح بعد الرکعۃ (الرکوع) ابو بکر عن ابی مالک الاشجعی قلت لابی یا ابت صلیت خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمان فرأیت احدا منہم یقنت فقال یا بنی محدثۃ ابو بکر عن الاسود وعمرو بن میمون ان عمر بن الخطاب لم یقنت فی الفجر ابو بکر عن زید بن وہب ربما قنت عمر فی صلوٰۃ الفجر ابو بکر عن الشعبی قال عبد اللہ لو ان الناس سلکوا وادیا او شعبا وسلک عمر وادیا او شعبا سلکت وادی عمر وشعبہ ولو قنت عمر قنت عبد اللہ ابو بکر عن ابی عثمان کان عمر یقنت بنا بعد الرکوع ویرفع یدیہ حتے یبدو ضبعاہ (ہر دو بازو ۱۲) ویسمع صوتہ من وراء المسجد ابو بکر

(یعنی سجدے میں جاتے ہوئے) ابو بکر حسن سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابنِ آدم کو سجدے میں سر رکھنے کا حکم دیا گیا سات اعضاء پر پیشانی اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔ ابو بکر ابو ہند شامی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو چاہیئے کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین سے ملادے۔ ابو بکر زید بن وہب سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب گرمی اور سردی کی (شدت کی) وجہ سے تم میں سے کسی کو زمین پر سجدہ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو چاہیئے کہ اپنے کپڑے پر سجدہ کرے۔ شافعیؒ حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ قنوت پڑھا کرتے تھے نماز فجر میں بعد رکوع کے۔ ابو بکر ابو مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا آپ نے ان میں سے کسی کو قنوت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ بیٹا! یہ نئی بات ہے۔ ابو بکر اسود اور عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔ ابو بکر زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ کبھی کبھی عمرؓ نے نماز فجر میں قنوت پڑھی ہے۔ ابو بکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر سب لوگ ایک وادی یا گھاٹی پر چلیں اور عمرؓ دوسری وادی یا گھاٹی پر چلے تو میں عمرؓ کی وادی اور اس کی گھاٹی پر چلوں گا اور اگر عمرؓ قنوت پڑھا کرتے تو عبد اللہؓ بھی قنوت پڑھتا۔ ابو بکر عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ ہم کو قنوت کرایا کرتے تھے بعد رکوع کے اور اپنے دونوں ہاتھ اتنے اوپر اٹھایا کرتے تھے کہ ان کے دونوں بازو ظاہر ہوجایا کرتے تھے اور مسجد کے باہر سے ان کی آواز سنی جاتی تھی۔ ابو بکر

عن زید بن وہب ان عمر بن الخطاب قنت فی صلوٰۃ الصبح قبل الرکوع ابو بکر عن ابی عثمان النہدی و عُبید بن عُمیر مثلہ قلت وقع القوم فی الترجیح بضبط الرُّواۃ و کثرتہم فاختلفوا ومذاہبہم فی القنوت و ترکہ و انہ قبل الرکوع او بعدہ مشہورۃ و الاوجہ عندی ان یُحمل اختلاف الحکایات علی اختلاف الاحوال فکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ اذ اخذہم امرٌ قنتوا و الا ترکوا فمن قنت تارۃ و لم یقنت اُخری فقد اصاب ومَن قنت دائمًا ورآی ان الامور دائمۃ تتریٰ فقد اصاب ومَن لم یقنت ابدًا فقد اصاب لانہ لیس بسنۃ راتبۃ وانما ہو للامور العظام قال سفیان الثوری ان قنت فی الصبح فحسن واختار ہو ترک القنوت وقال احمد واسحٰق لا یقنت فی صلوٰۃ الفجر الا عند نازلۃ بالمسلمین فیدعو الامام لجیوش المسلمین ابو بکر و محمد بن الحسن عن حمید بن عبدالرحمٰن قال عمر لا صلوٰۃ الا بتشہد ولفظ محمد بن الحسن سمعت عمر بن الخطاب لا یجوز الصلوٰۃ الا بتشہد مالک و الشافعی عن عبد الرحمٰن ابن عبد القاری

زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے قنوت پڑھی ہے صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے۔ ابو بکر ابو عثمان نہدی اور عُبید بن عمیر سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضبط رُواۃ (یعنی راویوں کی پختگی) اور ان کی کثرت کے اعتبار سے قوم ترجیح میں جا پڑی اور مختلف الرائے ہوگئی۔ اور ان کے مذاہب قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے اور اس بات میں کہ وہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں ہے مشہور ہیں اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اختلافِ حکایات کو اختلافِ احوال پر محمول کیا جائے۔ جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کوئی بات اندوہناک کرتی تھی تو قنوت پڑھا کرتے تھے ورنہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ تو جس نے کبھی قنوت پڑھا اور کبھی چھوڑا تو اس نے ٹھیک کیا۔ اور جس نے ہمیشہ قنوت پڑھا اور اس بات پر نظر کی کہ تشویشناک امور تو ہمیشہ ہی پیش آتے رہتے ہیں اُس نے بھی ٹھیک کیا اور جس نے کبھی نہ پڑھا اُس نے بھی ٹھیک کیا کیونکہ وہ کوئی سنّتِ راتبہ نہیں ہے (یعنی ایسی سنّت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھی ہو فرضوں کے ساتھ) اور وہ صرف بڑے اہم امور کے لئے ہے۔ کہا سفیان ثوریؒ نے کہ اگر صبح میں قنوت پڑھے تو اچھا ہے اور اُنھوں نے اختیار کیا ہے ترکِ قنوت کو۔ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ کا قول یہ ہے کہ نماز فجر میں قنوت نہ پڑھیں مگر کسی مصیبت کے موقع پر جو مسلمانوں پر آپڑے جس میں خلیفہ مسلمانوں کے لشکروں کیلئے دعا کرے۔ ابو بکر اور محمد بن الحسن حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی مگر تشہد کے ساتھ اور محمد بن الحسن کے لفظ یہ ہیں کہ میں نے سنا عمرؓ ابن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ نماز جائز نہیں ہوتی مگر تشہد کے ساتھ۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبدالرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں

انہ سمع عمرؓ بن الخطاب وہو علی المنبر یعلّم الناس التشہد قولوا التحیاتُ للہ الزاکیاتُ للہ الطیباتُ الصلوٰاتُ للہ السّلام علیک ایہا النبیُّ و رحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ السّلام علینا وعلیٰ عبادِ اللہ الصّٰلحین اشہدُ ان لا الٰہ الّا اللہُ واشہدُ انّ محمّدًا عبدُہٗ ورسولُہٗ ولفظ البغوی الطیّبات للہ والصلوات للہ قال الشافعی ہٰذا الذی علّمنا من سبقنا بالعلم من فقہائنا صغارًا ثم سمعناہ باسنادہ وسمعنا ما خالفہ فلم نسمع اسنادًا اثبت عندنا منہ وہٰذا مذہبہٗ فی القدیم ثم قالَ فی الجدید انتہی الینا من حدیث اصحابنا حدیث نثبتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصِرنا الیہ الترمذی والبغوی قال عمرؓ الدعاءُ موقوفٌ بین السماء والارض لا یصعدُ منہا شیئٌ حتی تصلی علی نبیّک ابوبکر عن عمرو بن میمون عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانَ یتعوّذُ باللہِ من الجُبْن والبُخل وعذاب القبر وفتنۃِ الصدرِ قلتُ جاء فی بعض الاحادیث انہ کان یتعوذ بہٰؤلاء الکلماتِ قبل التسلیم ابوبکر عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا یسلمون بتسلیمۃٍ واحدۃٍ الشافعی عن ابن مسعودٍ رأیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلّم عن یمینہ

انھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا جب وہ منبر پر تھے اور لوگوں کو تشہد سکھا رہے تھے کہ کہو التحیات للہ الزّاکیات للہ الطّیّباتُ الصّلوات للہ السّلام علیک ایّہا النّبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ السّلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصّالحین اشہد ان لا الٰہ الا اللہُ و اشہد انّ محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ۔ اور بغوی کے لفظ ہیں الطّیّبات للہ والصّلوات للہ۔ شافعیؒ نے کہا کہ یہ (تشہد) جو میرے پاس ہے مجھے بچپن کے زمانہ میں اُس نے سکھایا جو علم میں ہمارے فقہاء سے سبقت لئے ہوتے تھا۔ پھر ہم نے اس کو اس کی سند کے ساتھ سُنا اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بھی سُنا تو ہم نے ایسی اسناد نہیں سُنیں جو ہمارے نزدیک اُس کی اسناد سے زیادہ مضبوط ہوں اور یہ اُن کا مذہب ہے جو پہلے تھا۔ پھر بعد کے دور میں اُنھوں نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کی حدیث میں سے ہم تک ایسی حدیث پہنچی جس کو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت سمجھتے ہیں تو ہم نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔ ترمذی اور بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دُعاء ٹھہری رہتی ہے آسمان و زمین کے درمیان اُس میں کا کوئی حصّہ بھی آسمان پر نہیں چڑھتا جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ پڑھے۔ ابوبکرؓ بن میمون سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے نامردی سے اور بُخل سے اور عذابِ قبر سے اور فتنۂ صدر سے (سینہ سے اُبھرنے والے فتنہ سے)۔ میں کہتا ہوں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپؐ ان کلمات سے تعوّذ کیا کرتے تھے سلام پھیرنے سے پہلے۔ ابوبکر حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ سلام پھیرا کرتے تھے ایک ہی سلام کے ساتھ۔ شافعیؒ ابنِ مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے دائیں طرف

السلام عليكم ورحمة الله وعن يساره السلام عليكم ورحمة الله ورأيت ابابكر وعمر يفعلان ذلك قلت اختلفوا في ذلك والاوجه عندي ان الخروج من الصلوٰة بتسليمة واحدة جائز من غير كراهية والتسليمتان احب واكمل وكان عمر يفعل هذا مرة وذاك اخرى كفعله في سجدة التلاوة البيهقي عن ابن عباس ان عمر سألهم فقال عبدالرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا شك في الاثنتين و الثلث فليجعلها اثنتين واذا شك في الثلث والاربع فليجعلها ثلثا حتى يكون الوهم في الزيادة فاخذ به عمر الشافعي و مسلم عن يعلى بن امية قلت لعمر بن الخطاب انما قال الله تعالى ان تقصروا من الصلوٰة ان خفتم ان يفتنكم الآية. فقد امن الناس فقال عجبت مما عجبت منه فسألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته مالك والشافعي ان ابن المسيب قال من اجمع اقامة اربع ليال وهو مسافر اتم الصلوٰة

سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور بائیں طرف سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء مختلف ہوتے ہیں اور میرے نزدیک راجح یہ بات ہے کہ نماز سے باہر آنا ایک سلام کے ساتھ جائز ہے بغیر کراہیت کے اور دو سلام پسندیدہ اور اکمل ہیں اور عمرؓ کبھی ایسا کرتے تھے اور کبھی دوسری طرح مثل اپنے فعل کے سجدہ تلاوت کے بارے میں۔ بیہقی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے صحابہؓ سے سوال کیا تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جب (نماز پڑھنے والا) شک کرے دو اور تین (رکعات) میں تو چاہیے کہ ان کو قرار دے دو رکعتیں اور جب شک کرے تین اور چار میں تو چاہیے کہ ان کو قرار دے تین رکعتیں یہاں تک کہ وہم رہ جائے زیادتی کی جانب میں تو عمرؓ نے اس کو اختیار کر لیا۔ شافعیؒ اور مسلمؒ یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان تقصروا من الصلوٰۃ الخ (اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ (۴: ۱۰۱) نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے الخ۔ اور اب لوگ مامون ہو گئے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تعجب مجھے بھی ہوا تھا جس سے تم کو ہو رہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا تو تم اس کے انعام کو قبول کرو۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ ابن المسیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے فیصلہ کیا چار راتوں کے مقیم رہنے کا جب کہ وہ سفر کر رہا ہے تو نماز پوری پڑھے (کیونکہ اب وہ

ع۵ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر تین دن سے زیادہ قیام کی نیت ہو جائے تو سفر کا حکم ختم ہو جاتا ہے ابن المسیبؒ کا یہ قول ان کی دلیل ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اکثر مدت سفر پندرہ دن ہیں ۱۲ مترجم

ثم خرّج الشافعی وجہ المسألۃ من حدیث
عمر انہ لم یرخص للمجوس والیہود والنصاریٰ
ان یقیموا بالمدینۃ اکثر من ثلث لیالٍ
البیہقی عن سالم ان عمر بن الخطاب
کان اذا قدم مکۃ صلی رکعتین ثم یقول
یا اہل مکۃ اتموا صلوتکم فانا قوم سفر
مالک نحو من ذلک ابوبکر عن الاسود
ان عمر صلی بمکۃ رکعتین ثم قال انا
قوم سفر فاتموا الصلوۃ ابوبکر
عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن
عمر صلوۃ السفر رکعتان والجمعۃ
رکعتان والعیدان رکعتان تمام غیر
قصر علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ابوبکر عن اللجلاج کنا نسافر مع
عمر بن الخطاب فیسیر ثلثۃ امیال فیتجوز
فی الصلوۃ قلت معناہ اذا خرج من
المصر یرید مسافۃ بعیدۃ فمشی ثلثۃ
امیال یقصر الشافعی یذکر عن عمر انہ
کتب ان الجمع بین صلوتین من
الکبائر قلت احتج بہ الحنفیۃ علی ان
لا جمع بین صلوتین فی السفر واجاب الشافعی
بانہ مرسل ولو صح فالسفر والمطر عذر کیف
لا وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
جمع فی تبوک وعمر اعلم باللہ ورسولہ من
ان یمنع ذلک ابوبکر عن عمرو بن الحارث

مسافر نہیں رہا) پھر شافعی رح نے حدیث عمر رض سے صورتِ مسئلہ کا استخراج
کیا کہ عمر رض نے مجوس کو اور یہود و نصاریٰ کو تین راتوں سے زیادہ
مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ (کیونکہ تین دن سے
زیادہ قیام پر وہ مقیم کے حکم میں آجاتے اور ان کی مدینہ میں آپ
اقامت پسند نہیں کرتے تھے)۔ بیہقی سالم سے روایت کرتے ہیں کہ
عمر رض بن الخطاب جب مکہ معظمہ میں آیا کرتے تھے تو دو رکعت پڑھا
کرتے تھے پھر (سلام پھیر کر) کہدیا کرتے تھے کہ اے اہلِ مکہ تم اپنی
نماز پوری کرو ہم لوگ مسافر ہیں۔ مالک رح نے بھی ایسی ہی روایت
کی۔ ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے مکہ معظمہ میں دو دو
رکعت پڑھیں پھر کہا کہ ہم لوگ مسافر ہیں تم اپنی نماز پوری کرلو۔
ابوبکر عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے فرمایا
کہ صلوٰۃ سفر دو دو رکعتیں ہیں اور جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور عیدین
کی دو رکعتیں ہیں پوری بغیر قصر کے حسب ارشاد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر نے لجلاج سے روایت کیا کہ ہم عمر رض بن الخطاب
کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے آپ تین میل چلنے کے بعد نماز میں قصر کیا
کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جب مسافتِ بعیدہ کے ارادے سے
شہر سے نکل گئے اور تین میل چلے تو قصر کرینگے۔ شافعی رح نے
کہا کہ ذکر کیا جاتا ہے عمر رض سے کہ انھوں نے لکھا کہ دو نمازوں کو جمع
کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے دلیل قائم
کی حنفیہ نے اس بات پر کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت
نہیں ہے۔ اور شافعی رح نے جواب دیا کہ یہ مرسل ہے اور اگر صحیح ثابت
ہوجائے تو سفر اور بارش عذر ہیں۔ یہ بات کیسے نہیں مانی جائیگی
جب کہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک
میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے اور عمر رض اللہ اور رسول ص کے احکام کو سب سے
بہت جانتے تھے کیسے اس سے منع کرسکتے تھے۔ ابوبکر عمرو بن الحارث

عن عمر بن الخطاب فی الرجل اذا رعف فی الصلوٰۃ قال ینفتل فیتوضأ ثم یرجع فیصلی ویعتد بما مضی قلت عند الحنفیۃ محمول علی ان الرعاف ناقض للوضوء ومن سبقہ الحدث توضأ وبنی وعند الشافعی فی القدیم علی ان الرعاف لیس بناقض والوضوء ہو غسل الدم ومن اصابہ من غیر اختیارہ نجس فی بدنہ او ثوبہ دفع عنہ النجس وبنی ثم شک فی ذلک فی مذہبہ الجدید ابوبکر عن ابراہیم صلی عمر صلوٰۃ عند البیت فقرأ لایلاف قریش فجعل یومی الی البیت ویقول فلیعبدوا رب ہذا البیت قلت فیہ حجۃ علی جواز الاشارۃ المفہمۃ فی الصلوٰۃ **النوافل** ابوبکر عن الرحمٰن بن رافع ان عمر بن الخطاب کان یکبر فی العیدین ثنتی عشرۃ سبعا فی الاولی وخمسا فی الآخرۃ الشافعی عن جعفر بن محمد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کبروا فی العیدین والاستسقاء سبعا وخمسا وصلوا قبل الخطبۃ وجہروا بالصلوٰۃ قلت ذہب اہل الکوفۃ الی ان تکبیرات العیدین اربع کتکبیرات الجنائز روی ذلک عن ابی موسیٰ وغیرہ والاوجہ عندی ان مراد الشرع اکثار التکبیر

وہ عمرؓ بن الخطاب سے نقل کرتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کی نکسیر جاری ہوجائے نماز میں آپ نے فرمایا کہ وہ لوٹ جائے اور وضو کر کے واپس آئے اور نماز پڑھے اُس کا پچھلا پڑھا ہوا حصہ شمار کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک یہ اعادۂ وضو اس پر محمول ہے کہ نکسیر وضوء کو توڑنے والی ہے اور جس کو حدث پیش آجائے وہ وضوء کر کے شریک ہوتا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اُن کے قدیم قول میں اس پر محمول ہے کہ نکسیر ناقض وضوء نہیں یہاں وضوء سے مراد خون کا دھونا ہے اور جس شخص کے بدن پر یا کپڑے پر اس کے اختیار کے بغیر لگ گیا ہے وہ نجس ہے اُس نجاست کا دفع کرنا بھی ضروری ہے (وضوء سے مراد جسم اور کپڑے کا دھونا ہے) پھر (حسبِ سابق) نماز میں شامل ہوجائے۔ پھر شافعیؒ نے اپنے جدید مسلک میں اس میں شک کیا ہے۔ ابوبکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے بیت اللہ کے قریب اپنی نماز پڑھی جس میں سورۃ لایلاف کی قراءت کی اور یہ کہتے ہوئے کہ فَلْیَعْبُدُوا رَبَّ ہٰذَا الْبَیْتِ بیت کی طرف اشارہ کرنے لگے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں بحالتِ نماز کسی ایسے اشارے کے جواز کی دلیل ہے جو سمجھانے والا ہو۔

نوافل ابوبکر نے عبدالرحمٰن بن رافع سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب عیدین میں بارہ تکبیر کہا کرتے تھے، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں۔ شافعیؒ جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے عیدین اور استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور اُنھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور جہر کیا نماز میں۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ کوفہ اس طرف گئے کہ عیدین کی تکبیرات چار ہیں مثل تکبیراتِ نمازِ جنازہ کے، یہ مروی ہے ابوموسیٰ وغیرہ سے اور میرے نزدیک قوی بات یہ ہے کہ ان دونوں دنوں میں جو مطلوب شرع ہے وہ تکبیر کا بکثرت

فی هٰذین الیومین بقوله تعالٰی وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ولقوله فی سورة الحج لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ فمن اتی فی كل ركعة بثلاث تكبيرات فقد اصاب لان الثلاث اقل حد الاكثار ومن كبر سبعًا وخمسًا فقد اصاب وذكر اللّٰه اكثر ابوبكر عن عبدالملك بن عمير حُدِّثتُ عن عمر انه كان يقرأ فی العيد سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قلت هو مرفوع رواه ابن عباس مالك والشافعی ان عمر سأل اباواقد الليثی ماكان يقرأ به رسول الله صلى الله عليه وسلم فی الفطر والاضحٰى قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بقاف واقتربت الساعة الشافعی عن ابن عمر وغيره ان النبی صلى الله عليه وسلم وابابكر وعمر كانوا يصلون فی العيد قبل الخطبة الشافعی عن عبدالله بن عامر صلى عمر بن الخطاب فی المسجد فی يوم مطير الشافعی عن ابن المسيب استسقى عمر بن الخطاب فكان اكثر دعائه الاستغفار الشافعی زلزلت الارض فی عهد عمر فلما علمناه صلى وقد قام خطيبًا

کہنا ہے حسب ارشاد حق تعالٰے شانہ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ الخ (۲:۱۸۵) اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالٰے کی بزرگی (وثنا) بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کیا کرو۔" اور جیساکہ سورۃ حج میں ارشاد فرمایا ہے لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ الخ (۲۲:۳۷) اور تاکہ تم اللہ تعالٰے کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور آپ اخلاص والوں کو خوش خبری سُنا دیجئے۔" تو جو مقرر کرتا ہے ہر رکعت میں تین تکبیرات وہ مُصیب ہے کیونکہ (عدد) تین حدِ کثرت کا اقل عدد ہے اور جس نے سات اور پانچ مرتبہ تکبیر کہی وہ بھی راستی پر ہے کہ اس نے اللہ کا ذکر کثیر کیا۔ ابوبکر عبدالملک بن عُمیر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا عمرؓ کے متعلق کہ وہ عید میں پڑھا کرتے تھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث مرفوع ہے جس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے سوال کیا ابو واقد اللیثی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عید الفطر و عید الاضحیٰ (کی نماز) میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورۃ قاف اور اقتربت الساعۃ (یعنی سورۃ قمر) پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ عبداللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے (عید کی) نماز بارش کے دن مسجد میں پڑھی۔ شافعیؒ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے نماز استسقاء پڑھی تو ان کی دعاء کا بڑا حصہ استغفار تھا۔ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زمین میں زلزلہ آیا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (راوی کا بیان ہے کہ) جب ہم نے انکو بتایا تو انھوں نے نماز پڑھی اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے

نحض علی الصدقۃ وامر بالتوبۃ ابوبکر عن الشعبی ان عمر بن الخطاب خرج لیستسقی فصعد المنبر فقال استغفروا ربکم الآیۃ ثم نزل فقالوا یا امیر المؤمنین لو استسقیت قال قد طلبتہ بمجادیح السماء التی ینزل بہا القطر^۱ قلت قال ابو حنیفۃ لا یسن الصلوٰۃ فی الاستسقاء وقال الشافعی ثبت من حدیث عبداللہ بن زید و ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی و روی ذلک من حدیث جعفر بن محمد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر والاوجہ عندی ان من دعا ولم یصل فقد اصاب اصل الاستسقاء وقد فعل ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر ومن صلی ودعا فقد اصاب الاکمل الافضل فان الدعاء ارجی فی حرمۃ الصلوٰۃ و قد ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر مالک عن عبدالرحمٰن بن عبد القاری خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی

جس میں آپ نے لوگوں کو صدقہ کی طرف رغبت دلائی اور توبہ کرنے کا حکم دیا۔ ابوبکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب طلبِ باران کے لئے نکلے پھر منبر پر چڑھے اور یہ آیت پڑھی استغفروا ربکم آخر تک (سورۂ نوح) پھر اتر آئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اگر آپ استسقاء پڑھ لیتے تو اچھا ہوتا تو فرمایا کہ میں نے (اللہ تعالیٰ سے) مانگ لیا ہے بارش کو آسمان کی اُن منازل^۱ ...... سے جن سے قطراتِ باراں نازل ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ عبداللہ بن زید اور ابن عباسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی ہے اور یہ روایت کی گئی ہے جعفر بن محمد کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے اور میرے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ جس نے دعاء کی اور نماز نہیں پڑھی وہ استسقاء کی اصل پر پہنچ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمرؓ نے ایسا کیا ہے اور جس نے نماز (بھی) پڑھی اور دعاء (بھی) کی تو وہ یقیناً اکمل اور افضل طریق پر پہنچا کیونکہ نماز کی برکت سے دعاء کی مقبولیت کی امید زیادہ ہے اور یہ (بھی) ثابت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ سے۔ مالکؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ سے کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد کی طرف پہنچا دیکھا کہ لوگ جدا جدا قسموں پر بٹے ہوتے ہیں کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی نماز کے ساتھ ایک جماعت نماز

^۱ "مجادیح" مجداح بکسر میم کی جمع ہے اور یہ ایک ستارے کا نام ہے کہ عرب کے نزدیک بارش پر دلالت کرنے والی علامات میں سے ہے۔ فاروق رضی اللہ عنہ استغفار کو اس سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ میں نے طلب باراں اس چیز سے کیا ہے جو بقولِ منجمین عرب مجداح کی طرح بارش کی علامت ہے ۱۲ آپ نے یہ ستارہ استغفار کو قرار دیا اس آیت سے اخذ فرماتے ہوئے فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا الخ (سورۂ نوح) ۱۲ مترجم

بصلوٰتہ الرھطُ فقال لِمَا اَرٰی لو جمعتُ ھٰؤلاء علٰی قاریٍ واحدٍ کان اَمثَل ثم عزم فجمعھم علٰی اُبَیِّ ابن کعب قال خرجتُ معہٗ لیلۃً اُخرٰی والناسُ یصلّون بصلوٰۃِ قارئھم فقال عمر نعمتِ البدعۃُ ھٰذہ والّتی ینامون عنھا افضلُ من الّتی یقومون یرید آخرَ اللیل وکان الناس یقومون اوّلہ قلتُ معناہ انہ بدعۃ مستحبۃ من جہۃ اجتماعِ الناسِ علیھا وان کانت سُنّۃً فی الاصلِ مالکؒ والشافعیؒ عن السائب امر عمر ابن الخطاب اُبَیّ بن کعب و تمیمَ الداری اَن یقوما للناسِ باحدٰی عشرۃَ رکعۃً مالکؒ عن یزید بن رُومان کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلثٍ وعشرین رکعۃ ابوبکر عن ابن عباس قال عمر لقد علمتم انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی لیلۃ القدر اطلبوھا فی العشرِ الاواخر وِترًا ابوبکر عن حبیب قال عمر ما بقی من اللیل خیرٌ من ما ذھب ومثلہ عن السائب وعن ابن عباسٍ کلیھما عن عمر ابوبکر عن ابی عثمان ان دعا عمر القُرّاء فی رمضان فامر اسرعھم قراءۃً ان یقرأ بثلاثین آیۃً والوسط خمسۃً وعشرین آیۃً والبطئ عشرین آیۃً

پڑھ رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کردوں تو یہ بہت اچھا ہوگا پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور سب لوگوں کو جمع کیا اُبَی بن کعب پر۔ کہا کہ پھر میں دوسری رات آپ کی ہمراہ (مسجد میں) پہنچا اور سب لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو عمرؓ نے کہا کہ یہ نئی بات بہت اچھی ہے اور جن ساعات کو لوگ سوکر گزار دیتے ہیں افضل وہی ہیں ان ساعات سے جن میں کھڑے ہوتے ہیں۔ عمرؓ آخرِ شب کو مراد لے رہے تھے اور لوگ کھڑے ہوتے تھے اوّل شب میں۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ بدعت مستحبہ ہے اس لوگوں کے مجتمع ہونے کی حیثیت سے اگرچہ باعتبار اصل کے سنت ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سائب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے اُبَیّ بن کعب اور تمیم الداری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ ۱۱ رکعتیں پڑھائیں۔ مالکؒ نے یزید بن رومان سے روایت کیا کہ لوگ عمرؓ کے زمانہ میں تیئس ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ عمرؓ نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو تلاش کرو آخری دس ۱۰ دنوں کی طاق تاریخوں میں۔ ابوبکر حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ رات میں سے جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ افضل ہے اس حصہ سے جو جا چکا ہے اور ایسی ہی روایت ہے سائب اور ابن عباسؓ سے، دونوں نے روایت کی عمرؓ سے۔ ابوبکر نے ابو عثمان سے روایت کی کہ عمرؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر حکم دیا ان کو جو جلدی جلدی پڑھنے والے تھے کہ وہ پڑھا کریں تیس ۳۰ آیتیں (ایک رکعت میں) اور درمیانی درجہ والوں کو پچیس ۲۵ آیتوں کا حکم دیا اور سست رفتار والوں کو بیس ۲۰ آیتوں کا۔

ابو بکر قیل لابن عمر تصلی الضحیٰ قال لا
قیل صلاّھا عمر قال لا قیل صلاّھا
ابو بکر قال لا قیل صلاّھا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال لا اخالُ
البغوی کان ابن عمر اذا سُئِل عن
سُبحۃ الضحیٰ فقالَ لا آمُرُ بہا و
لا اَنھیٰ عنہا ولقد اُصیبَ عثمانَ
وما اَدری احدٌ یُصلّیہا وانہا لمن
احبِّ ما احدث الناسُ اِلیَّ
ابوبکر عن جابر بن عبد اللہ قالَ
قالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لابی بکر متیٰ توترُ قال من اوّل
اللیل بعد العتمۃ قبلَ اَن انامَ وقالَ
لعُمر متیٰ توتر قال من آخر اللیل قال
لابی بکر اخذتَ بالحزم (الاحتیاط) وقالَ
لعُمر اخذتَ بالقوۃِ ابوبکر عن الحسن
قالَ عمر لاَنْ اُوتِر بلیلٍ احبُّ
الیَّ من ان اُحیِیَ لیلتی ثم
اُوتر بعد ما اصبحَ ابوبکر عن مکحول اَنَّ
عمر بن الخطّاب اوتر بثلٰث رکعاتٍ لم
یَفصِلُ بینہن بسلامٍ ابوبکر عن انس
ابنِ سیرین عن عُمر کانَ
یقرأُ بالمعوذتینِ فی الوتر ابوبکر
عن القاسم زعموا ان عُمر رضہ
کانَ یُوتِر فی الارض (اے السلام)

ابو بکر سے مروی ہے کہ ابن عمر رضہ سے کہا گیا کہ آپ نماز چاشت پڑھتے
ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو عمر رضہ نے پڑھا ہے؟
کہا کہ نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو ابو بکر رضہ نے پڑھا ہے؟ کہا نہیں
کہا گیا کہ کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے؟
کہا کہ مجھے خیال نہیں۔ بغوی رحمہ سے مروی ہے کہ جب ابن عمر رضہ
سے سوال کیا گیا چاشت کے نفلوں کے بارے میں تو انھوں نے
کہا کہ نہ میں ان کا حکم دیتا ہوں اور نہ اُن سے منع کرتا ہوں اور
عثمان رضہ بھی شہید ہو چکے ہیں اور میں (اکابر میں سے) کسی کو
نہیں جانتا کہ اس نے اُس کو پڑھا ہو اور یہ ضرور ہے کہ یہ اُن
چیزوں میں سے جو لوگوں نے از خود نکالی ہیں مجھے پسند ہے۔
ابو بکر جابر بن عبد اللہ رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضہ سے پوچھا کہ تم وتر کس وقت پڑھتے
ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اوّلِ شب میں بعد نماز عشاء کے قبل
اس کے کہ سو ؤں۔ اور پوچھا عمر رضہ سے کہ تم کب وتر پڑھتے ہو
تو انھوں نے کہا کہ آخر رات میں۔ تو آپ نے ابو بکر رضہ سے فرمایا
کہ تم نے احتیاط پر عمل کیا اور عمر رضہ سے فرمایا کہ تم نے قوت پر
عمل کیا۔ ابو بکر حسن رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضہ نے فرمایا کہ
درحقیقت مجھے رات میں وتر پڑھ لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ
میں اپنی تمام رات کو (عبادت سے) زندہ رکھوں پھر وتر پڑھوں
صبح ہو جانے کے بعد۔ ابو بکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ
عمر رضہ بن الخطاب نے وتر پڑھا تین رکعات کے ساتھ اُن کے درمیان
سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا۔ ابو بکر انس بن سیرین سے روایت
کرتے ہیں عمر رضہ کے بارے میں کہ وہ وتر میں معوذتین پڑھا
کرتے تھے۔ ابو بکر قاسم سے روایت کرتے ہیں لوگ یہ گمان کرتے
تھے کہ عمر رضہ زمین (یعنی اپنے فرش) پر وتر پڑھا کرتے ہیں

ابوبکر عن الاسود ان عمر قنت فی الوتر
قبل الرکوع ابوبکر عن عطاء عمر
اول من قنت قلت النصف الآخر
اجمع قال نعم قلت اختلفوا فی ذلک
والاوجہ ان القنوت فی الوتر دعاء فمن
قنت دائماً فقد اصاب ومن قنت
النصف الآخر من رمضان فقد
اخذ بالمہم فان الدعاء فی تلک الایام
ارجی للاجابۃ ابوبکر عن عمر بن محمد
ابن حاجب ان عمر لقیہ عظیم من
عظماء العجم فاراد ان یسجد لہ فقال
لہ عمر ارفع راسک السجدۃ للواحد
القہار ابوبکر عن ابن عمر عن عمر
ادبار النجوم رکعتان قبل الفجر وادبار
السجود رکعتان بعد المغرب ابوبکر عن
سعید بن جبیر قال عمر فی الرکعتین قبل الفجر
ہما احب الی من حمر النعم ابوبکر
عن ابن المسیب رای عمر رجلاً
اضطجع بعد الرکعتین فقال احصبوہ
قلت یعنی ماکان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یفعلہ علی وجہ العبادۃ بل علی
وجہ العادۃ ودفع الملال ابوبکر
عن عبداللہ بن عتبۃ رایت عمر
یصلی اربعاً قبل الظہر ابوبکر عن رجل

(یعنی مسجد میں آکر نہیں پڑھتے) ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی۔ ابوبکر نے عطاء
سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ عمرؓ پہلے شخص ہیں جس نے
قنوت پڑھا میں نے کہا (یعنی رمضان کے) پورے نصف آخر میں؟
کہاکہ ہاں! میں کہتا ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اصل
بات یہ ہے کہ وتر میں قنوت ایک دعاء ہے تو جس نے ہمیشہ قنوت
پڑھی اس نے ٹھیک کیا اور جس نے رمضان کے نصف آخر
میں نماز پڑھی اس نے اہمیت والی صورت کو اختیار کیا کیونکہ ان
ایام میں دعاء کے مقبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ ابوبکر نے
عمر بن حاجب سے روایت کی کہ عمرؓ سے ملاقات کی ایک سردار نے
سرداران عجم میں سے اور اس نے ارادہ کیا کہ آپ کو سجدہ کرے تو
اس سے عمرؓ نے کہا کہ اپنا سر اوپر اٹھا۔ سجدہ اس ذات کے لئے
ہے جو واحد قہار ہے۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے
ہیں کہ ادبار[ع۵] النجوم (سے مراد) قبل فجر کی دو رکعت ہیں اور
ادبار السجود (سے مراد) بعد مغرب کی دو رکعتیں ہیں۔ ابوبکر سعید
ابن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے قبل فجر کی دو رکعتوں کے
بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے
زیادہ عزیز ہیں۔ ابوبکر ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے
ایک شخص کو دیکھا وہ دو رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ گیا تو فرمایا کہ اسکے
کنکریاں مارو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم ایسا عبادت کی حیثیت سے نہیں کرتے تھے بلکہ بناء
بر عادت اور تھکان رفع کرنے کے لئے آپ نے ایسا کیا۔ ابوبکر
عبداللہ بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو ظہر سے
پہلے چار رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ابوبکر نے ایک شخص سے روایت کی

ع۵ یعنی وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (۵۲: ۴۹) اور وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ (۵۰: ۴۰) کی تفسیر میں حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ۱۲ مترجم

ان عمر قرأ فی الاربع قبل الظہر بقاف ابو بکر عن عون بن عبد اللہ صلیت مع عمر اربعاً قبل الظہر قلت یحتمل انہا صلوٰۃ صلوٰۃ الزوال وہو الاغلب علی الظن و یحتمل انہا راتبۃ الظہر ابو بکر عن ابی تمیمۃ عن ابن عمر صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مع ابی بکر و عمر و عثمان فلا صلوٰۃ بعد الغداۃ حتے یطلع الشمس ابو بکر عن ابن عباس رأیت عمر یضرب علے الرکعتین بعد العصر مالک عن السائب انہ رآے عمر بن الخطاب یضرب المنکدر علے الصلوٰۃ بعد العصر ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر لم یصلوہا یعنی الصلوٰۃ قبل المغرب ابو بکر عن زید بن وہب ان عمر بن الخطاب رآے رجلاً صلے رکعتین بعد غروب الشمس قبل الصلوٰۃ فجعل یلتفت فضربہ بالدرۃ حین قضے الصلوٰۃ وقال لاتلتفت ولم یعب الرکعتین ابو بکر عن ابن عمر صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فلا صلوٰۃ قبلہا و لا بعدہا فی السفر و لو تطوعت لاتممت۔ ابو بکر عن سالم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ عمرؓ نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں میں سورۃ قاف پڑھی۔ ابو بکر عون بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ نماز صلوٰۃ الزوال ہو اور غالب گمان یہی ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ظہر کی سنتیں ہوں۔ ابو بکر ابو تمیمہ سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں تو نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں۔ ابو بکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ مار رہے تھے بعد عصر دو رکعت پڑھنے پر۔ مالکؒ سائب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عمرؓ ابن الخطاب کو دیکھا کہ وہ منکدر کو مار رہے تھے عصر کے بعد نماز پڑھنے پر۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھی یعنی مغرب سے پہلے کوئی نماز۔ ابو بکر زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے دو رکعت نماز پڑھی غروب آفتاب کے بعد نماز (مغرب) سے پہلے اور اس نے (بحالت نماز) ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا تو آپ نے اس کے دُرّہ مارا جب وہ نماز پوری کر چکا اور فرمایا کہ (نماز میں) ادھر ادھر مت دیکھنا اور آپ نے دو رکعتیں پڑھنے پر اعتراض نہیں کیا۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو کوئی نماز نہیں ہے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد سفر میں اور اگر میں نفل پڑھتا تو پوری پڑھتا۔ ابو بکر سالم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عہ یعنی اگر میں سفر میں نفل ادا کرتا تو پوری ہی پڑھتا۔ مراد یہ ہے کہ قصر کے ساتھ نوافل نہیں ہیں ۱۲

و عمر کانا یتطوّعانِ فی السّفر قلتُ وجہ الجمع انّ الاوّل فی الرواتب والثانی فی التہجّدُ البیہقی ان عمر اتاہ فتح او ابصر رجلاً بہ زَمانۃ (برجا ماندگی) فسجد ابو بکر عن منصور بلغنی انّ ابابکر رضؓ و عمر سجَدَ سجدۃَ الشکر ابو بکر عن عباد بن منصور ان عمر صلّے مُحتبیاً الشّافعی ان عمر بن الخطاب دخلَ المسجدَ فصلّے رکعۃ فقیلَ لہ رکعۃٌ قالَ. انّما ہو تطوّعٌ فمن شآءَ زادَ و من شآء نقصَ قلتُ احتجّ بہ الشّافعی علے انّ الامرَ فی التّطوّع واسعٌ ابو بکر عن حمید بن عبد الرحمٰن قال عمر مَن فاتہ شیٌٔ من قراءتہ باللیل فصلّے ما بینہٗ و بین الظّہر فکانّما صلّے باللّیل ابو بکر عن ابراہیم کان عمر یکرہ اَن یُصلّے خلفَ صلوٰۃٍ مثلَہا مالک عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب کان یُصلّے من اللّیل ماشآءَ اللّٰہ حتّے اذا کانَ من آخر اللّیل اَیقظَ اہلَہ للصّلوٰۃ و یقولُ لہم الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ ثم یتلو ہٰذہ الآیۃ

اور عمر رضؓ سفر میں نوافل پڑھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ (دونو روایتوں کے رفع تعارض یعنی) جمع کی یہ صورت ہے کہ پہلی روایت فرائض سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سُنتوں سے متعلق ہے اور دوسری تہجّد کے بارے میں ہے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمر رضؓ کے پاس فتح کی خبر آئی یا آپ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جس کی ٹانگیں ماری ہوتی تھیں تو سجدہ کیا۔ ابو بکر منصور سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ دونوں نے سجدۂ شکر کیا ہے۔ ابو بکر عباد بن منصور سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضؓ نے احتباء کی حالت میں نماز پڑھی ہے۔ شافعی رحؒ نے روایت کیا کہ عمر رضؓ بن الخطاب مسجد میں داخل ہوتے اور اُنھوں نے ایک رکعت پڑھی اس پر اُن سے کہا گیا کہ آپ نے ایک رکعت پڑھی فرمایا کہ یہ صرف نفل تھی (نفل میں) جو شخص چاہے زیادتی کردے اور جو چاہے کمی کردے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے احتجاج کیا ہے شافعی رحؒ نے کہ نوافل کے حکم میں وسعت ہے۔ ابو بکر حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ جس کی قرارت (معمولہ) کا کچھ حصہ رات میں فوت ہوگیا تو پھر اُس کو اس نے رات اور ظہر کے درمیان میں پڑھ لیا تو گویا اُس نے رات میں ہی پڑھا ہے۔ ابو بکر نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمر رضؓ اس سے کراہت کرتے تھے کہ کسی نماز کے پیچھے اسی کی مثل نماز پڑھیں۔ مالک رحؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضؓ بن الخطاب جتنی اللہ چاہتا رات میں نماز پڑھتے یہاں تک کہ جب آخر شب آجاتا تو اپنی بی بی بچوں کو نماز کے لئے جگاتے اور اُن سے فرماتے الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ۔ پھر اس آیت کی تلاوت کرتے

ع۵ احتباء اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں پاؤں کے تلوے زمین سے ملے ہوتے ہوں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوتے ہوں ۱۲

وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُکَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی ○ مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب کان یقول صلوٰۃ اللیل والنہار مثنیٰ مثنیٰ یسلم من کل رکعتین ابوبکر ان نفراً من اہل العراق قدموا عمر فسألوہ عن صلوٰۃ الرجل فی بیتہ فقال عمر ما سألنی عنہا احد منذ سألت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال صلوٰۃ الرجل فی بیتہ نور فنوّروا بیوتکم الجمعۃ البیہقی ان ابا ہریرۃ کتب الی عمر یسألہ عن الجمعۃ وہو بالبحرین فکتب الیہم ان اجمعوا حیث ما کنتم قال الشافعی معناہ فی ای قریۃ کنتم لا یرید البدو ابوبکر عن یحیے بن ابی کثیر حدثت ان عمر بن الخطاب قال انما جعلت الخطبۃ مکان الرکعتین فان لم یدرک الخطبۃ فلیصل اربعا قلت اظن ہذا الحرف الاخیر من کلام یحیے بن ابی کثیر خرجہ من قول عمر ولیس علیہ العمل ولکن

وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ الخ (۲۰:۱۳۲) اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔" مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ رات کی نماز (نفلیں) اور دن کی دو دو رکعتیں ہیں آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا کرتے تھے۔ ابوبکر راوی ہیں کہ چند لوگ عراق والوں میں سے عمرؓ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کسی شخص کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق تو عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے اب تک کسی نے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جب سے میں نے سوال کیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جس پر آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے تو اپنے گھروں کو منور کرو۔ جمعہ بیہقی نے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے عمرؓ کو خط بھیجا جس میں اُن سے دریافت کیا جمعہ کے بارے میں جب کہ وہ بحرین میں تھے تو عمرؓ نے ان کو لکھا کہ جمعہ پڑھو جہاں تم ٹھہرے ہوئے ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس قریہ میں ٹھہرو عمرؓ کی مراد میدان نہیں ہے۔ ابوبکر نے یحیےٰ بن کثیر سے روایت کیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ خطبہ کو دو رکعتوں کے بجائے رکھا گیا ہے تو اگر کوئی خطبہ نہ پائے تو چاہیئے کہ وہ چار رکعت پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ آخر جملہ یحیےٰ بن کثیر کے کلام میں سے ہے جس کا استنباط اُنھوں نے عمرؓ کے قول سے کیا ہے اور اس پر عمل نہیں ہے[1]۔ لیکن ان کے

[1] یحیی بن کثیر کے استنباط کا یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس کا خطبہ فوت ہو جاتے وہ دو رکعت نفل پڑھ کر اسکی مکافات کرے تاکہ اس کا ثواب خطبہ سننے والوں کے برابر ہو جائے۔

۲۳/۲

معنے کلامہ ان الخطبۃ شرط الجمعۃ لا تصح بدونہا مالک و ابوبکر فی قولہ تعالیٰ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ قرأ ہا عمر فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ قلت معناہ فسرہا کذلک الشافعی عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ابابکر و عمر کانوا یخطبون علی المنبر قیاماً یفصلون بینہما بجلوس مالک و الشافعی عن السائب کان الاذان الاول حین یخرج الامام فیجلس علی المنبر فی عہد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر مالک والشافعی انہم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یوم الجمعۃ یصلون حتے یخرج عمر بن الخطاب فاذا خرج عمر و جلس علی المنبر و اذن المؤذنون جلسوا یتحدثون حتے اذا سکت المؤذنون و قام عمر سکتوا فلم یتکلم احد الشافعی ان عمر رأی رجلاً علیہ ہیئۃ السفر یقول لولا ان الیوم یوم الجمعۃ لخرجت فقال عمر اخرج فان الجمعۃ لا تحبس عن سفر مالک عن ابن شہاب عن سالم ابن عبداللّٰہ انہ قال دخل رجل من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المسجد (یعنی عثمان بن عفان رضہ) یوم الجمعۃ و عمر بن الخطاب یخطب فقال عمر ایۃ ساعۃ ہذہ فقال

کلام کے معنے یہ ہیں کہ خطبہ شرط ہے جمعہ کی بغیر اس کے جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ مالک رح وابوبکر رح در بارۂ آیت (سورۃ جمعہ) فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ اس کو عمر رضہ نے پڑھا فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ فاسعوا کا مفہوم ہے اس طرح آپ نے اس کی تفسیر[۵۷] کی ہے۔ شافعی رح ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضہ وعمر رضہ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور یہ سب درمیان میں بیٹھ کر فصل دیا کرتے تھے۔ مالک رح اور شافعی رح سائب سے، پہلی اذان اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام نکلتا تھا اور منبر پر بیٹھتا تھا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضہ اور عمر رضہ کے زمانہ میں۔ مالک رح اور شافعی رح، عمر رضہ بن الخطاب کے زمانہ میں جمعہ کے دن (مسجد میں) لوگ نمازیں پڑھتے رہتے تھے عمر رضہ بن الخطاب کے نکلنے تک پھر جب عمر رضہ نکل آتے اور منبر پر بیٹھ جاتے اور مؤذن لوگ اذان دیتے تو لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہتے یہاں تک کہ جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور عمر رضہ کھڑے ہوتے تو سب خاموش ہو جاتے پھر کوئی بات نہ کرتا۔ شافعی رح، عمر رضہ نے ایک شخص کو سفر کی ہیئت پر دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آج کا دن جمعہ نہ ہوتا تو میں روانہ ہو جاتا۔ تو عمر رضہ نے کہا کہ روانہ ہو جا کیونکہ جمعہ تو سفر سے نہیں روکتا۔ مالک رح ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللّٰہ سے، انھوں نے کہا کہ اصحاب رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم میں سے ایک شخص (یعنی عثمان رضی اللّٰہ عنہ) جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوتے جب کہ عمر رضہ بن الخطاب خطبہ پڑھ رہے تھے تو عمر رضہ نے کہا کہ یہ کونسا وقت ہے (آنے کا) تو انھوں نے کہا

[۵۷] حضرت عمر رضہ نے اس غرض کا اظہار کیا کہ سعی سے مراد مسجد کی طرف بلا تاخیر روانہ ہو جانا ہے بھاگنا دوڑنا مراد نہیں ہے ۱۲

يا اميرَ المؤمنين انقلبْتُ من السّوق فسمعتُ النِّدآءَ فمازِدتُّ علےٰ ان توضّأتُ فقالَ عمر الوضوءَ ايضًا (ای التفت علیہا) قد علمتَ انّ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کان یأمُرُ بالغُسْل الجنائز۔ ابوبکر عن الحسن قال عمر اُحْضِرُوا مَوتاکُم وذکّروہم لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ فانّہم یَرَوْنَ ویُقال لہم ابوبکر عن عطآءٍ او غیرِہٖ قال عمر لقّنوا مَوتاکُم لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ واَغمِضُوا اَعینہم اذا ماتوا البیہقی عن ابن عمر قال صَدَرَ (رجع) المسلمون فمرّوا بامرأۃٍ بالبیدآءِ مَیِّتَۃٍ واَخْفَاہا (درگور کرد) رجلٌ یُقالُ لہٗ کُلَیب فقامَ عُمر علے المنبر فقالَ لو اعلم انّ احدًا مرّ بہا ولم یُخْفِہا لفعلتُ بہ وفعلتُ وسألَ ابنَ عمر فقالَ لم آرہا وقالَ لعلّ اللّٰہَ اَن یَرحم کُلَیبًا فطُعِنَ معہٗ غداۃَ طُعِنَ (عمر) ابوبکر عن تمیمۃ الہُجیمی انّ عمر بن الخطّاب کتبَ الےٰ ابی موسےٰ الاشعری ان اَغسِلْ مَوتاک بالسِّدرِ وماءِ الریحان ابوبکر عن مسروق ماتت امرأۃٌ لعُمرَ فقالَ انا کنتُ اولےٰ بہا اذا کانت حیّۃً فامّا الآنَ فانتم اولےٰ بہا

اے امیر المؤمنین رضؓ میں بازار سے لوٹا پھر میں نے اذان کی آواز سُنی تو میں نے وضو کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ اچھا اور پھر یہ کہ صرف وضو ہی کیا جب کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے جنائز۔ ابوبکر حسن سے، کہا عمر رضؓ نے کہ اپنے مرنے والوں کے پاس موجود رہو اور اُن کو یاد دلاؤ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں جب کہ اُن سے کہا جاتا ہے۔ ابوبکر از عطاء وغیرہ، فرمایا عمر رضؓ نے کہ اپنے مرنے والوں کو تلقین کرو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اُن کی آنکھیں بند کردو جب وہ مرجائیں۔ بیہقی ابن عمر رضؓ سے، کہا کہ مسلمان لوٹے تو ان کا گزر ہوا بیابان میں ایک عورتِ مُردہ پر جب کہ اس کو ایک شخص نے جس کو کُلَیب کہا جاتا تھا دفن کر دیا۔ تو عمر رضؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر میں یہ جان لوں کہ کوئی شخص اس پر سے گزرا اور اس نے اس کو دفن نہیں کیا تو میں اس کے ساتھ ایسا اور ایسا کروں اور ابنِ عمر رضؓ سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے اس (عورت مُردہ) کو نہیں دیکھا۔ اور (عمر رضؓ نے) فرمایا کہ اُمید ہے کہ اللہ کُلَیب پر رحمت فرمائے گا۔ تو عمر رضؓ کے ساتھ کُلَیب کو بھی مجروح کیا گیا جس صبح کو اُنھیں مجروح کیا گیا تھا۔ ابوبکر تمیمۃ الہُجیمی سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے ابوموسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ اپنے مُردوں کو غسل دو بیری (کے پتوں) اور آبِ ریحان کے ساتھ۔ ابوبکر مسروق سے، عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا انتقال ہوا تو اُنھوں نے کہا کہ میں اس سے قریب تر تھا جب کہ وہ زندہ تھی، رہا اب، سو تم اس سے قریب تر ہو۔

عہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمر رضؓ غسل جمعہ کو واجب سمجھتے تھے بلکہ اس پر تنبیہ کا منشا یہ ہے کہ آپ یعنی عثمان رضؓ جیسے شخص کے لئے یہ زیبا نہیں کہ مستحب فعل کو نظر انداز کردے ۱۲ مترجم

ابو حنیفۃ اخبرنی رجلٌ عن الحسن عن عمر بن الخطاب انہ قال الاَبُ احقُّ بالصلوٰۃِ علی المیّتِ من الزّوجِ قلتُ احتجَّ بہ ابوحنیفۃ وخالفَ ابراہیم والشعبی فی قولہما الزّوج اَحقّ مِن الاَب ابوبکر عن نافع عن ابن عمر کُفِّن عمر وحُنِّط وغُسِل زاد فی روایۃ اِلّا انّہ کانَ من اَفضلِ الشُّہدآء قلتُ عند الحنفیۃ عِلّۃُ الغسل الارتثاث و عند الشافعی انّہ لم یُقتَلْ فی المعرکۃ ابوبکر عن ابن مغفّل قالَ عمر لاتُحَنِّطُونی بمِسکٍ قیلَ انّماکَرِہ المِسکَ لانّہ مِن المیتۃ ولیسَ علیہ العملُ عندَ الجمہور لانّ الشّرعَ استثنی المِسکَ من جملۃ المیتاتِ فاستحسنہ قلتُ و الاَوجہ عندی انّ المسکَ طَیّبٌ طاہرٌ اِلّا انّ عمر لم یَستحسِنْ ان یکونَ حَنُوطُہ منہ تورّعًا لانہ قد اجتمع فیہ دلیلاَ الاباحۃِ والتحریم انکان دلیلُ الاباحۃ اَقویٰ والطِّیبُ سِواہ کثیرٌ ابوبکر عن راشد ابن سعد قالَ عمر یُکفَّنُ الرجلُ فی ثلٰثۃ اَثوابٍ لاتَعتَدُوا اِنّ اللّٰہَ

(خوشبو کہ بر مردہ مالند ۱۲ — بلا غیر مسک ۱۲)

ابو حنیفہؒ، مجھے ایک شخص نے خبر دی حسنؓ سے انھوں نے روایت کی عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے کہا کہ باپ میّت کی نماز پڑھانے کا زیادہ حق رکھتا ہے بہ نسبت شوہر کے۔ میں کہتا ہوں کہ اس قول سے ابو حنیفہؒ نے حجّت پکڑی ہے اور خلاف کیا ہے ابراہیم اور شعبی کے اس قول کا کہ شوہر زیادہ حقدار ہے باپ سے ابوبکر نافع سے وہ ابن عمرؓ سے، عمرؓ کو کفن پہنایا گیا اور خوشبو لگائی گئی اور غسل دیا گیا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے "مگر یہ کہ وہ افضل شہداء میں سے تھے"۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک (حضرت عمرؓ کو) غسل دینے کی علّت ارتثاث[عـہ] (خون سے لت پت ہونا) تھا اور شافعیؒ کے نزدیک یہ تھی کہ وہ معرکہ میں قتل نہیں کیے گئے۔ ابوبکر ابن مغفل سے، عمرؓ نے وصیّت کی کہ مجھے مشک نہ ملنا۔ کہا گیا کہ مشک سے آپ نے اس لئے کراہت کی کہ وہ میتہ سے نکالی جاتی ہے اور جمہور کے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مرے ہوئے اجسام میں سے مشک کو مستثنیٰ کیا ہے اور اس کو اچھی چیز قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بڑی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مشک نفیس اور پاک ہے مگر عمرؓ نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا تقوے کی بناء پر کہ خوشبو کے لئے اس کا استعمال کیا جاتے کیونکہ اس میں دو دلیلیں اباحت اور تحریم کی جمع ہو رہی ہیں اگرچہ اباحت کی دلیل زیادہ قوی ہے جب کہ خوشبوئیں مشک کے سوا اور بھی بہت سی ہوتی ہیں۔ ابوبکر راشد بن سعد سے، عمرؓ نے فرمایا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنایا جاتے۔ اس میں زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو

عـہ "ارتثاث" کسی کو خستہ اور مجروح اٹھانا کہ ابھی زندہ ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کے یہ معنے ہیں کہ مجروح زخمی ہونے کے بعد کچھ خورد و نوش اور علاج وغیرہ بھی کرے یا مجروح ہونے کے بعد سے موت کے وقت تک اس پر ایک نماز کا وقت اس صورت سے گزرے کہ اس کا ہوش قائم ہو اور نماز ادا کرنے پر قادر ہو یا معرکۂ جہاد سے اس کو زندہ ہوش و حواس کے ساتھ اٹھایا گیا ہو ۱۲

لا یحب المعتدین ابو بکر عن راشد بن سعد عن عمر قال تکفن المرأۃ فی خمسۃ اثواب الدرع والخمار والرداء والازار والخرقۃ ابو بکر عن ابن مغفل قال عمر لا تتبعنی بمجمر ابو بکر عن ابن عمر رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر یمشون امام الجنازۃ ابو بکر عن یحیی بن راشد قال عمر حین حضرتہ الوفاۃ لابنہ اذا خرجتم بی فاسرعوا بی المشی ابو بکر عن ابن مغفل قال عمر لا تتبعنی امرأۃ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان الناس کانوا یصلون علی الجنائز خمسا وستا واربعا حتی قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم کبروا بعد ذلک فی ولایۃ ابی بکر حتی قبض ابو بکر ثم ولی عمر بن الخطاب ففعلوا ذلک فی ولایتہ فلما رأی ذلک عمر بن الخطاب قال انکم معشر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم متی ما تختلفون یختلف من بعدکم والناس حدیث عہد بالجاہلیۃ فاجمعوا علی شیء یجتمع علیہ من بعدکم

پسند نہیں کرتا۔ ابو بکر راشد بن سعدؓ سے، عمرؓ نے فرمایا کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جاتے درعؔ اور خمار اور ردار اور ازار اور خرقہ۔ ابو بکر از ابن مغفل، عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پیچھے انگیٹھی (خوشبودار دھونی کے لئے) لے کر نہ چلنا۔ ابو بکر از ابن عمرؓ، مَیں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھا کہ جنازے کے آگے چلتے تھے۔ ابو بکر از یحیےٰ بن راشد، حضرت عمرؓ نے جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب تم مجھے لے کر چلو تو تیز رفتار کے ساتھ چلنا۔ ابو بکر ابن مغفل سے، عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی عورت میرے پیچھے نہ چلے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے، کہ لوگ جنازوں کی نمازوں پر پڑھا کرتے تھے پانچ اور چھ اور چار (یعنی تکبیرات۔ کوئی پانچ کہتا، کوئی چھ، کوئی چار) یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ پھر اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بھی یونہی تکبیرات ہوتی رہیں یہاں تک کہ ابو بکرؓ کی وفات ہو گئی۔ پھر خلیفہ ہوتے عمرؓ بن الخطاب تو لوگوں نے اُن کی خلافت کے زمانہ میں بھی اُسی طرح کیا۔ جب یہ (اختلاف) عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا تو اُنھوں نے (اصحاب کو جمع کر کے فرمایا) کہ تم لوگ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا گروہ ہو جب تم ہی مختلف رہو گے تو جو تمھارے بعد والے ہیں وہ بھی مختلف رہیں گے اور لوگوں کو زمانہ جاہلیت سے لوٹے ہوتے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تو تم کو ایک چیز پر متفق ہو جانا چاہیئے جس پر تمھارے بعد کے لوگ متفق رہیں۔

ع۵ درعؔ یعنی کرتہ۔ جو گلے سے لے کر پاؤں تک ہوتا ہے، لیکن نہ اس میں کلیاں ہوں اور نہ آستین۔ خمار یہ تین ہاتھ لمبا کپڑا ہوتا ہے جو بالوں کو چھپالے اس کو سربند کہتے ہیں ردار یعنی چادر۔ ازار سر سے پاؤں تک ایک کپڑا ہوتا ہے۔ ردار اُس سے ایک ہاتھ لمبی ہوتی ہے۔ خرقہ سینہ بند کو کہتے ہیں جو چھاتیوں سے لیکر رانوں تک اتنا لمبا چوڑا ہوتا ہے کہ بندھ جاتے اگر کوئی تین کپڑوں ازار اور چادر اور سربند پر اکتفا کرے تو یہ بھی درست ہے۱۲ مترجم

فاجمع رأى أصحاب محمد صلى الله عليه
وسلم ان ينظروا آخر جنازة كبّر عليه النبي
صلى الله عليه وسلم حتى قبض فيأخذون
به ويرفضون ما سوى ذلك فوجدوا
آخر جنازة كبّر عليها رسول الله صلى
الله عليه وسلم اربعًا البيهقي عن
سعيد بن المسيّب عن عمر انه قال كل ذلك
قد كان اربعًا وخمسًا فاجمعنا على اربع
ابوبكر عن ابي وائل جمع عمر الناس
فاستشارهم في التكبير على الجنازة فقال
بعضهم كبّر رسول الله صلى الله عليه
وسلم خمسًا وقال بعضهم كبّر سبعًا
وقال بعضهم كبّر اربعًا فجمعهم على
اربع تكبيرات كاطول صلوٰة ابوبكر عن ابراهيم
اختلف اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم في التكبير على الجنازة ثم
اتفقوا بعد على اربع تكبيرات ابوبكر
عن سعيد بن المسيّب كان عمر يقول
في الصلوٰة على الميّت ان كان مساءً
قال اللهم امسى عبدك وان كان
صباحًا قال اللهم اصبح عبدك
قد تخلّى من الدنيا وتركها
لاهلها واستغنيت منه وافتقر
اليك كان يشهد ان لا اله الا انت
وان محمدًا عبدك و

بالآخر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے اس پر متفق ہوگئی
کہ وہ اُس آخری جنازہ پر نظر کریں جس پر اپنی وفات سے پہلے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی تھی پھر سب لوگ اسی کو
اختیار کرلیں اور اس کے سوا دوسرے طریقہ سے ہٹ جائیں تو
اُنھوں نے اس آخری جنازے پر جس پر رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی چار تکبیریں پائیں۔ بیہقی از سعید بن
المسیب از عمرؓ، اُنھوں نے کہا کہ وہ سب (روایات) چار اور
پانچ (تکبیرات) کی تھیں پھر ہم نے اجماع کرلیا چار پر۔ ابوبکر
ابو وائل سے، عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا پھر اُن سے مشورہ
کیا جنازے پر تکبیر پڑھنے کے بارے میں تو بعض لوگوں نے کہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ تکبیریں پڑھی ہیں
اور ان میں سے بعض نے کہا کہ سات تکبیریں پڑھیں اور بعض
نے کہا کہ چار تکبیرات پڑھیں پھر سب کا اجماع ہوگیا چار تکبیرات
پر مانند سب سے لمبی نماز کے (کہ اس میں چار رکعات ہوتی ہیں)۔
ابوبکر ابراہیم سے، مختلف ہوئے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم جنازے پر تکبیر کے بارے میں پھر بعد میں متفق ہوگئے
چار تکبیرات پر۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے، عمرؓ کہا کرتے تھے...
میّت کی نماز میں اگر شام کا وقت ہوا تو یوں کہتے اللھم امسی
عبدك (یعنی یا اللہ آپ کے بندے پر شام کا وقت اس طرح آیا
کہ) اور اگر صبح کا وقت ہوا تو کہتے اللھم اصبح عبدك (یعنی
یا اللہ آپ کے بندے پر صبح کا وقت اس طرح آیا کہ) قد تخلی
من الدنیا و ترکھا الخ (ترجمہ) وہ دنیا سے یکسو ہوا اور اس کو
اہل دنیا کے لئے چھوڑ گیا اس حال میں کہ آپ اُس سے مستغنی ہیں
اور وہ آپ کا محتاج ہے اور وہ اس بات کی شہادت دیا کرتا تھا
کہ کوئی معبود نہیں بجز آپ کے اور یہ کہ محمدؐ آپ کے بندے اور

رسولک فاغفرلہ ذنبہ ابوبکر عن جابر بن
عبداللہ قال ما باجَ لنا رسولُ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ولا ابوبکرٍ ولا عمر فی الصلوٰۃ
علے المیت بشیّ قلتُ یعنی لم یوقتوا الشیّ
من الدعاء ابوبکر عن عروۃ ما صُلّی علے ابی بکر
الا فی المسجد مالک ان عمر بن الخطاب صُلّی
علیہ فی المسجد ابوبکر عن عبدالرحمن بن ابزٰی
ماتت زینبُ بنتِ جحش فکبّر علیہا عمر اربعًا
ثم سألَ ازواجَ النبی صلے اللہ علیہ وسلم
مَن یدخلُ قبرہا فقلن مَن کان یدخل
علیہا فی حیاتہا ابوبکر ان عمر انتظرَ
ابنَ امِّ عبدٍ فی الصلوٰۃ علے عتبۃ بن
(عبداللہ بن مسعود)
مسعود ابوبکر عن ابنِ عمر لُحِدَ لرسولِ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم ولابی بکر ولعمر ابوبکر عن الحسن
اوصٰی عمر ان یجعل عمق قبرہ قامۃً وبسطۃً ابوبکر
عن ابی مالک الاشجعی عن عمر انہ کان یقولُ
اذا اُدخِل المیتُ قبرہ اللّٰہمّ اسلمہ الیک
الاہلُ والمالُ والعشیرۃُ والذنبُ عظیمٌ
فاغفرلہ ابوبکر عن اسمٰعیل بن محمد بن السباق
ان عمر دفنَ ابابکر لیلاً ثم دخلَ المسجدَ
فاوتر بثلاث ابوبکر عن ابی وائل ماتت
اُمّی وہی نصرانیۃ فاتیتُ عمر فذکرتُ
ذٰلک لہ فقال ارکبْ دابّۃً
وسر امامہا ابوبکر عن عمرو
ہو ابنُ دینار

آپ کے رسول ہیں تو آپ اس کے گناہ بخش دیجئے۔" ابوبکر جابر بن
عبداللہ سے، کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور
ابوبکرؓ نے اور عمرؓ نے میت پر نماز کے بارے میں کسی (دعا) کی صراحت
نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ انھوں نے کسی چیز کی از
قبیل دعا۔ پابندی عائد نہیں کی۔ ابوبکر عروہ سے، نہیں نماز پڑھی
گئی ابوبکرؓ پر مگر مسجد میں۔ مالکؒ، عمرؓ بن الخطاب پر مسجد میں
نماز پڑھی گئی۔ ابوبکر عبدالرحمن بن ابزی سے، زینبؓ بنت جحش
کا انتقال ہوا تو ان پر عمرؓ نے چار تکبیریں پڑھیں۔ پھر ازواج
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی قبر میں کون اتریگا
تو انھوں نے کہا کہ جو ان کی زندگی میں ان کے پاس آتے تھے۔
ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن مسعودؓ پر نماز پڑھنے میں ابن
امّ عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کا انتظار کیا۔ ابوبکر ابن عمرؓ
سے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی
قبروں کے لئے لحد بنائی گئی۔ ابوبکر حسنؓ سے، عمرؓ نے وصیت
کی کہ ان کی قبر کی گہرائی قد کے برابر اور کشادہ رکھی جائے۔
ابوبکر ابومالک الاشجعی سے وہ عمرؓ سے کہ جب کسی میّت کو اس
کی قبر میں داخل کیا جاتا تھا تو وہ یہ کہا کرتے تھے، یا اللہ اس کے
اہل اور مال اور رشتہ دار سب اس کو آپ کے سپرد کر رہے
ہیں (اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں) اور گناہ بہت بڑے ہیں تو
آپ اس کی مغفرت کر دیجئے۔ ابوبکر اسمٰعیل بن محمد بن السباق
سے کہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کو رات میں دفن کیا پھر داخل ہوئے
مسجد میں اور تین وتر پڑھے۔ ابوبکر ابو وائل سے، میری ماں کا
انتقال ہو گیا اور وہ نصرانیہ تھی تو میں عمرؓ کے پاس آیا اور
میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو کہا کہ کسی چوپایہ پر سوار ہو کر اس
کے جنازے کے آگے چلنا۔ ابوبکر عمروؒ سے اور وہ ابن دینار ہیں،

ماتت امرأۃ بالشام و فی بطنہا ولد من
مسلم و ہی نصرانیۃ فأمر عمر ان یدفن
مع المسلمین من اجل ولدہا ابوبکر عن
عامر یعنی الشعبی ان عمر صلّی علی عظام
بالشام ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم
اخبرنی من رأی قبر النبی صلی
اللہ علیہ وسلم وقبر ابی بکر وقبر عمر
مسنمۃ (کوہان دار بلند) ناشزۃ من الارض علیہا فلق (قطعات)
من مدر (کلوخ) ابیض ابوبکر عن ہلال بن
یساف خطب عمر بمنی علی جمل فقال
لا تسبوا الاموات فان مایسب بہ المیت
یؤذی بہ الحی ابوبکر والبخاری وغیرہما عن
ابی الاسود الدیلی قدمت المدینۃ و
قد وقع بہا مرض فجلست الی عمر بن
الخطاب فمرت بہم جنازۃ فاثنی علیہا
خیر فقال عمر وجبت ثم مر باخری
فاثنی علیہا شر فقال عمر وجبت فقلت
وما وجبت یا امیر المومنین قال قلت
کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم ایما مسلم شہد لہ اربعۃ
بخیر ادخلہ اللہ الجنۃ فقلنا وثلثۃ
قال وثلثۃ فقلنا واثنان قال
واثنان ثم لم نسألہ عن الواحد
ابوبکر عن عمرو بن میمون عن عمر ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک عورت کا شام میں انتقال ہوا جس کے پیٹ میں ایک مسلمان کا بچہ تھا اور یہ عورت نصرانیہ تھی تو عمرؓ نے بوجہ اس کے بچہ کے حکم دیا کہ اس کو مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ ابوبکر عامر شعبی سے کہ عمرؓ نے شام میں ہڈیوں پر نماز پڑھی۔ ابوحنیفہؒ حماد سے اور وہ ابراہیم سے، خبر دی مجھ کو اس نے جس نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور ابوبکرؓ کی قبر اور عمرؓ کی قبر سب درمیان سے کوہان کی طرح زمین سے اٹھی ہوتی ہیں اور لمبی ہیں۔ ان پر سفید مٹی کے باریک ڈھیلے تھے۔ ابوبکر ہلال ابن یساف سے، عمرؓ نے اونٹ پر بیٹھے ہوتے منیٰ میں خطبہ دیا فرمایا کہ مُردوں کو گالیاں مت دو کیونکہ ان گالیوں کے الفاظ سے زندوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ ابوبکر اور بخاری وغیرہما ابوالاسود دئلی سے، میں مدینہ میں آیا جب کہ وہاں بیماری پھیل رہی تھی تو میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس بیٹھ گیا تو ان پر ایک جنازے کا گزر ہوا اور اس کے حق میں کلماتِ خیر کہے گئے تو عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ پھر ان پر ایک اور جنازہ گزرا تو اس کا ذکر برائی سے کیا گیا پھر عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ تو میں نے کہا کیا واجب ہوگئی اے امیر المومنینؓ۔ فرمایا کہ میں نے اسی طرح کہا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان پر چار آدمی نے خیر کی گواہی دیدی اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ ہم نے کہا اور تین تو فرمایا کہ تین بھی۔ پھر ہم نے کہا اور دو تو فرمایا کہ اور دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ (اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء واضح ہوگیا کہ چار سے مراد عددِ خاص نہیں بلکہ مطلقاً زبانِ خلق ہے ۱۲ مترجم) ابوبکر از عمرو بن میمون از عمرؓ، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

كان يتعوذ بالله من الجبن والبخل وعذاب القبر وفتنة الصدر آبو بكر عن ابن عمر عن عمر عن النبي صلے الله عليه وسلم قال الميت يعذب في قبره بالنياحة البيهقي عن ابن عباس عن عمر نحواً من ذلك آبو بكر عن نافع ان حفصة بكت على عمر فقال لها مهلاً يا بنية الم تعلم ان النبي صلے الله عليه وسلم قال ان الميت يعذب ببكاء اهله عليه آبو بكر عن ابي عثمان أتيت عمر بنعي النعمان بن مقرن فوضع يده على رأسه وجعل يبكي آبو بكر عن شقيق اجتمع نسوة يبكين على خالد بن الوليد فقال عمر ما عليهن ان يهرقن من دموعهن على ابي سليمان مالم يكن نقع او لقلقة كتاب الزكوة مالك انه قرأ كتاب عمر بن الخطاب في الصدقة قال فوجدت فيه بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب الصدقة في اربع وعشرين من الابل فدونها الغنم في كل خمس شاة وفيما فوق ذلك الى خمس وثلثين بنت مخاض فان لم تكن بنت مخاض فابن لبون ذكر وفيما فوق ذلك الى خمس واربعين ابنة لبون وفيما فوق ذلك الى ستين حقة

پناہ مانگا کرتے تھے بزدلی سے اور بخل سے اور عذاب قبر سے اور سینے کے فتنہ سے۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے نوحہ کرنے سے۔ بیہقی از ابن عباسؓ از عمر رضی اللہ عنہ مثل روایت مذکور۔ آبو بکر از نافع کہ حفصہؓ روئیں حضرت عمرؓ پر تو آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی تحمل کر کیا تو نہیں جانتی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس پر اس کے متعلقین کے رونے سے۔ آبو بکر ابو عثمان سے کہا کہ میں عمرؓ کے پاس آیا نعمان بن مقرن کی موت کی خبر لیکر تو انھوں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور رونا شروع کر دیا۔ آبو بکر شقیق سے، جمع ہو گئیں عورتیں جو بکار کر رہی تھیں خالدؓ بن الولید پر تو عمرؓ نے فرمایا کہ ان پر کوئی گناہ نہیں اس سے کہ وہ ابو سلیمانؓ پر آنسو بہائیں جب تک سروں پر خاک ڈالنا اور چیخنا چلانا نہ ہو۔ کتاب الزکوٰۃ۔ مالکؒ، انھوں نے پڑھا مکتوب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا صدقہ کے بارے میں۔ کہا کہ میں نے اس میں یہ دیکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ مکتوب ہے صدقہ کے بیان میں۔ چوبیس ۲۴ اونٹوں میں اور اس سے کم میں بکریاں ہیں۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ اور اس سے زیادہ پینتیس تک بنت مخاض ہے۔ اگر بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون نر اور اس سے اوپر پینتالیس تک بنت لبون ہے۔ اور اس سے اوپر ساٹھ تک حقہ ہے (یعنی تین برس کی اونٹنی جو چوتھے میں

عہ فتنۃ الصدر یعنی سینہ کے فتنہ سے اخلاق مذمومہ اور عقائد باطلہ مراد ہیں جو سینہ سے متعلق ہیں ۱۲ عہ نقع کے معنے ہیں بلند ہونا آواز کا اور غبار کا اور فریاد۔ لقلقۃ اضطراب و شدت ملی ہوئی آواز کو کہتے ہیں ۱۲ سہ بنت مخاض بچہ ناقہ جو دوسرے سال میں ہو اور ابن لبون وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو اور بنت لبون بچہ مادہ جو تیسرے سال میں ہو اور حقہ وہ ناقہ جو چوتھے سال میں ہو۔ طروقۃ الفحل کے معنے ہیں کہ وہ نر کی جفتی کے قابل ہو جائے اور جذعہ وہ ہے جو پانچویں سال میں ہو ۱۲

طروقۃ الفحل وفیما فوق ذلک الی خمس و
سبعین جذعۃ وفیما فوق ذلک الی تسعین
بنتا لبون وفیما فوق ذلک الی عشرین و مائۃ
حقتان طروقتا الفحل فما زاد علی ذلک من
الابل ففی کل اربعین بنت لبون وفی
کل خمسین حقۃ وفی سائمۃ الغنم اذا بلغت
اربعین الی عشرین و مائۃ شاۃ وفیما فوق
ذلک الی مائتین شاتان وفیما فوق ذلک الی
ثلث مائۃ ثلث شیاہ فما زاد علی ذلک ففی
کل مائۃ شاۃ ولا یخرج فی الصدقۃ تیس
ولا ہرمۃ ولا ذات عوار الا ماشاء المصدق
ولا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع
خشیۃ الصدقۃ وما کان من الخلیطین فانہما
یتراجعان بینہما بالسویۃ وفی الرقۃ اذا بلغت خمس
اواق ربع العشر الشافعی عن انس بن عیاض
عن موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر ہذا
کتاب الصدقۃ وفی اربع وعشرین من الابل
مثل ماقال مالک قلت قد شرحنا ہذا الکتاب
فی المسوی شرح الموطا علی المذہبین مذہب ابی
حنیفۃ ومذہب الشافعی ابوبکر عن الحسن
کتب عمر الی ابی موسی

لگی ہو) کہ اس قابل ہو کہ نر اُس سے جفت ہو سکے۔ اور اس سے
اوپر پچھتر تک ایک جذعہ ہے اور اس سے اوپر نوّے تک دو بنتِ
لبون ہیں اور اس سے اوپر ایک سو بیس تک دو حِقّے ہیں جو اس
قابل ہوں کہ نر اُن سے جفت ہو سکے۔ اور جب اونٹ اس سے
زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنتِ لبون اور ہر پچاس
میں ایک حِقّہ۔ اور جنگل عہ میں چرنے والی بکریوں میں جب وہ
چالیس ہو جائیں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے اور اس
سے اوپر تین سو تک تین بکریاں اور جو اس سے زیادہ ہوں تو
ہر سَو میں ایک بکری۔ اور صدقہ میں تیس نہ نکالا جائے (یعنی
وہ بکرا جو جفتی کے لئے ہو) اور نہ بوڑھی بکری اور نہ عیب دار
بجز اس کے جو صدقہ دینے والا چاہے۔ اور جمع عہ نہ کیا جائے جُدا
جُدا کو اور جُدا جُدا نہ کیا جائے مجتمع کو صدقہ کے اندیشہ سے۔
اور جو (ریوڑ) دو ساجھیوں کا ہوگا تو وہ دونوں آپس میں
برابر برابر کا حساب کرلیں۔ اور چاندی میں جب پانچ اوقیے
(یعنی دو سو درہم) تک پہنچ جائے دسویں حصہ کا چوتھائی (یعنی
چالیسواں حصہ) ہے۔ شافعیؒ انس بن عیاض سے وہ موسیٰ
ابن عُقبہ سے وہ نافع سے وہ ابن عمرؓ سے یہ کتاب (مکتوب)
صدقہ ہے اور اونٹوں میں سے چوبیس میں، حسب روایت امام
مالکؒ۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے المسوّی شرح موطا میں اس
مکتوب کی شرح کردی ہے مذہب ابو حنیفہؒ اور مذہب شافعیؒ
دونوں کے اعتبار سے۔ ابوبکر حسنؓ سے، عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کو لکھا۔

عہ گھر میں پلی ہوئی بکریوں پر جن کو مول لے کر چارہ کھلایا جاتا ہے زکوٰۃ نہیں ہے ۱۲ مترجم عہ اس میں صدقہ دینے والے مالک اور لینے والے دونوں کے حق میں نہی کا احتمال ہے۔ مالک کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں اس نے زکوٰۃ کے خوف سے اُن کو جدا جدا کردیا یا دوسرے شخص کے اسی قدر مال کے ساتھ اپنے مال کو مخلوط کردیا تاکہ اس کے ذمہ آدھی بکری واجب ہو۔ اور لینے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں۔ محصّل زکوٰۃ ان کو چالیس چالیس کے تین حصوں میں تقسیم کردے تاکہ تین بکریاں واجب ہو جائیں۔ یا یہ صورت تھی کہ چالیس متفرق بکریاں دو آدمیوں کی تھیں وہ اُن کو جمع کرلے تاکہ نصاب کامل ہو جائے ۱۲

فما زاد على المائتين ففي كلّ اربعين درهمًا درهمٌ قلتُ معناه عند ابي حنيفة لا يؤخذ في اقلّ من الاربعين اذا زاد على مائتين وعند الشافعي هذا بيانَ الكسر ببيانِ مخرجه

مالكٌ والشافعي عن سفيان بن عبد الله الثقفي ان عمر بن الخطاب بعثه مصدّقًا فكان يَعُدّ على الناس بالسخل فقالوا أتَعُدُّ علينا بالسخل ولا تأخذ منه شيئًا فلما قدم على عمر بن الخطاب ذكر ذلك له فقال عمر نعم نعدّ عليهم بالسخلة يحملها الراعي ولا نأخذها ولا نأخذ الأكولة ولا الرُّبّى ولا الماخض ولا فحل الغنم ونأخذ الجذعة والثنية وذلك عدلٌ بين غِذاء الغنم وخياره والسخلة الصغيرة حين تُنتج والرُّبّى التي قد وضعت فهي تُربّي ولدها والماخض هي الحامل والأكولة هي شاة اللحم التي تسمّن لتؤكل ابو بكر قال عمر اذا وقف الرجل عليكم غنمه

تو جو کچھ دو سو (درہم) سے زیادہ ہو اُس میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہیں کہ جب دو سو سے بڑھے تو چالیس سے کم میں کیا جاتے اور شافعیؒ کے نزدیک بیانِ مخرج کے ساتھ یہ کسر کا بیان ہے۔

مالکؒ اور شافعیؒ سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے کہ ان کو عمرؓ بن الخطاب نے مصدّق (وصول کنندہ صدقات) بنا کر بھیجا، تو وہ لوگوں کے پاس جو بکری کے بچے تھے ان کو (نصاب میں) شمار کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ تم ہمارے بکری کے بچوں کو (نصاب میں) شمار تو کر لیتے ہو اور ان میں سے کچھ لیتے نہیں ہو۔ تو جب سفیان عمرؓ بن الخطاب کے پاس آتے تو اُن سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ نے کہا ہاں ہم ایسے بکری کے بچوں کو بھی شمار کرتے ہیں جن کو چرواہا اپنے اوپر اٹھاتا ہے اور ہم اس کو نہیں لیتے اور اس کو بھی نہیں لیتے جو اکولہ ہوتی اور نہ رُبّٰی کو لیتے ہیں اور نہ ماخض کو لیتے ہیں اور نہ بکریوں کو گابھن کرنے والے نر کو لیتے ہیں (یہ کیا تھوڑی سی رعایت ہے؟) ہم جذعہ (یعنی چھ ماہ سے زیادہ کی بھیڑ) اور ثنیہ (یعنی ایک سال سے زیادہ کی بکری) کو لیتے ہیں اور یہ درمیانی درجہ ہے بکری کے چھوٹے بچوں اور اُن کے بہترین درجہ کی بکریوں کے مابین۔ سخلہ چھوٹا سا بچہ جو حال میں پیدا ہوا ہو رُبّٰی جس نے بچے دیتے ہوں اور وہ اپنے بچوں کو پال رہی ہو ماخض جو گیا بھن ہو۔ اکولہ گوشت والی بکری جس کو کھانے کے لئے موٹا کیا گیا ہو۔ ابو بکر، عمرؓ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تمہارے سامنے بکریاں

ع۵ غذار جمع ہے غذی بروزن غنی کی جس کے معنے ہیں بکری کا بچہ۔ لوگوں نے یہ شکایت کی تھی کہ نصاب زکوٰۃ میں جب کہ بکری کے چھوٹے سے بچہ کو بھی تم گنتی میں لے لیتے ہو تو بچوں کو زکوٰۃ میں لینا بھی چاہیئے۔ اس پر فرمایا کہ ہم بچہ کو شمار میں لیتے ہیں اور زکوٰۃ میں نہیں لیتے تو جو تمہارا بہترین مال یعنی عمدہ بکریاں ہوتی ہیں وہ بھی تو نہیں لیتے تو ہم نے زکوٰۃ میں اوسط درجہ کو اختیار کر لیا جو گھٹیا اور عمدہ کا درمیانی مرتبہ ہے۔ یہ بمقتضائے عدل کیا گیا ہے ۱۲

فامیدعو لها صدعین ثم اختاروا من
النصف الآخر ابوبکر عن مجاهد عن عمر لیس
فی الخضراوات زکوٰۃ الشافعی عن عمرو بن
دینار ان عمر بن الخطاب قال ابتغوا فی
اموال الیتامی لا یستهلکها الزکوٰۃ ابوبکر
عن الزهری و مکحول عن عمر نحوا من ذلک
البیهقی سُئل عمر بن الخطاب أ علی
المملوک زکوٰۃ؟ قال لا قیل علی من هی
فقال علی مالکه الشافعی عن ابن شهاب
ان ابابکر و عمر لم یکونا یاخذان الصدقة
نسیئة ولکن یبعثان علیها فی الجدب
و الخصب والسمن و العجف لان اخذها
فی کل عام من رسول الله صلی الله علیه
وسلم سنة الشافعی روی عن عمر انه اخر
الصدقة عام الرمادة ثم بعث مصدقا
فاخذ عقالین عقالین ولیس بالثابت
الشافعی قد کانت النواضح علی عهد
رسول الله صلی الله علیه وسلم و خلفائه فلم
اعلم احدا روی ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم اخذ منها صدقة ولا احدا من
خلفائه ولا شک ان شاء الله ان کان یکون
للرجل الخمس واکثر مالک والشافعی
عن سلیمان بن یسار ان اهل الشام
قالوا لابی عبیدة بن الجراح
خذ من خیلنا صدقة فابی

لے کر ٹکڑا ہو تو ان کو دو ٹکڑیوں میں کر دو نصف آخر میں سے تم
زکوٰۃ کے لئے منتخب کر لو۔ ابوبکر از مجاہد از عمرؓ فرمایا کہ سبزیوں
یعنی ترکاریوں، میووں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار
سے، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یتامیٰ کے اموال کو تجارت
میں لگاتے رہو، ایسا نہ ہو کہ ان کو زکوٰۃ ختم کر دے۔ ابوبکر
زہری و مکحول سے، عمرؓ سے حسب روایت مذکورہ۔ بیہقی عمرؓ
ابن الخطاب سے پوچھا گیا کیا مملوک پر زکوٰۃ ہے؟ کہا کہ نہیں!
کہا گیا کہ کس پر ہے؟ تو فرمایا کہ اُس کے مالک پر۔ شافعیؒ ابن
شہاب سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ صدقہ میں اُدھار قبول نہیں کیا
کرتے تھے یہ دونوں حضرات (وصولِ صدقات کے لئے) بھیجا
کرتے تھے قحط میں اور ارزانی میں اور فربہی کے زمانہ میں اور
لاغری کے زمانہ میں کیونکہ اس کا وصول کرنا ہر سال میں سنت
ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ شافعیؒ نے
روایت کیا عمرؓ سے کہ اُنھوں نے (ایک قحط کے سال) عام الرمادہ
میں صدقہ کو مؤخر کر دیا تھا پھر بھیجا صدقات لینے والوں کو
اور (دو سال کی زکوٰۃ) دو دو مہار شتر وصول کی۔ اور یہ ثابت
نہیں۔ شافعیؒ کہتے ہیں پانی لانے والے اونٹ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاءؓ کے عہد میں موجود تھے مگر میں
نہیں جانتا کہ کسی نے یہ روایت کیا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے یا آپؐ کے خلفاءؓ میں سے کسی نے اُن میں سے
صدقہ وصول کیا ہو اور کوئی شک نہیں اگر اللہ چاہتا تو ایسا
ہوتا۔ بیشک ایک (پانی ڈھونے والے) آدمی کے پاس پانچ
اور اس سے زیادہ اونٹ ہوتے تھے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سلیمان
ابن یسار سے، کہ اہلِ شام نے ابو عبیدہؓ بن الجراح سے کہا کہ ہمارے
گھوڑوں میں سے صدقہ لیجئے تو اُنھوں نے انکار کر دیا

ثم كتب الى عمر بن الخطاب فأبى عمر
ثم كلموه ايضا فكتب اليه عمر ان احبوا
فخذها منهم واردها عليهم وارزق رقيقهم
قال مالك واردها عليهم يقول على
فقرائهم ابو بكر عن شبل عن عمر نحوا من
ذلك الشافعي عن السائب بن يزيد ان
عمر امر ان يؤخذ من الفرس شاتين
او عشرة او عشرين درهما ابو بكر ان عمر
كان يؤتى بصدقة الخيل قلت وجه
الجمع انهم بذلوا صدقة خيلهم ورقيقهم
طوعا من غير ان تكون واجبا عليهم
فقبل عمر ذلك كذلك جمع الشافعي
وغيره وقال الشافعي سمعت بعض من
لا يقول بنصاب خمسة اوساق يقول
قد قام بالامر بعد النبي صلى الله عليه و
سلم ابو بكر و عمر و عثمان و علي و اخذوا
الصدقات في البلدان اخذا عاما
زمانا طويلا فما روي عنهم انهم قالوا
ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة ما رواه
عن النبي صلى الله عليه وسلم الا ابو سعيد
الخدري ثم اجاب الشافعي بما حاصله
ان الحديث صحيح من رواية ابي سعيد
و جابر موجود في كتاب عمرو

پھر ابو عبیدہ رضؓ نے عمر رضؓ بن الخطاب کو لکھا تو عمر رضؓ نے بھی انکار کر دیا۔ پھر لوگوں نے اُن سے وہی گفتگو کی تو عمر رضؓ نے لکھا کہ اگر یہ لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں تو اس کو ان لوگوں سے لے لو اور اس کو ان پر لوٹا دو اور اُن کے لونڈی غلاموں کو دے دو (کہ وہ اُن سے منتفع ہوں) مالکؒ کے قول کہ "اس کو ان پر لوٹا دو" کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے فقراء پر لوٹا دو۔ ابو بکر شبل سے وہ عمر رضؓ سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔ شافعیؒ سائب بن یزید سے، کہ عمر رضؓ نے حکم دیا کہ گھوڑے سے (صدقہ میں) دو بکریاں لے لیجائیں یا دس یا بیس درہم لے لئے جائیں۔ ابو بکر نے کہا کہ عمر رضؓ کے پاس گھوڑوں کا صدقہ لایا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جمع روایات کی یہ صورت ہے کہ انھوں نے اپنے گھوڑوں اور لونڈی غلاموں کا صدقہ اپنی خوشی سے نکالا بغیر اس کے کہ ان کے اوپر واجب ہو اور عمر رضؓ نے اس کو قبول کر لیا۔ اسی طرح جمع کیا شافعیؒ وغیرہ نے۔ اور کہا شافعیؒ نے کہ میں نے بعض ایسے لوگوں سے جو پانچ اوساقعـه کے نصاب کے قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوتے ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور انھوں نے عام طور پر اور زمانۂ طویل تک شہروں میں صدقات وصول کئے اور ان میں سے کسی سے یہ روایت نہیں کیا گیا کہ انھوں نے یہ کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بجز ابو سعید خدری رضؓ کے کسی نے بھی روایت نہ کیا۔ پھر شافعیؒ نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے ابو سعید رضؓ اور جابر رضؓ کی روایت سے جو عمرو

عـه ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے یعنی تین سو بیس رطل کا ملک حجاز میں۔ اور ملکِ عراق میں چار سو اسّی رطل کا ۱۲ مترجم

ابن حزم فوجب العمل بہ ولم یذکر عن الائمۃ ان الحدیث ظہر فی زمانہم فتکلموا فیہ قلت بل ذکر مالک سنۃ اہل المدینۃ علی مارَوینا عن ابی سعید البیہقی عن مطر الانصاری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یخرص العرایا و لا ابوبکر و لا عمر قلت الاوجہ عندی ان المراد بالعرایا مادون خمسۃ اوسق وسیاتیک من حدیث مالک والشافعی فی البیوع مایشہد لذلک الشافعی فی القدیم عن بشیر بن یسار ان عمر بن الخطاب کان یبعث اباخیثمۃ خارصا یخرص النخل فیامرہ اذا وجد القوم فی حائطہم ان یدع لہم قدر ما یاکلون البیہقی عن عثمان بن عطاء الخراسانی ان عمر بن الخطاب قال فیہ العشر یعنی الزیتون اذا بلغ خمسۃ اوسق من عصیرہ اخذ عشر زیتہ البیہقی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعشور نحل لہ وسألہ ان یحمی وادیا یقال لہ سلبۃ فحماہ لہ فلما ولی عمر کتب سفیان بن وہب الی عمر بن الخطاب یسألہ عن ذلک فکتب عمر ان ادی الیک ماکان یؤدی

ابن حزم کی کتاب میں موجود ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور ائمہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر ہوتی ہو پھر انھوں نے اس میں کلام کیا ہو۔ میں کہتا ہوں بلکہ مالک رحمہ اللہ نے بر بناء روایت ابو سعید اس کو اہل مدینہ کی سنت ذکر کیا ہے۔ بیہقی مطر الانصاری سے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرایا[ع] پر کَن (اندازہ) نہیں کرایا کرتے تھے اور نہ ابوبکر رضؓ اور نہ عمر رضؓ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ عرایا سے مراد ہے وہ کہ جو پانچ وسق سے کم ہو۔ اور تمہارے سامنے مالک رحؒ اور شافعی رحؒ کی حدیث عنقریب بیوع کے باب میں آئے گی جو اس کی شہادت دیگی۔ شافعی رحؒ مسلک قدیم میں، بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ عمر رضؓ بن الخطاب ابو خیثمہ کو اندازہ کرنے والا بنا کر بھیجا کرتے تھے جو کھجوروں کا اندازہ کرتے تھے اور ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ اگر وہ کچھ لوگوں کو ان کے باغ میں پائیں تو اتنی مقدار چھوڑ دیں جو اُن کے کھانے کے لئے کافی ہو۔ بیہقی عثمان ابن عطاء خراسانی سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے کہا کہ اس میں دسواں حصہ ہے یعنی زیتون میں جب اس کا شیرہ (یعنی تیل) پانچ وسق تک پہنچ جاتے تو اس کے تیل کا دسواں حصہ لے لیا جائے۔ بیہقی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور آپ سے درخواست کی کہ اس وادی کو جس کو سلبہ کہا جاتا تھا اس کے ٹھیکہ میں دیدیں تو آپؐ نے اس کو ٹھیکہ میں دیدیا۔ پھر جب عمر رضؓ خلیفہ ہوئے تو سفیان بن وہب نے عمر رضؓ بن خطاب کو خط لکھا جس میں اس کے بارے میں دریافت کیا تو عمر رضؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر وہ تم کو شہد کا

[ع] عرایا جمع ہے عریہ کی جسکے معنے اس درخت خرما کے ہیں جو عاریۃً کسی محتاج کو دیا جائے کہ وہ اس کا پھل اپنے اوپر صرف کرے ۱۲

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
عشور نحلہ فاحم لہ سلبۃ والا فانما
ہو ذباب غیث یاکلہ من شاء قلت
ہذا مفسر لیس بعدہ اشتباہ فی العسل
الشافعی عن ابی عمرو بن حماس ان اباہ
قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی عنقی
ادمۃ احملہا فقال عمر الا تؤدی
زکوتک یا حماس فقلت یا امیر المؤمنین
مالی غیر ہذا الذی علی ظہری واہبۃ فی
القرظ قال ذاک مال فضع فوضعتہا
بین یدیہ فحسبہا فوجدہا قد وجبت فیہا
الزکوۃ فاخذ منہا الزکوۃ مالک والشافعی
عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم انہا قالت مر علی عمر بن
الخطاب بغنم من الصدقۃ فرای
فیہا شاۃ حافلا ذات ضرع عظیم
فقال عمر بن الخطاب ماہذہ الشاۃ
فقالوا شاۃ من الصدقۃ فقال عمر
ما اعطی ہذہ اہلہا وہم طائعون لا تفتنوا
الناس لا تاخذوا حزرات المسلمین
نکبوا عن الطعام مالک عن زید بن
اسلم عن ابیہ قال سمعت عمر بن
الخطاب یقول حملت علی
فرس عتیق فی سبیل اللہ و
کان الرجل الذی ہو عندہ

دسواں حصہ ادا کرتا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
ادا کرتا رہا ہے تو سلبہ کو اس کے ٹھیکہ میں رہنے دو ورنہ
وہ بارش کی مکھیاں ہیں جو شخص ان میں سے کھانا چاہے کھائے
میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر شدہ ہے اس کے بعد شہد میں کوئی اشتباہ
نہیں ہے۔ شافعیؒ ابی عمرو بن حماس سے۔ کہ اُن کے باپ نے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے گزرا اور میری گردن پر چند
کھالیں تھیں جن کو میں اُٹھائے ہوئے تھا۔ تو عمرؓ نے فرمایا
کہ اے حماس تو اپنی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تو میں نے کہا کہ اے
امیر المومنینؓ میرے پاس بجز اس کے جو میری پیٹھ پر ہے اور
اُن چند کھالوں کے جو قرظ (پتوں) میں رکھی ہوئی ہیں اور
کچھ نہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی مال ہے۔ نیچے رکھ۔ تو میں نے اُن کو
آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے ان کو ٹٹولا اور اس قابل
پایا کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے تو اُن میں سے زکوٰۃ وصول
کی۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے عائشہؓ زوجۃ النبی صلے اللہ علیہ
وسلم سے کہ اُنھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کا صدقہ
کی بکریوں پر گزر ہوا اُن میں اُنھوں نے ایک دودھیل بکری
دیکھی جس کے بڑے بڑے تھن تھے تو عمرؓ بن الخطاب نے
کہا کہ یہ بکری کیسی ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ صدقہ کی بکری ہے
تو عمرؓ نے کہا کہ جن لوگوں نے یہ بکری دی وہ خوشی سے
نہیں دی ہوگی۔ تم لوگوں کو تکلیف میں نہ ڈالنا اور
مسلمانوں کا بہترین مال نہ لے لینا۔ کھانے پینے کی چیزیں لینے
سے اعراض کرو۔ مالکؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے،
کہا کہ میں نے سنا عمرؓ بن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ میں نے
(ایک شخص کو) فی سبیل اللہ ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا دیا اور
وہ شخص بھی اُن کے پاس موجود تھا اور اس نے (اس گھوڑے

قد أضاعه فاردتُ أن أشتريَه منه
وظننتُ أنه بايعُه برُخصٍ (ارزانی) قالَ
فسألتُ عن ذلك رسولَ الله صلے
الله عليه وسلم فقالَ لاتشتره و
إن أعطاكَه بدرهمٍ واحدٍ فانّ
العائدَ في صدقتِه كالكلب يعودُ
في قيئِه آبو بكر عن عبد الرحمن البيلماني
قالَ ابو بكر الصدّيق رض مما يوصے
به عمر مَن ادّٰے الزكوٰة الے غير
وُلاتِها لم يُقبل منه صدقةٌ ولو
تصدّق بالدنيا جميعًا آبو بكر عن محمد
يعنے ابن سيرين كانت الصدقة
تُدفع الے النبيّ صلے الله عليه و
سلّم ومَن أمر به والے أبي بكر و
مَن أمر به والے عُمر ومن أمر به و
الے عثمان ومن أمر به فلمّا قُتِل عثمانُ
اختلفوا فمنهم من رآے أن
يدفعها اليهم ومَن رآے يُقسّمها
هُو الحديث آبو بكر عن عبد الملك بن
ابے بكر ان عمر قالَ أحسِبْ دَيْنك
و ما عندَك فاجمَعْ ذلك جميعًا
ثم زكّه آبو بكر عن عمر في
قوله تعالے إنّما الصدقاتُ
للفقرآء فقالَ هم زَمنا آء (برجاماندگان)
أهل الكتاب

کی خدمت نہ کرکے) اُس کو خراب کردیا تھا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اُس سے اُس گھوڑے کو خرید لوں اور میں نے گمان کیا تھا کہ وہ اُس کو سستا بیچنے والا ہے۔ عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو نہ خریدنا اگرچہ وہ تجھ کو ایک درہم کو دینے لگے۔ کیونکہ اپنے صدقہ کو لوٹانے والا مثل اُس کُتے کے ہے جو اپنی قے کو چاٹنے لگتا ہے۔ آبو بکر عبدالرحمن بیلمانی سے، کہا کہ ابوبکر صدیقؓ نے اُن وصیتوں میں سے جو عمرؓ کو کی تھیں یہ بھی فرمایا کہ جو زکوٰۃ کو والیِ زکوٰۃ کو چھوڑکر (جو منجانب خلیفہ مقرر ہوتا ہے) دوسرے کو دے گا اُس کا کوئی صدقہ قبول (یعنی تسلیم) نہ کیا جائے گا چاہے ساری دنیا صدقہ میں دیدے۔ آبو بکر محمد یعنی ابن سیرین سے، صدقہ دیا جاتا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا جس کو آپ نے اس پر مامور کیا اور ابوبکرؓ کو دیا جاتا تھا اور جس کو اُنھوں نے اس پر مامور کیا اور عمرؓ کو اور جس کو اُنھوں نے اس پر مامور کیا اور عثمانؓ کو اور جس کو اُنھوں نے اس پر مامور کیا۔ پھر جب عثمانؓ قتل کردیئے گئے تو لوگ مختلف الرائے ہوگئے۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ان ہی کو (یعنی خلفاءؓ اور ان کے مامورین ہی کو) دیا جائے۔ اور بعض کی یہ رائے ہوئی کہ وہ خود اس کو تقسیم کردے، الحدیث۔ آبو بکر عبدالملک بن ابی بکر سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنے قرض کا حساب کر اور جو تیرے پاس ہے ان سب کو جمع کر (یعنی ملحوظ کرلے کہ تیرے پاس کیا بچے گا) پھر اس کی زکوٰۃ دے۔ آبو بکر عمرؓ سے بابت ارشاد الٰہی إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (یعنی صدقات فقراء کے لئے ہیں الخ) آپ نے فرمایا وہ فقراء اہلِ کتاب میں کے زمنا ہیں (یعنی وہ معذورین جن کے ہاتھ پاؤں مارے گئے)

ابو بکر عن عطاء ان عمر کان یأخذ العرض فی الصدقۃ من الورق وغیرہا زاد فی روایۃ ویعطیہا فی صنف واحد مما سمی اللہ ابو بکر عن عبدالرحمن بن عبدالقاری وکان علی بیت المال فی زمن عمر فکان اذا خرج العطاء جمع عمر اموال التجار فیحسب عاجلہا وآجلہا ثم یأخذ الزکوۃ من الشاہد والغائب ابو بکر عن طارق ان عمر بن الخطاب کان یعطیہم العطاء ولا یزکیہ قلت اما قولہ لا یزکیہ فمعناہ لا یأخذ من العطاء زکوۃ لانہ لم یحل علیہ الحول من حین قبضہ واما قولہ ثم یأخذ الزکوۃ فمعناہ یأخذ زکوۃ اموال التجارۃ التی حال علیہا الحول فی ایدیہم من مال العطاء قولہ فیحسب عاجلہا وآجلہا یعنی ما کان لہ دینا مؤجلا او معجلا علی احد او موجودا فی یدہ ابو بکر عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقۃ الی غیر الذی تصدق علیہ فلا بأس ان یشتریہا ابو بکر عن زیاد بن حدیر بعثنی عمر علی العشور وامرنی ان لا افتش احدا ابو بکر عن زیاد ابن حدیر بعثنی عمر علی السواد ونہانی ان اعشر

ابو بکر عطاء سے، کہ عمرؓ زکوٰۃ میں سامان اور پونجی ورق نقرہ وغیرہ لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے اور اس کو ان ہی کو دیا کرتے تھے جو اس ایک صنف میں داخل ہیں جن کو اللہ نے متعین کردیا ہے۔ ابو بکر عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے اور یہ عمرؓ کے زمانہ میں بیت المال پر متعین تھے۔ معمول یہ تھا کہ جب عطاء کا حساب ہوتا تو عمرؓ تجار کے اموال کو جمع کرتے پھر حساب کرتے ان کے جلد حاصل ہونے والے (قرض) کا اور دیر میں حاصل ہونے والے کا، پھر زکوٰۃ لیتے حاضر اور غائب (مال) سے۔ ابو بکر طارق سے، کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو وظائف دیتے تھے اور اس سے زکوٰۃ نہیں لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ عطاء (یعنی وظیفہ) میں سے زکوٰۃ نہیں لیتے تھے کیونکہ اس پر سال نہیں گزرا ہوا ہوتا تھا جب سے وہ اُس پر قابض ہوتے۔ اور (پچھلی حدیث عبدالرحمٰن بن عبدالقاری میں) اس قول کا کہ ثم یأخذ الزکوۃ (یعنی پھر زکوٰۃ لیتے) یہ مطلب ہے کہ ان اموال تجارت کی زکوٰۃ لیتے جو مال عطاء میں سے ان کے قبضہ میں ہوتا اور اس پر سال گزر چکا ہوتا اور قول فیحسب عاجلہا و آجلہا کا یہ مطلب ہے کہ جو اُن کا قرض کسی پر ہوتا دیر میں وصول ہونے والا یا جلد وصول ہونے والا اس کا اور جو اُن کے قبضہ میں ہوتا ان سب کا حساب کرتے۔ ابو بکر حسن سے، عمرؓ نے فرمایا کہ جب صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس سے نکل کر دوسرے شخص کی ملک میں چلا جاتے تو اُس کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابو بکر زیاد بن حدیر سے، مجھے لوگوں سے عشر کے وصول کرنے پر عمرؓ نے بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی تلاشی نہ لوں۔ ابو بکر زیاد بن حدیر سے، مجھے عمرؓ نے سواد (عراق کے زرعی علاقہ) پر بھیجا اور مجھے اس سے منع کیا کہ میں کسی مسلمان سے

۲۴/۲

مسلماً قلت العشور على اهل الحرب و
نصف العشر على اهل الذمة و
ربع العشر زكوٰة المسلمين ابوبكر عن
جماعة ان عمر بن الخطاب صالح
نصارٰى بنى تغلب على ان يضعف
عليهم الزكوٰة مرتين ابوبكر عن الحسن
صاع عمر ثمانية ارطال البيهقى
وغيره ان صاع النبى صلى الله
عليه و آله وسلم و خلفائه خمسة
ارطال و ثلث رطل قلت اهل
البلد اعرف بصاعهم ابوبكر عن
الشعبى ان غلاما من العرب وجد
ستوقة فيها عشرة آلاف
فاتى بها عمر فاخذ منها خمسها
الفين واعطاه ثمانية الآف

كتاب الصيام البيهقى عن ابن
ابى ليلى كان الرجل اذا افطر
فنامت امرأته لم يأتها واذا
نام لم يطعم لم يطعم الى مثلها
من القابلة حتى جاء عمر بن
الخطاب يريد امرأته قالت
انى قد نمت قال انما
تعتلين فوقع بها و جاء
رجل من الانصار فاراد ان يطعم فقالوا
حتى نسخن لك شيئا فنام فنزلت احل لكم

عشر وصول کروں۔ میں کہتا ہوں کہ عُشر ہوتے ہیں (یعنی دسواں
حصہ) اہل حرب پر اور نصف عشر (بیسواں حصہ) اہل ذمہ پر
اور ربع العشر (چالیسواں حصہ) مسلمانوں کی زکوٰۃ ہے۔ ابوبکر
ایک جماعت سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے نصارٰی بنی تغلب سے
اس امر پر مصالحت کی کہ ان پر زکوٰۃ لگائی جاتے دو مرتبہ کی
تضعیف سے (یعنی زکوٰۃ کا دوگنا لگایا جاتے جو بیسواں حصہ
ہوگا) ابوبکر حسن سے، عمرؓ کا صاع آٹھ رطل کا تھا بیہقی
وغیرہ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خلفاءؓ
کا صاع پانچ اور ایک تہائی رطل کا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل
شہر اپنے صاع کو سب سے زیادہ پہچانتے ہیں۔ ابوبکر شعبی سے
کہ عرب میں کے ایک غلام نے ایک تھیلا پایا جس میں دس ہزار
تھے وہ اس کو عمرؓ کے پاس لایا تو اس میں سے اُنھوں نے
اس کا پانچواں حصہ دو ہزار لئے اور آٹھ ہزار اُس کو دیدیئے۔

کتاب الصیام بیہقی ابو لیلے سے۔ (ابتدا میں معمول یہ تھا
کہ) جب کوئی شخص افطار کرلیتا پھر اس کی بیوی سوجاتی تو پھر
وہ اُس کے پاس نہیں جاتا تھا (یعنی جماع نہیں کرتا تھا۔)
اور جب کوئی سوگیا اور اس نے کھانا نہ کھایا تو وہ آئندہ رات
کے اسی کے مثل (یعنی سونے کے وقت) تک کھانا نہ کھاتے گا
یہاں تک کہ (یہ واقعہ پیش آیا کہ) عمرؓ بن الخطاب نے اپنی
بی بی کے پاس آنے کا ارادہ کیا اُس نے کہا کہ میں تو سوگئی تھی
تو عمرؓ نے کہا کہ تو محض بہانہ کر رہی ہے اور اس سے ہم بستر
ہوگئے۔ اور ایک شخص انصار میں کا آیا اور اس نے کھانے کا
ارادہ کیا۔ گھر والوں نے کہا کہ (ذرا ٹھہر جاؤ) ہم کچھ گرم
کردیں۔ وہ شخص سوگیا تو یہ آیت نازل ہوئی اُحِلَّ لَکُمْ
لَیْلَةَ الصِّیَامِ تا اِلَی اللَّیْلِ (۲: ۱۸۷) تم لوگوں کے واسطے

لیلۃ الصیام الرفث الی نسآئکم الی
قولہ اتموا الصیام الی اللیل (بجامع ۱۲) قال
ابو بکر ہشیم عن مجالد عن الشعبی
عن علیؓ انہ کان یخطب اذا حضر
رمضان فیقول الا لا تقدموا الشہر
اذا رأیتم الہلال فصوموا واذا رأیتم
الہلال فافطروا فان اغمی علیکم
فاتموا العدۃ قال ابو بکر ہشیم
عن مجالد عن الشعبی عن مسروق
عن عمر مثل ذلک الا لا تقدموا
الشہر البیہقی روے مجالد عن
الشعبی ان عمر وعلیا کانا ینہیان
عن صوم الذی یشک فیہ من
رمضان ابو بکر عن سوید بن غفلۃ
سمعت عمر یقول شہر
ثلثون وشہر تسع وعشرون
ابو بکر والبیہقی عن ابی وائل اتانا
کتاب عمر ان الاہلۃ بعضہا
اکبر من بعض فاذا رأیتم
الہلال نہارا فلا تفطروا
حتی یشہد رجلان مسلمان
انہما اہلاہ امس ابو بکر عن
ابی لیلی ان عمر بن
الخطاب اجاز شہادۃ
رجل

لعلہ فی لیلۃ ذات علۃ ۱۲

روزے کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا کیونکہ وہ تمہارے (بجاتے) اوڑھنے بچھونے کے) ہیں اور تم ان کے (بجاتے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو۔ خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت (کر) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے (مگر) خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا (سو) اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بلا تکلف) اس کا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ عبارت ہے نور سے) صبح (صادق) کا متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے۔ پھر (صبح صادق سے) رات تک روزہ کو پورا کر لیا کرو۔ ابو بکر نے کہا ہشیم از مجالد از شعبی از علیؓ، کہ وہ خطبہ دیا کرتے تھے جب رمضان آتا تھا اور فرماتے کہ خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو جب تم ہلال کو دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم ہلال کو دیکھو تو افطار کرو۔ پھر اگر چاند تم سے چھپ جاتے (گرد و غبار یا ابر کی وجہ سے نظر نہ آتے) تو شمار پوری کرو۔ ابو بکر ہشیم از مجالد از شعبی از مسروق از عمرؓ مثل حدیث مذکور یعنی خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو۔ بیہقی، مجالد نے روایت کیا شعبی سے کہ عمرؓ اور علیؓ دونوں منع کیا کرتے تھے اس دن کے روزے سے جس میں شک کیا جاتے کہ یہ رمضان کا ہے۔ ابو بکر سوید بن غفلہ سے کہ میں نے عمرؓ سے سنا کہ کہتے تھے کہ کوئی مہینہ تیس (دن) کا اور کوئی مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ ابو بکر اور بیہقی ابو وائل سے کہ ہمارے پاس عمرؓ کا مکتوب آیا کہ بعض ہلال بعض سے بڑے ہوتے ہیں تو جب تم ہلال کو دن میں دیکھ لو تو (رمضان کو ختم سمجھ کر) افطار نہ کرو جب تک دو مسلمان مرد یہ شہادت نہ دیں کہ ان دونوں نے کل شام چاند دیکھا تھا۔ ابو بکر ابو لیلیٰ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جائز رکھا

في الهلال آلشافعي عن عاصم بن عمر
عن عمر بن الخطاب قال رسول الله
صلے الله عليه وسلم اذا أدبر النهار
واقبل الليل وغربت الشمس فقد
أفطر الصائم آبو بكر والبخارے ومسلم
نحوًا من ذلك مالكؒ والشافعي عن
زيد بن اسلم عن اخيه خالد بن اسلم
انّ عمر بن الخطاب افطر من رمضان
في يوم ذي غيم ورآے ان قد امسى
وغابت الشمس فجاءه رجل فقال
يا امير المؤمنين قد طلعت الشمس
فقال عمر بن الخطاب يسيرٌ (یعنے تدارک کا سہل آسان ہے ۱۲) وقد
اجتهدنا قال مالك والشافعي قضاء
يوم مكانه (فی بیان الیسیر ۱۲) آبو بكر عن حنظلة شهدت عمر
ابن الخطاب في رمضان وقُرّب اليه
شراب فشرب بعض القوم وهم يرون
ان الشمس قد غربت ثم ارتقى المؤذن
فقال يا امير المؤمنين والله للشمس
طالعة لم تغرب فقال عمر منعنا الله من
شرك مرتين او ثلثا يا هؤلاء من كان افطر فليصم
يومًا مكان يوم ومن لم يكن افطر فليتم حتى
تغرب الشمس واخرج البيهقي ذلك من طرق
ثم قال من قال في هذا الحديث لا يقضى لا يصح قوله
لان العدد (لکثرۃ الرواۃ ۱۲) اولى بالحفظ من الواحد آبو بكر عن الحسن
قال عمر اذا شك الرجلان فليأكلا

ایک مرد کی شہادت کو ہلال کے بارے میں۔ شافعیؒ عاصم بن عمر
سے وہ عمر رض بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ جب دن جانے لگے اور رات آنے لگے اور آفتاب
غروب ہوجاتے تو روزے دار افطار کرے۔ آبو بکر اور بخاری اور
مسلم نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید بن اسلم
سے وہ اپنے بھائی خالد بن اسلم سے کہ ایک ابر آلود دن میں
عمر رض بن الخطاب نے روزہ افطار کیا اور سمجھے کہ شام ہوگئی اور سورج
غروب ہوگیا۔ پھر اُن کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا
کہ اے امیر المومنین سورج ظاہر ہوگیا ہے۔ تو عمر رض بن الخطاب
نے کہا کہ (اس کا تدارک) آسان ہے اور ہم تو کوشش کرچکے
ہیں۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ (آسان کے معنے ہیں) اُس
کے بجائے ایک دن کی قضاء۔ آبو بکر نے حنظلہ سے کہ میں عمر رض
ابن الخطاب کے پاس موجود تھا رمضان میں اور ان کے پاس
پینے کے لئے پانی رکھدیا گیا تھا تو بعض لوگوں نے پی لیا اور
وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ پھر مؤذن اوپر
چڑھا اور اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض واللہ سورج تو
نکل رہا ہے غروب نہیں ہوا۔ تو عمر رض نے کہا کہ اللہ نے دو
یا تین مرتبہ تو ہمیں تیرے شر سے بچایا ہے۔ اے لوگو جس نے
افطار کرلیا تھا اُس کو چاہیے کہ اس دن کے بدلے میں ایک
دن کا روزہ رکھے اور جس نے نہیں افطار کیا تھا وہ پورا
کرے آفتاب کے غروب ہونے تک۔ اور بیہقی نے اس کو
چند طریقوں سے روایت کیا پھر کہا کہ جس نے اس حدیث میں
یہ کہا کہ قضا نہیں کیا جائے گا اُس کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ
متعدد لوگوں کے حفظ کا زیادہ اعتبار ہے بہ نسبت ایک کے۔
آبو بکر حسنؒ سے کہ عمر رض نے کہا کہ جب دو آدمی شک کریں تو کھالیں

حتّٰی یستیقنا قلتُ و ذٰلک لقولہ تعالٰی حتّٰی یتبیّن لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ ابوبکر عن جابر ابن عبد اللّٰہ عن عمر بن الخطاب قال ہششتُ یومًا الی المرأۃ فقبّلتہا و انا صائم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارأیت لو تمضمضت بماءٍ و انت صائم قلتُ لا بأس قال ففیم الشافعی عن جابر بن عبد اللّٰہ نحوا من ذٰلک ابوبکر عن سعید بن المسیّب ان عمر نہیٰ عن القبلۃ للصائم قلتُ فالاوّل یدلّ علی جواز الصوم مع القبلۃ والثانی علی الکراہیۃ التنزیہیّۃ۔ ابوبکر عن عطاء۔ قال عمر لا تزال ہذہ الامّۃ بخیرٍ ما عجّلوا الفطر الشافعی عن حُمَید بن عبد الرحمٰن انّ عمر و عثمان کانا یصلّیان المغرب حین ینظران الی اللیل البہیم ثم یفطران بعد الصلوٰۃ و ذٰلک فی رمضان ابوبکر عن حمید نحوا من ذٰلک الّا انہ قال و یفطران قبل ان یصلّیا ابوبکر عن سعید بن المسیّب کان عمر یکتب الی امرائہ لا تکونوا من المسوّفین لفطرکم و لا تنتظروا بصلوٰتکم

یہاں تک کہ دونوں کو یقین ہو جاتے۔ میں کہتا ہوں اور یہ متعلق ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے حتّٰی یتبیّن لکم الخیط الابیض الخ۔ ابوبکر جابر بن عبد اللہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک دن بیوی کی طرف سرخوشی کے ساتھ متوجہ ہوا اور اس کا بوسہ لے لیا حالانکہ میں روزے سے تھا (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تشویش کا اظہار کیا) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر تم نے پانی سے کُلّی کی حالانکہ تم روزہ دار ہو؟ میں نے کہا کہ کوئی اندیشہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر اس بات میں تردّد کیوں ہے۔ شافعیؒ نے جابر بن عبد اللہؓ سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ نے روزہ دار کو بوسہ لینے سے روکا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی روایت دلالت کرتی ہے اس پر کہ بوسہ کے باوجود روزہ جائز ہوگا اور دوسری کراہتِ تنزیہی پر دلالت کرتی ہے۔ ابوبکر عطاء سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اس امت کے ساتھ خیر ہمیشہ رہے گی جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ شافعیؒ حُمَید بن عبد الرحمٰن سے عمرؓ اور عثمانؓ دونوں مغرب کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب دیکھ لیتے تھے تاریک رات کی طرف۔ پھر افطار کیا کرتے تھے بعد نماز کے اور یہ رمضان میں ہوتا تھا۔ ابوبکر حُمَید سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں مگر اس میں یہ کہا کہ دونوں افطار کرتے تھے نماز پڑھنے سے پہلے۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ اپنے امراء کو لکھا کرتے تھے کہ افطار میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور نہ اپنی نماز کے لئے ستاروں کی

۵ وجہ توفیق یہ ہے کہ غروب شمس ہوتے ہی پانی یا کھجور وغیرہ سے افطار کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے بعد فراغت کھانا کھاتے ۱۲ مترجم

اشتباک النجوم۔ ابو بکر عن الشعبی قال عمر لیس الصیام من الطعام والشراب وحدہ ولکن من الکذب والباطل واللغو والحلف۔ ابو بکر عن عبدالرحمٰن بن القاسم کان عمر لا یصومہ یعنی یوم عاشوراء۔ ابو بکر عن ابی بکر بن عبدالرحمٰن ان عمر ارسل الی عبدالرحمٰن بن الحارث لیلۃ عاشوراء ان تسحر واصبح صائما۔ ابو بکر عن ابن عباس عن عمر لقد علمتم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فی لیلۃ القدر اطلبوھا فی العشر الاواخر۔ ابو بکر عن زر کان عمر وحذیفۃ و ابی لا یشکون فیھا لیلۃ سبع وعشرین۔ ابو بکر عن قیس عن ابیہ عن عمر لا باس بقضاء رمضان فی العشر یعنی عشر ذی الحجۃ۔ ابو بکر عن ابی عمرو الشیبانی بلغ عمر ان رجلاً یصوم الدھر فعلاہ بالدرۃ۔ ابو بکر عن ابن عمر ان عمر سرد الصوم قبل موتہ بسنتین۔ ابو بکر عن نافع قال عمر لو ادرکنی النداء وانا بین رجلیھا لصمت او قال ما افطرت۔

جگمگاہٹ کا انتظار کرو۔ ابو بکر شعبی سے، عمر رضؓ نے فرمایا کہ روزہ تنہا کھانے پینے کا ہی نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ ... اور بیکار باتوں اور یاوہ گوئی اور (بات بات پر) قسمیں کھانے کا بھی ہوتا ہے۔ ابو بکر عبدالرحمٰن بن القاسم سے کہ عمر رضؓ اس کا روزہ نہیں رکھتے تھے یعنی یوم عاشوراء کا۔ ابو بکر ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے کہ عمر رضؓ نے عبدالرحمن بن الحارث کے پاس عاشوراء (یعنی دسں محرم) کی رات میں یہ پیغام بھیجا کہ سحری کھاؤ اور صبح کو روزہ رکھو۔ ابو بکر ابن عباس رضؓ سے وہ کہتے ہیں کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔ ابو بکر زر (بن حُبَیش) سے کہ عمر رضؓ اور حذیفہ رضؓ اور اُبیّ رضؓ اس میں شک نہیں کرتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔ ابو بکر قیس سے وہ اپنے باپ سے وہ عمر رضؓ سے، کہ کوئی حرج نہیں عشر میں یعنی ذی الحجہ کے دس دنوں میں اگر قضاء رمضان کی جائے۔ ابو بکر ابو عمرو الشیبانی سے کہ عمر رضؓ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص ہمیشہ (مسلسل) روزے رکھتا ہے تو انھوں نے (بلاکر) اُس کے دُرّہ[ع] مارا۔ ابو بکر ابن عمر رضؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی موت سے دو[۲] سال پہلے لگاتار روزے رکھے۔ ابو بکر نافع رحؒ سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ اگر نداء[ع] اپنے پاؤں چلتی ہوئی میرے پاس پہنچ جاتے تو میں روزہ رکھ لوں گا یا یہ کہا کہ پھر میں کھانا نہ کھاؤں گا۔

ع درّہ مارنے کا ظاہر تو تنبیہ ہے ترکِ سُنّت پر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے نفس میں صائم الدہر ہونے کا عُجب موجود ہو جس کا آپ نے اس طرح علاج کیا ہو۔ اہلِ نظر ہی اس راز کو سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے باطن پر ایک تصرّف تھا جس سے اس کو وہ فوائد پہنچے ہوں گے جو مدّۃ العمر کے روزوں سے نصیب نہیں ہو سکتے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ ع یعنے مؤذن کی آواز سنتے ہی کھانا بند کر دیتا اور روزہ رکھ لیتا ہوں جب کوئی خبر براہ راست اعلان کرنیوالے کی آواز سنکر معلوم ہو تو کہا جاتا ہے کہ خبر اپنے پاؤں چل کر ہم تک پہنچی۔ اگر دوسرے کے توسط سے پہنچی تو گویا وہ دوسرے کے پاؤں سے چلتی ہوئی آئی۔ وانا بین رجلیھا یعنی میں بلند آواز کی راہ میں ہوں جو مجھ سے گزرتی ہوئی آگے بڑھی ۱۲ مترجم

ابوبکر عن قطبة بن مالک ان عمر رأی قوما اعتکفوا فی المسجد وقد ستروا فانکره و قال ما ھذا قالوا انما نستر علی طعامنا قال فاستروا فاذا طعمتم فاکشفوه (دور کرلیں پردہ کو) ابوبکر عن زید بن وھب کتب الینا عمر ان المرأة لا تصوم تطوعا الا باذن زوجھا ابوبکر عن عوف بن مالک الاشجعی قال عمر صیام یوم من غیر رمضان واطعام مساکین یعدل صیام یوم من رمضان قلت ھذا فی الذی افطر رمضان بعذر و اخر قضاءه بغیر عذر حتی مضی رمضان آخر و علیه الشافعی ابوبکر عن خرشة بن الحر رأیت عمر یضرب اکف الناس فی رجب حتی یضعوھا فی الجفان ویقول کلوا فانما ھو شھر کان یعظمه اھل الجاھلیة ابوبکر عن ابی عبید مولی بن ازھر شھدت العید مع عمر بن الخطاب فبدأ بالصلوٰة قبل الخطبة وقال ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نھی عن صوم ھذین الیومین اما یوم الفطر فیوم فطرکم من صیامکم و اما یوم الاضحی فکلوا فیه من نسککم (قربانیاں) ابوبکر عن زیاد بن حدیر ما رأیت ادوم سواکا وھو صائم

ابوبکر قطبہ بن مالک سے کہ عمرؓ نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے مسجد میں اعتکاف کیا اور پردہ ڈال رکھا تھا تو اس کو برا سمجھا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم تو صرف اپنے کھانے پر پردہ ڈالتے ہیں۔ فرمایا تو پردہ ڈال لو اور جب کھا چکو تو اس کو ہٹا دو۔ ابوبکر زید بن وہب سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھ کر بھیجا کہ عورت روزہ نفل نہ رکھے مگر اپنے شوہر کی اجازت سے۔ ابوبکر عوف بن مالک الاشجعی سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا اور (اس کے ساتھ مسکین کو کھانا کھلانا رمضان کے کسی دن کے روزے کے برابر ہو جاتے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس نے رمضان کا روزہ نہ رکھا کسی عذر کی وجہ سے اور اس کی قضاء کو مؤخر کر دیا بغیر کسی عذر کے یہاں تک کہ دوسرا رمضان بھی گزر گیا۔ اور یہی مطلب امام شافعیؒ نے لیا۔ ابوبکر خرشہ بن الحر سے، کہا کہ میں نے عمرؓ کو رجب کے مہینہ میں لوگوں کے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو (کھانے کے) کونڈوں میں رکھ دیا اور فرما رہے تھے کہ کھاؤ یہ وہی مہینہ ہے جس کی تعظیم زمانہ جاہلیت والے کیا کرتے تھے۔ ابوبکر ابو عبید مولیٰ بن ازہر سے، کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ عید میں موجود تھا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزے سے منع کیا ہے۔ رہا یوم الفطر تو وہ تمہارا روزوں سے فارغ ہونے کے بعد کھانے کا دن ہے۔ رہا یوم الاضحیٰ تو اس دن میں اپنی قربانیوں میں سے کھاؤ۔ ابوبکر زیاد بن حدیر سے، میں نے روزہ دار ہونے کی حالت میں پیہم مسواک کرنے والا عمرؓ سے

من عمر بن الخطّاب **كتابُ الحج** ابو بكر عن شيخ قال عمر بن الخطاب مَن حجَّ هذا البيتَ لا يُريدُ غيرَه خرج من ذنوبه كيوم ولدته اُمُّهٗ، ابو بكر عن مجاهد بينما عمر جالسٌ عند البيتِ اذ قدِمَ رجالٌ من العراق حُجّاجًا فطافوا بالبيتِ وسَعَوا بين الصفا والمروة فدعاهم عمر فقال اَنْهَزَكُمُ اليه غيره فقالوا لا فقال اَنْقِبَتْ ظهورُكم قالوا نعم فقال اَدْبَرَتْ قالوا نعم قالَ اِمّا لا فاستأنِفُوا العملَ[1] ابو بكر عن موسى بن سعيد قال عمر تلقّوا الحُجّاجَ والعُمّارَ والغُزاةَ فليدعوا لكم قبلَ ان يتدنّسوا بالذنوب ابو بكر عن مجاهد قال عمر يُغفر للحاجّ ولمن استغفر له الحاجّ بقيةَ ذي الحجّة والمحرّم وصفر وعشر من شهر ربيع الاوّل مالك عن سعيد بن المسيّب ان عمر ابن ابي سلمة استأذن عمر بن الخطّاب ان يعتمر في شوّالَ فاذِنَ له فاعتمر ثمّ قَفَلَ الى اهله ولم يحجّ البيهقي انّ عمر بن الخطّاب قال انّ السبيل الزادُ والراحلةُ ابو بكر عن نُبَيْه بنت محرز سمعتُ عمر بن الخطّاب يقول اَحِجّوا هذه الذريّةَ ولا تأكلوا ارزاقها واد

زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ **کتاب الحج** ابو بکر ایک شیخ سے، کہا عمرؓ بن الخطّاب نے کہ جس نے اس بیت کا حج کیا وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسا ہو گیا جیسا اُس دن تھا جس دن اُس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔ ابو بکر مجاہد سے، اس دَوران میں کہ عمرؓ بیت اللہ کے نزدیک بیٹھے ہوتے تھے کہ کچھ لوگ عراق سے حج کرنے کے لئے آپہنچے تو اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو ان کو عمرؓ نے بُلایا اور فرمایا کہ کیا تم کو حج کی طرف اس کے علاوہ اور کسی کام نے آمادہ کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تمہارے اونٹوں کے پاؤں گھس گئے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں پھر کہا کہ اُن کی پُشت بھی ماؤف ہو گئی؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ اگر (آنے کی) اور کوئی وجہ نہیں تو اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔[1] ابو بکر موسیٰ بن سعید سے، کہا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم حاجیوں، عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ان کے گناہ میں ملوّث ہونے سے پہلے جا ملو تاکہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ ابو بکر مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ حاجی کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اُس کی بھی جس کے لئے حاجی نے دُعاءِ مغفرت کی بقیہ ایّام ذی الحجہ اور محرم اور صفر اور دس تاریخ ماہ ربیع الاوّل تک۔ مالکؒ سعید بن المسیبؒ سے کہ عمر ابن ابی سلمہ نے عمرؓ بن الخطّاب سے شوّال میں عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اُن کو اجازت دیدی تو اُنھوں نے عُمرہ کیا۔ پھر اپنے اہل کے پاس واپس ہوتے اور حج نہیں کیا۔ بیہقیؒ، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (آیۃ من استطاع الیہ سبیلا میں) سبیلاً سے مراد زاد اور راحلہ ہے۔ ابو بکر نبیہ بنتِ محرز سے کہ حضرت عمرؓ بن الخطّاب کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اس ذُرّیّۃ کو حج کراؤ اور اُن کے اموال نہ کھا جاؤ اس حال میں

---

[1] یعنے تمہارے پچھلے بُرے اعمال سب بخش دیئے گئے، اب نئے سرے سے عمل شروع کرو ۱۲

تدعوا ازباقہا فی اعناقہا. قیل الذریۃ ہٰہنا النساء[1] البغوی روی ان عمر اذن ازواج النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی آخر حجۃ حجہا فبعث معہن عثمان بن عفان و عبدالرحمٰن قلت اختلفوا فی المرأۃ اتخرج من غیر محرم فاحتج الشافعی بہذا علی انہ یجوز خروجہا من غیر محرم اذا کان معہا نسوۃ ثقات و للنفاۃ ان یقولوا فی الاثر انہ جعل معہن عثمان و عبدالرحمٰن بمعنی محافظتہن وتوقیرہن و ان کان معہن محارمہن واللہ اعلم البخاری عن ابن عمر لما فتح ہذان المصران اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حد لاہل نجد قرناً وہو جور عن طریقنا وانا ان اردنا قرناً شق علینا قال فانظروا حذوہا من طریقکم فحد لہم ذات عرق ابوبکر عن الحسن ان عمران بن حصین احرم من البصرۃ فقدم علی عمر فاغلظ لہ فقال یتحدث الناس ان رجلاً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احرم من الامصار

(بس) ان کے اموال کی رسیاں ہی ان کی گردنوں میں ڈالنے کے لئے باقی چھوڑو۔ کہا گیا کہ یہاں ذریۃ سے مراد عورتیں ہیں۔ بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ازواجِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آخری حج میں جو انھوں نے کیا تھا حج کی اجازت دی اور اُن کے ساتھ عثمانؓ بن عفان اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ عورت کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ کیا وہ بغیر محرم کے سفر کرلے تو اس اثر سے امام شافعیؒ نے اس امر پر حجت پکڑی ہے کہ عورت کا سفر کرنا بغیر محرم کے جائز ہے جب کہ اس کے ہمراہ بہت سی ثقہ عورتیں ہوں۔ اور اس امر کی نفی کرنے والوں کے لئے اس اثر کے بارے میں یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ عمرؓ نے ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ کو اُن کی حفاظت اور اُن کی توقیر کے لئے بھیجا تھا اگرچہ اُن کے ساتھ اُن کے محارم بھی موجود تھے، واللہ اعلم۔ بخاری ابن عمرؓ سے، جب یہ دونوں شہر[1] فتح کرلئے گئے تو لوگ عمرؓ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجد کے لئے "قرن" کو حد قرار دیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے دور ہٹا ہوا ہے اور اگر ہم لوگ قرن پہنچنے کا ارادہ کریں (اپنے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر) تو ہم پر مشقت آپڑتی ہے (کہ سفر طویل کرنا پڑے گا) فرمایا کہ اپنے راستہ میں قرن کا محاذی مقام دیکھ لو۔ تو آپ نے اُن کے لئے "ذاتِ عرق" کو حد قرار دیدیا۔ ابوبکر حسن سے کہ عمرانؓ بن حصین نے بصرہ سے احرام باندھا۔ جب عمرؓ سے ملے تو انھوں نے ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لوگ باہم یہ گفتگو کریں گے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے شہروں سے احرام باندھا ہے (اور سمجھینگے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ

[1] یعنی بصرہ اور کوفہ۔

ابو بکر عن مسلم بن سلمان انّ رجلاً احرمَ من الکوفۃ فرآہ عمر سیّئَ الھیئۃِ فاَخَذَ بہ و جعلَ یدُور بہ فی الحِلَق و یقول انظروا الٰی ما صَنَعَ ہذا بنفسِہ وقد وسَّعَ اللہُ علیہ قلتُ معناہ الکراہیۃُ للمقتدٰی و لمن خِیفَ علیہ ان یفوتَ حقوق الاحرامِ

ابو بکر عن زید بن اسلم عن ابیہ انّ عُمر وجَدَ ریحَ طِیْبٍ و ھو بذی الحُلیفۃ فقال ممّن ہذا فقالَ معاویۃُ منّی فقالَ مِنکَ لعمری قال یا امیرَ المؤمنین لاتعجلْ علیَّ فانّ اُمَّ حبیبۃَ طیّبتنی و اقسمتْ علیَّ قالَ و انا اُقسمُ علیکَ لتَرجِعَنَّ الیہا و لتغسِلَنَّہ عنکَ کما طیّبتک قالَ فرجعِ الیہا حتّٰی لحقھم ببعضِ الطریقِ

ابو بکر عن ابن عُمر وجدَ عمرُ بن الخطاب ریحًا عند الاِحرام فتوعَّدَ صاحبہا فرجع معاویۃُ فالقٰی ملحفۃً کانت علیہ یعنی مُطیّبۃً[تہدید نمود ۱۲]

افضل ہے) ابو بکر مسلم بن سلمان سے کہ ایک شخص نے کوفہ سے احرام باندھ لیا تھا۔ تو عمر رضی نے اس کو بُری ہیئت میں دیکھ لیا تو اُس کو پکڑا اور بہت سے حلقوں میں اس کو گھماتے پھرے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ دیکھو اس شخص نے اپنے نفس کے ساتھ کیا سلوک کیا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اس پر توسّع فرمایا تھا (کہ میقات سے احرام باندھتا تو اس کی ایسی بُری ہیئت نہ بنتی)۔ مَیں کہتا ہوں کہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ مُقتدا کے لئے کراہیت ہے (اس وجہ سے عمران رض بن حصین کو تنبیہ کی) اور ایسے شخص کے لئے (کراہیت ہے) جس سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ احرام کے حقوق کو پورا نہ کرے گا۔ ابو بکر زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ اسلم سے کہ عمر رضی نے جب کہ وہ ذوالحلیفہ میں تھے عطر کی خوشبو محسوس کی تو فرمایا کہ کس شخص سے یہ خوشبو آرہی ہے؟ تو معاویہ رض نے کہا کہ مجھ سے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں واللہ تجھ سے؟ تو معاویہ رض نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض مجھ پر راتے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُمّ حبیبہ رض نے (جو ازواجِ مطہرات رض میں سے تھیں اور معاویہ رض کی بہن تھیں) میرے عطر مَل دیا اور مجھے قسم دی (کہ مَلواؤں تو مَیں مجبور ہو گیا) تو آپ نے فرمایا کہ اب میں تجھے قسم دیدیتا ہوں کہ اب تو اُمّ حبیبہ رض کے پاس واپس جا تاکہ وہی خود اس عطر کو تجھ پر سے دھوتے جس طرح اُس نے تجھ پر مَلا تھا۔ (اسلم رض نے) کہا کہ پھر معاویہ رض اُمّ حبیبہ رض کے پاس واپس ہوئے پھر لوگوں سے راستہ کے ایک حصّہ پر آ کر ملے۔ ابو بکر ابن عمر رض سے، عمر رض بن الخطاب نے احرام کے وقت خوشبو محسوس کی تو خوشبو والے کو دھمکایا۔ تو معاویہ رض واپس ہوتے اور جس کپڑے میں وہ لپٹے ہوتے تھے اُس کو اتار ڈالا یعنی وہ خوشبو لگا ہوا تھا

قلتُ لم یأخذ بہذا اہل الفقہ لما صحّ عندہم من حدیث عائشۃ کانّی انظر الی وبیص الطیب فی مفرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ثلٰث من احرامہ اخرجہ الشیخان قلتُ والاوجہ ان یقال استدامۃ الطیب علی البدن یجوز لان الدرن یکدرہ وعلی الثوب لا یجوز لان الطیب یبقی فی الثوب کما کان اوّل حالہ ابو بکر عن المسور بن مخرمۃ کانت تلبیۃ عمر لبّیک اللہم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک لبیک مرغوبًا ومرہوبًا الیک لبیک ذا الغمار (الکرم الواسع ۱۲) والفضل الحسن ابو بکر عن القاسم قال عمر یا اہل مکۃ مالی اراکم مدّہنین (روغن مالیدہ ۱۲) والحاجّ شُعثًا غُبرًا (پراگندہ مو غبار آلود مو) اذا رأیتم ہلال ذی الحجۃ فاہلّوا (احرام بندید ۱۲) ابو بکر عن عطاء قدم عمر بمکۃ فطاف سبعًا ثم سعی ثم حلّ فمکث اربعًا او خمسًا ثم اہلّ بالحج فی العشر ثم جاء مرّۃ اخری فاقام حلالًا حتی اذا کان یوم الترویۃ اہلّ بالحج حین انبعث بہ بعیرہ

میں کہتا ہوں کہ اس کو اہل فقہ نے نہیں لیا کیونکہ عائشہؓ کی یہ حدیث ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ "گویا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں آپؐ کے احرام سے تین دن گزرنے کے بعد خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں" اس کو شیخینؒ نے روایت کیا۔ میں کہتا ہوں کہ مناسب توجیہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ بدن پر خوشبو کا لگا ہوا چھوڑ دینا جائز ہے کیونکہ میل کچیل اس کو خراب کر دیتا ہے اور کپڑے پر جائز نہیں کیونکہ خوشبو کپڑے پر اپنی حالت اوّل پر جیسی ہوتی ہے باقی رہتی ہے۔ ابو بکر مسور بن مخرمہ سے، کہ عمرؓ کا تلبیہ یہ تھا لبّیک اللہم لبیک الخ (ترجمہ) میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں یا اللہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، بیشک تمام نعمتیں آپ کے پاس ہیں اور مالکِ حقیقی آپ ہی ہیں۔ کوئی آپ کا شریک نہیں، میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کی (رحمت کی) طرف مرغوب اور (آپ کے غضب سے) خوفزدہ ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اے وسیع کرم اور عمدہ فضل والے۔ ابو بکر قاسم سے، عمرؓ نے فرمایا کہ اے اہل مکہ کیا بات ہے کہ میں تم کو چکنے چپڑے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجیوں کو بکھرے بال غبار آلود ہونا چاہیے۔ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو تو تمہیں احرام باندھ لینا چاہیے۔ ابو بکر عطاء سے، عمرؓ مکہ میں آتے تو انہوں نے سات مرتبہ طواف کیا پھر سعی کی پھر حلال ہو گئے۔ پھر ٹھہرے چار یا پانچ دن۔ پھر دسویں کو حج کا احرام باندھا۔ پھر ایک اور دفعہ مکہ میں آتے تو حلال رہ کر مقیم رہے یہاں تک کہ جب یوم الترویۃ آگیا (یعنی آٹھویں ذی الحجہ) تو حج کا احرام باندھا جب کہ ان کا اونٹ ان کو لے کر اٹھ رہا

منطلقا الى منى قلت وجه الجمع ان الاول
استحباب لحاضري مكة خاصة ابوبكر عن
محمد بن سيرين افرد اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم الحج بعده و
هم كانوا للسنة اشد اتباعا ابوبكر و
عمر وعثمان ابوبكر عن الاسود ان ابابكر
وعمر جردا (الحج من العمرة ۱۲) ابوبكر عن ابي وائل خرجنا
حجاجا ومعنا الصبي بن معبد فاحرم
للحج فقدمنا الى عمر فذكر ذلك له
فقال هديت لسنة نبيك صلى الله
عليه وسلم ابوبكر عن طاوس عن ابن
عباس تمتع رسول الله صلى الله عليه
وسلم وابوبكر وعمر وعثمان واول من
نهى عنها معاوية ابوبكر عن ابن عباس
سمعت عمر يقول لو اعتمرت ثم اعتمرت
ثم اعتمرت ثم حججت لتمتعت ابوحنيفة
عن حماد عن ابراهيم عن عمر بن الخطاب انه
انما نهى عن الافراد فاما القران فلا
قال محمد يعني بقوله نهى عن الافراد افراد العمرة
احمد بن حنبل عن ابي سعيد خطب عمر الناس
فقال ان الله عز وجل رخص لنبيه
ما شاء وان نبي الله قد مضى لسبيله
فاتموا الحج والعمرة لله كما امركم
الله عز وجل

اور منیٰ کی طرف چل رہا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جمع کی صورت یہ ہے کہ پہلا حکم (کہ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو تو احرام باندھ لو) استحباب ہے جو حاضرین مکہ کے ساتھ خاص ہے۔ ابوبکر ابن سیرین سے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ نے حج کا افراد کیا ہے اور یہ سب سُنّت کا سختی کے ساتھ اتباع کرنے والے تھے۔ ابوبکر اسود سے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے حج کو عمرے سے الگ ادا کیا۔ ابوبکر ابی وائل سے، ہم حج کرنے کے لئے نکلے اور صبی بن معبد ہمارے ساتھ تھے تو انھوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر ہم عمرؓ کی طرف آئے تو اُن سے اس کا ذکر کیا گیا تو اُنھوں نے (ابن معبد سے) کہا کہ تم کو اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی طرف ہدایت کی گئی ہے۔ ابوبکر طاؤس سے وہ ابن عباسؓ سے کہ تمتّع[ع۵] کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکرؓ نے اور عمرؓ اور عثمانؓ نے اور سب سے پہلے جس شخص نے اُس سے روکا وہ معاویہؓ ہیں۔ ابوبکر ابن عباسؓ سے، میں نے عمرؓ سے سُنا کہ یہ فرماتے تھے کہ اگر تو نے عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا، پھر حج کیا تو تو نے یقیناً تمتّع کیا۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے، عمر بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے افراد سے روکا ہے۔ رہا قران تو اس سے منع نہیں کیا۔ محمدؒ نے کہا کہ عمرؓ کے افراد سے منع کرنے کے یہ معنے ہیں کہ افرادِ عمرہ سے منع کیا۔ احمد بن حنبلؒ ابوسعیدؓ سے کہ عمرؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو جس امر کی اُس نے چاہا رخصت دی اور اللہ تعالیٰ کے نبیؐ اپنی راہ سے گزر گئے۔ اب تم حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے اسی طرح پورا کرو جس طرح اللہ عزّ وجلّ نے تم کو حکم دیا ہے۔

ع۵ اس روایت میں تمتّع سے یہ مراد ہے کہ اوّل آپ نے حج مفرد کا احرام باندھا۔ پھر عمرے کو بھی اُس میں شامل کر لیا ۱۲ مترجم

احمد بن حنبلؒ عن جابر بن عبد اللہ تمتعنا
معَ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معَ
اَبی بکر فلمّا وُلّی عمر بن الخطاب خطب
النّاسَ فقالَ انّ القرآنَ ہو القرآن و
ان رسول اللہ ہو الرسُول کانا متعتانِ علیٰ
عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدہما
مُتعۃ الحجّ و الاُخریٰ مُتعۃ النّسآء
معناہ لیستا بعدہٗ مالک و ابو بکر عن ابنِ
عمر قالَ عمر افصلوا بینَ حجّکم و عمرتکم
فانّ ذٰلک اتمُّ لحجّ احدکم و اتمّ لعمرتہ
اَن یعتمرَ فی غیرِ اشہرِ الحجّ قلتُ و
ہذا اشدّ المواضع التی اُختلف فیہا علیٰ
عُمرَ و الاَوجہُ عندی ان کلّ کلامٍ لہٗ
مَحمَلٌ و کان عمر یختارُ الافرادَ و یرخّص
فی التمتّع و القرانِ اما قولُ ابن عباس
تمتّعَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و ابو بکرٍ و عُمر فمعناہ تقدیمُ طوافِ القدوم
قبلَ طوافِ الافاضۃِ و جعلُ
السعیِ عقیبَ طوافِ القدوم و اَمّا
قولہ رخّص لنبیہٖ ما شآءَ فہو فسخُ
الحجّ بالعمرۃِ فذٰلک خاصٌّ بزمانِ
النبوّۃ اراد بذٰلک النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ہدمَ مذہبِ الجاہلیّۃِ
من قولہم العمرۃ فی اشہرِ الحجّ

احمد بن حنبلؒ جابر بن عبد اللہؓ سے کہا کہ ہم نے تمتع کیا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکرؓ کے ساتھ پھر
جب خلیفہ ہوئے عمرؓ بن الخطاب تو اُنھوں نے لوگوں کو
خطبہ دیا اور فرمایا کہ بیشک قرآن (ہمیشہ کے لئے) وہی قرآن
ہے اور اللہ کے رسولؐ وہی رسول ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں دو مُتعے تھے ایک مُتعۂ حج اور دوسرا
عورتوں سے مُتعہ کرنا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ دونوں آپ کے
بعد باقی نہیں رہے۔ مالکؒ اور ابو بکر ابنِ عمرؓ سے، کہا عمرؓ نے
کہ فصل کرو اپنے حج اور عمرے کے درمیان کیونکہ یہ بات (یعنی
فصل کرنا) تم میں کے ہر شخص کے حج کو پورا کرنے والی ہے اور
اس کے عمرے کو پورا کرنے والی یہ بات ہے کہ حج کے مہینوں کے
علاوہ دوسرے مہینوں میں عمرہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اُن
سخت موقعوں میں سے ہے جن میں عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف
کیا گیا ہے اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہر کلام کا
ایک محمل ہوتا ہے اور (اس کلام کا محمل یہ ہے کہ) عمرؓ افراد
(صرف حج کرنا) کو پسند کرتے تھے اور تمتع اور قران میں
رخصت دیتے تھے۔ رہا قول ابنِ عباسؓ کا کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے تمتع کیا ہے تو اس کے
معنے ہیں طوافِ[ع۵] افاضہ سے پہلے طوافِ قدوم کرنا اور طوافِ
قدوم کے بعد سعی کرنا۔ رہا اُن کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ
کو جس امر کی چاہا رخصت دی تو اس سے مراد ہے عمرہ سے
حج کو فسخ کر دینا، تو یہ خاص ہے زمانۂ نبوت سے۔ ایسا کرنے
سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مذہب جاہلیت کی بیخ کنی کا
ارادہ فرمایا تھا یعنی اُن کے اس قول کا کہ حج کے مہینوں میں

ع۵ طوافِ افاضہ وہ طواف ہے جو منیٰ سے آکر کیا جاتا ہے اور بعد طواف پھر منیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ طوافِ قدوم وہ طواف ہے جو حاضری بیت اللہ کے متصل کیا جاتا ہے ۱۲ مترجم

من أفجر الفجور و اما الإفراد الذي نهى
عنه فهو ترك طواف القدوم أبو بكر
عن ابراهيم امر عمر بن الخطاب صبى بن
معبد حيث قرن ان يذبح كبشاً۔ أبو بكر عن
ابن عمر قال عمر اذا اعتمر في اشهر الحج
ثم اقام فهو متمتع فان رجع فليس بمتمتع
أبو بكر عن يحيى بن الجزار سئل عمر عن
العمرة وهو بمكة من اي موضع اعتمر فقال
ايت علي بن ابي طالب فسئله فقال
علي حيث ابدأت يعني من ميقات ارضه
قال فاتى عمر فاخبره فقال ما اجد
لك الا ما قال علي بن ابي طالب
أبو بكر سئل عمر عن العمرة بعد
الحج فقال هي خير من لاشئ
قلت معناه ان العمرة من
الميقات افضل بكثير من العمرة من
التنعيم ونحوه والعمرة في غير اشهر الحج
افضل بكثير من العمرة في اشهر الحج
أبو بكر عن وهب بن الاجدع سمع
عمر يقول اذا قدم الرجل حاجاً فليطف
بالبيت سبعاً ثم يصلي عند المقام ركعتين
الشافعي عن حنظلة بن طاوس سمعت
عمر يقول اقلوا الكلام في
الطواف فانما انتم في صلوٰة الشافعي
عن عبد الله ابي يزيد

عمرہ کرنا سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور رہا وہ افراد جس سے
منع کیا ہے تو وہ طوافِ قدوم کا چھوڑنا ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے،
عمر رضؓ بن الخطاب نے صبی بن معبد کو جب انھوں نے قران کیا
تو یہ حکم دیا کہ وہ مینڈھا ذبح کریں۔ ابو بکر ابن عمر رضؓ سے، عمر رضؓ نے
کہا کہ جب کوئی حج کے مہینوں میں عمرہ کر کے مقیم رہا تو وہ متمتع
ہے اور اگر لوٹ گیا تو وہ متمتع نہیں۔ ابو بکر یحییٰ بن الجزار
سے، کہ عمر رضؓ سے جب کہ وہ مکہ میں تھے عمرے کے بارے میں
سوال کیا گیا کہ کس موقع سے عمرہ کروں؟ تو انھوں نے کہا
کہ علی رضؓ بن ابی طالب کے پاس جا کر ان سے پوچھو تو علی رضؓ نے
کہا کہ جہاں سے تو نے اس کو شروع کیا ہے۔ آپ یہ مراد لے
رہے تھے کہ اپنی سرزمین کے میقات سے۔ کہا کہ پھر وہ شخص عمر رضؓ
کے پاس آیا اور آپ کو اس جواب کی خبر دی تو انھوں نے کہا کہ
بجز اس جواب کے جو علی بن ابی طالب رضؓ نے دیا میرے نزدیک
بھی اور کوئی جواب نہیں ہے۔ ابو بکر، عمر رضؓ سے اس عمرے کے
بارے میں پوچھا گیا جو بعد حج کے کیا جاتے تو انھوں نے کہا کہ
نہ کرنے سے بہتر ہے۔ ... میں کہتا ہوں کہ اس کے
معنے یہ ہیں کہ عمرہ کرنا میقات سے ان بہت سے عمروں سے افضل
ہے جو تنعیم وغیرہ سے کئے جائیں اور عمرہ حج کے مہینوں کے سوا
دیگر ایام میں ان بہت سے عمروں سے افضل ہے جو ایام حج میں
کئے جائیں۔ ابو بکر وہب بن الاجدع سے کہ انھوں نے عمر رضؓ
سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جب کوئی حج کے ارادہ سے آتے تو
اس کو چاہئے کہ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے پھر مقام
(ابراہیم) کے قریب دو رکعت نماز پڑھے۔ شافعیؒ حنظلہ بن
طاؤس سے، میں نے عمر رضؓ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ طواف میں
کلام کم کرو کہ درحقیقت تم نماز میں ہو۔ شافعیؒ عبداللہ ابی یزید سے

عن أبيه سال عمر شيخاً من بني زهرة فقال أخبرني عن بناء البيت فقال ان قريشاً كانت تقول بناء البيت فعجزوا فتركوا بعضها في الحجر فقال له عمر صدق أبو بكر عن عبد الله بن عامر بن ربيعة ان عمر بن الخطاب رمل ما بين الحجر الى الحجر احمد بن حنبل عن زيد بن اسلم عن أبيه قال عمر فيما الرملان والكشف عن المناكب وقد أطأ الله الاسلام و نفى الكفر واهله ومع ذلك لا ندع شيئاً كنا نفعل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر عن سويد بن غفلة ان عمر التزم الحجر و قبله أبو بكر عن عابس بن ربيعة استلم عمر الحجر وقبله وقال لولا اني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قبلك ما قبلتك أبو بكر عن يعلى بن أمية قال لي عمر أما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يستلم منها الا الحجر قلت بلى قال فما لك به أسوة حسنة قلت بلى أبو بكر عن وهب بن الاجدع انه سمع عمر يقول

ان کے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے سے سوال کیا اُس سے کہا کہ مجھے بیت اللہ کی (موجودہ) عمارت کا حال بتاؤ تو اُس نے کہا کہ قریش بیت کی تعمیر کر رہے تھے۔ پھر عاجز ہو گئے اور اس کے ایک حصہ کو جو حجر (یعنی حطیم) میں ہے چھوڑ دیا تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ سچ کہا۔ ابو بکر عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے رمل کیا حجر سے حجر تک (یعنی صفا اور مروہ کے درمیان)۔ احمد بن حنبلؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دونوں رمل اور مونڈھوں کا کھولنا کس لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مستحکم کر دیا اور کفر اور اہل کفر کو دھکیل دیا (تو اب سینہ تان کر قوت کا مظاہرہ کرنے کا موقع باقی نہیں رہا) اس کے باوجود ہم کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کیا کرتے تھے۔ ابو بکر سُوید بن غفلہ سے کہ عمرؓ حجر کو لپٹے اور اس کو بوسہ دیا۔ ابو بکر عابس بن ربیعہ سے کہ عمرؓ نے استلام حجر کیا اور اس کو بوسہ دیا اور کہا کہ اگر میں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ ابو بکر یعلے بن اُمیہ سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے بجز حجر کے اس میں سے کسی کا استلام نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ بیشک! کہا کہ کیا پھر تیرے لئے یہ اچھی پیروی کرنے کے قابل بات نہیں؟ میں نے کہا کہ بیشک۔ ابو بکر وہب بن الاجدع سے کہ انھوں نے سُنا عمرؓ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ

ع۵ یعنی اس کو سلام کیا چوم کر یا ہاتھ لگا کر۔ یمن والے حجر کو مُحَیّا کہا کرتے کیونکہ لوگ اس کو تحیہ یعنی سلام کرتے بعضوں نے استلام کو کہا کہ وہ سلام بکسر سین سے نکلا ہے جو جمع ہے سَلِمَہ کی یعنی پتھر۔ عرب کہتے ہیں استلم الحجر پتھر کو چھوا اور اس کو ہاتھ لگایا کان ابن الزبیر یستلم کلھن عبد اللہ بن زبیرؓ کعبہ کے چاروں کونوں کو ہاتھ لگاتے (چومتے) کیونکہ انھوں نے کعبہ کو گرا کر حضرت ابراہیمؑ کے پایوں پر اٹھا دیا تھا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا تھا۔ لغات الحدیث

يَبْدَأُ بالصفا و يستقبلُ البيتَ ثمّ يكبّر
سبع تكبيراتٍ بين كلّ تكبيرتين حمدُ اللّٰه
و صلوٰةٌ علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم
و مسئلةٌ لنفسه و علے المروة مثل
ذٰلک آبوبکر عن بکر سعیتُ مع عمر
فے بطن المسیل آبوبکر عن ابن سابط انّ
عمر کان یجعل الذی (ای الموضع) کانّہ مبرکُ البعیر
علے فخذہ الایمن یعنی فے المروة
آبوبکر عن ہشام بن عروة عن ابیہ
انّ عمر کان یلبّی علے الصفا والمروة
یشتدّ صوتہ و یُعرف صوتہ باللیل
ولا یُرے وجہہ آبوبکر عن عروة ان
ابابکر و عمر کانا یقدمانِ وهما مهلّان بالحج
فلا یحلّ منهما حرامٌ الے یوم النحر آبوبکر
عن علقمة والاسود عن عمر انّہ جمع
بین الظهر والعصر بعرفات ثمّ وقف
آبوبکر عن الاسود عن عمر انّہ صلّاھما بجمعٍ (مزدلفة)
آبوبکر عن ابے عثمان النهدی انّہ
صلّے مع عمر المغربَ دونَ جمعٍ
قلتُ فالاوّلُ ہو الافضل المختار
والثانی بیان ان لو ترک رجلٌ الجمع
و صلّے کلّ صلوٰةٍ فی وقتها المعهود
جاز آبوبکر عن ابن ابے نجیح عن
ابیہ سُئل ابن عمر عن صوم
یوم عرفة فقال حججتُ مع

شروع کی جاتے (سعی) صفا سے اور بیت اللہ کی طرف منہ کیا جاتے
پھر سات مرتبہ تکبیرات کہی جاتیں۔ ہر دو تکبیر کے درمیان اللہ
کی حمد اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتے اور اپنی
ذات کے لئے دُعا کی جاتے اور مروہ پر بھی ایسا ہی کیا جاتے۔
آبوبکر بکر سے، مَیں نے عمرؓ کے ساتھ بطنِ مسیل میں سعی کی۔
آبوبکر ابنِ سابط سے کہ عمرؓ اس جگہ کو جو اُونٹ کے سینہ کی مانند
ہے اپنی داتیں ران پر رکھتے تھے یعنی مروہ میں۔ آبوبکر ہشام
ابن عروہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ تلبیہ کیا کرتے (یعنی لبّیک
کہا کرتے) تھے صفا اور مروہ پر اور اُن کی آواز سخت ہوتی
تھی اور رات میں اُن کی آواز پہچانی جاتی تھی اور صورت
نظر نہیں آتی تھی۔ آبوبکر عروہ سے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں قدوم
کیا کرتے اس حال میں کہ حج کا احرام باندھے ہوتے ہوتے
تھے۔ تو ان دونوں سے کوئی حرام (یعنی وہ کام جو محرم کے لئے
ممنوع ہے) حلال نہیں ہوتا تھا یوم نحر تک۔ آبوبکر علقمہ اور
اسود سے، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ظہر و عصر کو جمع کیا عرفات میں
پھر وقوف کیا (یعنی ٹھہرے)۔ آبوبکر اسود سے کہ عمرؓ نے
دونوں نمازوں کو مزدلفہ میں پڑھا جمع کے ساتھ۔ آبوبکر عثمان
نہدی سے کہ اُنھوں نے عمرؓ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی
بغیر جمع کے (یعنی عشاء کے ساتھ جمع نہیں کیا) مَیں کہتا ہوں
کہ پہلی صورت (یعنی جمع) وہ افضل اور پسندیدہ ہے اور
دوسری (یعنی جمع نہ کرنا) اس بات کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص
نے جمع کو ترک کر دیا اور ہر نماز کو اپنے وقتِ معہود میں پڑھ
لیا تو جائز ہے۔ آبوبکر ابن ابی نجیح سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے
باپ سے کہ ابنِ عمرؓ سے سوال کیا گیا یوم عرفہ کے روزے کے
بارے میں تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصمہ و حججت
مع ابی بکر فلم یصمہ و حججت مع عمر فلم
یصمہ و حججت مع عثمان فلم یصمہ و
انا لا اصومہ و لا آمر بہ و لا انہی عنہ
احمد بن حنبل عن عمرو بن میمون صلی
بنا عمر بن الخطاب بجمع الصبح ثم
وقف و قال ان المشرکین کانوا لا
یفیضون حتی تطلع الشمس و ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفہم
ثم افاض قبل ان تطلع الشمس
مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن
عمر ان عمر خطب الناس بعرفۃ و
علمہم امر الحج فقال لہم فیما قال اذا
جئتم منی فمن رمی الجمرۃ فقد حل
لہ ما حرم علی الحاج الا النساء و
الطیب لا یمس احد نساء و لا طیبا حتی
یطوف بالبیت مالک فی روایۃ اخری
مثلہ الا انہ قال من رمی
الجمرۃ و حلق او قصر و نحر ہدیا
ان کان معہ فقد حل الحدیث
قلت ترک الفقہاء قولہ و الطیب
لما صح عندہم من حدیث عائشۃ
و غیرہا ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم تطیب قبل طواف الافاضۃ
ابو بکر عن ابن اسحق سئل عکرمۃ

حج کیا تو آپ نے یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے ابو بکرؓ کے ساتھ
حج کیا تو انھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے عمرؓ
کے ساتھ حج کیا تو انھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں
نے عثمانؓ کے ساتھ حج کیا انھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا
اور میں خود روزہ نہیں رکھتا اور نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور
نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ احمد بن حنبلؒ عمرو بن میمون سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے ہم کو جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھائی
پھر وقفہ کیا اور فرمایا کہ مشرکین نہیں روانہ ہوا کرتے تھے جب
تک آفتاب طلوع نہ ہو جاتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے ان کے خلاف کیا ہے۔ پھر (عمرؓ) آفتاب کے طلوع ہونے
سے پہلے ہی روانہ ہو گئے۔ مالکؒ عبداللہ بن دینار سے وہ ابن عمرؓ
سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور
ان کو حج کے امور کی تعلیم دی تو منجملہ اور ارشادات کے انھوں
نے یہ بھی کہا کہ جب تم منیٰ میں آجاؤ تو جس نے رمی جمرہ کر لی تو
اس کے لئے وہ کام حلال ہو گئے جو حاجی پر حرام ہوتے ہیں بجز
عورتوں کے اور خوشبو کے۔ کوئی شخص نہ عورتوں کو چھوتے
اور نہ خوشبو کو یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کر لے۔ مالکؒ
ایک دوسری روایت میں اسی کے مثل روایت کرتے ہیں بجز اس
کے کہ انھوں نے کہا کہ جو رمی جمرہ کر لے اور حلق یا قصر کر لے (یعنی
سر منڈوا لے یا بال کٹوا لے) اور ہدی کی قربانی کر لے اگر اس
کے ساتھ ہو تو وہ حلال ہو گیا، آخر حدیث تک۔ میں کہتا ہوں
کہ فقہاء نے قول والطیب (یعنی خوشبو کو نہ چھوتے) پر عمل
ترک کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک حدیث عائشہؓ وغیرہا سے یہ بات
صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف
افاضہ سے پہلے خوشبو لگائی ہے۔ ابو بکر ابن اسحٰق سے کہ عکرمہ سے

عن الإهلال متى ينقطع فقال أهلّ رسول
الله صلى الله عليه وسلم حتى رمى الجمرة
وابوبكر وعمر. ابوبكر عن ابراهيم كان عمر
يحج فلا يذبح شيئاً حتى يرجع. ابوبكر عن
عمرو بن ميمون حججت مع عمر سنتين احدهما
في السنة التي أصيب فيها كل ذلك
يرمي جمرة العقبة من بطن الوادي
ابوبكر عن الاسود رأيت عمر بن الخطاب
يرمي جمرة العقبة من فوقها قيل
معناه يرمي اعلى شيء فيها. والاوجه
عندي ان الاول للاستحباب والثاني
للجواز. مالك عن نافع عن ابن عمر ان
عمر قال من ضفر فليحلق ولا تشبهوا
بالتلبيد. مالك عن سعيد بن المسيب
قال عمر من عقص رأسه او ضفر او لبّد
فقد وجب عليه الحلاق. مالك عن نافع
عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال لا يبيتنّ
احدٌ من الحاجّ ليالي من وراء العقبة. مالك
عن نافع زعموا ان عمر بن الخطاب كان
يبعث رجالاً يدخلون الناس من وراء العقبة
ابوبكر عن جعفر عن ابيه ان النبي صلى الله
عليه وسلم وابابكر وعمر كانوا يمشون الى الجمار
ابوبكر عن السائب رأيت

سوال کیا گیا اِہلال (یعنی تلبیہ) کے بارے میں کہ کب منقطع کیا
جاتے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ تلبیہ کہتے رہے ہیں رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ تک اور ابوبکرؓ و عمرؓ۔ ابوبکر ابراہیم
سے کہ عمرؓ حج کیا کرتے تھے اور واپس آنے تک کچھ ذبح نہیں
کیا کرتے تھے۔ ابوبکر عمرو بن میمون سے کہ مَیں نے عمرؓ کے ساتھ
دو سال حج کیا ان میں سے ایک سال وہ تھا جس میں اُن پر زخم
لگایا گیا تھا۔ ہر سال میں اُنھوں نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی بطنِ وادی
سے۔ ابوبکر اسود سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو جمرۂ عقبہ
کی رمی کرتے ہوتے دیکھا اُس کے اُوپر سے۔ کہا گیا کہ اس کے
معنے یہ ہیں کہ وہ رمی کر رہے تھے اُسکی بلند جگہ پر (سے)۔
اور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلا عمل اِستحباب
کے لئے ہے اور دوسرا جواز کے لئے۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابنِ عمرؓ
سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص بالوں کو گوندھے ہوتے ہو اس
کو چاہیئے کہ مُنڈوائے اور تم اہلِ تلبید کی مشابہت نہ کرو۔
مالکؒ سعید بن المسیب سے، عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے سر کا جوڑا
باندھا یا گوندھا یا گوند سے بالوں کو جمایا ہو تو اُس کو منڈوانا
واجب ہے۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
فرمایا کہ حاجیوں میں سے کوئی شخص مِنیٰ کی راتوں میں سے
رات نہ گزارے عقبہ سے پرے۔ مالکؒ نافعؒ سے کہ اُنھوں نے
گمان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کچھ مَردوں کو بھیجا کرتے تھے جو
لوگوں کو عقبہ کے پیچھے داخل کیا کرتے تھے۔ ابوبکر جعفر سے وہ
اپنے باپ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ جمار
کی طرف پیدل جایا کرتے تھے۔ ابوبکر سائب سے، میں نے دیکھا

ع ضفر کے معنے ہیں بالوں کو گوندھنا اور ان کو لپیٹ کر جوڑا بنانا یعنی جو شخص بال گوندھے ہوتے ہو اس کو چاہیئے کہ منڈوانے کے وقت منڈوائے اور قصر نہ کرے اور
ولا تشبہوا بالتلبید کا مطلب یہ ہے کہ مشابہت نہ کرو بالوں کے باقی رکھنے میں اہلِ تلبید کی اور تلبید یہ ہے کہ اپنے سر پر گوند وغیرہ کوئی شئی مل لیجائے تاکہ بال مجتمع ہو جائیں بکھرے
ہوتے نہ رہیں ۱۲

عمر بن الخطاب رأى رجلاً يقود بامرأته على بعير في الجمرة فعلاها بالدرة إنكاراً لركوبها مالك انه بلغه ان عمر بن الخطاب كان يقف عند الجمرتين وقوفاً طويلاً حتى يمل القائم ابو بكر عن سليمان بن ربيعة نظرنا عمر اتى الجمرة الثالثة فرماها ولم يقف عندها مالك عن يحيى بن سعيد بلغه ان عمر ابن الخطاب خرج الغد من يوم النحر حين ارتفع النهار شيئاً فكبر فكبر الناس بتكبيره ثم خرج الثانية من يومه ذلك حين ارتفع النهار فكبر فكبر الناس بتكبيره ثم خرج حين زالت الشمس فكبر فكبر الناس بتكبيره حتى يتصل التكبير ويبلغ البيت فعرف الناس ان قد يرمي ابو بكر عن عطاء ان عمر رخص للرعاء ان يبيتوا اعلى منى ابو بكر عن عبد الله ابن مسعود صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ركعتين يعني بمنى ومع ابي بكر ومع عمر ركعتين ابو بكر عن عمران بن حصين وعن ابن عمر وعن انس نحوا من ذلك ابو بكر عن عمرو بن شعيب ان عمر جمع بمنى ابو بكر عن الزهري ان عمر صلى بالحصبة للجمعة (نماز جمعہ خواندہ ۱۲) ولم يجمع يعني صلاها ظهراً (جمعہ نخواندہ ۱۲) ابو بكر عن عمرو بن دينار ان النبي صلى الله عليه وسلم وابا بكر وعمر كانوا

عمرؓ بن الخطاب کو کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی بیوی کو اونٹ پر جمرہ کی طرف لئے جا رہا تھا تو اس عورت کو درہ سے مارا کیونکہ آپ نے اس عورت کے سوار ہونے کو ناپسند کیا۔ مالکؒ ان کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب جمرتین کے نزدیک اتنا طویل وقوف کرتے تھے کہ ایک کھڑا ہونے والا تھک جاتا تھا۔ ابو بکر سلیمان بن ربیعہ سے کہ ہم نے دیکھا عمرؓ کو وہ جمرہ ثالثہ کے پاس آئے اور اس پر رمی کی اور اس کے پاس نہیں ٹھہرے۔ مالکؒ یحیٰی بن سعید سے ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب یوم نحر سے اگلے دن (رمی کے لئے) نکلے جب سورج کچھ اونچا ہو گیا تھا تو آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی پھر دوسری مرتبہ اسی دن نکلے جب سورج بلند ہو گیا تھا پھر انھوں نے تکبیر کہی اور سب لوگوں نے ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی۔ پھر نکلے جب سورج ڈھل گیا تو تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی یہاں تک کہ تکبیر کا سلسلہ متصل ہو کر بیت اللہ تک پہنچ جاتا پھر لوگ پہچان لیتے کہ عمرؓ رمی کے لئے نکلے ہیں۔ ابو بکر عطاء سے کہ عمرؓ نے رخصت دی چرواہوں کو کہ وہ رات گزاریں منٰی کے بالائی حصہ میں۔ ابو بکر عبد اللہ ابن مسعودؓ سے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی یعنی منٰی میں اور ابو بکرؓ کے ساتھ اور عمرؓ کے ساتھ دو رکعتیں۔ ابو بکر عمران بن حصین سے اور ابن عمرؓ سے اور انسؓ سے اسی روایت کے مطابق۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے کہ عمرؓ نے نماز جمعہ پڑھی منٰی میں۔ ابو بکر زہری سے کہ عمرؓ نے حصبہ میں جمعہ کے لئے نماز پڑھی اور جمعہ نہیں پڑھا یعنی اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھی۔ ابو بکر عمرو بن دینار سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ محصب میں ایک

یحتسبون مالک عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال لا یصدرن احد من الحاج حتے یطوف بالبیت فان آخر النسک الطواف بالبیت مالک عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب ردّ رجلاً من مرّ الظہران لم یکن ودّع البیت حتے ودّع ابوبکر عن عطاء طاف عمر بن الخطاب بعد الفجر ثم رکب حتے اذا اتے ذات طوی نزل فلما طلعت الشمس وارتفعت صلے رکعتین ثم قال رکعتان مکان رکعتین ابوبکر و ابوداود عن الحارث بن عبداللہ ابن اوس الثقفی سالت عمر بن الخطاب عن المرأۃ تطوف بالبیت ثم تحیض فقال لیکن آخر عہدہا بالبیت فقال الحارث کذلک افتانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال عمر اربت بدیک سالتنی عن شئی سالت عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیما اخالفہ ابوبکر عن القاسم بن محمد فی امرأۃ زارت البیت یوم النحر ثم حاضت قبل النفر قال یرحم اللہ عمر کان اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم یقولون قد فرغت الا عمر فانہ کان یقول یکون آخر عہدہا بالبیت قلت ترک اہل العلم قول عمر ہہنا

ساعت آنکھ لگا یا کرتے تھے۔ مالکؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ کوئی شخص حاجیوں میں سے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹے یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ کیونکہ آخر نسک بیت اللہ کا طواف ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو لوٹایا مرّ الظہران سے جس نے بیت کو وداع نہ کیا تھا (یعنی طواف وداع نہ کیا تھا) یہاں تک کہ اس نے طواف وداع کیا ابوبکر عطاء سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے بعد نماز فجر کے طواف کیا پھر سوار ہوگئے۔ جب ذات طوی پر آئے تو اُترے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اونچا ہوا تو دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ یہ دو رکعتیں دو رکعتوں کی جگہ ہیں (جو طواف کے بعد نہیں پڑھی تھیں)۔ ابوبکر اور ابوداود حارث ابن عبداللہ بن اوس ثقفی سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا ایسی عورت کے بارے میں جو بیت اللہ کا طواف کرتی ہے پھر حائضہ ہوگئی تو فرمایا کہ اس کا آخری کام طواف بیت ہی ہونا چاہیئے تو حارث نے کہا کہ اسی طرح مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ دیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنے دین میں شک کیا کہ تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ چکا تھا کہ دیکھے کہ میں کیا اُس کے خلاف کہتا ہوں۔ ابوبکر قاسم بن محمد سے، ایسی عورت کے بارے میں جس نے بیت کی زیارت کی یوم النحر میں پھر کوچ کرنے سے پہلے حائضہ ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ رحم کرے اللہ تعالیٰ عمرؓ پر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ وہ (حج سے) فارغ ہوگئی سوائے عمرؓ کے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اس کا آخری کام بیت کا طواف ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ اہل علم نے یہاں عمرؓ کے قول کو ترک کردیا

لما ثبت عندہم من قصۃ صفیۃ وغیرہا
والاوجہ عندی انہا تسن لہا ان تقیم
بمکۃ حتی تودع البیت الا عند حاجۃ
لا تجد منہا بدا ابوبکر عن ابن عمر ان
عمر نہی ان یحرم المحرم فی الثوب
المصبوغ بالورس والزعفران مالک
عن ابی الغطفان المری ان اباہ
طریقا تزوج امراۃ وہو محرم فرد
عمر نکاحہ ابوبکر عن ابن عمر کنا نکون
بالخلیج من البحر بالجحفۃ فنتغامس فیہ (غوطہ زدن)
وعمر ینظر الینا فما یعیب ذلک علینا
ونحن محرمون مالک عن عطاء
ابن ابی رباح ان عمر بن الخطاب
قال لیعلی بن امیۃ وہو
یصب علی عمر بن الخطاب ماء
وہو یغتسل اصبب (بریزد) علی راسی
اصبب فلن یزیدہ الماء الا شعثا
ابوبکر عن الحسن ان عمر بن الخطاب
کان لا یری باسا بلحم الطیر
اذا صید لغیرہ یعنی فی
الاحرام ابوحنیفۃ عن ابی
سلمۃ عن رجل عن ابی ہریرۃ
مررت فی البحرین یسالونی
عن لحم الصید یصیدہ الحلال
ہل یصلح للمحرم ان یاکلہ

اس بنا پر جو اُن کو صفیہ رض وغیرہا کے قصہ سے ثابت ہوا۔
اور میرے نزدیک زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ اس کے لئے
مسنون یہ ہے کہ وہ مکہ میں قیام کرے تاآنکہ طواف وداع
کرے۔ مگر ایسی حاجت کے وقت کہ جس کے بغیر چارہ نہ ہو
(رخصت ہے)۔ ابوبکر ابن عمر رض سے کہ عمر رض نے منع کیا اس سے
کہ احرام باندھنے والا ایسے کپڑے کا احرام باندھے جو ورس
اور زعفران سے رنگا ہوا ہو (ورس ایک گھاس ہے جس کے
پانی سے کپڑے رنگتے تھے)۔ مالک رح ابو غطفان مُرّی سے کہ ان
کے باپ نے راہ چلتے ہوتے جب کہ وہ محرم تھے ایک عورت
سے نکاح کر لیا تو عمر رض نے اُن کے نکاح کو رد کر دیا۔ ابوبکر ابن
عمر رض سے کہ ہم دریا کی خلیج میں ہوتے تھے جحفہ میں اور
ہم اس میں غوطے لگاتے تھے اور عمر رض ہماری طرف دیکھتے
رہتے تھے اور اس کو ہمارے لئے معیوب نہیں قرار دیتے تھے
حالانکہ ہم محرم ہوتے تھے۔ مالک رح عطاء بن ابی رباح سے کہ
عمر رض بن الخطاب نے یعلی بن اُمیہ سے فرمایا جب کہ وہ عمر
ابن الخطاب پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ غسل کر رہے تھے
کہ میرے سر پر (پانی) ڈال، گرا، پانی ڈالنے سے تو بال
زیادہ پراگندہ ہوتے ہیں (یعنی احرام میں نہانا کوئی زینت
نہیں کہ منع ہو)۔ ابوبکر حسن رح سے کہ عمر رض بن الخطاب ایسے
پرندے کے گوشت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جس کو
کسی دوسرے (غیر محرم) کیلئے شکار کیا گیا ہو یعنی حالتِ احرام میں (محرم
کھا سکتا ہے)۔ ابوحنیفہ رح ابو سلمہ سے وہ ایک شخص سے وہ
ابوہریرہ رض سے کہ میرا گزر بحرین میں ہوا۔ وہاں کے لوگوں
نے مجھ سے سوال کیا اس شکار کے گوشت کے بارے میں جس کو
غیر محرم شکار کرے کیا وہ محرم کے لئے جائز ہے کہ اس کو کھائے

فَاَفتیتُہم بِاَکلہٖ و فی نفسی منہ شیٔیٌ
ثم قدمتُ علےٰ عمر بن الخطاب فذکرتُ
لہٗ ما قلتُ لہم فقالَ لو قلتَ غیر
ذٰلک لم تقُل بینَ اثنینِ ما بَقِیتَ
مالک عن ربیعۃ بن عبداللہ بن
الہدیر انہّ رآے عمر بن الخطاب
یُقَرِّدُ بعیرًا لہٗ فی الطینِ بِالسُّقیاءِ
وہو مُحرِم مالکؒ عن ابی الزُّبیر
المکّی عن جابر بن عبد اللہ انّ
عمر بن الخطاب قضٰے فی الضبع
بکبشٍ و فی الغزالِ بعنزٍ و فی
الارنب بعَنَاقٍ و فی الیَربُوعِ
بجَفرۃٍ مالکؒ عن عبدالملک بن قریر
عن محمد بن سیرین ان رجلاً جاء الی
عمر بن الخطاب فقالَ اِنّی اَجرَیتُ
انا و صاحبٌ لی فرسینِ نَستَبِقُ الی ثُغرۃِ
ثَنِیّۃٍ فاصَبنَا ظَبیًا و نحن مُحرِمانِ
فماذا ترٰے فقالَ عمرُ لرجل الی
جنبہٖ تعالَ حتّے احکم انا و انتَ
قال فحکما علیہ بعنزٍ فولّے
الرَّجلُ و ہو یقول ہٰذا امیرُ
المؤمنین لم یستطِع اَن یحکم فی
ظبی حتّے دعا رجلاً یحکمُ معہ فسمعَ
عمر قولَ الرّجل

تو میں نے ان کو فتوےٰ اُس کے کھا لینے کا دیا اور میرے دل میں اس سے کچھ خدشہ تھا پھر میں عمرؓ کے پاس پہنچا تو اُن سے اس کا ذکر کیا۔ تو کہا کہ اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو اپنی مدتِ حیات تک دو آدمیوں کے مابین بھی کچھ نہ بول سکتا (یعنی میں فتوےٰ دینے سے روک دیتا)۔ مالک ربیعہ بن عبداللہ ابن الہدیر سے کہ اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کی چیچڑیاں توڑ کر مٹی میں ڈال رہے تھے سُقیا میں جب کہ وہ محرم تھے۔ مالک ابوزبیر مکّی سے وہ جابر بن عبداللہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا بجّو (کفتار) کے مارنے کے بارے میں مینڈھے کا اور ہرن کے بارے میں بکری کا اور خرگوش کے بارے میں بکری کے بچّہ کا جو ایک سال سے کم ہو اور جنگلی چوہا مارنے میں چار مہینے کا بکری کا بچہ دیا جاتے۔ مالک رحمہ اللہ عبدالملک بن قریر سے وہ محمد بن سیرین سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے گھوڑے دوڑاتے ہوتے ایک گھاٹی کے مُنہ کی طرف نیزہ بازی کی تو ہم نے ایک ہرن کا شکار کر لیا اور ہم دونوں مُحرم تھے تو آپ اس میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو عمرؓ نے ایک صاحب سے کہا جو اُن کے پہلو کی طرف تھے کہ آؤ میں اور تم دونوں اس کا فیصلہ کریں تو دونوں نے فیصلہ کیا ایک بکری دینے کا تو وہ شخص پشت پھیر کر یہ کہتا ہوا جانے لگا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں جو اس پر بھی قادر نہ ہوتے کہ ہرن کے بارے میں خود فیصلہ کر دیں یہاں تک کہ دوسرے شخص کو بلایا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر فیصلہ کرے۔ اس شخص کی بات حضرت عمرؓ نے سُن لی تو آپ نے اس (کو بلا کر اُس) سے فرمایا کہ

ع۵ یہ قصہ بکر بن عبداللہ المزنی کی روایت سے جلد ثانی صفحہ ۶۱ پر گزرا اس میں شاۃ مذکور ہے ۱۲ اشتیاق احمد

فسألہ هل تقرء سورۃ المآئدۃ قال لا قال فهل تعرف هذا الرجل الذی حکم معی فقال لا فقال عمر لو اخبرتنی انک تقرء المآئدۃ لاوجعتک ضربًا ثم قال ان اللہ تبارک و تعالیٰ یقول فی کتابہ یحکم بہ ذوا عدل منکم هدیًا بالغ الکعبۃ و هذا عبد الرحمٰن بن عوف۔ مالک عن زید بن اسلم ان رجلًا جآء الی عمر بن الخطاب فقال یا امیر المؤمنین انی اصبت جرادات بسوطی و انا محرم فقال لہ عمر اطعم قبضۃ من طعام مالک عن یحیی بن سعید ان رجلًا جآء الی عمر بن الخطاب فسألہ عن جرادۃ قتلها و هو محرم فقال عمر لکعب تعال حتی نحکم فقال کعب درهم فقال عمر لکعب انک لتجد الدراهم لتمرۃ خیر من جرادۃ ابوبکر عن الحکم عن شیخ من اهل مکۃ ان حمامًا کان علی البیت فوقعت علی ید عمر

کیا تو سورۂ مائدہ پڑھ سکتا ہے؟ (یعنی تجھے یاد ہے) اُس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس شخص کو پہچانتا ہے جس نے میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تو اس نے کہا نہیں۔ اس کے بعد عمرؓ نے کہا کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تجھے سورۂ مائدہ یاد ہے تو میں تجھے مار مار کر تڑپا دیتا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ ۵: ۹۵۔ (اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ حرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اُس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں بصورت قربانی جو ...... نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جاتے" اور یہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین، میں نے اپنے کوڑے سے چند ٹڈیاں ماردیں حالانکہ میں محرم ہوں (اس کی پاداش کیا ہے؟) تو اُس سے انھوں نے کہا کہ ایک مٹھی کھانا (کسی مسکین کو) کھلا دے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اُس نے اُن سے ایک ٹڈی کی پاداش کے بارے میں سوال کیا جس کو اس نے محرم ہونے کی حالت میں مار دیا تھا تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ آؤ اسکا فیصلہ کریں تو کعبؓ نے کہا کہ ایک درہم تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ (معلوم ہوتا ہے) تمہارے پاس بہت درہم ہیں یقیناً ایک کھجور جرادہ (ٹڈی) سے بہتر ہے۔ ابوبکر حکم سے وہ اہلِ مکہ میں کے ایک بوڑھے سے کہ ایک مکان کے اوپر ایک کبوتر تھا وہ عمرؓ کے ہاتھ پر آگرا تو انھوں نے

فاشار بیدہ فطار فوقع علی بعض
بیوت اھل مکۃ فجاءت حیۃ فاکلتہ
فحکم عمر علی نفسہ شاۃ ابوبکر
عن سعید بن المسیب ان رجلا
اتی عمر متمتعا قد فاتہ الصوم فی
العشر فقال لہ اذبح شاۃ قال
لیس عندی قال سل قومک
قال لیس ھٰھنا احد من قومی
قال فاعطہ یا معیقیب عن
شاۃ ابوبکر عن مجاہد قال عمر من
اھدی ھدیا تطوعا فعطب ینحرہ
المحرم ولا یاکل منہ (السیر عجز عن) شیئا وان اکل
فعلیہ البدل ابوبکر عن ابی ملیکۃ
قال عمر لا تقیموا بعد النفر الا ثلاثا
مالک عن یحیی بن سعید انہ قال اخبرنی
سلیمان بن یسار ان ابا ایوب الانصاری
خرج حاجا حتی اذا کان بالنازیۃ (نام چشمہ) من
طریق مکۃ اضل رواحلہ وانہ قدم علی
عمر بن الخطاب یوم النحر فذکر لہ ذلک
فقال عمر بن الخطاب اصنع ما یصنع
المعتمر ثم قد حللت فاذا ادرکک
الحج قابلا فاحجج واھد ما استیسر
من الھدی مالک عن نافع عن
سلیمان بن یسار ان ھبار بن الاسود
جاء یوم النحر وعمر بن الخطاب ینحر

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ اُڑ کر مکہ والوں کے ایک گھر پر جا گرا پھر ایک سانپ نے آکر اس کبوتر کو کھا لیا تو عمرؓ نے فیصلہ کیا اپنی ذات پر ایک بکری دینے کا۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ ایک شخص عمرؓ کے پاس آیا جو متمتع تھا اور اس کا دسویں کا روزہ فوت ہو گیا تھا تو انھوں نے اس سے فرمایا کہ ایک بکری ذبح کر۔ اس نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہے تو فرمایا کہ اپنی قوم سے مانگ لے تو اس نے کہا کہ یہاں میری قوم کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے معیقیب اس کو ایک بکری دیدے۔ (معیقیب صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بیت المال کا افسر اعلیٰ بنایا تھا)۔ ابوبکر مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی ہدی لے جا رہا ہو بطور تطوع کے (یعنی اللہ کے نام پر قربانی دینے کے لئے) اور وہ چوپایہ چلنے سے عاجز ہو گیا تو محرم اس کو ذبح کر دے اور اس میں سے کچھ کھائے نہیں۔ اگر کچھ کھا لے تو اس پر اس کا بدل لازم ہو گا۔ ابوبکر ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوچ ہو جانے کے بعد قیام نہ کرو مگر تین دن۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے انھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی سلیمان بن یسار نے کہ ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے۔ جب (چشمہ) نازیہ پر پہنچے جو مکہ کے راستہ میں ہے تو ان کی سواریاں گم ہو گئیں، اور اس طرح وہ یوم النحر میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور ان سے سرگزشت بیان کی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ وہ کیجئے جو عمرہ کرنیوالا کرتا ہے پھر آپ حلال ہو جائیں گے۔ پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آئے تو حج کیجئے اور جو ہدی میسر آجائے وہ بھیجئے۔ مالکؒ نافع سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ ہبار بن الاسود یوم النحر میں اس وقت آئے جب کہ عمرؓ بن الخطاب اپنی ہدی کو

ہَدْیَہٗ فقال یا امیرَ المؤمنین اَخْطَأْنَا العِدَّۃَ کُنَّا نَرٰی اَنَّ ہٰذَا الیوم یومُ عرفۃ فقال عمر اذہب اِلٰی مکۃ فطُفْ انتَ ومَن معک وَانْحَرُوْا ہدیًا ان کانَ معکم ثم احْلِقوا اَوْقصروا وارجِعُوْا فاذا کانَ عامٌ قابلٌ فحُجُّوْا وَاَہْدُوْا فمَن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایّام فی الحج وسبعۃٍ اذا رَجَعَ۔ اَبوبکر عن عطاء بن السّائب کان عمر یأمرُ رجلًا فیحدُوْ۔ اَبوبکر عن اسلم سمع عمر بن الخطاب حدی میخواند رجلاً بفلاۃٍ مِن الارض وہو یَحْدُوْ بغناءِ الرُّکبانِ فقال عمر انّ ہٰذا مِن زادِ الراکب اَبوبکر عن عبداللہ بن عامر خرجتُ مع عمر بن الخطاب فما رأیتُہٗ مضطربًا فسطاطًا زدہ خیمہ حتّٰی رَجَعَ قیل لہ بایّ شیءٍ کان یستظلُّ قال کانَ یطرحُ النطعَ علی الشجرۃ فیَسْتَظِلُّ بہٖ۔

کتاب البیوع

مالکؒ ان عمر بن الخطاب قال لَا یَبیعُ فی سوقنا اِلّا مَن تفقّہ فی الدین قلتُ معناہ وجوبُ علمِ احکام البیوع علٰی مَن یُباشر التجارۃَ الشافعی عن ابن عباس بلغ عمر بن الخطاب انّ رجلاً باعَ خمرًا فقال قَاتَلَ اللّٰہُ فُلانًا باعَ الخمرَ اما عَلِمَ اَنَّ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال قَاتَلَ اللّٰہُ الیہودَ حُرِّمَتْ علیہم الشحومُ

ذبح کر رہے تھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم سے تاریخ کے حساب میں چُوک ہوگئی۔ ہم خیال کر رہے تھے کہ آج کا دن یوم عرفہ ہے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم مکّہ کی طرف جاؤ اور طواف کرو تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں اور کوئی ہدی اگر تمہارے ساتھ ہے اُس کی قربانی کرو۔ پھر حلق کرو اور قصر کرو اور لوٹ جاؤ۔ پھر جب آئندہ سال آئے تو حج کرو اور ہدی لے کر آؤ جس کو تم میں ہدی نہ میسّر ہو وہ تین دن روزے رکھے زمانہ حج میں اور سات روزے جب لوٹے۔ اَبوبکر عطاء بن السائب سے کہ عمرؓ کسی شخص کو حکم دیتے اور وہ حُدی (اُونٹوں کا گانا) پڑھتا۔ اَبوبکر اسلم سے کہ انھوں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں جو وسیع بیابان میں سفر کرتے ہوئے شتر سواروں کا گانا گایا کرتا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شُتر سوار کا توشہ ہے۔ اَبوبکر عبداللہ بن عامر سے کہ میں نے سفر کیا ہے عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ میں نے اُن کو خیمہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا واپسی تک۔ ان سے کہا گیا کہ پھر کس چیز سے سایہ کا انتظام کرتے تھے؟ اُنھوں نے کہا کہ چمڑے کا دسترخوان درخت پر ڈال دیتے اور اُس سے سایہ لیتے تھے۔

کتاب البیوع

مالکؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں کوئی تجارت نہ کرے بجز ایسے شخص کے جو دین میں سمجھ رکھتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں خرید و فروخت کے احکام کے علم کا واجب ہونا اُس شخص پر جو تجارت کرتا ہو۔ شافعیؒ ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ کو اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے شراب کو فروخت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا ہلاک کرے فلاں کو اس نے شراب کو بیچا۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہلاک کرے یہود کو۔ اُن کے اُوپر چربیاں حرام کی گئیں تو اُنھوں نے

فحملوہ فباعوہ الشافعی عن روایۃ
الزعفرانی عنہ: ان عمر قال البیعان
بالخیار مالم یتفرقا الشافعی ان عمر
قال البیع صفقۃ او خیار ثم ضعفہ
الشافعی جداً قال وتاویلہ ان یجب
البیع صفقۃ بعد ما تفرق او خیار
قلت ویحتمل ان یکون معناہ
البیع اما صفقۃ (عقد) نافذۃ او خیار
قاطع للبیع البیہقی عن الشعبی اخذ
عمر بن الخطاب فرساً من رجل علی
سوم (بارادۂ خریداری) فحمل علیہ رجلاً فعطب عندہ
فخاصمہ الرجل فقال اجعل بینی و
بینک رجلاً فقال الرجل انی
ارضی بشریح العراقی فاتوا شریحا
فقال شریح لعمر اخذتہ صحیحا
سالما وانت لہ ضامن حتی تردہ
صحیحا سالما فاعجب القاضی عمر بن
الخطاب فبعثہ قاضیا قلت احتج
الشافعی بہذہ القصۃ علی ان الماخوذ
بسوم الشراء مضمون مالک
عن زید بن اسلم عن عطاء
ابن یسار ان معاویۃ بن ابی سفیان
باع سقایۃ من ذہب او ورق
باکثر من (ظرف آب) وزنہا فقال لہ
ابو الدرداء

اُس کو پگھلا کر روغن بنایا اور پھر اس کو فروخت کیا۔ شافعیؒ اُن
سے زعفرانی کی روایت ہے، کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیچنے اور خرید
والا دونوں صاحب اختیار ہوتے ہیں (یعنی بیع کو فسخ کرنے
کا اختیار رکھتے ہیں) جب تک جدا جدا نہ ہوجائیں۔ شافعیؒ
کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیع ایک معاملہ (سودا) ہے یا اختیار ہے۔
پھر شافعیؒ نے اس کو ضعیف کہا زوردار طور پر۔ اور اگر صحیح ہو
تو اس کی تاویل یہ ہے کہ بیع سودا کرنے کی صورت میں،
اس کے بعد تفرق ہے یا خیار۔ میں کہتا ہوں کہ اور یہ احتمال
بھی ہے کہ اس کے معنے یہ ہوں کہ بیع یا ایک عقد ہے نافذ ہونے
والا یا خیار ہے بیع کو ختم کردینے والا۔ بیہقی شعبی سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے ایک شخص سے ایک گھوڑا لیا قیمت چکانے
کے لئے پھر اُس پر ایک شخص کو سوار کیا، پھر وہ اس شخص
کے پاس ہلاک ہوگیا۔ اس پر اس شخص نے عمرؓ سے جھگڑا
کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ تو میرے اور اپنے درمیان ایک شخص کو
(حکم) تجویز کرلے تو اُس نے کہا کہ میں شریح عراقی پر راضی
ہوں تو دونوں شریح کے پاس گئے۔ شریح نے عمرؓ سے کہا کہ
آپ نے اس سے صحیح سالم لیا تھا اور آپ اُس کے ضامن (ذمہ
دار) ہیں کہ اس کو صحیح و سالم واپس کریں تو تعجب میں
ڈال دیا قاضی نے عمرؓ بن الخطاب کو تو اُنھوں نے شریح کو
قاضی بناکر بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ اس قصہ سے حجت پکڑی
ہے امام شافعیؒ نے اس بات پر کہ خرید کے واسطے قیمت کا
اندازہ لگانے کے لئے جو چیز مشتری لے گا وہ اس کی ضمانت
میں ہوگی۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ معاویہ
ابن ابی سفیان نے ایک پانی کا برتن جو سونے یا چاندی کا تھا
اُس کے وزن سے زیادہ پر بیچا تو اُن سے ابوالدرداءؓ نے کہا کہ

سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینہٰی عن مثل ہذا الاّ مثلاً بمثلٍ فقال لہٗ معاویۃ ما اریٰ بمثل ہذا باساً فقال ابو الدرداء من یعذرنی (عذر من بیان کند) من معاویۃ انا اخبرہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ویخبرنی عن رأیہ لا اساکنک بارضٍ انت بہا ثم قدم ابو الدرداء علی عمر بن الخطاب فذکر لہ ذلک فکتب عمر ابن الخطاب الیٰ معاویۃ بن ابی سفیان ان لا تبیع مثل ذلک الا مثلاً بمثل وزناً بوزنٍ مالک عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال لا تبیعوا الذہب بالذہب الا مثلاً بمثل ولا تُشِفّوا[1] بعضہا علی بعضٍ ولا تبیعوا الورق بالورق الا مثلاً بمثل ولا تُشِفّوا بعضہا علی بعض ولا تبیعوا الورق بالذہب احدہما غائبٌ والآخر ناجزٌ (حاضر) وان استنظرک (اگر طلب مہلت کند) ان یلج بیتہ فلا تُنظِرہ انی اخاف علیکم الرّماء (زیادہ ۱۲) والرماء ہو الربٰوا مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر نحواً من ذلک مالک عن ابن شہاب عن مالک بن اوس انہ التمس صرفاً بمائۃ دینارٍ قال فدعانی

میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اس طرح کی بیع سے منع کرتے تھے بجز مثل بمثل کے۔ تو ان سے معاویہؓ نے کہا کہ میں اس طرح کی بیع میں کوئی حرج نہیں دیکھتا۔ تو ابوالدرداءؓ نے کہا کہ کون میرا طرفدار ہوگا معاویہ کے مقابلہ پر میں اس کو خبر دیتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روایت سے اور وہ مجھے خبر دیتا ہے اپنی رائے کی، تیرے ساتھ میں اس سرزمین میں بھی نہیں رہوں گا جہاں تو رہتا ہے۔ پھر ابوالدرداءؓ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور اُن سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ بن الخطاب نے معاویہؓ بن ابی سفیان کو لکھا کہ وہ اس قسم کی بیع نہ کرے مگر مثل بمثل اور وزن بوزن۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر مثل بمثل اور اس کو ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ اور نہ بیچو چاندی کو چاندی کے بدلے میں مگر مثل بمثل اور اس کو ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ۔ اور نہ بیچو چاندی کو سونے کے بدلے میں کہ ان میں سے ایک غائب ہو اور دوسری حاضر اور اگر کوئی اتنی بھی مہلت طلب کرے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو جائے (اور وہاں سے لے آئے) تو اس کو مہلت نہ دو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم زیادتی میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور زیادتی ہی ربٰوا (سود) ہوتی ہے۔ مالکؒ عبداللہ بن دینارؒ سے وہ ابن عمرؓ سے پچھلی روایت کی طرح۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ مالک بن اوس سے کہ انھوں نے تلاش کیا چاندی کے سکوں کو ایک سو دینار کے بدلے میں کہا کہ پھر مجھے پکارا

[1] لاتشفوا ای لاتزیدوا۔ یہ شف بالکسر سے بنا ہے جس کے معنے کمی زیادتی کرنے کے ہیں ۱۲

طلحۃ بن عبید اللہ فتراوضنا حتے اصطرف مِنّیِ واخذ الذھب یقلبھا فی یدیہ ثم قال حتے یاتی خازنی من الغابۃ وعمر بن الخطاب یسمع فقال واللہ لا تفارقہ حتے تاخذ منہ ثم قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الذھب بالورق ربوا الا ھاء وھاء والبر بالبر ربوا الا ھاء وھاء والتمر بالتمر ربوا الا ھاء وھاء والشعیر بالشعیر ربوا الا ھاء وھاء۔ ابن ماجۃ ان عمر قال ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم توفی ولم یبین الربوا فدعوا الربوا والریبۃ ھذا او نحوہ ابو بکر عن سعید بن المسیب قال عمر لا تسلموا فی فراخ حتے یبلغ قلت معناہ عند مالک وغیرہ النھی عن بیع الزرع حتے یشتد الحب ومثلہ بیع التمر حتے یبدو صلاحہ والاسلام ھنا الاشتراء قبل وجود المبیع ومعناہ عند ابی حنیفۃ

طلحہ بن عبید اللہ سے تو ہم نے آپس میں نرخ طے کر لیا یہاں تک کہ اُنھوں نے مجھ سے مال لے لیا اور اُنھوں نے اس سونے (کے دیناروں) کو اپنے ہاتھوں میں اُلٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا کہ (سکوں کی ادائگی میں کچھ وقت لگے گا) یہاں تک کہ میرا خزانچی جنگل سے آجائے اور عمرؓ بن الخطاب سُن رہے تھے کہنے لگے واللہ اس سے جُدا نہ ہونا یہاں تک کہ تو اس سے وصول کرے۔ پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سونا چاندی کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست (یعنی بلا توقف) اور گیہوں گیہوں کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور کھجور کھجور کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور جَو بعوض جَو ربوا ہے مگر دست بدست۔ ابن ماجہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ نے ربوا کو کھول کر بیان نہیں فرمایا تو تم سود کو چھوڑو اور جس چیز میں سود کا شبہ ہو اُس کو بھی، یہ یا اسی کی مانند۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہا عمرؓ نے کہ سَلم کا معاملہ نہ کرو کم زراعت میں جب تک پوری بالیدگی تک نہ پہنچ جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے مالکؒ وغیرہ کے نزدیک کھیتی کی بیع سے روکنا ہے یہاں تک کہ اس کا بیج سخت ہو جائے اور اسی کی مانند ہے بیع کھجور کی یہاں تک کہ اس کی پختگی ظاہر ہو جائے اور اسلام کے معنے یہاں پر خریدنا ہے بیع کے وجود سے پہلے (اس کو بیع سَلم کہتے ہیں) اور اس کے معنے امام ابو حنیفہ

عہ تراوض کے معنے ہیں نرمی کرنا اور ایک دوسرے کو کسی کام پر آمادہ کرنا جیسا کہ بائع اور مشتری میں اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ اصطرف منّی کے معنے ہیں کہ میرے ساتھ بیع صرف کر لی ۱۲ عہ ھاء وھاء کے مدّ اور قصر میں۔ پھر اسکی ترکیب میں، نیز اسکے معنے میں اختلاف ہے اور مشہور مد کے ساتھ ہے اور یہ حال واقع ہوا ہے اور اسکے معنے ہیں ہاک وہات یعنی لے اور دے۔ یعنی بیع جائز نہیں ہے مگر اس حال میں کہ جانبین سے تقابض ہو جاتے مجلس سے متفرق ہونے سے پہلے ۱۲

عہ سلم باعتبار لغت تسلیم سے بنا ہوا اسم ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں یہ معنے ہیں کہ کسی شے کی بیع کرنا اس معاہدے کے ساتھ کہ دی ہوئی رقم قرض ہوگی بائع کے ذمہ اُن شرائط کے ساتھ جو شریعت میں معتبر ہیں۔ ہندی زبان میں اس کو بدھنی کہتے ہیں اور کبھی "سلف" بھی اسی معنی میں

النہی عن السلم قبل وجود المسلم فیہ مالک
عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
قال من باع عبدا و لہ مال فمالہ للبائع
الا ان یشترطہ المبتاع روی مثل
ذلک عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وصحح البخاری کلتا الروایتین
قالہ البیہقی مالک عن نافع ان حکیم
ابن حزام ابتاع طعاما امر بہ عمر بن الخطاب
للناس فباع حکیم الطعام قبل ان
یستوفیہ فبلغ ذلک عمر بن الخطاب
فردہ علیہ قال ولا تبع طعاما ابتعتہ
حتی تستوفیہ مالک عن ابن شہاب
عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ بن
مسعود ان عبد اللہ بن مسعود ابتاع جاریۃ
من امرأتہ الثقفیۃ واشترطت علیہ انک
ان بعتہا فہی لی بالثمن الذی تبیعہا بہ
فسأل عبد اللہ بن مسعود عن ذلک عمر بن
الخطاب فقال عمر بن الخطاب لا تقربہا و
فیہا شرط لاحد البغوی عن ابن ابی اوفی
کنا نسلف فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وابی بکر وعمر فی الحنطۃ
والشعیر والتمر والزبیب الی قوم ما ہو
عندہم مالک عن یونس بن یوسف عن
سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب مر بحاطب
ابن ابی بلتعۃ وہو یبیع زبیبا لہ فی السوق

کے نزدیک سلم سے روکنا ہے اس شے کے وجود میں آنے سے پہلے
جس کے بارے میں سلم کیا جاتے۔ مالکؒ نافعؒ سے ابن عمرؓ
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام کو
فروخت کیا اور اس غلام کے پاس مال ہے تو وہ بیچنے والے کا
ہے بجز اس کے کہ خریدنے والا شرط کرلے۔ اسی کے مثل روایت
کیا گیا ہے ابن عمرؓ سے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اور بخاری نے
دونوں روایتوں کو صحیح کہا ہے یہ بیہقی کا قول ہے۔ مالکؒ نافعؒ
سے کہ حکیم بن حزام نے غلّہ خریدا جس کے بارے میں عمرؓ بن
الخطاب نے لوگوں کے لئے (تقسیم کرنے کا) حکم دیا تھا پھر حکیم
نے وہ غلّہ فروخت کر دیا قبل اس کے کہ اس کو وصول کریں۔ یہ
بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچی تو ان کو اس بیع سے روک دیا۔
فرمایا کہ جو غلّہ تم خریدو اس کو نہ بیچو یہاں تک کہ تم اس کو وصول
کرلو (یعنی قبضہ کرلو)۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عبداللہ بن
عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک
جاریہ خریدی اپنی ایک ثقفیہ عورت سے اور اس نے ان پر
یہ شرط لگائی کہ اگر تم اس کو بیچو تو وہ میرے ہاتھ بیچو اس
قیمت پر جس پر تم اس کو بیچو گے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے
اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا تو عمرؓ بن
الخطاب نے فرمایا کہ اس سے قربت نہ کرنا اور اس میں شرط ہے کسی
کے لئے (اس لئے بیع تام نہیں ہوتی)۔ بغوی ابن ابی اوفیٰ سے ہم پیشگی دیا کرتے
تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے
عہد میں گیہوں اور جو اور کھجور اور زبیب کے بارے میں ایسی قوم
کو کہ ان کے پاس (سردست) وہ چیز موجود نہ ہوتی تھی۔ مالکؒ
یونس بن یوسف سے وہ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب گزرے
حاطب بن ابی بلتعہ پر اور وہ اپنی کشمش بازار میں فروخت کر رہے تھے

فقال لہ عمر بن الخطاب اما ان تزید فے السعر واما ان ترفع من سوقنا الشافعے عن القاسم بن محمد عن عمر انہ مر بحاطب بسوق المصلے وبین یدیہ غرارتان فیھما زبیب فسألہ عن سعرہ فسعر لہ مدین بکل درہم فقال لہ عمر قد حدثت بعیر مقبلۃ من الطائف تحمل زبیبا وھم یعتبرون بسعرک فاما ان ترفع فے السعر واما ان تدخل زبیبک البیت فتبیعہ کیف شئت فلما رجع عمر حاسب نفسہ ثم اتے حاطبا فے دارہ فقال لہ ان الذے قلت لیس بعزمۃ منی ولا قضاء انما ھو شئ اردت بہ الخیر لاھل البلد فحیث شئت فبع وکیف شئت فبع مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب قال لا حکرۃ فے سوقنا لا یعمد رجال بایدیھم فضول من اذھاب الے رزق من ارزاق اللہ نزل بساحتنا فیحتکرونہ علینا ولکن ایما جالب جلب علے عمود کبدہ فی الشتاء والصیف فذلک ضیف عمر فلیبع کیف شاء ولیمسک کیف شاء مالک والبغوے ان عمر بن الخطاب خطب فقال ان الاسیفع اسیفع جھینۃ رضی من دینہ وامانتہ

تو اُن سے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یا تو تم نرخ میں اضافہ کرو اور یا ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ۔ شافعیؒ قاسم بن محمد سے وہ عمرؓ سے کہ ان کا گزر... حاطب پر ہوا سوق المصلیٰ[1] میں اور ان کے سامنے دو گونیں تھیں جن میں کشمش (سوکھے ہوئے انگور) بھری ہوئی تھی تو اُن سے ان کا بھاؤ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ایک درہم میں ڈُو مُد تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے ایک قافلہ کا ذکر کیا گیا ہے جو طائف سے کشمش لے کر آرہا ہے اور وہ لوگ اعتبار کرتے ہیں تمھارے بھاؤ کا تو یا تو تم اپنے بھاؤ میں اضافہ کرو اور یا اس کشمش کو اپنے گھر میں لے رکھو پھر جس طرح چاہو بیچو۔ پھر جب عمرؓ واپس ہوتے تو انھوں نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا۔ پھر حاطب کے پاس اُن کے گھر پہنچے اور اُن سے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا وہ میری طرف سے پختہ بات نہیں اور نہ کوئی فیصلہ ہے۔ وہ صرف ایک ایسی چیز ہے جس سے میں نے اہلِ شہر کی بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ سو تم جہاں چاہو اور جس طرح چاہو بیچو۔ مالکؒ کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں احتکار نہ ہوگا (احتکار یہ ہے کہ غلّہ کو بیع سے روک رکھا جائے گرانی کے انتظار میں) اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں زیادہ مال و زر ہے وہ اللہ کے اُن رزقوں کو جو ہماری بستی پر نازل ہوتے خرید ڈالنے کا قصد کر کے ہم پر تنگی نہ ڈالیں ہاں مگر جو باہر سے مال لانے والا تکلیف کے ساتھ لاد کر لایا سردی اور گرمی میں وہ عمرؓ کا مہمان ہے وہ جس طرح چاہے بیچے اور جتنا چاہے روک رکھے۔ مالکؒ اور بغوی، کہ عمرؓ بن الخطاب نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اُسیفع (بدلے ہوئے رنگ والا) جُہینہ (قبیلہ) کا اُسیفع ہے یہ اپنے دین اور امانت سے اس پر راضی ہوگیا کہ

بِأَنْ يُقَالَ سَبَقَ الْحَاجَّ وَإِنَّهُ ادَّانَ مُعْرِضًا فَأَصْبَحَ قَدْ دِيْنَ بِهِ فَمَنْ كَانَ لَهُ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا بِالْغَدَاةِ نَقْسِمُ مَالَهُ بَيْنَ غُرَمَائِهِ وَإِيَّاكُمْ وَالدَّيْنَ فَإِنَّ أَوَّلَهُ هَمٌّ وَآخِرَهُ حَرْبٌ مَالِكٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِي رَجُلٍ أَسْلَفَ طَعَامًا عَلَى أَنْ يُعْطِيَهُ إِيَّاهُ فِي بَلَدٍ آخَرَ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقَالَ أَيْنَ الْحَمْلُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ فِي قِصَّةِ خُرُوجِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ إِلَى الْعِرَاقِ وَإِسْلَافِ (یعنی قرض دادن ۱۲) أَبِي مُوسَى (یعنی فاروق ۱۲) إِيَّاهُمَا وَاشْتِرَائِهِمَا بِذٰلِكَ الْمَالِ مَتَاعًا وَرِبْحِهِمَا فِي ذٰلِكَ الْمَالِ قَالَ عُمَرُ أَكُلَّ الْجَيْشِ أَسْلَفَهُ مِثْلَ مَا أَسْلَفَكُمَا قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ابْنَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَأَسْلَفَكُمَا أَدِّيَا الْمَالَ وَرِبْحَهُ فَأَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ فَسَكَتَ وَأَمَّا عُبَيْدُ اللّٰهِ فَقَالَ مَا يَنْبَغِي لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذَا لَوْ نَقَصَ الْمَالُ أَوْ هَلَكَ ضَمِنَّاهُ فَقَالَ أَدِّيَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ جَعَلْتَهُ قِرَاضًا فَقَالَ عُمَرُ قَدْ جَعَلْتُهُ قِرَاضًا (مضاربۃ ۱۲) فَأَخَذَ عُمَرُ رَأْسَ الْمَالِ وَنِصْفَ رِبْحِهِ

یوں کہا جائے کہ سب حاجیوں پر سبقت لے گیا اور اس نے لاپرواہی کے ساتھ بہت قرض لے ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ قرض نے اس کو دیوالیہ کردیا تو اس کے ذمہ جس جس کا قرض ہے وہ ہمارے پاس صبح کو آجائیں ہم اُس کے مال کو اُس کے قرض خواہوں پر تقسیم کرینگے۔ خبردار تم سب لوگ قرض سے بچنا اُس کا پہلا سرا فکر اور تشویش ہے اور آخر کا لڑائی۔ مالکؒ نے فرمایا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کے بارے میں جس نے دوسرے کو غلہ اس شرط پر قرض دیا تھا کہ وہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے، یہ بات عمرؓ بن الخطاب کو ناگوار ہوئی تھی فرمایا کہ ڈھونے کا حق کہاں ہے؟ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ (حضرت فاروقؓ کے صاحبزادوں) عبداللہ و عبیداللہ کی جہادِ عراق کے لئے روانگی اور ابوموسیٰ کا ان دونو کو قرض دیدینا اور ان کا اس مال سے سامان خرید کرلیتے جانا اور پھر اس مال سے نفع ہونا، اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمام لشکر کو اس نے اسی طرح قرض دیا جس طرح تمہیں دیا اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (اُس کے پیشِ نظر یہ تھا کہ یہ) امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں تو تم دونوں کو قرض دیدیا۔ تم دونوں مال کو ادا کرو اور اُس کے نفع کو بھی۔ اب عبداللہ تو خاموش رہے۔ رہے عبیداللہ تو اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ فیصلہ تو آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اگر مال گھٹ جاتا یا ہلاک ہوجاتا تو اُس کے ضامن ہم ہی ہوتے۔ آپنے فرمایا نہیں اس کو ادا کرو۔ اس پر آپ کے جلیسوں میں سے ایک نے کہا کہ اے امیر المؤمنین بہتر ہوتا اگر اس کو مضاربۃ قرار دیدیا جاتا۔ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا میں اس کو مضاربۃ قرار دیتا ہوں۔ تو عمرؓ نے رأس المال اور اس کا آدھا نفع لے لیا

وانما نصف ربح المال قال المزنی وجہ
جعل عمر نصف ربح ابنیہ للمسلمین عندی
انہما اجابا قول عمر عن طیب انفسہما البخاری
والبغوی ان عمر عامل الناس علی انہ ان
جاء عمر بالبذر من عندہ فلہ الشطر (النصف) وان
جاءوا بالبذر فلہم کذا البغوی ان الصعب
ابن جثامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا حمی الا للہ ورسولہ
قال الزہری وقد کان لعمر بن الخطاب
حمی بلغنی انہ کان یحمیہ لابل الصدقۃ
مالک والشافعی عن زید بن اسلم عن
ابیہ ان عمر بن الخطاب استعمل مولی
یقال لہ ہنی مالک عن زید بن
اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب
استعمل مولی لہ یدعی ہنیا علی
الحمی فقال یا ہنی اضمم جناحک (ای دست خود کوتاہ دار) عن
الناس واتق دعوۃ المظلوم فان
دعوۃ المظلوم مجابۃ وادخل رب
الصریمۃ ع۵ والغنیمۃ وایاک ونعم ابن
عفان وابن عوف فانہما ان
تہلک ماشیتہما یرجعا الی المدینۃ
الی زرع ونخل وان رب
الصریمۃ والغنیمۃ ان تہلک
ماشیتہ

اور اس مال کا آدھا نفع ان دونوں نے لیا۔ مزنی نے کہا کہ
حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹوں کے نفع کا نصف حصہ مسلمانوں
کے لئے قرار دیدینے کی وجہ ان دونوں کا اپنی خوشی سے حضرت
عمرؓ کے ارشاد کو قبول کر لینا ہے۔ بخاری اور بغوی، عمرؓ نے
لوگوں سے یہ معاملہ کیا تھا کہ اگر عمرؓ نے اپنے پاس سے بیج دیا تو
پیداوار کا نصف حصہ انکا ہوگا اور اگر بیج وہ خود لائے تو اُس نصف
کے وہ خود حقدار ہوں گے۔ بغوی، صعبؓ بن جثامہ نے کہا کہ
میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چراگاہ
نہیں ہے مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ زہریؒ
نے کہا اور عمرؓ بن الخطاب کی ایک چراگاہ تھی مجھے یہ خبر
پہنچی کہ وہ اس میں صدقہ کے اونٹوں کو چراتے تھے۔ مالکؒ
اور شافعیؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے عامل بنایا (چراگاہ پر) اپنے ایک آزاد کردہ کو جس کو ہُنَی
کہا جاتا تھا۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے چراگاہ پر عامل بنایا اپنے ایک آزاد کردہ کو جس
کو ہُنَی سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے اُس سے کہا کہ اے ہُنَی!
عام لوگوں سے اپنا ہاتھ کوتاہ رکھنا (یعنی درگزر کرنا اور ایذا
نہ پہنچانا) اور مظلوم کی بددُعاء سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم
کی دُعاء مقبول ہوتی ہے۔ اور اونٹوں اور بکریوں کے چھوٹے
گلّوں والے کو داخل ہونے دینا اور خبردار ابن عفان اور
ابن عوف کے چوپاؤں کو نہ آنے دینا کیونکہ وہ دونوں (اس
حیثیت کے ہیں کہ) اگر ان کا چوپایہ ہلاک ہو جائے تو وہ اپنے
کھیتوں کی طرف رجوع کرلیں گے اور اونٹ اور بکریوں کے
چھوٹے گلے والے کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس کا چوپایہ ہلاک ہو گا تو

ع۵ صرمہ کسر کے ساتھ اونٹوں کا گلہ جن کی تعداد بیس سے تیس تک ہو۔ صُریمہ اس کی تصغیر ہے ۱۲

يأتينى ببنيه فيقول يا امير المؤمنين
افتتاركهم انا لا ابا لك فالماء و
الكلاء ايسر علىّ من الذهب و
الورق وايم الله انهم ليرون ان قد
ظلمتهم انها لبلادهم ومياههم
قاتلوا عليها فى الجاهلية واسلموا
عليها فى الاسلام والذى نفسى
بيده لولا المال الذى احمل عليه
فى سبيل الله ما حميت عليهم من
بلادهم شبرا البغوى روى
ان عمر حمى السرف والربذة قلت
وجه التطبيق عند الشافعى و
الجمهور ان الحمى لمصلحة نفسه
حرام ولنعم بيت المال ولمصلحة
ضعفة المسلمين جائز وهو معنى
قوله صلى الله عليه وسلم لا
حمى الا لله ولرسوله البغوى
روى عن عمر انه اقطع و
اشترط العمارة ثلث سنين
ابو بكر عن الحكم قال عمر من ملك
ذا رحم محرم فهو حر ابو بكر عن
الزهرى قضى ابو بكر وعمر ان لم يحز
فلا شيء له يعنى الهبة ابو بكر عن
عكرمة بن خالد المخزومى ان رجلا
كاتب عبده على

وہ میرے پاس اپنی اولاد کو لے کر آجائے گا اور کہے گا کہ اے امیر
المؤمنین کیا میں ان کو چھوڑنے والا ہوں (یعنی ان کی پرورش
کو) میں تیری (یعنی تیرے حکم کی) پرواہ نہ کروں گا. تو پانی اور
گھاس میرے لئے آسان ہے ان کو سونا چاندی دینے سے (جو
مجھے ان کو دینا پڑے گا) اور خدا کی قسم یہ لوگ ضرور خیال کرتے
ہیں کہ (چراگاہ پر قبضہ کر کے میں نے ان پر ظلم کیا) درحقیقت یہ
ان کے شہر ہیں اور ان ہی کے پانی ہیں ان پر تو جاہلیت میں انھوں
نے قتال کیا ہے اور اسلام میں آکر انھوں نے ان کے بارے میں
اطاعت قبول کر لی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے اگر یہ مال نہ ہوتا جس پر میں لوگوں کو سوار کر کے
اللہ کے راستہ میں بھیجتا ہوں تو میں ان کے شہروں میں سے ایک
بالشت زمین کو بھی اپنی چراگاہ نہ بناتا. بغوی، روایت کیا گیا کہ
عمرؓ نے چراگاہ بنایا سرف اور ربذہ کو. میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ
اور جمہور کے نزدیک وجہ تطبیق یہ ہے کہ (کسی قطعہ زمین کو)
چراگاہ بنا لینا اپنی ذاتی مصلحت کے لئے حرام ہے اور بیت المال
کے جانوروں کے لئے اور ضعفاء مسلمین کی مصلحت کے لئے جائز
ہے اور یہی معنے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس
ارشاد کے کہ کوئی چراگاہ نہیں مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ
کے لئے. بغوی، روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ انھوں نے زمین
جاگیر دی اور شرط کیا کہ تین سال میں اس کو سرسبز کر دیا جائے
ابو بکر حکم سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو کسی ذی رحم محرم کا مالک
ہو گا تو وہ آزاد ہے. ابو بکر زہری سے کہ فیصلہ کیا ابو بکرؓ
و عمرؓ نے کہ اگر قبضہ نہ کیا تو اس کے (یعنی موہوب لہ کے)
لئے کچھ نہیں. مراد لیتے ہیں ہبہ سے. ابو بکر عکرمہ بن خالد المخزومی
سے کہ ایک شخص نے مکاتب کیا اپنے ایک غلام کو اس پر کہ

غلامین یصنعان مثل صناعتہ
فارتفعا الی عمر بن الخطاب فقال
ان لم یجئک بغلامین یصنعان مثل
صناعتہ فردّہ الی الرّق ابو بکر
عن انس اتانا کتاب عمر و نحن
بارض فارس ان لا تبیعوا السیوف فیہا
حلقۃ فضۃ بالدراہم ابو بکر عن
حزام بن ہشام الجراحی عن
ابیہ شہدت عمر بن الخطاب
باع ابلاً من ابل الصدقۃ فیمن
یزید ابو بکر عن مجاہد بن ابی عیاش
قال عمر اذا مررت ببستان فکل
ولا تتخذہ خبنۃ (جمع کردن در بارچہ) ابو بکر عن عبید اللہ
قال عمر من احتکر طعاماً ثم
تصدق براس مالہ و الربح لم یکفر
عنہ الشافعی ان انس بن مالک
کاتب غلاماً لہ علی نجوم الی
اجل فاراد المکاتب تعجیلہا لیعتق فامتنع
انس من قبولہا و قال
لا اخذہا الا عند محلّہا (میعادہا) فاتی
المکاتب عمر بن الخطاب فذکر
ذلک لہ فقال عمر ان
انسا یرید المیراث فامرہ

وہ ایسے دو غلام لاتے کہ وہ دونوں بھی اسی کی مانند کام کرتے ہوں۔ (جو غلام وہ لایا وہ اس جیسا کام نہ کرتے تھے اس پر) ان دونوں نے اپنا معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش کیا تو فرمایا کہ اگر یہ ایسے دو غلام تیرے پاس نہیں لایا جو اس کے کام کی مثل کام کرتے ہوں تو اس کو پھر غلامی کی طرف لوٹا دے۔ ابو بکر انس سے، ہمارے پاس عمرؓ کا خط پہنچا اور ہم سرزمین فارس میں تھے (جس میں لکھا تھا) کہ ایسی تلواروں کو نہ فروخت کرو درہموں کے بدلے میں جن میں چاندی کا حلقہ ہو۔ ابو بکر حزام بن ہشام الجراحی سے وہ اپنے باپ سے کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس موجود تھا جب انھوں نے اونٹ فروخت کیا صدقہ کے اونٹوں میں سے "من یزید" (کون زیادہ دیتا ہے) کے طور پر (یعنی نیلام کیا)۔ ابو بکر مجاہد بن ابی عیاش سے، کہا عمرؓ نے جب تو کسی باغ سے گزرے تو پھل کھالے اور گٹھڑی باندھ کر نہ لا۔ ابو بکر عبید اللہ سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جس نے مہنگا بیچنے کے لئے غلہ روکا پھر اس نے اصل مال اور نفع سب صدقہ کر دیا (اس پر بھی) اس (فعل بد) کی مکافات نہ ہوگی۔ شافعیؒ، کہ انسؓ بن مالک نے اپنے ایک غلام کو مکاتب کیا ستاروں کے حساب سے ایک مدت معینہ کی شرط پر (کہ بالاقساط ادائگی رقم معینہ کرتا رہے) پھر ارادہ کیا مکاتب نے اس کو جلد ادا کرنے کا تاکہ وہ آزاد ہو جائے اور انسؓ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نہیں لوں گا مگر اس موقع پر۔ تو مکاتب نے عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچ کر ان سے واقعہ بیان کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ انسؓ ارادہ کر رہا ہے میراث کا۔ تو اس کو حکم دیا کہ وہ مقررہ

ع یعنی اس لئے وہ پوری رقم ایک مرتبہ نہیں لیتا کہ وہ جانتا ہے کہ طول عہد لگائے کہ تو مر جائے تو وہ وارث بنکر تمام اندوختہ وصول کر سکے ۱۲ مترجم

فأخذ له منه وأعتقه ذكره البيهقي في باب
إذا أتاه بحقه قبل محله ولا ضرر عليه في
أخذه. البيهقي عن أبي العوام البصري
كتب عمر إلى أبي موسى الأشعري والصلح
جائز بين المسلمين إلا صلحا أحل حراما
أو حرم حلالا. الشافعي أن عمر بن الخطاب
أعطى مال يتيم مضاربة. البيهقي عن ابن
عمر أن عمر بن الخطاب قال أيما رجل
أكرى كراء فجاوز صاحبه ذا الحليفة
فقد وجب كراؤه ولا ضمان عليه. قال
البيهقي يريد بقبضه ما اكترى
فيكون عليه الكراء حالا ولا ضمان
عليه فيما اكترى إذا لم يتعد. مالك
والشافعي عن ابن عمر أن عمر بن
الخطاب قال من أحيى أرضا ميتة
فهي له. مالك والشافعي أن الضحاك
ابن خليفة ساق خليجا له من العريض
فأراد أن يمر به في أرض محمد بن
مسلمة فأبى فكلم فيه الضحاك
عمر بن الخطاب فدعا عمر ابن مسلمة
فأمره أن يخلي سبيله فقال محمد
ابن مسلمة لا فقال لم تمنع أخاك
ما ينفعه وهو لك نافع تشرب
منه أولا وآخرا ولا يضرك
فقال محمد

مال لے آئے)، وہ مال اُس سے لے کر اُس کو آزاد کر دیا، اس کو ذکر کیا بیہقی نے باب اذا آتاہ بحقہ الخ میں (یعنی جب مکاتب اُس کا پورا حق ادا کر دے اُس کا مقرر کردہ موقع آنے سے پہلے اور اُس کے لینے میں اُس کا نقصان نہ ہو")۔ بیہقی ابی العوام بصری سے کہ عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا اور صلح کرانا جائز ہے مسلمانوں کے درمیان بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام بنائے۔ شافعیؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے یتیم کا مال مضاربت پر دیا (یعنی ساجھے کی تجارت میں)۔ بیہقی، مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی سواری کا جانور کرایہ پر دیا اور اُس کا صاحب (یعنی کرایہ دار) ذو الحلیفہ سے گزر گیا تو اُس کا کرایہ واجب ہو گیا اور اُس پر کوئی ضمان نہیں۔ بیہقی نے کہا کہ جس چیز کو کرایہ پر لیا اس پر قبضہ کرنا مراد ہے تو اس پر کرایہ فوراً ہی واجب ہو جاتے گا اور اُس (مالک) پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اُس رقم کے متعلق جو کرایہ کی مقرر ہوئی ہے جب کہ وہ (پورا فاصلہ) طے نہ کرے۔ مالک اور شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ جس نے زندہ کیا مُردہ زمین کو تو وہ اُسی کی ہو گئی۔ مالک اور شافعیؒ، کہ ضحاک بن خلیفہ نے عُرَیض سے پانی کا ایک نالا نکالا اور ارادہ کیا کہ محمد ابن مسلمہ کی زمین سے گزار کر لے جائے محمدؓ نے انکار کر دیا تو اس کے بارے میں ضحاک نے عمرؓ بن الخطاب سے گفتگو کی تو عمرؓ نے ابن مسلمہ کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اس کا راستہ چھوڑ دے تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ نہیں تو عمرؓ نے کہا کہ تو کیوں اپنے بھائی کو اُس کام سے روکتا ہے جو اس کو نفع پہنچائیگا حالانکہ وہ تیرے لئے بھی نافع ہے تو اس سے پانی پیتے گا اول بھی اور آخر بھی اور وہ تجھے نقصان نہیں پہنچاتا۔ پھر محمد نے

لا فقال عمر واللہ لیمرّنّ بہ ولو علی بطنک الشافعی عن ابن عمر انّ عمر قال یارسول اللہ انّی اصبت من خیبر مالاً لم اُصِبْ مالاً قطّ اعجب الیّ او اعظم عندی منہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت حبّست اصلہا وسبّلت ثمرہ فتصدّق بہ عمر انّہ لایُباع اصلہا ولا یوہب ولا یورث وتصدّق بہا فی الفقراء وفی القربیٰ فی سبیل اللہ وابن السبیل والضیف لاجناح علی من ولیہا ان یاکل منہا بالمعروف او یُطعم صدیقہ غیر متموّل فیہ وفی روایۃ غیر متأثّل مالاً مالک والشافعی عن مروان بن الحکم ان عمر ابن الخطاب قال من وہب ہبۃ لصلۃ رحم او علی وجہ صدقۃ فانّہ لایرجع فیہا ومن وہب ہبۃ یُرٰی انّہ انّما اراد الثواب فہو علی ہبتہ یرجع عنہا ان لم یرض فیہا مالک والشافعی عن معٰویۃ بن عبداللہ بن بدر الجہنی ان اباہ اخبرہ انّہ نزل منزل قومٍ بطریق الشام فوجد صُرّۃً فیہا ثمانون دینارًا فذکر ذلک لعمر بن الخطاب فقال عرّفہا علی ابواب المساجد واذکرہا لمن یقدم من الشام

کہا کہ نہیں تو عمرؓ نے کہا کہ واللہ وہ ضرور اس کو گزارے گا چاہے تیرے پیٹ کے اُوپر سے گزارے۔ شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ نے کہا یارسول اللہؐ مجھے خیبر سے ایسا مال حاصل ہوا کہ اتنا پسندیدہ یا جو میرے نزدیک ایسا اعلیٰ ہو کبھی نہیں ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اُس کی اصل کو اپنی مِلک میں رکھو اور اُس کے پھل کو فی سبیل اللہ کر دو تو اس کو عمرؓ نے صدقہ کر دیا اس شرط کے ساتھ کہ وہ درخت نہ فروخت کئے جائیں اور نہ ہبہ کئے جائیں اور نہ وراثت میں محسوب ہوں اور فقراء میں اور قریبی رشتہ داروں میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں میں اور مہمانوں میں (اس کا پھل) تقسیم ہوتا رہے اور جو اس کا متولی بنے اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اس میں سے مناسب طور پر کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے بغیر اس کے کہ اس سے دولتمند بنے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بغیر اس کے کہ مال جمع کرنے والا بنے۔ مالکؒ اور شافعیؒ مروان بن الحکم سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس نے کچھ ہبہ کیا صلہ رحمی (حق قرابت) کی وجہ سے یا بطور صدقہ تو اُس سے رجوع کا حق نہیں رکھتا اور جس نے کوئی چیز ہبہ کی یہ دیکھتے ہوئے کہ اُس نے صرف ثواب کا ارادہ کیا تو وہ اپنے ہبہ پر (مختار) رہے گا، اگر وہ اس سے خوش نہ ہو تو رجوع کر سکتا ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ معاویہ بن عبداللہ بن بدر الجہنی سے کہ اس کے باپ نے اُس کو خبر دی کہ وہ ایسے مقام پر اُترے جہاں (سفر میں) شام کے راستہ میں لوگ اُترتے ہیں وہاں اُس نے ایک تھیلی پائی جس میں اَسّی دینار تھے تو اس کا ذکر عمرؓ بن الخطاب سے کیا تو فرمایا کہ مساجد کے دروازوں پر اس کی تعریف کرو (یعنی کیفیت بیان کرو) اور جو لوگ شام سے آئیں اُن سے اس کا ذکر کرو

سَنَةً فاذا مضت السنة فشانک بها زَادَ فی روایة فان عرفت فذلک والّا فهی لک وانّ رسول الله صلی الله علیه وسلّم امرنا بذلک مالک عن ابن شهاب کانت ضوال الابل فی زمان عمر بن الخطّاب ابلاً مؤبّلة تناتج لا یمسّها احد حتّی اذا کان زمان عثمان ابن عفان امر بمعرفتها وتعریفها فاذا جآء صاحبها اعطی ثمنها مالک والشافعی عن ابن شهاب عن سُنین ابی جمیلة رجل من بنی سلیم انّه وجد منبوذًا فی زمان عمر بن الخطاب فجآء به عمر بن الخطاب فقال ما حملک علی اخذ هذه النسمة قال وجدتها ضائعة فاخذتها فقال له عریفه یا امیر المؤمنین انّه رجل صالح قال کذلک قال نعم قال عمر اذهب فهو حرّ ولک ولاءه وعلینا نفقته یعنی لک ولاءه ای نصرته والقیام بحفظه

کتاب النکاح

ابو بکر عن طاؤس قال عمر لرجل ما یمنعک من النکاح الّا عجز او فجور ابو بکر عن ابراهیم بن محمّد بن المنتشر قال عمر ابتغوا الغنی فی البآءة الشافعی بلغنا

ایک سال تک۔ پھر جب سال گزر جائے تو اس پر تمہیں اختیار ہے اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر وہ پہچان لی جائے تو فبہا ورنہ پھر وہ تمہاری ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بھٹکتے ہوتے پھرنے والے اونٹ دودھ اور نسل کے لئے رُکے رہتے تھے ان سے بچے لئے جاتے تھے اور ان کو (کام لینے کے لئے) کوئی نہیں چھوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب عثمانؓ بن عفان کا زمانہ آیا انھوں نے ان کی معرفت اور تعریف کا حکم دیا (کہ ان کے حلیہ رنگ وغیرہ کا اعلان کیا جائے) تو جب اُن کا مالک آجاتا تو اُس کو دیدیے جاتے مالکؒ اور شافعیؒ ابن شہاب سے وہ روایت کرتے ہیں سُنین ابی جمیلہ سے جو بنی سلیم میں کا ایک شخص تھا کہ اُس نے ایک پڑا ہوا بچہ پایا عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں تو وہ اس کو عمرؓ ابن الخطاب کے پاس لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں کس بات نے آمادہ کیا اس جان کے لے لینے پر اُس نے کہا کہ میں نے اس کو اس حالت میں پایا کہ یہ ضائع ہونے والا تھا اس لئے اس کو اُٹھا لایا۔ اُس کے میر محلّہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ مرد صالح ہے۔ فرمایا کیا واقعی ایسا ہی ہے اُس نے کہا ہاں تو عمرؓ نے کہا جاؤ یہ آزاد ہے اور تجھ کو اس کی ولایت حاصل رہے گی اور ہمارے ذمہ اس کا خرچ ہے۔ تیرے لئے اس کی ولایت سے یہ مراد ہے کہ اس کی مدد اور اس کی حفاظت کرتے رہنا۔

کتاب النکاح

ابو بکر طاؤس سے کہ عمرؓ نے ایک شخص سے کہا کہ نکاح سے کوئی چیز تجھے نہیں روکتی بجز عجز (نامردی) یا بدکاری کے۔ ابو بکر ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے کہ عمرؓ نے کہا کہ دولتمندی کو تلاش کرو نکاح میں۔ شافعیؒ کو یہ بات پہنچی کہ

ان عمر بن الخطاب قال ما رأیت مثل
من ترک النکاح بعد ہذہ الآیۃ
اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِہِمُ اللّٰہُ مِنْ
فَضْلِہٖ ۔ ابو بکر عن ہشام عن ابیہ
قال عمر لا تکرہوا فتیاتکم علی
الدمیم (القبیح) من الرجال فانہن یحببن
من ذلک ما تحبون ۔ ابو بکر عن
عاصم قال عمر بن الخطاب علیکم
بالابکار من النساء فانہن اعذب
افواہا (لطیب النکہۃ ۱۲) و افتح ارحاما (لقبول الحمل ۱۲) و ارضی
بالیسیر ۔ ابو بکر عن محمد بن سیرین
قال عمر بن الخطاب ما بقی
من اخلاق الجاہلیۃ شیء الا
انی لست ابالی ای النساء نکحت
و ایہم انکحت ۔ ابو بکر عن ابراہیم
ابن محمد بن طلحۃ قال عمر لامنعن فروج
ذوات الاحساب من النساء الا من
الاکفاء ۔ قلت وجہ التطبیق ان الکفاءۃ
حق الزوجۃ و ولیہا لئلا یلزمہما
العار فان اسقطا حقہما لرعایۃ
مصلحۃ دینیۃ فذلک محبوب مندوب
الیہ ۔ ابو بکر عن عبد الرحمن بن
معبد ان عمر رد نکاح امرأۃ
نکحت بغیر اذن ولیہا ۔ ابو بکر عن
طاؤس عن عمر قال لا نکاح الا

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کی مثل نہیں دیکھا
جس نے اس آیت کے بعد نکاح کو ترک کیا اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ الخ
(۲۴: ۳۲) اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل
سے ان کو مالدار کردے گا“ ابو بکر ہشام سے وہ اپنے باپ سے
کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نوجوان لڑکیوں کو حقیر مَردوں سے نکاح
پر مجبور نہ کرو کیونکہ وہ بھی محبوب رکھتی ہیں اس بارے میں
اُس چیز کو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔ ابو بکر عاصم سے کہا عمرؓ
ابن الخطاب نے کہ کنواری عورتوں سے نکاح کو ترجیح دو کہ ان کے
مُنہ شیریں ہوتے ہیں (یعنی اچھی خوشبو والے) اور رحم کھلے
ہوئے ہوتے ہیں (حمل قبول کرنے کے لئے) اور تھوڑے سے
پر بہت راضی ہونے والی ہوتی ہیں۔ ابو بکر محمد بن سیرین سے
کہ کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جاہلیت کے اخلاق میں سے (مجھ
میں) کوئی بات باقی نہیں رہی بجز اس کے کہ میں پروا نہیں
کرتا کہ کس قسم کی عورت سے مَیں نے نکاح کیا اور کس قسم کے
مرد کا نکاح کرایا۔ ابو بکر ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا عمرؓ نے
کہ مَیں ضرور حسب والی (خاندانی) عورتوں کی شرمگاہوں کو
روکوں گا مگر اکفاء (برابر کے خاندان والے لوگوں) سے۔
مَیں کہتا ہوں کہ (اس میں اور پچھلی حدیث میں) وجہ تطبیق
یہ ہے کہ کفاءۃ (یعنی برابر کے خاندان کا ہونا) زوجہ کا اور
اس کے ولی کا حق ہے تاکہ ان دونوں کو عار نہ لاحق ہو۔ پھر
اگر ان دونوں نے کسی مصلحتِ دینیہ کی رعایت سے اپنے
حق کو ساقط کردیا تو یہ محبوب اور پسندیدہ بات ہوگی۔ ابو بکر
عبدالرحمٰن بن معبد سے کہ عمرؓ نے ایک ایسی عورت کا نکاح رد
کردیا جس نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا تھا۔ ابو بکر
طاؤس سے وہ عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ نکاح نہیں ہوتا مگر

بو لیٍّ ۔ ابو بکر عن عمرو بن ابی سفیان قالَ
عمر لا تُنکحَ المرأۃ الّا باذنِ ولیّہا و
ان نکحت عشرۃً او باذنِ سُلطانٍ ۔ ابو بکر
عن طاؤس اُتیَ عمر بامرأۃٍ قد حملتْ
فقالت تزوّجنی فلانٌ فقالَ انّی تزوجتُہا
بشہادۃٍ من اُمّی واُختی ففرّق بینہما و
درأ عنہما الحدّ وقال لا نکاح الّا بولیٍّ
ابو بکر عن عکرمۃ بن خالد جمعتِ الطریقُ
رکباً فجعلتْ امرأۃٌ منہم ثیّبٌ امرہا
الیٰ رجلٍ من القوم غیر ولیّہا
فانکحہا رجلاً فجلدَ عمر النّاکحَ و
المُنکِح ففرّق بینہما ابو بکر عن
بکر تزوّجتْ امرأۃٌ بغیر ولیٍّ و
لا بیّنۃٍ فکتب الیٰ عمر فکتبَ ان
تُجلدَ مائۃً وکتبَ الی الامصارِ ایّ امرأۃٍ
تزوّجتْ بغیر ولیٍّ فہی بمنزلۃِ الزّانیۃ
ابو بکر عن ابراہیم قال عمر تُستأمرُ
الیتیمۃُ فی نفسہا فرضاہا ان تسکت
مالکؒ والشافعیؒ عن المسیّب
قالَ عمر بن الخطاب لا یُنکح
المرأۃ الّا باذنِ ولیّہا او ذی
الرّأیِ من اہلہا او السّلطانِ
مالکؒ والشافعیؒ عن ابی الزّبیر ان
عمر اُتیَ بنکاحٍ لم یُشہدْ علیہ
الّا رجلٌ وامرأۃٌ

ولی کی رضا سے۔ ابو بکر عمرو بن ابی سفیان سے کہ عمرؓ نے کہا کہ
عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اس کے ولی کی اجازت سے اگرچہ
وہ دسں نکاح کر چکی ہو یا سلطان کی اجازت سے۔ ابو بکر
طاؤس سے کہ عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو حاملہ تھی
اُس نے کہا مجھ سے نکاح کیا فلاں نے پھر مرد نے کہا کہ میں نے
اس عورت سے نکاح کیا اپنی ماں اور بہن کی شہادت پر تو آپ
نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور اُن پر حدِ زنا جاری
نہیں کی اور فرمایا کہ نکاح بغیر ولی نہیں ہوتا۔ ابو بکر عکرمہ بن
خالد سے کہ شتر سواروں سے راستہ بھر گیا تھا اُن میں سے
ایک بیوہ عورت نے اپنا معاملہ (نکاح) قوم میں کے ایک شخص
کے ساتھ متعلق کر دیا جو اس کا ولی نہیں تھا (یعنی اس کو اختیار
دیدیا) اُس نے اُس کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا۔ تو عمرؓ
نے نکاح کرنے والے اور نکاح کرانے والے کے کوڑے مارے
اور دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ ابو بکر راوی ہیں بکر سے
کہ ایک عورت نے نکاح کر لیا بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے۔
یہ واقعہ عمرؓ کو لکھ کر بھیجا گیا تو اُنھوں نے لکھا کہ اُس کے
سو کوڑے مارے جائیں اور شہروں میں لکھ کر بھیجا کہ جو عورت
بغیر ولی کے نکاح کرے تو وہ بمنزلہ زانیہ کے ہے۔ ابو بکر ابراہیم
سے کہ عمرؓ نے کہا کہ یتیم لڑکی سے اُس کی ذات کے بارے میں
اجازت طلب کیجائے تو اُس کی رضامندی یہ ہے کہ وہ سکوت
کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ مسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
فرمایا کہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اُس کے ولی یا اُس کے
اہل میں سے کسی صاحبِ رائے یا بادشاہ کی اجازت سے۔ مالکؒ
اور شافعیؒ ابو الزبیر سے کہ عمرؓ کے سامنے ایک نکاح کا واقعہ
ذکر کیا گیا جس پر کوئی گواہ نہ تھا بجز ایک مرد اور ایک عورت کے

فقالَ ہٰذا نکاحُ السِرّ و لا اُجیزہ و لو تقدّمتُ فیہ لرجمتُ الشافعی عن الحسن و سعید بن المسیّب ان عمر قالَ لانکاحَ اِلاّ بوَلیٍّ و شاہدَی عدلٍ قال الشافعی و الذی رویٰ حجاج بن ارطاۃ عن عطاء عن عمر انّہ اجاز شہادۃَ النسآءِ مع الرجل فی النکاحِ مُنقَطِعٌ و الحجّاج لا یُحتَجُّ بہ الشافعی و احمد بن حنبل فی خُطبَۃِ عُمر بالجابیۃ قولُہ ولا یَخلُوَنَّ الرجلُ بامرآۃٍ فانّ الشیطان ثالثہما ابو بکر عن حمید ابن عبدالرحمٰن قال عمر اَلا لا یلجُ رجلٌ علی امرآۃٍ اِلاّ وہی ذات محرم منہ قیلَ حَمُوہا قال حَمُوہا الموتُ البیہقی رُوِینا عن عمر بن الخطاب کتب الی ابی عُبیدۃ بن الجراح امابعد فانہ بلغنی انّ النسآءَ المسلماتِ یدخُلن الحمّاماتِ و معہنّ نسآءِ اہل الکتاب فامنَع ذٰلک و حُل دونَہ و فی روایۃٍ فانہ لایَحِلُّ لامرآۃٍ تؤمن باللّٰہِ و الیوم الآخر اَن تنظر الی عورتہا اِلاّ اہلُ مِلّتہا ابو بکر عن سعید بن المسیّب قالَ عمر ایّما عبدٍ نکحَ حرّۃً فقد اَعتَق نصفَہ و ایّما حرٍّ نکحَ امۃً فقد اَرَقَّ نصفَہ ابو بکر عن عمر انہ نہیٰ ان یتزوّج العربیُّ الاَمَۃَ　ابو بکر

تو فرمایا کہ یہ پوشیدہ نکاح ہے اور میں اس کو جائز نہیں قرار دیتا ہوں اور اگر یہ میرے سامنے پیش آتا تو میں ضرور رجم کر دیتا۔ شافعیؒ حسن سے اور سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نکاح نہیں ہوتا بغیر ولی اور دو شاہد عدل کے۔ کہا شافعیؒ نے اور وہ روایت جو عطاء سے کی ہے حجاج بن ارطاۃ نے کہ عمرؓ نے نکاح کے بارے میں عورتوں کی شہادت کو مرد کے ساتھ جائز رکھا ہے منقطع ہے اور حجاج ایسا شخص ہے جس کی روایت حجت نہیں ہے۔ شافعی اور احمد بن حنبلؒ نے عمرؓ کے خطبہ میں جو جابیہ میں دیا تھا اُن کا یہ قول روایت کیا ہے اور کوئی شخص ہرگز خلوت نہ کرے کسی غیر عورت کے ساتھ کہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ ابو بکر حمید بن عبدالرحمٰن سے کہا عمرؓ نے کہ خبردار کوئی مرد کسی عورت کے پاس نہ داخل ہو مگر اس صورت میں کہ وہ اس کی محرم ہو۔ کہا گیا کہ دیور (اور جیٹھ) بھی، کہا کہ دیور موت ہے۔ بیہقی، ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ انہوں نے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو لکھا امّا بعد مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ مسلمان عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں اور اُن کے ساتھ اہل کتاب کی عورتیں ہوتی ہیں تو اس کو منع کر دو اور تم اس میں روک بن جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ اس کے ستر کو کوئی عورت دیکھے بجز اس عورت کے جو اس کی ہم مذہب ہو۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جس غلام نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا اُس کا نصف آزاد ہو گیا اور جس آزاد نے باندی سے نکاح کر لیا اُسکا نصف غلام ہو گیا۔ ابو بکر عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے منع کیا اس سے کہ کوئی عرب باشندہ باندی سے نکاح کرے۔ ابو بکر

عن شقیق تزوّج حُذَیفۃُ یہودیۃً فکتبَ الیہ عمر اَنْ خَلِّ سبیلَہا فکتبَ الیہ ان کانت حراماً خلّیتُ سبیلَہا فکتبَ الیہ انّی لا اَزْعَمُ انّہا حرام و لٰکنّی اَخافُ اَن یتغاظوا (بخشم آورند ازواج ۱۲) المؤمنات منہنّ. اَبو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن حُذَیفۃَ بن الیمان انّہ تزوّجَ یہودیّۃً بالمدائن فکتبَ الیہ عمر بن الخطاب اَنْ خَلِّ سبیلَہا فکتبَ الیہ اَحرامٌ ہی یا امیر المومنین فکتبَ الیہ اَعْزِمُ علیکَ ان لاتضعَ کتابی حتّٰی تخلّیَ سبیلَہا فانّی اخاف اَن یقتدِیَ بک المسلمونَ فیختاروا نسآءَ اہلِ الذمّۃ لجمالہنّ وکفٰی بذلک فتنۃً لنسآءِ المسلمین. اَبو بکر عن عبید اللّٰہ ابن عبد اللّٰہ عن اَبیہ سُئِل عمر عن جمعِ الاُمّ وابنتہا من مِلکِ الیمین فقال (الوطی) لا اُحبُّ ان اُجیزہما جمیعاً. اَبو بکر عن ابی نضرۃ جآءَ رجلٌ الٰی عُمَر فقالَ اِنّ لی ولیدۃً (جاریہ ۱۲) وابنتَہا و انہما (ای) قد اَعجبَتانی افاَطأُہما قالَ آیۃٌ (ای او ما ملکت ۱۲) اَحلّت وآیۃٌ حرّمت (ان تجمعوا ۱۲)

شقیق سے، حُذیفہ رضؓ نے نکاح کیا ایک یہودی عورت سے تو ان کو عمر رضؓ نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو۔ تو حذیفہ رضؓ نے اُن کو لکھا کہ اگر حرام ہو تو میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ پھر عمر رضؓ نے ان کو لکھا کہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ حرام ہے لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ (ازواج) مؤمنات کو اپنے (جمال کی وجہ) سے غصّہ دلائیں گی (جس سے وہ تکلیف میں مبتلا ہوں گی)۔ ابو حنیفہ رحؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حذیفہ بن الیمان سے کہ اُنھوں نے مدائن میں ایک یہودیہ سے نکاح کرلیا۔ تو ان کو عمر رضؓ بن الخطاب نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو تو اُنھوں نے لکھا کہ کیا وہ حرام ہے اے امیر المؤمنین تو عمر رضؓ نے پھر اُن کو لکھا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ یہ میرا خط نیچے رکھنے سے پہلے اُس کو چھوڑ دو۔ ..... کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مسلمان تمھاری اقتدار کرینگے اور وہ اہلِ ذمہ کی عورتوں کو اُن کے جمال کی وجہ سے اختیار کرنے لگیں گے اور یہ بات مسلمان عورتوں کے مُبتلاءِ فتنہ ہونے کے لئے کافی ہے۔ ابو بکر عبید اللہ ابن عبد اللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمر رضؓ سے سوال کیا گیا ماں اور اُس کی بیٹی کو جو مِلک یمین میں ہوں (یعنی دونوں کسی کی باندیاں ہوں) جمع کرنے کے بارے میں (یعنی دونوں سے مجامعت کرسکتا ہے یا نہیں) تو فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی اجازت دوں۔ ابو بکر ابو نضرہ سے کہ ایک شخص عمر رضؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میری مِلک میں ایک جاریہ ہے اور اُس کی بیٹی ہے اور وہ دونوں مجھے بہت پسند ہیں تو کیا میں دونوں سے جماع کرسکتا ہوں؟ تو فرمایا کہ ایک آیت (یعنی او ما ملکت اَیمانکم) تو حلال کرتی ہے، اور ایک آیت (اَن تجمعوا الخ) حرام کرتی ہے۔

اَمّا اَنا فلم اَکُنْ اَقْرب ہٰذا قلتُ نازعَ البغوی
فی ذٰلکَ فقالَ قولہ واَن تجمعوا اخصُّ
فے ہٰذا الحکم من قولہ او ما ملکت ایمانکم لاَنَّ
الآیۃ الاُولٰی فی بیان مَا حَرَّمَ علینا و
قولہ او ما ملکت ایمانکم فے الامر بحسن الاستمارِ
ومثل ذٰلک لایعمّ والاوجہ عندی ان قولہ
تعالٰی وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ فی سیاقِ
المنکوحاتِ انما اُرید بہ الجمعُ بالنکاحِ لاَنّہ
معلومٌ اَن الجمع فی البیتِ والجمعَ فے
الملک من غیر وطیٍٔ لیس بمحرّمٍ فلابُدَّ
للجمع المنہی عنہ من محلٍّ وما ہو الاَّ النکاح
فی سیاقِ الآیۃ وقولہ تعالٰی وَالَّذِیْنَ
ہُمْ لِفُرُوْجِہِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِہِمْ
اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ فے بیان ما اَحلَّ اللّٰہ
فکانَ عمر بن الخطّاب اراد اَنَّ آیۃ و
اَن تجمعوا حَرَّمت من طریق القیاس
الجلیّ الاماءَ علے المنکوحاتِ وقولہٗ
والّذِین ہم لفروجہم حافظون اَحلَّت
من جہۃ العموم واللّٰہ اعلم ابو بکر
عن عبد الرحمٰن بن غنم عن عمر قالَ
لہا شرطہا قال رجل اذا تطلّقتنا
فقالَ عمر ان مقاطع الحقوقِ عند
الشروط البیہقی

میرا اپنا حال یہ ہے کہ میں ایسے کام کے قریب بھی جانے والا
نہ ہوں گا (جس میں مظنّہ حرام موجود ہو)۔ میں کہتا ہوں کہ
بغوی نے اس میں نزاع کیا ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَاَنْ
تَجْمَعُوْا اس حکم میں اخص ہے ارشاد او ما ملکت ایمانکم
سے کیونکہ پہلی آیت اُس کے بیان میں ہے جس کو اللہ نے ہم
پر حرام کیا ہے اور ارشاد او ما ملکت ایمانکو خوبی کے ساتھ
حکم قبول کرنے کے بارے میں ہے[ع] اور اس جیسی بات میں عموم
نہیں ہوا کرتا۔ اور میرے نزدیک یہ بات ہے کہ ارشادِ حق تعو
واَنْ تجمعوا بین الاُختین منکوحات کے سیاق میں ہے اور
اس سے مراد لیا گیا ہے نکاح سے جمع کرنا اس لئے کہ یہ بات
واضح ہے کہ گھر میں جمع کرنا یا مِلک میں جمع کرنا بغیر مجامعت
حرام نہیں ہے تو ضروری ہے کہ جمع سے مراد وہ جمع ہو جو منہی عنہ
ہو ایک خاص موقع سے اور وہ نکاح کے سوا سیاق آیت
میں اور کوئی موقع نہیں۔ اور ارشاد حق جل شانہ والّذین ھم
لفروجھو حٰفظون اِلّا علےٰ ازواجھو او ما ملکتْ ایمانھم
اُن کے بیان میں ہے جن کو اللہ نے حلال کیا ہے۔ تو عمرؓ بن
الخطاب کی مُراد یہ تھی کہ آیت وَاَنْ تَجْمَعُوْا نے منکوحات پر
قیاس جلی کے ساتھ باندیوں کو بھی حرام کردیا اور ارشاد وَ
الّذین ھو لفروجھو حٰفظون نے عموم کی جہت سے حلال کیا
ہے، واللہ اعلم۔ ابو بکر عبدالرحمٰن بن غنم سے وہ عمرؓ سے کہ فرمایا
کہ اُس (عورت) کے لئے اُس کی شرط (کا حق) ہے۔ مرد
نے کہا کہ جب ہم دونوں بخندہ پیشانی ملتے ہوں تو عمرؓ نے
کہا کہ شروط کے سامنے حقوق قطع ہو جاتے ہیں۔ بیہقی، ہم نے

[ع] یہ آیت مومنین کے اس وصف کے بیان میں نازل ہوتی ہے کہ وہ نکاح کے بارے میں اللہ کے حکم سے کہ کن سے نکاح کرنا چاہیئے اور کن سے نہ کرنا چاہیئے تجاوز نہیں کرتے اور یہ دو بہنوں کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی (چہ جائیکہ ماں اور بیٹی کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت کرے) ۱۲ واضح رہے کہ

یہاں دو آیتوں میں خلط ملط ہو گیا ہے۔ ایک آیت سورۃ نساء کی ہے جسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ اور ایک اور آیت ہے سورۃ المومنون کی، اسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ دونوں کا مضمون الگ الگ ہے۔

رُوِّينا عن عمر بن الخطاب في رجلٍ تزوّج امرأةً وشرط لها أن لا يخرجها قالَ فوضع عنه الشرطَ وقالَ المرأةُ مع زوجها أبو بكر عن زيد بن وهب كتب الينا عمر أن الأعرابي لاينكح المهاجرةَ حتى يخرجها من دار الهجرة قلتُ ذهب الأوزاعي واحمد واسحٰق الى الأول فاذا اراد أن يخرجها امر بالطلاق وابو حنيفة والشافعي الى الثاني والاوّلُ اوثق من حديث عمر الشافعي عن عبد الله ابن عتبةَ عن عمر بن الخطاب انه قالَ ينكح العبد امرأتين ويطلّق تطليقتين وتعتدّ الأمةُ حيضتين فان لم تكن تحيض فشهرين او شهرًا ونصفًا ابو بكر عن الحكم أجمع اصحابُ رسول الله صلى الله عليه وسلم على ان المملوكَ لايجمع من النسآء فوق اثنتين مالك والشافعي عن سعيد بن المسيّب وعن سليمان بن يسار أن طليحةَ الاسديةَ كانتْ تحت رشيد الثقفيّ فطلّقها فنكحتْ في عدّتها فضربها عمر بن الخطّاب وضربَ زوجها بالمخفقة ضرباتٍ وفرّق بينهما ثم قالَ عمر بن الخطاب ايّما امرأةٍ نكحتْ في عدّتها فان كانَ زوجها الّذي تزوّجها لم يدخل بها فرّق بينهما ثم اعتدّت بقيّةَ عدّتها من زوجها الاوّل ثم كانَ الآخر

روایت کیا گیا ہے عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں کہ جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے یہ شرط منظور کر لی کہ اس کو (شہر سے) باہر نہیں لے جائے گا۔ کہا کہ عمرؓ نے اس سے یہ شرط ہٹا دی اور فرمایا کہ عورت شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ ابو بکر زید بن وہبؒ سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھا کہ اعرابی (یعنی دیہات کا مرد) کسی مہاجر عورت سے نکاح نہ کرے کہ اس کو دار الہجرت سے نکال لیجاتے۔ میں کہتا ہوں کہ اوزاعیؒ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ پہلے قول کی طرف گئے ہیں تو جب ارادہ کرے گا اس کو نکال لے جانے کا تو طلاق کا حکم دیا جائے گا، اور ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ دوسرے قول کی طرف۔ اور حدیث عمرؓ میں سے پہلا قول زیادہ قابلِ وثوق ہے۔ شافعیؒ عبد اللہ بن عتبہ سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ انہوں نے فرمایا کہ غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور دو طلاق دے سکتا ہے اور باندی عدّت گزارے گی دو حیض۔ پھر اگر اس کو حیض نہیں آتا تو دو مہینے یا ڈیڑھ مہینہ۔ ابو بکر حکم سے، اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ مملوک (غلام) دو سے زیادہ عورتوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیبؒ سے اور سلیمان بن یسار سے کہ طلیحہ اسدیہ رشید ثقفی کے نکاح میں تھی۔ اس نے اس کو طلاق دیدی تو اس نے اپنی عدّت میں نکاح کر لیا تو اس کے اور اس کے شوہر کے عمرؓ ابن الخطاب نے کئی دُرّے مارے اور دونوں میں تفریق کر دی۔ پھر کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جو عورت اپنی عدّت میں نکاح کر لے تو اگر اس کا شوہر جس سے اس نے نکاح کیا ہے اس کے پاس نہیں گیا تو دونوں میں تفریق کر دی جاتے پھر وہ اپنی بقیہ عدّت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی۔ پھر دوسرا شوہر اپنا

خاطباً من الخطاب وان كان دخل بها فرّق بينهما ثم اعتدت بقية عدتها من زوجها الاول ثم اعتدت من الآخر ثم لا يجتمعان ابداً او قال سعيد بن المسيب لها مهرها بما استحل منها قال البيهقي قال الشافعي في القديم لا يجتمعان ابداً ثم رجع وذكر الثوري في جامعه ان عمر رجع عن ذلك مالك عن ابي الزبير المكي ان رجلاً خطب الى رجل اخته فذكر انها قد كانت احدثت (اذنبت) فبلغ ذلك عمر ابن الخطاب فضربه او كاد يضربه ثم قال مالك وللخبر ابو بكر عن طارق بن شهاب ان رجلاً زوج ابنته فقالت اخشى ان افضحك اني قد بغيت (زنيت) فاتت عمر فقال أليس قد تابت قال نعم قال فتزوجها قلت تمسك به من قال بجواز نكاح الزانية وفيه نظر لانه يحتمل ان لا يكون زناها معلوما بالبينة ولا رآها الزوج على تلك الحالة فهذه حالة عمياء والاصل هو استصحاب البراءة

رشتہ بھیجنے والا ہو گا رشتہ بھیجنے والوں میں سے۔ اور اگر وہ اُس کے پاس جا چکا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے پھر عورت اُس بقیہ عدت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی پھر دوسرے کی عدت گزارے آئندہ یہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کہا سعید بن المسیب نے کہ عورت کو اپنے مہر کا حق ہے اُس کام کی وجہ سے جس کو مرد نے اُس عورت کے ساتھ اپنے لئے حلال کر لیا تھا۔ بیہقی نے کہا کہ شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ یہ کبھی جمع نہیں ہوں گے پھر انھوں نے رجوع کر لیا۔ اور ثوریؒ نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے کہ عمرؓ نے اس سے رجوع کر لیا۔ مالکؒ ابو زبیر مکیؒ سے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کے پاس اُس کی بہن سے پیغام بھیجا۔ تو اُس نے بتایا کہ وہ عورت گناہ کر چکی ہے۔ یہ بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچ گئی تو اُس کو آپ نے مارا یا مارنے والے تھے۔ پھر فرمایا تجھے یہ خبر پہنچانے سے کیا غرض؟ ابو بکر طارق بن شہاب سے کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا۔ تو اُس نے کہا کہ میں اس سے ڈرتی ہوں کہ تم کو رسوا کروں کیونکہ میں درحقیقت بُرائی (یعنی زنا) میں مبتلا ہو چکی ہوں تو وہ عمرؓ کے پاس آیا اور اُن سے اس بات کا ذکر کیا) تو آپ نے فرمایا کہ کیا اُس نے توبہ نہیں کی؟ اُس نے کہا کہ ہاں (کر چکی ہے) تو فرمایا کہ اُس کا نکاح کر دے۔ میں کہتا ہوں کہ جو نکاح زانیہ کے جواز کے قائل ہیں انھوں نے اسی سے حجت پکڑی ہے۔ اور اس میں کلام ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اُس کا زنا شہادات سے معلوم نہ ہوا اور نہ اس کو (ہونے والے) شوہر نے اُس حالت میں دیکھا ہو یہ ایک (غیر واضح) اندھی حالت ہے اور اصل (ہر نفس کیلئے) پاکدامنی کے ساتھ متصف ہونا ہے۔ (جب تک

فلقول عمر بن الخطاب مصدرٌ غيرَ هذا الذي زعموه والحديث الثاني تأويله ان المنهيّ عنه هو نكاح الزانية غير التائبة فاذا تابت فالتائب من الذنب كمن لا ذنب له، ابوبكر عن الحسن انّ رجلاً تزوّج امرأةً فاسرّ ذلك فكان يختلف اليها في منزلها فرآه جارٌ لها فقذفه بها فخاصمه الى عمر بن الخطاب فقال يا اميرَ المؤمنين هذا كان يدخل على جارتي ولا اعلمه تزوّجها فقال له ما تقول فقال تزوّجت امرأة على شيءٍ دونٍ ويسير فاخفيت ذلك قال فمن شهدكم قال اشهدت بعض اهلها قال فدرأ الحدّ عن قاذفه وقال اعلنوا هذا النكاح وحصّنوا هذه الفروج ابوبكر عن محمد بن سيرين نُبّئتُ ان عمر كان اذا سمع صوتاً انكره وسأل عنه فان قيل عُرس او ختانٌ اقرّه البغوي روى انّ عمر وعثمان دُعيا الى طعام فأجابا فلمّا خرجا قال عمر لعثمان لقد شهدتُ طعاماً وددتُ انّي لم اشهده قال وما ذاك قال وخشيتُ ان يكون جُعِلَ

اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو دوسرا حکم نہیں لگایا جائے گا) تو عمرؓ بن الخطاب کے قول کے لئے اس کے سوا جس کا انھوں نے گمان کیا ہے کوئی دوسرا مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسری حدیث کی تاویل یہ ہے کہ جس سے روکا گیا ہے وہ اُس زانیہ کا نکاح ہے جس نے توبہ نہ کی ہو پھر جب اُس نے توبہ کر لی تو گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص کی مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں۔ ابوبکر حسن سے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو پوشیدہ رکھا۔ پھر یہ اُس عورت کے گھر میں آیا جایا کرتا تھا تو اُس کو اس عورت کے ایک ہمسایہ نے دیکھا اور اس کے خلاف عمرؓ بن الخطاب سے شکایت کی کہ اے امیر المومنین یہ میری ایک ہمسایہ کے پاس آتا رہا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس نے اُس سے نکاح کیا۔ تو آپ نے اُس (مدعا علیہ) سے کہا کہ تو کیا کہتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے عورت سے ایک قلیل مہر پر نکاح کیا اور اس کو مخفی رکھا۔ آپ نے کہا کہ نکاح پر تمہارا گواہ کون تھا تو اس نے کہا کہ میں نے عورت کے بعض رشتہ دار کو گواہ بنایا تھا۔ کہا کہ آپ نے تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کی۔ فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کر دو اور ان شرمگاہوں کو (بدکاری سے) بچاؤ۔ ابوبکر محمد بن سیرین سے، مجھے خبر دی گئی کہ عمرؓ جب (اونچی) آواز سنتے تو ان کو ناگواری ہوتی اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے پھر اگر کہا جاتا کہ شادی ہے یا ختنہ ہے تو کوئی باز پرس نہ کرتے۔ بغوی، روایت کیا گیا ہے کہ عمرؓ اور عثمانؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ دونوں نے قبول کر لی۔ جب دونوں نکلے تو عمرؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ میں بیشک کھانے پر حاضر ہو گیا مگر مجھے اچھا یہ معلوم ہوا کہ نہ حاضر ہوتا۔ عثمانؓ نے کہا اور اس کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ کھانا از راہ فخر (و نمائش)

مباہاۃً ابوبکر و البغوی عن ابی العجفاء السلمی عن عمر قال لاتغالوا فی مہور النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا او تقوی عند اللہ لکان احقکم بہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مازوّج بنتاً من بناتہ و لاتزوج شیئاً من نسائہ الا علی ثنتی عشر اوقیۃ

ابوبکر عن ابن سیرین ان عمر رخّص ان تصدق المرأۃ الفین۔ الشافعی عن محمد ابن سیرین ان الاشعث بن قیس صحب رجلاً فرأی امرأتہ فاعجبتہ فتوفی فی الطریق فخطبہا الاشعث ابن قیس فابت ان تتزوجہ الا علی حکمہا فتزوجہا علی حکمہا ثم طلقہا قبل ان تحکم فقال احکمی فقالت احکم فلانا و فلانا رقیقا کانوا لابیہ من تلادہ فقال غیر ہؤلاء فابت فاتی عمر فقال یا امیر المؤمنین عجزت ثلث مرات قال ما ہن قال عشقت امرأۃ قال ہذا ما لا تملک قال ثم تزوجتہا

نہ بنایا گیا ہو۔ ابوبکر اور بغوی ابوالعجفاء سلمی سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ عورتوں کے مہروں کی گراں مقدار نہ کرو کیونکہ یہ اگر بڑائی کی بات ہوتی دنیا میں یا تقوے کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو اس کے سب سے زیادہ حقدار محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپؐ نے اپنی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی کا نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی ازواج میں سے کسی سے نکاح کا کچھ معاملہ کیا مگر بارہ اوقیہ (چاندی) پر (ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا اس لئے بارہ اوقیہ کے چارسو اسی درہم ہوئے۔ بعض روایات میں ساڑھے بارہ اوقیہ ہے یعنی پانچسو درہم)۔ ابوبکر ابن سیرین سے کہ عمرؓ نے اس بات کی اجازت دی کہ مہر دو ہزار درہم مقرر کیا جائے۔ شافعیؒ محمد بن سیرین سے کہ اشعث بن قیس (سفر میں) ایک شخص کے ساتھی بنے۔ انھوں نے اس کی بیوی کو دیکھا تو ان کو اچھی معلوم ہوئی اس شخص کا راستہ میں انتقال ہوگیا تو اشعث بن قیس نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے نکاح سے انکار کر دیا بجز اس شرط کے کہ مہر اس کے حکم کے مطابق ہو گا۔ (کہ وہ جو کچھ مانگے اس کو دینا ہوگا)... اس نے اس پر نکاح کرلیا کہ مہر اس کے حکم کے مطابق ہو گا... پھر اس کو طلاق دیدی قبل اس کے کہ وہ حکم کرے۔ اس کے بعد کہا کہ حکم کر (یعنی بتا کہ مہر کیا دیا جائے) اس نے کہا کہ میں یہ حکم کرتی ہوں کہ فلاں فلاں غلام دو۔ یہ غلام اس کے باپ کے مال میں سے اس کو ملے تھے تو اس نے کہا کہ ان کے بجائے اور کچھ لے لے تو اس نے انکار کر دیا تو وہ عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیرالمؤمنین میں تین مرتبہ عاجز ہوا ہوں۔ فرمایا وہ کیا ہیں تو انھوں نے کہا کہ (ایک واقعہ یہ ہوا کہ) میں ایک عورت پر عاشق ہوگیا۔ فرمایا کہ یہ ایسی بات ہے جس پر تمہیں اختیار نہیں ہے۔ کہا کہ پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا

علیٰ حکمها ثم طلقتها قبل ان تحکم
فقال عمر امرأة من المسلمين
قال الشافعي يعني لها مهر امرأة من
المسلمين ابوبكر عن النخعي عن عمر
نحو ذلك الا انه قال ارضها
ارضها ابوبكر عن ابن سيرين نحو
ذلك الا انه قال لها مهر نسائها
مالك و الشافعي عن سعيد بن المسيب
ان عمر بن الخطاب قضى بالمرأة
تزوجها الرجل انها اذا ارخيت الستور
فقد وجب الصداق كان
الشافعي في القديم يقول بقول
عمر و يقول عمر اعلم بكتاب الله
و قد يجوز ان يكون انما اراد
الله بالتي طلقت قبل ان
تمس التي لم تخل بينه و بين
نفسها ثم رجع في الجديد الى ان
المهر انما يجب كاملاً بالمسيس و اعتمد على
ظاهر الكتاب قلت يمكن الجمع بين
قول عمر و بين ظاهر
الكتاب فنقول اذا
تصادقا على انه لم يمسها
فالقول بظاهر الكتاب
و ان قالت مسني و قال
لم امسها فان

اُس کے حکم (اختیارِ مَہر) پر۔ پھر میں نے اُس کو طلاق دیدی
پہلے اس سے کہ وہ حکم (یعنی تعیین مَہر) کرے۔ تو عمرؓ نے فرمایا
کہ وہ ایک عورت ہے مسلمانوں میں سے۔ شافعیؒ نے کہا کہ عمرؓ
کی مراد یہ تھی کہ اُس کا مَہر عام مسلمان عورت کے برابر ہے۔
ابوبکر نخعی سے اور وہ روایت کرتے ہیں عمرؓ سے اسی کے مطابق
بجز اس کے کہ انھوں نے کہا کہ اُس عورت کو راضی کرو اُس کو
راضی کرو۔ ابوبکر ابن سیرین سے اسی طرح روایت کرتے ہیں
مگر یہ کہ اُنھوں نے کہا کہ اُس کا مَہر اُس (کے خاندان کی)
عورتوں کے برابر ہوگا۔ (عمرؓ کی مراد میں یہ اختلاف واقع
ہوا) مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
عورت کے لئے جب کہ کوئی شخص اس سے نکاح کرلے یہ فیصلہ
کیا کہ جب پردے لٹکادیئے گئے تو مَہر واجب ہوگیا۔ شافعیؒ اپنے
شروع کے زمانہ میں عمرؓ کے قول پر چلتے اور کہا کرتے تھے کہ عمرؓ
کتاب اللہ کے بہت بڑے عالم تھے اور یہ بات جائز ہے کہ (آیت
لاجناح علیکم اِن طلقتم النساء مالم تمسوھن میں) اللہ
تعالیٰ نے "اُن کو چھونے سے پہلے طلاق دیئے جانے" سے
ایسی عورت مُراد لی ہو جس کی ابھی تک شوہر کے ساتھ خلوت
نہ ہوئی ہو۔ پھر جدید یعنی بعد کے قول میں شافعیؒ نے اس قول
کی طرف رجوع کرلیا کہ مَہر کامل چھونے سے واجب ہوتا ہے
اور اُنھوں نے آیت کے ظاہر پر عمل کیا۔ میں کہتا ہوں کہ قولِ
عمرؓ اور آیت کے ظاہر معنے میں جمع ممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ
جب دونوں (مرد و عورت) اس بات کی تصدیق کریں کہ مرد
نے عورت کو نہیں چھوا تو ظاہر کتاب پر عمل ہوگا۔ اور اگر (اختلاف
واقع ہوگیا) عورت نے کہا کہ مجھے چھوا ہے اور مرد نے کہا کہ
میں نے اس کو نہیں چھوا تو (اب فیصلہ یوں ہوگا کہ) اگر

أو رخيت الستور صُدِّقت بيمينها وإن لم ترخ الستور صُدِّق بيمينه لان الظاهر مع هذه في المسئلة الاولى ومع هذا في الثانية فاظن ان هذا معنى قول عمر الشافعي عن طاؤس ان ابا الصهباء قال لابن عباس انما كانت الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم تجعل واحدة وابى بكر وثلاثا (سنين) من امارة عمر فقال ابن عباس نعم مسلم عن طاؤس عن ابن عباس كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس استعجلوا في امر كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم قلت في هذا الحديث اشكال قوى لان النسخ لا يتصور بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم وانقطاع الوحي فحكى البغوي للعلماء ثلاث تاويلات احدها معناه قول الرجل انت طالق انت طالق انت طالق ان قصد الايقاع بكل لفظة تقع الثلاث وان قصد التوكيد فواحدة كانوا في الزمن الاول يصدقون في انهم ارادوا واحدة فلما رأى

ان پر پردے لٹکائے گئے تھے تو عورت کی قسم کی تصدیق کیجائیگی اور اگر پردے نہیں لٹکائے گئے تو مرد کی قسم کی تصدیق کیجائیگی کیونکہ (معنے آیت کا) ظاہر پہلی صورت میں (یعنی جب پردے لٹکائے گئے تھے) عورت کے ساتھ ہے اور دوسری صورت میں (یعنی جب پردے نہیں لٹکائے گئے) مرد کے ساتھ ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ عمرؓ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے۔ شافعیؒ طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ ابو الصہباء نے ابن عباسؓ سے کہا کہ تین (طلاقیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک طلاق قرار دی جاتی تھی اور ابو بکرؓ کے عہد میں بھی، اور عمرؓ کے ابتدائے امارت کے تین سال تک (اسی پر عمل ہوتا رہا) تو ابن عباسؓ نے کہا ہاں۔ مسلم طاؤس سے وہ ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں اور عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ لوگوں نے عجلت کرنا شروع کر دیا اس امر میں جس میں ان کو مہلت دی گئی تھی تو کیوں نہ ہم ان پر اس کو جاری کر دیں (یعنی تین طلاق کو تین ہی قرار دیں)۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں قوی اشکال ہے کیونکہ کسی حکم کے منسوخ ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اور وحی کے منقطع ہونے کے بعد تصور نہیں کیا جا سکتا اس پر بغویؒ نے علماء سے تین تاویلات نقل کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے اس کے کہنے سے کہ "تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق" اگر ارادہ کیا ہر لفظ سے طلاق واقع کرنے کا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر تاکید کا ارادہ کیا تو ایک پڑے گی اور لوگوں کی ابتدائی زمانہ میں اس امر کی تصدیق کر لی جاتی تھی کہ انھوں نے ایک کا ارادہ کیا تھا۔ پھر جب عمرؓ

عمر فی زمانہٖ اُموراً انکرہا الزمہم الثلٰث ثانیہا معناہ طلاقُ الرجل لغیر المدخول بہا انتِ طالق ثلاثًا لفظًا واحدًا ذہب اصحابُ عبد اللہ بن عباس انہا واحدۃٌ و قولُ عمر و علیہ جمہور اہل العلم انہا ثلاثٌ ثالثہا معناہ انتِ بتۃٌ کانَ عمر رآہا واحدۃً فلما تتایع الناس الزمہم الثلاث والاوجہ عندی ان معناہ ان قولہ تعالٰے الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ یحتملُ وجہین احدہما ان یُعدّ انتِ طالق ثلٰثاً مرۃً واحدۃً لانّہ ارسلَ الکلمۃ دفعۃً واحدۃً و الثانی ان ینظر الی المعنی کانّہ اراد ان یقولَ انتِ طالق ثم یقولُ انتِ طالقٌ ثم یقول انتِ طالقٌ فاختصرَ کلامہ و قال انتِ طالقٌ ثلٰثًا فہو دفعۃٌ واحدۃٌ فی الظاہر ثلاثُ دفعاتٍ فی المعنی فکانَ الناسُ فی زمان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینکشف لہم الامرُ و لا سَألوا النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذٰلک فکانوا کثیرًا ما یذہبونَ الی الاحتمالِ الاوّلِ و کذٰلکَ فی زمانِ الصدیق

نے اپنے زمانہ میں ایسے امور کو دیکھا جو اُن کو منکر معلوم ہوئے تو اُنھوں نے اُن پر لازم کر دیا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسی عورت کو طلاق دینا جس کے پاس نہیں گیا یہ کہہ کر کہ انتِ طالقٌ ثلاثاً (تجھ پر تین طلاق یعنی) ایک ہی لفظ کے ساتھ تو عبداللہ بن عباس رض کے اصحاب اس طرف گئے کہ وہ ایک طلاق ہے اور عمر رض کا قول اور اسی کی طرف سب اہلِ علم گئے یہ ہے کہ وہ تین ہیں۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ اس "امر" کے معنے ہیں "انتِ بتۃٌ" (تو مجھ سے کٹی ہوئی ہے) عمر رض اس کو ایک طلاق قرار دیا کرتے تھے جب لوگ پے درپے ایسا کہنے لگے تو اُنھوں نے ان پر تین طلاق لازم کر دیں۔ اور میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالٰے کا ارشاد اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ دو صورتوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ قول انتِ طالقٌ ثلاثاً (یعنی تجھ پر تین طلاق) کو مرتبہ واحدہ شمار کیا جائے کیونکہ ایک ہی مرتبہ میں یہ کلمہ چلتا کیا ہے۔ دوسری صورت محتملہ یہ ہے کہ معنے پر نظر کیجائے گویا اُس نے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ انتِ طالقٌ (تجھ پر طلاق) پھر کہتا انتِ طالقٌ، پھر کہتا انتِ طالقٌ اب اُس نے کلام کو مختصر کیا اور یوں کہدیا کہ انتِ طالقٌ ثلاثاً تو وہ دفعۃ واحدہ ہے ظاہر میں اور تین دفعات ہوئیں معنے کے اعتبار سے تو لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس حال میں تھے کہ ان پر اس امر کا (یعنی دو مذکورہ وجہوں کا) انکشاف نہ ہوا تھا اور نہ اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا (کہ ایک احتمال کی تعیین ہو جاتی) تو لوگ زیادہ تر احتمال اوّل کیطرف جاتے رہے اور ایسا ہی حضرت صدیق رض کے زمانہ میں

فلما کان عمر و رُفعت الیہ المسئلۃ افتاہم بالمعنے الثانی و صرح بذلک و لم یدع محلاً للخلاف و لما قلنا نظائر کثیرۃ فسرہا اہل العلم کنحو ما فسرنا منہا حدیث بیع امّہات الاولاد فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر ثم نہی عمر عنہ الشافعی عن المطلب ابن حنطب انہ طلق امرأتہ البتۃ ثم اتی عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہ فقال لہ عمر ما حملک علی ذلک فقال قلتہ فتلا عمر وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ (خواندہ) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ قال ما حملک علی ذلک قال قلتہ قال عمر امسک علیک امرأتک فان الواحدۃ لا تبتُّ (بائنہ نمے سازد) الشافعی عن سلیمان ابن یسار ان رجلاً من بنی زریق طلق امرأتہ البتۃ فقال عمر ما اردت بذلک قال اترانی اقیم علی حرام و النساء کثیر و احلفہ فحلف قال الشافعی اراہ فردہا علیہ قال الشافعی معنی قولہ

ہوتا رہا پھر جب عمرؓ کا دور آیا اور یہ مسئلہ (خصوصیت سے) اُن کے سامنے پیش ہوا تو اُنھوں نے معنے ثانی کے ساتھ ان کو فتوٰے دیا اور اس کے ساتھ تصریح کر دی اور خلاف کے لئے کوئی موقع باقی نہ چھوڑا۔ اور جو بات ہم نے کہی ہے اُس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں جن کی اہلِ علم نے اسی نہج پر تفسیر کی ہے جس نہج پر ہم نے کی ہے۔ اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جس میں اُمّ ولد باندیوں کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں بیع ہوتے رہنے کا بیان ہے پھر عمرؓ نے اس سے منع کر دیا۔ شافعیؒ مطّلب ابن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی عورت کو انتِ بتّۃ والی طلاق دی پھر وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور ان سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ تجھے یہ کلمہ کہنے پر کس خیال نے اُبھارا تو انھوں نے کہا کہ میں نے بس یہ کلمہ کہدیا تو عمرؓ نے یہ آیت تلاوت کی وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ الخ (۴ : ۶۶ = اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا") (پھر) کہا کہ ایسا کہنے پر تجھے کس خیال نے اُبھارا۔ اُنھوں نے کہا کہ بس میں نے یہ کہدیا تو عمرؓ نے کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر روکے رکھ کیونکہ ایک طلاق بائن نہیں بناتی۔ شافعیؒ سلیمان بن یسار سے کہ بنی زُریق میں کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو انتِ بتّۃ والی طلاق دی تو عمرؓ نے کہا کہ تو نے اس سے کیا ارادہ کیا تھا تو اُس نے کہا کہ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ میں حرام پر قائم رہوں گا حالانکہ عورتیں بہت ہیں تو آپ نے اُس سے حلف لیا تو اس نے حلف کیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ عمرؓ نے عورت کو اُسی پر لوٹا دیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ اسکے قول

قلتہ خرج منّی بلا نیۃ وتلاوۃ عمر الآیۃ انہ لو طلّق ولم یذکر النیۃ کان خیرًا فانہا کلمۃ محدثۃ فلمّا اخبرہ انہ لم یرد بہ زیادۃ علی الطلاق الزمہ واحدۃ

مالک عن یحیی بن سعید بن المسیّب ان عمر بن الخطاب قال ایّما امرأۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل قال مالک وادرکت بعض الناس ینکرون الذی قال بعض الناس علی عمر بن الخطاب انہ قال یخیر زوجہا الاوّل اذا جاء فی صداقہا او فی امرأتہ قال مالک وبلغنی ان عمر بن الخطاب قال فی المرأۃ یطلقہا زوجہا وہو غائب عنہا ثم یراجعہا فلا یبلغہا رجعتہ وقد بلغہا طلاقہ ایاہا فتزوجت انہ ان دخل بہا زوجہا الآخر او لم یدخل بہا فلا سبیل لزوجہا الاوّل الذی کان طلقہا الیہا

ابو بکر عن سعید بن المسیّب ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امرأۃ المفقود تربص اربع سنین وتعتد اربعۃ اشہر و

قُلتُہٗ (کہ میں نے یہ کہدیا) کے معنے یہ ہیں کہ یہ کلمہ میری زبان سے بغیر کسی نیت کے نکلا ہے اور عمرؓ کے آیت کو تلاوت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اگر طلاق دیتا اور نیت کا ذکر نہ کرتا تو بہتر ہوتا کیونکہ وہ (بتّلہ) ایک بنایا ہوا کلمہ ہے تو جب اُس نے خبر دی کہ اس نے اس کلمہ سے طلاق پر زیادتی کا ارادہ نہیں کیا تھا تو اس پر ایک طلاق لازم کی۔ مالکؒ یحیی بن سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور وہ نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار سال انتظار کرے پھر چار مہینے دس دن کی عدت گزارے اس کے بعد حلال ہو جائے گی۔ مالکؒ نے کہا اور میں نے بعض ایسے لوگوں کو پایا ہے جو اس بات کا انکار کرتے ہیں جس کو بعض لوگوں نے عمرؓ ابن الخطاب کی طرف منسوب کیا ہے کہ اُنھوں نے پہلے شوہر کو اختیار دیا ہے جب وہ آجائے اُس عورت کے مہر یا اپنی عورت میں (کہ وہ چاہے اپنے دیتے ہوئے مہر لے لے یا عورت کو لیجائے) اور مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک ایسی عورت کے بارے میں جس کو اُس کا شوہر اس حال میں طلاق دیتا ہے کہ کہ وہ اس سے غائب ہے (یعنی کسی دوسرے شہر میں ہے) پھر اس سے مراجعت کر لیتا ہے مگر اس مراجعت کی اطلاع اس عورت کو نہ پہنچی اور طلاق کی پہنچ چکی تھی، پھر اس عورت نے نکاح کر لیا تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اب تو دوسرا شوہر اُس کے پاس گیا ہو یا نہ گیا ہو پہلے شوہر کے پاس جس نے اس کو طلاق دیدی تھی اُس عورت کے جانے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان دونوں نے گم شدہ شوہر کی بیوی کے بارے میں حکم دیا کہ چار سال انتظار کرے اور پھر چار مہینے دس دن عدت

عشراً آبو بکر عن سعید بن المسیّب ان عمر و عثمان قالا ان جآء زوجھا خُیّر بینَ امرأتہ و بینَ الصَّداق الاوّل آبو بکر عن الشعبی سُئِلَ عمر عن رجل غاب عن امرأتہ فبلغھا انہ مات فتزوجت ثم جآء الزّوجُ الأوّل فقالَ عُمر یُخیّرَ الزوجُ الاوّلُ بینَ الصَّداق و امرأتہ فان اختارَ الصَّداق ترکھا مع الزوج الآخر و انْ شآء اختارَ امرأتہ و قال علیؓ لھا الصّداقُ بما استحلّ الآخرُ من فرجھا و یُفرّق بینہ و بینھا ثم تعتدُّ ثلٰث حیَض ثم ترد الی الاوّل قلتُ لم یاخذ بہ الشافعیؒ فی الجدید و قالَ کیفَ یؤخذ بعضُ الحدیث و یُترک بعضُہ یُعرّضُ بمالکؒ (یعنی اس کا قول شافعی پر تعریض ہے) و الأوجہ عندی ان المفقود لہ وجھانِ یدخل بھما حالہٗ فی عموماتِ الشّرع احدھما انہ فوّتَ الاِمساکَ بالمعروف فوجبَ علیہ التّسریحُ بالاِحسانِ

گزارے۔ آبو بکر سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ اور عثمانؓ دونوں نے کہا کہ اگر اس کا شوہر آجائے تو اختیار دیا جائے گا مہر اور عورت کے درمیان اُس پہلے شوہر کو۔ آبو بکر شعبی سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے غائب ہو گیا اور اس عورت کو یہ خبر ملی کہ وہ مر گیا تو اُس نے کسی سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا پہلا شوہر آ گیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ زوجِ اوّل کو مہر اور اس کی عورت کے درمیان اختیار دیا جائے گا تو اگر اُس نے مہر لے لینے کو اختیار کر لیا تو اُس عورت کو دوسرے شوہر کے پاس چھوڑ دیا جائے گا اور اگر وہ چاہے تو اپنی بیوی کو اختیار کر لے۔ اور علیؓ نے کہا کہ (اس صورت میں) عورت کو مہر لینے کا حق ہوگا۔ کیونکہ اس دوسرے شوہر نے اُس کی فرج کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور اُس (دوسرے شوہر) کے اور عورت کے درمیان تفریق کی جائے گی پھر وہ تین حیض عدّت گزارے گی اس کے بعد پہلے شوہر کے پاس لوٹا دی جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو شافعیؒ نے اپنے جدید (یعنی بعد کے) دورِ اجتہاد میں قبول نہیں کیا اور کہا کہ کیسے یہ بات درست ہو گی کہ بعض حدیث کو لے لیا جائے اور بعض حدیث کو ترک کر دیا جائے۔ یہ تعریض کرتے ہیں امام مالکؒ پر (جو تخییر کے خلاف ہیں)۔ اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مفقود کی دو حیثیتیں ہیں دونوں کے اعتبار سے اسکا حال عام قواعدِ شرع میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک اُن میں سے یہ ہے کہ اُس نے فوت کر دیا امساک بالمعروف کو (یعنی نیک سلوک کے ساتھ عورت کو اپنی ذات پر روکنا جس پر فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا ہے) تو واجب ہو گیا اس پر تسریح بالاحسان (یعنی خوبی کے ساتھ اس کو آزاد

فلمّا اَن قَصَّرَ فی التّسریح نابَ الشّرعُ عنہ کما ینوبُ القاضی فی بیع مال الماطلِ و ثانیہما انّہ مَیِّتٌ فی ظاہر الحال و نحنُ نحکمُ بالظّاہر و علی الاوّل قول مالکٍ اصوبُ لانّہ محکومٌ علیہ بالتفریق بینہ و بینَ زوجتہ فکانَ کالمطلّق لہا فلا یَرجِع الیہ الاّ انّ عدّتہا کعِدّۃِ المتوفّٰی زوجہا عنہا لانّ الزّوجَ غائب بمنزلۃ المیّتِ و لہٗ نظائر کامرأۃِ المجنونِ و امرأۃِ المُعْسِر و علی الثانی حکمُہٗ بمنزلۃِ مَن بَلَغَہا نَعْیُ زوجہا فاعتدّت ثم تزوّجتْ ثم حَضَرَ الزّوجُ فکانَ بنآءُ فُرقتہا علی خبرٍ کاذبٍ فرُدَّ علیہا ما زَعَمتْ و اَظُنُّ عُمَر قد وجّہَ الحُکم الی الامرینِ بمنزلۃِ القولَین للمجتہد فاِن ذہبَ القاضی الی الاوّلِ فالامرُ علی قضآء مالکٍ و اِن ذہبَ الی الثّانی فالامرُ

کردینا جس پر اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا ہے) تو جب کہ اس نے تسریح میں تقصیر کی تو شریعت (عورت کو اس کے تقیّد سے آزاد کرنے میں) اُس کی قائم مقام بن گئی جس طرح قاضی قائم مقام بن جاتا ہے ماطل کے مال کے بیچنے میں (ماطل اس کو کہتے ہیں جو قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہو)۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ظاہر حال میں میّت ہے اور ہم حکم لگاتے ہیں ظاہر پر (یہ قاعدہ شرعیہ ہے نحن نحکم بالظواہر واللّٰہ اعلم بالسرائر)۔ اور بنابر اوّل مالکؒ کا قول زیادہ قرین صواب ہے کیونکہ اس میں حکم دیا گیا ہے اُس شخص کے اور اس کی زوجہ کے درمیان تفریق کا۔ تو یہ شخص اس عورت کے حق میں مثل طلاق دینے والے کے بن گیا کہ اب یہ اُس کی جانب رجوع نہیں کرے گا۔ اِلّا یہ کہ اُس کی عدّت اُس عورت کی عدّت کی مانند ہو گی جس کا شوہر مرجائے۔ کیونکہ شوہر غائب ہے وہ میّت کے مرتبہ میں ہے اور اس کی نظیریں موجود ہیں مثلاً مجنون کی بیوی اور نادار محض کی بیوی۔ اور بربنا ثانی اُس کا حکم اُس شخص کے مرتبہ میں ہے جس کی موت کی خبر اُس کی بیوی کو ملی تو اُس نے عدّت گزاری پھر نکاح کرلیا اس کے بعد شوہر آگیا۔ تو اُس کی فرقت کی بنا جھوٹی خبر پر تھی تو جو گمان اس عورت نے کرلیا تھا اب اُس کو اُس پر رد کردیا گیا اور عمرؓ پر میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اُنھوں نے حکم کو دونوں امر کی طرف متوجہ کیا۔ یہ اس درجہ کی بات ہے جیسے ایک مجتہد کے (کسی مسئلہ میں) دو قول ہوتے ہیں۔ تو اگر قاضی پہلی صورت کی طرف جائے گا تو حکم امام مالکؒ کے فیصلہ کے مطابق دے گا اور اگر دوسری صورت کی طرف جائے گا تو اسکے مطابق حکم دیگا

علٰے ما روے اکثرہم عن عمر واللہ اعلم بحقیقۃ الحال مالک عن القاسم بن محمد انّ رجلاً جعل امرأتہ علیہ کظہر اُمّہ اِنْ ہو تزوّجہا فامرہ عمر بن الخطاب ان ہو تزوّجہا ان لایقربہا حتّٰی یکفّر کفارۃ المظاہر قلتُ تعلّق بہ الحنفیۃ فی مسئلۃ اضافۃ الطّلاق بالملک قبل اَن یتزوّج ولعلّ عمر بن الخطاب اَجازہا مجاز الیمین فالبون بین الطلاق والظہار باینٌ مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیّب ان عمر بن الخطاب قال ایّما امرأۃٍ طلّقت فحاضت حیضۃً او حیضتین ثم رفعتہا حیضہا (دور شد ۱۲) فانہا تنتظر تسعۃ اشہرٍ فان بان بہا حملٌ فذاک والّا اعتدّت بعد التسعۃ الاشہر ثلٰثۃ اشہر ثم حلّت مالک عن ابی ہریرۃ سمعت عمر بن الخطّاب یقول ایّما امرأۃٍ طلّقہا زوجہا تطلیقۃً واحدۃً او تطلیقتین ثم ترکہا حتّٰی تحلّ وتنکح زوجاً غیرہ فیموت عنہا او یطلّقہا ثمّ ینکحہا

جو اکثر رُواۃ نے عمرؓ سے روایت کیا ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال. مالکؒ قاسم بن محمد سے کہ ایک شخص نے بنا دیا (یعنی کہدیا) اپنی عورت کو ماں کی پُشت کے برابر اگر اُس نے اس عورت سے نکاح کیا تو اس کو عمرؓ بن الخطّاب نے حکم دیا کہ اگر اس نے اس عورت سے نکاح کیا تو اس سے مقاربت نہ کرے جب تک ظہار کرنے والے کا کفارہ نہ ادا کرے. مَیں کہتا ہوں کہ حنفیہ اس حدیث سے لٹکے ہیں (یعنی اس سے احتجاج کرتے ہیں) اس مسئلہ میں کہ نکاح سے پہلے ہی کوئی شخص طلاق کو چسپاں کر ڈالے کسی فعل پر جو عورت کے اختیار میں ہے اور غالباً عمرؓ بن الخطاب نے اس کو یمین کے مقام پر رکھ کر حکم (کفارۂ ظہار کا) دیا ہے تو طلاق اور ظہار کے درمیان میں جو بُعد ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ (اگر وہ شخص انتِ علیّ کظہر اُمّی کے ساتھ اِن تزوّجتُکِ نہ کہتا تو ایک لغو بات سمجھی جاتی اور کفارۂ مظاہر کا اس کو حکم نہ دیا جاتا) مالکؒ یحیی بن سعید سے اور وہ سعید بن المسیّبؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس عورت کو طلاق دی جائے پھر وہ حائضہ ہو جائے ایک حیض یا دو حیض تک پھر اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو وہ اندازہ کرے نو مہینے تک پھر اگر ظاہر ہو گیا کہ اس کو حمل ہے تو نبہا ورنہ بعد اُن نو مہینوں کے تین مہینے عدّت گزارے پھر حلال ہو جائیگی مالکؒ ابو ہریرہؓ سے کہ مَیں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے کہتے تھے کہ جس عورت کو اُس کے شوہر نے ایک یا دو طلاق دیں پھر اُس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ حلال ہو جاتی ہے اور اُس کے سوا کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے پھر دوسرا شوہر مرجاتا ہے یا اس کو طلاق دیدیتا ہے اور پھر اُس سے پہلا شوہر

ع۵ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ "تو میری ماں کے برابر ہے" یا "میرے لئے ماں کی برابر ہے" وغیرہ اور اس سے اس کی مُراد عورت کو چھوڑنا نہ ہو بلکہ اس سے صرف صحبت کرنا اپنے اوپر حرام کرنے کے ارادے سے کہا تو اس کو ظہار کہتے ہیں ۱۲ مترجم

زوجها الاول فانها یکون عندہ علی
ما بقی من طلاقها مالک عن ابن عمر
ان عمر بن الخطاب قال ایما ولیدۃ (جاریۃ)
ولدت من سیدها فانہ لا یبیعها ولا
یهبها ولا یورثها وهو یستمتع بها فاذا
مات فهی حرۃ مالک انہ بلغہ ان عمر
ابن الخطاب اتتہ ولیدۃ قد ضربها سیدها
بنار او اصابها فاعتقها قلت
ویشهد لہ حدیث النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی قضیۃ سندر مولی زنباع
ویشهد لہ المعقول (دلیل عقلی) لان العبد ذو جهتین
مال فی بعض الحقوق ونفس فی
بعضها ولذلک جازت مکاتبتہ فلما
ظلم السید عبدہ وتجاوز حکم
اللہ فیہ ظهرت جهۃ کونہ نفسا و
کمنت (خفیت) جهۃ کونہ مالا فوجبت الدیۃ
ثم عوض عنها العتق لان العتق
یقع عوضا عن المال وتولی
الشرع ذلک کما تولی فی
وضع الدیۃ حیث امتنع القصاص
ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراهیم عن
عمر بن الخطاب فی الرجل ینعی (ای یخبر بموتہ)
لامرأتہ فتتزوج ثم
یقدم الاول قال یخیر
الاول

نکاح کر لیتا ہے تو وہ عورت اُس کے پاس رہے گی باقی رہی ہوئی طلاق کے حساب پر۔ مالکؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس کنیز کے اُس کے آقا سے کوئی بچہ پیدا ہو گیا تو اب وہ اُس کو نہ بیع کرے گا اور نہ اُس کو ہبہ کرے گا اور نہ اُس کو ترکہ بنائے گا وہ اُس سے (اپنی زندگی میں) فائدہ حاصل کرتا رہے پھر جب مرے گا تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ مالکؒ کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک باندی آئی جس کو اُس کے آقا نے آگ سے مارا تھا یا اُس کو آگ میں ڈالا تھا تو انہوں نے اُس کو آزاد کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی شاہد ہے حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُندُر کے قضیہ میں جو زنباع کا غلام تھا (زنباع نے اس کی ناک کاٹ دی تھی جب یہ اس حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے آزاد کر دیا تھا) اور دلیل عقلی بھی اس کی مؤید ہے کیونکہ غلام کی دو جہت ہیں وہ بعض حقوق کے اعتبار سے ایک مال ہے اور بعض کے اعتبار سے ایک نفس ہے اور اسی اعتبار سے اُس کی مکاتبت جائز ہوتی تو جب آقا نے اپنے غلام پر ظلم کیا اور وہ اُس کے بارے میں اللہ کے حکم سے تجاوز کر گیا تو اُس کے نفس ہونے کی جہت ظاہر پر آ گئی اور اُس کے مال ہونے کی جہت چھپ گئی تو دیت واجب ہو گئی پھر اس دیت کا معاوضہ بنایا گیا عتق (آزادی) کیونکہ مال کے بدلے میں عتق واقع ہوتا ہے۔ اور شرع اس کی متولی ہوتی جس طرح متولی ہوتی ہے دیت کے قائم کرنے میں جب قصاص ممتنع ہو جائے۔ ابو حنیفہؒ حمادؒ سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں جس کی موت کی خبر پہنچائی گئی اُس کی بیوی کو۔ پھر وہ نکاح کر لیتی ہے پھر پہلا آجاتا ہے تو عمرؓ نے فرمایا کہ پہلے کو اختیار دیا جائے

فان شاء امراتہ و ان شاء الصداق
محمد بن الحسن بلغنا عن عمر و علی
و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن
ابی وقاص و حذیفۃ انہم لم یجعلوا
بیعہا طلاقہا ابو حنیفۃ عن حماد عن
ابراہیم ان عمر بن الخطاب اتتہ
امراۃ فقالت طلقنی زوجی فحضت
حیضتین و دخلت فی الثالثۃ حتی
اذا انقطع دمی و دخلت مغتسلی
و وضعت ثوبی اتانی فقال
قد راجعتک قبل ان اغتسل علی
الماء فقال عمر لعبد اللہ بن مسعود
قل فیہا فقال یا امیر المومنین اراہ
احق برجعتہا لانہا حائض بعد مالم
تحل لہا الصلوۃ قال عمر وانا اری
ذلک فردہا علی زوجہا وقال
کنیف مملوٌ علماً ابو حنیفۃ عن
حماد عن ابراہیم ان اباکنف طلق
امراتہ تطلیقۃ ثم غاب فاشہد
علی رجعتہا ولم یبلغہا ذلک حتی تزوجت
فجاء و قد ہیئت لتزف الی
زوجہا فاتی عمر بن الخطاب
فذکر ذلک لہ فکتب الی عاملہ
ان ادرکتہا و لم یدخل

وہ اگر چاہے اپنی بیوی لے لے اور اگر چاہے تو مہر لے لے۔ محمدؒ ابن الحسن، ہم کو روایت پہنچی عمرؓ سے اور علیؓ و عبدالرحمنؓ ابن عوف و سعد بن ابی وقاصؓ اور حذیفہؓ سے کہ اُنھوں نے جاریہ کی بیع کو اُس کی طلاق قرار نہیں دیا۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تو میں نے دو حیض پورے کردیئے اور تیسرے میں داخل ہوگئی یہاں تک کہ جب میرا خون منقطع ہوگیا اور میں غسل کی جگہ پہنچ گئی اور میں نے اپنے کپڑے بھی اُتار دیئے تو وہ میرے پاس آیا اور اُس نے کہا پہلے اس سے کہ میں اپنے اُوپر پانی بہاؤں کہ میں نے تجھ سے مراجعت کرلی تو عمرؓ نے کہا عبداللہؓ بن مسعود سے کہ اس بارے میں بولو۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین میری اس کے بارے میں یہ رائے ہے کہ اس سے رجعت کا اس کو حقدار قرار دیا جائے کیونکہ یہ عورت حائضہ ہے جب تک اُس پر نماز حلال نہ ہوجائے تو عمرؓ نے کہا اور میری بھی یہی رائے ہے تو اُس کو شوہر پر واپس کردیا۔ اور (ابنِ مسعودؓ کے حق میں) فرمایا کہ ایک برتن علم سے بھرا ہوا ہے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ ابو کنف نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی پھر غائب ہوگیا پھر اُس نے اس سے رجعت پر گواہ بنائے اور اُس عورت کو یہ اطلاع نہیں پہنچائی یہاں تک کہ اُس نے نکاح کرلیا۔ پھر وہ ایسے وقت پر آیا جب کہ وہ اس کے لئے تیار کردی گئی تھی کہ اپنے شوہر کے ساتھ شب باش ہو تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو اُنھوں نے اپنے عامل کو لکھا کہ اگر تم اس عورت کو اس حال میں پاؤ کہ اُس کا شوہر اُسکے پاس

ف۵ یعنی آقا کا جاریہ کو بیع کرنا اُس کے حق میں طلاق نہ ہوگا بلکہ اُس کا نکاح جیسا پہلے تھا اسی طرح باقی رہے گا ۱۲

بها فهو أحق [الاول ۱۲] بها و ان وجدتها
قد دخل بها فهي امرأته [الثانی ۱۲] قال
فوجدها ليلة البناء فوقع عليها
[ای زوج ثانی زن را در شب زفاف یافت پس صحبت نمود ۱۲]
و غدا الى عامل عمر فاخبر فعلم
انه جاء بامر بيّن و بهذا الاسناد
عن علي بن ابي طالب انه كان
يقول اذا طلّق الرجل امرأته ثم
اشهد على رجعتها قبل ان
يمضي عدّتها و لم يُعلمها ذلك
حتّى انقضت عدّتها و تزوّجت
فانّه يُفرّق بينها و بين زوجها
الآخر و لها الصداق بما استحلّ
من فرجها و هي امرأة الاوّل تُردّ
اليه و لا يقربها حتّى تنقضي
عدّتها من الآخر ابو حنيفة عن
اسماعيل بن مسلم المكي عن الحسن
عن عمر بن الخطّاب انّ امرأة
اتته فاخبرته ان زوجها
لا يصل [بجامع ۱۲] اليها فاجّله حولاً
فلمّا انقضى الحولُ و لم يصل اليها
خيّرها فاختارت نفسها ففرّق
بينهما عمر و جعلها تطليقاً
بائناً ابو بكر عن ابي قلابة
عن عمر اذا اعتقت الامة
فلها الخيار

نہ گیا ہو تو اُس کا پہلا شوہر زیادہ حقدار ہے اور اگر اس حال میں پاؤ کہ وہ اس کے پاس جا چکا ہے تو پھر وہ اُسی کی بیوی ہے۔ کہا (راوی نے) کہ پھر شوہر نے اس کو شب باشی کی رات میں پالیا اور اس سے مقاربت کرلی اور صبح کو عمر رضؓ کے عامل کے پاس جاکر اس کی خبر دیدی اور عامل کو یہ علم ہوگیا کہ وہ ایک واضح بات لیکر آیا ہے (جس پر ثبوت طلب کرنے کی حاجت نہیں) اور اسی اسناد سے مروی ہے علی رضؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے پھر اُس سے رجعت پر اُس کی عدّت گزرنے سے پہلے گواہ بنالے اور اُس نے عورت کو اطلاع نہ کی ہو یہاں تک کہ اس کی عدّت بھی پوری ہوگئی اور اُس نے (کسی سے) نکاح کرلیا تو اس صورت میں اُس عورت اور دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کرائی جائے گی اور اُس کو (اس دوسرے شوہر سے) مہر کا حق ہے اس وجہ سے کہ اس کی فرج کو اپنے اُوپر حلال کیا اور یہ بیوی ہوگی پہلے شوہر کی اُسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور وہ اُس سے جب تک دوسرے سے الگ ہونے کی عدّت پوری نہ کرلے گی مقاربت نہ کرے۔ ابو حنیفہ رحؒ اسمٰعیل بن مسلم المکی سے وہ حسن رحؒ سے وہ عمر رضؓ بن الخطاب سے کہ ایک عورت نے اُن کے پاس آکر یہ بیان کیا کہ اُس کا شوہر اُس سے نہیں ملتا (یعنی جماع نہیں کرتا)، تو اُنھوں نے شوہر کو ایک سال کی مہلت دی تو جب سال گزر گیا اور وہ اس سے نہ ملا تو عمر رضؓ نے عورت کو اختیار دیدیا تو اس نے اُس سے جُدا ہونا پسند کیا تو آپ نے دونوں میں تفریق کردی اور اس کو طلاق بائن قرار دیا۔ ابو بکر ابو قلابہ سے، وہ عمر رضؓ سے کہ فرمایا کہ جب لونڈی آزاد کردی جائے تو اس کو اختیار ہے جبتک

مالم یطأہا ابوبکر عن سعید بن المسیّب
ان ابابکر و عمر کانا یکرہان العزل
و یامران الناس بالغسل منہ ابوبکر
عن مکحول قلت للزہری اما علمت
عمر حتے انقضٰی اجلہ و ابن مسعود
بالعراق حتے انقضٰی اجلہ و عثمان
ابن عفان کانوا یستبرئون الامۃ
بحیضۃ حتے کان معاویۃ فکان
یقول حیضتان فقال الزہری
و انا ازیدک عبادۃ بن الصامت
ابوبکر عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن
عمر باع عبد الرحمٰن بن عوف جاریۃ لہ
کان یقع علیہا قبل ان یستبرئہا فظہر
بہا حمل عند الذی اشتراہا فخاصم الی
عمر فقال عمر کنت تقع علیہا قال نعم
قال فبعتہا قبل ان تستبرئہا قال نعم
قال ماکنت لذلک بخلیق فدعا القافۃ فنظروا
لہ فالحقوہ بہ ابوبکر عن ابراہیم عن عمر
قال المتلاعنان یفرق

اس سے وطی نہ کیجائے۔[ع] ابوبکر سعید بن المسیّب سے کہ ابوبکر رضؓ
اور عمر رضؓ دونوں عزل[ع] کو برا سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس سے
غسل کا حکم دیتے تھے۔ ابوبکر مکحول سے کہ میں نے زہری سے
کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ عمر رضؓ اپنی موت کے وقت تک اور
ابن مسعود رضؓ عراق میں اپنی موت کے وقت تک اور عثمان رضؓ بن
عفان سب باندی سے ایک حیض[س] کے ساتھ استبراء کرتے
تھے یہاں تک کہ معاویہ رضؓ کا دور آیا تو وہ دو حیض کہا کرتے
تھے تو زہری نے کہا کہ اور میں تمہارے بیان پر عبادہ رضؓ بن
الصامت کا اضافہ کرتا ہوں۔ ابوبکر عُبَید اللہ بن عبد اللہ بن
عمر رضؓ سے کہ فروخت کیا عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف نے اپنی ایک
ایسی باندی کو جس سے مقاربت کیا کرتے تھے قبل اس کے کہ
اس کا استبراء کریں تو خریدار کے پاس جانے کے بعد اُس کا
حمل ظاہر ہو گیا تو وہ عمر رضؓ کے پاس دعویدار ہوا۔ عمر رضؓ نے
(عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف سے) پوچھا کہ کیا تم اس سے جماع کیا
کرتے تھے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ پھر تم نے اُس کو
بیچ دیا قبل اس کے کہ اس کا استبراء کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں تو،
ایسا کرنا زیبا نہ تھا۔ پھر قیافہ شناسوں کو بلایا تو اُنھوں نے
اس پر غور کیا پھر اُس کو عبد الرحمٰن رضؓ ہی کا قرار دیا۔ ابوبکر
ابراہیم سے وہ عمر رضؓ سے فرمایا کہ لعان[للع] کرنے والے مرد و عورت

ع اس ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اگر اپنی باندی کا کسی غلام سے نکاح کر دیا تھا تو آزاد ہونے کے بعد اس کو فسخ نکاح کا اختیار اس صورت میں ہے کہ اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو ۱۲ مترجم ع عزل یہ ہے کہ انزال سے پہلے ہی عورت سے جدا ہو جائے ۱۲ مترجم س یہ اندازہ کرنا کہ اس کو حمل تو نہیں ہے استبراء ہے جس کی تصدیق ایک باندی کے لئے مذکورہ اکابر ایک حیض سے کرتے تھے اور معاویہ رضؓ دو حیض سے ۱۲ مترجم للع جب کوئی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو لڑکا پیدا ہو اس کو کہے کہ یہ میرا نہیں ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی اور شرعی حاکم کے سامنے استغاثہ کرے۔ تو حاکم دونو سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے قسم لیجائیگی اس طرح کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اس پر لگائی ہے اس میں سچا ہوں چار دفعہ اسی طرح بلکہ پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ پھر عورت چار دفعہ یہ کہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے یہ اس میں جھوٹا ہے۔ پانچویں بار یہ کہے کہ اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے۔ اس قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔ م

م حاکم دونوں میں جدائی کر دے گا اور طلاق بائن پڑ جائیگی۔ لڑکا ماں کے حوالے کر دیا جائے گا باپ کا نہ کہا جائے گا ۱۲ مترجم

حضرت عمرؓ کے فقہی مسائل و احکام

بينهما و لا يجتمعان ابدا ۔ ابو بكر عن الحسن
لما فتحت تستر اصاب ابو موسى سبايا
فكتب اليه عمر لا يقع احد على امرأة
حتى تضع و لا تشركوا المشركين في
اولادهم فان الماء تمام الولد ۔ ابو بكر
عن قبيصة بن ذؤيب قال
عمر حصنوهن او لا تحصنوهن لا تلد
امرأة على فراش احدكم الا
الحقته به يعني السرارى ۔ ابو بكر
عن الشعبي عن عمر اذا اقر بولد مرة
واحدة فليس له ان ينفيه ۔ ابو بكر
عن سليمان بن يسار ان عمر بن
الخطاب رفع اليه خصي تزوج امرأة
ولم يعلمها ففرق بينهما ۔ ابو بكر عن
هشام بن عروة ان امرأة سألت
ابنها ان يزوجها فكره ذلك و
ذهب الى عمر فقال له عمر
زوجها فو الذي نفس عمر بيده
لو ان حنتمة بنت هشام يعني عمر
امه نفسه سألتني ان ازوجها
لزوجتها فزوج الرجل امه
ابو بكر عن حارثة بن مضرب قال
عمر استعينوا على النساء بالعرى
ان احداهن اذا كثرت ثيابها و
حسنت زينتها

کے درمیان تفریق کردی جاتے وہ دونوں کبھی جمع نہ ہوں گے۔ ابوبکر حسن سے، کہ جب تستر فتح ہوگیا تو بہت سے قیدی ابو موسیٰ رض کے ہاتھ آئے تو اُن کو عمر رض نے لکھا کہ کوئی شخص کسی قیدی عورت سے ہمبستر نہ ہو جبتک کہ اس کا وضع حمل نہ ہو جائے اور تم مشرکین کے ساتھ اُن کی اولاد میں شرکت نہ کرنا کہ آب منی بچے میں نشو و نما اور بڑھوتری کا سبب ہوتا ہے۔ ابوبکر قبیصہ بن ذُوَیب سے کہ عمر رض نے فرمایا کہ تم اُن کی پاکدامنی کا بچاؤ کرو یا نہ کرو کوئی بھی عورت تم میں سے کسی کے فرش پر بچہ نہ جنے گی مگر میں اس کو اُسی شخص کا قرار دوں گا (عورت سے) عمر رض کی مُراد اُن باندیوں سے تھی جو جماع کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہیں۔ ابوبکر شعبی سے وہ عمر رض سے کہ جب کوئی ایک مرتبہ کسی لڑکے کے بارے میں اقرار کرلے تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ اُس کی نفی کرے۔ ابوبکر سلیمان ابن یسار سے کہ عمر رض بن الخطاب کے سامنے ایک خصی پیش کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو اپنا حال نہ بتایا تھا تو آپ نے دونوں میں تفریق کرادی۔ ابوبکر ہشام ابن عروہ سے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے سے سوال کیا کہ وہ اُس کا نکاح کرائے تو اس کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ عمر رض کی طرف گیا تو اُس سے عمر رض نے کہا کہ اُس کا نکاح کرا! قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں عمر رض کی جان ہے اگر حنتمہ بنتِ ہشام، یہ عمر رض نے اپنی والدہ کا نام لیا، مجھ سے سوال کرتی کہ میں اُس کا نکاح کراؤں تو ضرور کرادیتا۔ تو اُس شخص نے اپنی ماں کا نکاح کرادیا۔ ابوبکر حارثہ بن مضرب سے کہ عمر رض نے فرمایا کہ عورتوں کی ستر پوشی (یعنی بقدر ضرورت لباس) پر ان کی اعانت کرو (مگر اس میں زیادتی نہ کرو) جب اُن میں سے کسی کے پاس بہت کپڑے ہوجاتے ہیں اور سامانِ زینت وافر

اعجبہا الخروج ؎ ابو بکر عن انس کان عمر
اذا اتی رجل قد طلق امرأتہ ثلثاً فی
مجلس اوجعہ ضرباً و فرق بینہما ابو بکر
عن زید بن وہب ان رجلاً بطالاً کان
بالمدینۃ طلق امرأتہ الفا فرجع الی
عمر فقال کنت العب فعلا عمر
رأسہ بالدرۃ و فرق بینہما ابو بکر عن
عمرو بن شعیب وجدنا فی کتاب
عبداللہ بن عمرو عن عمر اذا عبث المجنون
بامرأتہ طلق علیہ ولیہ ابو بکر عن
عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ
کتبت الی عمر فی رجل مجنون یخاف
ان یقتل امرأتہ فکتب الی ان
اجلہ سنۃ یتداوی ابو بکر عن ابی لبید
ان عمر اجاز طلاق السکران بشہادۃ
نسوۃ ابو بکر عن عطاء اتی ابن مسعود
... رجل قال لامرأتہ حبلک علی
غاربک فکتب ابن مسعود الی عمر فکتب
عمر مرہ فلیوافنی بالموسم فوافاہ
بالموسم فارسل الی علی
فقال لہ علی انشدک باللہ
ما نویت قال امرأتی ففرق
بینہما ابو بکر عن الاوزاعی ان عمر
ابن الخطاب لم یرہ شیئاً یعنی
طلاق المکرہ ابو بکر عن عمرو

ہو جاتا ہے تو باہر نکلنا اُسے اچھا لگتا ہے ... ابو بکر انس رضؓ سے،
جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق
دیتا اور حضرت عمرؓ کے پاس آتا تو وہ اس کو خوب پیٹتے اور
دونوں کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔ ابو بکر زید بن وہب
سے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ شخص تھا اُس نے اپنی بیوی کو ایک
ہزار طلاقیں دیں پھر وہ عمرؓ کی طرف آیا اور کہا کہ میں تو مذاق
کر رہا تھا تو عمرؓ نے اس کے درہ مارا اور دونوں میں تفریق
کر دی۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے، ہم نے عبداللہ بن عمرو کے
ایک مکتوب میں دیکھا کہ عمرؓ سے مروی ہے کہ جب مجنون اپنی بیوی
کے ساتھ ناشائستہ حرکات کرنے لگے تو اُس کا ولی اس کو طلاق
دیدے۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے
دادا سے کہ میں نے عمرؓ کو ایک مجنون کے بارے میں لکھا جس سے
یہ اندیشہ تھا کہ وہ اپنی بیوی کو قتل کر دے گا تو مجھے لکھا کہ اس
کو ایک سال کی مہلت دو کہ وہ علاج کرالے۔ ابو بکر ابی لبید سے
کہ عمرؓ نے مدہوش آدمی کی طلاق کو عورتوں کی شہادت پر نافذ
کیا۔ ابو بکر عطاء سے کہ ابن مسعودؓ کے سامنے ایک شخص کا
معاملہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ حبلک علی
غاربک (تیری رسی تیرے کندھے پر ہے) تو ابن مسعودؓ نے
عمرؓ کو لکھا۔ عمرؓ نے لکھا کہ اس کو حکم دو کہ موسم پر (یعنی زمانہ
حج میں) مجھ سے ملے تو وہ موسم (حج) پر آپ سے ملا۔ آپ نے
اس کو علیؓ کے پاس بھیجدیا تو اس سے علیؓ نے کہا کہ میں تجھے خدا
کی قسم دیتا ہوں کہ تو نے کیا نیت کی تھی؟ تو اُس نے کہا کہ
اپنی بیوی کی۔ تو علیؓ نے دونوں میں تفریق کر دی۔ ابو بکر اوزاعی
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کو کوئی چیز نہیں خیال کیا یعنی
طلاق مکرہ کو (یعنی جس کو طلاق پر مجبور کیا گیا) ابو بکر عمرو

ابن شعیب عن ابیہ عن جدّہ ان رجلاً تزوّج امرأۃً علیٰ خالتہا فضربہ عمر و فرّق بینہما آبوبکر ان غلاماً فجر بجاریۃٍ فظہر بالجاریۃ حملٌ فرُفعَ الیٰ عمر بن الخطّاب فاعترفا فجلدہما و حرص ان یجمع بینہما فابیٰ الغلامُ آبوبکر عن عاصم بن عُمر و خرج ناسٌ من اہل العراق فلمّا قدموا علیٰ عمر قالَ مَن انتم قالوا من اہلِ العراق قال فبإذنٍ جئتم قالوا نعم فسألوا عمّا یحلّ للرّجل من امرأتہٖ و ہی حائضٌ فقالَ سألتمونی عن خصالٍ ماسألنی عنہنّ احدٌ بعد اَن سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقالَ امّا للرّجل من امرأتہ و ہی حائضٌ فلہ مافوق الإزار آبوبکر عن الحسن قال عمر لا رضاعَ بعد الفصال آبوبکر عن ابنِ عُمر قالَ عمر لو تقدّمتُ فیہا لرجمتُ یعنی المتعۃَ آبوبکر عن سعید بن المسیّب انہ قالَ رحم اللہ عمر لولا انہ نہیٰ عن المتعۃ صارَ الزنا جہاراً آبوبکر عن قبیصۃ بن جابر عن عُمر قالَ لا اُوتیٰ

ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اُس کی خالہ پر (یعنی بیوی کی بھانجی سے) تو اُس کو عمر رضؓ نے مارا اور دونوں میں تفریق کردی۔ آبوبکر کہ ایک غلام نے بدکاری کی ایک لونڈی سے تو لونڈی کا حمل ظاہر ہوگیا پھر یہ معاملہ عمر رضؓ بن الخطّاب کے سامنے پیش ہوا تو دونوں نے اقرار کرلیا پھر آپ نے دونوں کے کوڑے لگوائے اور رغبت دلوائی کہ دونوں کو جمع کردیں (یعنی دونوں کا نکاح کردیں) تو غلام نے انکار کردیا۔ آبوبکر عاصم بن عمر رضؓ سے۔۔۔ کچھ لوگوں نے عراق والوں میں سے سفر کیا جب وہ عمر رضؓ سے ملے تو اُنھوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ اہلِ عراق میں سے ہیں۔ فرمایا کیا تم اجازت کے ساتھ آئے ہو (یعنی ہم سے ملنے کی اجازت لے چکے ہو؟) اُنھوں نے کہا ہاں! پھر اُنھوں نے اس بارے میں سوال کیا کہ ایک مرد کے لئے اپنی عورت سے جب کہ وہ حائضہ ہو کس حد تک متمتّع ہونا حلال ہے تو فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایسی باتوں میں سے ایک کا سوال کیا کہ ان کے بارے میں جب سے مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اب تک کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ پھر فرمایا ایک مرد کے لئے اپنی عورت سے جب کہ وہ حائضہ ہو ازار (لنگی، پاجامہ وغیرہ) سے اُوپر حلال ہے۔ آبوبکر حسن سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ دُودھ چھڑانے کے بعد رضاعت (معتبر) نہیں (یعنی اس سے رشتہ حرام نہیں ہوتا)۔ آبوبکر ابنِ عمر رضؓ سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ اگر میرے سامنے یہ معاملہ آیا تو میں سنگسار کردوں گا۔ آپ کی مُراد مُتعہ تھا۔ آبوبکر سعید بن المسیّب سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ عمر رضؓ پر اللہ رحمت نازل کرے اگر وہ مُتعہ سے نہ روکتے تو کُھلم کُھلا زنا ہونے لگتا۔ آبوبکر قبیصہ ابن جابر رضؓ سے وہ عمر رضؓ سے فرمایا کہ میرے پاس نہیں لایا جائیگا

بمحلِّلٍ او محلَّلٍ لہٗ الّا رجمتُہما ابو بکر عن سعید بن المسیّب انّ عمر استشارَ علیَّ بن ابی طالب و زیدَ بن ثابت قال زید قد حلّت و قالَ علیٌّ اربعۃ اشہرٍ و عشرًا قالَ زید ارایتَ ان کانت نسیئًا قالَ علیٌّ فآخر الاجلین قالَ عمر لو وضعتْ ذابطنہا و زوجہا علٰی نعشہٖ لم یُدخَل حفرتہٗ لکانت قد حلّت ابو بکر عن سالم سمعتُ رجلاً من الانصار یحدّثُ ابن عمر یقول سمعتُ اباک یقولُ لو وضعتِ المتوفّٰی عنہا زوجہا ذابطنہا وہو علی السّریر فقد حلّت ابو بکر عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ قال عمر ما استفادَ رجلٌ او قال عبد بعد ایمانٍ باللّٰہ خیرًا من امرأۃٍ حسنۃِ الخُلق وَدُودٍ وَلودٍ وما استفادَ رجلٌ بعد الکفر باللّٰہ شرًّا من امرأۃ سیّئۃِ الخُلق حدیدۃِ اللّسان ثم قالَ انّ منہنّ غُنمًا لا یُجذٰی منہ وانّ منہنّ غلًّا لا یُفدٰی منہ ابو بکر انّ رجلاً من بنی تیم اللّٰہ کانَ جمعَ بین اُختین فی الجاہلیّۃ فلمّا یُفرّقْ بین واحدۃٍ منہما حتّٰی کان فی خلافۃ عمر

کوئی حلالہ کرنے والا یا جس کے لئے حلالہ کیا گیا مگر میں دونوں کو سنگسار کردوں گا۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے، کہ عمرؓ نے مشورہ کیا علیؓ بن ابی طالب اور زید بن ثابتؓ سے[1]، زیدؓ نے کہا کہ حلال ہوگئی مگر علیؓ نے کہا کہ چار مہینے اور دس دن۔ زیدؓ نے کہا کہ اگر عورت پر دن چڑھ رہے ہوں تو[2]، علیؓ نے کہا کہ پھر دونوں (محتمل) مدتوں میں سے آخری مدت۔ عمرؓ نے کہا کہ اگر اس عورت کا وضع حمل ہوجائے اور اس کے شوہر کی لاش ابھی رکھی ہو اور قبر میں داخل بھی نہ کی گئی ہو تو وہ یقیناً حلال ہوچکی ہے۔ ابو بکر سالم سے کہ میں نے انصار میں کے ایک شخص سے سُنا جو ابن عمرؓ سے بات کرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ میں نے تمہارے باپ سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر بعد وفات چھوڑ جانے والے کی بیوی کا وضع حمل ہوجائے اور وہ ابھی تخت پر ہے (یعنی دفن نہیں ہوا) تو وہ حلال ہوگئی۔ ابو بکر معاویہ بن قرہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں کمایا کسی شخص نے یا کہا کہ کسی بندہ نے ایمان باللہ (کی سب سے بڑی خیر) کے بعد کسی چیز کو جو بہتر ہو ایسی عورت سے جو اچھی عادت والی محبت کرنے والی بچے جننے والی ہو اور نہیں کمایا کسی شخص نے کفر باللہ کے بعد (جو سب سے بڑا شر ہے) کسی شے کو جو بدتر ہو ایسی عورت سے جو بدخلق ہو، تیز زبان ہو، پھر فرمایا کہ بیشک ان میں سے بعض تو بڑی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا ان کا معاوضہ نہیں ہوسکتی اور بعض اُن میں سے گلے کا طوق ہیں کہ کسی فدیہ سے اُن سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ ابو بکر کہ بنی تیم اللہ کا ایک شخص تھا جس نے جاہلیت کے زمانہ میں دو بہنوں کو جمع کرلیا تھا تو جب اسلام آیا تو اس نے ان میں سے کسی کو جدا نہ کیا یہاں تک کہ وہ خلافت عمرؓ میں بھی (اسی حال پر) رہا

[1] یعنی ایسی عورت کی مدت کے بارے میں جسکے ... [illegible] ... حیض آنے میں تاخیر ہوا اور وہ حاملہ ہو اندر چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد ولادت ہو۔[2]

وانہ رُفع شانہُ الیٰ عمر فارسل الیہ عمرُ فقالَ اختر احدٰیہما واللہِ لئن قربتَ الاُخریٰ لاَضربنّ رأسکَ آبوبکر عن مسروق جآء رجل الیٰ عمر فقالَ انّی جَعلتُ اَمرَ اِمرأتی بیدہا فطلّقتْ نفسَہا ثلٰثاً فقال عُمر لعبدِ اللّٰہ ما تقول فقالَ عبداللّٰہ واحدۃٌ وہو اَملک بہا فقال عمر و انا ایضًا اَریٰ ذٰلک آبوبکر عن علقمۃ عن عبداللّٰہ انّ رجُلاً جعلَ امرَ امرأتہ بیدہا فطلّقتْ نفسَہا ثلٰثاً قالَ ہیَ واحدۃٌ ثمّ لقیَ عُمرَ فقالَ نعمَ ما رأیتَ آبوبکر عن زاذان کُنّا جلوسًا عندَ علیٍّ فَسُئلَ عن الخیار فقال سألنی عنہا امیرالمؤمنین عمر فقلتُ اِن اختارت نفسَہا فواحدۃٌ بائنۃ و اِن اختارت زوجَہا فواحدۃٌ و ہو احقُّ بہا فقالَ لیسَ کما قلتَ اِن اختارتْ زوجہا

اور اس کے حال کو عمر رضؓ سے بیان کیا گیا تو عمر رضؓ نے اس کو یہ پیغام بھیجا کہ ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کر واللہ اگر دوسری تیرے پاس آئی تو میں تیرا سر پیٹ دوں گا۔ آبوبکر مسروق سے کہ ایک شخص نے عمر رضؓ سے آکر کہا کہ مَیں نے اپنی بیوی کا معاملہ اُس کے اختیار میں دیدیا تھا تو اُس نے اپنی ذات کو تین طلاقیں دیدیں تو عمر رضؓ نے عبداللہ رضؓ (ابن عباس رضؓ) سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تو عبداللہ رضؓ نے کہا کہ ایک (پڑی) اور اسی کا اُس نے اُس کو اختیار دیا تھا تو عمر رضؓ نے کہا اور میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں۔ آبوبکر علقمہ سے وہ عبداللہ رضؓ سے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا معاملہ اُسی کے اختیار میں دیدیا تو اس نے اپنی ذات کو تین طلاق دیدی تو اُس نے کہا کہ یہ ایک ہی ہے پھر وہ عمر رضؓ سے ملا تو انھوں نے فرمایا کہ تو نے جو رائے قائم کی وہ ٹھیک ہے۔ آبوبکر زاذان سے کہ ہم علی رضؓ کے پاس بیٹھے تھے تو اُن سے سوال کیا گیا اختیار[ع] کے بارے میں تو اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے یہ سوال کیا تھا امیرالمؤمنین عمر رضؓ نے تو میں نے کہا کہ اگر اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک (طلاق رجعی) اور وہ اس سے رجعت کا حقدار ہے تو عمر رضؓ نے کہا جواب وہ نہیں جو تم نے کہا۔ اگر اُس نے اختیار کیا اپنے شوہر کو

ع ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خیار کی ایک خاص صورت پر کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ انتِ طالق البتۃ۔ ان شئتِ اس صورت میں علی رضی اللہ عنہ نے جب کہ عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر سے جُدا ہونے کا فیصلہ کیا تو لفظ کنایہ "البتۃ" کے اعتبار سے جب کہ اس سے معنی طلاق مراد ہونے پر لفظ طالقٌ دلالت کر رہا ہے طلاق بائنہ کا فیصلہ تجویز کیا اور شوہر ...... کو اختیار کرنے کی صورت میں طلاق رجعی کا اس لئے کہ ان کی نظر میں خیار کا تعلق صرف البتۃ سے ہے اور طلاق کی صراحت کلام میں موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں خیار کا تعلق صرف ایک جز البتۃ سے نہیں ہے۔ ان کے نزدیک طلاق کے نفاذ میں انتِ طالقٌ اصل ہے۔ البتۃ صرف اس کی توثیق کے لئے ہے اس لفظ سے بولنے والے کی نیت دوسری تیسری طلاق کی نہیں تھی اس لئے خیار کا تعلق صرف انتِ طالقٌ سے ہے تو اگر عورت الگ ہونے کو اختیار کرے گی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ اگر شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو کوئی طلاق نہ پڑے گی نہ بائنہ اور نہ رجعی۔ اور زید بن ثابت نے جدائی کی صورت میں لفظ البتۃ سے بائن ہونے کا اور لفظ طالق سے اس پر ایک طلاق بڑھا کر تین طلاق کی رائے دی اور شوہر کے ساتھ رہنے کی صورت میں خیار کا تعلق صرف انتِ طالقٌ سے رکھا اس لئے البتۃ کے پیشِ نظر ایک طلاق بائن کا حکم لگایا واللہ اعلم ۱۲ اشتیاق احمد عفی اللہ عنہ

فلا شیئ و ان اختارت نفسہا فواحدۃ و ہو احق بہا فلم اجد بدّا من متابعۃ امیر المؤمنین فلما ولیت و اتیت فی الفروج رجعت الی ما کنت اعرف فقیل لہ رأیکما فی الجماعۃ احب الینا من رأیک فی الفرقۃ فضحک علیؓ و قال اما انہ ارسل الی زید بن ثابت فسألہ فقال ان اختارت نفسہا فثلاث و ان اختارت زوجہا فواحدۃ بائنۃ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان عروۃ بن المغیرۃ ابتلی بہا و ہو امیر الکوفۃ فارسل الی شریح و قال قل فی رجل قال لامرأتہ انت طالق البتۃ فقال قال فیہا عمر واحدۃ و ہو املک بہا و قال علی بن ابی طالب ہی ثلاث قال قل فیہا انت قال قد قالا فیہا قال اعزم علیک الا قلت فیہا قال شریح اری قولہ انت طالق طلاقا قد خرج و اری قولہ البتۃ بدعۃ اتقف عند بدعتہ فان نوی ثلاثا فثلاث و ان نوی واحدۃ فواحدۃ بائن و ہو خاطب

تو کوئی شے نہیں۔ اگر اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ اس سے رجوع کا حقدار ہے۔ اسکے بعد میرے لئے امیر المومنین کی متابعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ پھر جب میں خود صاحب اختیار ہو گیا اور مدت کے بعد فروج کے قضایا پر غور کیا تو میں نے پھر اپنی اُسی رائے کی طرف رجوع کیا جو میں رکھتا تھا۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ ہم کو تم دونوں کی وہ رائے پسند ہے جس کا انجام جمع ہو جانا ہے بہ نسبت آپ کی اس رائے کے جو تفریق کا سبب ہے تو علیؓ ہنسے اور فرمایا کہ سن لو انھوں نے (یعنی عمرؓ نے) زید بن ثابتؓ کو بھی بلایا اور ان سے پوچھا تھا تو انھوں نے یہ کہا تھا کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو تین طلاق اور اگر اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عروہ بن المغیرہ اس میں مبتلا ہو گئے جب کہ وہ کوفہ کے امیر تھے تو انھوں نے قاضی شریح کو بلایا اور کہا کہ ایسے شخص کے بارے میں بتائیے جس نے اپنی بیوی کو کہدیا انتِ طالق البتۃ تو انھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں عمرؓ نے کہا کہ ایک طلاق پڑے گی اور وہ اس سے رجعت کا مالک ہے اور علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ یہ تین طلاق ہیں۔ عروہ نے کہا کہ اس کے بارے میں آپ کہئے۔ تو انھوں نے کہا وہ دونوں اس میں کہہ چکے ہیں۔ عروہ نے کہا کہ میرا منشاء تو آپ سے یہ ہے کہ آپ خود اپنی رائے بیان کریں۔ تو شریح نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ اس کا قول انتِ طالقٌ نکل چکا اور اس کے قول البتۃ کو میں سمجھتا ہوں کہ ایک اضافہ ہے۔ اس اضافہ پر ہم توقف کریں گے اگر اس نے نیت کی ہے تین کی تو تین کا حکم دیا جائے اور اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک بائن طلاق ہوگی اور وہ (رجوع کرنے کا مالک نہ ہوگا) خاطب (یعنی رشتہ بھیجنے والا) ہوگا

ابو بکر عن عمر و عبد اللہ انہما قالا امرک
بیدک و اختارے سواء ابو بکر عن عمرو
ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان عمر
ابن الخطاب و عثمان بن عفان قالا ایما
رجل ملّک امرأتہ امرہا و خیرہا فافترقا
من ذلک المجلس فلم تحدث فیہ
شیئاً فامرہا الی زوجہا ابو بکر عن المطلب
ابن حنطب عن عمر انہ جعل البتۃ
تطلیقۃ و زوجہا املک بہا ابو بکر عن
حمید بن ہلال و غیرہ عن عمر نحواً
من ذلک ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ قالا فی الخلیۃ تطلیقۃ
و ہو املک برجعتہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البریۃ قالا تطلیقۃ
و ہو املک بہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البائن تطلیقۃ و ہو
املک برجعتہا ابو بکر عن المنہال عن
عمر فی رجل طلق امرأتہ تطلیقتین ثم
قال انت علیّ حرام فقال عمر ما ہی
باہونہن ابو بکر عن الضحاک ان ابا بکر و
(التحریم بہذہ الکلمۃ)
عمر و ابن مسعود قالوا من قال لامرأتہ ہی علیّ
حرام فلیست علیہ بحرام و علیہ کفارۃ
یمین ابو بکر عن الحسن قالت امرأۃ
لزوجہا اراحنی اللہ منک او
نحواً من ہذا

(عورت منظور کرے یا رد کرے)۔ ابو بکر عمر رضؓ سے اور عبد اللہ رضؓ سے کہ
ان دونوں نے کہا کہ امرک بیدک (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے)
اور اختاری (تو صاحب اختیار ہو جا) برابر ہیں۔ ابو بکر عمرو
ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ عمر رضؓ بن
الخطاب اور عثمان رضؓ بن عفان نے کہا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو
اُس کے امر (طلاق) کا مالک بنا دیا اور اُس کو اختیار دیدیا پھر وہ
اس مجلس سے جدا ہو گیا اور عورت نے اس کے بارے میں کوئی
بات نہ کی تو اُس عورت کا امر اُسکے شوہر کی طرف چلا جائے گا۔
ابو بکر مطلب بن حنطب سے وہ عمر رضؓ سے کہ اُنھوں نے البتۃ کو ایک
طلاق قرار دیا اور شوہر کو اس سے رجعت کا حقدار بنایا۔ ابو بکر
حُمید بن ہلال وغیرہ سے وہ عمر رضؓ سے مثل اسی روایت کے۔
ابو بکر ابراہیم سے وہ عمر رضؓ اور عبد اللہ رضؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ
خلیّۃ میں ایک طلاق واقع ہو گی اور شوہر کو اُس سے رجعت
کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمر رضؓ اور عبد اللہ رضؓ سے بَرِیّۃ
کے بارے میں دونوں نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہو گی اور اس کو
اس سے رجعت کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمر رضؓ اور عبد اللہ
سے کہ بائن میں ایک طلاق ہے اور وہ اسکے رجعت کا مالک ہے۔
ابو بکر منہال سے وہ عمر رضؓ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے
اپنی بیوی کو دو ۲ طلاقیں دیں پھر کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو عمر رضؓ
نے کہا کہ یہ کلمہ اُن سے کچھ ہلکا نہیں ہے۔ ابو بکر ضحاک سے کہ
ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ اور ابن مسعود رضؓ سب نے کہا کہ جس نے اپنی بیوی سے
کہا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ اُس پر حرام نہیں ہے اور اس پر
کفارہ قسم کا لازم ہے (بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو)
ابو بکر حسن رضؓ سے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا اراحنی اللہ
منک (اللہ تعالیٰ تجھ سے مجھے راحت دے) یا کوئی دوسرا جملہ اسی طرح کا

فقال نعم فنعم فنعم فأتى عمر بن
الخطاب فذكر ذلك له فقال عمر تريد
ان احملها عنك هي بك هي بك ابوبكر
عن سالم والقاسم وعبيد الله بن عبد الله
ابن عمر قالوا قال عمر انما الطلاق بيد
من يحل له الفرج يعني ان العبد
اذا اذن له مولاه في النكاح فالطلاق
بيد العبد لا بيد المولى ابوبكر عن
يزيد بن علقمة ان رجلا من بني تغلب
يقال له عبادة بن النعمان كان
تحته امرأة من بني تميم
فاسلمت فدعاه عمر فقال اما
ان تسلم واما ان انتزعها منك
فابى ان يسلم فنزعها منه عمر
ابوبكر عن الحسن عن عمر في الرجل
له امرأة فيسئل ألك امرأة فيقول
لا انه قال كذبة ابوبكر عن عمرو
ابن شعيب كان عمر وابو الدرداء
ومعاذ يقولون ترجع اليه (المرأة الى الزوج)
بما بقي يعني الرجل يطلق امرأته
تطليقة او تطليقتين فتزوج
ثم ترجع اليه على كم
تكون عنده ابوبكر عن ابي
هريرة (طلاقا) عن عمر على ما
بقي من الطلاق

تو شوہر نے کہا ہاں! ہاں!! ضرور!!! پھر وہ پہنچا عمرؓ بن الخطاب
کے پاس اور اُن سے اس واقعہ کا ذکر کیا (اور اس تشویش کا کہ طلاق
تو واقع نہیں ہو گئی)، تو عمرؓ نے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ (تیرے ہاں!
ہاں!! کہنے کی تفسیر کا) تیری طرف سے مَیں بوجھ برداشت کروں
(تو سُن اس ہاں ہاں کا مفہوم کہ وہ یہ ہے کہ) وہ عورت ہے
تیرے ساتھ وہ عورت ہے تیرے ساتھ۔ ابو بکر سالم سے اور قاسم
اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ سے سب نے بیان کیا کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ طلاق اسی شخص کے ہاتھ میں ہے جس کے لئے فرج حلال
ہے۔ یعنی یہ کہ غلام کو جب اُس کے آقا نے نکاح کی اجازت دیدی
تو طلاق غلام کے اختیار میں ہے آقا کے اختیار میں نہیں۔ ابوبکر
یزید بن علقمہ سے کہ بنی تغلب میں کا ایک شخص تھا جس کو عبادہ
ابن النعمان کہا جاتا تھا، اس کے تحت میں بنی تمیم کی ایک عورت
تھی۔ پھر وہ اسلام لے آئی تو اُس شخص کو عمرؓ نے بُلایا اور فرمایا
(اب دو صورتیں ہیں) یا تو تُو اسلام قبول کرے اور یا یہ کہ
میں اُس کو تجھ سے کھینچ کر الگ کردوں تو اس نے اسلام قبول
کرنے سے انکار کردیا تو عمرؓ نے عورت کو اُس سے الگ کرلیا۔
ابو بکر حسنؒ سے وہ عمرؓ سے اُس شخص کے بارے میں جس کے
بیوی موجود تھی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرے پاس بیوی
ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایک جھوٹ
ہے (اس سے طلاق نہیں پڑے گی)۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے
کہ عمرؓ اور ابو درداءؓ اور معاذؓ اس کے قائل ہیں کہ وہ اُس کی
طرف لوٹائی جائے گی باقی ماندہ پر یعنی کوئی شخص جو اپنی
بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدیتا ہے پھر وہ نکاح کرلیتی ہے پھر
لوٹتی ہے اُس کی طرف تو اُس شخص کے پاس کتنی طلاق کا حق
ہوگا۔ ابو بکر ابو ہریرہؓ سے وہ عمرؓ سے باقیماندہ طلاق پر (حسب

آبو بکر عن سعید بن المسیب عن عمر قال اربع جائزۃٌ علٰی کلّ حالٍ العتقُ والطّلاقُ و النکاحِ والنّذرُ یعنی سواءٌ کان جادًّا او ہازلاً آبو بکر عن کثیر مولٰی ابن سمرۃ ان عمر اُتی بامرأۃٍ ناشزۃٍ فقال لزوجہا اخلعہا آبو بکر عن عبد اللہ بن شہاب الخولانی شہدتُ عمر بن الخطّاب اُتی فی خلعٍ کان بین رجلٍ و امرأتہ فاجازہ یعنی یجوز الخلع دون السّلطان آبو بکر عن عبد اللہ بن رباح (ای بغیر امرہ ۱۲) ان عمر قال اخلعہا بادون عقاصہا آبو بکر عن ابراہیم قال عمر بن الخطاب لاندعُ کتاب ربّنا و سُنّۃَ نبیّنا بقولِ المرأۃِ المطلّقۃ ثلثًا لہا السکنٰی والنّفقۃُ آبو بکر عن الشّعبی فی الرّجل یُطلّق امرأتہ فجآء آخر فتزوّجہا فی العدّۃ قال عمر یفرّق بینہما وتکمل عدّتہا الاوّل وتستأنف من ہذا عدّۃً جدیدۃً ویُجعل الصداقُ فی بیتِ المالِ و لایتزوّجہا الثانی ابدًا و یصیرُ الاوّلُ خاطبًا من الخُطّاب آبو بکر عن ابراہیم ابن میسرۃ عن عمر قال لایقربہا حتی ینظر أبہا حمل أو لا یعنی الامۃ اذا زوّجہا مولاہا فمات الزّوجُ

توضیح مذکور)۔ آبو بکر سعید بن المسیب سے وہ عمر رضؓ سے، فرمایا کہ چار چیزیں ہر حال میں نافذ ہوتی ہیں: عتق[1] (آزادی) اور طلاق[2] اور نکاح[3] اور نذر[4] یعنی برابر ہے کہ وہ شخص سنجیدگی سے کہنے والا ہے یا مسخرے پن سے۔ آبو بکر کثیر مولٰے ابن سمرہ سے کہ عمر رضؓ کے پاس ایک لڑاکا عورت لائی گئی تو آپ نے اُس کے شوہر سے فرمایا کہ اس سے خلع کرلے۔ آبو بکر عبد اللہ بن شہاب الخولانی سے کہ میں حاضر تھا عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس جب ایک خلع کا معاملہ ایک مرد اور اس کی عورت کا اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اُس کو جائز رکھا۔ یعنی خلع جائز ہے بغیر سلطان (کے حکم) کے۔ آبو بکر عبد اللہ بن رباح سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ اُس (عورت) سے خلع کرلے اس کی چوٹی[عـہ] کے ماسوا سے۔ آبو بکر ابراہیم سے کہ عمر رضؓ ابن الخطاب نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت نہیں چھوڑیں گے جس کو تین طلاق دی گئی ہیں اُس کے لئے رہنے کا گھر بھی ہے اور نفقہ بھی۔ آبو بکر شعبی سے، ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر دوسرا شخص آکر اس عورت سے عدّت کے زمانہ میں نکاح کرلیتا ہے تو عمر رضؓ نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کیجائے۔ اور عورت اپنی پہلی عدّت پوری کرے اور پھر از سر نو دوسری عدّت پوری کرے اور مہر کو بیت المال میں داخل کیا جائے اور وہ دوسرا شوہر کبھی اس سے نکاح نہ کرے اور پہلا شوہر دوسرے رشتہ بھیجنے والوں میں سے ایک رشتہ بھیجنے والا ہوگا۔ آبو بکر ابراہیم بن میسرہ سے وہ عمر رضؓ سے فرمایا کہ وہ اُس سے قریب نہ ہو یہاں تک کہ پہلے یہ دیکھ لے کہ کیا اُس کو حمل ہے یعنی باندی سے جب کہ اُس کے آقا نے اُس کا نکاح کردیا ہو اور اُس کا شوہر مرگیا ہو۔

عـہ مطلب یہ ہے کہ خلع کرلے اور عورت سے اُس کا تمام مال لے لے کہ بجز سر کی چوٹی کے کہ اُس کے پاس کچھ باقی نہ رہے ۱۲

ابو بکر عن سعید و الحسن قالا اَجّل عمر بن
الخطّاب العِنّینَ سَنَۃً فان استطاعہا
و الّا فرق بینہما و علیہ العِدّۃ ابو بکر عن
سعید بن المسیّب ردّ عمر نسوۃً المتوفّٰی عنہنّ
ازواجہن من البیداء منعہن الحج ابو بکر عن
الحکم کان عمرو عبد اللّٰہ یقولان لا تنتقلُ
یعنے المتوفّٰی عنہا زوجہا الشافعی عن مالک
انہ بلغہ انہ کُتِب الٰی عمر بن الخطّاب من
العراق انّ رجلاً قال لامرأتہ حبلکِ علٰی
غاربکِ فکتب عمر الٰی عاملہ ان مُرْہ ان
یُوافینے فی الموسم فبینا عمر بن الخطاب
یطوفُ بالبیتِ اذ لقیہ الرجلُ فسلّم علیہ
فقال مَن انت فقال انا الّذے امرتَ
ان یُجلب علیک قالَ انشدک بربِّ
ہٰذا البیت ہل اردتَ بقولک حبلکِ علٰی
غاربکِ الطّلاقَ فقالَ الرّجل لو استحلفتنی (سوگند میدادی)
فی غیر ہٰذا المکان ما صدّقتُک اردتُ الفراقَ
فقال عمر ہو ما اردتَ البیہقی عن
الثّوری عن حماد عن ابراہیم عن عمر
ابن الخطّاب انہ کان یقولُ فے
الخلیّۃِ و البریّۃِ و البتّۃِ والبائنۃِ
واحدۃٌ و ہو احقّ بہا البیہقی
عن الثّوری عن حماد عن
ابراہیم انّ عمر و ابنَ مسعودٍ
کانا یقولانِ

ابو بکر سعید اور حسن سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عِنّین (نامرد) کو
ایک سال کی مہلت دی پھر اگر وہ قادر ہوگیا تو فبہا ورنہ دونوں
میں تفریق کردی جاتے اور اس پر عدّت لازم ہوگی۔ ابو بکر سعید
ابن المسیّب سے کہ عمرؓ نے ایسی عورتوں کو جن کے شوہروں کا
انتقال ہوگیا تھا بیداء سے واپس کردیا اور اُن کو حج سے روک
دیا۔ ابو بکر حکم سے کہ عمرؓ اور عبد اللہؓ کہا کرتے تھے کہ منتقل
نہ ہو (کسی دوسری جگہ) یعنی جس کا شوہر مرگیا ہو۔ شافعیؒ
مالکؒ سے کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کو عراق
سے لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا حبلکِ علٰی
غاربکِ (تیری رسّی تیرے کندھے پر) تو عمرؓ نے اپنے عامل
کو لکھا کہ اُس کو حکم دو کہ وہ موسم حج میں مجھ سے آکر ملے تو
اس دَوران میں کہ عمرؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جب کہ
وہ شخص اُن سے ملا اور اُن کو سلام کیا۔ تو اُنھوں نے پوچھا
کہ تُو کون ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں وہی ہوں جس کے بارے
میں آپ نے حکم دیا تھا.............کہ آپ کے پاس
بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اس بیت کے رب کی قسم
دیتا ہوں کہ کیا تو نے اپنے اس قول سے یعنی حبلکِ علٰی غاربکِ
سے طلاق کی نیت کی تھی؟ تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ مجھے
اس مکان کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں حلف دیتے تو میں
آپ سے سچ نہ کہتا، میں نے علیحدہ کرنے کی نیت ہی سے کہا تھا،
تو عمرؓ نے فرمایا کہ تیری نیت ہی فیصلہ ہے۔ بیہقی ثوریؒ سے
وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے
خلیہ میں اور بریّہ میں اور بتّہ میں اور بائنہ میں ایک طلاق
ہے اور وہ اُس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ بیہقی ثوری سے
وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے

اذا خیّر لها فاختارت نفسها فھی
واحدۃ و ھو احق بھا و ان اختارت
زوجھا فلا شیٔ الشافعی تعلیقاً و
البیھقی مسنداً روی عن عمر
ابن الخطاب ان رجلاً تدلّی یأخذ
عسلاً فجاءته امرأته فوقفت علی
الحبل فحلفت لتقطعنّه او
لتطلقنّی ثلثاً فذکر اللّٰه و الاسلام
فابت الا ذلک فطلقھا ثلثاً
فلما ظھر اتی عمر بن الخطاب
فذکر ما کان منھا الیه و منه الیھا
فقال ارجع الی امرأتک فلیس
ھو بطلاق البیھقی روی عن عمر
لیس الرجل بأمیر علی نفسه اذا
جوّعت او اوثقت او ضربت الشافعی
عن ابن المسیب کان عمر یقول ان تربّص
اربعة اشھر فی تطلیقة و ھو املک بردّھا
مادامت فی عدتھا الشافعی عن عبداللّٰه
ابن ابی یزید عن ابیه ارسل عمر
الی شیخ من بنی زھرۃ فسأله عن ولاد
الجاھلیة فقال اما النطفة
فمن فلان و اما الولد فھو علی
فراش فلان فقال صدقت
و لکن قضی رسول اللّٰه
صلی اللّٰه علیه و سلم

جب شوہر نے بیوی کو اختیار دیدیا اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا (آزاد ہونے پر) تو ایک طلاق ہوگی اور وہ اس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کرلیا تو کچھ نہیں ہے۔ شافعیؒ نے تعلیقاً روایت کیا اور بیہقی نے مسنداً کہ روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے کہ ایک شخص (کسی غار میں) لٹک کر شہد حاصل کرنے لگا تو اس کے پاس اس کی بیوی آئی اور رسّی پر (جس کے ذریعہ سے وہ غار میں لٹک رہا تھا) کھڑی ہوگئی اور قسم کھاکر کہنے لگی کہ تو مجھے تین طلاق دے ورنہ میں اس رسّی کو ضرور کاٹ دوں گی تو اس نے اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیا مگر وہ نہ مانی بجز اس صورت کے تو اس نے اس کو تین طلاق دیدیں۔ پھر جب وہ باہر آگیا تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا اور جو کچھ معاملہ عورت کی طرف سے اس کے ساتھ اور اس کی طرف سے عورت کے ساتھ ہوا تھا بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اپنی بیوی کے پاس لوٹ جا، یہ کوئی طلاق نہیں ہے۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ فرمایا کہ کوئی شخص اپنی ذات پر امیر (باختیار خود) نہ ہوگا جب کہ بھوکا رکھا جائے یا باندھا جائے یا پیٹا جائے۔ شافعیؒ ابن المسیب سے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے (ایلاء کے بارے میں) کہ چار ماہ (بیوی کے ساتھ ہم بستری سے) رک جانا ایک طلاق ہے اور وہ اس کے رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک عورت عدت میں رہے۔ شافعیؒ عبداللہ بن ابی یزید سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے کو بلا کر اس سے ناجائز اولاد کے تعینِ نسب کی بابت جاہلیت کا دستور پوچھا تو اس نے کہا کہ نطفہ تو فلاں کی طرف سے، رہا بچہ تو وہ فلاں کے فرش پر (کہا جاتا تھا) تو عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالولد للفراش[1] مالک والشافعی عن ابن عمر جاء رجل الی عمر بن الخطاب فقال كانت لی ولیدة اطأها فعمدت امرأتے الیها فارضعتها فدخلت علیها فقالت دونک فقد واللہ ارضعتها فقال عمر اوجعها و ائت جاریتک فانما الرضاعة رضاعة الصغیر مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب وہب لابنہ جاریة فقال لاتمسّها فانی قد کشفتها[2] قال ابو حنیفة النظر الی الفرج یحرّم و قال الشافعی لا قال البیہقی ویشبہ ان یکون الجماع ہو المراد بالکشف فان اہل المروات یکنون عن الجماع بمثل ہذا البیہقی من طریق سفیان الثوری کتب عامل لعمر الی عمر ان ناسا ممن قبلنا یدعون السامرة[3] یسبتون السبت و یقرؤن التوراة و لا یؤمنون بیوم البعث فما یری امیر المؤمنین فی ذبائحہم قال فکتب ہم طائفة من اہل الکتاب ذبائحہم ذبائح اہل الکتاب الشافعی عن عمر انہ قال ما نصاری العرب[4] باہل الکتاب و لا یحل لنا ذبائحہم و ما انا بتارکہم حتی یسلموا او اضرب اعناقہم مالک و الشافعی عن عروة رضؓ

[1] ای للزوج صاحب الفراش ۱۲
[2] ای برہنہ کردہ ام ۱۲
[3] ای الیہود ۱۲
[4] ای بنی تغلب ۱۲

نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ بچہ (صاحب) فراش کے لئے (یعنی شوہر کا) ہو گا۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ ایک شخص نے عمرؓ ابن الخطاب سے آکر کہا کہ میری ایک باندی ہے جس سے میں مجامعت کرتا رہا اُس کے ساتھ میری بیوی نے یہ اقدام کیا کہ اُس کو اپنا دودھ پلا دیا۔ پھر میں اُس پر داخل ہوا تو بیوی نے کہا کہ اس سے الگ رہنا واللہ میں نے اس کو اپنا دودھ پلایا ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اُس کو پیٹ اور اپنی لونڈی کے پاس جا کیونکہ رضاعت (قابلِ اعتبار) صرف بچے ہی کی رضاعت ہے۔ مالکؒ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بیٹے کو ایک جاریہ عطا کی اور فرمایا کہ اس کو چھونا مت کہ میں اس کو برہنہ کر چکا ہوں ابو حنیفہؒ نے کہا کہ فرج کو دیکھنا حرام کر دیتا ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ نہیں۔ بیہقیؒ نے کہا اور قرینِ قیاس یہ ہے کہ برہنہ کرنے سے مراد جماع کرنا ہی ہے کہ شائستہ مزاج لوگ جماع کے لئے اسی طرح کے کنایات بولتے ہیں۔ بیہقیؒ سفیان ثوریؒ کی روایت سے کہ عمرؓ کے ایک عامل نے اُن کو لکھا کہ جو ہم سے پہلے تھے ان میں سے کچھ لوگوں کو سامرہ کہا جاتا تھا وہ سنیچر کے دن عبادت کیا کرتے اور توریت پڑھا کرتے تھے اور یوم قیامت پر ایمان نہیں لاتے تھے تو امیر المومنین ان لوگوں کے ذبیحوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ کہا کہ اس پر عمرؓ نے لکھا کہ وہ لوگ اہلِ کتاب ہی میں کا ایک گروہ ہے اُن کے ذبیحے اہلِ کتاب کے ذبیحے ہیں۔ شافعیؒ عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ عرب کے نصاریٰ (یعنی بنی تغلب) اہلِ کتاب نہیں ہیں اور ہمارے لئے ان کے ذبیحے حلال نہیں ہیں اور میں ان کو چھوڑنے والا نہیں یہاں تک کہ یہ لوگ یا تو اسلام قبول کریں یا میں ان کی گردنیں مار دوں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے

عن خولة بنت حكيم دخلت على عمر بن الخطاب فقالت ان ربيعة بن امية استمتع بامرأة مولدة فحملت منه فخرج عمر يجر رداءه فزعًا (مغموم ہو کر چادر گھسیٹتے ہوئے) فقال هذه المتعة ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. الشافعي عن ابن سيرين ان امرأة طلقها زوجها ثلثًا وكان مسكين اعرابي يقعد بباب المسجد فجاءته امرأة فقالت هل لك في امرأة تنكحها فتبيت معها الليلة وتصبح فتفارقها فقال نعم فكان ذلك فقالت له امرأته انك اذا اصبحت فانهم سيقولون لك فارقها فلا تفعل ذلك فاني مقيمة لك ما ترى واذهب الى عمر فلما اصبحت اتوه واتوها فقالت كلموه فانتم جئتم به فكلموه فابى فانطلق الى عمر فقال الزم امرأتك فان رابوك بريب فأتني فارسل الى المرأة التي مشت لذلك فنكل بها (عقوبت کی اور رسوا کیا) ثم كان يغدو على عمر ويروح في حلة فيقول الحمد لله الذي كساك يا ذا الرقعتين

وہ خولہ بنتِ حکیم سے کہ وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچی اور کہا کہ ربیعہ بن اُمیہؓ نے تمتع کیا تھا ایک مولدہ[ع۵] سے پھر وہ اس سے حاملہ ہوگئی تو عمرؓ اِس طرح نکلے کہ اپنی چادر کھینچ رہے تھے بےچینی سے پھر کہا کہ یہ متعہ ہے اور اگر مجھے پہلے اس کی اطلاع ہوجاتی تو میں ضرور رجم کرتا۔ شافعیؒ ابن سیرینؒ سے کہ ایک عورت کو اُس کے شوہر نے تین طلاق دیں اور ایک نادار دیہاتی مسجد کے دروازے پر بیٹھا کرتا تھا تو اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ کیا تجھے ایسی عورت میں دلچسپی ہے جو تجھ سے نکاح کرے اور تو آج رات اُس کے ساتھ سوئے اور صبح کو اُس سے مفارقت کرلے؛ اس نے کہا کہ ہاں! تو ایسا ہوگیا (رات میں) اُس کی بیوی نے اس سے کہا کہ جب صبح ہوجائے گی تو یہ لوگ تجھ سے کہیں گے کہ اس سے جدا ہو (یعنے طلاق دے) مگر تو ایسا نہ کرنا کیونکہ میں تیری کفالت کروں گی جیسا کہ ... تو دیکھ رہا ہے اور تو عمرؓ کے پاس پہنچ جانا۔ جب صبح ہوتی تو لوگ اس شخص کے پاس آئے اور عورت کے پاس پہنچے۔ تو عورت نے کہا کہ تم اُس سے بات کرو تم ہی اُس کو لے کر آئے تھے تو اُنھوں نے اُس سے گفتگو کی۔ اُس نے انکار کردیا۔ پھر وہ عمرؓ کے پاس پہنچ گیا۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے تعلق پر جما رہ۔ اگر وہ لوگ تجھے پریشانی میں ڈالیں تو میرے پاس آجانا۔ پھر اس عورت کو بلوایا جو اس کام کے لئے چلی پھری تھی تو آپ نے اس کو سزا دی۔ اس کے بعد وہ شخص صبح و شام حضرت عمرؓ کے پاس اچھے لباس میں آتا رہتا تھا اور وہ فرمایا کرتے اللہ کا شکر ہے جس نے اے ذوالرقعتین (یعنے اے پیوند لگے ہوئے دو کپڑوں والے)

ع۵ مولدہ بروزن معظمہ وہ ہے جو عرب میں پیدا ہوئی اور ان کی اولاد کے ساتھ اس نے تربیت پائی ۱۲

حلّة تغدو فيها و تروح . الشافعي
عن مجاهد عن عمر نحواً من ذلك
الشافعي عن جعفر بن محمد عن
ابيه انّ علياً و عمر قالا لا ينكح المحرم
و لا يُنكح فان نكح فنكاحه باطل . مالك
و الشافعي عن ابن المسيّب قال
عمر بن الخطّاب ايّما رجل تزوّج
امرأة و بها جنون او برص فمسّها
فلها صداقها كاملاً و ذلك لزوجها
غرم على وليّها . البيهقي عن ابراهيم
ابن سعد عن ابيه انّ عمر بن الخطّاب
كتب الى بعض عمّاله ان اعط
الناس على تعليم القرآن
فكتب اليه انك كتبت
الىّ ان اعط الناس على
تعليم القرآن فيعلّمه من
ليس له فيه رغبة الّا
رغبة في الجُعل فكتب اليه
ان اعطهم على المروّة و
الصحابة . ابو حنيفة عن يزيد
ابن عبد الرحمن عن الاسود انّه
اعتق مملوكاً له بينه و بين اخوة
له صغار فذكر ذلك لعمر بن
الخطّاب فامره ان يقوّمه و يُرجئه
حتى يدرك الصبية فان

تجھے اچھا جوڑا پہنایا جس میں تو صبح و شام آتا جاتا ہے ۔ شافعیؒ
مجاہد سے وہ عمرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں ۔ شافعیؒ جعفر
ابن محمد سے وہ اپنے باپ سے کہ علیؓ و عمرؓ دونوں نے کہا کہ
محرم (جو احرام باندھنے والا ہو) نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرائے
اگر اُس نے نکاح کرلیا تو اس کا نکاح باطل ہوگا ۔ مالکؒ اور
شافعیؒ ابن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص
نے نکاح کیا کسی ایسی عورت سے جس کو جنون یا برص
ہے پھر اس کو چھوا تو اس عورت کو پورے مہر کا حق ہوگا ۔
اور اس عورت کے شوہر کو حق ہوگا مہر کے برابر تاوان لینے کا اُس
عورت کے وَلی سے ۔ بیہقیؒ ابراہیم بن سعدؒ سے وہ اپنے باپ
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بعض عاملوں کو لکھا کہ تعلیم قرآن
پر لوگوں (یعنے معلّموں) کو عطیات (وظائف) دو ۔ تو عامل
نے اُن کو لکھا کہ آپ نے مجھے لکھا ہے کہ تعلیم قرآن پر لوگوں
کو عطیات دو تو (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) قرآن کی تعلیم وہ
لوگ دیں گے جن کو اس خدمت سے رغبت نہ ہوگی ان کو رغبت
صرف اپنے معاوضہ سے ہوگی (حالانکہ تعلیم قرآن اللہ کے واسطے
ہونی چاہیئے تو اس معاوضہ کو ادا کرنے کی وجہ جواز کیا ہوگی)
تو ان کو عمرؓ نے لکھا کہ ان کو بربناء مروّت (کہ وہ ایک خدمت
اسلامی کرتے ہیں ہم کو ان کی خدمت کرنی چاہیئے) و بربناء
صحابت (کہ وہ خدمت اسلام میں تمہارے ساتھی ہیں) دو ۔
ابو حنیفہؒ یزید بن عبد الرحمن سے وہ اسود سے کہ اُنھوں نے آزاد
کیا ایک مملوک کو جو کہ ان کا اور ان کے کم عمر بھائیوں کا
مشترک تھا ۔ پھر اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے اس کا
ذکر کیا تو اُنھوں نے ان کو حکم دیا کہ اس کی قیمت کا اندازہ
کرو اور اس کو لڑکوں کے بالغ ہونے تک روک لو ع پھر اگر وہ

ع یہ لفظ ارجاء سے بنا ہے اس کے معنے ہیں تاخیر کرنا اور روک لینا ۔ یعنی غلام کو روک لیا جائے جب تک کم عمر بھائی بالغ ہوں ۱۲

شاءُوا اَعتقوا وان شاءوا ضمنوا مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قضی احدھما فی امرأۃ غرّت رجلاً بنفسہا وذکرت انہا حرۃ فولدت لہ اولاداً ان یفدی ولدہ بمثلہم مالک عن سلیمان بن یسار عن عبد اللّٰہ بن امیۃ ان امرأۃ ہلک عنہا زوجہا فاعتدت اربعۃ اشہر وعشراً ثم تزوجت حین حلّت فمکثت عند زوجہا اربعۃ اشہر ونصف شہر ثم ولدت ولداً تاماً فجاء زوجہا الی عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہ فدعا عمر نسوۃ من نساء الجاہلیۃ قدماء فسألہن عن ذلک فقالت امرأۃ منہن انا اخبرک عن ہذہ المرأۃ ہلک عنہا زوجہا حین حملت فاہریقت علیہ الدماء فحشّ ولدہا فی بطنہا فلما اصابہا زوجہا الذی نکحہا واصاب الولد الماء تحرک الولد فی بطنہا فصدقہا عمر بن الخطاب وفرق بینہما وقال عمر لم یبلغنی عنکما الا خیر والحق الولد بالاول مالک عن یحییٰ بن سعید عن سلیمان ابن یسار ان عمر بن الخطاب کان یلیط اولاد الجاہلیۃ بمن

چاہیں تو اس کو آزاد کریں اور اگر چاہیں ضمان لیں۔ مالکؒ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان دونوں میں سے ایک نے ایک عورت کے متعلق جس نے اپنے بارے میں ایک شخص کو دھوکا دیا اور یہ ذکر کیا تھا کہ وہ آزاد ہے پھر اس کے بچے بھی اس نے جنے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی اولاد کا فدیہ جاریہ کے مالک کو اُن ہی کے مانند دے۔ مالکؒ سلیمان بن یسار سے وہ عبداللہ بن اُمیّہ سے کہ ایک عورت کا شوہر مرگیا تو اس نے چار مہینے دس دن کا زمانۂ عدّت پورا کرکے جب حلال ہوگئی تو نکاح کرلیا۔ اب وہ اپنے شوہر کے پاس ساڑھے چار مہینے رہی تھی کہ اس کے ایک پُورا بچہ پیدا ہوگیا۔ تو اُس کا شوہر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ تو عمرؓ نے زمانۂ جاہلیت کی پُرانی عمر کی عورتوں میں سے کئی عورتوں کو بُلایا اور اُن سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اس عورت کا حال آپ کو میں بتاتی ہوں اس کا شوہر اس کو چھوڑ کر مرگیا جب کہ یہ حاملہ ہوئی۔ تو اس (حمل) پر خون حیض بہتے رہے (بجائے اس کے کہ وہ بند ہوکر بچہ کا جزو بنیں) تو اس کے پیٹ میں اس کا بچہ سوکھ گیا۔ پھر جب اُس کا شوہر جس نے اُس سے نکاح کیا اُس سے ہم بستر ہوا اور بچہ پر پانی (یعنی آبِ منی) پہنچا تو اس کے پیٹ میں بچہ نے حرکت کی اور وہ بڑھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اُس کی تصدیق کی اور ان دونوں کے درمیان تفریق کردی اور عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں کے متعلق میرے پاس بجز خیر کے اور کوئی بات نہیں پہنچی۔ اور بچے کو آپ نے پہلے شوہر کا قرار دیا۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ عمرؓ بن الخطاب زمانۂ جاہلیت کی اولاد کو اُسی کے ساتھ متعلق کردیتے تھے

ادّعاہم فی الاسلام فاتی رجلان کلاہما یدّعی ولد امرأۃٍ فدعا عمر قائفاً فنظر الیہما فقال القائف لقد اشترکا فیہ فضربہ عمر بن الخطّاب بالدرّۃ ثم دعا المرأۃ فقال لہا اخبرینی خبرکِ فقالت کان ہٰذا لاحد الرجلین یأتینی وہی فی ابلٍ لاہلہا فلا یفارقہا حتّٰی یظنّ او تظنّ انہ قد استمرّ بہا حبلٌ ثمّ انصرف عنہا فاہریقت علیہ دماءٌ ثمّ خلفَ علیہا ہٰذا تعنی الآخر فلا ادری من ایّہما ہو قال فکبّر القائف فقال عمر للغلام وال ایّہما شئت (بہ پسند از ہر دو ہر کرا خواہی الحق) مالک عن ابن عمر ان عمر ابن الخطّاب قال ما بالُ رجالٍ یطئون ولائدہم ثم یعزلونہنّ لا تأتینی ولیدۃٌ یعترف سیّدہا ان قد المّ بہا الّا الحقتُ بہ ولدہا فاعزلوا بعد ذلک او اترکوا

کتاب احکام الخلافۃ والقضاء

جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد اُن کا مدّعی ہوتا تھا۔ تو اُن کے پاس دو آدمی آتے جو ایک عورت کے لڑکے پر اپنا بیٹا ہونے کا دعوٰے کر رہے تھے تو عمرؓ نے ایک قیافہ داں کو بلایا اُس نے (لڑکے کو دیکھ کر) اُن دونوں آدمیوں کو دیکھا پھر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں دونوں مُشترک ہیں تو عمرؓ نے اُس کے دُرّہ مارا پھر اُس عورت کو بُلایا اور اُس سے کہا کہ تو مجھ سے پورا حال بیان کر۔ تو اُس نے کہا کہ یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہے جو میرے پاس آیا کرتا تھا اس حال میں کہ وہ بندی (یعنی میں) اُونٹوں میں رہتی تھی جو اس کے (یعنی میرے) رشتہ دار کے تھے۔ وہ شخص اُس سے (یعنی مجھ سے) جُدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ اس شخص نے گمان کر لیا یا عورت نے گمان کر لیا کہ اب اس پر حاملہ ہونے کا دَور گزرنے لگا۔ پھر پھر وہ اُس سے (یعنے مجھ سے) پھر گیا اسکے بعد اس پر خون بہے (یعنے حیض کے خون آتے رہے) پھر اُس شخص کا قائم مقام اس عورت پر (یعنے مجھ پر) یہ شخص بنا۔ اُس کی مُراد دوسرے دعویدار سے تھی تو اب میں نہیں جانتی کہ یہ لڑکا دونوں میں سے کِس کا ہے۔ کہا کہ پھر تو اُس قیافہ داں نے تکبیر کہی (اس خوشی سے کہ اُس کی بات بن گئی) تو عمرؓ نے اُس لڑکے سے کہا کہ تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے پسند کر لے۔ مالکؒ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطابؓ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا لوگوں کو کہ اپنی باندیوں کے ساتھ وطی (جماع) کرتے ہیں پھر اُن سے عزل کرتے ہیں (یاد رکھو) کوئی باندی جو میرے پاس آکر یہ اقرار کریگی کہ اُسکے آقا نے اُس سے مباشرت کی ہے مَیں اسکے بچے کو اُس شخص کے ساتھ ضرور ملحق کروں گا اس کے بعد تم عزلؔ کر دیا چھوڑ دو۔

باب احکامِ خلافت و قضاء

عہ کسی عورت سے اس طرح جماع کرنے کو عزل کہتے ہیں کہ انزال کے وقت ذکر کو باہر نکال لے اور مَنی باہر گرا دے تاکہ عورت کو حمل نہ رہے ۱۲ مترجم

الدار قطنی ان عمر بن الخطاب کتب
الی ابی موسی الاشعری اما
بعد فان القضاء فریضة محکمة
وسنة متبعة فافهم اذا ادلی
الیک بحجة وانفذ الحق اذا
وضح فانه لا ینفع تکلم بحق
لا نفاذ له وآس بین الناس فی
وجهک ومجلسک وعدلک حتی
لا ییأس الضعیف من عدلک ولا
یطمع الشریف فی حیفک البینة
علی من ادعی والیمین علی
من انکر والصلح جائز بین المسلمین
الا صلحا احل حراما او حرم
حلالا لا یمنعک قضاء قضیته بالامس
فراجعت فیه نفسک وهدیت فیه
لرشدک ان تراجع الحق فان الحق
قدیم ومراجعة الحق خیر من التمادی
فی الباطل الفهم الفهم فیما
یختلج فی صدرک مما لم یبلغک
فی الکتاب او السنة واعرف الامثال
والاشباه ثم قس الامور عند
ذلک فاعمد الی احبها عند
الله عز وجل واشبهها
بالحق فیما تری واجعل
لمن ادعی بینة

دار قطنی نے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو
لکھا اما بعد درحقیقت قضاء ایک فریضہ قطعی اور سنّتِ جاریہ
ہے۔ جب تمہارے سامنے (کوئی فریق مدعی یا مدعیٰ علیہ) کوئی
حجّت پیش کرے تو اُس کو سمجھو اور جب تم پر حق واضح ہو جائے
تو اس کا نفاذ کرو کیونکہ صرف زبان سے کسی بات کو حق کہدینا جب
کہ اس کا نفاذ نہ ہو بے فائدہ ہے۔ لوگوں کے درمیان متوجہ ہونے
میں اور اپنے پاس بیٹھنے کے مقام میں اور انصاف کرنے میں
برابری کو قائم رکھو کہ کوئی کمزور تمہارے عدل سے ناامید نہ ہو جائے
اور کوئی صاحب شرافت تم سے کمزور پر ظلم کی طمع نہ کرے۔ گواہ
پیش کرنا اس شخص کے ذمہ ہے جس نے دعویٰ کیا ہو اور قسم
اس پر ہے جس نے انکار کیا ہو۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز
ہے بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کرے
اور تم کو ایسی قضاء جس کو تم نے آج شام میں فیصل کیا ہے پھر تم
نے اُس پر اپنے دل میں غور کیا اور تم پر اس کے بارے میں بھلائی
کی راہ کشادہ کردی گئی اس بات سے مانع نہ ہونی چاہیئے کہ تم
حق کی طرف رجوع کرلو کیونکہ حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع
کرلینا بہتر ہے باطل پر مدّت گزارنے سے۔ سمجھ سے کام لو سمجھ سے
کام لو ایسے امر کے بارے میں جس سے تمہارے سینہ میں خلش
پیدا ہو جو ایسا ہو کہ اس کے بارے میں کتاب اور سنّت میں
سے کچھ (واضح طور پر) تمہارے پاس نہیں پہنچا اور ایسی صورت
میں پیش آمدہ مسئلہ کے) مشابہ اور اُس کے مماثل اُمور کو پہچان لو
پھر (پیش آمدہ) اُمور کو ایسی صورت میں اُن پر قیاس کرلو۔
پھر (اگر تعدّد پیدا ہو جائے تو) جو صورت تمہاری رائے میں
اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک پسندیدہ محسوس ہو اور حق سے زیادہ
مشابہ ہو اُس کو اختیار کرلو۔ اور مدّعی کے لئے گواہ پیش کرنے کی

أبدًا ينتهي إليه فإن أحضر
بيّنة أخذت له بحقه وإلا
وجّهت القضاء عليه فإن ذلك
أجلى للعمى (گمراہی) وأبلغ في العذر
والمسلمون عدول بعضهم على
بعض إلا مجلودًا في حدٍّ أو مجرّبًا
في شهادة زور أو ظنينًا (متہم) في
ولاء أو وراثة إن الله تولّى
منكم السرائر ودرأ عنكم
بالبيّنات وإياك والقلق
والضجر والتأذّي
بالناس والتنكّر للخصوم
في مواطن الحق التي
يوجب الله تعالى بها
الأجر ويحسن بها الذخر
فإنه من يصلح له نيته
فيما بينه وبين الله تعالى
ولو على نفسه يكفه
الله ما بينه وبين الناس
ومن تزيّن للناس بما
يعلم الله تعالى منه
غير ذلك يشينه الله فما
ظنك بثواب الله عز و
جل وعاجل رزقه و
خزائن رحمته

آخری مدت مقرر کردو پھر اگر اس نے گواہ حاضر کردیئے تو اس کے حق میں فیصلہ کردو ورنہ فیصلہ اس کے خلاف کردو کہ یہ اصول گمراہی کو واضح کرنے والا اور (اس کے خلاف فیصلہ کرنے میں خواہ وہ حق پر ہو) تم کو پورے طور پر معذور رکھنے والا ہے۔ اور تمام مسلمانوں میں سے بعض بعض کے مقابلہ پر عدول ہیں۔ (یعنی ہر مسلمان کی صفتِ اصلیہ عدالت ہے اس کے لئے ثبوت کی حاجت نہیں) بجز اس شخص کے جس کے کسی حد کی بناء پر کوڑے مارے گئے ہوں یا اس کا کسی جھوٹی شہادت میں تجربہ ہو چکا ہو یا وہ کسی حق میں یا وراثت میں متہم ہو۔ بیشک جو تم سے چھپی ہوتی باتیں ہیں وہ بحوالۂ خدا ہیں اور تم پر سے اس نے مواخذہ ہٹادیا شہادات سے اور تم کو بچنا چاہیئے لوگوں کو بے قراری اور تنگ دلی اور تکلیف میں ڈالنے سے اور جھگڑنے والوں کے مقابلہ پر حق کے مواقع میں جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ اجر کو واجب کردیتا اور ان کو بہتر ذخیرۂ آخرت بنادیتا ہے۔ (لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنا خُلق) بدل دینے سے بچو کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اچھی نیت رکھے گا اگرچہ (حق کی پیروی کی بناء پر) اس کو اپنی ذات کے خلاف فیصلہ دینا پڑے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے مابین (حاکمیت و محکومیت کے) علاقہ کے لئے خود کافی ہو جائے گا۔ اور جو شخص اپنے ظاہر کو لوگوں کے لئے آراستہ کرے گا اس (باطنی) حال کے مقابلہ پر جو اس کے خلاف ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے گا، تو تمہارا (اس صورت میں) کیا گمان ہے اللہ عزوجل کے ثواب اور اس کے جلد ملنے والے رزق اور اس کی رحمت کے بارے میں کہ وہ قابلِ ترجیح ہیں یا دنیاوی جاہ و منزلت؟)

والسلام علیک شرح یقال اَدْلٰی دلوہ ارسلہا وَدَلاَّہا اخرجہا و الظّنین بالظاءِ المتّہم و بالضّاد البخیل و الاوّل المقصود والقلق ضیق الصّدر و رجل قلِق سیّئ الخُلق وأغلق الامر اذا لم ینفسح و غلق الرہن اذا لم یجد مخلصہا والشَّین العیب البغوی کتب عمر الٰی ابی موسی الاشعری اَن لاَ یقضی اِلاَّ اَمیرٌ فانّہ اَہیَبُ للظّالِم و لِشاہدِ الزّور البغوی قال عمر لابن مسعودَ الم یبلغنی انک تقضی ولستَ بامیرٍ قالَ بلٰی قالَ فوَلِّ حارَّہا مَن توَلّٰی قارّہا البغوی کتبَ عمر الٰی ابی موسی الاشعری ایّاکَ و الضّجر والغضبَ و القلق والتاذی بالنّاس عند الخصومۃ و اذا جلسَ عندکَ الخصمانِ فرأیتَ احدَہما یتعمَّد الظلم فَاَوْجِع رأسَہ البغوی کتبَ عُمَر الٰی ابی موسی الاشعری لایمنعکَ قضاءٌ قضیتَہ ثم راجعتَ فیہ نفسکَ فہُدِیتَ لرشدہ ان تنقضہٗ فان

والسلام علیک۔ شرح کہا جاتا ہے اَدْلٰی دلوہٗ بمعنے ڈول کو چلتا کیا اور اس کو لٹکایا اور اس کو نکالا۔ اور ظنین ظاء کے ساتھ بمعنے متّہم آتا ہے اور ضاد کے ساتھ بخل کے معنے میں ہے اور یہاں مقصود پہلی صورت ہے۔ اور قلق کے معنے ہیں سینہ کا تنگ ہونا اور بولا جاتا ہے رجل قلِق یعنی بدخلق آدمی اور اغلق الامرُ جب کہ معاملہ غیر واضح ہو اور غلق الرہن جب کہ چھٹکارا نہ پائے، اور شَین کے معنے ہیں عیب۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسےٰ اشعریؓ کو لکھا کہ سوائے امیر کے کوئی فیصلہ نہ کرے کیونکہ وہ (صاحب اختیار ہونے کی وجہ سے) ظالم کو زیادہ مرعوب کرنیوالا ہوگا اور اس شخص کو جو جھوٹی شہادت دیتا ہے۔ بغوی، عمرؓ نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ دیکھو مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم قضایا کے فیصلے کرتے ہو دراں حالیکہ تم امیر نہیں ہو۔ انھوں نے کہا کہ بیشک۔ فرمایا تو مالک بنا اُس کے ضرر کا اُسی شخص کو جو کہ مالک ہے اُس کے منافع کا (یعنی قضایا امیر کے حوالے کر دیا کرو)۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ تنگدلی سے اور بے قرار کرنے اور غصّہ اور بدخوئی اور لوگوں کو مقدمات کی سماعت کے وقت اذیت دینے سے بچو۔ اور جب تمہارے پاس مدّعی و مدّعا علیہ بیٹھے ہوں اور تم ان میں سے ایک کو دیکھو کہ وہ ظلم کا قصد کر رہا ہے تو اُس کا سر پیٹ دو۔ بغوی، عمرؓ نے ابو موسےٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اُس فیصلہ پر جو تم دے چکے ہو پھر تم نے اُس کے بارے میں اپنے نفس کی طرف مراجعت کی پھر تم کو اس امر میں اچھی بات کی طرف ہدایت ہو گئی اُس فیصلہ کو توڑ دینے سے کوئی بات مانع نہ ہونی چاہیئے کیونکہ

عـ۵ یہ لفظ تمام موجودہ نسخوں میں غین معجمہ کے ساتھ لکھا ہے اور پچھلی عبارت میں کہیں یہ مذکور نہیں ہوا۔ اگر بجائے غین کے قاف مانا جائے تو کُتبِ لغت میں اس کے معنے وہ نہیں بنتے جو مذکور ہوتے تو میرے نزدیک یہ عبارت زوائد میں سے ہے ۱۲ محشی کتاب۔

الحق قديم لا ينقضه شيئ والرجوع إلى
الحق خير من التمادي في الباطل قال
البغوي هذا اذا تبين له الخطاء بنص كتاب
او سنة او اجماع فاما اذا قضى باجتهاد
ثم تغير اجتهاده إلى غيره فلا ينقضه
ولا يقضي بعده فيها بما تغير اليه اجتهاده
البغوي عن الزهري انه قال كان
مجلس عمر مغتصا (ممتلأ) من القراء شبابا
كانوا او كهولا فربما استشارهم فيقول
لا يمنعن احدكم ان يشير برأيه فان
العلم ليس على قدم السن ولا حداثته
ولكن الله يضعه حيث يشاء البغوي
قال عمر بن الخطاب ان اناسا كانوا
يؤخذون بالوحي على عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم وان الوحي
قد انقطع وانما ناخذ الآن بما ظهر لنا
من اعمالكم فمن اظهر لنا خيرا
امناه وقربناه وليس الينا من
سريرته شيء الله يحاسبه
في سريرته ومن اظهر لنا سوءا لم نامنه
ولم نصدقه وان قال ان سريرته
حسنة البغوي روى عن سعيد بن
المسيب ان عمر بن الخطاب لما جلد الثلاثة الذين
شهدوا على المغيرة بن شعبة استتابهم
فرجع اثنان فقبل شهادتهما

حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع کر لینا بہتر ہے باطل پر مدت گزارنے سے۔ بغوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی پر نص کتاب یا سنت یا اجماع سے اپنے فیصلہ کا صحیح نہ ہونا واضح ہو جاتے۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس نے فیصلہ اپنے اجتہاد سے کیا پھر اس کا اجتہاد بدل گیا دوسری رائے کی طرف تو پہلے فیصلہ کو نہ توڑے گا اور اس کے بعد اس بدلی ہوئی اجتہادی رائے کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا۔ بغوی زہری سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ کی مجلس قراء سے بھری رہتی تھی جوان بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی اور بسا اوقات اُن سے مشورہ لیتے تو فرماتے کہ تم میں سے کسی کو مشورے میں اپنی رائے کے بیان کرنے سے رکنا نہ چاہیے کیونکہ علم پرانی عمر یا نئی عمر پر موقوف نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ علم کو جہاں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے۔

بغوی، عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر وحی کے ذریعہ سے گرفت ہوتی تھی اور اب وحی منقطع ہو چکی ہے، اب ہم تمہارے اُن اعمال کو لیتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوتے تو جس نے ہمارے سامنے خیر کو ظاہر کیا تو ہم اس پر مطمئن ہو جاتے اور اُس کو اپنا مقرب بناتے ہیں اور اس کے باطن کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں اُس کے باطن کا محاسبہ اللہ کرے گا اور جس نے ہمارے سامنے برائی کا اظہار کیا اُس پر ہم مطمئن نہیں ہوتے اور نہ اُس کی تصدیق کرتے ہیں اگرچہ وہ یہ کہے کہ اُس کا باطن اچھا ہے۔ بغوی، روایت ہے سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جب اُن تین آدمیوں کے کوڑے لگوائے جنھوں نے مغیرہ بن شعبہ پر گواہی دی تھی اور ان سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا تو ان میں سے دو نے تو رجوع کر لیا تو اُن کو (آئندہ کے لئے) مقبول الشہادت قرار دیا

وابىٰ ابو بكرة ان يرجع فرد شهادته
ويقال ان عمر قال لابی بكرة تب
تقبل شهادتك او ان تتب قبلت
شهادتك مالك عن يحيى بن سعيد عن
سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب اختصم
اليه مسلم ويهودي فرأى عمر بن الخطاب
ان الحق لليهودي فقضى له عمر فقال له
اليهودي والله لقد قضيت بالحق فضربه
عمر بالدرة ثم قال وما يدريك فقال
اليهودي انا نجده انه ليس قاض يقضي
بالحق الا كان عن يمينه ملك وعن
شماله ملك يسددانه ويوفقانه للحق ما دام
مع الحق فاذا ترك الحق عرجا وتركاه
مالك عن ربيعة بن ابي عبد الرحمن
انه قال قدم على عمر بن الخطاب
رجل من اهل العراق فقال لقد
جئتك لامر ماله رأس ولا ذنب
فقال عمر ما هو قال شهادات الزور
ظهرت بارضنا فقال عمر او قد كان
ذلك قال نعم قال عمر والله لا يؤسر
رجل في الاسلام بغير العدول مالك
انه بلغه ان عمر بن الخطاب قال لا يجوز
شهادة خصم ولا ظنين مالك عن
عمر بن يحيى المازني عن
ابيه انه قال

اور ابو بکرہ نے انکار کیا کہ وہ اس سے رجوع کرے تو ان کو مردود الشہادۃ قرار دیا اور کہا جاتا ہے کہ عمرؓ نے ابوبکرہ سے فرمایا کہ تو توبہ کر تو ہم تیری شہادت قبول کر لیا کرینگے یا یوں فرمایا تھا کہ اگر تو توبہ کرے گا تو ہم تیری شہادت قبول کر لیں گے۔ مالک یحییٰ ابن سعید سے وہ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک مسلمان اور ایک یہودی اپنا جھگڑا لے گئے تو عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا کہ حق یہودی کے لئے ثابت ہے تو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو اُن سے یہودی نے کہا کہ خدا کی قسم آپ نے (منشاء) حق کے مطابق فیصلہ کیا۔ تو عمرؓ نے اس کے درہ مارا۔ اور کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا۔ تو یہودی نے کہا کہ ہم (اپنی کتابوں میں) پاتے ہیں کہ کوئی ایسا قاضی نہیں جو حق کے مطابق فیصلہ کرے مگر اسکے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے یہ دونوں اس کو حق پر جماتے اور اس کی توفیق دلاتے رہتے ہیں جب تک وہ حق کے ساتھ رہتا ہے پھر جب وہ حق کو ترک کر دیتا ہے تو وہ اُڑ جاتے اور اس کو چھوڑ جاتے ہیں۔ مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے انھوں نے کہا کہ اہل عراق میں سے ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس ایک ایسے امر کی وجہ سے آیا ہوں جس کے نہ سر ہے اور نہ دم۔ عمرؓ نے کہا کہ وہ کیا ہے تو اس نے کہا جھوٹی شہادت ہماری سرزمین پر غالب آگئی۔ تو عمرؓ نے کہا کیا واقعی ایسا ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ ہاں تو عمرؓ نے کہا کہ اسلام میں کوئی شخص غیر عدل کی شہادت پر ماخوذ نہیں ہوتا۔ مالکؒ نے کہا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ مدعی ۔ ۔ ۔ ۔ کی شہادت جائز نہیں اور نہ متہم کی۔ مالکؒ روایت ہے عمر بن یحییٰ مازنی سے وہ اپنے باپ سے کہ انھوں نے کہا کہ ان کے

كان في حائط جده ربيع لعبد الرحمن بن عوف فاراد عبد الرحمن بن عوف ان يحوّله الى ناحية من الحائط هي اقرب الى ارضه فمنعه صاحب الحائط فكلّم عبد الرحمن بن عوف عمر بن الخطاب في ذلك فقضى عمر لعبد الرحمن ابن عوف بتحويله قلت كان عمر يريد ان المنع فيما لا يتعلق به ضرر مشاحّة ومكابرة لا يتبع وانما الخصومات التي يقضى فيها ما فيه نفع وضرر معتد به عند العقلاء مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن يحيى ابن عبد الرحمان بن حاطب ان رقيقا لحاطب سرقوا ناقة لرجل من مزينة فانتحروها فرفع ذلك الى عمر بن الخطاب فامر عمر كثير بن الصلت ان يقطع ايديهم ثم قال له عمر اراك تجيعهم ثم قال عمر والله لاغرمنك غرما يشق عليك ثم قال للمزني كم ثمن ناقتك فقال المزني كنت والله امنعها من اربعمائة درهم فقال اعطه ثمان مائة درهم قال مالك وليس على هذا العمل عندنا في تضعيف القيمة قلت اصل ذلك ان عمر كان يعزر بالمال وفي ذلك احاديث كثيرة مرفوعة وموقوفة مالك عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عبد الرحمن ابن عبد القاري

دادا کے باغ میں ایک پانی کی گول تھی عبدالرحمٰن بن عوف کی تو عبدالرحمٰن بن عوف نے ارادہ کیا کہ اس کو باغ کے ایک گوشہ کی طرف بدل دیں جو اُن کی زمین سے قریب ہے تو باغ والے نے اُن کو اس سے روک دیا تو اس بارے میں عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے عمرؓ سے گفتگو کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے لئے اُس کو بدل دینے کا فیصلہ کردیا۔ میں کہتا ہوں کہ عمرؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ روک لگانا ایسی چیز پر جس سے کوئی ضرر متعلق نہ ہو بنا بر لالچ وہٹ دھرمی قابلِ لحاظ امر نہیں ہے اور ایسے ہی جھگڑوں کو عقلاء کے نزدیک قابلِ شمار سمجھا جاتا ہے جن کا فیصلہ اس نظر سے کیا جاتا ہے کہ ان میں کسی کا نفع یا نقصان ہو۔ مالکؒ ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ یحییٰ بن عبدالرحمٰن ابن حاطب سے کہ مُزینہ کے ایک شخص کی ناقہ کو حاطب کے غلاموں نے چُرا کر ذبح کرلیا۔ پھر یہ قضیہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو عمرؓ نے حکم دیا کثیر بن الصلت کو ان کے ہاتھ کاٹ دے۔ پھر کثیر سے عمرؓ نے فرمایا (سابق حکم کے بجائے) میری رائے یہ ہے کہ ان کو سخت سزا دے پھر عمرؓ نے فرمایا کہ (اے حاطب!) میں تجھ پر اتنا تاوان ڈالوں گا جو تجھ پر شاق گزرے اس کے بعد مزنی سے پوچھا کہ تیری اونٹنی کی کیا قیمت تھی تو مزنی نے کہا کہ میں واللہ اس کو چار سو درہم میں نہیں دے رہا تھا۔ تو اُنھوں نے (حاطب سے) فرمایا کہ اس کو آٹھ سو درہم دے۔ مالکؒ نے کہا اور ہمارے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کہ قیمت کا دُگنا دلوایا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل اس کی یہ ہے کہ عمرؓ کبھی مالی سزا دیا کرتے تھے (یعنی جرمانہ) اور اس کے ثبوت میں بہت سی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ ہیں۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عروہ بن الزبیر سے وہ عبدالرحمٰن بن عبد القاری سے کہ

ان عمر بن الخطاب قال ما بال رجال ينحلون
ابناءهم نحلاً ثم يمسكونها فان مات ابن
احدهم قال مالى بيدى لم اعطه احدا
وان مات هو قال هو لابنى قد كنت
اعطيته اياه من نحل نحلة فلم
يحزها الذى نحلها حتى يكون ان مات
لوارثه فهى باطل مالك عن داود
ابن الحصين عن ابى غطفان المرى
ان عمر بن الخطاب قال من وهب
هبة لصلة رحم او على وجه صدقة
فانه لا يرجع فيها ومن وهب هبة
يرى انما اراد به الثواب فهو على
هبته يرجع فيها اذا لم يرض منها
مالك عن عبد الله بن ابى بكر بن محمد
ابن عمرو بن حزم عن ابيه ان عمرو
ابن سليم الزرقى اخبره انه قيل
لعمر بن الخطاب ان ههنا غلاما يفاعا
لم يحتلم من غسان ووارثه بالشام
وهو ذو مال وليس له ههنا الا
بنت عم فقال له عمر فليوص
لها قال فاوصى لها بمال
يقال له بئر جشم قال عمرو بن
سليم فبيع ذلك المال بثلثين
الف درهم وبنت عمه التى اوصى
لها هى ام عمرو بن سليم الزرقى

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ اپنے بیٹوں کو عطیہ دیتے ہیں پھر اس کو روک لیتے ہیں تو اگر ان لوگوں میں سے کسی کا بیٹا مرگیا تو کہدیتے ہیں کہ میرے قبضہ میں (اس کی) کوئی چیز نہیں (تاکہ اس کے وارثوں کو وہ شے نہ ملے) میں نے اس کو کوئی چیز نہیں دی ہے اور اگر وہ خود مرنے لگیں تو کہتے ہیں کہ یہ چیز میرے بیٹے کی ہے میں نے اس کو دیدی تھی۔ جو شخص کسی کو عطیہ دے اور اس کو اس دی ہوئی شے پر ایسا قبضہ نہ دے کہ اگر وہ مرجائے تو وہ چیز اس کے وارثوں کو ملے تو یہ (ہبہ) باطل ہے۔ مالکؒ داؤد بن الحصین سے وہ ابو غطفان مری سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جو شخص صلہ رحم یا صدقہ کے طور پر کچھ ہبہ کرے تو وہ اس صورت میں رجوع نہ کرے گا اور جو شخص کچھ ہبہ کرے اور اس کی دیدیہ ہو کہ اس نے اس سے ثواب آخرت کا ارادہ کیا ہے تو وہ اپنے ہبہ پر (صاحب اختیار) رہے گا۔ جب وہ اس پر راضی نہ رہے تو اس کو واپس لے لیگا۔

مالکؒ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرو بن سلیم الزرقی نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے غسان میں کا جس کا قد دراز ہے اور وہ بالغ نہیں ہوا اور اس کا وارث شام میں ہے اور وہ لڑکا صاحب مال ہے اور یہاں اس کی صرف ایک چچا کی بیٹی ہے تو اس بارے میں عمرؓ نے کہا کہ اس لڑکے کو چاہیئے کہ وہ اس کے حق میں وصیت کردے۔ کہا کہ پھر اس نے اس بنت عم کے حق میں ایک مال (یعنی جائداد) کی وصیت کردی جس کو بیر جشم کہا جاتا تھا۔ عمرو بن سلیم نے کہا کہ پھر یہ جائداد تیس ہزار درہم میں فروخت کی گئی اور اس کی وہ چچا کی بیٹی جسکے حق میں اس نے وصیت کی تھی وہ ام عمرو بن سلیم الزرقی ہے۔

مالک عن عمر بن عبد الرحمٰن بن دلاف المزنی ان رجلاً من جهينة كان يسبق الحاج فيشتري الرواحل فيغلي بها ثم يسرع السير فيسبق الحاج فأفلس فرفع امره الى عمر ابن الخطاب فقال اما بعد ايها الناس فان الأسيفع اسيفع جهينة رضي من دينه وامانته بان يقال سبق الحاج الا وانه اذان معرضا فاصبح قد دين به فمن كان له عليه دين فليأتنا بالغداة نقسم ماله بينهم واياكم والدين فان اوله هم واخره حرب

الحدود مالک عن عبد الرحمٰن ابن محمد بن عبد القاري عن ابيه انه قال قدم على عمر بن الخطاب رجل من قبل ابى موسى الاشعري فسأله عن الناس فاخبره ثم قال له عمر هل فيكم من مغربة خبر فقال نعم رجل كفر بعد اسلامه فما فعلتم به قال قربناه فضربنا عنقه فقال عمر افلا حبستموه ثلثا واطعمتموه كل يوم رغيفا واستتبتموه لعله يتوب ويراجع امر الله تعالى ثم قال عمر اللهم اني لم احضر

مالک عمر بن عبد الرحمٰن بن دلاف المزنی سے کہ جہینہ میں کا ایک شخص تھا جو کہ حاجیوں سے پہلے پہنچ کر کجاوے خرید لیا کرتا تھا اور اُن کو گراں قیمت پر فروخت کرتا پھر سُرعت کے ساتھ روانہ ہوتا اور حجاج سے آگے بڑھ جاتا۔ پھر وہ مفلس ہوگیا اور اس کا معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے (لوگوں کے اجتماع سے) کہا اما بعد اے لوگو! بیشک اُسیفع (جس کا رنگ فرطِ مشقت سے سیاہی مائل ہو جاتے) جہینہ کا اُسیفع ہے، وہ اپنے دین اور امانت میں سے اتنی بات پر راضی ہوگیا کہ یہ کہا جاتے کہ وہ حجاج پر سبقت لے گیا۔ سُن لو اُس نے (دادا کی یا قول ناصح کی) پرواہ نہ کرتے ہوتے قرض لئے۔ اب قرضوں نے اُس کو گھیر لیا ہے تو جس کا اُس کے ذمہ قرض ہو وہ ہمارے پاس صبح کو آجاتے ہم اس کے مال کو اُن پر تقسیم کرینگے۔ اور خبردار تم لوگ قرض سے بچو کیونکہ اس کا شروع بھی رنج و غم ہے اور اس کا آخر لڑائی ہوتا ہے۔

حدود۔ مالکؒ عبد الرحمٰن ابن محمد بن عبد القاری سے وہ اپنے باپ سے اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک شخص آیا ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف سے تو عمرؓ نے اُس سے لوگوں کا حال دریافت کیا اور اُس نے اُن کو خبر دی۔ پھر اُس سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تم میں کوئی نئی (خاص) خبر بھی ہے تو اُس نے کہا ہاں! ایک شخص اسلام کے بعد کافر ہوگیا۔ فرمایا کہ پھر تم نے اُس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اُس نے کہا کہ ہم نے اس کو اپنے پاس بلوا کر اُس کی گردن ماردی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم نے اس کو تین دن قید میں نہیں رکھا اور ہر دن میں ایک روٹی بھی اُس کو دیتے اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کرتے شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف مراجعت بھی کر لیتا۔ پھر عمرؓ نے کہا یا اللہ نہ میں وہاں موجود تھا

ولم آمرُ ولم ارضَ اذ بلغنی مالک عن ابن شہاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابنِ عباس سمعتُ عمرَ یقولُ الرجمُ فی کتاب اللہ حقٌّ علیٰ مَن زنیٰ من الرجالِ والنساء اذا اُحصنَ اذا قامتِ البیّنۃُ او کانَ الحبلُ او الاعترافُ مالک عن یحییٰ ابن سعید عن سعید بن المسیب فی قِصّۃ وفاۃِ عمر انّہ قالَ ایّاکم اَن تہلِکوا عن آیۃِ الرجم ان یقول قائل انا لانجدُ حدّین فی کتاب اللہ فقد رَجَمَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ورَجَمْنا والّذی نفسی بیدہ لولا ان یقولَ النّاسُ زاد عمرُ بن الخطّاب فی کتاب اللہ لکتبتُہا اَلشیخُ وَالشّیخۃُ اذا زنَیا فارْجُمُوہما اَلبتّۃَ فانّا قد قرأناہا مالک عن یحییٰ بن سعید عن سلیمان بن یسار عن ابی واقد اللیثی اِنّ عمر بن الخطاب اتاہ رجل وہو بالشّام فذکر لہٗ ان وجدَ مع امرأتہ رجلاً فبعثَ عمر بن الخطاب ابا واقد اللیثی الیٰ امرأتِہ یسألُہا عن ذٰلک فاتاہا وعندَہا نسوۃٌ حولَہا فذکر لہا الّذی قال زوجُہا لعُمرَ بن الخطّاب واَخبرَہا انّہا لاتُؤاخذُ بقولہ وجعَلَ یُلقِنُہا اَشباہَ ذٰلک لِتنزِعَ فاَبَتْ اَن تنزِعَ وتمّت علی الاِعترافِ

اور نہ مَیں نے حکم دیا اور نہ میں جب مجھے اطلاع پہنچی راضی ہوا۔ مالکؒ ابنِ شہاب سے وہ عُبیداللہ بن عبداللہ سے وہ ابنِ عباسؓ سے کہا کہ مَیں نے عمرؓ سے سُنا جو کہہ رہے تھے کہ رجم (سنگسار کرنا) کتاب اللہ میں واجب ہے اُس شخص پر جو زنا کرے مَردوں میں سے اور عورتوں میں سے جب کُنوارے نہ ہوں، جب شہادت قائم ہو چکی ہو یا حمل رہ گیا ہو یا زنا کا اقرار کر لیا ہو۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن المسیّب سے عمرؓ کی وفات کے قصّہ میں (فرمایا) کہ تم کو آیتِ رجم کے بارے میں ہلاک ہونے سے بچا رہنا چاہیئے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم دو حدوں کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے رجم کیا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ خیال کرینگے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں یہ ضرور لکھدیتا الشیخ والشیخۃ الخ (بوڑھا اور بُڑھیا جب زنا کریں تو دونوں کو سنگسار کر دو) کیونکہ ہم نے اس کی قرارت کی ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے وہ ابو واقد اللیثی سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس جب کہ وہ شام میں تھے ایک شخص آیا اور اُس نے اُن سے یہ ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے پاس ایک آدمی کو پایا تو عمرؓ بن الخطاب نے ابو واقد اللیثی کو اُس کی عورت کے پاس بھیجا کہ وہ اس عورت سے اس کے بارے میں سوال کریں تو وہ اس کے پاس آئے اور اس عورت کے پاس اور عورتیں اس کے گرد موجود تھیں تو ابو واقد نے اس عورت سے وہ بات بیان کی جو اس کے شوہر نے کہی تھی عمرؓ بن الخطاب سے اور اس کو یہ بھی بتا دیا کہ اس سے شوہر کے قول کی بناء پر گرفت نہ کی جائے گی اور اُس کو اسی قسم کی باتیں تلقین کرتے رہے تاکہ وہ عورت اقرار سے نکل جائے تو اُس نے منحرف ہونے سے انکار کر دیا اور اقرار پر جم گئی

فَاَمَرَ بِهَا عُمَرُ فَرُجِمَتْ مالک عن نافع ان عبداً کان یَقُوْمُ علیٰ رقیق الخُمُس و انہ استکرہ جاریۃً من ذلک الرقیق فوقع بہا فجلدہ عمر بن الخطاب ونفاہ ولم یجلد الولیدۃ لانہ استکرہہا۔ مالک عن یحیی بن سعید ان سلیمان بن یسار اخبرہ ان عبداللہ ابن عیاش بن ابی ربیعۃ المخزومی قال امرنی عمر بن الخطاب فی فتیۃٍ من قریش فجلدنا وَلائِدَ من ولائد الامارۃ خمسین خمسین فی الزنا۔ مالک عن ابی الزناد عن عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ ادرکت عمر بن الخطاب وعثمان ابن عفان والخلفاء ہلم جرًّا فما رأیت احدًا جلد عبداً فی فریۃٍ اکثر من اربعین۔ مالک عن ابی الرجال عن امہ عمرۃ ان رجلین استبّا فی زمان عمر بن الخطاب فقال احدہما للآخر واللہ ما ابی بزانٍ ولا امی بزانیۃٍ فاستشار فی ذلک عمر بن الخطاب فقال قائل مدح اباہ وامہ وقال آخرون قد کان لابیہ وامہ مدح غیر ہذا نریٰ ان تجلدہ الحد فجلدہ عمر بن الخطاب الحد ثمانین۔ مالک عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن ان عمر بن الخطاب قال لرجلٍ خرج بجاریۃٍ لامرأتہ معہ فی سفرٍ فاصابہا فغارت امرأتہ فذکرت ذلک

تو عمرؓ نے اُسکے بارے میں حکم دیا پھر وہ سنگسار کی گئی۔ مالکؒ نافع سے کہ ایک غلام پہرہ دیا کرتا تھا خُمس کے مملوکوں پر اور اُس نے اُن میں سے ایک لونڈی پر زبردستی کر کے اُس سے زنا کیا تو عمرؓ ابن الخطاب نے اُس کے کوڑے لگوائے اور اُس کو شہر بدر کر دیا اور اُس لڑکی کے کوڑے نہیں لگوائے کیونکہ ...... اس پر زبردستی کی گئی تھی۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ سلیمان بن یسار نے اُن کو خبر دی کہ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی نے کہا کہ مجھ کو مع چند جوانانِ قریش کے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا تو ہم نے پچاس پچاس کوڑے مارے زنا کے بارے میں بہت سی لونڈیوں کے امارت (یعنی خمس) کی لونڈیوں میں سے۔ مالکؒ ابوالزناد سے وہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ میں نے پایا عمرؓ بن الخطاب کو اور عثمانؓ بن عفان کو اور دیگر خلفاء کو نام بنام آگے تک سمجھ لو تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے کسی غلام کے افتراء کی بناء پر چالیسؔ کوڑوں سے زیادہ مارے ہوں۔ مالکؒ ابو الرجال سے وہ اپنی ماں عمرہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو گالی دی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ نہ میرا باپ زانی تھا اور نہ میری ماں زانیہ تھی۔ تو اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب نے مشورہ کیا۔ تو ایک کہنے والے نے کہا کہ اُس نے اپنے باپ اور ماں کی مدح کی ہے اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس کے باپ اور ماں کے لئے مدح کی بات اور بھی تھی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو حد کے کوڑے مارے جائیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے حد کے اسّی کوڑے لگوائے۔ مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے کہ ایک شخص اپنی بیوی کی باندی کو اپنے ساتھ لے کر ایک سفر میں نکلا اور اس سے ہم بستر ہو گیا۔ اس سے اُس کی بیوی کو غیرت آئی اور اُس نے اس کا ذکر

لعمر بن الخطاب فسأله عن ذلک فقال وهبتها لي فقال عمر لتأتيني بالبينة او لأرمينک بأحجارک قال فاعترفت امرأته انها وهبتها له مالک عن ابن شهاب عن سائب بن يزيد ان عبدالله ابن عمرو الحضرمي جاء بغلام له الى عمر ابن الخطاب فقال اقطع يد غلامي هذا فانه سرق فقال له عمر ماذا سرق قال سرق مرآة لامرأتي ثمنها ستون درهما فقال عمر أرسله فليس عليه قطع خادمکم سرق متاعکم (من غير حرز ۱۲) مالک عن ابن شهاب عن سائب بن يزيد انه اخبره ان عمر بن الخطاب خرج عليهم فقال اني وجدت من فلان ريح شراب فزعم انه شرب الطلاء وانا سائل عما شرب فان کان يسکر جلدته الحد فجلده عمر بن الخطاب الحد تاماً مالک عن يزيد الديلي ان عمر بن الخطاب استشار في الخمر يشربها الرجل فقال له علي ابن ابي طالب نرى ان تجلده ثمانين فانه اذا شرب سکر و اذا سکر هذى

عمرؓ بن الخطاب سے کردیا تو اس شخص سے انھوں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اس نے باندی کو مجھے ہبہ کردیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ کو میرے سامنے گواہ لانا ہوں گے ورنہ میں تجھے پتھروں سے سنگسار کردوں گا۔ کہا کہ پھر اس کی بیوی نے اقرار کرلیا کہ اس نے اس باندی کو اس شخص کے لئے ہبہ کردیا تھا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے کہ عبداللہ بن عمرو الحضرمی اپنے ایک غلام کو عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ اس نے کیا چوری کی ہے تو انھوں نے کہا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اس کے اوپر قطع نہیں ہے تمہارا خادم ہے تمہاری ہی چیز کو اس نے چرایا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے انھوں نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب ان پر نکلے اور فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بو محسوس کررہا ہوں اور وہ یہ دعوی کررہا ہے کہ اس نے طلاء[1] پیا ہے۔ اور میں تحقیق کررہا ہوں کہ اس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہوگیا تو میں اس پر حد کے کوڑے لگواؤں گا۔ چنانچہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کے پورے کوڑے حد کے لگوائے۔ مالکؒ یزید الدیلی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے شراب کے بارے میں جو کوئی شخص پیئے مشورہ طلب کیا تو ان سے علی بن ابی طالب نے کہا کہ اس کے اسّی کوڑے لگوائے جائیں کیونکہ وہ شخص جب پیئے گا تو مدہوش ہوگا اور جب مدہوش ہوگا تو ہذیان کی باتیں بکے گا

ع۱ طلاء اصل میں اس روغن کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر ملا جاتا ہے یعنی تارکول یا ڈامر۔ چونکہ انگور کا وہ شیرہ جو اتنا پکایا جاتے کہ اس کا دو ثلث جل جائے اور ایک ثلث باقی رہ جاتے وہ اتنا گاڑھا ہوجاتا ہے جیسا تارکول ہوتا ہے تو اس کو بھی طلاء کہنے لگے۔ یہ مسکر نہیں ہوتا۔ اس لئے حلال ہے۔ لیکن لوگ دھوکہ دینے لگے کہ گاڑھی شراب کو طلاء کے نام سے پینے لگے ایسے لوگوں پر حد جاری کی گئی ۱۲

واذا هذى افترى او كما قال فجلده
عمر في الخمر ثمانين البغوي في قصة
جلد الوليد بن عقبة في الخمر قول علي
جلد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين و
جلد ابو بكر اربعين وعمر ثمانين وكل
سنة وهذا احب الي يعني
الاربعين مالك عن ابن شهاب ان عمر
ابن الخطاب وعثمان بن عفان وعبدالله
ابن عمر قد جلدوا عبيدهم نصف حد
الحر في الخمر مالك عن داود بن الحصين
عن واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ انه اخبره
عن محمود بن لبيد الانصاري ان عمر
الخطاب حين قدم الشام شكى اليه
اهل الشام وباء الارض وثقلها وقالوا
لا يصلحنا الا هذا الشراب فقال عمر
اشربوا العسل فقالوا لا يصلحنا العسل
فقال رجل من اهل الارض هل لك ان
نجعل لك من هذا الشراب شيئا لا يسكر
قال نعم فطبخوه حتى ذهب منه
الثلثان وبقي الثلث فاتوا به عمر
فادخل فيه عمر اصبعه ثم رفع يده
فتبعها يتمطط فقال هذا الطلاء هذا
مثل طلاء الابل فامرهم عمر ان
يشربوه فقال له عبادة بن الصامت
احللتها والله فقال عمر كلا والله

اور جب ہذیان ہوگا تو افترا کرے گا (یعنی گالیاں بکے گا) یا جیسا کہ آپ نے فرمایا تو عمرؓ نے شراب کی بنا پر اس کے اسّی کوڑے لگوائے۔ بغوی ولید بن عقبہ کے شراب کی علت پر کوڑے لگوانے کے قصہ میں علیؓ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگوائے اور ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگوائے اور عمرؓ نے اسّی اور ہر ایک سنت یعنی صحیح طریقہ ہے اور یہ مجھے پسند ہے یعنی چالیس۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ ابن عفان اور عبداللہ بن عمرؓ نے شراب کی حد کے بارے میں اپنے غلاموں کے بہ نسبت آزاد لوگوں کے آدھی تعداد کوڑے لگوائے۔ مالکؒ داؤد بن الحصین سے وہ واقد بن عمرؓ بن سعد ابن معاذ سے کہ ان کو خبر پہنچی محمود بن لبید الانصاری سے کہ عمرؓ بن الخطاب جب شام پہنچے تو اہل شام نے ان سے شکایت کی ملک میں وبا پھیلنے اور اس سے سستی پیدا ہونے کی اور انھوں نے کہا ہمیں کوئی چیز مفید نہیں پڑتی بجز اس مشروب کے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ شہد پیو تو انھوں نے کہا کہ ہمیں شہد نہیں پڑتا۔ تو اس سرزمین کے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم آپ کو اس شراب ہی سے ایسی چیز بنا کر دیں . . . . . . جو نشہ نہ کرے تو عمرؓ نے کہا کہ ہاں۔ تو لوگوں نے اس کو پکایا یہاں تک کہ اس میں سے دو تہائی جاتا رہا اور ایک تہائی باقی رہ گیا پھر اس کو عمرؓ کے پاس لے کر آئے تو عمرؓ نے اس میں اپنی انگلی ڈبوئی۔ پھر اپنے ہاتھ کو اٹھایا تو اس کے ساتھ تار کھنچتا ہوا آیا تو فرمایا کہ یہ تو طلاء ہے یہ تو مثل اونٹ کے (مرہم) طلاء کے ہے تو عمرؓ نے ان کو حکم دیدیا کہ اس کو پی لیں۔ تو ان سے عبادہ بن الصامت نے کہا کہ واللہ کیا آپ نے اس کو حلال کر دیا تو عمرؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں واللہ۔

ع‍ه عبادہ بن صامتؓ کو اس پر شراب کا [illegible] نہیں دی ۱۲ مترجم

اللهم اني لا احل لهم شيئا حرمته عليهم ولا احرم شيئا احللته لهم البغوى روى ان رجلين تشاتما عند ابي بكر فلم يقل لهما شيئا وتشاتما عند عمر فادبهما في الجراح مالک بلغه ان عمر بن الخطاب قوم الدية على اهل القرى فجعلها على اهل الذهب الف دينار وعلى اهل الورق اثني عشر الف درهما مالک عن ابن شهاب عن عراق بن مالک وسليمان ابن يسار ان رجلا من بنى سعد بن ليث اجرى فرسا فوطئ على اصبع رجل من جهينة فنزى فيها فمات فقال عمر ابن الخطاب للذين ادعى عليهم اتحلفون بالله خمسين يمينا ما مات منها فابوا وتحرجوا فقال للآخرين اتحلفون انتم فابوا فقضى عمر بشطر الدية على السعديين قال مالک وليس العمل على هذا وقال الشافعي نحوا من ذلک قلت ان البداية اما بالمدعى عليهم فالظن ان عمر بن الخطاب كان عنده انه يجوز ان يبدأ بهولاء وهولاء فالبداية بالمدعى عليهم هو القياس والبداية بالمدعين محول عن القياس احتياطا لامر القتل

اے اللہ! میں ان کے لئے کوئی ایسی چیز حلال نہیں کرتا جس کو تو نے ان پر حرام کیا اور کوئی ایسی چیز ان پر حرام نہیں کرتا جس کو تو نے ان پر حلال کیا ہے۔ بغوی رح نے روایت کیا کہ ابوبکر رض کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا کہا تو انھوں نے ان کو کچھ نہ کہا اور (دو آدمیوں نے) ایک دوسرے کو برا کہا عمر رض کے پاس تو انھوں نے (دونوں کو) ایک دوسرے کو گالی دینے پر تادیب کی (مار کر یا ڈانٹ کر)۔ مالک رح، ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمر رض بن الخطاب نے دیت قرار دی بستی والوں پر تو اس کو سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم دیت مقرر کی۔ مالک رح ابن شہاب سے وہ عراک بن مالک اور سلیمان بن یسار سے کہ بنی سعد بن لیث میں کے ایک شخص نے گھوڑا دوڑایا تو اس نے جہینہ کے ایک شخص کی انگلی کو پامال کر دیا تو اس سے اس کے تمام بدن کا خون نکل گیا اور وہ مر گیا تو عمر رض بن الخطاب نے ان لوگوں سے کہا جن پر دعویٰ کیا گیا تھا کہ کیا تم اللہ کی پچاس قسمیں کھاؤ گے اس پر کہ وہ اس (صدمہ) سے نہیں مرا تو انھوں نے انکار کیا اور وہ رک گئے۔ پھر آپ نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ کیا تم قسم کھاؤ گے؟ تو انھوں نے انکار کر دیا تو عمر رض نے بنی سعد والوں کے اوپر نصف دیت کا فیصلہ کیا۔ مالک رح نے کہا کہ اس پر عمل نہیں ہے (یعنی اس پر کہ اول مدعا علیہ سے بیان لیا جاتے)۔ شافعی رح نے بھی ایسا ہی کہا۔ میں کہتا ہوں کہ (مقدمہ کی) ابتداء کرنا مدعیٰ علیہم سے تو میرا ظن یہ ہے کہ عمر رض بن الخطاب کا مسلک یہ تھا کہ وہ جائز رکھتے تھے کہ ابتداء کی جائے ان سے یا ان سے۔ پس امر قتل میں احتیاط کے طور پر مدعا علیہم سے ابتداء کرنا قیاس کے مطابق ہے اور مدعیوں سے ابتداء کرنا قیاس کے خلاف ہے۔

وأما قضاؤه بنصف الدية على السعديين فيجري فيه ما قال البغوي في حديث جرير ابن عبد الله بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سرية إلى خثعم فاعتصم ناس منهم بالسجود فأسرع فيهم القتل فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فأمر بنصف العقل الحديث فقال البغوي أمر بنصف الدية استطابة لأنفس أهليهم أو زجرا للمسلمين في ترك التثبت عند وقوع الشبهة والأوجه عندي أنه على طريق الصلح يشهد له كتاب عمر إلى أبي عبيدة واحرص على الصلح إذا لم يستبن لك القضاء۔ مالك عن زيد بن أسلم عن مسلم ابن جندب عن أسلم مولى عمر أن عمر بن الخطاب قضى في الضرس بجمل وفي الترقوة بجمل وفي الضلع بجمل مالك عن ابن شهاب أن عمر بن الخطاب نشد الناس بمنى من كان عنده علم من الدية أن يخبرني فقام الضحاك ابن سفيان الكلابي فقال كتب إلي رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ورث امرأة أشيم الضبابي من دية زوجها فقال له عمر بن الخطاب ادخل الخباء حتى آتيك فلما نزل عمر بن الخطاب أخبره الضحاك فقضى بذلك عمر بن الخطاب قال ابن شهاب فكان قتل أشيم خطأ۔ مالك عن يحيى بن سعيد

رہا بنی سعد والوں پر آپ کا نصف دیت کا فیصلہ کرنا تو اس میں وہ بات جاری ہوتی ہے جس کو بغوی رح نے ذکر کیا ہے جریر بن عبداللہ رض کی حدیث میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خثعم پر ایک سریہ بھیجا تو اُن میں سے کچھ لوگوں نے اپنا بچاؤ سجدہ کرکے کیا تو جلد بازی سے کام لیکر انھیں فوراً قتل کر دیا گیا پھر جب اس واقعہ کی اطلاع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے نصف دیت دینے کا حکم دیا، آخر حدیث تک۔ تو اس پر بغوی رح نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خثعم کے دل رکھنے کے لئے اور مسلمانوں کو تنبیہ کرنے کے لئے کہ شبہ کے موقع پر ثابت قدمی کو انھوں نے ترک کر دیا تھا نصف دیت کا حکم دیا۔ اور بہتر وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ (عمر رض کا فیصلہ) صلح کے طریق پر تھا۔ اس پر شاہد ہے عمر رض کا مکتوب ابو عبیدہ رض کے نام کہ جب تم پر فیصلہ پورے طور پر واضح نہ ہو تو باہمی صلح کرانے پر حریص بن جاؤ۔ مالک رح زید بن اسلم سے وہ مسلم بن جندب سے وہ اسلم مولیٰ عمر رض سے کہ عمر رض بن الخطاب نے داڑھ (توڑنے) پر فیصلہ کیا ایک اونٹ دینے کا اور ہنسلی اور ایک اونٹ کا۔ مالک رح ابن شہاب سے کہ عمر رض بن الخطاب نے منیٰ میں لوگوں کو قسم دی کہ جس شخص کے پاس دیت کے بارے میں کوئی علم ہو وہ مجھے خبر دے۔ تو ضحاک بن سفیان الکلابی کھڑے ہوتے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت میں وارث قرار دو۔ تو ان سے عمر رض بن الخطاب نے کہا کہ تم خیمہ میں داخل ہو جاؤ (اور ٹھہرو) یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ تو جب عمر رض بن الخطاب آتے تو اُن کو پھر ضحاک نے خبر دی تو عمر رض بن الخطاب نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ ابنِ شہاب نے کہا کہ اشیم کا قتل خطاءً ہوا تھا۔ مالک رح یحییٰ بن سعید سے

عن عمرو بن شعیب ان رجلاً من بنی مدلج یقال
لہ قتادۃ حذف ابنہ بسیف فاصاب ساقہ
فنزی فی جرحہ فمات فقدم سراقۃ بن جعشم
علی عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہ فقال لہ
عمر اعدد علی ماء قدید عشرین ومائۃ بعیر
حتی اقدم علیک فلما قدم عمر اخذ من تلک
الابل ثلثین حقۃ وثلثین جذعۃ واربعین
خلفۃ ثم قال این اخو المقتول قال ہا
انا ذا فقال خذہا فان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال لیس للقاتل شیٔ مالک
عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان
عمر بن الخطاب قتل نفرا خمسۃ او سبعۃ
برجل واحد قتلوہ قتل غیلۃ وقال عمر
لو تمالأ علیہ اہل صنعاء لقتلتہم جمیعاً
البیہقی روینا عن عمر بن الخطاب انہ
قتل ثلثۃ نفر بامرأۃ اقادہم بہا
الشافعی اخبرنا محمد بن الحسن اخبرنا ابو حنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان رجلاً من بکر
بن وائل قتل رجلاً من اہل الحیرۃ فکتب فیہ عمر بن
الخطاب ان یدفع الی اولیاء
المقتول فان شاؤا قتلوا و
ان شاؤا عفوا فدفع الرجل
الی رجل یقال لہ حنین
من اہل الحیرۃ

وہ عمرو بن شعیب سے کہ بنی مدلج کے ایک شخص نے جس کو قتادہ کہا جاتا تھا اپنے بیٹے کو تلوار ماری جو اُس کی پنڈلی پر لگی تو اس کے زخم سے تمام بدن کا خون نکل گیا پھر وہ مرگیا تو سراقہ بن جعشم عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو اس سے عمرؓ نے فرمایا کہ آب (یعنی مقام) قدید پر ایک سو بیس اونٹ تیار رکھ یہاں تک کہ میں تیرے پاس پہنچوں تو جب عمرؓ پہنچے تو انہوں نے ان اونٹوں میں سے تیس حقّہ لئے اور تیس جذعہ اور چالیس خلفہ (یعنی حاملہ)۔ پھر فرمایا مقتول کا بھائی کہاں ہے۔ اُس نے کہا کہ میں موجود ہوں تو کہا کہ یہ سب لے لے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ قاتل کے لئے کچھ نہیں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے (صنعاء کے) پانچ یا سات آدمیوں کو قتل کیا ایک شخص کی وجہ سے جس کو انہوں نے دھوکہ سے قتل کیا تھا اور عمرؓ نے فرمایا کہ اگر اس قتل پر سب اہلِ صنعاء جمع ہوجاتے تو میں ان سب کو قتل کردیتا۔ بیہقیؒ ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ انہوں نے تین آدمیوں کو قتل کیا ایک عورت کے بارے میں ان سے اُس کے قتل کا قصاص لیا۔ شافعیؒ ہم کو خبر دی محمد ابن الحسن نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ نے حماد سے انہوں نے سنا ابراہیم سے کہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے اہلِ حیرہ کے ایک شخص کو قتل کردیا تو اس کے بارے میں عمرؓ ابن الخطاب نے لکھا کہ اس شخص کو مقتول کے اولیاء کو دیدیا جائے وہ اگر چاہیں تو اُس کو قتل کردیں اور اگر چاہیں تو معاف کردیں۔ تو اس شخص کو اہلِ حیرہ کے ایک شخص کو جس کو حنین کہا جاتا تھا

ع۵ حقّہ وہ اونٹ ہے جو تین سال کا ہوکر چوتھے سال میں داخل ہوجائے اور جذعہ وہ اونٹ ہے جو چار سال کا ہوکر پانچویں میں داخل ہوجائے ۱۲ مترجم

فقتلہ فکتب عمر بعد ذلک ان کان الرجل
لم یُقتل فلا تقتلوہ فرأوا ان عمر بن
الخطاب اراد ان یُرضیھم من الدیۃ و
ناظر الشافعیؒ فی ذلک بکلام مبسوط
وکان فیما قال قلنا افرأیت لو کتب ان
اقتلوہ و قُتِلَ و لم یرجع عنہ اکان
یکون فی احد مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم حجۃ قال لا قلنا ارأیت
لو لم یکن فیہ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم شئ یُقیم الحجۃ علیک و لم
یکن فیہ الا ما قال عمر ما کان
عمر یحکم بحکم ثم یرجع عنہ الا عن
علم بلغہ ہو اولی من قولہ
فقولہ حین رجع اولی ان تصیر (الاولیٰ ۱۲)
الیہ قال فلعلہ اراد ان یُرضیہ
بالدیۃ قلنا فلعلہ اراد ان یُخیفہ
بالقتل و لا یقتلہ قال لیس ہذا فی
الحدیث قلنا و لیس ما قلت فی
الحدیث البیہقی رُوینا عن مکحول
فی قتل عبادۃ بن الصامت
نبطیا و قول عمر اجلس للقصاص
فقال زید بن ثابت اتُقید
عبدک من اخیک

دیدیا گیا تو اس نے اُس کو قتل کر دیا۔ پھر اس کے بعد عمرؓ نے لکھا کہ اگر وہ شخص قتل نہ کیا گیا ہو تو اُس کو قتل نہ کرو۔ تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ عمرؓ بن الخطاب نے یہ ارادہ کیا کہ اُن کو دیت پر راضی کرلیں اور شافعیؒ نے اس بارے میں مناظرہ[۵] کیا بسوط کلام کے ساتھ اور جو کچھ کہا اس میں یہ بھی تھا کہ ہم[۵] نے کہا کہ کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ اگر عمرؓ نے لکھدیا ہوتا کہ اس کو قتل کردو اور اس سے اُنھوں نے رجوع نہ کیا ہوتا تو کیا یہ بات کسی کے بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے پیش نظر حجت بن جاتی؟ کہا کہ نہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر اس بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات ثابت نہ ہوتی جس کو تم اپنے اُوپر حجت قرار دیتے اور اس بارے میں سوائے اس کے جو عمرؓ نے کہا اور کوئی بات مروی نہ ہوتی۔ تو عمرؓ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ایک خاص حکم دیتے پھر اس سے رجوع کرتے بجز اس صورت میں کہ ان کو کوئی ایسا علم پہنچے جو اُن کے قولِ اوّل سے اولیٰ ہو۔ تو اُن کا قول جس کی جانب اُنھوں نے رجوع کیا اولیٰ ہے کہ اس کو قابلِ حجت بنایا جائے۔ کہا کہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُنھوں نے ارادہ کیا ہو کہ وَلی مقتول کو راضی کرلیں گے دیت پر۔ ہم نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُنھوں نے اس کو قتل کا ڈراوا دیا ہو اور قتل کرنا نہ چاہتے ہوں۔ کہا کہ یہ بات حدیث میں نہیں ہے۔ ہم نے کہا جو کچھ آپ نے کہا (کہ دیت پر راضی کرنے کا ارادہ کیا ہوگا) وہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔

بیہقی: ہم سے مکحول سے روایت کی گئی ایک نبطی (غلام) کو عبادہ بن الصامت نے قتل کردیا تو حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا ..... کہ قصاص کے لئے بیٹھ تو زیدؓ بن ثابت نے کہا کہ کیا آپ اپنے ایک غلام کے خون کا بدلہ اپنے ایک بھائی سے لیتے ہیں

۵ کس سے مناظرہ کیا اس کی کوئی صراحت کسی نسخہ میں موجود نہیں شاید محمد بن الحسن سے مناظرہ کیا ہو ۱۲ ۵ یعنی شافعیؒ نے کہا ۱۲

فترک عمر القود وقضٰی علیہ بالدیۃ قال و رُوینا فی مثل ہٰذہ القصۃ فقال ابو عبیدۃ بن الجراح ارأیت لو قتل عبدًا لہ اکنت قاتلہ فصمت عمر بن الخطاب الشافعی منقطعًا و البیہقی موصولاً عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان ابابکر و عمر کانا لا یقتلان الحر بقتل العبد البیہقی عن الاحنف بن قیس عن عمر و علیؓ فی الحر یقتل العبد قالا ثمنہ بالغًا ما بلغ البیہقی فی قصۃ المدلجی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال عمر لولا انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا یُقاد الابُ من ابنہ لقتلتہ ہلم دیتہ فأتاہ بہا فدفعہا الی ورثتہ و ترک اباہ البیہقی عن عرفجۃ عن عمر مرفوعًا لیس علی الوالد قودٌ من ولدہ البیہقی قال البخاری فی الترجمۃ و ذکرہ ابن المنذر یُذکر عن عمر بن الخطاب انہ قال یُقاد المرأۃُ من الرجل فی کل عمدٍ یبلغ نفسہ فما دونہا البیہقی رُوینا عن عمر بن الخطاب فیما کتب عمر بن عبدالعزیز یُقاد المملوک من المملوک فی کل عمد یبلغ نفسہ فما دون ذلک البیہقی و رُوینا عن عمر بن الخطاب

تو عمرؓ نے قصاص کا ارادہ ترک کر دیا اور اُن پر دیت کو قائم کیا۔ کہا اور ہم سے اسی قصہ کے مانند واقعہ میں یہ روایت کیا گیا کہ پھر ابو عبیدہؓ ابن الجراح نے کہا کہ کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ اگر وہ اپنے غلام کو قتل کر دیتا تو کیا آپ اس کو قتل کر دیتے؟ تو عمرؓ بن الخطاب خاموش ہو گئے۔ شافعیؒ نے منقطع اور بیہقی نے موصول روایت کی ہے عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ آزاد کو غلام کے قتل کے بدلے میں قتل نہیں کیا کرتے تھے۔ بیہقی احنف بن قیس سے وہ عمرؓ اور علیؓ سے ایسے آزاد شخص کے بارے میں جو غلام کو قتل کر دے تو دونوں نے اُس کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا جو کسی حد تک بھی پہنچے۔ بیہقی مدلجی کے قصہ میں (جو گزر چکا ہے) عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سُنا ہوتا کہ باپ کا خُون نہیں بہایا جائے گا بیٹے کے قتل پر تو مَیں اس کو قتل کر دیتا۔ اس کی دیت لے کر آ۔ تو وہ دیت لیکر آیا تو اس کو اُس کے وارثوں کو دیدی اور اُس کے باپ کو چھوڑ دیا۔ بیہقی عرفجہ سے وہ عمرؓ سے مرفوعًا، بیٹے کے قتل پر باپ کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بیہقی، بخاری نے ترجمہ میں کہا اور اس کو ذکر کیا ابن المنذر نے جو بیان کرتے ہیں عمرؓ بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے کہا کہ بیوی کے خُون کا بدلہ لیا جائے گا شوہر سے ہر (قتل یا ضرب) عمد پر جس پر بھی اس کا نفس جا پہنچے جان لینے پر یا اُس سے کم درجہ پر۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی عمرؓ بن الخطاب سے اُس مکتوب میں جو عمرؒ بن عبدالعزیز نے لکھا تھا کہ مملوک کے خون پر مملوک کا خُون بہایا جائے گا ہر (قتل یا ضرب) عمد پر جو اس کی جان لینے تک پہنچ جائے یا اس سے کم درجہ پر۔ بیہقی اور ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے

ما دلّ علیٰ وجوب القصاص بالضرب بالعصا وغیرہ
اذا کان مثلہ یقتل البیہقی رُوینا عن ابن
شہاب انّ ابابکر الصدیق و عمر بن الخطاب و
عثمان بن عفان اَعطُوا القودَ من انفسہم
فلم یُستقدْ منہم و ہم سلاطین الشافعی عن ابن
شہاب وعن مکحول وعن عطاء قالوا ادرکنا الناس
علیٰ انّ دیۃ المسلم الحرّ علیٰ عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ من الابل فقوّم عمر
ابن الخطاب تلک الدیۃ علی اہل القریٰ الف دینار
او اثنا عشر الف درہم و دیۃ الحرّۃ المسلمۃ اذا کانت
من اہل القریٰ خمسمائۃ دینار او ستۃ آلاف درہم
فاذا کان الذی اصابہا (قتلہا) من الاعراب فدیتہا
خمسون من الابل لا یکلّف الاعرابی الذہب و
الورق محمد بن الحسن انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر
الشعبی عن عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال
علی اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم
وعلی اہل الذہب الف دینار وعلی اہل البقر
مائتا بقرۃ وعلی اہل الابل مائۃ من الابل و
علی اہل الغنم الفا شاۃ وعلی اہل الحُلل مائتا
حُلّۃ قال محمد وبہذا کلہ ناخذ وکان ابو حنیفۃ
یاخذ من ذلک بالابل والدراہم والدنانیر
الشافعی قال محمد بن الحسن بلغنا عن عمر بن الخطاب انہ
فرض علی اہل الذہب الف دینار وعلی اہل الورق
عشرۃ آلاف درہم حدثنا بذلک ابو حنیفۃ عن
الہیثم عن الشعبی عن عمر بن الخطاب و زاد

جس کا مضمون دلالت کرتا ہے قصاص کے واجب ہونے پر لاٹھی وغیرہ سے مارنے پر جب کہ اُس جیسا (آلۂ ضرب)، مار ڈالتا ہو۔ بیہقی روایت کیا گیا ہم سے ابن شہاب سے کہ ابوبکر صدیق رض اور عمر رض بن الخطاب اور عثمان رض بن عفان سب نے اس حال میں کہ وہ سلاطین تھے قصاص کا حق عطا کیا اپنے نفسوں سے تو اُن سے قصاص نہیں طلب کیا گیا۔ شافعی رح ابن شہاب اور مکحول اور عطاء سے سب نے کہا کہ ہم نے لوگوں کو اس (عمل) پر پایا کہ آزاد مسلمان مرد کی دیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سو اونٹ تھے تو قیمت مقرر کی ابن الخطاب نے اس دیت کی شہر والوں پر ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم اور آزاد مسلمان عورت کی دیت جب کہ وہ شہر والوں میں سے ہو پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم۔ پھر اگر وہ شخص جس پر اُفتاد واقع ہوئی اعراب میں سے ہے تو اُس کی دیت پچاس اونٹ ہے۔ اعرابی کو سونے چاندی کا مکلف نہیں کیا گیا۔ محمد رح بن الحسن ہم کو خبر دی ابوحنیفہ رح نے بروایت ہیثم از عامر شعبی از عبیدۃ السلمانی از عمر رض بن الخطاب کہ اُنھوں نے کہا کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درہم ہیں اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور اونٹ والوں پر سو اونٹ اور بکری والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں پر دو سو جوڑے۔ محمد رح نے کہا اس کُل کو ہم اختیار کرتے ہیں اور ابوحنیفہ رح ان میں سے اونٹوں اور درہموں اور دیناروں کو لیتے ہیں۔ شافعی رح، کہا محمد رح ابن الحسن نے ہم کو پہنچا عمر رض بن الخطاب سے کہ انھوں نے قرار دیا سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر دس ہزار درہم ہم سے یہ حدیث بیان کی ابوحنیفہ رح نے ہیثم سے انھوں نے شعبی سے وہ عمر رض بن الخطاب سے اور یہ اضافہ کیا کہ

علی اھل البقر مائتی بقرۃ وعلی اھل الابل
مائۃ من الابل وعلی اھل الغنم الفی شاۃ
قال محمد بن الحسن وقال اھل المدینۃ ان عمر
فرض الدیۃ علی اھل الورق اثنی عشر الف درہم
وساق الکلام الی ان قال ونحن فیما نظن
اعلم بفریضۃ عمر بن الخطاب من اھل المدینۃ
لان الدراہم علی اھل العراق قال محمد وصدق
اھل المدینۃ ان عمر بن الخطاب فرض من الدیۃ
اثنی عشر الفا ولکنہ فرضھا اثنی عشر الف درہم
وزن ستۃ اخبرنی الثوری عن مغیرۃ
الضبی عن ابراہیم قالت کانت الدیۃ الابل
فجعلت الابل الصغیر والکبیر کل بعیر مائۃ و
عشرون درہما وزن ستۃ فذلک اثنی
عشرۃ آلاف درہم قال الشافعی فقلت لمحمد
ابن الحسن اتقول ان الدیۃ اثنا عشر
الف درہم وزن ستۃ فقال لا فقلت من
این زعمت ان کنت اعلم بالدیۃ من
اھل الحجاز لان عمر قضی فیہا
بشئی لا تقضی بہ قال لم یکونوا یحسبون
قلت افتروی شیئا تجعلہ
اصلا فی الحکم وانت تزعم ان من روی
عنہ لا یعرف ما قضی بہ الشافعی اخبرنا
محمد اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان
عمر بن الخطاب اتی برجل قد
قتل عمدا فامر بقتلہ

گائے والوں پر دو سو گائیں اور اونٹ والوں پر سو اونٹ اور
بکری والوں پر دو ہزار بکریاں ۔ کہا محمد بن الحسن نے اور اہلِ مدینہ
نے کہا کہ عمرؓ نے دیت قرار دی چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم اور
اور کلام کو آگے بڑھایا یہاں تک کہ کہا کہ اور ہم (اہلِ عراق) جس
چیز کا گمان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ عمرؓ کے فریضہ کو بہ نسبت اہلِ مدینہ
کے ہم زیادہ جانتے ہیں کیونکہ دراہم اہلِ عراق پر مقرر کئے گئے ہیں
کہا محمدؒ نے کہ بیشک اہلِ مدینہ نے سچ کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے
دیت مقرر کی ہے بارہ ہزار، لیکن انھوں نے دیت کو بارہ ہزار درہم
چھ (دوانگ والے) وزن کے مقرر کئے۔ مجھے خبر دی ثوری نے
مغیرہ ضبی سے انھوں نے ابراہیم سے کہ دیت اونٹ کی ہوتی تھی
تو چھوٹے بڑے اونٹوں کی (اوسط) قیمت قرار دی گئی ایک سو
بیس درہم چھ کے وزن سے تو اس حساب سے اونٹوں کی قیمت
بارہ ہزار درہم ہوتی۔ شافعیؒ نے کہا کہ پھر میں نے محمد بن الحسن
سے کہا کہ کیا آپ بوزن چھ (دانگ) دیت بارہ ہزار درہم کہتے
ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ نہیں! تو میں نے کہا کہ پھر آپ یہ کیسے
گمان کرتے ہیں کہ آپ اہلِ حجاز سے زیادہ دیت کا علم رکھتے ہیں
کیونکہ عمرؓ نے اس کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے آپ اس پر فیصلہ
نہیں کرتے تو انھوں نے کہا کہ وہ (اہلِ حجاز) اچھا فیصلہ نہیں
کرتے۔ میں نے کہا کیا پھر آپ کوئی ایسی روایت بیان کرینگے
جس کو آپ حکم میں اصل قرار دیتے ہوں کیونکہ آپ گمان کرتے
ہیں کہ جس شخص سے روایت کی جارہی ہے وہ خود نہیں پہچانتا
اس بات کو جس کا اس نے فیصلہ کیا۔ شافعیؒ ہم کو خبر دی محمدؒ
نے کہا ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ نے حمادؒ سے انھوں نے ابراہیم سے
کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے قتل عمد
کیا تھا تو انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس کے بعد بعض

عفیٰ بعض الاولیاء فامر بقتله فقال
ابن مسعود کانت النفس لهم جمیعاً
فلما عفیٰ هذا احیا النفس فلا یستطیع
ان یأخذ حقه حتی یأخذ حق غیره
قال فما ترى قال ارى ان تجعل
الدیة علیه فی ماله و ترفع حصة الذی
عفیٰ فقال عمر و انا اری ذلک البیهقی
عن الاعمش عن زید بن وهب قال
وجد رجل عند امرأته رجلاً فقتلها
فرفع ذلک الی عمر بن الخطاب
فوجد علیها بعض اخوتها فتصدق
علیه بنصیبه فامر عمر رضی الله عنه لهم
بالدیة البیهقی روی عن عمر ان
رجلاً قتل رجلاً فقالت اخت
المقتول وهی امرأة القاتل عفوت
عن حقی من زوجی فقال عمر
عتق الرجل من القتل البیهقی روی
عن عمر انه قال عمد الصبی و خطاءه سواء
یعنی للعمد حکم الخطاء البیهقی عن
ابن فراس خطبنا عمر فقال انی
لم ابعث عمالی یضربون ابشارکم
و لا یأخذوا اموالکم فمن فعل
به غیر ذلک

اولیاء نے معاف کر دیا پھر عمرؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ یہ نفس اُن (سب اولیاء مقتول) کے لئے تھا. تو جب اس نے معاف کر دیا تو نفس کو زندگی کا حق دیدیا تو اب وہ استطاعت نہیں رکھتا کہ اپنے حق کو حاصل کرے جب تک کہ غیر کے حق کو بھی نہ حاصل کرے۔ع۵ عمرؓ نے کہا کہ پھر تم کیا رائے رکھتے ہو۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس پر دیت قائم کریں اس کے مال میں سے اور کم کر دیں حصہ اس شخص کا جس نے معاف کر دیا تو عمرؓ نے کہا اور میری رائے بھی یہی ہے۔ بیہقی اعمش سے وہ زید بن وہب سے انھوں نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو پایا تو اس کو (یعنی بیوی کو) قتل کر دیا تو یہ مقدمہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو اس عورت پر اس کے بعض بھائیوں کو غصہ آیا اور انھوں نے اپنا حصہ اس شخص پر صدقہ کر دیا تو عمرؓ نے حکم دیا بقیہ اولیاء مقتولہ کو دیت دیئے جانے کا۔ بیہقی مروی ہے عمرؓ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ تو مقتول کی بہن نے کہا اور وہ قاتل کی بیوی تھی کہ میں نے اپنا حصہ اپنے شوہر سے معاف کر دیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص قتل سے بچا لیا گیا۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ انھوں نے فرمایا کہ لڑکے کا عمد اور خطاء برابر ہے یعنی عمد خطاء کے حکم میں ہے۔ بیہقی ابن فراس سے کہ ہم کو خطبہ دیا عمرؓ نے اور فرمایا کہ میں نے اپنے عمال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ تمہاری کھالوں کو پیٹیں اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے اموال کو چھینیں تو جس شخص کے ساتھ اس (کام) کے سوا جو اُن کے سپرد کیا گیا) دوسرا معاملہ کیا گیا ہو

ع۵ یعنی معاف کرنے والا دوسروں کا حق لئے بغیر اپنا حق حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ قتل کی صورت میں اُس کا حق ختم ہو رہا ہے اور معاف کرنے کی صورت میں دوسروں کا حق ضائع ہوتا ہے ۱۲

فلیر فعہ الی اُقصّہ منہ فقال عمرو ابن العاص لو ان رجلاً ادّب بعض رعیتہ أتقصّہ منہ قال ای والذی نفسی بیدہ لاُقصّنّہ منہ و قد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُقتصّ من نفسہ البیہقی عن عطاء عن عمر لا اُقید من العظام یعنی غیر السن البیہقی روینا عن عمرو علی انہما قالا من قتلہ حدٌّ فلا عقل لہ و قالا الذی یموت فی القصاص لا دیۃ لہ البیہقی عن مجاہد ان عمر بن الخطاب قضی فیمن قتل فی الحرم او فی شہر الحرام او ہو محرم بالدیۃ و ثلث الدیۃ الشافعی قرآنا علی مالک لم نعلم احدًا من الائمۃ فی القدیم و الحدیث قضی فیما دون الموضحۃ بشیء زاد بعض اصحابہ عنہ و ہو واللہ یغفر لنا و لہ یروی عن امامین عظیمین من المسلمین عمر و عثمان انہما قضیا فیما دون الموضحۃ بشیء موقت ثم قیل یحتمل انہما

اس کو چاہیے کہ اس کو میرے سامنے پیش کرے میں اس عامل سے اس کا بدلہ لوں گا تو عمرو بن العاص نے کہا کہ اگر کسی شخص نے اپنی رعیت میں سے کسی کی تادیب کی تو کیا آپ اس سے اس کا بدلہ لیں گے۔ فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس سے ضرور بدلہ لوں گا اور میں نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے نفس سے قصاص لیا۔ بیہقی عطاء سے وہ عمرؓ سے کہ میں ہڈیوں کا عـہ قصاص نہیں لیتا یعنی دانتوں کے علاوہ۔ بیہقیؒ، ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ سے اور علیؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ جس کو قتل کر دیا "حد" نے اس کا کوئی قصاص نہیں اور دونوں نے فرمایا جو شخص قصاص میں مرجائے (اور "حد کے قتل کرنے" سے بھی یہی مراد ہے) اس کی کوئی دیت نہیں۔ بیہقی مجاہدؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایسے شخص کے بارے میں جو حرم میں قتل کیا گیا یا شہر حرام میں (یعنی ان مہینوں میں جو اشہر حرم میں داخل ہیں) یا وہ محرم ہو فیصلہ دیا ایک اور ایک تہائی دیت کا۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو مالکؒ کے سامنے پڑھا اور ہم کسی کو ائمۂ قدیم اور جدید میں سے نہیں جانتے کہ انھوں نے فیصلہ دیا ہو موضحہ سے کم کسی زخم کی دیت کا (موضحہ کے معنے وہ زخم جو سر یا چہرہ میں لگا ہو اور اس سے ہڈی نظر آنے لگی ہو)۔ .... بعض اصحاب شافعیؒ نے ان کی روایت پر یہ اضافہ کیا اور وہ "اللہ تعالے ہماری اور ان کی مغفرت کرے" روایت کرتے ہیں مسلمانوں کے دو بڑے اماموں عمرؓ و عثمانؓ سے کہ ان دونوں نے موضحہ سے کم ایک زخم کی بابت کچھ شے موقت کا فیصلہ دیا۔ پھر کہا گیا کہ احتمال ہے ان دونوں نے

عـہ یعنی ایسی جنایت کا قصاص نہیں لیتا جو ہڈیوں پر واقع ہو ۱۲

قضيا بطريق الحكومة والله اعلم البيهقي روى
عن عمر انه قال والاسنان سواء الضرس
والثنية كانه رجع اليه البيهقي عن سعيد
ابن المسيب كان عمر يفاوت بين الاصابع
حتى وجد كتاب آل عمرو بن حزم يذكرون
انه من رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيما
هنالك من الاصابع عشر عشر قال الشافعي
ولم يقبلوا كتاب آل عمرو بن حزم حتى ثبت
عندهم انه كتاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم قلت والاصل في تقدير الديات كتاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي روي
عن عمرو بن حزم وقد اثبته عمر بن الخطاب و
اخذ به الشافعي عن محمد عن محمد بن ابان عن
عمر بن الخطاب وعلي بن ابي طالب انهما قالا
عقل المرأة على النصف من دية الرجل الشافعي
اخبرنا فضيل بن عياض عن منصور بن المعتمر عن
ثابت الحداد عن ابن المسيب ان عمر بن الخطاب
قضى في دية اليهودي والنصراني باربعة
آلاف وفي دية المجوسي بثمان مائة درهم
الشافعي يروى عن عمر بن الخطاب وعلي
في العبد يقتل قيمته بالغة ما بلغت البيهقي
من طريق الثوري عن حماد عن ابراهيم ان
الزبير وعليا اختصما في موالي لصفية الى
عمر بن الخطاب فقضى بالميراث للزبير و
العقل على علي البيهقي عن الشعبي

بطریق حکومت (یعنی بطورِ سیاست) فیصلہ دیا ہو واللہ اعلم۔ بیہقی روایت
کیا گیا عمرؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ سب دانت برابر ہیں ڈاڑھیں
ہوں یا سامنے کے دانت گویا اُنھوں نے اس کی طرف رجوع کرلیا۔
بیہقیؒ، سعید بن المسیبؒ سے کہ عمرؓ انگلیوں کی درمیان (دیت میں) تفاوت کیا کرتے تھے
یہاں تک کہ جب آلِ عمرو بن حزم کا مکتوب اُن کے سامنے آیا جس
کے بارے میں وہ یہ ذکر کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس سے آیا تھا اور اس میں انگلیوں کے لئے دس دس تحریر
ہے۔ شافعیؒ نے کہا اور اُنھوں نے قبول نہ کیا آل عمرو بن حزم
کے مکتوب کو یہاں تک کہ اُن کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یہ مکتوب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دیات کے
اندازہ کرنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب جو عمرو
ابن حزم سے روایت کیا گیا بنیادی چیز ہے اور عمرؓ بن الخطاب نے
اس کو ثابت قرار دیا اور اسس کو معمول بنایا۔ شافعیؒ محمدؒ سے
وہ محمد بن ابان سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب اور علیؓ
ابن ابی طالب سے کہ دونوں نے کہا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت
کے آدھے کے برابر ہو گی۔ شافعیؒ، خبر دی ہم کو فضیل بن عیاض
نے منصور بن المعتمر سے وہ ثابت الحداد سے وہ ابن المسیبؒ سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا یہودی اور نصرانی کی دیت کے
بارے میں چار چار ہزار درہم اوز مجوسس کی دیت کے بارے میں
آٹھ سو درہم۔ شافعیؒ، روایت کیا جاتا ہے عمرؓ بن الخطاب سے
اور علیؓ سے غلام کے بارے میں جو قتل کیا جائے اُس کی دیت اُس
کی قیمت کے برابر ہو گی جس حد تک بھی پہنچے۔ بیہقی بسندِ ثوری
حماد سے وہ ابراہیم سے کہ زبیرؓ اور علیؓ صفیہؓ کے موالی کے بارے
میں اپنا جھگڑا عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے گئے تو اُنھوں نے میراث
کا فیصلہ کیا زُبیر کے لئے اور دیت قائم کی علیؓ پر۔ بیہقی شعبی سے

انہ تعالی جعل عمر بن الخطاب الدّیۃ فی ثلث
سنین ثلثی الدیۃ فی سنتین وثلث الدّیۃ
فی سنۃ الشافعی عن سفیان عن عمرو
عن طاؤس ان عمر بن الخطاب قال
اُذکّر اللہ امرأ سمع من النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی الجنین شیئا فقام
حمل بن مالک بن النابغۃ فقال کنت
بین جاریتین لی فضرب احدٰیہما الاخری
بمسطح فالقت جنینا میتا فقضی فیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغرّۃ
فقال عمر کدنا ان نقضی فی مثل
ہذا برأینا البیہقی عن شہر بن حوشب ان
عمر صاح بامرأۃ فاسقطت فاعتق
عمر غرّۃ البیہقی عن زید بن اسلم
انّ عمر قوّم الغرّۃ خمسین دینارا الشافعی
عن سفیان عن منصور عن الشعبی انّ عمر
ابن الخطاب کتب فی قتیل وجد فی
خیران ووداعۃ ان یقاس ما بین قریتین
فالی ایہما کان اقرب اخرج الیہ منہم
خمسین رجلا حتی یوافوہ بمکۃ فادخلہم الحجر
فاحلفہم ثم قضی علیہم بالدیۃ فقالوا
ما وقت اموالنا ایماننا ولا ایماننا اموالنا
فقال عمر کذلک الامر قال الشّافعی وقال
غیر السفیان عن عاصم الاحول عن الشعبی
قال عمر بن الخطاب حقنت (منعت وحبست) ایمانکم دماءکم

انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیت کی ادائگی کو تین سال میں
کردیا دو تہائی دیت دو سال میں اور ایک تہائی دیت ایک سال
میں۔ شافعیؒ سفیان سے وہ عمرو سے وہ طاؤس سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے کہا کہ میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اُس شخص کو جس نے کچھ سُنا ہو نبی
صلے اللہ علیہ وسلم سے جنین کے بارے میں تو کھڑے ہوتے
حمل بن مالک بن النابغہ اور انھوں نے کہا کہ میرے پاس دو جاریہ
تھیں۔ اُن میں سے ایک نے دوسری کے خیمہ کی چوب کھینچ
ماری تو اُس کے پیٹ کا بچہ مرکر گر گیا تو اُس کے بارے میں رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ایک بردے کا، تو عمرؓ نے
کہا کہ ہم یہی فیصلہ اپنی رائے سے کرنے والے تھے۔ بیہقی شہر
ابن حوشب سے کہ عمرؓ نے ایک عورت کو ڈانٹا تو اُس کا (خوف
سے) اسقاط ہوگیا تو عمرؓ نے ایک بردہ آزاد کیا۔ بیہقی زید بن
اسلم سے کہ عمرؓ نے ایک غرّہ (یعنی بردے) کی قیمت پچاس
دینار قرار دی۔ شافعیؒ سفیان سے وہ منصور سے وہ شعبی سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے ایک مقتول کے بارے میں لکھا جو کہ خیران اور
وداعہ کے درمیان پایا گیا تھا کہ دونوں قریوں کے درمیان
فصل کا اندازہ کیا جائے۔ ان دونوں میں سے وہ مقتول جسکے
قریب ہو ان میں سے پچاس آدمیوں کو نکال کر اُن کے پاس
مکہ میں بھیجیں تو (جب وہ پہنچے تو) ان کو حجر (یعنی حطیم) میں
داخل کیا۔ پھر اُن کو حلف دیا۔ پھر اُن پر دیت کا فیصلہ کیا تو
انھوں نے کہا نہ پورا کیا (یعنی نہ بچایا) ہمارے اموال نے
ہماری قسموں کو اور نہ ہماری قسموں نے ہمارے اموال کو تو عمرؓ
نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہے۔ کہا شافعیؒ نے اور سفیان کے سوا
دوسرے راوی نے بروایت عاصم الاحول شعبیؒ سے نقل کیا کہ
عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ تمہاری قسموں نے تمہارے خونوں کو بچالیا

ولا يبطل دم امرئٍ مسلم ثم ضعّف الشافعی الحديث جدًّا وقال انّما هو عن الشعبی عن الحارث الاعور والحارث الاعور كذّاب ثم قال الشافعی سافرتُ الی خيران ووداعة اربعة عشر سفرًا اسألهم عن حكم عمر بن الخطاب فی القتيل واُحكی لهم ما رُوی عنه فقالوا انّ هذا شيءٌ ما كان ببلدنا قطّ قال الشافعی والعرب احفظ شيءٍ لامر كان الشافعی عن سعيد بن المسيّب انّ عمر بن الخطاب كان يقول الدية للعاقلة ولا ترث المرأة من دية زوجها شيئًا حتی اخبره الضحّاك بن سفيان انّ النبیّ صلی الله عليه وسلم كتب اليه ان يُورّث امرأة اشيم الضبابی من دية زوجها فرجع اليه عمر الشافعی عن سفيان عن عمرو ابن دينار انّه سمع بجالة يقول كتب عمر ان اقتلوا كلّ ساحر وساحرةٍ قال فقتلنا ثلاث سواحر **قسمة الغنيمة والفیٔ والصّدقات** الشافعی عن طارق ابن شهاب قال امدّ اهلُ الكوفة اهلَ البصرة وعليهم عمّارُ بن ياسر فجاؤا وقد غنموا فكتب عمر ان الغنيمة لمن شهد الوقعة[1] قال ورُوی عن عمر انّه كتب الی سعدٍ فی جليش لحق بعد ما غنم ان يقسّم له ان جاءوا قبل ان يدفن القتلی ثم ضعّفه الشافعی

اور ایک مسلمان کا خون رائگاں نہ گیا۔ پھر شافعیؒ نے اس حدیث کو بہت ضعیف کہا کہ وہ مروی ہے شعبی سے بروایت حارث الاعور اور حارث اعور کذّاب ہے۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ میں نے خیران اور وداعہ کے چودہ[1] سفر کئے اور لوگوں سے اُس مقتول کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب کے حکم کے متعلق سوال کرتا رہا اور اُن سے جو روایت کی گئی اُس کو بھی اُن کو سناتا رہا تو لوگوں نے یہ جواب دیا کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ کبھی ہمارے شہر میں نہیں ہوئی۔ اور شافعیؒ نے کہا کہ عرب ایسے واقعہ کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ شافعیؒ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دیت دادیہالی رشتہ والوں کے لئے ہے اور بیوی اپنے شوہر کی دیت میں سے کسی حصّہ کی وارث نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کو خبر دی ضحاک بن سفیان نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کے شوہر کی دیت میں وارث بناؤ، تو عمرؓ نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ شافعیؒ سفیان سے وہ عمرو بن دینار سے کہ اُنھوں نے سنا بجالہ سے وہ کہتے تھے کہ عمرؓ نے لکھا کہ ہر ایک جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو۔ کہا کہ پھر ہم نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا۔ **عمرؓ کا غنیمت و صدقات اور فیٔ کو تقسیم کرنا۔** شافعیؒ طارق بن شہاب سے کہا کہ امداد کی اہلِ کوفہ نے اہلِ بصرہ کی اور ان پر عمار بن یاسر امیر تھے تو وہ آئے اور اُنھوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا تو عمرؓ نے لکھا کہ غنیمت اس کے لئے ہے جو جنگ میں شریک ہوا۔ کہا کہ عمرؓ سے ایک روایت یہ کی گئی ہے کہ اُنھوں نے سعدؓ کو اُس لشکر کے بارے میں لکھا جو اُن سے ملا بعد اس کے کہ وہ غنیمت جمع کر چکے تھے کہ اس کو غنیمت کی تقسیم میں شریک کریں اگر وہ مقتولین کے دفن سے پہلے پہنچ گئے ہوں۔ پھر شافعیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا۔ شافعیؒ

والبخاری وغیرهما عن الزهری عن مالک
ابن أوس سمعت عمر بن الخطاب يقول و
العباس و علی بن ابی طالب يختصمان اليه
فی أموال النبی صلی الله عليه وسلم فقال
عمر كانت اموال بنی النضير مما أفاء الله
علی رسوله مما لم يوجف عليهم المسلمون
بخيل ولا ركاب وكانت لرسول الله صلی
الله عليه وسلم خالصة دون المسلمين و
كان رسول الله صلی الله عليه وسلم ينفق
منها علی أهله نفقة سنة فما فضل جعله
فی الكراع والسلاح عدة فی سبيل الله
الحديث بطوله قال الشافعی فی مسئلة السلب
للقاتل عارضنا معارض فذكر ان عمر بن الخطاب
قال انا كنا لا نخمس السلب وان سلب
البراء قد بلغ شيئا كثيرا ولا أراني الا
خامسه ثم اجاب بان هذه الرواية ليست من
روايتنا وان سلمنا فاذا ثبت عن رسول الله
صلی الله عليه وسلم بابی هو وامی شیئ لم يجز
تركه ولم يستثن النبی صلی الله عليه وسلم قليل
السلب ولا كثيره ثم قد قضی سعد فی زمانه
بالسلب الكثير للقاتل قلت و بعد
هذا كله فانما مفاد تلك الرواية ان
السلب لا يخمس وهو للقاتل الا اذا كان
شيئا كثيرا جدا خلاف العادة
المعهودة

اور بخاری وغیرہما زہری سے وہ مالک بن اوس سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے سنا جب کہ عباسؓ اور علیؓ بن ابی طالب اموالِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا جھگڑا لے کر ان کے پاس آئے تو عمرؓ نے کہا کہ بنی نضیر کے اموال ایسے اموال میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو غنیمت میں عطا فرماتے تھے جن پر مسلمانوں نے نہ اونٹ دوڑاتے اور نہ گھوڑے تو وہ خالص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے ان میں مسلمان حصہ دار نہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں سے اپنے اہل پر خرچ کیا کرتے تھے ایک سال کے مصارف۔ پھر جو کچھ مال بچ رہتا اُس کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری پر صرف کرتے اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری کے لئے۔ آخر حدیث تک مع اُس کی طوالت کے۔ شافعیؒ نے کہا اس مسئلہ میں کہ مقتول سے لیا ہوا مال قاتل کے لئے ہے ایک معارض نے ہم سے معارضہ کیا اور ذکر کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ مقتول سے لئے ہوئے مال میں سے خمس نہیں لیتے اور براء کا سلب (یعنی چھینا ہوا مال) ایک بڑی مقدار تک پہنچ گیا ہے اور میری رائے تو یہ ہے کہ میں اُس سے خمس وصول کروں۔ پھر شافعیؒ نے جواب دیا کہ یہ روایت ہماری روایت میں سے نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" ایک بات ثابت ہوگئی تو اس کو چھوڑنا جائز نہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثنا نہیں فرمایا قلیل سلب کا اور نہ کثیر سلب کا۔ پھر سعدؓ نے اپنے زمانہ میں قاتل کے لئے سلب کثیر کا فیصلہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس تمام کلام کے بعد کہ مفاد اس تمام روایت کا یہ ہے کہ سلب (یعنی مقتول سے چھینے ہوئے سامان) میں سے خمس نہ لیا جائے گا اور وہ قاتل کا ہوگا مگر جب کہ وہ عادت معہودہ کے خلاف بہت ہی زیادہ ہو

ففيه اثبات ان السلب للقاتل لا يخمس بقي
البحث في الاستثناء فقط ولعل عمر خصّ بالمعتاد
لانه بمنزلة الحقيقة العرفية والله اعلم محمد
ابن الحسن عن ابي حنيفة عن عبد الله بن داود
عن المنذر بن ابي حمصة قال بعثه عمر الى
جيش في مصر فاصابوا غنائم فقسّم للفارس
سهمين وللراجل سهماً فرضي بذلك عمر قال
محمد و هذا قول ابي حنيفة ولسنا نأخذ بهذا
ولكنا نرى للفارس ثلثة اسهم سهماً له
وسهمين لفرسه وروى ابو يوسف عن ابي حنيفة
نحواً من ذلك ثم قال كان ابو حنيفة يأخذ بهذا
الحديث ويجعل للفرس سهما وللرجل سهما وما
جاء من الآثار في الاحاديث ان للفرس
سهمين وللرجل سهما اكثر من ذلك واوثق
والعامة عليه قال ابو يوسف الكلبي محمد بن
السائب حدثني عن ابي صالح عن ابن عباس
ان الخمس كان في عهد رسول الله صلى
الله عليه وسلم على خمسة اسهم لله وللرسول
سهم ولذي القربى سهم واليتامى والمساكين
وابن السبيل ثلثة اسهم ثم قسمه ابو بكر
الصديق وعمر الفاروق وعثمان ذوا
النورين رضي الله تعالى عنهم على ثلثة اسهم
وسقط سهم الرسول وسهم ذوي
القربى وقسم على الثلثة الباقين
ثم قسمه علي بن ابي طالب

تو اس میں اس امر کا اثبات موجود ہے کہ سلب قاتل کا ہوتا ہے اس
میں سے خمس نہیں نکلتا۔ فقط استثناء میں بحث باقی رہ جاتی ہے
اور شاید عمرؓ نے اس کو خاص کیا ہو اُس مقدار کے ساتھ جو عادۃً حاصل
ہوتی ہے کیونکہ وہ حقیقتِ عرفیہ کے مرتبہ میں ہے، واللہ اعلم۔ محمد
ابن الحسن ابو حنیفہؒ سے وہ عبداللہ بن داؤد سے وہ منذر بن ابی
حمصہ سے کہا کہ ان کو عمرؓ نے ایک لشکر کی طرف مصر میں بھیجا۔ اُن
کو غنیمتیں دستیاب ہوئیں تو اُنھوں نے سوار کو دو حصے اور
پیدل کو ایک حصہ تقسیم کیا۔ اور اس تقسیم پر عمرؓ راضی ہوئے۔
کہا محمدؒ نے یہ قول ہے ابو حنیفہؒ کا اور ہم نے اس کو نہیں لیا
اور ہم یہ رائے رکھتے تھے کہ سوار کے لئے تین حصے ہیں ایک حصہ
سوار کا اور دو حصے اُس کے گھوڑے کے۔ اور روایت کیا ابو یوسفؒ
نے ابو حنیفہؒ سے اسی طور پر۔ پھر کہا کہ ابو حنیفہؒ اس حدیث کو
لیا کرتے تھے اور گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور سوار کے لئے ایک
حصہ لگایا کرتے تھے اور جو آثار میں سے احادیث میں آیا ہے کہ
گھوڑے کے لئے دو حصے اور آدمی کے لئے ایک حصہ وہ اس سے
زیادہ ہے اور زیادہ مضبوط ہے اور عمل عامہ اسی پر ہے۔ کہا
ابو یوسفؒ نے کہ محمد بن السائب کلبی نے مجھ سے حدیث بیان
کی ابو صالح کی روایت سے وہ ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خمس کے پانچ سہام کئے جاتے تھے
اللہ اور رسولؐ کا ایک حصہ اور ذوی القربیٰ کا ایک حصہ اور
یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے تین حصے۔ پھر خمس
کو ابو بکر صدیقؓ اور عمر الفاروقؓ اور عثمانؓ ذی النورین
رضی اللہ عنہم نے تین سہام پر تقسیم کیا اور حصہ رسولؐ کا اور
حصہ ذوی القربیٰ کا ساقط کر دیا گیا اور اس کو باقی تینوں پر
تقسیم کیا گیا پھر اس کو علیؓ بن ابی طالب نے اسی طرح تقسیم کیا

علی ما قسمہ علیہ ابوبکر و عمر و عثمان و قد روی لنا عن عبد اللہ بن العباس انہ قال عرض علینا عمر بن الخطاب ان یزوج من الخمس ایمنا و یقضی منہ عن مغرمنا فابینا الا ان یسلمہ لنا وابی ذلک علینا ابو یوسف اخبرنی محمد بن اسحاق عن ابی جعفر قلت لہ ما کان رای علی فی الخمس قال کان رایہ فیہ رای اہل بیتہ ولکنہ کرہ ان یخالف ابابکر و عمر ابو یوسف حدثنی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابیہ قال سمعت علیا یقول قلت یا رسول اللہ ان رایت ان تولینی حقنا من الخمس فاقسمہ حیاتک کی لا ینازعنا احد بعدک فافعل ففعل قال فولانیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقسمتہ حیوتہ ثم ولانیہ عمر فقسمتہ حتی اذا کانت آخر سنۃ عمر بن الخطاب فاتاہ مال کثیر فعزل حقنا ثم ارسل الی فقال خذہ فاقسمہ فقلت یا امیر المومنین بنا عنہ العام غنی و بالمسلمین الیہ حاجۃ فردہ علیہم تلک السنۃ ولم یدعنا الیہ احد بعد

جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ نے کیا تھا۔ اور ہم سے روایت کیا گیا عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے عمرؓ بن الخطّاب نے یہ تجویز رکھی کہ وہ خُمس میں سے ہماری بے شوہر کی عورتوں کے نکاح کرائیں اور اس سے ہمارے قرضوں کو ادا کریں تو ہم نے اس سے انکار کیا بجُز اس صورت کے کہ وہ اس کام کو ہمارے سپرد کریں اور اس کا اُنھوں نے ہم سے انکار کر دیا۔ ابو یوسفؒ، مجھ کو خبر دی محمد بن اسحٰقؒ نے وہ روایت کرتے ہیں ابو جعفرؒ سے کہ میں نے اُن سے کہا کہ خُمس کے بارے میں علیؓ کی رائے کیا تھی؟ اُنھوں نے کہا کہ اس بارے میں اُن کی رائے وہی تھی جو اُن کے اہل بیت کی تھی لیکن اُنھوں نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی مخالفت کریں۔ ابو یوسفؒ، مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے سُنا علیؓ سے کہ کہتے تھے کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ ہمارے خُمس کے حق پر مجھے متولّی بنا دیں کہ میں آپؐ کی حیات میں اس کو تقسیم کرتا رہوں تاکہ آپؐ کے بعد کوئی ہم سے جھگڑا نہ کرے، تو بنا دیجئے تو آپؐ نے ایسا کیا۔ کہا کہ پھر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر متولّی بنایا اور میں آپؐ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھ ہی کو متولّی بنایا عمرؓ نے تو میں اُس کو اُن کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب عمرؓ بن الخطّاب کا آخری سال آیا تو اُن کے پاس بہت مال آیا تو اُنھوں نے ہمارا حق نکالا پھر مجھے بلوایا اور کہا کہ اس کو لے لو اور تقسیم کرو تو میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ ہم کو اس سال اس کی ضرورت نہیں اور مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے۔ تو اُنھوں نے اس کو عام مسلمانوں پر اس سال تقسیم کر دیا۔ اور عمرؓ بن الخطاب کے بعد کسی نے

عمر بن الخطاب حتی تمت مقامی
ہذا فلقینی العباس بن عبد المطلب
بعد خروجی من عند عمر بن الخطاب
فقال یا علی لقد حرمتنا الغداۃ
شیئا لا یرد علینا ابدا الی یوم القیمۃ
ابو یوسف حدثنی محمد بن اسحق عن الزہری
ان نجدۃ کتب الی ابن عباس یسالہ عن
سہم ذوی القربی لمن ہو فکتب الیہ
ابن عباس کتبت الی تسألنی عن سہم
ذوی القربی لمن ہو وہو لنا وان عمر
ابن الخطاب دعانا الی ان ینکح منہ
ایمنا ویقضی منہ عن غریمنا ویخدم منہ
عائلنا فابینا الا ان یسلمہ لنا فابی
ذلک علینا ابو یوسف حدثنی عطاء بن
السائب ان عمر بن عبد العزیز بعث
بسہم الرسول وسہم ذوی القربی الی
بنی ہاشم قال ابو یوسف کان ابو حنیفۃ و
اکثر فقہائنا یرون ان یقسمہ الخلیفۃ
علی ما قسمہ ابو بکر و عمر و عثمان و
علی رضی اللہ تعالی عنہم الشافعی
قال بعض الناس لیس لذوی القربی
من الخمس شیء قال ابن عیینۃ روی ان
محمد بن اسحق قال سألت ابا جعفر محمد بن علی
ما صنع علی فی الخمس فقال سلک بہ طریق
ابی بکر و عمر وکان یکرہ ان یؤخذ

ہم کو اس کام کے لئے نہیں بلایا یہاں تک کہ میں جب کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے نکل کر آیا اور اسی مقام پر کھڑا تھا کہ مجھ سے عباسؓ ابن عبد المطلب ملے اور کہا کہ اے علیؓ! تو نے ہمیں ایسی چیز سے محروم کر دیا ہے جو اب کبھی قیامت تک ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئے گی۔ ابو یوسفؒ، مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن اسحق نے زہریؒ سے کہ نجدہ نے خط لکھا ابن عباسؓ کو جس میں ذوی القربیٰ کے حصہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کس کا ہے تو ان کو ابن عباسؓ نے لکھا کہ تم نے مجھے لکھا آپ مجھ سے ذوی القربیٰ کے حصہ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کس کا ہے۔ اور وہ ہمارا ہے حال یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ہم کو اس طرف دعوت دی تھی کہ وہ اس سے ہماری بے شوہر عورتوں کے نکاح کریں اور ہمارے قرضداروں کا قرض ادا کریں اور جو ہم میں عیالدار ہیں اس سے ان کو خادم عطا کریں تو ہم نے انکار کر دیا بجز اس صورت کے کہ وہ اس مال کو ہمارے سپرد کر دیں تو اس سے انھوں نے انکار کر دیا۔ ابو یوسفؒ مجھ سے حدیث بیان کی عطاء ابن السائب نے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم کو بھیجا۔ کہا ابو یوسفؒ نے کہ ابو حنیفہؒ اور ہمارے اکثر فقہاءؒ یہ رائے رکھتے تھے کہ اس کو خلیفہ اسی طور پر تقسیم کرے جس طرح اس کو ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تقسیم کیا تھا۔ شافعیؒ، بعض لوگوں نے کہا کہ ذوی القربیٰ کا خمس میں کوئی حق نہیں۔ ابن عیینہؒ نے کہا روایت کیا گیا کہ محمد بن اسحق نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ علیؓ نے خمس میں کیا کیا تھا تو انھوں نے کہا کہ وہ خمس میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے طریقہ پر چلے تھے اور وہ اس سے کراہت کرتے تھے کہ ان پر ان دونوں کے

علیہ خلافہما قلتُ یرید القائل انہ کالاجماع علی سقوطِ سہمہم ثمّ ردّ الشافعی علیہ بکلامٍ بسوطٍ و کانَ ممّا قالَ فقیلَ لہٗ ہل علمتَ انّ ابابکر قسّم علی الحُرّ والعبدِ و سوّیٰ بین الناسِ و قسّم عمر فلم یجعل للعبدِ شیئًا وفضّل بعضَ الناسِ علی بعض و قسم علیٌّ فلم یجعل للعبدِ شیئًا و سوّیٰ بین النّاس قال نعم قلتُ افتعلم خالفہما قال نعم قلتُ او تعلم ان عمر قال لاتباعُ اُمّہاتُ الاَولادِ و خالفہ علیٌّ قالَ نعم قلتُ اوتعلم علیًّا خالفَ ابابکر فی الجدّ قالَ نعم ثم قالَ الشافعی اخبرنا عن جعفر بن محمّد عن اَبیہ ان حَسَنًا و حُسَینًا و ابنَ عباسٍ و عبدَ اللّٰہ بن جعفر سآلوا علیًّا نصیبہم من الخُمسِ فقالَ ہو لکم حقٌّ ولٰکنی محاربٌ معاویۃ فان شئتم ترکتم حقکم فیہ قالَ فی الجدید فاخبرتُ بہٰذا الحدیث عبدُ العزیز بن محمّد فقالَ صدَق ہٰکذا کان جعفر یحدّثہ اَفَمَا حدّثکہ عن اَبیہ عن جدّہ

خلاف عمل کرنے پر گرفت کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے حصّوں کا سقوط گویا اجماع کے مرتبہ میں آگیا۔ پھر شافعیؒ نے اس پر بسوط کلام کرتے ہوئے رد کیا ہے اور اس میں سے انھوں نے ایک بات یہ فرمائی کہ پھر اس (قائل) سے کہا گیا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ ابو بکرؓ نے آزادوں اور غلاموں پر سب پر تقسیم کیا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا تھا اور عمرؓ نے اس طرح تقسیم کیا کہ غلام کا کوئی حصّہ نہیں رکھا اور بعض لوگوں کو بعض سے زیادہ دیا اور علیؓ نے تقسیم کیا تو انھوں نے غلام کا کوئی حصّہ نہیں لگایا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر تم جانتے ہو کہ انھوں نے دونوں کے خلاف کیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ عمرؓ نے کہا تھا کہ جو اُمّ ولد ہیں وہ نہ فروخت کی جائیں اور علیؓ نے اس کے خلاف کیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ مَیں نے کہا کہ کیا تم جانتے علیؓ کو کہ اُنھوں نے ابو بکرؓ کے خلاف کیا جدّ کے بارے میں تو کہا کہ ہاں (تو یہ بات کیسے قرینِ قیاس مانی جائے کہ علیؓ نے خمس کی تقسیم ابو بکر و عمر کے طریقہ پر کراہت کی تھی جبکہ بہت سی باتوں میں ان کا عمل شیخینؓ کے خلاف ثابت ہے) پھر کہا شافعیؒ نے کہ ہم کو خبر ملی جعفر بن محمدؒ سے ان کو اپنے باپ سے کہ حسنؓ اور حسینؓ اور ابنِ عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے خمس میں سے اپنے حصّوں کا سوال علیؓ سے کیا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ تمھارا حق ہے لیکن مَیں معاویہؓ سے لڑ رہا ہوں تو اگر تم چاہو تو اس (ضرورت کے موقع) میں اپنے حق کو ترک کر دو۔ کہا (شافعیؒ نے) جدید میں کہ پھر مَیں نے اس حدیث کی خبر دی عبدالعزیز بن محمدؒ کو تو اُنھوں نے کہا کہ سچ کہا جعفرؒ اسی طرح اس کو بیان کیا کرتے تھے تو کیا آپ سے اُنھوں نے یہ حدیث اپنے باپ اور دادا کی روایت سے بیان نہیں کی۔

قلت لا قال ما اخبره الا عن جده
قال الشافعی أ جعفر اعرف و اوثق
بحدیث ابیہ او ابن اسحٰق قال
بل جعفر ثم قال الشافعی انا ابراهیم
ابن محمد عن مطر الوراق و رجل لم یسمه
کلاهما عن الحکم بن عتیبة عن
عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال لقیت
علیاً عند احجار الزیت فقلت بابی
انت و امی ما فعل ابوبکر فی حقکم
اہل البیت من الخمس فقال علیٌّ اما
ابوبکر رحمه الله فلم یکن فی زمانه اخماس
و ما کان فقد اوفاناه و اما عمر فلم یزل
یعطینا حتی جاءه مال السوس و الاهواز
و قال الاهواز او مال الفارس انا
اشک فقال فی حدیث مطر او فی
حدیث الآخر فقال فی المسلمین
خلة حاجة فان احببتم ترکتم حقکم فجعلناه
فی خلة المسلمین حتی یاتینا مال
فاوفیکم حقکم منه فقال العباس
لا تطمعه فی حقنا فقلت له یا ابا الفضل
السنا احق من اجاب امیر المؤمنین
و رفع خلة المسلمین فتوفی عمر
قبل ان یاتیه مال فیقضیناه
و قال الحکم فی حدیث
مطر او الآخر

میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا اس کو مگر
ان کے دادا سے۔ کہا شافعیؒ نے کہ جعفر اپنے باپ کی حدیث کے
زیادہ پہچاننے والے اور زیادہ پختہ کار ہیں یا ابن اسحٰق، انہوں
نے کہا کہ جعفر۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابراہیم بن
محمدؒ نے مطر الوراق اور ایک اور شخص سے جس کا نام نہیں لیا۔
دونوں نے روایت کیا حکم بن عتیبہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن
ابن ابی لیلیٰ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ملاقات کی علیؓ
سے احجار الزیت کے نزدیک تو میں نے کہا کہ میرے ماں باپ
آپ پر قربان ہوں، آپ سے اہل بیت کے حق میں جو خمس میں
ہے ابوبکرؓ نے کیا معاملہ کیا تھا۔ تو علیؓ نے کہا، ابوبکر رحمہ اللہ
کے بارے میں تو یہ بات ہے کہ ان کے زمانہ میں اخماس تھے ہی
نہیں اور جو کچھ تھا (یعنی جو اُن کے زمانہ میں مال آیا تھا) انہوں نے
اُس کو پورا ادا کیا۔ رہے عمرؓ تو وہ ہمیشہ ہم کو دیتے رہے یہاں
تک کہ اُن کے پاس سوس اور اہواز کا مال آیا، یا کہا اہواز کا
یا فارس کا مال آیا مجھے شک ہے، پھر کہا حدیث مطر میں
ہے یا دوسری حدیث میں، بہر حال عمرؓ نے کہا بہت سے مسلمان
حاجتمند ہیں اگر تم بخوشی اپنے حق کو چھوڑ دو تو ہم اس کو مسلمانو
کی حاجت میں صرف کردیں یہاں تک کہ ہمارے پاس اور مال
آجائے اور میں اس میں سے تمہارے حق کو پورا کر دوں۔ اس پر
عباسؓ (مجھ سے) کہا تم اُن کو ہمارے حق میں طمع نہ دلاؤ۔
میں نے اُن سے کہا اے ابوالفضل (یہ عباسؓ کی کنیت ہے)
کیا امیر المومنینؓ کی بات کو ماننے اور مسلمانوں کی حاجت روائی
کرنے کا سب سے زیادہ حق ہم پر نہیں ہے۔ اس کے بعد قبل اس
کے کہ عمرؓ کے پاس مال آتے اور وہ ہم کو وہ حق پورا ادا کریں انکی
وفات ہو گئی۔ اور حکم نے مطر کی حدیث میں کہا یا دوسرے شخص نے

ان عمر قال لکم حق ولا یبلغ علمی اذ اکثر ان یکون لکم کلہ فان شئتم اعطیتکم منہ بقدر ما اریٰ لکم فابیناہ علیہ الا کلہ فابیٰ ان یعطینا کلہ۔ البیہقی عن ابن عباس ان نجدۃ الحروری کتب الیہ فی سہم ذوی القربیٰ نحواً مما ذکر ابو یوسف ثم قال الشافعی قال یعنی ذٰلک القائل فکیف یقسم سہم ذوی القربیٰ ولیست الروایۃ فیہ عن ابی بکر و عمر متواطئۃ قلت ہٰذا قول من لا علم لہ ثبت فی ہٰذا الحدیث عن ابی بکر انہ اعطاھموہ و عمر حتی کثر المال ثم اختلف عنہ فی الکثرۃ ارأیت مذہب اہل العلم فی القدیم والحدیث اذا کان الشیء منصوصاً فی کتاب اللہ مبیناً علیٰ لسان رسول صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ الیس یستغنی عن ان یسأل عما بعدہ الیس تعلم ان فرض اللہ علیٰ اہل العلم اتباعہ قال بلیٰ قلت فتجد سہم ذوی القربیٰ مفروضاً فی آیتین من کتاب اللہ مبیناً علیٰ لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبفعلہ باثبت ما یکون من اخبار الناس من وجہین احدہما ثقۃ المخبرین عنہ واتصال خبرہم

کہ عمرؓ نے کہا کہ تمھارا حق ہے اور میرا علم اس حد پر نہیں پہنچتا کہ اگر مال کثیر ہو جائے تو وہ سب تمھارے لئے ہو جائے تو اگر تم چاہو تو میں اس میں سے جتنا تمھارے لئے مناسب سمجھوں تم کو دیدوں تو ہم نے ان سے کل مال سے کم لینے سے انکار کر دیا تو انھوں نے کل مال دینے۔۔۔۔ سے انکار کر دیا۔ بیہقیؒ ابن عباسؓ سے کہ نجدۃ الحروری نے ان کو لکھا ذوی القربیٰ کے حصّوں کے بارے میں۔ اسی طور پر جس کا ذکر ابو یوسفؒ نے کیا ہے۔ پھر کہا شافعیؒ نے کہ کہا یعنی اس کہنے والے نے تو کیونکر ذوی القربیٰ کا حصّہ تقسیم کیا جائے گا حالانکہ اس میں کوئی روایت ابو بکرؓ و عمرؓ سے ایسی نہیں جو باہم موافقت رکھتی ہو، مَیں نے کہا کہ یہ قول اس کا ہے جس کو علم نہیں۔ اس حدیث میں ابو بکرؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ان کو خمس عطا کیا اور عمرؓ نے بھی یہاں تک کہ مال کی کثرت ہوئی پھر کثرتِ مال کے بعد اُن سے اختلاف کیا گیا۔ کیا تم جانتے ہو اہلِ علم کے مذہب کو قدیم زمانہ کے اور بعد کے زمانہ کے کہ جب کوئی شے منصوص ہوتی ہے کتاب اللہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان یا آپؐ کے فعل سے صاف واضح شدہ بھی ہو کیا وہ اس سے مستغنی نہیں کہ اس کے بعد اس کے بارے میں کوئی سوال کیا جائے۔ کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم پر اُن کا اتباع فرض کیا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تم کتاب اللہ کی دو آیتوں میں پاتے ہو کہ ذوی القربےٰ کے حصّے فرض کئے گئے ہیں اور خوب واضح شدہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اور آپؐ کے فعل سے جس کے بارے میں لوگوں کی ایسی خبریں موجود ہیں جن کے ثبوت کی پختگی کی دو وجہیں موجود ہیں۔ ایک اُن میں سے آپؐ سے خبر دینے والوں کا ثقہ ہونا اور ان کی خبروں کا متصل ہونا

و انہم کلہم اہل قرابۃ لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الزہری من اخوالہ و ابن المسیب من اخوال ابیہ و جبیر بن مطعم ابن عمہ و کلہم قریب منہ فی جذم النسب وہم یخبرونک مع قرابتہم وشرفہم انہم مخرجون منہ وان غیرہم مخصوص بہ و یخبرک انہ طلبہ ہو وعثمان فمتے تجد سنۃ اثبت لفرض الکتاب و صحۃ المخبرین من ہذہ السنۃ التی لم یعارضہا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معارض بخلافہا قلت ہذا کلام الفریقین فتامل فیہ جدا والاوجہ عندی ان عمر ابن الخطاب کان یرے سہم ذوی القربے ثابتا ماضیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولم یکن یرے ان لہم خمس الخمس کاملا بل کان یرے ذلک الے الامام یعطیہم باجتہادہ کما روے ابو یوسف والبیہقے وغیرہما عن ابن عباس ولیس للشافعے حدیث صریح یدل علے ان النبے صلے اللہ علیہ وسلم و خلفاءہ کانوا یعطون ذوی القربے خمس الخمس لاینقصون منہ ولا لابے یوسف نص صریح صحیح ان ابا بکر و عمر

اور (دوسری وجہ) یہ ہے کہ وہ سب کے سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلِ قرابت ہیں۔ زُہری آپؐ کے اخوال میں سے (یعنی ماموں کی اولاد) اور ابن المسیب آپؐ کے باپ کے اخوال میں سے اور جُبیر بن مُطعم آپؐ کے ابنِ عم اور سب کے سب آپؐ سے قریب ہیں اصلِ نسب میں اور وہ تم کو خبر دے رہے ہیں اپنی قرابت اور شرافت کے ساتھ کہ ان کو اس دیئے جانے والوں کے زمرے) سے نکال دیا گیا اور دوسرے لوگوں کو اس سے مخصوص کر دیا گیا اور وہ تم کو یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی اُن کو بلایا اور عثمانؓ نے بھی۔ پھر تم کب ایسی سنت پاؤگے جو کتاب سے فرضیت کے ثبوت میں اور صحتِ مخبرین کے اعتبار سے اس سُنّت سے زیادہ پختگی رکھنے والی ہو، جس کے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی معارض (قول یا فعل) ثابت نہیں ہے۔ میں، کہتا ہوں کہ یہ ہے فریقین کا کلام اس میں بخوبی غور کر لینا چاہیئے۔ اور میرے نزدیک مناسب توجیہ یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب یہ رائے رکھتے تھے کہ ذوی القربے کا حصّہ ثابت ہے جاری رہنے والا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اور یہ رائے نہیں رکھتے تھے کہ ان کا حِصّہ خُمس کا پُورا پانچواں حصّہ ہے، بلکہ اس کو امام کی رائے پر موقوف سمجھتے تھے جو اُن کو اپنے اجتہاد سے عطا کرے۔ جیسا کہ ابو یوسفؒ اور بیہقیؒ وغیر ہما نے ابنِ عباسؓ سے روایت کیا۔ اور شافعیؒ کے پاس کوئی ایسی حدیث صریح نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ذوی القُربے کو خُمس کا پورا پانچواں حصہ دیا کرتے تھے، اس میں کچھ کمی نہ کرتے تھے۔ اور نہ ابو یوسفؒ کے پاس کوئی نص صریح موجود ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے

أسقطا سهم ذوي القربى بالكلية
والكلبي ضعيف عند اهل الحديث
لا شك في ذلك ووجه التطبيق بين
الروايتين المختلفتين في العلة التي
عرضها عمر على علي في ترك
سهمهم ان الامرين صحيح حط نصيبهم
مما كانوا يزعمون انه حقهم وحثهم على
بذل ما لهم من الحق عنده الى
الفقراء في ايام الحاجة ابو يوسف
رحمه الله حدثني بعض مشيختنا عن
يزيد بن ابي حبيب ان عمر رضي
الله عنه كتب الى سعد حين افتتح
العراق اما بعد فقد بلغني كتابك تذكر
ان الناس سألوك ان تقسم بينهم
مغانمهم وما افاء الله عليهم
فاذا اتاك كتابي هذا فانظر ما اجلب
الناس به عليك الى العسكر من كراع
او مال فاقسمه بين من حضر من المسلمين
واترك الارضين والانهار لعمالها
ليكون ذلك من اعطيات المسلمين
فانك ان قسمتها بين من حضر
لم يكن لمن بعدهم شيء وقد كنت
امرتك ان تدعو من لقيت الى
الاسلام فمن اسلم واستجاب لك
قبل القتال فهو رجل من المسلمين له

ذوی القربیٰ کے حصہ کو بالکلیہ ساقط کر دیا تھا اور کلبی اہلِ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اور دونوں مختلف روایتوں کے درمیان وجہ تطبیق اس علت میں نظر کرنے سے واضح ہوتی ہے جس کو عمرؓ نے علیؓ کے سامنے پیش کی اُن کے حصہ کے ترک کے بارے میں کہ دونوں امر صحیح ہیں اُن کے حصہ میں سے کمی کرنا بھی جس کے بارے میں ان کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ ان کا حق ہے اور اُن کا اپنے مال کو فقراء پر ایام حاجت میں خرچ کرنے پر برانگیختہ کرنا بھی جو اُن کے نزدیک حق میں سے تھا (جس کا اعتراف حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ سے کیا تھا)۔ ابو یوسف رحمہ اللہ، مجھ سے حدیث بیان کی میرے ایک شیخ نے یزید بن ابی حبیب سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعدؓ کو خط لکھا جب انھوں نے عراق کو فتح کیا اما بعد میرے پاس تمھارا خط پہنچا جس میں تم ذکر کرتے ہو کہ لوگوں نے تم سے درخواست کی کہ تم ان پر ان کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کر دو اور جو کچھ اُن کو اللہ نے بغیر جنگ کے دیا ہے۔ تو جب تمھارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان چیزوں پر نظر کرو جو لوگ تمھارے پاس لشکر کی طرف گھوڑے یا اور مال لے کر آتے ہیں تو اُس کو مسلمانوں کے سامنے جو تمھارے پاس حاضر ہوں تقسیم کرو اور زمینوں اور نہروں کو اُن کے عمال کے پاس چھوڑ دو تاکہ یہ چیزیں مسلمانوں کو عطیات کے لئے باقی رہیں کیونکہ تم نے اگر اُن کو بھی حاضرین پر تقسیم کر دیا تو بعد والوں کے لئے کوئی شے باقی نہ رہے گی اور میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم جس کا سامنا کرو اس کو اسلام کی دعوت دو تو جو شخص مسلمان ہو جائے اور تمھاری دعوت قبول کر لے قتال سے پہلے تو وہ مسلمانوں میں کا ایک شخص ہے اُس کا حق وہی ہے جو دوسرے

ما لهم وعليه ما عليهم وله سهمه في الاسلام
ومن اجاب بعد القتال وبعد الهزيمة
فهو رجل من المسلمين وماله لاهل الاسلام
لانهم قد احرزوه قبل اسلامه
فهذا امري وعهدي ایک ابو یوسف
حدثني غير واحد من علماء اهل المدينة
قالوا لما قدم على عمر بن الخطاب
رضي الله عنه جيش العراق من قبل
سعد بن ابي وقاص شاور اصحاب
محمد صلى الله عليه وسلم في تدوين
الدواوين وقد كان اتبع رأي
ابي بكر رضي الله عنه في التسوية
بين الناس فلما جاء فتح العراق
شاور الناس في التفضيل
ورأى انه الرأي فاشار عليه
بذلك من رآه وشاورهم في قسمة
الارضين التي افاء الله على
المسلمين من ارض العراق والشام
فتكلم قوم فيها وارادوا ان يقسم لهم
حقوقهم وما فتحوا فقال عمر
رضي الله عنه فكيف بمن
ياتي من المسلمين فيجدون
الارض بعلوجها قد قسمت
وورثت عن الآباء وحيزت
ما هذا

مسلمانوں کا ہے اور اس کے اوپر وہی حق ہے جو عام مسلمانوں پر ہے اور اسلام میں اس کا حصہ بھی لگے گا اور جو شخص بعد قتال اور بعد ہزیمت کے دعوت قبول کرلے تو وہ (بھی اب) مسلمانوں میں کا ایک شخص ہے اور اس کا مال اہلِ اسلام کا ہے (اس کی واپسی نہ ہوگی) کیونکہ مسلمانوں نے اس پر قبضہ کیا اس کے اسلام لانے سے پہلے۔ تو یہ میرا حکم ہے اور میری طرف سے تم پر ذمہ داری ہے۔ ابو یوسفؒ، ایک سے زیادہ علماء اہلِ مدینہ نے مجھ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا کہ جب سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس سے عراق کا لشکر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا تو انھوں نے اصحابِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے رجسٹروں کے مرتب کرنے کے بارے میں مشورہ کیا اور (پہلے آپ) سب لوگوں کو مساوی رکھنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کا اتباع کرچکے تھے۔ پھر جب عراق سے فتوحات آئیں تو لوگوں سے بعض کو فضیلت دینے کے بارے میں مشورہ کیا اور آپ نے دیکھا کہ عام رائے یہی ہے جس سے آپ نے رائے لی اُس نے اسی طرف اشارہ کیا اور آپ نے سرزمین عراق وشام کی زمینوں کی تقسیم کے بارے میں ان سے مشورہ کیا جن زمینوں کو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمادیا تھا تو ایک قوم نے اس کے بارے میں گفتگو کی اور انھوں نے یہ تجویز کیا کہ ان (مجاہدین) کے حقوق اور ان کے فتح کرنے کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو بھی ان پر تقسیم کردیا جائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس صورت میں ہم ان مسلمانوں کے ساتھ کیا کریں گے جو (آئندہ) آئیں گے اور تمام سرزمین کو اس حال میں پائیں گے کہ وہ اُن گبروں سمیت (جو اس زمین میں ممتاز مقام رکھتے تھے) تقسیم ہوچکی اور آبائی ترکہ کی طرح وہ ان کے وارث قرار دیئے جاچکے اور وہ ان پر ذی اختیار بنائے جاچکے۔ میری یہ رائے

برأیی فقال لہ عبدالرحمٰن بن عوف فما الرأی ما الارضُ والعلوج اِلاَّ مِمَّا اَفاءَ اللّٰہُ علیہم فقال عمر ما ہو الاّ کما تقولُ و لستُ اُرٰی ذٰلک واللّٰہِ لایُفتح بعدی بلدٌ فیکون فیہ کبیرُ نَیلٍ بل عسٰی اَن یکون کلاًّ علی المسلمین فاذا قُسِمت ارضُ العراق بعلوجہا وارضُ الشام بعلوجہا فما یُسَدُّ بہ الثغورُ و ما یکونُ للذریۃ و الأرامل بہٰذا البلد و بغیرہ وانّ اہلَ الشام والعراق اکثروا علی عمر و قالوا لاتقفُ ما افاءَ اللّٰہُ علینا بأسیافنا علٰی قومٍ لم یحضروا ولم یشہدوا ولِاَبناء قومٍ و لِاَبناءِ ہم لم یحضروا فکانَ عُمر رضی اللّٰہ عنہ لایزیدُ علی ان یقولَ ہٰذا رأیی قالوا فاستشِر فاستشارَ المہاجرینَ الاوّلین فاختلفوا فاما عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللّٰہ عنہ فکانَ رأیُہ ان یقسم لہم حقوقہم و رأیَ عثمانَ و علیّ و طلحۃ رأیَ عُمر رضی اللّٰہ عنہم اجمعین فارسلَ الی عشرۃ مِن الانصار خمسۃٍ من الاوس و خمسۃٍ من الخزرج

نہیں ہے۔ تو اُن سے عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف نے کہا پھر کیا رائے ہے زمین اور وہاں کے سکّان تو "ما افاءَ اللّٰہ علیہم" (یعنی جو کچھ اللہ نے اُن کو غنیمت میں دیا) میں داخل ہیں۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو اور میں یہ رائے (کہ زمینوں کو زمینداروں سمیت تقسیم کر دیا جائے اس لئے) مناسب نہیں سمجھتا کہ واللہ میرے بعد کوئی ایسا ملک فتح نہ ہوگا جس میں کوئی بڑی آمدنی ہو بلکہ قیاس یہ ہے کہ وہ ایک بوجھ ہوگا مسلمانوں پر تو جب عراق تقسیم کر دیا گیا مع اُس کے زمینداروں کے اور سرزمین شام بھی تقسیم کر دی گئی زمینداروں سمیت تو تم کس (خزانہ) سے سرحدوں کو مضبوط کروگے اور کہاں سے امداد دے سکوگے اس شہر اور دوسرے مقام کے بچّوں اور بیکس عورتوں کو۔ اور حال یہ پیش آیا کہ اہل شام و عراق نے (یعنی ان مجاہدین نے جو وہاں سے آتے تھے) عمر رضؓ کے ساتھ بہت کہا سنی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے ذریعہ سے ہم کو غنیمت میں دیا ہے اُس کو آپ اُن لوگوں پر وقف نہ کیجئے جو موجود نہیں ہیں اور نہ وہ میدان میں نکلے اور اس قوم کی اولاد پر وقف نہ کیجئے اور نہ اُن کی اولاد پر وقف کریں جو موجود بھی نہیں ہیں مگر عمر رضی اللہ عنہ اسی قول پر جمے رہے کہ میری رائے تو وہی ہے۔ اُن لوگوں نے کہا تو (مسلمانوں سے) مشورہ کر لیجئے۔ اس پر آپ نے مہاجرینِ اوّلین سے مشورہ کیا تو وہ مختلف الرائے ہو گئے۔ عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے حصے اُن پر تقسیم کر دیئے جائیں اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور طلحہ رضؓ کی رائے وہی تھی جو عمر رضؓ کی رائے تھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس کے بعد عمر رضؓ نے انصار میں سے دس آدمیوں کو بلایا، پانچ قبیلۂ اوس کے اور پانچ قبیلۂ خزرج کے

من کبرآئہم و اشرافہم فلما اجتمعوا حمد اللہ و اثنیٰ علیہ بما ہو اہلہ و مستحقہ ثم قال انی لم ازعجکم الا لان تشرکوا فی امانتی فیما حملت من امورکم فانی واحدٌ کاحدکم و انتم الیوم تقرّون بالحق خالفنی من خالفنی و وافقنی من وافقنی ولست ارید ان تتبعوا الذی ہو ہوائی معکم من اللہ کتابٌ ینطق بالحق فو اللہ لئن کنتُ نطقتُ بامرٍ اریدہ ما اردتُ بہ الا الحق قالوا قد نسمع یا امیر المومنین و قال قد سمعتم کلام ھٰولآءِ القوم الذین زعموا انی اظلمہم حقوقہم و انی اعوذ باللہ ان ارکب ظلماً لئن کنتُ ظلمتہم شیئاً ہو لہم و اعطیتہ غیرہم لقد شقیتُ و لکن رأیتُ انہ لم یبق شیٔ یفتح بعد ارض کسریٰ و قد غنمنا اللہ اموالہم و ارضہم و علوجہم فقسمتُ ما غنموا من مال اُدرکہ بین اہلہ و اخرجت الخمس فوجہتہ علی وجہہ و انا فی توجیہہ و رأیتُ

جو انصار کے بڑے اور اشراف میں سے تھے جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا پڑھی جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ پھر کہا کہ میں نے آپ صاحبان کو صرف اس لئے تکلیف دی کہ مجھ پر آپ کے امور کے بارے میں جو ایک امانت کا بوجھ ہے اُس کے تحمل میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ میں تم ہی جیسا ایک شخص ہوں اور آج تم کو حق پر جمنا ہوگا جس کو مجھ سے اختلاف ہوا اُس نے اختلاف کیا اور جس نے موافقت کی اُس نے موافقت کا اظہار کیا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ اس بات کا اتباع کرو جو میری خواہش ہو۔ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو حق بات بتاتی ہے۔ خدا کی قسم جو کچھ میں زبان پر لاتا رہا ہوں اس امر کے بارے میں جس کا میں ارادہ کر رہا ہوں میں نے اُس سے کسی شے کا ارادہ نہیں کیا بجز حق کے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم سن رہے ہیں اے امیر المومنین۔ اور آپ نے کہا کہ تم سن چکے ہو اس قوم کا کلام جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ان کے حقوق کے ساتھ ظلم کر رہا ہوں اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ ظلم کا مرتکب بنوں بخدا اگر میں نے ان پر ظلم کیا کسی ایسی شے کے بارے میں جو اُن کی ہے اور میں نے اُس کو دوسرے لوگوں کو دیدیا تو میں درحقیقت بدکردار ہوں گا۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ اب کوئی چیز باقی نہیں رہی سرزمین کسریٰ کے بعد جس کو فتح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اموال اور اُن کی زمینیں اور اُن کے زمینداروں کو ہمیں غنیمت میں دیا تو جو کچھ مال غنیمت میں آیا میں نے اُس کو تقسیم کردیا اور حقداروں کو اس کا وارث بنادیا اور میں نے خمس نکالا تو اُس کو بھی اُس کے مصارف میں پہنچادیا اور میں اس کام میں ابھی تک لگ رہا ہوں اور میں نے یہ رائے قائم کی

ان احبس الارضين بعلوجها واضع
عليهم فيها الخراج وفى رقابهم
الجزية يؤدونها فيكون فيئا
للمسلمين المقاتلة والذرية ولمن
ياتى بعدهم ارأيتم هذه الثغور
لا بد لها من رجال يلزمونها ارأيتم
هذه المدن العظام الشام و
الجزيرة والكوفة والبصرة ومصر
لا بد لها من ان تشحن بالجيوش و
[illegible]
[illegible]
[illegible] الارضين والعلوج
[illegible] الرأى [illegible]
[illegible] ان لم
[illegible] الثغور وهذه المدن
بالرجال [illegible] عليهم
اهل الكفر الى مدنهم
فقالوا [illegible] الامر [illegible]
[illegible] جزاك [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ذلك [illegible]
[illegible] وتجربة [illegible]
[illegible] مساحة ارض
السواد

کر زمینوں کو ان کے کاشتکاروں سمیت روک لوں اور ان زمینوں
کے بارے میں ان پر خراج (یعنی سرکاری لگان) اور ان کی
گردنوں پر اتنا جزیہ (ٹیکس) جس کو وہ بخوشی ادا کریں
قائم کر دوں تو یہ ایک شئے (یعنی مستقل ذریعہ آمدنی) مسلمانوں
کے لئے ہو گی لڑنے والی جماعت کے لئے مسلمانوں کی اولاد
کے لئے اور ان مسلمانوں کے لئے جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔
کیا تم نے ان ملکی سرحدوں پر غور کیا کہ ان کی حفاظت کے لئے ایسے
مردوں کی ضرورت [illegible]
[illegible]
پر اور کوفہ و بصرہ اور مصر پر کہ ضرورت ہے کہ ان کو لشکروں سے
بھر دیا جائے اور لشکر والوں کو وظائف دیئے جائیں تو ان لوگوں
کو کہاں سے دیا جائے گا جب کہ یہ زمینیں اور ان کے کاشتکار
کو تقسیم کر چکیں گے۔ تو سب نے کہا کہ بیشک آپ ہی کی رائے
ہے جو آپ نے کہا اور جو رائے قائم کی وہ بہت مناسب ہے
اگر ان سرحدوں کو لوگوں سے نہ بھرا گیا اور ان شہروں میں
کر [illegible] ان کے لئے امداد کا اجراء بھی ضروری ہو گا جس سے
وہ قوت حاصل کریں تو اہل کفر پھر اپنے شہروں کی طرف
لوٹ آئیں گے۔ اس کے بعد عمر نے فرمایا کہ اب معاملہ واضح ہو چکا
ہے تو (اب بتلائیے) کون ایسا شخص ہے جس [illegible]
اور عقل ہو جو زمین پر لگان قائم کرے [illegible]
پر اتنا ٹیکس قائم کرے جس کو وہ برداشت کر سکیں [illegible] آپ کے
سامنے متفق الرائے ہوئے [illegible] حنیف پر اور انہوں نے
عرض کیا کہ آپ ان کو اس سے بھی زیادہ اہم کام پر بھیج سکتے
ہیں کیونکہ وہ صاحب بصیرت صاحب عقل و تجربہ کار ہیں۔ تو عمر نے
زور دیا ان کو سواد عراق (شام کی) مزروعہ زمینوں کا پیمائش بندوبست

فَأَدَّتْ جِبَايَةُ سَوَادِ الْكُوفَةِ قَبْلَ أَنْ
يَمُوتَ عُمَرُ بِعَامٍ مِائَةَ أَلْفِ أَلْفٍ وَ
الدِّرْهَمُ يَوْمَئِذٍ دِرْهَمٌ وَدَانِقَانِ وَنِصْفٌ
كَانَتِ الدَّرَاهِمُ يَوْمَئِذٍ وَزْنَ الدِّرْهَمِ
مِثْلَ وَزْنِ الْمِثْقَالِ وَحَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ
سَعْدٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ أَنَّ أَصْحَابَ
رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ أَرَادُوا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
أَنْ يُقَسِّمَ الشَّامَ كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَإِنَّهُ كَانَ
أَشَدَّ النَّاسِ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ الزُّبَيْرُ بْنُ
الْعَوَّامِ وَبِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ فَقَالَ عُمَرُ
إِذَنْ أَتْرُكُ مَنْ بَعْدَكُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
لَا شَيْءَ لَهُمْ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِي
بِلَالًا وَأَصْحَابَهُ قَالَ وَرَأَى الْمُسْلِمُونَ
أَنَّ الطَّاعُونَ الَّذِي أَصَابَهُمْ بِعَمَوَاسَ
كَانَ عَنْ دَعْوَةِ عُمَرَ قَالَ وَتَرَكَهُمْ
عُمَرُ ذِمَّةً يُؤَدُّونَ الْخَرَاجَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ
وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ
أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَشَارَ
النَّاسَ فِي السَّوَادِ حِينَ افْتُتِحَ فَرَأَى
عَامَّتُهُمْ أَنْ يُقَسِّمَهُ وَكَانَ بِلَالُ بْنُ
رَبَاحٍ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِي ذَلِكَ وَكَانَ
رَأْيُ عُمَرَ أَنْ يَتْرُكَهُ وَلَا يُقَسِّمَهُ
فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِلَالًا

بنادیا تو اراضی کوفہ کی مالگذاری عمرؓ کے انتقال سے ایک سال قبل تک دس کروڑ درہم تک پہنچ گئی اور اُس زمانہ کا درہم (بعد کے دور کے) ایک درہم اور اڑھائی دانگ کے برابر تھا۔ درہم اُس زمانہ میں ایسے ہوتے تھے کہ درہم کا وزن مثقال کے وزن جیسا ہوتا تھا۔ اور مجھ سے روایت کیا لیث بن سعد نے حبیب بن ابی ثابت سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ عمرؓ بن الخطاب سے شام کو تقسیم کرائیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں عمرؓ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ سختی کرنے والے زبیر بن العوام اور بلال بن رباح تھے تو عمرؓ نے کہا کہ پھر تو میں تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑوں گا کہ اُن کے لئے کچھ بھی نہ ہوگا۔ پھر عمرؓ نے دُعا کی کہ یا اللہ بلالؓ اور اُس کے ساتھیو کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا۔۔ کہا (حبیب بن ابی ثابت نے) کہ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ عمواس میں جو طاعون ان پر پڑا وہ عمرؓ کی دُعا کے نتیجہ میں پڑا تھا۔ اور کہا کہ عمرؓ نے اُن (شہروں کے قدیم باشندوں) کو ذمّی بنا کر چھوڑ دیا کہ وہ مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہیں۔ اور مجھ سے روایت کیا محمد ابن اسحٰق نے زُہری سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں سے اراضی مزروعہ کے بارے میں مشورہ کیا جب (عراق وشام کی) فتح ہوگئی تو عام لوگوں کی رائے یہ ہوگئی کہ وہ ان کو (لڑنے والوں پر) تقسیم کردیں۔ اور بلال بن رباح اُن (تقسیم اراضی کا مطالبہ کرنے والوں) میں اس بارے میں سب سے زیادہ سخت تھے اور عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور تقسیم نہ کریں تو عمرؓ نے دُعا کی کہ یا اللہ بلالؓ کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا

وتكلموا في ذلك يومين او ثلثاً او دون ذلك ثم قال عمر اني قد وجدت حجة قال الله عز وجل في كتابه وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ حتى فرغ من شان بني النضير فهذه عامة في القرى كلها ثم قال مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ثم قال لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ ثم لم يرض حتى خلط بهم غيرهم فقال وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ

اور یہ لوگ اس (جھگڑے) میں دو دن یا تین دن یا اس سے کچھ کم لگے رہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ میں حجت پا چکا ہوں۔ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ تا قَدِيرٌ (۵۹ : ۶)

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسولؐ کو اُن سے دلوایا سو تم نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلّط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔" یہاں تک کہ اللہ فارغ ہو گیا بنو نضیر کے تصفیہ سے تو اب یہ عام ہے تمام بستیوں کے بارے میں، پھر فرمایا مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ تا شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۵۹ : ۷) جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپؐ کے) قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مالِ فئی) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسولؐ تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رُک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے۔" پھر فرمایا لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ تا الصَّادِقُونَ ۝ (۵۹ : ۸) اُن حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جُدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنّت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔" پھر حق تعالیٰ نے اس پر بس نہیں کر دیا بلکہ ان کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا چنانچہ فرمایا وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ تا هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ فهذا فيما بلغنا والله اعلم في الانصار خاصة ثم لم يرض حتى خلط بهم غيرهم فقال وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فكانت هذه عامة لمن جاء بعدهم فقد صار هذا الفيء بين هؤلاء جميعا فكيف نقسمه لهؤلاء وندع من تخلف بغير قسم فاجمع[1] على ترك[2] التقسيم وجمع خراجه ابو يوسف الذي رأى عمر رضي الله عنه من الامتناع[3] من قسمة الارضين بين من افتتحها عند ما عرفه الله ما كان في كتابه من بيان ذلك توفيق من الله تعالى كان[4] له فيما صنع فيه

(۵۹ : ۹) اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" تو یہ اس علم کے مطابق ہے جو ہم کو پہنچا اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے خاص طور پر انصار کے حق میں ہے، پھر اس پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اُن کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ تا رَّحِيْمٌ ۝ (۵۹ : ۱۰) اور ان لوگوں کا (بھی اس مالِ فے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔" تو یہ آیت عام ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اُن کے بعد آئے تو یہ فے اُن سب کے لئے ہے تو ہم اس کو اِن ہی لوگوں پر کیسے تقسیم کر دیں اور بعد والوں کو بغیر حصّہ کے چھوڑ دیں تو تقسیم کے ترک پر صحابہ کا اجماع ہو گیا اور اس کے خراج کے جمع کرنے پر۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، جو رائے قائم فرمائی عمر رضی اللہ عنہ نے کہ زمینوں کو اُن لوگوں پر تقسیم ہونے سے روکا جائے جنہوں نے ان کو فتح کیا اس حجت کو پیشِ نظر رکھ کر جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہ توفیق تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اُن کو دی گئی، اس میں جو کچھ اُنھوں نے کیا

[1] عزم ۱۲
[2] التقسیم ۱۲
[3] مبتدا ۱۲
[4] خبر ۱۲

كانت الخيرة لجميع المسلمين وفيما
رأى من جمع خراج ذلك وقسمته
بين المسلمين عموم النفع لجماعتهم
لان هذا لو لم يكن موقوفا على الناس
في الاعطيات والارزاق لم
تشحن الثغور ولم تقوى الجيوش
على المسير في الجهاد ولما
أمن برجوع اهل الكفر الى مدنهم
اذا خلت من المقاتلة والمرتزقة
والله اعلم بالخير حيث كان
قال الشافعي الدور والارضون
مما تصالحوا عليه وقف للمسلمين
يستغل غلتها في كل عام قال
واحسب ما تركه من بلاد اهل الشرك
هكذا او شيئا استطاب انفس (ای عمرؓ ۱۲)
من ظهر عليه بخيل وركاب فتركوه
كما استطاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم انفس اهل سبي
هوازن فتركوا حقوقهم قال و
في حديث (قبیلہ از قیس ۱۲) جرير بن عبد الله
عن عمر انه عوضه من
حقه ويشبه قول جرير عن
عمر لولا اني قاسم
مسئول
لتركتم

تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور جو رائے اُنھوں نے قائم کی کہ اس کا خراج جمع کیا جائے اور اس کو مسلمانوں پر تقسیم کیا جاتا رہے جماعتِ مسلمین کے لئے اس کا عام نفع تھا کیونکہ اس کو اگر عام مسلمانوں پر عطایا اور وظائف کے وقف شدہ نہ قرار دی جاتی تو سرحدوں کی حفاظت کے لئے لشکر متعین نہ ہو سکتا اور جہاد پر روانگی کے لئے لشکروں کو طاقت نہ پہنچائی جا سکتی اور کبھی اہلِ کفر کے اپنے شہروں کی طرف واپسی سے بے فکری نہ حاصل ہو سکتی جب کہ وہ شہر خالی ہوتے جنگی مردوں اور وظائف پانے والے لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ خیر کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے وہ جہاں بھی ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ مکانات اور زمینیں جن پر باہمی صلح ہوئی ہو مسلمانوں کے لئے وقف ہے اُن کی آمدنی ہر سال جمع کی جائے گی اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اہلِ شرک کے چھوڑے ہوئے شہر اسی طرح کے تھے اور کچھ ایسی زمین تھی جس میں عمرؓ نے ان لوگوں کے نفسوں کی رضامندی چاہی جو کہ گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر (یعنی جنگ سے) اس پر غالب ہوئے تو اُنھوں نے اُس شے (سے اپنے حقوق) کو چھوڑ دیا جیسا کہ رضامندی حاصل کی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جن کے پاس ہوازن کے قیدی تھے تو اُنھوں نے اپنے حقوق کو ترک کر دیا تھا (اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر رضامند ہو کر ان کو آزاد کر دیا تھا) کہا (امام شافعیؒ نے) اور جریر بن عبد اللہؓ کی حدیث میں عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ان کو ان کے حق کا بدلہ دیدیا تھا اور مشابہ ہے قول جریرؓ کے جو عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا تقسیم کرنے والا ہوں جس سے باز پرس بھی ہوگی تو میں تم کو چھوڑ دیتا

علیٰ ما قسمتم لکم أن یکون قسم لہم بلادَ صلح مع بلادِ ایجاف فردّ قسمَ الصلح وعوّض من بلاد الایجاف بالخیل و الرکاب تلک والاوجہ عندی (تمت کلمۃ عمر ۱۲ و تیز ازان) ان الفارس و الرّوم کانوا متسلّطین علیٰ مُلّاک الارض یأخذون منہم الخراج ولم یکونوا مُلّاک الارض وزُرّاعہا ولا ورثوہا عن آبائہم و اَجدادہم فقاتل المسلمون اُولئک المتغلّبین حتی دفعوہم عن سواد الشّام والعراق واما مُلّاکُ الارض و عُلوجہا الّذین کانوا یزرعونہا ویسکنونہا و ورثوہا عن آبائہم فاکثرہم صالحوا المسلمینَ و التزموا الخراجَ وبعضہم ظاہروا الرومَ والفارسَ وقاتلوا معہم فاشتبہ الامرُ علی النّاس فظنّ عوامُہم انّ الاراضی مغنومۃٌ لوجود المقاتلۃِ فی الجُملۃِ وفطِنَ الخواصّ بانّ المقاتلۃ انّما کانت مع المتسلّطین المتغلّبین و امّا اہل الارض الّذین ہُم مُلاکُہا وسُکّانہا فانّ اکثرہم صالحوا المسلمین وافتتحہا المسلمون صُلحاً من غیر ایجافِ خیلٍ و لا رِکابٍ و انّما اَدرجوا

اس پر جو تمہارے لئے کیا جا چکا ہے کہ بلادِ صلح مع بلادِ ایجاف انکی (عام مسلمانوں) کے حصّہ میں آتے۔ پھر عمرؓ نے صلح سے فتح کئے ہوتے علاقہ کو تو الگ کر لیا اور بلادِ ایجاف کا جن پر گھوڑوں اور اونٹوں سے لڑائی ہوتی بدلہ دے دیا۔ میں کہتا ہوں اور معقول وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ فارس اور روم تسلّط تھے زمین کے مالکوں پر اور ان سے خراج لیا کرتے تھے اور فارس و روم والے خود زمین کے مالک نہ تھے اور نہ اُس کو زراعت کرنے والے تھے اور نہ اُن کو ان کے باپ اور دادا سے وراثت میں ملی تھی تو مسلمانوں نے ان غلبہ پانے والوں فارس اور روم سے قتال کیا یہاں تک کہ ان کو دھکیل دیا شام اور عراق کے سرسبز علاقہ سے۔ رہے زمینوں کے مالک اور اُن کے باشندے جو اُن زمینوں کی زراعت کرتے اور اُن پر رہتے تھے اور اپنے باپ دادا سے اُن کے وارث بنتے آتے تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے مصالحت کر لی اور خراج کا دیتے رہنا منظور کر لیا اور ان میں کے بعض لوگوں نے روم اور فارس کو مدد دی اور اُن کے ساتھ مل کر (مسلمانوں سے) قتال کیا تو لوگوں پر یہ امر مشتبہ ہو گیا اور عام لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ تمام زمینیں غنیمت میں آئی ہوئی ہیں کہ فی الجملہ سب ہی کے لئے قتال وجود میں آیا۔ لیکن خواص نے یہ سمجھ لیا کہ مقاتلہ تو متسلّطین اور متغلّبین (یعنی فارس اور روم والوں) سے ہوا تھا، رہے زمین والے جو کہ ان کے مالک، اور اُن کے باشندے تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی اور اُس کو مسلمانوں نے بغیر اس کے کہ اس میں گھوڑے اور اونٹ دوڑائیں صلح سے فتح کیا تھا اور ایجاف (یعنی جنگ) تو اُن دوسرے

عہ یہ قول جریر ہے۔ علیٰ ما قسمتم لکم پر عمرؓ کا قول ختم ہو گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خیبر میں ہوا تھا کہ جو حصّہ فتح ہوا تھا ایجاف خیل ورکاب سے وہ مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میں اسی تقسیم کو تم پر چھوڑ دیتا ۱۲ مترجم

علیٰ غیرہم ممن تغلّب علیہم فلذلک تلا عمر آیۃ الفئ فی ہذہ المسئلۃ واما القلیل منہم الّذین قاتلوا المسلمین علیٰ اراضیہم مع جنود فارس والرّوم فأراضیہم مغنومۃٌ استطاب نفوسہم عنہا عمر بن الخطّاب حین اراد ایقاف السواد فمن لم یطب نفساً عوّضہ وان کان الامر علیٰ ماذہب الیہ ابویوسف فسوادُ العراق والشّام محوّل عن سُنن الاموال المغنومۃ مخصوص من عموم قولہ تعالیٰ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ باجماع الصّحابۃ و بما فہموا من حدیث النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقتضٰی کلامہ فی فتح فارس والروم واما غیرہا من البلاد فعلیٰ ما قال الشّافعی علیٰ نوعین احدہما ما افآء اللّٰہ تعالیٰ من غیر ایجاف خیل ولا رکاب ویجعلُ خزانۃً للغزاۃ کما صنع رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنصف خیبر الّذی اصابہٗ من غیر ایجاف وکما صنع بالنضیر وفدک (نام دیہے از خیبر ۱۲) والثانی ما افآء اللّٰہ تعالیٰ بایجاف الخیل والرکاب فیقسم علیہم کما صنع رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنصف خیبر الّذی اصابہٗ عنوۃً وہٰذا الّذی ذہبنا الیہ

لوگوں سے ہوا تھا جنھوں نے ان (باشندوں اور کاشتکاروں) پر غلبہ حاصل کیا تھا اسی لئے عمرؓ نے آیتِ فئے کی تلاوت کی اس مسئلہ میں۔ رہے ان میں کے وہ تھوڑے سے لوگ جنھوں نے اپنی زمینوں پر فارس اور روم کے لشکروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے قتال کیا تھا تو ان کی زمینیں مالِ غنیمت تھیں اُن کی ذوات سے عمر رضی اللہ عنہ نے جب پورے علاقہ کو وقف قرار دیدینے کا ارادہ کیا تو رضامندی حاصل کی تو جو بخوشی آمادہ نہ ہوا اُس کو معاوضہ دیدیا۔ اور اگر بات وہ ہو جس کی طرف ابویوسفؒ گئے ہیں تو عراق اور شام کا علاقہ اموالِ غنیمت کے طریقوں سے (دوسرے اصول کی طرف) ہٹایا گیا اور خاص کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے عموم سے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ (۸: ۴۱) اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ الخ" بذریعہ اجماعِ صحابہؓ کے اور حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فارس اور روم کی فتح کے بارے میں جو آپ کے مقتضائے کلام کو اصحاب نے سمجھا تھا۔ رہے ان کے سوا دوسرے شہر تو جیسا کہ امام شافعیؒ نے کہا وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک ایسے کہ جو اللہ تعالیٰ نے عطا کئے بغیر ایجاف خیل و رکاب کے (یعنی بغیر مقاتلہ) اور یہ بنائے جائیں گے خزانہ غازیوں کے لئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف خیبر کے ساتھ کیا جو بغیر لڑے ہاتھ لگا تھا اور جیسا کہ آپؐ نے نضیر اور فدک (خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے") کے ساتھ کیا۔ دوسرے ایسے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایجافِ خیل و رکاب سے دیئے (یعنے مجاہدین کو لڑائی کرنا پڑی) تو یہ مجاہدین پر تقسیم کئے جائیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے اس نصف حصہ کے ساتھ عمل کیا جو آپؐ کے قبضہ میں لڑائی سے آیا تھا۔ اور یہ تحقیق جس کی طرف ہم گئے ہیں

مدلولُ ظاهر ما رواه مالكٌ والشافعي
عن زيد بن اسلم عن ابيه قالَ
عمر لولا آخر المسلمين ما فُتحت مدينةٌ
الاّ قسمتها كما قسم رسولُ الله صلى الله
عليه وسلم خيبرَ الشافعي تعليقًا عن جرير
ابن عبد الله عن عمر لولا انّي قاسم مسئول
لتركتكم على ما قُسم لكم فبهذه الرّواية
يتعيّن حملها على المفتوح عنوةً فان
رسول الله صلى الله عليه وسلّم ما قسم
عليهم الاّ المفتوح عنوةً ولكن ظهر
لعمرُ و جمهور الصحابة مصلحة اقتضت
ترك قسمة المفتوح عنوةً وجعلهٗ
خزانةً للغزاة عُدّةً للسلاح و
الكراع الشافعي عن الزهري عن
مالك بن اوس ان عمر قالَ
ما احدٌ الّا لهٗ في هذا المال حقٌّ
اُعطيه او مُنعه الاّ ما ملكت ايمانكم
الشافعي عن ابن المنكدر عن مالك
ابن اوس قالَ عمر لئن عِشتُ
ليأتينّ الراعيَ بسَروِ حِمير حقّهٗ
ثم اوّلَ الشافعيُّ كلامَ عمر
فقالَ معناه ما احدٌ من اهل
الفيء الذين يغزون الّا ولهٗ
حقٌّ في مال الفيء او الصدقة
قالَ

مدلول ہے اُس ظاہر روایت کا جس کو مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بعد کے مسلمان (جن کے حق کی صراحت والذین جاؤا من بعدہم میں فرمادی گئی) نہ ہوتے (یعنی ان کا حق پیش نظر نہ ہوتا) تو کوئی شہر فتح نہ ہوتا مگر میں اس کو اسی طرح تقسیم کرتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔ شافعیؒ تعلیقاً جریر بن عبداللہؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا تقسیم کرنے والا ہوں کہ مسئول بھی ہوں تو میں تم کو اس تقسیم پر چھوڑ دیتا جو تمہارے لئے کی گئی تھی۔ تو اس روایت سے اُس کا ایسی اراضی پر محمول ہونا متعین ہو جاتا ہے جو جنگ سے فتح ہوئی ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی زمینیں اُن کو تقسیم کی تھیں جو جنگ سے فتح ہوئی تھیں۔ لیکن عمرؓ اور جمہور صحابہؓ پر ایسی مصلحت کا ظہور ہوا جو لڑائی سے فتح کی ہوئی زمینوں کی تقسیم کے ترک کی مقتضی ہوئی اور اُس کو غازیوں کے لئے خزانہ اور سامانِ جہاد یعنی ہتھیاروں اور سواریوں وغیرہ کی فراہمی کے لئے روکنے کی مقتضی ہوئی۔ شافعیؒ زہری سے وہ مالکؒ ابن اوس سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص نہیں مگر اس کا اس مال میں حق ہے اس کو دیا جائے یا روکا جائے بجز اُن لوگوں کے جو تمہاری ملک میں ہیں (یعنی غلام اور لونڈی)۔ شافعیؒ ابن المنکدرؒ سے وہ مالک بن اوس سے کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو سرو حمیر کے ایک چرواہے کے پاس اُس کا حق ضرور پہنچ جائے گا۔ پھر شافعیؒ نے عمرؓ کے کلام کی تاویل کی اور کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اہلِ فے میں سے جو جہاد کرتے ہیں کوئی شخص نہیں مگر مالِ فے یا صدقہ میں اُس کا حق ہے۔ کہا اور جو

والذی احفظ عن اہل العلم ان الاعراب
لا یعطون من الفیٔ قلت الاوجہ عندی
ان الاختلاف بین عمل النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وابی بکر وبین عمل عمر فی قسم
الفیٔ منشاہ اختلاف قلۃ الفیٔ وکثرتہ
وقد اشار عمر الی ان آیۃ الفیٔ شملت
جمیع المسلمین لم تترک منہم شیئا ولکن
المرعی فی التقسیم تقدیم الاحوج فالاحوج
البیہقی عن حارثۃ بن مضرب العبدی
قال عمر انی انزلت نفسی من مال اللہ بمنزلۃ
والی الیتیم ان استغنیت استعففت و
ان افتقرت اکلت بالمعروف الشافعی
عن الاحنف بن قیس ان عمر قیل لہ فی امۃ
مرت فقال انہا لا تحل لی انہا من مال
اللہ وقال اخبرکم بما استحل من مال
اللہ او قال بما یحل لی استحل منہ
حلتین حلۃ الشتاء وحلۃ القیظ وما
احج علیہ واعتمر وقوتی وقوت
عیالی کقوت رجل من قریش لا من
اغنیاءہم ولا من فقراءہم ثم انا
بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما
اصابہم الشافعی اخبرنا غیر
واحد من اہل العلم انہ لما قدم علی عمر بن
الخطاب بما اصیب بالعراق قال لہ
صاحب بیت المال انا ادخلہ

بات اہل علم کی مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ اعراب کو فَے میں سے نہیں
دیا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بڑی وجہ یہ ہے کہ
جو اختلاف نبی صلے اللہ علیہ وسلم وابوبکرؓ کے عمل اور عمرؓ کے
عمل کے درمیان فَے کی تقسیم میں ہے اُس کا منشا فَے کی قلت
وکثرت ہے اور عمرؓ اشارہ کر چکے ہیں اس طرف کہ آیتِ فَے جملہ
مسلمین کو شامل ہے اُن سے کوئی شے ترک نہیں کی گئی لیکن تقسیم
میں جس بات کی رعایت رکھی گئی وہ زیادہ حاجتمند کو پھر اُس
سے کم حاجتمند کو مقدم کر دینا ہے۔ بیہقی حارثہ بن مضرب العبدی
سے عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کے مال میں والیٔ
یتیم کے مرتبہ میں رکھا ہے اگر میں مستغنی ہوا تو نہ لیا اور اگر
ضرورتمند ہوا تو کھا لیا عام طریقہ کے مطابق۔ شافعیؒ احنف
ابن قیس سے کہ عمرؓ سے ایک کنیز کے بارے میں کہا گیا جو گزری (کہ
آپ اس کو اپنے زیرِ تصرف رکھیں) تو فرمایا کہ یہ میرے لئے حلال
نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے اور کہا کہ میں تم کو خبر
دیتا ہوں کہ اللہ کے مال میں سے میں کیا حلال قرار دیتا ہوں
یا یہ فرمایا کہ میرے لئے کیا حلال ہے۔ میں اس میں سے حلال
رکھتا ہوں دو جوڑے ایک جوڑا سردی کا اور ایک جوڑا گرمی
کا اور ایسا (سواری کا) جانور جس پر سوار ہو کر میں حج
کر لوں اور عمرہ کر لوں اور میرا کھانا قریش کے ایک عام آدمی
کے مانند ہے نہ اُن میں کے مالداروں کے مانند اور نہ فقراء کے۔
پھر اس کے بعد میں مسلمانوں میں کا ایک شخص ہوں جو
مصیبت ان پر آئے گی (قحط وغیرہ کی) وہ مجھ پر بھی آئے گی۔
شافعیؒ ہم کو ایک سے زیادہ اہلِ علم نے خبر دی کہ جب وہ
اموال جو عراق میں ہاتھ لگے تھے عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئے
تو اُن سے بیت المال کے منتظم نے کہا کہ میں اس کو بیت المال میں

بیت المال قال لا و ربّ الکعبۃ
لا یُؤوِیہ تحت سقف بیت حتی
اُقسمہ فأمر بہ فوُضع فی المسجد و
وُضعت علیہ الأنطاع وحرسہ رجال
من المہاجرین والانصار فلما اصبح
غدا معہ العباس بن عبدالمطلب و
عبدالرحمٰن بن عوف آخذا بید
احدہما او احدہما آخذ بیدہ فلما رأوہ
کشفوا الانطاع عن الاموال فرأی
منظرا لم یَر مثلہ رأی الذہب
فیہ والیاقوت والزبرجد واللؤلؤ یتلألأ
فبکی فقال لہ احدہما انہ واللہ ماہو
بیوم بکاء ولکنہ یوم شکر وسرور
فقال انی واللہ ماذہبت حیث
ذہبت ولکنہ واللہ ماکثر ہذا قط
فی قوم الا وقع بأسہم بینہم ثم
اقبل علی القبلۃ ورفع یدیہ الی
السماء وقال اللہم انی اعوذبک
ان اکون مستدرجا فانی اسمعک
تقول سنستدرجہم من حیث لا یعلمون
ثم قال این سراقۃ بن
جعشم فأتی بہ اشعر الذراعین
دقیقہما فاعطاہ سواری
کسری بن ہرمز وقال
البسہما

داخل کروں؟ فرمایا کہ نہیں قسم ہے ربّ کعبہ کی کہ اس کو
دسنگوا کر رکھنا تو در کنار) بیت کی چھت کے نیچے بھی نہ جگہ دی
جائے گی مجھے یہ تقسیم کر دینا ہے۔ تو آپ کے حکم کے مطابق وہ مسجد
میں رکھدیا گیا اور اس کے اوپر چرمی فرش ڈال دیتے گئے
اور مہاجرین وانصار میں کے مردوں نے اُس پر پہرہ دیا۔ پھر
جب صبح ہوئی تو ان کے ساتھ عباس بن عبدالمطلب اور
عبدالرحمٰن بن عوف ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوتے یا
ان دونوں میں سے ایک حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوتے
آئے۔ جب اُنھوں نے اُس انبار کو دیکھا اور چرمی فرش اموال
کے اُوپر سے اُٹھاتے تو ایسا منظر دیکھا جو اس سے پہلے نہیں دیکھا
تھا۔ اُس میں سونا تھا اور یاقوت اور زمرد اور موتی چمک رہے
تھے تو عمرؓ رونے لگے تو اُن سے ان دونوں میں سے ایک نے
کہا کہ واللہ یہ رونے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ یوم شکر ومسرت ہے،
تو عمرؓ نے فرمایا کہ واللہ میں وہاں نہیں گیا جہاں تم گئے ہو لیکن
حقیقت یہ ہے (جس پر میری نظر پہنچی) کہ واللہ اس کی کثرت
کسی قوم میں نہیں ہوتی مگر ان کے مابین خانہ جنگی اور لڑائی
واقع ہوگئی..... پھر قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنے دونوں
ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے اور کہا کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ
چاہتا ہوں مستدرج بننے سے (یعنی کہ مجھے ڈھیل دی گئی ہو) کیونکہ
میں نے آپ کا یہ ارشاد سنا ہے سنستدرجہم الخ (۶۸:۴۴)

ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لیجا رہے ہیں اس طور پر کہ
ان کو خبر بھی نہیں۔ پھر فرمایا کہاں ہے سُراقہ بن جعشم (یعنی
سُراقہ بن مالک بن جعشم) تو اس کو لایا گیا اس حال میں کہ
اُس کے دونوں پتلے پتلے بازوؤں پر بہت بال تھے تو اس کو
کسریٰ بن ہرمز کے کنگن دیتے اور کہا کہ ان دونوں کو پہن تو

فنفعل سراقة بن مالک فقال قل الله اکبر قال الله اکبر قال قل الحمد لله الذی سلبهما کسریٰ بن هرمز والبسهما سراقة بن مالک بن جعشم اعرابیا من بنی مدلج و جعل یقلب بعض ذلک بعضا فقال ان الذی ادی هذا لامین فقال له رجل انا اخبرک انت امین الله وهم یؤدون الیک ما ادیت الی الله فاذا رتعت رتعوا (اگر تو بچرے گا ایشان ہم بچرند ۱۲) قال صدقت ثم فرقه قال الشافعی و انما البسهما سراقة بن مالک لان النبی صلی الله علیه وسلم قال لسراقة و قد نظر الی ذراعه کانی بک قد لبست سواری کسریٰ قال ولم یجعل له الا سوارین قال الشافعی اخبرنا الثقة من اهل المدینة قال انفق عمر بن الخطاب رضی الله عنه علی اهل الرمادة حتی وقع مطر فترحلوا فخرج علیهم عمر راکبا فرسا ینظر الیهم وهم یترحلون بظعائنهم فدمعت عیناه فقال رجل من بنی محارب بن خصفة اشهد انها انحسرت عنک (ماندہ و سیر کردہ اند ترا ۱۲) ولست بابن

سراقہ بن مالک نے تعمیل کی تو فرمایا کہ کہہ اللہ اکبر۔ سراقہ نے کہا اللہ اکبر۔ فرمایا کہ کہہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کو کسرے بن ہرمز سے چھینا اور ان کو سراقہ بن مالک بن جعشم کو پہنایا جو کہ بنی مدلج میں کا ایک دیہاتی ہے۔ پھر ان میں کی بعض چیزوں کو الٹنا پلٹنا شروع کیا اور فرمایا بیشک جس شخص نے اس کو ادا کیا (یعنی لاکر دیا) وہ ضرور امانت دار ہے تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور وہ لوگ آپ کو ادا کرتے رہیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ کو ادا کرتے رہیں گے۔ پھر جب تم کھانا شروع کرو گے تو وہ بھی کھانے لگیں گے۔ فرمایا کہ تو نے سچ کہا۔ پھر اس کو تقسیم کر دیا۔ کہا شافعی رحمہ اللہ نے کہ ان (کنگنوں) کو سراقہ بن مالک کو اس بناء پر پہنایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا اس کے بازوؤں پر نظر کرتے ہوئے کہ گویا میں تیرے ساتھ ہوں اور تو نے کسرے کے کنگن پہن رکھے ہیں۔ کہا کہ اس کے حصہ میں اور کچھ نہیں لگایا بجز ان کنگنوں کے۔ کہا شافعی رح نے کہ ہم کو خبر دی مدینہ والوں میں کے ایک ثقہ نے کہا کہ عمر رض بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (قحط زدگان) اہل[عہ] رمادہ پر خرچ کیا یہاں تک کہ بارش ہو گئی تو ان لوگوں نے کوچ کیا تو ان کی طرف عمر رض گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، ان کو دیکھ رہے تھے اور وہ اپنی (ہودوں میں بیٹھنے والی) عورتوں کے ساتھ کوچ کر رہے تھے تو ان کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں تو ایک شخص جو بنی محارب بن خصفہ کا تھا بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس جماعت نے آپ کی طرف سے رنج نہیں اٹھایا (کیونکہ آپ ان پر بہت خرچ کرتے رہے ہیں) اور آپ کسی باندی کے

عہ یہ ایک قحط کا نام ہے جو حضرت فاروق رض کے عہد میں پڑا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کا رنگ خاکستری ہو گیا تھا اس لئے رمادہ کہا گیا ۱۲

اَمۃٍ فقالَ لہٗ عمر ویلکَ ذٰلک لو کنتُ انفقتُ من مالی او مالِ الخطّاب انّما انفقتُ علیہم من مالِ اللہ عزّ وجلّ الشافعی عن ابی جعفر ابن محمد بن علی انّ عمر رضی اللہ عنہ لمّا دوّن الدواوینَ قالَ لہم بِمَنْ تَرَوْنَ اَنْ اَبْدَأَ فقِیلَ لہٗ ابدَأْ بالاَقربِ فالاَقربِ بک قالَ ذکرتمونی بل اَبْدَأُ بالاقرب فالاقرب من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ الشافعی اخبرنی غیر واحد من اہلِ العِلم من قبائل قریش ان عمر بن الخطاب لمّا کثُر المالُ فی زمانہ اَجمع علٰی اَن یُدوِّن الدواوین فاستشارَ فقالَ بمَن ترونَ اَن ابدَأَ فقالَ لہٗ رجل ابدأْ بالاَقرب فالاقرب بِک فقالَ ذکرتمونی بل ابدأُ بالاَقرب فالاَقرب مِن رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فبدأَ ببنی ہاشم قالَ الشافعی و اخبرنی غیر واحد من اہل العِلم و الصّدقِ من اہلِ المدینۃِ ومکّۃ من قبائل قریش وغیرہم و کان بعضُہم احسَن اقتصاصًا للحدیث مِن بعضٍ وقد زادَ بعضُہم علٰی بعضٍ فی الحدیث ان عُمر رضی اللہ عنہ لمّا دوّنَ الدواوینَ قالَ اَبْدَأُ ببنی ہاشمٍ ثمّ قالَ

بیٹے نہیں ہیں (کہ تنگ ظرف ہوتے) تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے یہ کہنے کا موقع اس وقت تھا کہ میں ان پر اپنے مال میں سے یا اپنے باپ خطّاب کے مال میں سے خرچ کرتا، میں نے تو ان پر اللہ عزّ وجلّ کے مال میں سے خرچ کیا ہے۔ شافعیؒ ابو جعفر ابن محمد بن علی سے کہ عمر رضے اللہ عنہ نے جب رجسٹروں کی تدوین کی تو (صحابہؓ سے) کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے میں کس نام سے اس کو شروع کروں تو آپ سے کہا گیا کہ اس سے شروع کیجیے جو آپ سے قریب تر ہو پھر اس کے بعد جو قریب تر ہو۔ فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کر دیا۔ نہیں بلکہ شروع کرتا ہوں اُس سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہو پھر اس کے بعد جو آپ سے قریب تر ہو۔ کہا شافعیؒ نے کہ مجھے قبائل قریش کے ایک سے زیادہ اہلِ علم نے خبر دی کہ عمرؓ بن الخطّاب نے جب اُن کے زمانہ میں مال کی کثرت ہو گئی اس بات پر اجماع کیا کہ (دفتر قائم کریں اور) رجسٹروں کو تیار کریں پھر لوگوں سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ کس شخص کے بارے میں تمھاری رائے ہے کہ اس سے ابتداء کروں تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ جو آپ سے قریب تر ہو پھر جو قریب تر ہو اس سے شروع کیجئے تو فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کیا؟ بلکہ میں شروع کرتا ہوں اُس سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہو پھر جو نسبۃً قریب تر ہو تو شروع کیا بنی ہاشم سے۔ کہا شافعیؒ اور مجھے خبر دی اہلِ مدینہ میں کے متعدّد اہلِ علم وصدق نے اور مکّہ کے قریش وغیرہ قبائل کے لوگوں نے اور ان میں بعض بعض کی بہ نسبت حدیث کو خوبی کے ساتھ بیان کرنے والے تھے اور ان میں سے بعض نے بعض کی حدیث سے کچھ زیادہ بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹر مرتّب کیے تو کہا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے پھر کہا کہ

حضرتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یُعطیہم و بنی المطّلب فاذا کانتِ السِنّ فی
الہاشمی قدّمہ علے المطّلبی واذا کانت فی
المطّلبی قدّمہ علے الہاشمیّ فوضع الدیوانَ
علےٰ ذٰلک واَعطاہم عطآء القبیلۃِ
الواحدۃِ ثمّ استوت لہٗ عبدُ شمسٍ و نوفل
فی جذمِ النّسب فقال عبد شمس اخوۃ النّبیّ
صلے اللہ علیہ وسلم لاَبیہ واُمّہ
دونَ نوفل فقدّمہم ثمّ دعا بنی نوفل
یتلُوہم ثم استوت لہٗ عبدُ العزّےٰ و
عبد الدار فقال فی بنی اسد بن عبد العزّےٰ
اصہارُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و
فیہم من المُطیّبینَ وقالَ بعضُہم
ہُم من حِلف الفضول وفیہما کانَ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد قیل ذُکر
سابقۃً فقدّمہم علے بنی عبد الدار ثمّ
دعا بنی عبد الدار یتلوہم ثم انفردت
لہٗ زہرۃُ فدعاہا یتلو عبد الدار ثم استوت
لہٗ تیمٌ و مخزومٌ فقالَ

ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ
بنی ہاشم کو دے رہے تھے اور بنی المطّلب کو تو جب کوئی بڑی عمر کا
ہاشمی ہیں سے ہوتا تو اس کو مقدم کرتے مطّلبی پر اور جب مطّلبی
ہیں ہوتا تو اس کو مقدّم کرتے ہاشمی پر تو عمر رضؓ نے دفتر کی بنیاد
اسی طریق پر رکھی اور ان (بنو ہاشم و بنو المطّلب) کو عطا
کیا قبیلۂ واحدہ کی عطا۔ پھر ان کے سامنے عبد شمس اور
نوفل اصل نسب میں برابر کے درجہ میں آئے تو کہا کہ عبد شمس
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہوتے ہیں باپ اور ماں
دونوں کی جانب سے نہ کہ نوفل تو ان کو مقدم کر دیا۔ پھر ان کے
پیچھے متصل نوفل کو بلایا پھر ان کے برابر معلوم ہوتے عبد العزّےٰ
اور عبد الدار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبد العزّےٰ میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے اصہار (داماد و خسر وغیرہ) ہیں اور
ان میں آمیزش بعض مطیّبینؑ کی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ
حلفِ فضولؑ میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم تھے اور کہا گیا کہ آپ نے ذکر کیا سابقہ کا (یعنی
اسلام کیطرف سبقت اور سابقہ خدمات اسلام کا) تو ان کو
عبد الدار سے مقدّم کیا۔ پھر بلایا ان کے بعد متصلاً بنی عبد الدار
کو پھر اکیلے رہ گئے ان کے سامنے بنی زہرہ تو ان کو بلایا عبد الدار
کے بعد۔ پھر ان کے سامنے آئے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے

ع۵ عبد مناف کے بیٹوں نے عبد الدار کے لوگوں سے بعض کام لینے چاہے جیسے کعبہ کی دربانی، حاجیوں کو پانی پلانا وغیرہ عبد الدار کے لوگوں نے انکار کیا۔ اب ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبیلوں سے معاہدہ کیا۔ عبد الدار کے طرفدار جو قبائل تھے ان کو "احلاف" کہتے تھے جو یہ چھ قبیلے تھے عبد الدار، جمح، مخزوم، عدی، کعب، سہم۔ عبد مناف کے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک پیالہ خوشبو سے بھرا ہوا لاتے اور اپنے دوست قبیلوں سے کہا کہ اس میں ہاتھ ڈبو کر عہد کرو، تین قبیلے ان کے شریک ہوتے اسد، زہرہ، اور تیم انہوں نے ہاتھ ڈبوتے اور مسجد میں عہد مؤکد کیا ان کو "مطیبین" کہنے لگے یعنی خوشبو لگاتے گئے ۱۲ ع۵ جرہم قبیلہ کے لوگوں نے ایک عہد کیا تھا کہ ہم ہر حال میں انصاف پر قائم رہیں گے، کمزور کا حق زور آور سے دلائیں گے اور غریب الوطن پردیسی کا شہر کے باشندے اور ترس سے۔ چونکہ ان حلف کرنے والوں میں سے ہر ایک کا نام فضل تھا، کوئی فضل بن حارث کوئی فضل بن وداعہ کوئی فضل بن فضالہ اس لئے اس کو حلف فضول کہنے لگے ۱۲

فی بنی تیم انہم من حلف الفضول و المطیبین
وفیہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
قیل ذکر سابقۃ وقیل ذکر صہرًا فقدمہم
علی مخزوم ثم دعا مخزومًا بتلوہم ثم استوٰی
لہ سہم وجمح وعدی بن کعب فقیل ابدأ
بعدیٍ فقال بل اُقِرُّ نفسی حیث کنتُ
فان الاسلام دخل وامرُنا وامرُ بنی سہم
واحدٌ ولکن انظروا بنی جمح وسہم فقیل
قَدِّم بنی جمح ثم دعا بنی سہم وکان دیوان
عدی وسہم مختلطًا کالدعوۃ الواحدۃ فلمّا
خلصت الیہ دعوتہ کبّر تکبیرۃً عالیۃً ثم قال
الحمد للہ الذی اوصل الیّ حظّی من رسولہ
ثم دعا بنی عامر بن لؤیٍّ قال الشافعی فقال
بعضہم انّ ابا عبیدۃ بن عبد اللہ بن
الجراح الفہری لمّا رأی من یتقدم علیہ
فقال اُکُلّ ہٰؤلاء تدعوا امامی فقال یا ابا
عبیدۃ اصبر کما صبرتُ او کلّم قومک
فمن قدّمک منہم علی نفسہ لم امنعہ فامّا
انا وبنو عدیٍّ فنقدّمک ان احببتَ
علی انفسنا قال فقدّم معاویۃ
بعد بنی الحارث بن فہر ففصل
بہم بین بنی عبد مناف واسد بن
عبد العزّٰی وشجر بین بنی سہم و
عدی شیءٌ فی زمان المہدی فافترقوا
فامر المہدی ببنی عدی

میں کہا کہ یہ حلف الفضول میں سے ہیں اور مطیبین میں سے بھی
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور
کہا گیا کہ ان کے سابقہ کا بھی ذکر کیا اور کہا گیا کہ آپ نے صہر کا
ذکر کیا تو ان کو مقدم کیا مخزوم پر۔ پھر ان کے بعد مخزوم کو بلایا
تو ان کے برابر آگئے سہم اور جمح اور عدی بن کعب تو کہا
گیا کہ عدی سے ابتدار کی جائے (عمرؓ اسی خاندان سے تھے)
تو فرمایا کہ میں تو اپنی ذات کو جہاں تھا وہیں رکھوں گا۔ کیونکہ
جب اسلام داخل ہوا تو ہمارا معاملہ اور بنی سہم کا ایک
مرتبہ میں تھا۔ لیکن بنی جمح و بنی سہم میں غور کرو تو کہا
گیا کہ بنی جمح کو مقدم کیجئے۔ پھر آپؓ نے بلایا بنی سہم کو اور
رجسٹر عدی اور سہم کا مثل دعوت واحدہ کے مخلوط تھا تو جب
کہ دعوت کا نمبر اُن کی ذات پر پہنچا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور
پھر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے پہنچا دیا میرے حصہ کو میری
طرف اپنے رسولؐ کی جانب سے پھر بلایا بنی عامر بن لُوَی کو
شافعیؒ نے فرمایا تو اُن میں سے بعض نے کہا کہ ابو عُبَیدہ بن عبد اللہ بن الجراح
فہری نے جب اُس شخص کو دیکھا جو اُن پر مقدم ہو رہا تھا
تو کہا کہ کیا آپ ان سب کو میرے آگے بلائیں گے تو آپ
نے فرمایا کہ اے ابو عُبَیدہ صبر کرو جیسا کہ میں نے صبر کیا یا اپنی
قوم سے بات کر لو تو جو اُن میں سے تم کو اپنی ذات پر مُقدّم
کرے میں اس کو منع نہ کروں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو اگر
تم پسند کرو تو ہم تم کو اپنی ذوات پر مقدم کر دیں گے۔ کہا
پھر مقدم کیا بعد میں معاویہ نے بنی الحارث بن فہر کو اور ان کو
درمیان میں کر دیا بنی عبد مناف اور اسد بن عبد العزّٰی کے
اور مہدی کے زمانہ میں کچھ اختلاف ہوا بنی سہم اور عدی کے
درمیان اور یہ متفرق ہو گئے تو حکم دیا مہدی نے بنی عدی کے بارے میں

فقدم موالی سہم وجمح للسابقۃ فیہم
قال الشافعی فاذا فرغ من قریش قدم
الانصار علی قبائل العرب کلہا لمکانہا
من الاسلام قال الشافعی الناس عباد
اللہ فاولٰہم بان یکون مقدما اقربہم
بخیرۃ اللہ لرسالاتہ ومستودع امانتہ
خاتم النبیین وخیر خلق رب العالمین محمد
صلی اللہ علیہ وسلم الشافعی روی
لیث بن ابی سلیم عن عطاء عن عمر
ابن الخطاب فی ہذہ الآیۃ یعنی آیۃ الصدقات
ایما صنف من ہذہ اعطیتہ اجزاک
ثم ضعفہ فقال منقطع بین عطاء
وعمر ولیث غیر قوی وفی الحدیث
المرفوع ان اللہ لم یرض بحکم نبی و
لا غیرہ فی الصدقات حتی حکم ہو فیہا
فجزاہا ثمانیۃ اجزاء قلت معنی
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم جزأھا
ثمانیۃ اجزاء شرعہا لثمانیۃ اصناف
ولیس فیہ تسویۃ الاقسام ولا انہ یجب
تقسیم کل صدقۃ الی ثمانیۃ اجزاء
واللہ اعلم الشافعی عن یحیی بن عبداللہ
ابن مالک عن ابیہ انہ سألہ ارایت الابل
التی کان یحمل علیہا عمر الغزاۃ
وعثمان بعدہ قال اخبرنی ابی
انہا ابل الجزیۃ

تو وہ مقدم کئے گئے سہم اور جمح پر عدی کے سابقہ کردار کی بنا پر
کہا شافعیؒ نے کہ پھر جب عمرؓ فارغ ہوئے قریش سے تو تمام
قبائل عرب پر انصار کو ان کے اسلام میں خاص مقام ہونے کی
وجہ سے مقدم کیا۔ کہا شافعیؒ نے کہ سب لوگ اللہ کے بندے
ہیں تو سب پر مقدم بننے کا حق اسی کو ہوگا جو سب سے زیادہ
قریب ہو ان کے ساتھ جو اللہ کے برگزیدہ ہیں اس کے پیغاموں
کے لئے جن کے سپرد اللہ نے اپنی امانت کی ہے یعنی خاتم النبیین
رب العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم۔ شافعیؒ روایت کیا لیث بن ابی سلیم نے عطاء
سے انہوں نے عمرؓ بن الخطاب سے اس آیت میں یعنی آیت
صدقات میں کہ تو نے ان میں سے جس صنف کو بھی صدقہ دیدیا
تیرے لئے کافی ہے۔ پھر اس حدیث کو ضعیف کہا اور فرمایا
کہ یہ منقطع ہے عطاء اور عمرؓ کے درمیان اور لیث قوی نہیں
ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے
میں کسی نبی یا غیر نبی کے حکم پر راضی نہیں ہوا یہاں
تک کہ اس کے بارے میں اس نے خود حکم فرمایا اور اس کو
آٹھ اجزاء پر کاٹ دیا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد جزأھا ثمانیۃ اجزاء کا مفہوم آٹھ اصناف
(صدقات) کی مشروعیت کا بیان فرمانا ہے اس میں اقسام
کی برابری مقصود نہیں اور نہ یہ بات ہے کہ آپ ہر صدقہ کی
تقسیم آٹھ اجزاء پر واجب کر رہے ہیں واللہ اعلم۔ شافعیؒ یحیی
بن عبداللہ بن مالک سے وہ اپنے باپ سے کہ انہوں نے اپنے
باپ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے ان اونٹوں کو دیکھا ہے جن
کے اوپر عمرؓ غازیوں کو سوار کیا کرتے تھے اور عمرؓ کے بعد
عثمانؓ؟ کہا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ وہ جزیہ کے اونٹ تھے

التی بعث بہا معاویۃ وعمرو بن العاص احتج بہ الشافعی علٰی انہ لیس لاہل الفئ فی الصدقۃ حق وفیہ نظر لما روی الشافعی ان عدی بن حاتم جاء ابابکر احسبہ قال بثلث مائۃ من الابل من صدقات قومہ فاعطاہ ابو بکر منہا ثلثین بعیرًا وامرہ ان یلحق بخالد ابن الولید بمن اطاعہ من قومہ فجاءہ بزہاء الف رجل وابلٰی بلاءً حسنًا قلت اوّل الشافعی بانہ سہم المؤلفۃ قلوبہم الذین یعطون من الصدقات لمعنی الاعانۃ علٰی اخذ الصدقات والاوجہ عندی انہ اعطاہم علٰی انہم من الغزاۃ لقولہ تعالٰی فی آیۃ الصدقات وفی سبیل اللہ قال الشافعی اخبرنا الثقۃ من اصحابنا عن عبد اللہ ابن ابی عبد اللہ بن ابی یحیی عن سعید بن ابی ہند قال بعث عبد الملک بن مروان بعد المجاعۃ بعطاء اہل المدینۃ وکتب الٰی والی الیمامۃ ان یحمل من الیمامۃ الی المدینۃ الف الف درہم یتم بہا عطاءہم فلما قدم المال الی المدینۃ ابوا ان یاخذوہ وقالوا اتطعمنا اوساخ الناس وما لا یصلح لنا لا ناخذہ ابدًا فبلغ ذلک عبد الملک فردہ وقال لا یزال فی القوم

جن کو معاویہؓ نے اور عمرو بن العاص نے بھیجا تھا۔ اس سے شافعیؒ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہل فے کا صدقہ میں حق نہیں ہے اور اس میں کلام ہے اس حدیث کی رُو سے جس کو شافعیؒ نے روایت کیا ہے کہ عدیؓ بن حاتم ابو بکرؓ کے پاس آئے میں خیال کرتا ہوں کہ کہا تین سو اونٹ اپنی قوم میں سے صدقات میں کے لائے تو ان کو ابو بکرؓ نے اُن میں سے تیس اونٹ دیتے اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اُن لوگوں کو ساتھ لے کر جو اُن کی قوم میں سے اُن کی اطاعت کریں خالدؓ بن الولید سے جا ملیں تو عدیؓ خالدؓ کے پاس ایک ہزار آدمیوں کے قریب لے کر پہنچے اور اُنھوں نے عمدہ جانفشانی سے کام کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ اُن لوگوں کا حصّہ تھا جن کی تالیف قلوب کی جاتی تھی، اُن کو صدقات میں سے دیا جاتا تھا جس سے مُراد تھی صدقات لینے پر ان کی اعانت، اور میرے نزدیک اچھی وجہ یہ ہے کہ ابو بکرؓ نے ان کو دیتے اس بنا پر کہ وہ غازیوں میں سے تھے بنا بر ارشاد حق تعالےٰ آیتِ صدقات میں "وَفِی سَبِیْلِ اللّٰہِ"۔ کہا شافعیؒ نے ہمارے اصحاب میں سے ایک ثقہ نے ہم کو خبر دی عبد اللہ بن ابی عبد اللہ بن ابی یحیےٰ سے وہ سعید بن ابی ہند سے کہ عبد الملک بن مَروان نے تنگ حالی (بھوک اور فاقوں کے پھیل جانے) کے بعد اہلِ مدینہ کے وظائف بھیجے اور والی یمامہ کو لکھا کہ یمامہ سے مدینہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے کہ جس سے اُن کے وظائف پورے ہو جائیں تو جب مال مدینہ پہنچا تو انھوں نے اُس کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا تم ہمیں لوگوں کے مَیل کُچیل (صدقات) کھلاتے ہو اور جو چیز ہمارے لئے صالح نہ ہو ہم اس کو کبھی نہ لیں گے۔ تو اس کی اطلاع عبد الملک کو پہنچی تو اُس نے وہ مال واپس منگالیا اور کہا کہ قوم میں جو کچھ

بقية" ما فعلوا هكذا قال قلت لسعيد بن هند و
من كان يومئذ يتكلم قال اولهم سعيد بن
المسيب وابوبكر بن عبد الرحمن وخارجة بن زيد
و عبيد الله بن عبد الله بن عتبة في رجال
كثير قال الشافعي قولهم لا يصلح لنا اي لا يحل
لنا ان نأخذ الصدقة ونحن اهل الفيء و
ليس لاهل الفيء في الصدقة حق ولا ينقل
عن قوم الى غيرهم قلت و الاوجه عندي
انهم ردوا ما كان باسم الحاجة والفقر دون
اسم الغزو وذلك انهم ما كانوا يريدون
الخروج للجهاد يومئذ مالك عن ابن شهاب
قال بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
اخذ الجزية من مجوس البحرين وان عمر بن الخطاب
اخذها من مجوس فارس وان عثمان رض اخذها من
البربر (نام قوم) مالك عن جعفر بن محمد بن علي عن ابيه
ان عمر بن الخطاب ذكر المجوس فقال ما ادري
كيف اصنع في امرهم فقال عبد الرحمن بن
عوف اشهد لسمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول سنوا بهم سنة اهل الكتاب مالك
عن نافع عن اسلم مولى عمر بن الخطاب
ان عمر بن الخطاب ضرب الجزية على اهل
الذهب اربعة دنانير وعلى اهل الورق اربعين
درهما مع ذلك ارزاق المسلمين و
ضيافة ثلثة ايام مالك عن زيد
ابن اسلم عن ابيه

انھوں نے کیا اس کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی. ایسا ہی کچھ کہا تھا.
(راوی نے) کہا کہ میں نے سعید بن ابی ہند سے کہا کہ اُس دن
کس نے گفتگو کی تھی؟ کہا کہ ان میں کے پہلے شخص سعید بن المسیب
اور ابوبکر بن عبدالرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ بن عبداللہ
ابن عتبہ تھے بہت سے لوگوں میں- شافعی رح نے کہا کہ ان کا قول
لا یصلح لنا (جو ہمارے لئے صالح نہ ہو) یعنی ہمارے لئے حلال
نہیں ہے کہ ہم صدقہ لیں اس حال میں کہ ہم اہلِ فئے ہیں اور
اہلِ فئے کا صدقہ میں حق نہیں ہے اور وہ ایک قوم سے دوسری
قوم کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا تھا. میں کہتا ہوں کہ میرے
نزدیک اس کی معقول وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اس چیز کو لوٹایا
جو حاجت اور فقر کے نام پر بھیجا گیا تھا جہاد کے نام کو چھوڑ کر،
اور یہ اس لئے کہ وہ اُس دن جہاد کے لئے خروج کا ارادہ نہیں
کر رہے تھے. مالک رح ابن شہاب سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا بحرین کے مجوس سے
اور یہ کہ عمر رض بن الخطاب نے جزیہ لیا مجوس فارس سے اور عثمان رض
نے جزیہ لیا بربر (قوم) سے. مالک رح جعفر بن محمد بن علی سے وہ
اپنے باپ سے کہ عمر رض بن الخطاب نے مجوس کا ذکر کرتے ہوئے
کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کروں.
تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ
ان کے ساتھ وہ طریقہ اختیار کرو جو اہلِ کتاب کے ساتھ کرتے
ہو. مالک رح نافع سے وہ اسلم مولے عمر رض بن الخطاب سے کہ عمر رض بن
الخطاب نے جزیہ قائم کیا سونے والوں پر چار دینار اور چاندی
والوں پر چالیس درہم، اس کے ساتھ مسلمانوں کے ارزاق اور
تین دن کی مہمانی. مالک رح زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ

انہ قال لعمر بن الخطاب ان فی الظہر ناقۃ عمیاء
فقال عمر ادفعہا الیٰ اہل بیت ینتفعون بہا
قال فقلت وہی عمیاء قال یقطرونہا بالابل
قال فقلت کیف تاکل من الارض قال فقال
عمر امن نعم الجزیۃ ہی ام من نعم الصدقۃ
فقلت بل من نعم الجزیۃ فقال عمر اردتم
واللہ اکلہا فقلت ان علیہا وسم نعم
الجزیۃ فامر بہا عمر فنحرت وکانت عندہ
صحاف تسع فلاتکون فاکہۃ ولا طریفۃ الا
جعل منہا فی تلک الصحاف فیبعث
بہا الیٰ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ویکون الذی یبعث بہ الیٰ حفصۃ ابنتہ
من آخر ذلک فان کان فیہ نقصان
کان فی حظ حفصۃ قال فجعل فی
تلک الصحاف من لحم تلک الجزور فبعث
بہا الیٰ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم
امر بما بقی من لحم تلک الجزور فصنع فدعا
المہاجرین والانصار قلت احتج بہ
الشافعی علیٰ ان عمر کان یسم وسمین
وسم جزیۃ ووسم صدقۃ مالک عن
ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ
ان عمر بن الخطاب کان یاخذ من
النبط من الحنطۃ والزیت نصف
العشر یرید بذلک ان یکثر الحمل الیٰ
المدینۃ ویاخذ من القطنیۃ العشر

اُنھوں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ سواری کے اونٹوں میں ایک اونٹنی اندھی ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو کسی کنبہ کو دیدو کہ وہ اس سے نفع اُٹھائیں۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اندھی ہے تو فرمایا کہ وہ اس کو اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے۔ پھر میں نے کہا کہ وہ زمین سے کیسے کھائے گی۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے کہا کہ وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے جانوروں میں سے تو میں نے کہا کہ جزیہ کے جانوروں میں سے تو عمرؓ نے کہا کہ واللہ تم نے اُس کے کھانے کا ارادہ کرلیا ہے تو میں نے کہا کہ اس کے اوپر تو جزیہ کا نشان لگا ہوا ہے۔ پھر عمرؓ نے اس کے بارے میں اجازت دیدی اور وہ ذبح کرلی گئی۔ اور اُن کے پاس نو طباق تھے تو جب بھی کچھ پھل ہوتے تھے یا اچھی چیز تو وہ ان طباقوں میں ان کو بھر کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کرتے تھے اور جس طباق میں اپنی بیٹی حفصہؓ کو بھیجا کرتے تھے وہ ان میں سے آخر کا ہوتا تھا۔ تو اگر اس میں (یعنی تقسیم کرنے میں) کمی ہو جاتی تھی تو وہ حفصہؓ کے حصہ میں ہوتی تھی، کہا کہ پھر ان طباقوں میں اس مذبوحہ اونٹنی کے گوشت کو رکھ کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ پھر اونٹنی کے بقیہ گوشت کے بارے میں حکم دیا جو تیار کیا گیا پھر مہاجرین و انصار کی دعوت کی۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے شافعیؒ نے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ عمرؓ (اونٹوں پر) دو قسم کے نشان لگایا کرتے تھے ایک نشان صدقہ کا اور ایک نشان جزیہ کا۔
مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سالم بن عبد اللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نبطی (قوم) سے گیہوں اور روغن زیتون میں سے بیسواں حصہ لیا کرتے تھے اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ کثرت کے ساتھ اشیاء مدینہ میں پہنچتی رہیں اور قطنیہ میں سے دسواں

مالکؒ عن ابن شہاب عن السائب بن یزید انہ قال کنتُ عاملاً مع عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود علی سوق المدینۃ فی زمان عمر بن الخطاب فکنّا ناخذ من النبط العشر مالک انہ سأل ابن شہاب علی ایّ وجہ کان یاخذ عمر بن الخطاب من النبط العشر فقال ابن شہاب کان ذلک یؤخذ منہم فی الجاہلیۃ فالزمہم ذلک عمر رضی اللہ عنہ مالک والشافعی عن زید بن اسلم قال شرب عمر بن الخطاب لبناً فاعجبہ فسأل الذی سقاہ من این ہذا اللبن فاخبرہ انہ ورد علی ماءٍ قد سمّاہ فاذا نعم من الصدقۃ وہم یسقون فحلبوا لی من البانہا فجعلتہ فی سقائی فہو ہذا فادخل عمر بن الخطاب یدہ فی فمہ فاستقاءہ احتج بہ الشافعی علی ان الوالی لیس لہ فی الصدقۃ نصیب۔ **الفرائض** الدارمی عن مورق العجلی قال عمر بن الخطاب تعلموا الفرائض واللحن والسنن کما تعلمون القرآن الدارمی عن ابراہیم قال عمر تعلموا الفرائض فانہا من دینکم البیہقی رویناہ عن عمر بن الخطاب انہ خطب الناس بالجابیۃ فقال من اراد ان یسأل عن الفرائض فلیأت زید بن ثابت قلت فیہ کرامۃ لعمرؓ لان الفرائض علی ہذا التفصیل والبیان لم یرو الا عن زید بن ثابت

حصہ لیتے تھے (یعنی مسور، چنا اور لوبیا وغیرہ کی دالوں میں سے)۔ مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے انہوں نے کہا کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے زمانہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے ساتھ مدینہ کے بازار پر عامل تھا تو ہم نبطی لوگوں سے دسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ مالکؒ انھوں نے سوال کیا ابن شہاب سے کہ کس وجہ سے عمرؓ بن الخطاب نبطیوں سے عُشر لیا کرتے تھے تو ابن شہاب نے کہا کہ یہ وہ ہے جو ان سے زمانۂ جاہلیت میں لیا جاتا تھا تو عمرؓ رضی اللہ عنہ نے اس کو ان پر لازم رکھا۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید ابن اسلم سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دودھ پیا اور اس کو پسند کیا پھر جس نے ان کو پلایا تھا اُس سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ تو اس نے بتایا کہ اس کا جانا ہوا ایک قبیلہ میں جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے اونٹ تھے اور وہ پانی پی رہے تھے تو ان لوگوں نے ان میں سے میرے لئے دودھ دوہا تو میں نے اُس کو اپنے برتن میں بھر لیا تھا تو وہ دودھ یہی تھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اپنا ہاتھ (منھ میں) ڈالا اور قے کر دی۔ اس سے شافعیؒ نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ والی کا صدقہ میں حصہ نہیں ہے۔ **فرائض** دارمی نے روایت کیا مورق عجلی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا سیکھو فرائض کو اور لغت کو اور احادیث کو جس طرح تم قرآن کو سیکھتے ہو۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ فرائض کو سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین میں سے ہے۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اس میں کہا کہ جو شخص فرائض کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ زید بن ثابتؓ کے پاس پہنچے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں عمرؓ کی ایک کرامت ہے کیونکہ فرائض کی اس تفصیل اور بیان کے ساتھ بجز زید بن ثابتؓ کے اور کسی سے روایت نہیں کی

واسنادُ اہل المدینۃ الیہ عن ابی الزناد عن خارجۃ بن زید عن ابیہ علّق مالک روایتہٗ ونسبہٗ الیٰ اہل المدینۃ الدارمی عن ابراہیم قال عبدُ اللّٰہ (ابن مسعودؓ) کانَ عُمر اذا سلکَ طریقًا وجدناہ سہلاً وانہ قال فی زوجٍ و اَبوین للزوج النصفُ ولِلاُمّ ثلثُ ما بَقِیَ الدارمی عن ابراہیم قال عبداللّٰہ کان عمر اذا سلکَ طریقًا اتبعْناہ فیہ وجدناہ سہلاً و انّہ قضٰی فی امرأۃٍ وابوَین من اربعۃٍ فاَعطَی المرأۃَ الربعَ و الاُمّ ثلثَ ما بقی و الابَ سہمَین الدارمی عن ابراہیم فی زوج واُمّ واخوۃٍ لاَبٍ و اُمّ واخوۃ لِاُمّ قالَ کانَ عمر و عبداللّٰہ و زید یُشرکون و قالَ عمر لم یَزِدْہم الاب اِلاّ قُربًا الدارمی عن ابی سعید والبخاری عن ابن عباسٍ و عبداللّٰہ بن الزّبیر اَنّ ابابکر الصّدیق جعَلَ الجدّ اَبًا۔ الدارمی عن الشعبی کان عمر یقاسِم الجدَّ مع الاَخِ و الاخوَین فاذا زادوا اَعطاہ الثلثَ وکان یعطِیہ مع الولد السدسَ الدّارمی عن یحیی بن سعید ان عمر کانَ کتبَ میراثَ الجدّ حتّی اذا طُعِنَ دَعابِہٖ فمحَاہ ثم قالَ ستَرَوْنَ رأیکم فیہ الدارمی عن مروان بن الحکم انّ عمر بن الخطّاب

گئی ہیں۔ اور اُن کی طرف اہلِ مدینہ کی روایت ہے ابوزناد سے وہ روایت کرتے ہیں خارجہ بن زید سے وہ اپنے باپ سے۔ ان کی روایت کو مالکؒ نے تعلیقًا لیا ہے اور اس کو اہلِ مدینہ کی طرف نسبت کیا ہے۔ دارمی، ابراہیم سے، کہا عبداللہؓ (ابنِ مسعود) نے کہ عمرؓ کی یہ شان تھی کہ جب وہ کسی راہ پر چلے تو ہم نے اُس کو نرم ہموار پایا اور اُنھوں نے فرمایا شوہر اور ماں، باپ کے بارے میں کہ شوہر کے لئے (ترکہ کا) نصف اور ماں کے لئے باقی ماندہ کا ایک تہائی۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عبداللہؓ نے کہ عمرؓ جب کسی راہ پر چلے اس میں ہم نے اُن کا اتباع کیا تو ہم نے اس کو نرم و ہموار پایا اور اُنھوں نے فیصلہ کیا بیوی اور ماں باپ کے بارے میں چار (سہاموں) سے۔ بیوی کو دیا ایک چوتھائی اور ماں کو باقی ماندہ کا ایک تہائی (یعنی ایک حصّہ) اور باپ کو دو حصے۔ دارمی ابراہیم سے شوہر اور ماں اور باپ و ماں شریک بھائیوں اور ماں شریک بھائیوں میں، کہا کہ عمرؓ اور عبداللہؓ اور زیدؓ سب کو (میراث میں) شریک رکھتے تھے اور عمرؓ نے کہا کہ باپ نے ان میں بجز بیضہ چیرنے کے کوئی زیادتی نہیں کی۔ دارمی نے روایت کی ابوسعیدؓ سے اور بخاری نے ابن عباسؓ اور عبداللہؓ بن زبیر سے کہ ابوبکر صدیقؓ نے دادا کو باپ قرار دیا۔ دارمی شعبی سے کہ عمرؓ تقسیم میں شامل رکھتے تھے دادا کو مع ایک بھائی اور دو بھائیوں کے۔ پھر جب (دو سے) زیادہ ہوتے تو دادا کو ایک تہائی دیتے تھے اور اس کو بیٹے کے ہوتے ہوتے چھٹا حصّہ دیتے تھے۔ دارمی یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ نے لکھ چھوڑا تھا دادا کی میراث کو یہاں تک کہ جب مجروح کئے گئے تو اُس تحریر کو منگا کر مٹا دیا پھر کہا تم عنقریب اس کے بارے میں اپنی رائے (خود) دیکھ لوگے۔ (یعنی متعین کر لوگے)۔ دارمی مروان بن حکم سے کہ عمرؓ بن الخطاب

لما طعن استشارهم فی الجد فقال انی کنت رأیت فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوه فاتبعوه فقال له عثمان ان نتبع رأیک فانه رشد وان نتبع رأی الشیخ (یعنی ابابکرؓ) فلنعم ذو الرأی کان الدارمی عن الزہری قال جاءت جدۃ ام اب او ام ام الی ابی بکر فقالت ان ابن ابنی او ابن ابنتی توفی وبلغنی ان لی نصیبا فما لی فقال ابو بکر ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیھا شیئا وسأسأل الناس فلما صلی الظہر قال ایکم سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الجدۃ شیئا فقال المغیرۃ بن شعبۃ انا قال ماذا قال قال اعطاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدسا قال ایعلم ذلک احد غیرک فقال محمد بن مسلمۃ صدق فاعطاھا ابو بکر السدس فجاءت الی عمر مثلھا فقال ما ادری ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیھا شیئا وسأسأل الناس فحدثوہ بحدیث المغیرۃ بن شعبۃ و محمد بن مسلمۃ فقال عمر ایکما خلت بہ فلھا السدس فان

جب مجروح کیا گیا تو انھوں نے دادا کے بارے میں اصحاب سے مشورہ طلب کیا پھر فرمایا کہ میں دادا کے بارے میں ایک رائے قائم کر چکا تھا۔ پھر اگر تمھاری رائے ہو کہ تم اس کا اتباع کرو تو اس کا اتباع کر لینا تو ان سے عثمانؓ نے کہا کہ اگر ہم آپ کی رائے کا اتباع کریں تو وہ بھلائی ہے اور اگر ہم اتباع کریں شیخ (ابوبکرؓ) کی رائے کا تو وہ بھی بہترین صاحب رائے تھے۔ دارمی بروایت زہری کہا ابوبکرؓ کے پاس ایک جدہ آئی جو باپ کی ماں (یعنی دادی) تھی یا ماں کی ماں (یعنی نانی) تھی تو اس نے کہا کہ میرا بیٹے کا بیٹا (یعنی پوتا)، یا بیٹی کا بیٹا (یعنی نواسہ) وفات پا گیا اور مجھے یہ اطلاع ہوتی کہ (میراث میں) میرا حصہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے معلوم کروں گا تو جب ظہر کی نماز پڑھ لی تو لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے جدہ کے حق میں کچھ فرمایا۔ تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ میں نے۔ فرمایا کہ کیا فرمایا تھا؟ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصہ دیا تھا فرمایا کہ کیا اس واقعہ کو تمھارے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے؟ تو محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ انھوں نے سچ کہا۔ تو ابوبکرؓ نے اس کو چھٹا حصہ دیا۔ پھر عمرؓ کے پاس اسی کے مانند (ایک جدہ) آئی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ اس کے بارے میں آپؐ نے کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھوں گا، تو لوگوں نے ان سے مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ کی حدیث کو بیان کیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں (دادی اور نانی) میں جو تنہا ہو تو اس کے لئے چھٹا حصہ ہے اور اگر تم

اجتمعتما فہو بینکما الدارمی عن الشعبی قال سُئِل
ابوبکر عن الکلالۃ فقال انی ساقول فیہا
برأیی فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأ
فمنی ومن الشیطان اُراہ ماخلا الوالد والولد فلما
استخلف عمر قال انی لاستحیی اللہ
ان اردّ شیئا قالہ ابوبکر الدارمی عن
عاصم بن عمر بن قتادۃ ان عمر بن الخطاب
التمس من یرث ابن الدحداحۃ فلم یجد
وارثا فدفع مال ابن الدحداحۃ الی اخوال ابن
الدحداحۃ الدارمی عن الشعبی عن زیاد اُتی
عمر فی عمّ لأمّ وخال فاعطی العمّ للأمّ
الثلثین واعطی الخال الثلث الدارمی عن الحسن
ان عمر بن الخطاب اعطی الخالۃ الثلث والعمّۃ
الثلثین الدارمی عن الضحاک بن قیس ان
عمر قضٰی فی اہل طاعون عمواس اول طاعون
فی الاسلام انہم اذا کانوا من قبل
الاب سواءً فبنو الامّ احق واذا کان بعضہم
اقرب من بعض بأبٍ فہم احق بالمال
الدارمی عن سلیمان بن یسار عن محمد بن
الاشعث ان عمّۃ لہ توفیت یہودیۃ
بالیمن فذکر ذلک لعمر بن الخطاب
فقال یرثہا اقرب الناس الیہا من اہل
دینہا الدارمی عن ابن شہاب مثلہ
الدارمی عن ابراہیم قال عمر بن
الخطاب اہل الشرک لانرثہم

دونوں جمع ہو جاؤ تو وہ تم دونوں میں تقسیم ہوگا۔ دارمی شعبی سے
کہا کہ ابوبکرؓ سے سوال کیا گیا کلالہ کے متعلق۔ فرمایا کہ میں اس کے
بارے میں عنقریب اپنی رائے سے کہوں گا تو اگر وہ صحیح ہے تو
اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان
کی طرف سے ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ (کلالہ وہ ہے جو) نہ باپ چھوڑے
اور نہ بیٹا۔ تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے کہا کہ مجھے اللہ
کے سامنے شرم آتی ہے کہ مَیں کسی ایسی بات کو رد کردوں جس کو
ابوبکرؓ نے کہا ہو۔ دارمی عاصم بن عمر بن قتادہ سے کہ عمرؓ بن
الخطاب نے جستجو کی کہ ابن الدحداحہ کا کون وارث ہوگا تو کوئی
وارث نہ پایا تو ابن الدحداحہ کا مال ابن الدحداحہ کے ماموؤں کو
دے دیا۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے زیاد سے کہ عمرؓ کے پاس
لایا گیا مسئلہ باپ کے ماں شریک (اخیافی) بھائی اور ماموں کا تو
ماں شریک چچا کو دو ثلث عطا کئے اور ماموں کو ایک ثلث۔
دارمی حسن سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیا خالہ کو ایک تہائی
اور پھوپھی کو دو تہائی۔ دارمی ضحاک بن قیس سے کہ عمرؓ نے فیصلہ
کیا طاعونِ عمواس والوں میں جو کہ اسلام میں پہلا طاعون
تھا کہ وہ (پس ماندگان) جب کہ باپ کی جانب سے برابر ہوں
تو ماں کی اولاد حقدار ہوگی اور جب ان میں کے بعض زیادہ قریب
ہوں بعض سے باپ کی طرف سے تو مال کے وہ زیادہ حقدار ہیں۔
دارمی سلیمان بن یسار سے وہ محمد بن الاشعث سے کہ اُن کی
پھوپھی کا یمن میں بحالتِ یہودیت انتقال ہوگیا تو انھوں
نے اس کا ذکر عمرؓ بن الخطاب سے کیا تو فرمایا کہ اُس کے وارث
اُس کے دین والوں میں سے وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ
اُس کا قریب ہوگا۔ دارمی ابن شہاب سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔
دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ اہلِ شرک کے نہ ہم وارث

ولا یرثونا الدارمی عن الشعبی ان ابابکر وعمر قالا لایتوارث اہل ملتین الدارمی عن انس بن سیرین قال عمر ابن الخطاب لایتوارث ملتان شتّٰی ولا یحجب من لایرث الدارمی عن الشعبی عن عمر وعلی وزید قال و احسبہ قد ذکر عبداللہ ایضًا قالوا الولاء للکبر یعنون بالکبر ماکان اقرب باب وام الدارمی عن الشعبی عن عمر وعلی وزید قالوا الدیۃ تورث کما یورث المال خطاء و عمدہ الدارمی عن الشعبی قال عمر لا یرث قاتل خطاء ولا عمد الدارمی عن الشعبی کتب عمر بن الخطاب الی شریح ان لایورث الحمیل الا ببیّنۃ وان جاءت فی خرقتہا الدارمی عن ابی عثمان قال عمر الصدقۃ والسائبۃ

ہوں گے اور نہ وہ ہمارے وارث ہوں گے۔ دارمی شعبی سے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ دونوں نے فرمایا کہ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ دارمی انس بن سیرین سے، کہا عمرؓ بن الخطّاب نے کہ دو مختلف ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے اور وہ شخص حاجب نہ ہوگا جو وارث نہ ہوگا (یعنی ممنوع الارث دوسرے کا حاجب نہ ہوگا)۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے اور میرا گمان ہے کہ عبداللہ کا بھی ذکر کیا ان سب نے کہا کہ ولاءعہ آزاد کرنے والے کے بڑے یعنی قریب تر وارث کا حق ہوگی (یعنی اعلیٰ وارث کی مثلاً بیٹے کے ہوتے ہوئے جو اعلیٰ ہے پوتے کو نہ ملے گی) وہ کُبُر سے یہ مراد لیتے کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے کسی کا قریب تر ہو۔ دارمی شعبی سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ اور زیدؓ سے سب نے کہا کہ دیت میں وراثت جاری کی جائے گی جیسا کہ مال میں وراثت جاری کی جاتی ہے، خطاء کی دیت اور عمد کی دیت دونوں میں۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ نے فرمایا کہ وارث نہ ہوگا قاتلِ خطاء اور نہ قاتلِ عمد۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ بن الخطاب نے شریح کو لکھا کہ اُٹھا کر لائےعہ ہوئے کا کوئی وارث نہ قرار دیا جائے بغیر گواہی کے چاہے کوئی عورت اُس کے نہالچے میں لاتی ہو۔ دارمی ابوعثمان سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ صدقہ اور سائبہ دونوں

عہ ولاء ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اپنے آزاد کئے ہوئے غلام یا لونڈی پر حاصل ہوتا ہے یعنی اگر وہ مرجائے تو آزاد کرنے والا بھی اس کا ایک وارث ہوتا ہے کُبُر بضم کاف وسکونِ باء موحدہ کسی مرد کی اولاد میں جو سب سے بڑا ہو ۱۲ مترجم عہ حمیل اُٹھا کر لایا ہوا بچہ۔ یعنی جو طفلک معصوم دارالاسلام میں لایا جائے (اس کے ماں باپ اور عزیز واقارب کا حال معلوم نہ ہو، یا مجہول النسب ہو) پھر کوئی بربناء قرابت اس کے ترکہ کا دعوے کرے تو بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہ کی جائیگی اس کا ترکہ اس کے موالی ہی کا حق ہوگا ۱۲ مترجم سہ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مطلق العنان کر دی گئی ہو۔ اِسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی سفر سے بعافیت واپس آتا یا بیماری سے تندرست ہوتا تو کہتا ناقتی سائبۃ یعنے میری اونٹنی سائبہ ہے اب نہ اس کا کوئی دودھ دوہیگا اور نہ سوار ہوگا جیسے ہندو قوم میں سانڈ چھوڑ دیئے جاتے ہیں یہ بُتوں اور اوتاروں کی مَنّت کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح غلام کو بھی سائبہ یا صدقہ کہدیا جاتا تھا تو وہ آزاد ہو جاتا تھا پھر نہ وہ اس کا وارث ہوتا اور نہ اُس کی دیت دیتا۔ اس کا یہ مطلب (بقیہ ص ۵۰۳ پر)

يوْ بهما قلتُ يعني اذا اَعتقَ بهاتين اللفظتين
فهما مُعتقانِ فے الحالِ ليسا من المُدبَّرين
الدارمے عن يحيے بن سعيد ان عمر قالَ
ايّما حُرٍّ تزوّجَ امةً فقد اَرقَّ نصفَہ (اے جزءہ وہو الولد)
و ايّما عبدٍ تزوّجَ حرّۃً فقد اَعتقَ
نصفَہ قالَ الدارمی يعنے الولدَ الدارمے
عن ابراھيم عن عمرَ وعليٍّ وزيدٍ قالوا
الولاءُ للكُبْرِ ولا يرثُ النساءُ من
الولاءِ الّا ما اعتقنَ او ما كاتبنَ۔
الدارمے عن الشعبے عن عمرَ و
عليٍّ و زيد قالوا الوالدُ يجرُّ
ولاءَ ولدِہ الدارمے عن ابراھيم
قالَ عمرُ اذا كانتِ الحرّۃُ تحتَ المملوكِ
فولدتْ لہٗ غلاماً فانّہٗ يَعتقُ بعتقِ اُمّہ
و ولاءہ لموالے اُمّہ فاذا اُعتِقَ (اے العبد)
جرّ الولاءَ الے مَوالے ابيہ (والدہ) الدارمے
عن العلاءِ بن زياد انّ رجلاً سالَ عمرَ
ابن الخطّاب فقال انّ وارثے
كلالۃٌ فاُوصے بالنصف قال لا
قالَ فالثلث قالَ لا قالَ
فالربع قالَ لا قال فالخمسُ
قالَ لا حتّے صارَ الے العشر
فقالَ اَوصِ بالعشر

اُسی دن (جس دن میں ان کا تکلم کیا)۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ جب کسی نے آزاد کیا ان دونوں لفظوں سے (یعنی کسی نے انتِ صدقۃ کہکر آزاد کیا اور کسی نے انتِ سائبۃ کہکر آزاد کیا) تو وہ دونوں فوراً آزاد ہو جائیں گے مُدبَّر نہیں ہوں گے۔ دارمی یحیے ابن سعید سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جس آزاد نے باندی سے نکاح کیا تو اُس نے اپنے نصف کو غلام کیا اور جس غلام نے نکاح کیا کسی آزاد عورت سے تو اُس کا نصف آزاد ہو گیا۔ دارمی نے کہا کہ مُراد لیا ہے (نصف سے) لڑکے کو۔ دارمی ابراہیم سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ ولاء سب سے بڑے کے لئے ہے اور عورتیں وارث نہیں ہوتیں ولاء سے مگر اُس کی جس کو وہ خود آزاد کریں یا مکاتب بنائیں۔ دارمی، شعبی سے مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ والد کھینچ لیتا ہے ولاء اپنے بیٹے کی۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ جب آزاد شدہ عورت مملوک کے تحت میں ہو گی اور وہ اُس کا بچہ جنے تو ماں کے آزاد ہونے کی وجہ سے وہ بچہ آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء اُس کی ماں کے موالی کے لئے ہو گی۔ پھر جب وہ مملوک آزاد کر دیا جائے تو ولاء کو کھینچ لیگا اُس کے باپ کے موالی کی طرف۔ دارمی علاء بن زیاد سے کہ ایک شخص نے سوال کیا عمرؓ بن الخطّاب سے اور کہا کہ میرے وارث کلالہ ہیں تو کیا میں نصف مال کے لئے وصیّت کردوں؟ کہا نہیں۔ کہا تو ثُلث کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا کہ رُبع کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا تو خُمس کے لئے؟ کہا نہیں۔ یہاں تک کہ (یوں ہی گھٹاتے گھٹاتے)، عُشر تک پہنچ گیا، تو کہا کہ عُشر کی وصیّت کردے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۲) بھی ہے کہ جو شخص خیرات کرے یا بردے کو سائبہ کرے تو پھر ان کو آخرت ہی کے دن کے لئے رکھے کہ دونوں سے منفعت کا دن وہی ہے۔ اب دنیا میں ان سے منفعت نہ اٹھاتے ۱۲ مترجم از لغات الحدیث

قلتُ معناه ما رُوی عن الشعبی انّما کانوا یُوصُون بالخُمس والرُبع وکان الثُلث منتہی الجامِح الدارمی عن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ انّ عمر بن الخطّاب قال یُحدِثُ الرجل فی وصیّتہ ماشاء و مِلاکُ الوصیۃ آخرُہا

من ابواب شتّی

مالک عن ابن شہاب انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ لایجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب قالَ مالک قال ابن شہاب ففحص عن ذٰلک عمر بن الخطّاب حتیّ اتاہ الثَلجُ و الیقینُ انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قالَ لایجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب فاجلا یہود خیبرَ قال مالک وقد اجلا عمر رض ابن الخطّابَ یہودَ نجران وفدک فاما یہودَ خیبر فخرجوا منہا لیس لہم من الثمر ولا من الارض شیٌ واما یہود فدک فکان لہم نصف الثمر ونصف الارض لانّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانَ صالحہم علے نصفِ الثمر ونصفِ الارض فاقام لہم عمر بن الخطّاب قیمۃً من ذہب وورِقٍ وابلٍ وحبالٍ واقتابٍ ثم اعطاہم القیمۃ واجلاہم منہا مالک عن یحیے بن سعید عن عبدالرحمٰن بن القاسم ان اسلم مولیٰ عمر ابن الخطّاب اخبرہ انہ زار عبدَ اللہ بن عیاش المخزومی فرآے عندہ نبیذًا وہو بطریق مکۃ فقالَ لہ اسلم انّ ہذا الشراب یحبہٗ عمر بن الخطّاب فحمل عبدُ اللہ بن عیاش المخزومی قدحًا عظیمًا

میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں جو روایت کیا گیا ہے شعبی سے کہ لوگ وصیّت خُمس اور رُبع ہی کی کیا کرتے تھے اور ثُلث منتہیٰ ہوتا تھا (وصیّت کی طرف) جُھک جانے والے کا۔ دارمی عبد اللہ ابن ربیعہ سے کہ عمر رض بن الخطّاب نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی وصیّت میں جو باتیں چاہے کرے مگر وصیّت کی معتبر بات آخری ہی ہو گی۔

متفرق ابواب سے۔

مالکؒ ابن شہاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۃ العرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔ مالکؒ نے کہا کہ ابن شہاب نے فرمایا کہ عمر رض بن الخطّاب نے اس کا کھوج لگایا یہاں تک کہ ان کو اطمینانِ قلب اور یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دین جزیرۃ العرب میں جمع نہ ہوں گے تو اُنھوں نے یہود خیبر کو جلا وطن کر دیا۔ مالکؒ نے کہا اور عمر رض بن الخطّاب نے نجران اور فدک کے یہود کو بھی جلا وطن کیا تھا۔ رہے یہود خیبر تو وہ اس طرح وہاں سے نکلے کہ نہ اُن کا وہاں کوئی پھل تھا اور نہ زمین کا کوئی حصّہ۔ رہے یہودِ فدک تو اُن کا آدھا پھل تھا اور آدھی زمین، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مصالحت کرلی تھی آدھے پھل اور آدھی زمین پر تو ان پر عمر رض بن الخطّاب نے سونے اور چاندی اور اونٹوں اور رسّیوں اور کاٹھیوں کی صورت میں قیمت مقرر کردی تھی۔ پھر اُن کو قیمت دیدی اور وہاں سے نکال دیا۔ مالکؒ یحیےٰ بن سعید سے وہ عبدالرحمٰن ابن القاسم سے کہ اسلم مولےٰ عمر رض بن الخطّاب نے ان کو خبر دی کہ اسلم نے ملاقات کی عبد اللہ بن عیاش مخزومی سے تو ان کے پاس نبیذ دیکھی جب کہ وہ مکّہ کے راستہ میں تھے تو ان سے اسلم نے کہا کہ اس شربت کو عمر رض بن الخطّاب پسند کرتے ہیں تو عبد اللہ ابن عیاش مخزومی نے ایک بڑا بادیہ (بھر کر) اُٹھایا اور اس کو

فجاء بہ الی عمر بن الخطاب فوضعہ فی یدہ فقربہ عمر الی فیہ ثم رفع رأسہ فقال ان ہذا الشراب طیب فشرب منہ ثم ناولہ رجلاً عن یمینہ فلما ادبر عبداللہ ناداہ عمر بن الخطاب فقال انت القائل لمکۃ خیر من المدینۃ فقال عبداللہ فقلت ہی حرم اللہ وامنہ وفیہا بیتہ فقال عمر لا اقول فی بیت اللہ ولا فی حرمہ شیئاً ثم قال عمر انت القائل لمکۃ خیر من المدینۃ قال فقلت ہی حرم اللہ وامنہ وفیہا بیتہ فقال عمر لا اقول فی حرم اللہ ولا فی بیتہ شیئاً ثم انصرف مالک عن ابن شہاب عن عبدالحمید بن عبدالرحمن ابن زید بن الخطاب عن عبداللہ بن الحارث ابن نوفل عن عبداللہ بن عباس ان عمر بن الخطاب خرج الی الشام حتی اذا کان بسرغ لقیہ امراء الاجناد ابوعبیدۃ بن الجراح واصحابہ فاخبروہ ان الوباء قد وقع بالشام قال ابن عباس قال عمر ابن الخطاب ادع لی المہاجرین الاولین فدعاھم فاستشارہم واخبرہم ان الوباء قد وقع بالشام فاختلفوا فقال بعضہم قد خرجت لامر ولانری ان ترجع عنہ وقال بعضہم

عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر پہنچے اور اس کو اُن کے ہاتھ پر رکھدیا تو عمرؓ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر اپنا سر اُٹھایا اور فرمایا کہ بیشک یہ شربت عمدہ ہے پھر اس میں سے پیا پھر اس کو ایک شخص کو دے دیا جو اُن کے داہنی طرف تھا۔ پھر جب عبداللہ پیٹھ پھیر کر چلے تو ان کو عمرؓ بن الخطاب نے پکارا اور کہا کہ کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ مکّہ بہتر ہے مدینہ سے، تو عبداللہؓ نے کہا کہ میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اور اُس کا امن ہے اور اس میں اُس کا گھر ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بیت اللہ کے بارے میں اور اُس کے حرم کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ پھر عمرؓ نے (اعادۂ سوال کرتے ہوئے) کہا کہ کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ مکّہ بہتر ہے مدینہ سے۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اور اُس کا امن ہے اور اس میں اُس کا گھر ہے تو پھر عمرؓ نے کہا کہ میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں، پھر وہ چلے گئے۔ مالک ابن شہاب سے وہ عبدالحمید بن عبدالرحمن ابن زید بن الخطاب سے وہ عبداللہ بن الحارث بن نوفل سے وہ عبداللہ بن عباسؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب شام کی طرف نکلے یہاں تک کہ جب سرغ پہنچے (سرغ شام کے قریب مغیثہ اور تبوک کے درمیان ایک مقام ہے) تو اُن سے لشکروں کے اُمراء نے ملاقات کی یعنی ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب نے اور اُنھوں نے اُن کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اوّلین کو لاؤ، تو اُن کو بُلایا پھر عمرؓ نے اُن سے مشورہ لیا اور ان کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے تو ان میں اختلاف ہو گیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں اور ہماری یہ رائے نہیں کہ آپ اس سے لوٹ جائیں اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ

معک بقیۃ الناس و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا نریٰ ان تقدمہم علیٰ ہٰذا الوباء فقال ارتفعوا عنّی ثمّ قال ادع لی الانصار فدعوتہم فاستشارہم فسلکوا سبیل المہاجرین واختلفوا کاختلافہم فقال ارتفعوا عنّی ثم قال ادع لی من کان ہٰہنا من مشیخۃ قریش من مہاجرۃ الفتح فدعوتہم فلم یختلف علیہ منہم رجلان فقالوا نریٰ ان ترجع بالناس ولا تقدمہم علیٰ ہٰذا الوباء فنادیٰ عمر بن الخطّاب انّی مصبحٌ علیٰ ظہرٍ فاصبحوا علیہ فقال ابو عبیدۃ افرارًا من قدر اللہ فقال عمر لو غیرک قالہا یا ابا عبیدۃ نعم نفرّ من قدر اللہ الیٰ قدر اللہ ارأیت لو کانت لک ابل فہبطتّ وادیًا لہٗ عدوتان احداہما مخصبۃ والاخریٰ جدبۃ الیس ان رعیت الخصبۃ رعیتہا بقدر اللہ وان رعیت الجدبۃ رعیتہا بقدر اللہ قال فجاء عبد الرحمٰن بن عوف وکان غائبًا فی بعض حاجتہ فقال انّ عندی من ہٰذا علمًا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ لوگ اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہماری رائے نہیں ہے کہ آپ ان کو لئے ہوتے اس وبا پر پہنچ جائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اب میرے پاس سے آپ سب اُٹھ جائیں۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس انصار کو لاؤ، تو ان کو بُلا کر اُن سے مشورہ لیا تو وہ لوگ بھی مہاجرین کی راہ پر چلے اور یہ بھی مختلف الرائے ہوگئے جیسے وہ ہوتے تھے۔ پھر آپ نے اُن سے فرمایا کہ اب آپ سب اُٹھ جائیں۔ پھر کہا کہ میرے پاس اُن مشائخ قریش کو لاؤ جو فتح (مکہ سے قبل) کے مہاجرین میں سے یہاں موجود ہیں تو میں اُن کو بُلا کر لایا تو اُن میں دو آدمی بھی مختلف الرائے نہیں ہوتے اور ان لوگوں نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس ہو جائیں اور ان کو اس وبا پر نہ لے جائیں، تو عمرؓ بن الخطّاب نے اعلان کرا دیا کہ ہم صبح کو اونٹوں کی پشت پر سوار ہو جائیں گے (یعنی واپس ہونے کے لئے) تو سب لوگ صبح کو آپ کے پاس پہنچ گئے۔ تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ہو رہا ہے؟ تو عمرؓ نے کہا کہ کاش یہ بات تمہارے سوا اے ابو عبیدہؓ کوئی دوسرا شخص کہتا۔ (جواب یہ ہے کہ) ہاں ہم اللہ کی قدر سے اللہ ہی کی قدر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایسی وادی میں اُترو جس کی دو جانب ہوں اُن میں سے ایک تو سرسبز ہو اور دوسری خشک قحط زدہ تو کیا یہ بات نہیں کہ اگر تم نے ارادہ کیا سرسبز کا تو تم نے اس کا ارادہ اللہ کی تقدیر سے کیا اور اگر ارادہ کیا خشک جانب کا تو وہ ارادہ بھی اللہ کی تقدیر سے کیا، کہا کہ پھر آگئے عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور وہ اپنی کسی حاجت کی وجہ سے غائب تھے تو اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس اس باب میں علم موجود ہے۔ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

يقول اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارًا منه قال فحمد الله عمر ثم انصرف مالك عن ابن شهاب عن عبدالله بن عامر ابن ربيعة ان عمر بن الخطاب خرج الى الشام فلما جاء سرغ بلغه ان الوباء قد وقع بالشام فاخبره عبدالرحمن بن عوف ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع وانتم بها فلا تخرجوا فرارًا منه فرجع عمر بن الخطاب من سرغ مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله ان عمر بن الخطاب انما رجع بالناس عن حديث عبدالرحمن ابن عوف مالك انه قال بلغنی ان عمر بن الخطاب قال لبيت بركبة احب الى من عشرة ابيات بالشام قال مالک يريد لطول الاعمار والبقاء ولشدة الوباء بالشام مالك عن زيد بن ابی انيسة عن عبدالحميد بن عبدالرحمن ابن زيد بن الخطاب انه اخبره عن مسلم بن يسار الجهنی ان عمر بن الخطاب سئل عن هذه الآية وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم اس (وبا) کو کسی زمین پر سنو تو اس پر پیش قدمی نہ کرو اور اگر وبا واقع ہوجائے زمین میں جب کہ وہاں موجود ہو تو اُس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس ہوگئے۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عبداللہ بن عامر ابن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب شام کی طرف نکلے جب سرغ میں پہنچے تو ان کو یہ اطلاع پہنچی کہ شام میں وبا واقع ہوگئی ہے تو اُن کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی زمین میں وبا کو سنو تو اُس پر نہ جاؤ اور جب واقع ہوجائے اس حال میں کہ تم وہاں موجود ہو اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ تو عمرؓ بن الخطاب سرغ سے واپس ہوگئے۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو صرف عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی حدیث کی وجہ سے لوٹا کر لائے۔ مالکؒ، اُنھوں نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ رکبہ کا (جو حجاز میں ایک موضع ہے) ایک گھر مجھے شام کے دس گھروں سے زیادہ عزیز ہے۔ کہا مالکؒ نے کہ مراد یہ لے رہے تھے کہ (رکبہ کا ایک گھر) بوجہ عمروں کی درازی و بقاء کے (عزیز ہے) اور شام میں شدتِ وباء کی وجہ سے (دس گھر عزیز نہیں ہیں)۔ مالکؒ زید بن ابی انیسہ سے وہ عبدالحمید ابن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے کہ اُنھوں نے ان کو خبر دی مسلم بن یسار الجہنی کی روایت سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے پوچھا گیا اس آیت کے بارے میں وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ تا غٰفِلِيْنَ ۝ (۷: ۱۷۲) اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُن سے اُن ہی

ع۵ اس لئے کہ وبا کبھی عذاب ہوتی ہے اُس قوم پر تو ایسی جگہ جانا عذابِ الٰہی پر جرات ہوگی اور اس کو حقیر جاننا۔ رہا وبا۔ پھیلنے کی صورت میں عدمِ خروج کا حکم تو وہ اس جہت سے ہے کہ مریضوں کے دل نہ ٹوٹیں اور ان کے علاج کا سلسلہ ختم نہ ہوجائے ۱۲

وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ
قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝ فقال عمر بن
الخطاب سمعت رسول الله صلے الله علیه وسلم
یُسئل عنها فقال رسول الله صلے الله علیه
وسلم ان الله تبارک و تعالےٰ خلق آدم
ثم مسح ظهره بیمینه فاستخرج منه ذریة فقال
خلقت هؤلاء للجنة وبعمل اهل الجنة یعملون
ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذریة فقال
هؤلاء للنار وبعمل اهل النار یعملون فقال
رجل یا رسول الله ففیم العمل فقال رسول
الله صلے الله علیه وسلم ان الله تبارک و
تعالےٰ اذا خلق العبد للجنة استعمله بعمل
اهل الجنة حتے یموت علے عمل من اعمال
اهل الجنة فیدخله به الجنة واذا خلق العبد
للنار استعمله بعمل اهل النار حتے یموت
علے عمل من اعمال اهل النار فیدخله
به النار محمد قال اخبرنا ابوحنیفة عن
عبد الاعلے التیمی عن ابیه عن عمر
ابن الخطاب رضی الله عنه قال بینا هو
یخطب الناس بالجابیة اذ قال فے
خطبته ان الله یضل من یشاء
ویهدی من یشاء فقال قس من
تلک القسوس ما یقول امیر المؤمنین
قالوا یقول

کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں ہم (سب اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے۔" تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپؐ سے اس کے بارے میں پوچھا جارہا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر اپنا دایاں ہاتھ اُس کی پُشت پر پھیرا اور اُس سے ذرّیت کو نکالا پھر کہا کہ مَیں نے اُن کو پیدا کیا جنّت کے لئے اور یہ عمل اہل جنّت پر کاربند ہوں گے پھر اُس کی پُشت پر ہاتھ پھیرا اور اُس سے ذُرّیت کو نکالا اور کہا کہ میں نے ان کو پیدا کیا نار کے لئے اور یہ عملِ اہلِ نار پر کاربند ہوں گے تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہؐ پھر عمل کس مرتبہ میں رہا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے جب بندے کو جنّت کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ جنّت پر کاربند کیا یہاں تک کہ وہ اہلِ جنّت کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اس کو اس عمل کے سبب سے جنّت میں داخل کرے گا اور جب بندے کو نار کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ نار پر کاربند کیا یہاں تک کہ وہ اہلِ نار کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اُس کو اس عمل کے سبب سے نار میں داخل کرے گا۔ محمدؒ نے کہا خبر دی ہم کو ابوحنیفہؒ نے عبدالاعلیٰ تیمی سے وہ اپنے باپ سے انھوں نے عمرؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس دَوران میں کہ وہ جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ اُنھوں نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو وہاں کے پادریوں میں سے ایک پادری نے (لوگوں سے پوچھا) کہ امیر المومنینؓ کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ

ان اللّٰہ یُضِلُّ من یشآء ویھدی من یشآء فقال بر کشت اللّٰہُ اَعْدَل من ان یُضِلَّ احدًا فبلغت عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ فقال بل اللّٰہ اَضَلّک واللّٰہِ لولا عہدٌ لک لضربتُ عنقک اخرج الامام ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی فی کتاب الحجۃ فی بیان المحجۃ عن عبد اللّٰہ بن الحارث بن نوفل قال لما قدم عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ الجابیۃ قام یخطب الناس و عندہ الجاثلیق یترجم لہ ما یقول عمر فلما قال عمر من یضلل اللّٰہ فلا ھادی لہ وفی روایۃ فلما قال عمر یضل اللّٰہ من یشآء ویھدی من یشآء نفض الجاثلیق ثوبہ کھیئۃ المنکر لذلک فقال عمر ما یقول فکرھوا ان یذکروا لہ الذی عنی بذلک ثم عاد عمر فقال ذلک فنفعل الجاثلیق مثلھا فقال عمر ما یقول فقیل یا امیر المؤمنین یزعم ان اللّٰہ لا یضل احدًا فقال عمر کذبت یا عدو اللّٰہ بل اللّٰہ خلقک وھو اضلک وھو یدخلک النار ان شآء اما واللّٰہ لولا عقد لک لضربت عنقک ان اللّٰہ عزّ وجلّ حین خلق الخلق

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو اُس نے کہا کہ معاذ اللہ خدا اَعدَل (یعنی بہت انصاف کرنے والا ہے اور بالاتر ہے اس سے کہ وہ کسی کو گمراہ کرے۔ پھر یہ بات عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا بلکہ اللہ ہی نے تجھے گمراہ کیا ہے۔ واللہ اگر تم سے عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ اخذ کیا امام ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی نے کتاب الحجۃ فی بیان المحجۃ میں، مروی ہے عبد اللہ بن الحارث بن نوفل سے کہا کہ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تشریف لائے تو کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے پاس جاثلیق تھا جو کہ ترجمہ کرتا جاتا تھا اس تقریر کا جو عمرؓ کہتے تھے تو جب عمرؓ نے کہا کہ جس کو اللہ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمرؓ نے کہا "گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔" تو جاثلیق نے اپنا کپڑا جھٹکا اس بات کے منکر کی ہیئت کی طرح تو عمرؓ نے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے، تو لوگوں نے اس بات سے کراہت کی کہ آپ سے ذکر کریں کہ اس حرکت سے اُس کی مراد کیا تھی پھر عمرؓ نے اعادۂ کلام کیا تو پھر جاثلیق نے وہی حرکت کی پھر عمرؓ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے تو کہا گیا کہ اے امیر المومنین شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تجھے اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی نے تجھے گمراہ کیا اور وہی ان شاء اللہ تعالیٰ تجھے نار میں داخل کرے گا۔ واللہ اگر تیرے ساتھ عہد نہ ہو چکا ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ بیشک اللہ عزّ وجلّ نے جب مخلوق کو پیدا کیا

ف۵ جاثلیق: شام کے فتح کے ساتھ بھی رئیس نصاریٰ جو انطاکیہ کے بطریق کا ماتحت ہوتا تھا۔ جاثلیق کے ماتحت کو مطران کہتے تھے۔ پھر مطران کے ماتحت ہر شہر میں اسقف ہوتے تھے اور اسقف کے ماتحت قسیس ہوتے تھے اور قسیس کے ماتحت شماس ہوتے تھے ۱۲

خلق اہل الجنۃ و ما ہم عاملون و خلق اہل النار و ما یعملون ثم قال ہٰؤلاء لہٰذہ و ہٰؤلاء لہٰذہ فقال عبداللہ بن الحارث فتفرق الناس وہم لا یختلفون فی القدر و اخرج ایضا عن سعید بن المسیب قال قام عمر بن الخطاب فی الناس فقال ایہا الناس الا ان اصحاب الرای اعداء السنۃ اعیتہم الاحادیث ان یحفظوہا و تفلتت منہم ان یعوہا و استحیوا اذا سألہم الناس ان یقولوا لا ندری فعاندوا السنن برأیہم فضلوا و اضلوا کثیرا و الذی نفس عمر بیدہ ما قبض اللہ نبیہ و لا رفع الوحی عنہم حتی اغناہم عن الرای و لو کان الدین یؤخذ بالرای لکان اسفل الخف احق بالمسح من ظہرہ فایاک و ایاہم و اخرج عن عامر بن سعد عن ابیہ قال وقف عمر بن الخطاب بالجابیۃ فقال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا فقال من اراد بحبوحۃ الجنۃ فعلیہ بالجماعۃ فان الشیطان مع الفذ قال اہل اللغۃ بحبوحۃ الجنۃ وسطہا و الفذ الفرد و قال ابو القاسم تعلیقا

تو اہلِ جنت کو پیدا کیا اور ان اعمال کو جو وہ کرتے ہیں اور پیدا کیا اہلِ نار کو اور اُن اعمال کو جو وہ کرتے ہیں. پھر فرمایا کہ یہ سب اس کے لئے اور یہ سب اس کے لئے۔ پھر کہا عبداللہ بن الحارث نے کہ اس کے بعد لوگ متفرق ہوگئے اور وہ قدر میں اختلاف نہیں کرتے تھے۔ اور نیز روایت کیا سعید بن المسیب سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں میں کھڑے ہوتے اور کہا کہ اے لوگو یاد رکھو کہ اصحاب رائے (یعنی آفتابِ نبوت کی روشنی کو چھوڑ کر اپنی عقل کے چراغ سے دیکھنے والے) سنت کے دشمن ہیں عاجز کر دیا اُن کو احادیث نے کہ وہ ان کو حفظ کرتے اور چھوٹ گئیں اُن سے کہ وہ ان کو اپنی یاد میں قائم رکھتے اور جب اُن سے لوگ (کوئی مسئلہ) پوچھتے ہیں تو وہ یہ کہنے سے شرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تو یہ لوگ اپنی رائے سے (مسئلوں کے جواب دے کر) سنت کے ساتھ دشمنی کرنے لگے تو گمراہ ہوتے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو وفات نہیں دی اور نہ اُن سے وحی کو مرتفع کیا جب تک کہ ان کو رائے سے مستغنی نہ کر دیا اور اگر دین رائے سے اخذ کیا جاتا تو موزے کا تلا مسح کے لئے زیادہ مناسب ہوتا بہ نسبت اُوپر کے حصہ کے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے بچو۔ اور روایت کیا عامر بن سعد سے اُنھوں نے اپنے باپ سے، کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابیہ میں (خطبہ کے لئے) کھڑے ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوتے اور فرمایا کہ جو شخص وسطِ جنت میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اُس کے اُوپر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے کیونکہ اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ کہا اہلِ لغت نے کہ بحبوحۃ الجنۃ کے معنے ہیں وسطِ جنت اور فذ، اکیلا۔ اور کہا ابو القاسم نے تعلیقاً کہ عمرؓ بن

قال عمر بن الخطاب على المنبر ان هذا القرآن كلام الله و آخرج عن الحسن قال جاء اعرابی الى عمر فقال یا امیر المؤمنین علمنی الدین قال تشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و تقیم الصلوٰة و تؤتی الزکوٰة و تحج البیت و تصوم رمضان و علیک بالعلانیة و ایاک و السر و کل ما تستحیی منه فان کان لقیت الله فقل امرنی بهذا عمر و آخرج عن عمرو بن میمون عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یتعوذ من عذاب القبر و آخرج عن ابی شهم عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انت اذا کنت فی اربعة اذرع فی ذراعین ورایت منکرا ونکیرا قال قلت یارسول الله و ما منکر و نکیر قال فتانا القبر یبحثان (میکنند) الارض بانیابهما و یطآن فی اشعارهما (میروند در موہائے خود بسبب درازی آنہا) اصواتهما کالرعد القاصف (سخت غرندہ) و ابصارهما کالبرق الخاطف (ربایندہ) معهما مرزبة لو اجتمع علیها اهل منی لم یطیقوا رفعها هی ایسر علیهما من عصای هذه قال قلت یارسول الله و انا علی حالی هذه قال نعم قلت اذا اکفیکهما و آخرج عن طارق ابن شهاب عن عمر بن الخطاب قال قال

الخطاب نے منبر پر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور روایت اخذ کی حسن رح سے کہا کہ ایک اعرابی آیا عمر رض کے پاس اور بولا کہ اے امیر المومنین رض مجھے دین سکھاؤ۔ فرمایا کہ (دین یہ ہے کہ) تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور رمضان میں روزے رکھے اور تجھ پر لازم ہے (دین کی بات) علانیہ کرنا اور چھپ کر کرنے سے بچ اور ہر ایسی (دین کی بات چھپ کر کرنے سے) جس (کے اظہار) سے تجھے شرم آتی ہو۔ پھر اگر اس حال میں تو اللہ تعالیٰ سے ملے تو کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم عمر رض نے دیا تھا۔ اور روایت کی عمرو بن میمون سے وہ عمر رض بن الخطاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اور روایت کی ابی شہم سے وہ عمر رض بن الخطاب سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تو چار ہاتھ (لمبی) اور دو ہاتھ (گہری) زمین میں دفن ہو گا اور تو منکر اور نکیر کو دیکھے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اور منکر و نکیر کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ قبر کے دو امتحان لینے والے ہیں زمین کو اپنے دانتوں سے کھود ڈالتے ہیں اور اپنے (دراز) بالوں میں چلتے ہیں ان دونوں کی آوازیں گرجنے والے رعد کی مانند ہیں اور ان کی نگاہیں چمکنے والی بجلی جیسی، ان دونوں کے پاس (اتنا بھاری) ہتھوڑا (یا گرز) ہو گا کہ اگر تمام اہل منیٰ اکٹھے ہو کر اٹھائیں تو اس کو نہ اٹھا سکیں۔ اور اس کا اٹھانا ان پر اس میرے عصا سے بھی زیادہ آسان ہے۔ کہا کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اور میں اپنے اسی حال پر ہوں گا فرمایا کہ ہاں میں نے کہا کہ پھر تو آپ کی طرف سے میں ان سے نبٹ لوں گا۔ اور روایت کیا طارق بن شہاب سے وہ عمر رض بن الخطاب سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بُعِثتُ داعیاً ومُبلّغاً لیس الیَّ من الھدیٰ شیٌٔ وخُلِقَ ابلیس مُزَیِّناً ولیس الیہ من الضلالۃِ شیٌٔ ۔ واخرج عن ابی ہریرۃ عن عمر بن الخطّاب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم لاتجالسوا اصحاب القدرِ و لاتفاتحوھم (یعنی ابتداء بکلام مکنند) احمد بن حنبل قال حدثنا ہُشیم اخبرنا علی بن زید عن یوسف ابن مہران عن ابن عباس قال خطبَ عمر بن الخطّاب وقال ہُشیم مرّۃً خطبنا فحمد اللہَ واثنیٰ علیہ فذکرَ الرجمَ فقال لاتُخدَعُنّ عنہ فانہ حدٌّ من حدودِ اللہ الا انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قد رجم ورجمنا بعدہ ولولا ان یقولَ قائلون زاد عُمر فی کتاب اللہ مالیس منہ لکتبتہٗ فی ناحیۃٍ من المصحف شَہِدَ عمر بن الخطّاب قال ہُشیم مرّۃً وعبدالرحمٰن بن عوف و فلان و فلان انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قد رجم ورجمنا من بعدہ وانّہ سیکون من بعدکم قومٌ یکذّبون بالرجم و بالدجّال و بالشّفاعۃِ و بعذابِ القبرِ و بقومٍ یخرجونَ من النّارِ بعدما امتَحَشُوا (احترقوا) مالک انہ بلغہ انّ عمر ابن الخطّاب قال انّی لاُحِبُّ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میں بھیجا گیا ہوں داعی اور مُبلّغ بناکر میرے قبضہ میں ہدایت پر لانا کچھ نہیں اور ابلیس پیدا کیا گیا مزین بناکر (کہ دنیا کی زینت دکھاکر اس پر فریفتہ کرنے کی کوشش کرے) اور اس کے قبضہ میں گمراہی کا کچھ اختیار نہیں (ہدایت وضلالت دونوں پر اللہ ہی کا اختیار ہے)۔ اور روایت کیا ابو ہریرہؓ سے اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اصحابِ قدر کے ساتھ ہمنشینی نہ اختیار کرو (یعنی قدریہ گروہ کے لوگوں سے) اور نہ اُن کے ساتھ آغاز کلام کرو۔ احمد بن حنبلؒ کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشیم نے، کہا کہ ہم کو خبر دی علی بن زید نے یوسف بن مہران سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ دیا عمرؓ بن الخطّاب نے اور ہشیم نے ایک مرتبہ یوں کہا کہ خطبہ دیا ہم کو پھر اللہ کی حمد اور اس کی ثنا کی پھر رجم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ یاد رکھو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم کیا ہے اور اگر (یہ اندیشہ نہ ہوتا) کہ کہنے والے یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں ایسی بات بڑھادی جو اس میں نہیں تھی تو میں مصحف کے کسی جانب میں یہ لکھ دیتا کہ اس بات کا گواہ عمرؓ بن الخطّاب ہے۔ اور ہُشیم نے ایک مرتبہ کہا اور عبدالرحمٰن بن عوف اور فلاں وفلاں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی اُن کے بعد رجم کیا اور تمہارے بعد عنقریب ایسی قوم ہوگی جو جھٹلائیں گے رجم کو اور دجّال (کے ظہور) کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو اور اُس قوم کے وجود کو جو جہنّم سے نکلیں گے بعد اس کے کہ وہ جل چکے ہوں گے۔ مالکؒ، یہ کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطّاب نے کہا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ

اَن اَنظر الی القاری ابیض الثیاب مالک عن ایوب بن ابی تمیمۃ السختیانی عن ابن سیرین قال قال عمر بن الخطاب اذا اوسع اللہ علیکم فاوسعوا علی انفسکم جمع رجل علیہ ثیابہ مالک عن اسحٰق بن ابی طلحۃ انہ قال قال انس بن مالک رأیت عمر بن الخطاب وہو یومئذ امیر المؤمنین وقد رقع بین کتفیہ برقع ثلٰث لبد بعضہا فوق بعض مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب رأی حلۃ سیراء عند باب المسجد فقال یارسول اللہ لو اشتریت ہذہ الحلۃ فلبستہا یوم الجمعۃ وللوفد اذا قدموا علیک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما یلبس ہذہ من لاخلاق لہ فی الآخرۃ ثم جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہا حلل فاعطی عمر بن الخطاب منہا حلۃ فقال عمر یارسول اللہ کسوتنیہا وقد قلت فی حلۃ عطارد ماقلت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم اکسکہا لتلبسہا فکساہا عمر اخا لہ مشرکا بمکۃ مالک انہ بلغہ اَنّ عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وعثمان بن عفان کانوا یشربون قیاماً مالک عن یحیی بن سعید ان عمر ابن الخطاب کان یاکل خبزا بسمن فدعا رجلاً من اہل البادیۃ فجعل یاکل یتتبع باللقمۃ

کہ قاری کو سفید کپڑے پہنے ہوتے دیکھوں۔ مالکؒ ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی سے وہ ابنِ سیرین سے، کہا کہ فرمایا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کردی ہے تو تم بھی اپنے نفسوں پر وسعت کرو چاہیئے کہ آدمی اپنے اوپر (ضروری) کپڑے۔ جمع کرے (یعنی پہنے)۔ مالکؒ اسحٰق بن ابی طلحہ سے اُنھوں نے کہا کہ انسؓ ابن مالکؓ نے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا اور وہ اس زمانہ میں امیر المؤمنین تھے اس حال میں کہ انھوں نے اپنے مونڈھوں کے درمیان اُوپر تلے تین پیوند لگا رکھے تھے۔ مالکؒ نافع سے وہ عبداللہ بن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دروازۂ مسجد کے قریب ایک جوڑا سیراءؔ دیکھا تو کہا کہ یارسول اللہ اس کو آپ خرید لیجئے اور جمعہ کے دن پہن لیا کرتے اور ایسے موقع پر جب کہ باہر کے وفود آپؐ کے پاس آتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ایسا شخص ہی پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصّہ نہ ہوگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن میں سے چند جوڑے آگئے تو ان میں سے ایک جوڑا آپؐ نے عمرؓ بن الخطّاب کو دیا تو عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ آپؐ مجھے عطا فرما رہے ہیں حالانکہ عطارد (تمیم کا ایک بطن) کے جوڑے کے بارے میں فرمایا تھا جو کچھ فرمایا تھا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو اس لئے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو تو عمرؓ نے وہ اپنے ایک بھائی کو دیدیا جو مُشرک تھا مکہ میں۔ مالکؒ یہ کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطّاب اور علیؓ بن ابی طالب اور عثمانؓ ابن عفان سب کھڑے ہو کر پیتے تھے۔ مالکؒ یحیٰی بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطّاب گھی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے تو آپ نے ایک شخص کو جو اہلِ بادیہ میں سے تھا بلا لیا اُس نے پے در پے لقمہ

ع۵ سین کے زیر اور یاء تحتانی کے زیر کے ساتھ، ایک قسم کی یمنی چادر کہ جس میں زرد خطوط ریشمی دھاگے کے ملے ہوتے یا خالص زرد ہوتی تھی ۱۲ مترجم

وشہر الصحفۃ فقال لہ عمر کانک مقفر
فقال واللہ ما اکلت سمنا ولا رأیت
اکلا بہ منذ کذا وکذا فقال عمر لا آکل السمن
حتی یحیی الناس من اول ما یحیون
مالک عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ
عن انس بن مالک قال رأیت عمر بن
الخطاب وہو یومئذ یطرح لہ صاع من
تمر فیأکلہ حتی یأکل حشفہا مالک عن
عبداللہ بن دینار عن عبداللہ بن
عمر انہ قال سئل عمر بن الخطاب
عن الجراد فقال وددت ان عندی
قفعۃ فأکل منہ مالک عن یحیی
ابن سعید ان عمر بن الخطاب قال
ایاکم واللحم فان لہ ضراوۃ کضراوۃ الخمر
مالک عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب
ادرک جابر بن عبداللہ ومعہ حمال لحم
فقال ماہذا فقال یا امیر المؤمنین قرمنا
الی اللحم فاشتریت بدرہم لحما فقال
ما یرید احدکم ان یطوی بطنہ عن جارہ
او ابن عمہ این تذہب عنک ہذہ الآیۃ
اذہبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا
واستمتعتم بہا مالک عن اسحق بن

کھانے شروع کر دیتے اور پیالہ کو لپٹ گیا تو اس سے عمرؓ نے کہا
گویا کہ تو بھوکا ہے تو اس نے کہا کہ واللہ میں نے اتنے اور اتنے
زمانہ سے گھی نہیں کھایا اور نہ اس کے کھانے والے دیکھے تو عمرؓ نے کہا کہ
میں گھی نہیں کھاؤں گا جبتک کہ لوگوں پر پہلے خوب بارش نہ ہو لے
(جس سے ان میں جان آجاتے)۔ مالکؒ اسحق بن عبداللہ بن ابی
طلحہ سے وہ انسؓ بن مالک سے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا
اس حال میں کہ اس دن کہ ان کے سامنے ایک صاع کھجور
ڈال دی جاتی تھی تو وہ اس کو کھاتے تھے یہاں تک کہ ان میں
کے خراب دالوں کو بھی۔ مالکؒ عبداللہ بن دینار سے وہ عبداللہ
ابن عمرؓ سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب سے ٹڈیوں کے
بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میرے پاس ایک
تھیلا ہو جس میں سے ان کو کھاتا رہوں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے
کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ بچو گوشت پر (مداومت) سے
کہ اس کا بھی ایک چسکا (یعنی لت) ہے جیسا شراب کا چسکا ہوتا
ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابرؓ بن عبداللہ
کو پایا اس حال میں کہ ان کے ساتھ ایک بوجھ (یعنی بندھا
ہوا پوٹلا) گوشت کا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے
کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ ہمارا گوشت کو دل چاہا تو میں نے ایک
درہم کا گوشت خرید لیا تو فرمایا کہ تم میں کوئی یہ ارادہ نہیں
کرتا کہ اپنے پیٹ کو تہ کر رکھے اپنے پڑوسی اور ابن عم کی خاطر داری
کیلئے۔ کہاں جاتی رہی تمہارے پاس سے یہ آیت اذہبتم
طیبٰتکم الخ (۴۶: ۲۰) "تم اپنی من بھاتی چیزیں اپنی دنیوی
زندگی میں لے چکے اور ان کو خوب برت چکے"۔ مالکؒ اسحق بن

عــه بعض روایات میں سمن کے بجائے سمین ہے یعنی لا آکل السمین حتی یحیا الناس من اول ما یحیون کہ میں فربہ (چربی دار) گوشت اس وقت تک نہیں
جب تک لوگوں کی زندگی نہیں آلیتی یعنی اچھی طرح بارش نہیں ہوتی ایسی پہلی بارش ہونے کے بعد کھاؤں گا۔ ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

۳۳/۲

عبداللہ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک انّہ
سمع عمر بن الخطاب وسلّم علیہ رجلٌ فردّ
علیہ السلام ثم سأل عمر الرجل کیف انت
فقال احمد الیک اللہ فقال عمر جزاک اللہ
ذلک الذی اردتُ منک مالک عن ربیعۃ
ابن ابی عبدالرحمن عن غیر واحد من علمائھم ان
ابا موسی الاشعری جاء یستاذن علی عمر
ابن الخطاب فاستاذن ثلثا ثم رجع
فارسل عمر بن الخطاب فی اثرہ فقال
مالک لم تدخل فقال ابو موسی الاشعری
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول الاستیذان ثلث فان اذن لک
فادخل والا فارجع فقال عمر بن الخطاب
ومن یعلم ہذا لئن لم تأتنی بمن یعلم
ذلک لافعلنّ بک کذا وکذا فخرج
ابوموسی حتی جاء مجلسا فی المسجد یقال
مجلس الانصار فقال انی اخبرت عمر
ابن الخطاب انی سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقول الاستیذان ثلث
فان اذن لک فادخل والا فارجع
فقال لئن لم تأتنی بمن یعلم ہذا
لافعلن بک کذا وکذا فان کان سمع
ذلک احدٌ منکم فلیقم معی فقالوا
لابی سعید الخدری قم معہ و
کان ابو سعید اصغرھم

عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس رضؓ بن مالک سے کہ انہوں نے سُنا
عمر رضؓ بن الخطاب سے اور ان کو ایک شخص نے سلام کیا تھا پھر
اُنھوں نے سلام کا جواب دے کر اُس سے سوال کیا تھا کہ تم کیسے ہو
تو اُس نے کہا کہ میں آپ کے سامنے اللہ کا شکر کرتا ہوں تو اُنھوں
نے کہا جزاک اللہ یہی وہ بات ہے جو میں تم سے سُننا چاہتا تھا۔
مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے اور انھوں نے اپنے یں کے
ایک سے زیادہ عُلماء سے سُنا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ آئے اور عمر رضؓ بن
الخطاب سے ملاقات کی اجازت طلب کی (جواب نہ ملا) تو تین
مرتبہ اجازت طلب کرکے واپس ہوئے تو عمر رضؓ بن الخطاب نے
ان کے پیچھے آدمی بھیج کر بلایا اور کہا کہ کیا ہوا کہ تم اندر نہیں آئے
تو ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ استیذان تین ہونے چاہئیں
(یعنی تین مرتبہ اجازت مانگی جائے) پھر اگر تم کو اجازت دیدی
جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ لوٹ جاؤ تو عمر رضؓ بن الخطاب نے
فرمایا کہ اس کو اور کون جانتا ہے۔ اگر تم کوئی ایسا شخص میرے
پاس نہ لائے جو اس بات کو جانتا ہو تو میں تمھارے ساتھ ضرور
ایسا اور ایسا کروں گا۔ تو ابو موسیٰ رضؓ نکلے یہاں تک کہ انصار
کی ایک مجلس میں پہنچے جو مسجد میں ہوتی تھی جس کو مجلس الانصار
کہا جاتا تھا اور کہا کہ میں نے عمر رضؓ بن الخطاب کو خبر دی کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ
استیذان تین ہونے چاہئیں پھر اگر تم کو اجازت دیدی جائے تو
داخل ہو جاؤ ورنہ لوٹ جاؤ تو اُنھوں نے کہا کہ اگر تو میرے پاس
کوئی ایسا شخص نہ لائے گا جو یہ بات جانتا ہو تو میں تیرے ساتھ
ضرور ایسا اور ایسا کروں گا تو اگر تم میں سے بھی کسی نے یہ ارشاد
سُنا ہو تو وہ اُٹھ کر میرے ساتھ چلے۔ ان لوگوں نے ابو سعید خدریؓ سے فرمایا
کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ابو سعیدؓ ان سب میں چھوٹے تھے

فقام معہ فاخبر ذٰلک عمر بن الخطّاب فقال عمر لابی موسٰی اما انی لم اتہمک ولکنی خشیت ان یتقوّل الناس علٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارسل الٰی عمر بن الخطاب بعطاءٍ فردّہٗ عمر فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم رددتہ فقال یارسول اللّٰہ الیس قد اخبرتنا انّ خیرًا لاحدنا ان لا یأخذ من احدٍ شیأً فقال لہٗ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما ذٰلک عن المسئلۃِ فامّا ماکان من غیر مسئلۃٍ فانّہٗ رزقٌ یرزقکہ اللّٰہُ فقال عمر بن الخطّاب اما والذی نفسی بیدہ لا اسأل احدًا شیأً ولا یأتینی شیٌٔ من غیر مسئلۃٍ الّا اخذتہٗ مالک عن عبد اللّٰہ بن ابی ملیکۃ انّ عمر بن الخطّاب مرّ بامرأۃٍ مجذومۃٍ وہی تطوف بالبیتِ فقال لہا یا امۃَ اللّٰہِ لا تؤذی الناس لو جلستِ فی بیتکِ فجلست فی بیتہا فمرّ بہا رجلٌ بعد ذٰلک فقال لہا انّ الذی کان نہاکِ قد مات فاخرجی فقالت ماکنتُ لاُطیعہ حیًّا واعصیہٗ میتًا مالک عن یحیی بن سعید انّ عمر بن الخطّاب قال لرجلٍ ما اسمک فقال جمرۃ

وہ اُٹھ کر اُن کے ساتھ ہوتے اور عمرؓ بن الخطاب کو اس کی خبر دی۔ تو عمرؓ نے ابوموسٰیؓ سے کہا سمجھ لو کہ میں نے تم کو متّہم نہیں سمجھا تھا لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ (اس طرح) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی باتیں منسوب نہ کرنے لگیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن الخطّاب کے پاس کچھ مال بھیجا تو عمرؓ نے اس کو واپس کردیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اُس کو کیوں واپس کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا آپؐ نے ہم کو خبر نہیں دی تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہ لے تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بات سوال کرنے سے متعلق تھی، رہی وہ چیز جو بغیر سوال کے آتے وہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالٰی تم کو عطا فرماتا ہے تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا اب قسم ہے اُس ذات کی میرا نفس جس کے ہاتھ میں ہے میں کسی سے کسی شے کا سوال نہ کروں گا اور میرے پاس بغیر مانگے کوئی چیز نہیں آئے گی مگر میں اُس کو لے لونگا۔ مالکؒ عبداللہ بن ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ بن الخطّاب کا گزر ایک کوڑھی عورت پر ہوا اس حال میں کہ وہ بیت اللہ کا طواف کررہی تھی تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کی بندی لوگوں کو تکلیف نہ دے اچھا تھا کہ تو اپنے گھر میں بیٹھ رہتی، تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ رہی تو اس کے بعد اُس پر ایک شخص کا گزر ہوا اُس نے اس عورت سے کہا کہ جس نے تجھے منع کیا تھا وہ مرچکا ہے اب نکلنے لگ۔ تو اُس نے کہا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ وہ زندہ ہوں تو اُن کی اطاعت کروں اور مرجائیں تو نافرمانی کروں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعیدؒ سے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے ایک شخص سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ تو اُس نے کہا جمرہ (جمرہ کے لغوی معنے

قال ابن مَن قال ابن شہاب قال
ممن قال من الحُرَقۃ (قبیلۃ از قضاعہ) قال اَین مسکنک
قال بحرۃ النار قال بایّہا قال بذات
لظی فقال عمر اَدرِک اہلک فقد احترقوا
قال فکان کما قال عمر بن الخطاب مالک
انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب اراد الخروج
الی العراق فقال لہ کعب الاحبار
لاتخرج الیہا یا امیر المؤمنین فانّ بہا
تسعۃ اَعشار السحر و بہا فسقۃ الجن و
بہا داء العضال مالک انہ بلغہ ان اَمۃ
کانت لعبید اللہ بن عمر بن الخطاب
رآہا عمر بن الخطاب و قد تہیّأت بہیئۃ
الحرائر فدخل علی ابنتہ حفصۃ
فقال الم اَر جاریۃ اخیک تجوس الناس
و قد تہیّأت بہیئۃ الحرائر وانکر ذالک
عمر مالک عن اسحٰق بن عبد اللہ بن
ابی طلحۃ عن انس بن مالک قال
سمعتُ عمر بن الخطاب و خرجتُ معہ
حتی دخل حائطًا فسمعتہ وہو یقول و بینی
و بینہ جدار و ہو فی جوف الحائط
عمر بن الخطاب امیر المؤمنین
بخ بخ یا ابن الخطاب لتتقینّ
اللہ او لیعذبنک۔ البغوی توضأ
عمر من ماء فی
جرۃ نصرانیۃ

جرۃ سبوچہ ۱۲

ہیں چنگاری) پوچھا کس کا بیٹا ہے تو اُس نے کہا کہ شہاب کا بیٹا ہوں (شہاب کے معنے ہیں انگارا) پوچھا کس قبیلہ سے کہا حرقہ سے (قضاعہ کا ایک قبیلہ۔ اس کے لغوی معنے بھی جلے ہوئے کے ہیں) پوچھا کہ تیرا مسکن کہاں ہے۔ اُس نے کہا حرۃ النار میں (اس کے معنے ہیں آگ کی گرمی) پوچھا اس کا خاص مقام کونسا ہے تو اُس نے کہا ذات لظیٰ (لظیٰ کے معنے ہیں آگ کا شعلہ) تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ کہ وہ جل گئے ہیں۔ راوی نے کہا کہ وہی ہوا جو عمرؓ بن الخطاب نے کہا تھا۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے عراق کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا تو اُن سے کعب الاحبار نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اُس طرف نہ جایئے کیونکہ دس میں سے نو حصہ سحر وہاں ہے اور فاسقین جنات ہیں اور وہاں عسیر العلاج بیماری بھی ہے۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عبد اللہ بن عمر بن الخطاب کی ایک باندی تھی اس کو عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا اور اُس نے آزاد عورتوں کی وضع قطع اختیار کر رکھی تھی۔ پھر وہ اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ کیا میں تیرے بھائی کی کنیز کو نہیں دیکھتا کہ وہ لوگوں کو گھورتی ہے اور اُس نے آزاد عورتوں کی وضع بنا رکھی ہے اور عمرؓ نے اس کو برا محسوس کیا۔ مالکؒ اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس بن مالک سے کہا میں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب کو اس حال میں کہ میں اُن کے ساتھ نکلا تھا یہاں تک کہ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے تو میں نے اُن کو یہ کہتے ہوئے سُنا اور میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل تھی اور وہ باغ کے بیچ میں تھے کہ عمر خطاب کا بیٹا مومنین کا امیر! واہ وا، واہ وا!! اے خطاب کے بیٹے تجھے اللہ سے ڈرتے رہنا ہوگا ورنہ وہ تجھے ضرور عذاب دے گا۔ بغوی، عمرؓ نے ایسے پانی سے وضو کیا جو ایک نصرانی عورت کے گھڑے میں کا تھا۔

البغوی قال عمر بن الخطاب کلوا الجبن مما یصنع اہل الکتاب البغوی قال عمر و ابن عباس الذکوۃ فی الحلق واللبۃ وزاد عمر ولا تعجلوا الانفس ان تزہق معناہ لا تسلخہا بعد ذبحہا مالم یفارقہا الروح البغوی قال عمر بن الخطاب لا تنخلوا الدقیق فانہ کلہ طعام۔ البغوی قال عمر عام الرمادۃ لقد ہممت ان انزل علی اہل کل بیت مثل عددہم فان الرجل لا یہلک علی نصف بطنہ البخاری وغیرہ عن ابن عمر خطب عمر ابن الخطاب علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد نزل تحریم الخمر وہی من خمسۃ اشیاء العنب والتمر والحنطۃ والشعیر والعسل والخمر ما خامر العقل وثلاث وددت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفارقنا حتی یعہد الینا عہدا الجد والکلالۃ وابواب من ابواب الربوا البغوی قال السائب بن یزید ان عمر قال انی وجدت من فلان ریح شراب فزعم انہ شرب الطلاء وانا سائل عما شرب فان کان یسکر جلدتہ الحد فجلدہ الحد تاما البغوی روی ان عمر بن الخطاب قال لشاب یمس ازارہ الارض ابن اخی

بغوی، عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے فرمایا کہ اہلِ کتاب جو پنیر بناتے ہیں وہ .... کھاؤ۔ بغوی، کہا عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ ذبح حلق اور دگدگی میں ہوتا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زیادہ کیا کہ جانوں کے ساتھ جلدی نہ کرو کہ وہ نکل جائیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ذبح کے بعد جب تک اُس سے روح مفارقت نہ کر جائے اُس کی کھال نہ اُتارو۔ بغوی، کہا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے آٹے کو مت چھانو کیونکہ اس کا سب کا سب طعام (یعنی کھانے کی چیز ہے)۔ بغوی، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عام الرمادہ میں (ایک قحط کے سال کا نام) میں نے یہ عزم کیا ہے کہ اُتار دوں (یعنی مہمان بنادوں) ہر گھر والوں پر (قحط زدہ لوگوں کو) ان کے شمار کے برابر (کہ وہ اپنی آدھی خوراک ان کو کھلائیں) کیونکہ آدھا پیٹ بھرنے سے انسان ہلاک نہیں ہوتا۔ بخاری وغیرہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ خمر کی حُرمت نازل ہو چکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے انگور سے اور کھجور سے اور گیہوں سے اور جَو سے اور شہد سے اور خمر وہ ہے جو عقل کو چھپا دے اور تین چیزیں ہیں کہ میری دلی رغبت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جُدا نہ ہوتے یہاں تک کہ اُن کے مفصّل حکم ہم کو دیدیتے جدّ اور کلالہ اور چند ابواب سُود کے ابواب میں سے۔ بغوی، سائب ابن یزید نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بُو محسوس کرتا ہوں اُس کا دعوٰی یہ ہے کہ اُس نے طلاء پیا ہے اور میں تحقیق کر رہا ہوں کہ اُس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہو گیا تو میں حد میں اس کے کوڑے لگواؤں گا۔ چنانچہ اس کے پُورے کوڑے لگوائے۔ بغوی، روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے ایک نوجوان سے جس کی لُنگی زمین سے چھو رہی تھی فرمایا کہ اے بھتیجے

ارفع ثوبك فانه انقى (پاک دارنده تر) لثوبك واتقى لربك۔
البغوي ان عمر رأى على رجل ثوبا معصفرا
فقال دعوا هذه البراقات (زینت دہندہ) للنساء۔ البخاري
وغيره عن ابن الزبير قال سمعت عمر بن
الخطاب يقول قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لاتلبسوا الحرير فانه من لبسه في
الدنيا لم يلبسه في الآخرة۔ البغوي عن
ابي عثمان النهدي يقول اتانا كتاب عمر
ابن الخطاب ونحن باذربيجان مع عتبة
ابن فرقد اما بعد فان رسول الله صلى الله
عليه وسلم نهى عن الحرير الا هكذا واشار
باصبعه السبابة والوسطى البغوي عن سويد
ابن غفلة ان عمر بن الخطاب خطب بالجابية
فقال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن
لبس الحرير الا موضع اصبع او اصبعين او ثلاث
او اربع وقال قتادة رخص عمر في موضع اصبع
واصبعين وثلاث واربع من اعلام الحرير البغوي
عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى
على عمر قميصا ابيض فقال اجديد قميصك
هذا ام غسيل فقال جديد فقال البس جديدا و
عش حميدا ومت شهيدا البغوي عن الحسن
قال خطب عمر وهو خليفة وعليه ازار فيه اثنا عشر
رقعة البغوي عن ابي عثمان النهدي يقول اتانا
كتاب عمر ونحن باذربيجان مع عتبة بن فرقد
اما بعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا

اپنا کپڑا اونچا کر کہ ایسا کرنا کپڑے کی پاکیزگی کا سبب ہوگا اور اللہ سے تقوے کا موجب بھی۔ بغوی کہ عمر رضؓ نے ایک شخص کے بدن پر کسم میں رنگا ہوا کپڑا دیکھا تو فرمایا کہ اس سنگار کو عورتوں کے لئے چھوڑو۔ بخاری وغیرہ ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عمر رضؓ بن الخطاب کو یہ کہتے ہوتے سُنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریر (باریک ریشمی کپڑا) نہ پہنو جو شخص اس کو دنیا میں پہن لے گا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔ بغوی، ابو عثمان نہدی سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عتبہ بن فرقد کی معرفت عمر رضؓ بن الخطاب کا خط آذربائیجان میں پہنچا (لکھا تھا)۔ امابعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حریر سے منع کیا ہے۔ بجز اس طرح کے اور اپنی کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (یعنی اتنی دھاریوں کی اجازت ہے)۔ بغوی سوید بن غفلہ سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے جابیہ میں خطبہ دیا فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حریر کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر بقدر ایک یا دو انگل یا تین یا چار انگل کے (یعنی اتنی دھاری کی اجازت ہے)۔ اور کہا قتادہ رضؓ نے کہ عمر رضؓ نے ریشمی دھاریوں کی ایک انگل یا دو یا تین یا چار انگل رکھنے کی جگہ کے بقدر رخصت دی ہے۔ بغوی ابن عمر رضؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر رضؓ کے بدن پر سفید قمیص دیکھی تو پوچھا کہ یہ تمہاری قمیص نئی ہے یا دُھلی ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ نئی ہے تو فرمایا کہ نیا پہنو اور قابل تعریف زندگی بسر کرو اور شہادت کی موت مرو۔ بغوی حسن رحؒ سے، انھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمر رضؓ نے اور وہ خلیفہ تھے اور ان کے بدن پر جو لنگی تھی اس میں بارہ پیوند تھے۔ بغوی رحؒ ابو عثمان نہدی سے، کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عمر رضؓ کا یہ مکتوب پہنچا معرفت عتبہ بن فرقد کے جب کہ ہم آذربائیجان میں تھے۔ اما بعد لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنو

وانقوا الخفاف و انقوا السراويلات و عليكم بلباس ابيكم اسمٰعيل و اياكم و التنعم وزي العجم و عليكم بالشمس فانها حمام العرب و تمعددوا و اخشوشنوا و اخشوشبوا و اخلولقوا و اعطوا الركب اسنتها و انزوا نزوا وارموا الاغراض و في رواية وانزوا على ظهور الخيل نزوا و استقبلوا بوجوهكم الشمس فانها حمامات العرب قوله تمعددوا قيل هو من التمعدد بمعنى الغلظ يقال تمعدد اذا شب و غلظ و قيل معناه تشبهوا بعيش معد و كانوا اهل غلظ و تقشف يقول كونوا مثلهم و دعوا التنعم و زي العجم و اخشوشنوا اراد الخشونة في الملبس و المطعم قوله و اخشوشبوا بالباء فهو من الصلابة يقال اخشوشب الرجل اذا كان صلبا و يروى بالجيم من الجشب وهي الخشونة في المطعم البغوي عن ابن سيرين ان عمر بن الخطاب راى على رجل خاتما من ذهب فامره ان يلقيه فقال زياد يا امير المؤمنين ان خاتمي من حديد قال ذاك انتن و انتن البغوي عن ابن عمر قال اتخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور موزوں کو صاف رکھو اور پاجاموں کو صاف رکھو اور تمہارے لئے ضروری ہے اپنے باپ اسمٰعیلؑ کا لباس اور بچو عجم کی عیاشی اور لباس کی ہیئت سے اور تم پر ضروری ہے دھوپ کھانا کہ دھوپ عرب کا حمام ہے اور جفاکش رہو، موٹا جھوٹا (کپڑا اور کھانا) استعمال کرو اور سخت بنو اور سواری کو لازم رکھو۔ سواری کے جانوروں کو ان کا راتب دیتے رہو اور (ورزش جسمانی کے لئے) کودا کرو اور تیر اندازی (کی مشق) کیا کرو نشانوں کے اوپر اور ایک روایت میں ہے کہ گھوڑوں کی پیٹھ پر اچھل کر سوار ہوا کرو اور اپنے چہروں کو دھوپ کے سامنے رکھا کرو کہ وہ عرب کا حمام ہے۔ اُن کا قول تَمَعْدَدُوْا کہا گیا ہے کہ وہ مشتق ہے تَمَعْدُدْ سے جس کے معنے غلظ یعنی موٹا ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے تَمَعْدَدَ جب کہ جوان اور فربہ ہوجاتے۔ اور کہا گیا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ مَعَدّ (بن عدنان) کی (جفاکش) زندگی کے ساتھ مشابہت رکھو اور یہ لوگ بہت مضبوطی اور قناعت والے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن کے جیسے بنو اور عیش پسندی اور عجم کے بھیس کو چھوڑو اور اخشَوْشِنُوْا میں خشونت سے لباس اور کھانے کی خشونت مُراد ہے اور ان کا قول اخشَوْشِبُوْا با کے ساتھ تو یہ صلابت (سختی) کے معنے میں ہے کہا جاتا ہے اخشَوْشَبَ الرَّجُل جب کہ سخت ہو اور ایک روایت جیم سے ہے (یعنی اجشَوْشِبُوْا) جو جشب سے مشتق ہوگا جس کے معنے کھانے میں خشونت کے ہیں۔ بغوی ابن سیرین سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوتے دیکھا تو اس کو حکم دیا کہ اس کو ڈال دے۔ تو زیاد نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میری انگوٹھی لوہے کی ہے فرمایا کہ یہ بدبودار ہے اور سڑجاتی ہے۔ بغوی ابن عمرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

خاتماً من ورِق. وکان فی یدہ ثم کان
بعدُ فی ید ابی بکر ثم کان بعدُ فی ید
عمر ثم کان بعدُ فی ید عثمان حتّٰی وقع
بعدُ فی بیر اریس نقشُہٗ محمد رسول اللہ
البغوی انّ عمر بن الخطّاب کان یتطیّب
بالمسک وروی انّہ اوصٰی فی غُسلہ
ان لا یقربوہ مِسکاً وکان الحسنُ یکرہ
المِسکَ للمیّت ولا یکرھہٗ للحیّ البغوی
سُئِل انس بن مالک ھل خضب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لم یَشِنْہُ
الشیبُ ولکن خضب ابوبکر بالحنّاء
والکتم وخضب عمر بالحنّاء البغوی
عن انس انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان لا یتنوّر فاذا اکثر شعرہ حلقہ
وروی عن سعید عن قتادۃ انّ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یتنوّر
ولا ابوبکر ولا عمر ولا عثمان البغوی
عن جبیر بن نفیر قال قُرِئَ علینا کتاب
عمر بن الخطّاب بالشام ولا یدخل الرجل
الحمّامَ الّا بمئزرٍ ولا تدخلہ
المرأۃُ الّا من سقیم واجعلوا
اللھوَ فی ثلثۃ اشیاء الخیل
والنساء والنضال البغوی قال
عمر بن الخطّاب لرجل من النصاریٰ
صَنَعَ لہٗ طعاماً بالشام ودعاہ

ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی وہ آپؐ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی
پھر آپؐ کے بعد ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہتی تھی پھر اُن کے بعد عمرؓ
کے ہاتھ میں۔ پھر بعد میں عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک
کہ پھر بعد کچھ زمانہ کے بیرِ اریس میں گر گئی۔ اُس کا نقش تھا
محمد رسول اللہ۔ بغویؒ، یہ کہ عمرؓ بن الخطاب مشک کی خوشبو
لگایا کرتے تھے۔ اور مروی ہے کہ اُنھوں نے اپنے غسل کے بارے
میں وصیّت کی تھی کہ مُشک اُن کے قریب بھی نہ لائی جائے۔
اور حسنؒ مُشک کو میّت کے لئے مکروہ سمجھتے تھے اور زندہ کے
لئے مکروہ نہ سمجھتے تھے۔ بغویؒ، انسؓ بن مالک سے پوچھا
گیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تو انھوں
نے کہا کہ ان میں (سفیدی کا) عیب پیدا نہیں کیا تھا بڑھاپے
نے۔ لیکن ابوبکرؓ نے مہندی اور وسمہ سے کیا اور عمرؓ نے
خضاب کیا مہندی سے۔ بغویؒ انسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نورے (یعنی چونے وہرتال) کا استعمال (بال اُتارنے کے لئے)
نہیں کرتے تھے۔ جب بال زیادہ ہوجاتے تو آپؐ اُن کو مونڈ
دیا کرتے تھے۔ اور روایت کیا گیا سعید سے وہ قتادہؓ سے کہ رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے نورے کا استعمال نہیں کیا اور نہ ابوبکرؓ
نے اور نہ عمرؓ نے اور نہ عثمانؓ نے۔ بغوی جُبیر بن نُفیر سے،
کہا کہ ہم کو شام میں عمرؓ بن الخطّاب کا خط سُنایا گیا (جس میں
یہ ہدایات تھیں) اور کوئی شخص (مرد) حمام میں بغیر تہبند باندھے
داخل نہ ہو اور بغیر کسی بیماری (سے علاج کی وجہ) کے کوئی
عورت (عام) حمام میں نہ داخل ہو۔ کھیل (دل لگی) تین چیزوں میں
(محدود) رکھو، گھوڑوں میں، عورتوں میں، تیراندازی
میں۔ بغویؒ عمرؓ بن الخطّاب نے شام میں ایک عیسائی سے
جس نے اُن کے لئے کھانا بنا کر ان کی دعوت کی تھی فرمایا کہ

إنّا لا ندخل كنائسكم من أجل الصور -
التي فيها البغوي عن أيوب عن
نافع قال بلغ عمر أن صفية امرأة عبد الله
ابن عمر سترت بيوتها بقرام أو غيره
أهداه لها عبد الله بن عمر فذهب عمر و
هو يريد أن يهتكه فبلغهم فنزعوه البغوي
أن صفوان بن أمية تزوج فدعا عمر
ابن الخطاب إلى بيته وإذا بيته قد
ستر بهذه الأدم المنقوشة فقال
عمر لو كنتم جعلتم مكان هذا مسوحًا كان
أحمل للغبار من هذا البغوي أن عمر
ابن الخطاب شكى إليه رجل ما تلقى
امرأته له من اهراقة الدم فقال رجل
لو كان يحل لي منها ما يحل لك
لقطعته فقال عمر بأي شيء فقال
هو ذا عرق فلو كوي ذهب فبرأت فقال
عمر ولا يذهبه غيرها قال لا قال عمر
البسوها ثوبًا و شقوا الموضع الذي
يريد و عالجها البغوي روى عن
عمر أنه قال تعلموا من النجوم
ما تعرفون به القبلة والطريق ثم
أمسكوا البغوي كتب عمر إلى
أبي موسى الأشعري أما بعد فإني
آمركم بما أمركم به القرآن
و أنهاكم

ہم تمہارے گرجاؤں میں بوجہ اُن تصویروں کے داخل نہیں ہوتے
جو اُن میں بنی ہوتی ہیں۔ بغویؒ ایوب سے وہ نافعؒ سے
کہا کہ عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ عبد اللہ بن عمرؓ کی بیوی صفیہؓ نے اپنے
گھر میں مُنقّش پردہ یا کوئی اور ایسی ہی چیز لٹکائی ہے جو ہدیۃً
ان کو عبد اللہ بن عمرؓ نے دی ہے تو عمرؓ پہنچے اور ان کا یہ
ارادہ تھا کہ اُس کو اُتار دیں تو اُن کو اس کی خبر مل گئی اور انھوں
نے (عمرؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی) اُس کو کھینچ لیا۔ بغویؒ روایت
کرتے ہیں کہ صفوان بن اُمیہؓ نے نکاح کیا اور عمرؓ کو اپنے گھر
میں بلایا اور ان کے گھر میں اسی منقش چمڑے کا پردہ لٹکا ہوا
تھا تو عمرؓ نے کہا کہ اگر تم اس کی جگہ ایک کمبل لٹکا دیتے تو وہ
اس سے زیادہ غبار کو روکنے والا ہوتا۔ بغویؒ عمرؓ بن الخطاب
سے ایک شخص نے اپنی بیوی کے مرض کا حال بیان کیا جو اس کو
خون کے جاری ہونے کا لاحق ہو رہا تھا تو اُس سے ایک شخص
نے کہا کہ اگر میرے لئے اس عورت کے ساتھ وہ بات حلال ہوتی
جو تیرے لئے ہے تو میں اس خون کو قطع کر دیتا تو عمرؓ نے کہا
کہ کس چیز سے؟ تو اُس نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ ایک رگ ہے اُس کو
اگر داغ دیدیا جائے تو یہ مرض جاتا رہے گا پھر وہ تندرست
ہو جائے گی، تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو بند کرنے کی اور کوئی تدبیر
نہیں ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کو کپڑا اڑھاؤ
اور اس مقام پر سے اُس کو پھاڑ دو جس کا یہ ارادہ کرتا ہے۔ اور
اُس نے اُس عورت کا علاج کیا۔ بغویؒ، روایت کیا گیا ہے عمرؓ
سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ علم نجوم میں سے اتنا حصّہ سیکھ لو جس کے
ذریعہ سے قبلہ کو اور راستہ کو پہچان لو پھر رک جاؤ (ختم کردو)۔
بغویؒ، عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا اما بعد میں تم کو
اُن باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا تم کو قرآن نے حکم دیا اور ان باتوں

عما نھٰکم عنہ محمد صلے اللہ علیہ وسلّم و آمرکم باتّباعِ الفقہِ والسُّنۃِ و التفھّم فی العربیّۃ و اذا رأی احدکم رؤیا فقصّھا علی اخیہ فلیقل خیرًا لنا و شرًّا لأعدائنا البغوی عن قتادۃ قالَ جآء رجل الیٰ عمر بن الخطّاب فقال انّی رأیتُ کانّی اعشبتُ ثم اجدبتُ فقالَ عمر انت رجل تؤمنُ ثمّ تکفر ثم تموتُ کافرًا فقال الرجل لم أرَ شیئًا فقالَ عمر قد قُضِیَ لکَ ما قُضِیَ لصاحب یوسف البغوی قال ایّوب عن نافع اوغیرہ قال کان عمّال عمر اذا کتبُوا الیہ بدؤا بانفسھم قالَ وجدتُ کتابًا من النّعمان بن مُقرن الیٰ عبد اللہ امیر المؤمنین قال زیاد ماکان ھٰؤلآءِ الّا الاعراب البغوی عن تمیم بن سلمۃ قالَ لمّا قدمَ عمر الشام استقبلہ ابوعُبیدۃَ بن الجراح فاخذ بیدہ فقبّلھا قالَ تمیم کانوا یرون انھا سُنّۃٌ

سے منع کرتا ہوں جن سے تم کو محمّد صلے اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور میں تم کو فقہ اور سُنّت کے اتباع کا اور عربیت میں سمجھ پیدا کرنے کا حکم دیتا ہوں اور جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے پھر اس کو اپنے بھائی سے بیان کرے تو چاہیئے کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہمارے لئے اچھا ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے بُرا ہے۔ بغوی رح قتادہ رض سے کہا کہ ایک شخص آیا عمر رض بن الخطّاب کے پاس اور کہا کہ مَیں نے دیکھا کہ گویا میں صاحب گیاہ ہوگیا (یعنی میرے بدن پر خوب گھاس اُگ آئی یا گھاس سے بھری ہوئی زمین میں پہنچ گیا) پھر مجھ پر خشک سالی آپڑی۔ تو عمر رض نے کہا تو ایسا شخص ہے جو ایمان رکھتا ہے پھر تو کافر ہوجائے گا پھر مرے گا کافر ہونے کی حالت میں۔ تو اُس شخص نے کہا کہ مَیں نے تو کچھ نہیں دیکھا تو عمر رض نے کہا کہ تیرے لئے فیصلہ ہو چکا جو فیصلہ ہوا تھا یوسف[ع] کے (قید خانہ کے) ساتھی کے لئے۔ بغوی رح کہا ایوب نے روایت ہے نافع رح وغیرہ سے کہا کہ عمر رض کے عاملوں کی عادت تھی کہ جب اُن کی طرف بھیجنے کے لئے کوئی خط لکھتے تو اپنے نفوس سے خط کی ابتداء کرتے کہا کہ میں نے ایک خط اس طرح کا پایا من النّعمان بن مقران الخ (یہ خط نعمان بن مقرن کی طرف سے ہے، اللہ کے بندے امیر المؤمنین کے نام) زیاد نے کہا کہ ایسے لوگ اعراب[۵] ہی ہوتے تھے (اس طرف اشارہ کیا کہ ادب کے خلاف کرتے تھے)۔ بغوی رح تمیم بن سلمہ سے کہا کہ جب عمر رض شام تشریف لے گئے تو ابو عبیدہ رض بن الجراح رض نے ان کا استقبال کیا تو ان کا ہاتھ پکڑا پھر اس کو بوسہ دیا۔ تمیم نے کہا کہ اصحاب کی رائے یہ تھی کہ یہ سنت ہے

ع۵ جو تخیلات نفس ناطقہ بیداری میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے وہ اس رؤیا کے مرتبہ میں ہیں جو سونے کی حالت میں انسان دیکھتا ہے۔ وہ بیداری کے خواب ہوتے ہیں جو سونے کے زمانہ کے خوابوں کی طرح قابل تاویل ہیں، قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے جب شاہی ساقی اور باورچی نے اپنے اپنے رؤیا بیان کئے تو تعبیر سُننے کے بعد باورچی نے بھی اس کو اپنا خواب ہونے سے انکار کیا تو یوسف ؑ نے فرمایا کہ اب انکار لاحاصل ہے قُضِیَ الامر الذی فیہ تستفتیٰن "قُضِیَ لصاحب یوسف" سے اسی جانب اشارہ مقصود ہے ۱۲

۵ اعراب کے معنے دیہاتی اور گنوار کے بھی ہیں، اور فصحاء و بلغاء کے بھی ۱۲

البغوے قال حمید بن زنجویہ یکرہ التسمی باسماء الملائکۃ مثل جبرئیل ومیکائیل لان عمر بن الخطاب قد کرہ ذالک ولم یاتنا عن احد من الصحابۃ ولا التابعین انہ سمی ولدا باسم احد منہم۔ البغوے عن الشعبے عن مسروق قال سألنی عمر رضی اللہ عنہ مسروق ابن من قلت مسروق بن الاجدع قال الاجدع اسم شیطان انت مسروق بن عبدالرحمٰن۔ البغوے ان رجلا خطب فاکثر فقال عمر ان کثیرا من الخطب من شقاشق الشیطان شبہ الذی یتفیہق

شقشقہ بالکسر ریۂ شتر کہ بوقت مستی از دہان بیرون آرد ۱۲

فی کلامہ ولا یبالی بما قال من صدق او کذب بالشیطان۔ البغوے کان عمر لاینکر النصب والحداء ونحوہا

نوعی از سرود کہ ازان رقت می باشد و حدا سرودے کہ بدان شتر رانند ۱۲

وہٰذا آخر ما یسر اللہ تعالیٰ لنا من تدوین مذہب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی ہٰذہ الحالۃ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

ہر چند آنچہ نوشتیم بغایت مختصر است بہ نسبت مذہب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اگر تتبع کتب

بغوی ، کہا حمید بن زنجویہ نے کہ فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے مثل جبریل و میکائیل کے کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے اس کو مکروہ قرار دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین میں کسی کی نسبت ہمارے پاس کوئی ایسی روایت نہیں پہنچی کہ انھوں نے اپنی کسی اولاد کا نام ان میں سے کسی کے نام پر رکھا ہو۔ بغوی شعبی سے وہ مسروق سے، کہا مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ مسروق کس کا بیٹا ہے۔ میں نے کہا کہ مسروق اجدع کا بیٹا تو انھوں نے کہا کہ اجدع شیطان کا نام ہے تو مسروق ابن عبدالرحمٰن ہے۔ بغوی ، ایک شخص نے خطبہ دیا اور بہت بولا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہت سے خطبے شیطانی بَڑ میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو جو اپنے کلام میں سخن سازی کے درپے ہوتا ہے اپنے قول میں سچ اور جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتا اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ بغوی عمر رضی اللہ عنہ نصب اور حُدی اور اس طرح کی باتوں کا انکار نہیں کرتے تھے (یہ اونٹ کو مست کرنے والے گانوں کے نام ہیں)۔ یہ اس مضمون کا آخر ہے جس کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر آسان کر دیا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مسلک مدوّن کرنے کے سلسلہ میں۔ اور قابلِ تعریف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی وصلے اللہ علے خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہ نسبت مذہب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اگرچہ وہ نہایت مختصر ہے اور کتابوں میں کماحقہٗ تلاش و جستجو

۵ع شقاشق جمع ہے شِقشِقہ کی۔ اونٹ کے بڑبڑانے اور آواز کرنے کو شقشقہ کہتے ہیں اور اس لوتھڑے کو بھی شقشقہ کہتے ہیں جو کہ اونٹ اپنے مُنہ سے مستی اور جماع کی خواہش کے وقت نکالتا ہے کہتے ہیں کہ یہ خاصہ عربی اونٹ کا ہے ۱۲ لغات الحدیث

بکار بریم دو ثلث بران مزید شود و اگر تصحیح و تسقیم روایات و ترجیح بعض بر بعض و بیان آنچہ سلف دران باب تکلم کردہ اند علیٰ ما ینبغی بتقدیم رسانیم مجلدی ضخیم بہم رسد و اینہمہ درحالت راہنہ میسر نیست لیکن برائی اثبات آنچہ در صدر مقالہ تقریر نمودیم کہ نسبت مجتہدین با فاروق اعظم رض مانند نسبت مجتہد منتسب مطلق است با مجتہد مستقل و مذہب فاروق اعظم رض بمنزلہ متن است و مذاہب اربعہ بمنزلہ شروح الی غیر ذلک مما بسطنا فی صدر المقالۃ کافی است دل خالی از تعصب و گوش شنوا می باید و بس چون این مبحث بحمد اللہ وحسن توفیقہ باتمام رسید مصلحت آن نماید کہ دو نکتہ دیگر کہ باستقراء تمام واز تتبع گوشہاے سخن و فحاوی آثار شناختہ ایم بآن ملحق کنیم۔

نکتہ اولیٰ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردمان در ہمہ انواع علوم چشم بر جمال آنحضرت و گوش بآواز وے صلی اللہ علیہ وسلم بودہ اند ہرچہ پیش می آمد از مصالح جہاد و ہدنہ و صلح و عقد جزیہ و احکام فقہیہ و علوم زہدیہ ہمہ ازان حضرت استفسار می نمودند گویا الیوم از شکم مادر بظہور آمدہ اند چہ علوم رسمیہ و تجربیہ کہ پیش از بعثت سید الرسل علیہ افضل الصلوات

کی جائے تو اس پر دو ثلث کا اضافہ ہو جائے اور اگر روایات کی صحت وسقم پر کلام کیا جاتے اور بعض روایت کو بعض پر ترجیح دینے اور ان امور کے بیان کرنے پر بقدر مناسب اقدام کیا جائے جن پر سلف نے اس باب میں کلام کیا ہے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے اور یہ سب کام کرنا اس حالت میں جس میں کہ ہم گرفتار ہیں دشوار ہے لیکن اس بات کے ثابت کرنے کے لئے جس کی تقریر ہم اس مقالہ کی ابتداء میں کر چکے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کی نسبت فاروق اعظم رض کے ساتھ وہ ہے جو مجتہد منتسب مطلق کی نسبت ہوتی ہے مجتہد مستقل کے ساتھ اور فاروق اعظم رض کا مذہب بمنزلہ متن کے ہے اور مذاہب اربعہ اس کی شروح کے مرتبہ میں ہیں اور دیگر امور جن کو ہم نے ابتداء مقالہ میں مفصل ذکر کیا ہے، (جو کچھ ہم نے جمع کر دیا ہے) کافی ہے البتہ ایسا دل ہونا چاہیئے جو تعصب سے خالی ہو اور ایسے کان ہونے چاہئیں جو سننے والے ہوں اور بس۔ جب یہ مبحث بحمد اللہ اس کی حسن توفیق سے اتمام کو پہنچ گیا تو اب مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ دو نکتے اور ملحق کر دیں جن کو ہم نے تمام احادیث کے مجموعہ کو پیش نظر لا کر اور بات کے گوشوں پر اور آثار کے انداز کلام کو سامنے رکھ کر پہچانا ہے۔

نکتہ اولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علوم کی تمام انواع میں لوگوں کی آنکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر اور ان کے کان آپ کی آواز پر لگے رہتے تھے جو کچھ بھی پیش آتا تھا از قسم مصالح جہاد و مصالحت و عقد جزیہ و احکام فقہیہ و علوم تزکیہ نفس سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پوچھتے تھے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں کیا علوم رسمیہ و تجربیہ جو کہ حضرت سید الرسل علیہ افضل الصلوات

والتسلیمات معلوم ایشان بود ہمہ در سطوتِ فیوضِ نازلہ از جانب مدبّر السمٰوات والارض جلّت قدرتہٗ متلاشی گشتہ در ہر باب غیر انتظار حکم حضرت مخبر صادق وخلیفۂ ایشان نبود چون نوبتِ خلافتِ خاصّہ رسید شیخین رضؓ در مجالس متعدّدہ تمیز و تفریق در منصبِ نبوت و منصب خلافت بیان نمودند و فی الجملہ طریقِ مشاورت در مسائلِ اجتہادیہ وتتبّع احادیث از مظانِّ آن کشادہ شد معہٰذا بعد عزم خلیفہ بر چیزے مجالِ مخالفت نبود در جمیع این امور شذر و مذر نمی رفتند بدونِ استطلاع رائی خلیفہ کارے را مصمم نمی ساختند لہٰذا درین عصر اختلافِ مذاہب و تشتّتِ آرا واقع نشد ہمہ بر یک مذہب متفق و بر یک راہ مجتمع وآن مذہب خلیفہ ورائے او بود روایتِ احادیث وفتوٰی وقضا و مواعظ مقصور بود در خلیفہ یا کسے کہ نائبِ خلیفہ باشد بامراد قالَ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقصّ الّا امیر او مامور او مختال (متکبر) وقالَ عمرؓ فی الفتاوٰی والقضاء وَلِّ حارّہا مَن تولّی قارّہا چون نوبت خلافت حضرت مرتضیٰ رسید بحکم تقدیر الٰہی تفرّق امّت پدید آمد و اکثر بلدان از طاعتِ خلیفہ بر آمدند انگاہ حیرت گونہ بعلماء و فقہاء

والتسلیمات کی بعثت کے پہلے سے اُن لوگوں کو معلوم تھے وہ سب مدبّر السمٰوات والارض جلّت قدرتہٗ کی جانب سے نازل ہونے والے فیوض کے غلبہ و قہر میں نابود ہو گئے تھے۔ ان صاحبان کا ہر باب میں بجز اس کے کہ مخبر صادق کی بارگاہ سے صادر ہونیوالے حکم کا انتظار کریں کوئی اور معمول نہ تھا۔ جب خلافتِ خاصّہ کی نوبت پہنچی تو شیخین رضؓ نے متعدّد مجالس میں منصبِ نبوّت اور منصب خلافت میں تمیز اور تفریق بیان فرمائی اور مسائل اجتہادیہ میں مشاورۃ اور احادیث کے تتبع کی جہاں مظنّۂ اجتہاد موجود ہو راہ فی الجملہ کشادہ ہو گئی۔ اس کے بعد کسی چیز پر خلیفہ کے عزم کر لینے کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ تھی ان تمام امور میں اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتے تھے۔ خلیفہ کی رائے سے مطلع ہوتے بغیر کسی کام کو مصمم نہیں کرتے تھے اس لئے اس زمانے میں اختلاف مذاہب اور آراء میں اختلاف واقع نہیں ہوا۔ سب لوگ ایک مذہب پر متفق اور ایک راہ پر مجتمع تھے اور وہ بھی خلیفہ کا مذہب اور اس کی رائے۔ احادیث کی روایت اور فتوے کا دینا مواعظ کا بیان کرنا محدود تھا خلیفہ میں یا جو اس کے حکم سے خلیفہ کا نائب ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعظ و قصص کوئی شخص نہ کہے گا بجز تین کے، امیر ہو یا جس کو حکم دیا گیا ہو یا متکبر (اپنے کو عالم سمجھنے والا) اور عمر رضؓ نے فتاوٰی اور قضاء کے بارے میں فرمایا وَلِّ حارّہا مَن تولّی قارّہا (یہ ارشاد حضرت ابن مسعودؓ سے اُن کو فتاوٰی سے روکنے کے لئے فرمایا تھا کہ تکلیف دہ کام ان ہی کے لئے چھوڑ دو جو اس سے راحت پانے والے ہیں)

جب حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی نوبت پہنچی تو تقدیر الٰہی کے حکم سے اُمّت میں تفرقہ پیدا ہو گیا اور اکثر شہر خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہو گئے۔ اس موقع پر علماء و فقہاء ایک گونہ مبتلائے حیرت

رُوئے داو ہنوز انتظار داشتند کہ امروز و فردا خلافت منتظم گردد چون ایام خلافتِ خاصہ بالکلیہ منقرض شد و خلافتِ عامہ ظہور نمود و صورتِ اجتماع بہم آمد و علماء در ہر بلدے مشغول بافادہ شدند ابن عباس رض در مکہ فتوٰی میدہد و حدیث روایت میکند و تفسیر قرآن می نماید و عائشہ صدیقہ رض و عبداللہ ابن عمر رض در مدینہ حدیث را روایت می نمایند و یارانِ خاص و اولاد و اقاربِ ایشان از ایشان اخذِ فقہ می کنند و ابوہریرہ رض اوقاتِ خود را بر اکثارِ روایتِ حدیث مصروف می سازد و فقہائے مدینہ ازوے یاد میگرند و ابوسعید خدری و جابر رض و غیر ایشان نیز علیٰ قدر الحال روایت می کنند و انس رض و عمران بن حصین در بصرہ و براء ابن عازب بحدیث و اصحابِ عبداللہ بن مسعود رض بفقہ در کوفہ مشغول می شوند و عبداللہ بن عمرو ابن العاص و ابودرداء و ابوامامہ باہلی و غیرہم در شام روایت می نمایند بالجملہ بہر ناحیہ صحابی یا تابعی بمقامِ افادہ در آمد و جماعۃ بحکم اَصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ازوے اخذ نمودند زیرا کہ تقدیمِ خلیفہ منصوب در فقہ بر سائر فقہاء امت و در مقاماتِ صوفیہ بر سائر صالحین اُمت مُسلّم نبود و اشتغالِ خلیفہ بافادات نہ چون اشتغالِ خلفاء پیشین بود بالجملہ درین ایام اختلاف در فتاوٰی پیدا شد یکے را بر دیگرے اطلاع نہ و اگر اطلاع شدہ مذاکرہ

ہو گئے مگر پھر بھی وہ انتظار کرتے رہے کہ آج کل میں خلافت منتظم ہو جاتے۔ جب "خلافتِ خاصہ" کے ایام بالکلیہ ختم ہو گئے تو "خلافتِ عامہ" نے ظہور کیا اور اجتماع کی صورت بنی اور علماء ہر شہر میں فائدہ رسانی میں مشغول ہو گئے۔ ابن عباس رض مکہ میں فتوے بھی دیتے تھے اور حدیث کی روایت اور تفسیر قرآن بھی کرتے تھے اور عائشہ صدیقہ رض و عبداللہ بن عمر رض مدینہ میں حدیث کی روایت کرتے تھے اور اُن کے یارانِ خاص اور اولاد و اقارب اُن سے فقہ اخذ کرتے تھے۔ اور ابوہریرہ رض بکثرت روایت حدیث پر اپنے اوقات کو مصروف رکھتے اور فقہاء مدینہ اُن سے یاد کرتے رہتے تھے۔ ابوسعید خدری رض اور جابر رض اور دیگر حضرات بھی اپنے حال کے بقدر روایت کرتے تھے۔ اور انس رض و عمران بن حصین رض بصرہ میں اور براء بن عازب رض حدیث میں اور عبداللہ رض ابن مسعود کے اصحاب کوفہ میں فقہ کے ساتھ مشغول ہو گئے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رض اور ابو درداء رض اور ابوامامہ باہلی رض و غیرہم شام میں روایت کرتے رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر علاقہ میں کوئی صحابی رض یا تابعی رح مقامِ افادہ پر آئے اور ایک جماعت نے بحکم "اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم" (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرلو گے ہدایت یافتہ بن جاؤ گے) اُن سے اخذ کیا۔ کیونکہ خلیفہ منصوب (جس کو منصبِ خلافت پر متمکن کر دیا گیا ہو) فقہ میں تمام اُمت سے پیش قدم ہونا اور مقاماتِ صوفیہ میں تمام صالحین اُمت پر اس کا مقدم ہونا مسلّم نہیں رہا اور خلیفہ کا افادات میں مشغول ہونا مثل پہلے خلفاء کے مشغول رہنے کے نہیں واقع ہوا۔ الغرض ان ایام میں فتاوے میں اختلاف پیدا ہوا، ایک کو دوسرے کی رائے کی اطلاع نہیں ہوتی اور اگر اطلاع ہوتی تو باہمی گفتگو کی

واقع نہ واگر مذاکرہ بمیان آمد ازاحۃ شبہ و خروج
از مضیق اختلاف بفضائے اتفاق میسّر نہ بسیارے
از احادیث خبر واحد روایت فرد عن فرد بہم رسید
واگر تتبع کنی روایتِ علماء صحابہؓ کہ پیش از انقراض
خلافتِ خاصّہ از عالم گزشتہ اند بغایت کم یابی
وجمعے کہ بعد ایام خلافت ماندہ اند ہرچہ روایت
کردہ اند بعد ایام خلافتِ خاصّہ روایت کردہ
اند حدیث بسیارے ازیں جماعہ مُرسل است
واسطۂ صحابی دیگر ہست مگر از جہتِ اختصار
راہِ ارسال سپردہ اند لیکن مرسلِ صحابی حکم
متصل دارد اخرج مسلم عن معاویۃ بن ابی
سفیانؓ قال علیکم من الاحادیث بما کان فی زمان
عمرؓ بن الخطاب فانہ کان یُخیفُ الناس فی
اللہ عزّ وجلّ او کما قال وروی عن ابن مسعودؓ
انہ قال مَن کان مُستنًّا فلیستنّ بمن قد
مات فان الحیّ لا یؤمن علیہ الفتنۃ
اولٰئک اصحابُ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم
کانوا افضلَ ہٰذہ الاُمّۃ ابرّہا قلوبًا و
اعمقہا علمًا و اقلّہا تکلّفًا اختارہم اللہ
لصحبۃ نبیّہ و لاقامۃ دینہ فاعرفوا
لہم فضلہم و اتبعوہم علی اٰثارہم وتمسّکوا
بما استطعتم من اخلاقہم و سیرہم
فانہم کانوا علی الھدی المستقیم و
معلوم است کہ ابن مسعودؓ در آخر خلافتِ ذی
النورینؓ از عالم رفتہ و قال الشافعیؒ

نوبت نہ آئی۔ اور اگر مذاکرہ کی نوبت آئی بھی تو شبہ کا دفعیہ اور
تنگنائے اختلاف سے فضائے اتفاق میں نکلنا میسر نہ ہوا (ہر ایک
اپنی اپنی رائے پر قائم رہا)۔ خبر واحد کی قسم کی بہت سی احادیث
جن میں ایک فرد کی روایت ایک فرد سے ہے جمع ہوگئیں، اور اگر
تم جستجو کروگے تو ایسے علماء صحابہؓ کی روایتیں جو کہ خلافتِ خاصہ
کے منقطع ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے بہت کم پاؤ
اور اُن لوگوں نے جو کہ بعد ایام خلافت باقی رہے جو کچھ روایت
کیا ہے ایام خلافت خاصہ کے بعد روایت کیا ہے۔ اس جماعت
کی بہت سی حدیثیں مُرسل ہیں، دوسرے صحابی کا واسطہ بھی
ہے مگر بنا بر اختصار ارسال کی راہ اختیار کرلی لیکن صحابی کی
مُرسل حدیث متصل کا حکم رکھتی ہے۔ مسلم نے روایت کیا معاویہ بن
ابی سفیان سے کہ اُنھوں نے کہا کہ تمھیں اُن احادیث کو لینا چاہئے
جو عمرؓ بن الخطاب کی زمانہ کی ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کا خوف
دلاتے رہتے تھے یا اور کسی طرح کہا۔ اور مروی ہے ابن مسعودؓ
سے کہ اُنھوں نے کہا کہ "جو شخص سُنّت کو اخذ کرنا چاہے تو چاہیئے کہ
سنت کو اخذ کرے اُس سے جو مرچکا ہے کیونکہ زندہ فتنہ میں مبتلا
ہونے سے محفوظ نہیں، وہ اصحابِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے جو
اس امت کے سب سے افضل حضرات تھے۔ نیکی میں اُن کے قلوب
بہت بڑھے ہوئے تھے ان کا علم سب سے گہرا تھا ان میں تکلّف
سب سے کم تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی صحبت اور اپنے دین
کی اقامت کے لئے چُن لیا تھا تو اُن کی فضیلت کو پہچانو اور ان
کے پیچھے پیچھے چلتے رہو اور جہاں تک ہوسکے اُن کے اخلاق
اور اُن کی سیرتوں کو دلیل بناتے رہو کیونکہ یہ وہ لوگ تھے
جو سیدھی راہ پر تھے"۔ اور یہ معلوم ہے کہ ابن مسعودؓ ذی النورینؓ
کی آخر خلافت میں دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اور امام شافعیؒ

اذا صرنا فی التقلید فقول الائمۃ ابی بکر و عمر
وعثمان قال فی القدیم وعلیؑ احب الینا
من قول غیرہم ہرچند جمیع صحابہ عدول اند و
روایت ایشان مقبول وعمل بموجب آنچہ
بروایت صدوق از ایشان ثابت شود لازم
اما درمیان آنچہ از حدیث وفقہ در زمن فاروق
اعظمؓ بود وانچہ بعد وی حادث شدہ فرق
مابین السموات والارض است بیت آسمان
نسبت بعرش آمد فرود ؛ ورنہ بس عالیست پیش
خاک تود نکتۂ ثانیہ باستقراء تام معلوم شد کہ
فاروق اعظمؓ نظر دقیق در تفریق میان احادیث
کہ بہ تبلیغ شرائع وتکمیل افراد بشر تعلق دارد
از غیر آن مصروف می ساخت لہذا احادیث
شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واحادیث سنن
زوائد در لباس وعادات کمتر روایت میکرد بدو
وجہ یکی آنکہ اینہا از علوم تکلیفیہ تشریعیہ
نیست محتمل کہ چون اہتمام تام بروایت آن بکار
برند بعض اشیاء از سنن زوائد بسنن ہدی
مشتبہ گردد ومحتمل کہ شغل قوم باین احادیث
از شغل بشرائع مانع آید دیگر آنکہ جمعے کہ بشرف
صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ بودند
در زمان فاروق اعظمؓ بسیار بودند احتیاج بتعلیم
این اشیاء واقع نشد واخرج الدارمی عن الشعبی
عن قرظۃ قال بعث عمر بن الخطاب رہطاً
من الانصار الی الکوفۃ فبعثنی معہم

نے کہا کہ جب ہم تقلید کو اختیار کرینگے تو ائمہ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ (اور
پہلے دور میں علیؓ کا نام بھی کہتے تھے) کے اقوال ہم کو زیادہ
محبوب ہیں دوسروں کے قول سے۔ ہرچند کہ تمام صحابہؓ عدول
ہیں اور اُن کی روایتیں مقبول اور جو کچھ بروایت صدوق اُن سے
ثابت ہوا اس پر عمل بھی لازم ہے مگر حدیث وفقہ کے بارے میں
جو کچھ فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں ہو چکا ہے اُس میں اور جو کچھ
اُن کے بعد حادث ہوا اس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ بیت
آسمان نسبت بعرش الخ (ترجمہ) آسمان بہ نسبت عرش کے نیچا
ہے۔ ورنہ اس تودۂ خاک (یعنی زمین) سے تو بہت بلند ہے۔
نکتۂ ثانیہ۔ پورے غور وخوض سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظمؓ
اُن احادیث کو جو تبلیغ احکام شرع اور افراد بشر کی تکمیل سے
تعلق رکھتی ہیں دوسری قسم کی احادیث سے جدا کرنے میں نظر
دقیق سے کام لیتے تھے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شمائل
کی احادیث اور سنن زوائد کی احادیث جو لباس وعادات سے متعلق
ہیں کمتر روایت کرتے تھے دو وجہ سے ایک یہ کہ یہ علوم تکلیفیہ
شرعیہ میں سے نہیں ہیں، احتمال ہوتا ہے کہ جب ایسی روایتوں میں
پورا اہتمام عمل میں لایا گیا تو بعض اشیاء جو سنن زوائد میں
سے ہیں سنن ہدیٰ سے مشتبہ ہو جائیں گی۔ اور یہ احتمال بھی ہوتا
ہے کہ ان احادیث میں قوم کی مشغولیت شرائع کی مشغولیت سے
مانع ہو جائے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف ہوئے تھے وہ فاروق
اعظمؓ کے زمانہ میں بہت تھے ان اشیاء کی تعلیم کی حاجت
ہی واقع نہیں ہوئی۔ دارمی نے روایت کیا شعبی سے انھوں
نے قرظہ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے انصار کا ایک قافلہ کوفہ
کی طرف روانہ کیا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بھیجا تھا تو عمرؓ نے

فجعل يمشي معنا حتى اتى صرارا و صرار ماء في طريق مكة فجعل ينفض الغبار عن رجليه ثم قال انكم تاتون الكوفة فتاتون قوما لهم ازيز بالقرآن فياتونكم فيقولون قدم اصحاب محمد فيأتونكم فيسألونكم عن الحديث فاقلوا الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا شريككم قال ابو محمد هو الدارمي معناه عندي الحديث عن ايام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس السنن و الفرائض قلت والاوجه عندي ان معناه الحديث عن الشمائل والعادات مما لم يتعلق به حكم شرعي او معناه الحديث على سبيل الظن فيما لم يتثبت فيه ولم يجتهد في حفظه عند التحمل او الاداء. و همچنين از فاروق اعظم رض اهتمام بصيغ ادعيه موقته باوقات خاصه يا مسببه باسباب معينه كمتر بظهور انجاميد گويا ميدانست كه مدار فضائل مخ اين ادعيه است يعنى التجا بجناب قدس و توجه باو و منشاء آن توكل است و شكر و سپاس بر مقامات آخرج ابوداود عن سهل بن معاذ بن انس عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

ہمارے ساتھ چلنا شروع کیا یہاں تک کہ صرار آگئے اور صرار ایک پانی ہے مکہ کے راستہ میں تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں سے غبار جھاڑنا شروع کیا۔ پھر کہا کہ تم لوگ کوفہ پہنچو گے اور ایسے لوگوں سے ملو گے جو (خشیتِ الٰہی سے) قرآن کو بھرّاتی ہوئی آواز سے پڑھنے والے ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس آئیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو وہ تمہارے پاس آکر تم سے حدیث کے بارے میں سوال کرینگے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں نقل کرنے میں کمی کرنا اور میں تمہارا شریک ہوں۔ ابو محمد یعنی دارمی نے کہا کہ میرے نزدیک اس کے (یعنی حدیث کے بارے میں سوال کرنے کے) یہ معنی ہیں کہ ایسی حدیث مراد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کے احوال سے تعلق رکھتی ہو نہ کہ سنن اور فرائض سے تعلق رکھنے والی۔ میں کہتا ہوں کہ بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ایسی حدیث جو شمائل (خصائل طبعی) اور عادات کے بارے میں ہو، جس سے کوئی شرعی حکم متعلق نہ ہو یا اس کے معنے ایسی حدیث کے ہیں جس میں پختگی حاصل نہ ہو اور پوری کوشش نہ کی گئی ہو اس کے حفظ میں اس کے حاصل ہونے کے وقت اور انداز بیان کے سمجھنے میں۔ اور اسی طرح فاروقِ اعظم رض سے ایسی دعاؤں کے مخصوص الفاظ کے اہتمام میں جو اوقاتِ خاصہ کے ساتھ مخصوص ہیں یا اسبابِ معینہ میں سے کسی سبب کے ساتھ مسبّب ہیں کمتر کوشش ظہور میں آتی ہے۔ گویا وہ یہ جانتے تھے کہ فضائل کا مدار ان دعاؤں کے مغز پر ہے، یعنی بارگاہِ اقدس میں التجا اور اس کی طرف توجہ اور اس کا منشاء توکّل ہے اور شکر اور اللہ کی حمد کرنا مناسب مواقع پر۔ ابوداؤد نے روایت کیا سہل بن معاذ ابن انس رض سے، وہ اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

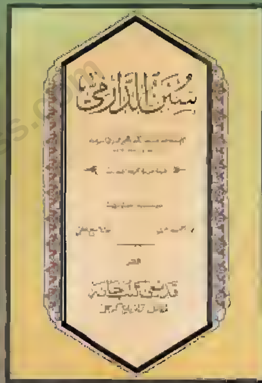
مَن اَکَلَ طعاماً ثم قالَ الحمدُ للہ الذی اطعمنی ہٰذا الطعامَ وَرَزَقَنِیہِ مِن غیرِ حولٍ مِنّی ولا قوۃٍ غفرلہٗ ماتقدّم من ذنبہٖ ومَن لَبِسَ ثوباً فقالَ الحمدُ للہ الذی کَسَانِی ہٰذا وَرَزَقَنِیہِ من غیر حولٍ منّی ولا قوۃٍ غُفِر لہٗ ماتقدَّم من ذنبہٖ وما تأخَّر پس گویا فاروقِ اعظمؓ درمثلِ این حدیث مدارِ افضلیّت نظر دوختن بمُسبِّب اسباب دانستہ و انداختنِ اسباب از نظرِ اعتبار انگاشتہ نہ خصوصِ این کلماتِ مبارکات و گویا تشریعِ خصوصیۃِ این کلمات بنسبتِ آبرار است وتشریعِ مخّ و اصول ومنشاءِ آن برائے سابقین۔

کہ جس نے کھانا کھایا پھر کہا الحمد للہ الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوّت ہو" تو جتنے گناہ اس سے سرزد ہوتے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے کپڑا پہنا پھر کہا الحمد للہ الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور یہ مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اسکے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوّت ہو" تو جتنے گناہ اس کے اگلے یا پچھلے ہوں گے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ تو گویا فاروقِ اعظمؓ نے اس جیسی حدیث میں افضلیّت کا مدار مُسبّبِ اسباب پر نظر کا جمانا سمجھا اور اسباب کا نظرِ اعتبار سے ساقط کرنا خیال کیا، نہ کہ ان کلماتِ مبارکات کی خصوصیت۔ اور گویا ان کلمات کی خصوصیّت کی تشریع..... ابرار (یعنی عام صالحین) کے لئے ہے اور ان کلمات کے مغز اور اصُول اور منشاء کی تشریع سابقین (مقرّبین) کے لئے ہے۔

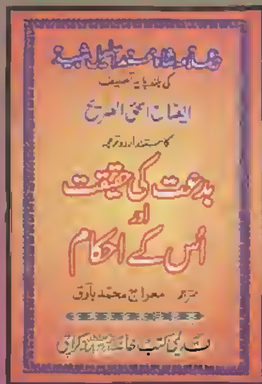
الحمد للہ علےٰ احسانہ کہ آج بیوم چہارشنبہ مورخہ ۷ رمضان ۱۳۸۳ھ کو جلد ثالثؒ ازالۃ الخفاء کے ترجمہ سے بمقام دیوبند فراغت ہوئی اور اسکے بعد جلد رابع شروع کر دی گئی۔ ربّنا تقبّل منّا انک انت السّمیع العلیم وصلے اللّٰہ علےٰ خیر خلقہٖ سیّدنا ومولانا محمّدؐ وعلےٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعینؒ۔ اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

قدیمی کتب خانہ - مقابل آرام باغ - کراچی ۱





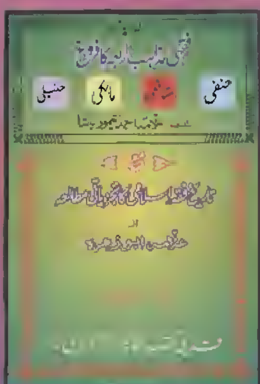










قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی